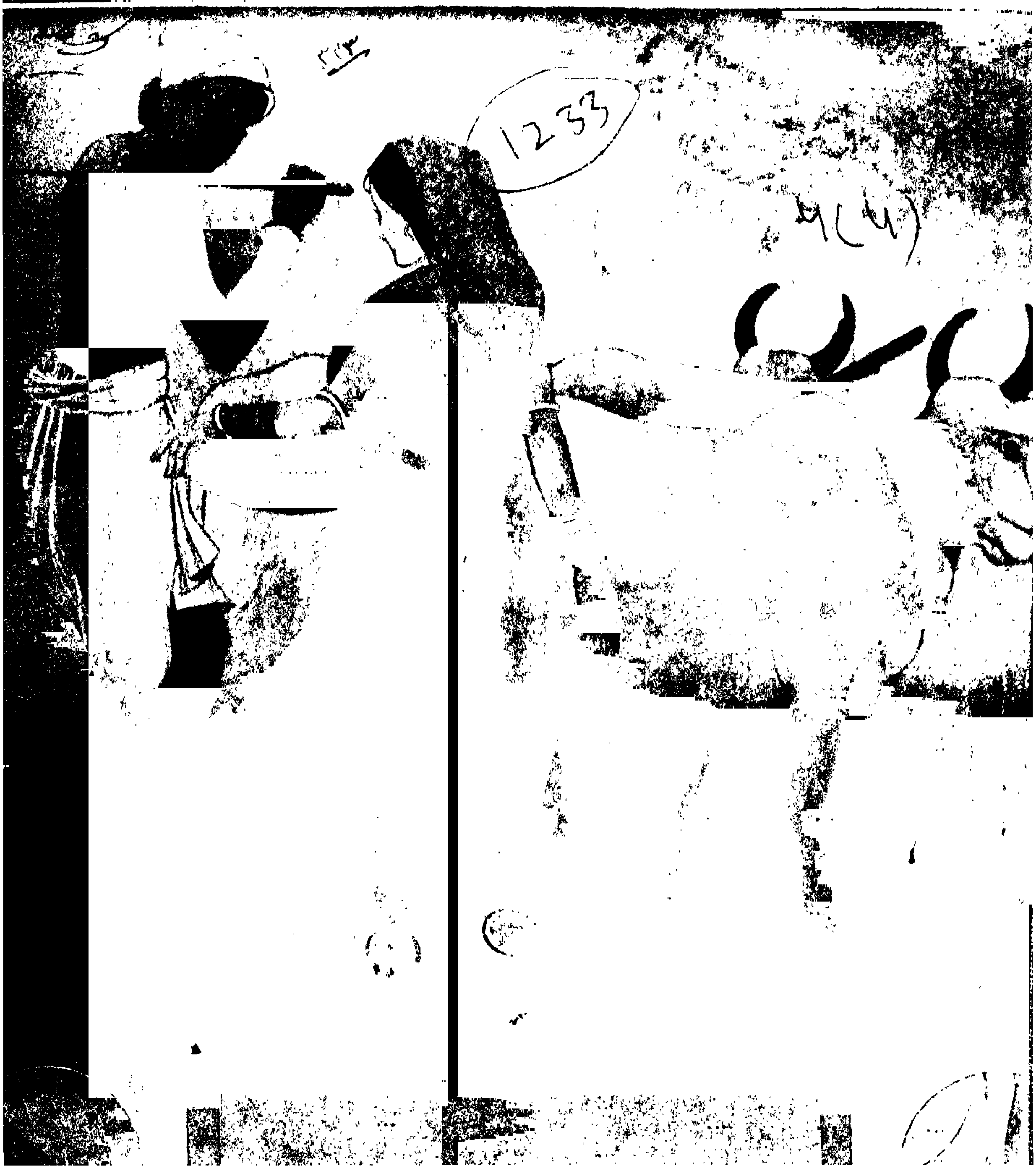


ہل

جلد ۴ نمبر ۴ — باتصویر ماہوار رسالہ — اپریل سنہ ۱۹۳۲ء

فہرست مضامین

مضامین	مضمون نگار	صفحہ
کیفیات ماہر	جناب اقبال ماہر الہ آبادی	١٩٥
گاؤں سدھار	جناب رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ ایم - اے	١٩٦
ٹیے کی کاشت	مسٹر - سی - بی - دت اور ڈی - ایم - بیگ	[illegible]
خمریات	حضرت خمار بارہ بنکوی	[illegible]
جذبات ولی	حضرت ولی شاہجہاں پوری	٢٠٠
تحریک امداد باہمی اور دیہات	جناب مہندر بہاری لال	٢٠١
اوسر زمین کو قابل کاشت بنانے کے طریقے	مسٹر منظور احمد صاحب	٢٠٢
گھی کا دھندا	مسٹر ڈی - وائی - انھاوے	٢٠٣
کھیرا - ککڑی - خربوزہ کی کاشت کے متعلق		٢٠٢
ضروری باتیں	مسٹر کے - این گپتا بی - ایس - سی	٢٠٥
غذا میں اصلاح	ماخوذ از مرکزی اطلاعات	٢٠٧
ارہر اور مونگ پھلی کی کاشت	پنڈت اندر بال پاٹھک ایل - اے - جی	٢٠٨
بدایوں ڈویژن میں [illegible] کی کاشت	پنڈت بالا پرشاد پانڈے	٢٠٩
ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں ٹڈیوں کا حملہ	ڈاکٹر - ے - ڈی - لال - ایم - ایس - سی	٢١٠
صوبہ متحدہ میں گڑ کی فروختگی	مسٹر - بی پرشاد	٢١١
گاؤں سدھار	جناب - بی - ڈبلیو مارس - ایس آئی - آئی - ای	٢١٣
دستکاری - (دستکاری کے لئے [illegible])	جناب ترنبھو نرائن ترپاٹھی	٢١٥
ادرک کی کاشت	جناب رمیش چندر استھی - بی - اے	٢١٨
بہاری بوجھ ڈھونے کا ایک نیا - [illegible]	جناب - ڈی - ایم - چون اور مسٹر وی - جی اندولکر	٢٢٠
گاؤں کے گیت		٢٢١
انڈے پن سے بچے کی پرورش		[illegible]
شہنگاں	مسٹر کے - ایس سونہواسا چاریہ	٢٢٦
ہوائی حملے سے بچاؤ		٢٢٩
صوبہ کے کونے کونے سے		٢٣٣
کام کی کتابیں		٢٣٧
ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار		٢٤٠
دیش بندھن کی باتیں	جناب رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر	٢٤١
ریڈیو پروگرام		٢٤٦
ہماری کوآپریٹیو سوسائٹیاں		٢٤٧
ہل کا انعامی مقابلہ		٢٥١
اپنے خیالات		٢٥٢

اپریل سنہ ۱۹۴۲ء — جلد ۴ نمبر ۴

حکومت یو۔پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔پی۔ لکھنؤ

اڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سنہ ۱۹۴۲ء

سالانہ قیمت ع۸ر — ایک پرچہ ۸ر

باہتمام کالی کے متر اپرنٹر و پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

باتصویر ماہوار رسالہ

اپریل ۱۹۴۲ء جلد ۴ نمبر ۴

کیفیات ماہر

(جناب اقبال ماہر الہ آبادی)

افسانہ اپنے دل کا رقم کر رہا ہوں میں
یعنی بیانِ قصۂ غم کر رہا ہوں میں

کچھ خوفِ دیں نہ پاسِ حرم کر رہا ہوں میں
طوفِ نقوشِ پائے صنم کر رہا ہوں میں

دل میں خیالِ غیرتِ لیلیٰ لئے ہوئے
مجنوں صفت طوافِ حرم کر رہا ہوں میں

اک یاد رہ گئی تھی محبت کی یادگار
اب رفتہ رفتہ اس کو بھی کم کر رہا ہوں میں

طوفانِ گریہ دیکھ اُٹھا کر نقابِ رُخ
اشکوں سے چشمِ شوق کو نم کر رہا ہوں میں

زاہد مجاز میں بھی حقیقت ہے جلوہ گر
کرنے دے مجھ کو یادِ صنم کر رہا ہوں میں

ماہر نمازِ عشق ہی کرنی ہے گر ادا
کیوں امتیازِ دیر و حرم کر رہا ہوں میں

گاؤں سُدھار

از جناب رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ ایم اے ایم بی
اس گاؤں سدھار افسر ...

محکمہ گاؤں سدھار کیلئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ کاشتکار کی آمدنی کھیتی کے علاوہ دیگر ذرائع سے بڑھائی جائے۔ اسکے لئے دو قسم کے ذریعے ہو سکتے ہیں ایک دستکاری مثلاً کپڑا بننا، چمڑے کے جوتے بنانا، لکڑی یا لوہے کا کام۔ لیکن ان کاموں کا کھیتی سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ دوسری قسم کے کھیتی کے معاون کاموں کی انکی بابت میں آپکے سامنے اپنا ایک تجربہ بیان کرتا ہوں۔

کئی سال ہوئے، مجھے شمالی فرانس کے اس حصے میں جانا پڑا جو بلجیم کے قریب ہے۔ وہاں پر کئی روز کیلئے ایک گاؤں کے کسان کے مکان میں رہنا پڑا۔ اس طرف کے تمام دیہاتی باشندوں کی آمدنی کا ذریعہ کھیتی ہے۔ جس گاؤں میں ٹھہرا تھا وہ محض ایک معمولی گاؤں تھا جیسے وہاں اور صدہا گاؤں تھے۔ اور اس کسان کی حالت بھی دیگر معمولی کسانوں کی سی تھی، اسکی حالت سے آپ کو دیگر کسانوں کے حالات بھی معلوم ہو جائیں گے۔ اس کسان کا مکان اینٹوں کا دو منزلہ تھا اور چھت چھوٹے موٹے کھپروں سے چھائی ہوئی تھی سڑک کے کنارے ایک بیٹھک تھی، جس میں شیشے لگے ہوئے کواڑ اور کھڑکیاں تھیں۔ کمرے کے اندر فرش پر ایک دری اور ایک چھوٹا سا پرانا قالین تھا۔ تھوڑی سی کرسیاں، ایک چھوٹی آرام کرسی اور ایک چھوٹی میز تھی۔ کچھ کرسیوں پر ریشم یا مخمل کے تکیے بھی تھے۔ دروازے و کھڑکیاں پر جالی کے پردے پڑے ہوئے تھے، دیواروں پر چوکھٹے دار تصویریں، آتش دان پر کھلونے، ایک چھوٹی گھڑی اور ایک لیمپ تھا، کمرے میں ایک طرف ایک شیشے کے کیواڑوں کی الماری تھی جس میں دو تین سو کتابیں تھیں۔ اس کمرے کے پاس ہی کھانے کا ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں دیوار... کی ایک لمبی میز اور ... تھیں ... ہیں۔ کھانا ... اور چھری کانٹے رکھے تھے۔ ... ایک بڑا بہت کا سٹوف تھا ... کا ایک ... ہوا تھا جس میں کھانا رکھا جاتا ہے وہ پکتا رہتا ہے اور اس میں ایک طرف پانی بھی گرم ہوتا رہتا ہے اس سٹوف کی قیمت تقریباً پانچ روپے ہوگی۔ مجھے ... مکانوں کے کمرے میں اوپر ٹھہرا دیا جس میں ایک عمدہ سنہرا پیتل کا کام دار پلنگ تھا جس کی قیمت غالباً ایک سو روپئے ہوگی۔ پلنگ پر ایک چھ انچ موٹا گدا، اسپر ایک بہت عمدہ سفید چادر، پروں کا تکیہ، اوڑھنے کی چادر، ایک کمبل اور اسکے اوپر ایک چھوٹا سا عمدہ ریشم کا لحاف تھا۔ پلنگ کے پاس ایک چھوٹی سنگ مرمر کی میز، ایک طرف دوسری میز جس پر ایک اچھا آئینہ اور اسکے علاوہ لیمپ، تصویریں، قالین وغیرہ تھے۔ میرے رہنے کیلئے انھوں نے مجھ سے کافی کرایہ لیا تھا۔ وہاں مجھے خیال ہوا کہ کیا اس ملک میں سونا پیدا ہوتا ہے کہ ہر کسان اس حالت میں رہتا ہے۔ میرے ساتھ اسی صوبہ کے کچھ ہندوستانی سپاہی تھے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں کی زمین ہمارے ملک کی زمین سے کمزور ہے اس میں بالو زیادہ ملی ہے وہاں زمین کو گھوڑے سے جوتتے ہیں اور ہل بھی وزنی ہوتے ہیں وہ اچھی کھاد اور اچھا بیج بھی ڈالتے ہیں مگر اچھی کھاد وغیرہ سے اگر معمولی طور پر جائیں فی بگیہ ہوتا ہے تو شاید آٹھ دس من فی بگیہ ہو جائے، مگر اسی یا ۸۰ من پیداوار کبھی نہیں ہو سکتی۔ پھر اس خوشحالی کی وجہ کیا ہے؟ ہمارے کسان کے کھیت سے جو فصل ہوتی تھی اُس سے وہ شاید صرف لگان دے سکتا تھا۔ اور اپنے و جانوروں کے کھانے کا اناج پیدا کر سکتا تھا اور کچھ نہیں مگر اسکے مکان کے پیچھے ایک چھوٹا سا باغ ضرور تھا۔ اس میں اس نے عمدہ قسم کی ترکاری بوئی تھی اور عمدہ قسم کے پھلوں کے درخت لگائے تھے۔ ان سب کی پیداوار فروخت کرکے وہ روپئے پیدا کرتا تھا اسکے علاوہ وہ ایک یا دو کام اور کرتا تھا۔ یا تو وہ عمدہ نسل کی مرغیاں بطخیں، سور یا بھیڑ پالتا تھا اور اس سے آمدنی بڑھاتا تھا اور یا بڑی بڑی گائیں جو اچھی بھینس کے برابر دودھ دیتی تھیں رکھتا اور انکو خوب چارہ و دانہ دیتا تھا اور دودھ، مکھن، پنیر بیچتا تھا۔ ان سب چیزوں سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ اسکی دولت بڑھاتی تھی۔ اسی پر اکتفا نہیں تھا بلکہ اسکی بیوی علاوہ گھر کے کام کاج کے کوئی نہ کوئی دوسرا ایسا کام کرتی تھی جس سے آمدنی ہو۔ یا تو اس نے درزی کی دوکان کھول لی تھی یا کھانا فروخت کرنے کا ہوٹل کھولا تھا۔ یا چائے، کافی یا شراب کی دوکان کھولی تھی۔ یا مسافروں کے ٹھہرنے کیلئے کمرے کھول رکھے تھے جیسے کمرے میں میں ٹھہرا تھا۔ اسی طرح کوئی نہ کوئی کام پیسہ پیدا کرنیکا ضرور کرتی تھی یہی وجہ تھی کہ وہاں کے دیہاتی باشندوں کی ایسی اچھی حالت تھی۔ اب آپ سوچیے کہ آپ اپنی اور اپنے گاؤں والی حالت کیسے درست کر سکتے ہیں اور کیا کام کر سکتے ہیں۔

نوٹ۔ یہ مضمون گاؤں سدھار ہفتہ کے موقعہ پر ۲ر فروری ۱۹۴۲ء کو آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے نشر کیا گیا تھا۔

گنّے کی کاشت

(از مسٹر سی۔ پی۔ دت او۔ بی۔ ایم۔ بگ)

گنے کی کاشت کیلئے کئی طریقوں کا استعمال ہوتا ہے ان میں حسب ذیل طریقے خاص ہیں۔

(۱) ہموار بوائی۔

(۲) ایک کی بوائی۔

(۳) کھائیں کے ذریعے بوائی

پہلے طریقے میں زمین کو جوت کر برابر کرتے ہیں اور پھر گنے کو تقریباً ۲ انچ گہرائی تک بو کر اُسے مٹی سے ڈھانک دیتے ہیں یہ گنے کے ٹکڑے آمنے سامنے ایک قطار میں ڈھائی یا ۴ فیٹ کے فاصلے پر لگائے جاتے ہیں۔ جب زمین میں کافی نمی رہتی ہے اسوقت اس طریقے کو کام میں لاتے ہیں۔

لیک کی بوائی میں لیکوں کو ڈھائی یا تین فیٹ کے فاصلے پر رکھتے ہیں۔ پہلا فاصلہ پتلی نسل کی ایکھ کیلئے اور دوسرا موٹی نسل کے گنے کے لئے ہے۔ اسکی گہرائی ایکھ کی نسل اور بوائی کرنے کے موسم پر منحصر رہتی ہے۔ یہ لیک مولڈ بورڈ ہل سے بنائی جاتی ہے

گنے کو دائیں بائیں بھی بویا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر بیج لمبے پوروں والا ہو تو مثلاً کوئمبٹور کی نسل تو اُسے آگے پیچھے بونا چاہئے اس سے کتانوں کے درمیان کا فاصلہ دور ہو جاتا ہے لیک کے بعد تقریباً ۲ گز تک دوبارہ بوائی کرنی چاہئے۔ کیونکہ اگر کسی کی غلطی ہو جائے تو وہ پوری ہو جائے۔ بوائی کرنے کے بعد رولر کے ذریعے لیک کو دبا دیتے ہیں جسکے باعث بیج ڈھنک جاتا ہے۔

کھائیوں کے ذریعے بوائی کرنے کے لئے ربیع کی فصل ہونے کے بعد ہی کھیت کو فوراً جوت دیتے ہیں اور اُسے گرمی تک اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔ برسات میں کھیت کی زیادہ سے زیادہ جوتائی کیجاتی ہے۔ اکتوبر اور نومبر میں کھائیاں کھود دی جاتی ہیں۔ اور اُسے موسم سے معقول فائدہ اٹھانے کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے معمولی اور موٹے گنے کے لئے بنائی جانے والی کھائیں دو فیٹ چوڑی اور ۴ فیٹ کے فاصلے پر ہوتی ہے۔ کھائیاں ۲ فیٹ گہری کھودی جاتی ہیں اور انکی مٹی کھائیوں کے درمیان خالی جگہ میں رکھدی جاتی ہے۔

کھائیں کھودنے کے بعد کھائیں کے اندر کی زمین کو ملائم کر دیتے ہیں اور اسکی گہرائی ۶ انچ تک ہوتی ہے۔ ایسی مٹی میں کھاد یا دیگر اشیاء ملا دیتے ہیں اسوقت سے کھائیاں بوائی کرنے کے قابل ہو جاتی ہیں

ایکھ کے ٹکڑوں کو کھائیں کے بالکل وسط میں بو دیتے ہیں اور تقریباً ۴ یا چار انچ کے فاصلے پر دبا کر مٹی سے ڈھنک دیتے ہیں اگر بوائی کے پہلے بارش نہ ہو تو بوائی کرنے کے دو یا تین ہفتے پہلے اسکی سینچائی کرنی چاہئے اور پھر اسکی مٹی کو پھاوڑے سے کھود کر ٹھیک کر دیتے ہیں۔

گنے کے ٹکڑوں پر اکثر دیمکیں لگ جاتی ہیں اس لئے بوائی کرنے کے پہلے اسکا علاج کر لینا چاہئے۔ اسکے لئے دس قطرے تارکول کو ایک گیلن پانی میں ڈالکر ٹکڑوں کو اسی میں ڈبو دیتے ہیں استعمال کرنے کے پہلے اسے ابال لیتے ہیں ٹھنڈے ہونے پر ٹکڑوں کو اسمیں ڈبو کر بیٹھے ہیں۔ اس میں یہ احتیاط رکھنی چاہئے کہ تارکول الگ نہ رہکر خوب مل جانے ورنہ آنکھوں کو نقصان پہنچائے گا۔

اسمت یا دیگر بیماریوں سے بچنے کے لئے گنے کے ٹکڑوں کو بورڈیا کے مکسچر میں ڈبو دیتے ہیں۔ تاکہ اس قسم کی کوئی بیماری نہ پیدا ہو۔ بیج کا اوسط بونے کے طریقے گنے کی قسم اور قطاروں کے فاصلے پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر آگے پیچھے بوائی ہوگی تو کم بیج لگے گا۔ ٹکڑوں کی تعداد بھی پودوں کی لمبائی پر منحصر ہوتی ہے ایک ٹکڑے میں دو یا تین انکوے ہوتے ہیں موٹی نسل کے گنے کے لئے ساٹھ من فی ایکڑ بیج کی ضرورت پڑتی ہے اور معمولی موٹی نسل کے لئے ۴۰ من یا ۱۶۰۰ سے ۱۲۰۰ کے قریب ایکھ لگتی ہے۔

بوائی کے بعد۔ بوائی کے بعد برابر گوڑائی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پودہ اُگنے کے پہلے ہی دو یا تین گوڑائی ہو جاتی ہے۔ یہ کام کدالی سے کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ اُگنے والی کونپلیں کٹ نہ جائیں۔ اگر کھائیں کی بوائی ہے تو جب پودہ کھائیں سے دو تین فیٹ اُوپر آ جاتا ہے تو اُسے مٹی سے پاٹ دیتے ہیں کھائیں پاٹنے کے بعد برسات کے پہلے ہی ایکھ کی گوڑائی ہونی چاہئے اسکے بعد بیچ میں اسکی بہت کم احتیاط رکھنی پڑتی ہے۔

سینچائی۔ گنے کو کافی پانی چاہئے جن جگہوں میں اتنا پانی نہیں پڑتا کہ فصل کے لئے کافی ہو وہاں مصنوعی طور پر سینچائی کیجاتی ہے۔ بمبئی کے مسٹر موریسن کا بیان ہے کہ ۲۰ انچ بارش اور ۸۰ انچ سینچائی کرنے پر گنے کی اچھی فصل ہو سکتی ہے پنجاب کے مسٹر راورٹس اور فالکنر کا بیان ہے کہ موٹی نسل کے گنے کے لئے ۸۰ انچ اور پتلی نسل کے گنے کے لئے ۵۰ سے ۶۰ انچ پانی کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ سینچائی بارش کا تناسب زمین کی قسم اور ایکھ کی نسل پر منحصر ہوتی ہے۔ کل سینچائی سات سے ۱۲ بار ہو سکتی ہے۔

کھاد۔ گنے کی کاشت کے لئے اچھی کھاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اچھی فصل کے لئے ایک ایکڑ میں تقریباً ۱۵۰ سے ۲۰۰ پونڈ نائٹروجن کی ضرورت پڑتی ہے۔ گوبر وغیرہ کی کھاد کو فوراً کھیت میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے دیمک لگ جاتی ہے یا فصل کے مکمل ہونے میں کافی دیر لگ جاتی ہے۔ اگر ہری کھاد دی جائے تو بنگال اور مدراس میں، ڈھینچا، بہار اور یوپی میں سنئی اور پنجاب میں سینجی استعمال ہو سکتی ہے۔ ان فصلوں کو ایکھ کی بوائی کے کچھ پہلے جوت کر گرا دیتے ہیں اور کھادیں ۲۰ یا ۳۰ ایکڑ فی گاڑی کے حساب سے ڈالتے ہیں۔ یہ کھاد کھائیں بننے کے فوراً بعد کھائیں میں ڈالکر مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ اسوقت کھاد ڈالنے سے اسے مٹی سے ملنے کے لئے کافی وقت ملتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہاں جلد ہی دیمک لگ جاتی ہے۔ بوائی کے وقت انڈی کی کھلی یا سرسوں کی کھلی، من فی ایکڑ کے حساب سے

دیتے ہیں۔

امونیم سلفٹ اور سوپر فاسفیٹ کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ چینی کے نائٹریٹ کا بھی استعمال کیا گیا تھا لیکن اس سے امید کے مطابق فائدہ نہ ہوا۔ زیادہ نائٹروجن کی وجہ سے گنے میں گرنے کی طاقت کم پڑ جاتی ہے۔ پودے اُگنے اور پہلی گوڑائی کے بعد ان کھادوں کا استعمال ہوتا ہے۔

باندھنا اور پتی توڑنا۔ کبھی کبھی ایکھ کے پودے گر جاتے ہیں۔ لہذا اس سے بچانے کے لئے پودوں کو آپس میں باندھ دیتے ہیں۔ اس سے بیماری سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔ کبھی کبھی کھیت کے چاروں طرف مضبوط تار لگا دیتے ہیں اور اس طرح ایکھ کو گرنے سے بچا لیتے ہیں۔

کبھی کبھی ایکھ کی پتیاں توڑ دی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ کبھی تو مفید ثابت ہوتا ہے اور کبھی کبھی مضر۔

کٹائی۔ جب گنے کی پتیاں سوکھ جاتی ہیں تو وہ پوری بڑھی ہوئی مانی جاتی ہیں اور ان کی کٹائی شروع ہو جاتی ہے۔ اسکے علاوہ ایکھ کی مٹھاس کے ذریعے بھی اس کا امتحان کیا جاتا ہے۔ کاٹنے کے وقت ہنسیا یا گنڈاسے سے زمین کے پاس سے کاٹتے ہیں۔ اسکے بعد اسے چھیلتے ہیں اور پھر بوجھ بنا کر اُسے باہر بھیجتے ہیں۔

پیڑی۔ ایکھ کی پہلی کٹائی کے بعد جب اسکی جڑ بڑھتی ہے تو اُسے پیڑی کہتے ہیں۔ اگر دوسرے سال بھی یہی حال ہوتا ہے تو دوسری پیڑی کہتے ہیں۔ کہیں کہیں یہ پیڑی مسلسل کئی سال تک بڑھتی جاتی ہے لیکن ہندوستان میں ایسا زیادہ نہیں ہوتا۔

کوئمبتور کے گنے کے رواج کے ساتھ پنجاب میں طریقہ کافی رائج ہے۔ پیڑی چھوڑنے سے بوائی کا کام رک جاتا ہے لیکن فصل کی پیداوار کم ہوتی جاتی ہے اس لئے یہ رواج مفید نہیں ہے۔ کسی کسی مٹی میں دو بار سے زیادہ پیڑی نہیں رکھی جا سکتی۔ دوسری برائی یہ ہے کہ اسکے ساتھ بہت سے کیڑے بڑھتے ہیں جو آئندہ کی فصل پر حملہ کرتے ہیں۔ جہاں لاہی کی بیماری ہوتی ہے وہاں پیڑی نہیں چھوڑنی چاہئے۔ گنے کے بہت سے دشمن کیڑے یا بیماریاں ہیں۔

بیماری

لاہی۔ یہ بیماری نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ان تمام ممالک میں پائی جاتی ہے جہاں گنے کی کاشت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں یہ بیماری ان سب مقامات پر پائی جاتی ہے جہاں گنے کی کاشت ہوتی ہے۔

یہ بیماری اس وقت نہیں نظر آتی جب تک کہ وہ پودے کی پوری نہیں پھیل جاتی۔ اس بیماری کی سب سے پہلی بیرونی شناخت یہ ہے کہ گنے کی پتیوں کا تہائی یا چوتھائی بالائی حصہ زرد پڑنے اور مرجھانے لگتا ہے۔ ان پتیوں کا کنارہ مرجھا جاتا ہے اور بیچ کا حصہ ہرا ہی رہتا ہے چنانچہ اوپر کا پورا حصہ مرجھا جاتا ہے اور ایسا لگتا ہے گویا خشکی کے باعث خشک ہو گیا ہو۔ اسکے تنے کو توڑنے سے معلوم ہوگا کہ اندر کے حصے گرہ کے پاس سے بیگر سرخ سرخ لائنوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ سرخ ریشے جو اس بیماری سے متاثر ہوتے ہیں اکثر ڈنٹھلوں کے نیچے ہی ہوتے ہیں۔ یہ سرخ رنگ بعد میں ہلکے بھورے رنگ میں بدل جاتا ہے۔ اس بیماری کی پہچان یہ ہے کہ اگر بیماری کے شروع میں گنے کو توڑا جائے تو اُس میں سے ترش بو آئے گی۔

ہندوستان میں اس بیماری سے گنے کو بہت نقصان پہنچتا ہے اسلئے اسکی روک تھام کرنے کے طریقے کا استعمال کرنا چاہئے۔ اسکا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ اچھی نسل کا گنا بویا جائے جن جگہوں میں یہ بیماری پھیلی ہو وہاں بونے کے لئے بیج کہیں باہر سے لانا چاہئے۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ دیسی گنے کی پتلی نسل پر لاہی کا اثر کم پڑتا ہے اور موٹی قسم کے گنے پر زیادہ۔ اسکے علاوہ ایسی نسلوں کی اشاعت بھی ہونی چاہئے جن پر اس بیماری کا اثر نہ پڑ سکے۔

موزیک۔ یہ بیماری زہریلے مادوں کے باعث ہوتی ہے۔ خوردبین کی مدد سے بھی یہ مشکل سے دیکھا جا سکتا ہے یہ بیکٹیریم سے بھی چھوٹا کہا گیا ہے جو ایک انچ کے پانچ ہزار حصے کے برابر ہوتا ہے۔ تحقیق کرنے والوں کو ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ زہر زندہ ہے یا مردہ۔

جس گنے پر اس بیماری کا اثر پڑتا ہے اسکی پتیوں میں ہری لکیروں کے ساتھ ہلکی رنگین لکیریں بھی ہوتی ہیں۔ یہ لکیریں پتی کے متوازی پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس کا اثر مختلف قسم کے گنے پر مختلف ہوتا ہے زیادہ بیمار پودے کی ساری پتی پر پھیل جاتا ہے۔ پتلی قسموں میں اس بیماری کو پہچاننا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

اس بیماری کو پھیلانے والے کچھ کیڑے بتائے جاتے ہیں جنکے اس زہریلی بیماری کو پھیلاتے ہیں۔ اس بیماری میں مبتلا پودہ ضائع تو نہیں ہوتا لیکن اس سے گنے کی پیداوار پر گہرا اثر پڑتا ہے اور گنے کا رس بھی کم ہوتا ہے۔

ہندوستان میں اس بیماری کی روک تھام کرنے کیلئے گنے کی ایسی نسلیں بوئی جائیں جن میں ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہو۔ پنجاب میں بوئی جانے والی پونڈا اور استراد لالری کا ہو اور کنسر و کوئمبتور نمبر ۲۱۴ پر اس بیماری کا اثر نہیں پڑتا۔ مندرجہ ذیل قسموں پر ۵ سے ۲۰ فیصدی تک اس بیماری کا اثر پڑتا ہے کوئمبتور نمبر ۲۱۳، نمبر ۳۰۰ اور نمبر ۲۱۳ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ پتلی نسل پر یہ کم اثر کرتا ہے اور موٹی نسل پر زیادہ۔ کھیت میں بیماری کے پھیلتے ہی پودوں کو توڑ دینا یا جلا دینا چاہئے۔

اسمٹ۔ یہ بیماری تمام ہندوستان میں پائی جاتی ہے کیونکہ کیڑے کی طرح کالے کالے لمبے نشان کونپل پر دکھائی دیتے ہیں اور کافی لمبے ہوتے ہیں۔ یہ کونپلیں بغیر پتوں کے ہوتی ہیں گنے کی موٹی قسمیں مثلاً سرٹھیا، سنباٹل اور کاٹھا پر ان لوگوں کا زیادہ اثر پڑتا ہے کسطرح یہ بیماری پھیلتی ہے یہ بات اب بھی نہیں جانی جاتی ہے۔ یہ پتہ لگا ہے کہ یہ بیماری گندے گنے کاٹنے کے وقت پھیلتی ہے۔ یہ بیماری بہت نقصان نہیں پہنچاتی۔ اس بیماری کی روک تھام کرنے کا سب سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ یا تو بیمار پودے کو ضائع کر دیا جائے یا اسے جلا دیا جائے۔ اور صرف اُس قسم کا گنا بویا جائے جو اس بیماری میں مبتلا نہ ہو۔

پتیوں پر بھورے دھبے ۔ یہ بیماری اس ملک کے گنے کی پتیوں پر اکثر پائی جاتی ہے ۔ لیکن یہ بیماری صرف پتلے قسم والے گنے میں ہی ہوتا ہے ۔ یہ بیماری نصف انچ بلے سُرخ دھبے کی شکل میں ہوتی ہے ۔ بڑھنے کے بعد یہ سُرخ دھبے بھورے گوسے کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں ۔ یہ دھبے پتی کے دونوں طرف دکھائی دیتا ہے ۔ جب یہ بیماری زیادہ پھیل جاتی ہے تو پتیاں سُرخ ہو جاتی ہیں ۔ اس سے پودہ مرتا نہیں پھر بھی پتیوں کو نقصان پہنچتا ہے ۔ چنانچہ کم مٹھاس ہوتی ہے ۔ اس وقت تک اس بیماری کی روک تھام کی کوئی خاص تدبیر نہیں نکلی ہے ۔

کیڑے

گنے کے ڈنٹھل کو چھیدنے والا کیڑا :- یہ کیڑے گنے کو اُس وقت سب سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں جب لاروے شکل میں ہوتے ہیں اور اس وقت انھیں کیڑ پلر کے نام سے پکارتے ہیں ۔ انڈے پھوٹ کر کیڑ پلر کی شکل میں ہو جاتے ہیں جو کہ ہلکے گلابی رنگ کے ہوتے ہیں اور جن کا سر کالا ہوتا ہے ۔ یہ کیڑ پلر پہلے تو پتیوں کو کھاتے ہیں پھر بعد میں وہ ڈنٹھل کو چھیدنے لگتے ہیں اور اُسے کھوکھلا کر دیتے ہیں ۔ گرمی میں ان کی زندگی ۶ ہفتے کی ہوتی ہے ۔ ان چھید کرنے والے کیڑوں کو مندرجہ ذیل طریقوں سے روک سکتے ہیں ۔

(۱) یہ کیڑے روشنی سے متوجہ ہوتے ہیں اس لئے اندھیری رات میں بیماری زدہ کھیت کے کیڑوں کو روشنی میں جال لگا کر جمع کیا جا سکتا ہے ۔

(۲) صرف ان کیڑوں سے محفوظ بیج بوئے جاتے ہیں ۔

(۳) جہاں یہ کیڑے عموماً پائے جائیں وہاں پیڑی نہیں رکھنی چاہیئے ۔

(۴) یہ کیڑے جوار اور مکا پر بھی حملہ کرتے ہیں ۔ اس لئے مکا جوار اور گنے کے اُن تمام پودوں کو اکھاڑ دینا چاہیئے جن پر ان کیڑوں کا حملہ ہو چکا ہو ۔

ہسپا ۔ یہ ایک چھوٹا کیڑا ہوتا ہے ۔ اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اس کے اوپر جسم پر ایک خاص قسم کا کانٹا ہوتا ہے ۔ یہ بھی لاروا کی حالت میں زیادہ نقصان پہنچاتا ہے ۔ یہ کیڑے پتیوں میں سوراخ کرتے ہیں اور اس کے بعد گبریلے کی شکل میں نکلتے ہیں ۔ شمالی ہندوستان میں سال میں یہ تین یا چار بار پیدا ہوتے ہیں ۔ لیکن یہ زیادہ تر برسات ہی میں پیدا ہوتا ہے اسے ہاتھ کے گالوں کے ذریعے پکڑ کر روکا جا سکتا ہے ۔ اس بیماری میں مبتلا ہونے والی پتیوں کو بھی ہٹا دینا یا جلا دینا چاہیئے ۔

پھدکنے والے کیڑے ۔ یہ کیڑے تقریباً ایک انچ کے تہائی کے برابر ہوتے ہیں اگر ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کی جائے تو چھوٹے اور بڑے سب ایک جگہ سے دوسری جگہ جلدی جلدی اچھلنے اور کودنے لگتے ہیں ۔ چھوٹے کیڑے پیلے اور بھورے رنگ کے ہوتے ہیں اور بڑے کیڑوں کا پر بڑا ہوتا ہے چھوٹے کیڑے تقریباً دو ماہ میں بڑے ہوتے ہیں ۔ یہ چھوٹے اور بڑے دونوں کیڑے پتیوں کا رس چوس کر گنے کو نقصان پہنچاتے ہیں ۔ ان کیڑوں کی روک تھام کے لئے انکے انڈوں کو اکٹھا کر لینا چاہیئے ۔ یہ انڈے سفید رنگ کے مادہ سے ڈھنکے رہتے ہیں اور یہ پتیوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں ۔ یہ انڈے گنے کی پتیوں کی نچلی تہوں پر پائے جاتے ہیں ۔ یا اُن پتیوں کو جن پر ان کے انڈے ہوں توڑ کر ضائع کر دیا جائے ۔ ان کو ضائع کرنے کے لئے بڑے کیڑوں کو بھی پکڑ کر مارا جا سکتا ہے ۔

دیمک ۔ اس ملک میں گنے کی فصل کو دیمکوں سے بہت نقصان پہنچتا ہے ۔ وہ پہلے جڑ ہی سے حملہ کرتے ہیں اور پھر ڈنٹھل کی طرف بڑھتے ہیں جس سے پودہ مُرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے ۔

دیمک کو دور کرنے کے لئے سینچائی کے پانی کو کروڈ واٹر ایموزن سے ملانا چاہیئے ۔ اسکی مقدار فی ایکڑ ۵ سیر ہونی چاہیئے ۔ اسکے استعمال کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ایموزن کو بورے میں بھر کر اس طرح رکھیں کہ بورے کا اندرونی حصہ نالی کو چھوتا رہے ۔ اس سے دیمکیں مرتی نہیں بلکہ بھاگ جاتی ہیں ۔ اسلئے اس طریقے کا استعمال دو یا تین بار کرنا چاہیئے ۔

(مترجمہ از پرنسپل اینڈ پریکٹس
آف کراپ پروڈکشن
ان انڈیا)



خمریات

حضرت خمار بارہ بنکوی

نہیں ہوتا مداوائے غمِ پنہاں نہیں ہوتا
بظاہر ہنس لیا جاتا ہے دل خنداں نہیں ہوتا

پریشانی میں ہنس دینا جسے آساں نہیں ہوتا
وہ کم ہمت سزاوارِ غمِ جاناں نہیں ہوتا

طوافِ کعبہ برحق، بندگی واجب مگر زاہد
بغیرِ مے پرستی آدمی انساں نہیں ہوتا

محبت نے مجھے پہنچا دیا ہے اس بلندی پر
کہ اب اُن سے بھی میرے درد کا درماں نہیں ہوتا

حفاظت چاہئے دل کی حفاظت چھوڑ گلشن کی
اُجڑ جاتا ہے دل گلشن کبھی ویراں نہیں ہوتا

محبت میں یہ کیا اندھیر ہے توبہ ارے توبہ
کہ ہم ہنستے چلے جاتے ہیں غم پنہاں نہیں ہوتا

سبھی کچھ ہو رہا ہے اس ترقی کے زمانے میں
مگر یہ کیا غضب ہے آدمی انساں نہیں ہوتا

فراقِ یار میں مرنا خمارؔ آسان ہوتا ہے
فراقِ یار میں جینا خمارؔ آساں نہیں ہوتا

جذباتِ ولیؔ

حضرت ولیؔ شاہجہاں پوری

سکونِ قلبِ مضطر کا کوئی ساماں نہیں ہوتا
کہ دردِ دل بھی دل کی شان کے شایاں نہیں ہوتا

اگر در پردہ میری موت کا ساماں نہیں ہوتا
تو پھر ایفائے وعدہ کیوں کسی عنواں نہیں ہوتا

شدائد سے نہیں ہوتا دوچار اس بزمِ امکاں میں
تو بننے سے فرشتہ آدمی انساں نہیں ہوتا

ہے تن پر پیرہن جبتک جنوں کم ہو یہ ناممکن
گریباں ہاتھ آ جاتا ہے جب داماں نہیں ہوتا

امیدِ عفو و بخشش کے یہ سب قصے بجا ناصح
مگر کم بخت دل آمادۂ عصیاں نہیں ہوتا

جب آتا ہے تو کچھ لیکر نہیں آتا یہاں انساں
مگر ملکِ عدم میں بے سر و ساماں نہیں ہوتا

محبت کا وہ نازک مسئلہ حل ہو تو کیو نکر ہو
جو پابندِ قیودِ مشکل و آساں نہیں ہوتا

کہیں کیا اے ولیؔ غربت میں ہم تو دیکھتے یہ ہیں
خدا بھی مفلسوں کے حال کا پرساں نہیں ہوتا

تحریک امداد باہمی اور حکومت

(از جناب مہیندر بہاری لال انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز کرسیا)

حکومت کا یہ فرض ہے کہ تحریک امداد باہمی کو جو کہ اتفاق رائے سے سماجی ترقی کا ایک خاص ذریعہ مانا گیا ہے مدد دے اور اسکے ساتھ دوستانہ ہمدردانہ اور رہنمائی کا برتاؤ کرے لیکن سرکاری امداد اور دخل اندازی کو چمچہ سے کھلانے تک بڑھا دینا قابل اعتراض ہوگا۔ امداد باہمی کے خاص اصولوں کے مطابق لوگوں کو اپنی اصلاح اپنی ہی کوششوں سے کرنی چاہئے۔ اسکے برعکس بہت دخل اندازی کے خوف سے حکومت ایسی پالیسی پر عمل کر سکتی ہے جس سے تحریک کی طرف سے لاپرواہی ظاہر ہو۔ عقلمندی درمیان کے راستے پر چلنے میں ہے تاکہ دونوں پہلوؤں میں سے کوئی اپنے برخلاف برائی میں تبدیل جائے ہندوستان میں عوام کی جہالت اور ہر ایک کام کے لئے حکومت پر قانع ہونے کی وجہ سے اور دیہاتی ساکھ کی عظیم ضرورت کے باعث حکومت نے بجا طور پر تحریک میں ہاتھ بٹایا۔ یہ بھی اُنھوں نے بہت ٹھیک کیا کہ فرانس کی سی مالی امداد سے ہاتھ کھینچا جس سے اس ملک میں فائدہ کے مقابلے میں زیادہ نقصان ہوا کسی کو سنٹرل بینکنگ انکوائری کمیٹی کی سفارش سے اختلاف رائے نہیں ہو سکتا کہ معمولی ٹیکس دینے والوں کی بھلائی اور کارکنان امداد باہمی میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لئے سرکاری امداد ایک عارضی شکل میں ہونی چاہئے تاکہ سوسائٹیاں اقتصادی مصیبت سے نکل جائیں۔ اس نکتہ نظر سے ذاتی دشواریوں نے جسکا اندازہ اس تحریک میں لگے ہوئے کاروباری سرمائے سے لگتا ہے ۱۹۰۴ء سے گزرے ہوئے تھوڑے عرصے میں بہت اضافہ کیا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ حکومت نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ساتھ اقتصادی اور دوسری رعائتیں کی ہیں۔ نئی سوسائٹیوں کو کچھ مدد بھی دی ہے۔ بمبئی کی حکومت چند قدم اور آگے بڑھ گئی ہے۔ سب سے پہلے صوبہ کوآپریٹو بینک کی طرف سے جاری کئے جانے والے ڈیبنچر پر زیادہ سے زیادہ ۲۰ لاکھ روپئے تک ۴ فیصدی سود سالانہ کی گارنٹی کر دی اس رعایت نے بینک کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ طویل میعاد والے قرض لیکر دیہاتی زندگی کے اقتصادی مسائل کو حل کر سکے۔ بینک کا کام خطرہ سے باہر ہے جس سے کوئی امکان نہیں کہ حکومت کو اپنی گارنٹی پوری کرنی پڑے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مستقل اصلاح کے لئے حکومت نے تقاوی قرضہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے دینے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ بہت اچھا ہو اگر ایسا ہی ہمارے صوبے میں بھی ہونے لگے۔ چکبندی، تعلیم بالغان، دودھ گھی اور آبپاشی کی سوسائٹیوں کو خاص طور سے سرکاری امداد کی ضرورت ہے۔

اگر ہم حکومت کی اس تحریک کے انتظام اور کنٹرول کی پالیسی پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ مناسب رہی ہے۔ مثلاً حکومت نے کچھ اطراف سے آئی ہوئی اس مانگ کو کہ رجسٹرار کے کچھ کام ضلع مجسٹریٹ کے سپرد کر دیئے جائیں، نامنظور کر کے بہت اچھا کیا۔ اس سلسلہ میں میکلیگن کمیٹی نے سرکاری دخل اندازی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایسے سرکاری افسران مثلاً کلکٹر کو صرف ہمدرد اور دوست نما مددگار کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے اور انتظام و مالی ذمہ داری سے انکا کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ حکومت نے یہ اچھی طرح ظاہر کر دیا ہے کہ سرکاری ملازمین کو ایسے معاملات سے سروکار نہیں رکھنا چاہئے۔ جیسا کہ شاہی زرعی کمیشن نے کہا ہے کہ ہر محکمہ کے افسران کا یہ فرض ہے کہ جہاں تک ان کے کام میں ممکن ہو اس تحریک کے ہر ایک کام میں عملی طور پر دلچسپی کے ساتھ حصہ لیں۔ جہاں تک محکمہ امداد باہمی کا تحریک امداد باہمی سے تعلق ہے ایک بات قابل توجہ ہے۔ پہلے یہ پالیسی تھی کہ جیسے جیسے سوسائٹیوں میں خود اعتمادی کی اور عوام میں دشواریاں اٹھانے کی طاقت بڑھتی جائے محکمہ کے کنٹرول کو ڈھیلا کیا جائے۔ یہاں تک کہ آخرکار رجسٹرار صرف رجسٹرڈ کرنے والی چیز ہی رہجائے مگر ایسا ہوا نہیں۔ اب رجسٹرار کے اختیارات اور بھی بڑھ گئے ہیں میکلیگن کمیٹی نے بھی اسکی تائید کی ہے اُنھوں نے سفارش کی ہے کہ رجسٹرار کے ہاتھ میں مادی چھڑی کی طاقت ہونی چاہئے۔ یعنی سوسائٹیوں کا قرض لینے کا اختیار، شرح سود جو وہ چارج کر سکتی ہیں دیکھ بھال، آمدنی و خرچ، امتحان وغیرہ رجسٹرار کے ہاتھ میں رہنے چاہئیں۔ رجسٹرار کے علاوہ وہ ہر ۱۰۰ سوسائٹیوں کے لئے ایک جوائنٹ رجسٹرار کا تقرر چاہتے ہیں۔ سر ڈینیل ہملٹن جیسے معاون نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ہندوستان کے ساکھ اور سیونگ کی توسیع کو غیر سرکاری لوگوں کے ہاتھ میں سونپ دینا ایک بیکار سی بات ہے جو خطرے سے خالی نہیں۔ ہندوستان کے اقتصادی مسائل اتنے زیادہ اور پیچیدہ ہیں کہ عطیات کے ذریعے وہ حل نہیں کئے جا سکتے۔

ایسے خیال کے لوگ بہت تھوڑے ہیں بیشتر لوگ یہی چاہتے ہیں کہ خواہ کام کچھ خراب ہی کیوں نہ ہو لیکن تحریک کو غیر سرکاری بنا کر اسکے اپنے پیروں پر کھڑا کرنا چاہئے۔ اس سوال کے سلسلے میں کہ ہندوستان میں تحریک کو آزاد کرنے کا وقت آگیا ہے اور ۱۹۰۴ء کے بچے کو جو اب بڑھ کر جوان ہو گیا ہے مرد کا کام کرنے دیا جائے۔ ہنری وُلف کہتے ہیں کہ اسکا جواب ہاں اور نہیں دونوں ہے۔ ہندوستان میں اب بھی بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں پر تبدیلی کے لئے ذرا بھی جگہ نہیں ہے بہت سی ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں پر تحریک امداد باہمی بہت ترقی کر چکی ہے اور ممبران امداد باہمی اس قابل ہو گئے ہیں کہ انتظام کا کام انھیں کے سپرد کر دیا جائے۔ اسلئے اعزازی کارکنوں کو اسسٹنٹ رجسٹرار کے اختیار دیدینے کی مدراس کی اسکیم کو معقول اقدام کہا جائے گا۔ دوسرا

طریقہ جسکے ذریعے اسکو عوام کی تحریک بنایا جا سکتا ہے یہ ہے کہ پراونشل کو آپریٹو یونین میں سنٹرل کو آپریٹو انسٹی ٹیوٹ اور فیڈریشن آف سنٹرل بینک اور ان کے ممبروں یا انسپکٹر وغیرہ کو آپریٹو محکمہ کو ترغیب دی جائے انہیں معائنہ ، نئی سوسائیٹیاں بنانے اور حساب کتاب کی جانچ پڑتال سے تعلق رکھنے والے تمام اختیار دیئے جائیں ہمارا خاص مقصد ان سوسائیٹیوں اور انسٹی ٹیوشنوں کا قیام ہونا چاہئے جنکے ذریعہ غیر سرکاری اصحاب خود ہی تحریک کی دیکھ بھال کر سکیں اور کنٹرول قائم کر سکیں ۔ انھیں سب کاموں سے حکومت کو کام کرنا پڑتا ہے وقتاً فوقتاً سرکاری آڈٹ ہونا بہت ضروری ہے جس سے سوسائیٹیوں کا کام ٹھیک سے چلتا رہے اور عوام میں اعتماد پیدا ہو درحقیقت سرکاری رہنمائی اور نگرانی بہت ضروری ہے اور کچھ عرصے تک رہیگی ۔ یہ کہنا بیجا نہیں کہ سرکاری کارکنوں کی تعداد بڑھائی جائے اور تعلیم یافتہ قابل اور زیادہ تنخواہ پانے والے آدمی رکھے جائیں جن سے محکمہ کو اپنے اپنے کام میں زیادہ کامیابی ہو سکے سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب جو بھی اس تحریک میں کام کرتے ہوں انھیں اپنی ساری کوششیں جہاں تک جلد ہو سکے اسے جمہوری تحریک بنانے اور اپنے پیروں پر کھڑا کر دینے میں صرف کر دینی چاہئے ۔ ہم سنٹرل بینکنگ انکوائری کمیٹی کی تائید کرتے ہیں کہ تحریک امداد باہمی کو مقبول عام بنانے اور کو آپریٹو سوسائیٹیوں کے ممبروں میں اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کے لئے سرکاری دباؤ کو ہٹا دینا اچھا ہوگا ۔

اوسر زمین کو قابل کاشت بنانیکے طریقے

مسٹر منظور احمد ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ محکمہ زراعت - بنارس

اوسر اس زمین کو کہتے ہیں جسمیں پودے نہ اُگ سکیں اور اگر کبھی اُگیں تو تھوڑے عرصہ کے بعد جل جاویں یہ بات دو حالتوں میں ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ پودے کی خوراک کے اجزا میں کوئی جز بہت زیادہ کم ہو دوسرے یہ کہ اوس میں نمک اتنا زیادہ ہو کہ اسکی زیادتی پودے پر زہر کا سا اثر کرے اور پودا سوکھ جاوے ۔ ایسی زمینوں کی درستی کیلئے نیچے لکھے ہوئے طریقے استعمال ہو سکتے ہیں

(۱) زمین میں نیچے سے نمک سوڈیم کا رہتا ہے جو تری پانی کے ساتھ ہمیشہ اوپر آتا ہے جسکی وجہ سے مٹی اتنی سخت ہو جاتی ہے کہ اسکے ذریعہ سے پانی اندر نہیں جا سکتا اب نمک کو دور کرنے کیواسطے زمین کو دھو ڈالنے کی ضرورت ہے اسکے واسطے برسات میں کھیت کے ایک طرف کی مینڈ کو تین انچ نیچی کر دیں جب پانی برسیگا تو تمام کھیت کی مٹی پر پانی گزر کر نمک ایک طرف کو جاویگا اور نمک اس طریقہ سے ہٹایا جاسکیگا لیکن چونکہ دوسرے نمک بھی گھل کر پانی کے ساتھ بہہ جاوینگے اسواسطے ہمکو کھاد بھی ڈالنی چاہئے اور ایسی فصلیں بونا چاہئے جو اس نمک کو زیادہ کھاتی ہیں جسکی کہ زیادتی ہے ۔ گنا نمک کی زیادتی والے کھیت کے واسطے اور دھان مناسب فصلیں ہیں ۔

(۲) موسلا جڑ والے پودوں کی کاشت کرنا اور دالدار فصلوں کا بونا جو زمین میں نائیٹروجن پیدا کریں اور جنکی پتی کے گر کر سڑنے سے زمین طاقتور ہو جیسے ڈھینچا سنئی وغیرہ ۔

(۳) برسات میں اونچی مینڈ باندھکر کھیتوں میں پانی بھر دینا جس سے نمک پانی میں گھلکر پانی کے ساتھ زمین کے نیچے چلا جاویگا اور کھیت سوکھ جانے پر اسکو خوب جوت دینا تاکہ نیچے گیا ہوا نمک اوپر کی مٹی میں دوبارہ واپس نہ آسکے اسکے بعد خوب کھاد ڈالکر دھان کی فصل پیدا کرنا ۔

(۴) زمین میں ٹھیکروں کا ملانا تاکہ کافی ہوا زمین میں گھس سکے ۔

(۵) زمین میں ریت یا چونہ ملانے سے بھی اوسر زمین سدھر جاتی ہے

(۶) اوسر زمین میں ببول کے درخت لگانا جسمیں درخت کی جڑوں کے گوند سے مٹی کی اصلاح ہو جاتی ہے ۔ ببول کے درخت تیار ہونے پر لکڑی کو بیچکر کھیت کو خالی کرکے زمین کی کاشت کامیابی کیساتھ ہو سکتی ہے ۔ اس کام کیلئے نیم یا مہوہ یا ڈھاک کے پیڑ بھی کار آمد ہو سکتے ہیں ۔

(۷) زمین کو دھونیکا ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تھوڑے عرصہ تک اسمیں پانی بھرا جاوے اور جب اس پانی میں مضر نمک گھل جاویں تب اس پانی کو کسی نالے یا ندی میں نکال دیا جاوے اور اگر پانی کافی مقدار میں مل سکتا ہو تو ایسا بار بار کیا جاوے ۔

(۸) موزوں دو فصل کا استعمال ۔

(۹) جپسم سالٹ کا استعمال جو ڈیڑھ سے دو من تک فی ایکڑ ڈالا جا سکتا ہے ۔ اسکی قیمت معمولی زمانہ میں قریب ۱۲ روپیہ فی ٹن کے ہوتی ہے

(۱۰) دو فٹ چوڑی اتھلی نالیاں بنا کر جنکے ذریعے سے اوپری سطح کا سارا پانی برسات کے دنوں میں بہا دیا جاوے اور زمین میں ہوا کا گذر ہو سکے ۔

(۱۱) تمام کھیت یا ایک محدود رقبہ کے چاروں طرف گہری نالیاں بنانا جو ایک سے دو فٹ تک گہری ہوں اور اُن نالیوں کے ذریعے سے کسی ندی یا نالے میں اُس رقبہ کا تمام پانی برسات میں نکال دینا ۔

(۱۲) شیرہ کی کھاد کے استعمال کے ذریعہ سے جو فی ایکڑ ۱۲ ٹن تک ڈالی جا سکتی ہے ۔

(۱۳) جولائی سے نومبر تک محدود رقبہ پر جانوروں کو چرانا اور وہیں پر رکھنا اور اسی طرح ایک کے بعد دوسرے رقبہ پر یہی طریقہ عمل میں لانا ۔

(۱۴) اوسر کے رقبہ میں گڈھے کھود کر انکے اندر اچھی مٹی اور کھاد ڈالکر درخت لگانا ایسی زمینوں میں امرود اور بیر کے درخت کامیابی کے ساتھ لگائے جا سکتے ہیں ۔

(۱۵) محدود رقبہ کو یکے بعد دیگرے گاؤں کے رہنے والوں کے واسطے بطور پاخانہ استعمال کرنا

(۱۶) جہاں کہیں تھوڑے تھوڑے عرصہ میں اوسر واقع ہو وہاں سے ایک سے دو فٹ تک کی مٹی نکال دینا ۔ اور اسکی جگہ پر تالاب کی مٹی یا کوئی دوسری اچھی مٹی بھر دینا ۔

گھی کا دھندہ

از مسٹر ڈی۔ وائی۔ اتھاوے آبل اکسپرٹ یو۔ پی۔ گورنمنٹ کانپور

تمہید۔ ہندوستان میں گھی اندازاً دو کروڑ تیس لاکھ من سالانہ تیار ہوتا ہے اور اسکے تیار کرنے میں عنقریب ۲۳ کروڑ ۳۷ لاکھ من دودھ ملک میں صرف ہوتا ہے (دیکھو رائٹ صاحب کی رپورٹ ۱۹۳۷ء کی جو کہ ہندوستان کے مویشیوں اور ڈیری کے دھندہ کی ترقی کی بابت ہے) جو گھی بنایا جاتا ہے اسکی قیمت ۹۰ کروڑ روپیہ سے بھی زیادہ بہ نرخ چالیس روپیہ فی من ہے۔

ہندوستان کیلئے گھی کی تیاری کا کام خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس دھندہ کی وجہ سے کاشتکار کو ایک اور زائد کام مل جاتا ہے اور جو گھی بنایا جاتا ہے وہ خاصکر ملک کے اندر ہی استعمال میں آتا ہے گھی بنانیکا کام دریائے سندھ و گنگا کے درمیانی میدان پنجاب مغربی ہند معہ گجرات کاٹھیاوار راجپوتانہ صوبہ متوسط و برار میں بہت زور سے چلایا جاتا ہے صوبہ متحدہ میں سالانہ قریب بیس لاکھ من گھی تیار کیا جاتا ہے جسکی قیمت آٹھ کروڑ روپیہ سے زیادہ ہوتی ہے قریب ۱۸ لاکھ من گھی اس صوبہ میں ہی استعمال ہو جاتا ہے اور قریب ۲ لاکھ من بچا ہوا گھی باہر کو جاتا ہے۔ یہ صوبہ سب سے زیادہ گھی تیار کرنے والا اور باہر بھیجنے والا صوبہ ہندوستان میں ہے۔

زیادہ تر گھی جو کہ اس صوبہ میں شہروں میں خرچ ہونے اور باہر بھیجنے کیلئے بنتا ہے اس میں ۷۰ سے ۸۰ فیصدی گھی بھینس کا ہوتا ہے اور ۲۰ سے ۳۰ فیصدی تک گائے کا۔

تیار شدہ گھی کے اوصاف کے بموجب صوبہ کے حسب ذیل چار حصے کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ گنگا کی اوپری وادی۔
۲۔ پٹھار۔
۳۔ پہاڑی حصہ۔
۴۔ ترائی۔

سب سے اچھی قسم کا گھی دوآب اور پٹھار کے علاقوں میں ہوتا ہے۔ پٹھار کے علاقہ میں گھی فی مویشی کسیقدر اوپری گنگا کی وادی کے علاقہ سے کم ملتا ہے پہاڑی اور ترائی کے علاقوں میں گھی کسیقدر ادنیٰ قسم کا ہوتا ہے اور عام طور پر اسکی برآمد نہیں کیجاتی۔

گھی تیار کرنیکے طریقے

یو پی میں گھی ذیل میں دیئے ہوئے طریقوں پر بنایا جاتا ہے۔

(۱) دیسی طریقہ (۲) مکھنیا طریقہ

گھی بنانیکا دیسی طریقہ

کل یو۔ پی میں جو سب سے زیادہ مروجہ طریقہ گھی بنانیکا ہے وہ یہ ہے کہ صبح کا دودھ دن بھر اوٹایا جاتا ہے اور اسمیں شام کا دودھ ملا دیا جاتا ہے اور پھر وہ سب چار گھنٹہ تک اور اوٹایا جاتا ہے۔ گرم دودھ پھر مناسب حدت تک ٹھنڈا کیا جاتا ہے اور پھر جاما دیا جاتا ہے۔ چار دن میں دہی کی مٹکی کو کسی سے لپیٹ کر یا اسکے چاروں طرف گرم راکھ رکھکر گرم رکھا جاتا ہے۔ دوسرے روز صبح دہی کو بلوتے ہیں اور اسمیں موسم کے مطابق گرم یا ٹھنڈے پانی کی مناسب مقدار ڈالتے جاتے ہیں۔ نونی جو اوپر تیر آتی ہے وہ ہاتھ سے اٹھا کر جمع کر لی جاتی ہے۔ ایک ہفتہ کی جمع کی ہوئی نونی تب گرم کیجاتی ہے تاکہ اسمیں سے نمی اور چھاچھ علیحدہ ہو جائے۔ اسکے بعد صاف گھی کو نتھار کر یا کپڑے میں چھان کر الگ کر لیتے ہیں اور اسکو ٹین یا مٹی کے برتنوں میں رکھ دیتے ہیں۔ مغربی یو۔ پی میں کچا دودھ اکثر ابلے ہوئے دودھ کے دہی کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے اور ملے ہوئے دہی کو نونی بنانے کیلئے تین چار دن میں ایک بار بلوتے ہیں۔

مکھنیا طریقہ

بڑے شہروں اور قصبوں میں مکھن بنانیکے لئے دودھ کو یا تو گرم کرکے یا کچا ہی بلوتے ہیں تب اسے میٹھے مکھن کی صورت میں بیچ دیتے ہیں یا صاف کرکے گھی بنا لیتے ہیں انمیں سے کچھ کارخانہ اب مکھن بنانے کیلئے کریم سیپریٹر کام میں لاتے ہیں۔

گھی کی خوبی

گھی کی پہچان کچھ تو شکل اور بناوٹ سے کیجاتی ہے اور کچھ اس کے ذائقہ اور خوشبو سے ہوتی ہے یہ دانہ دار خاص مٹھاس اور بڑھیا ذائقہ کا ہوتا ہے۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ مکھنیا طریقہ یا مشین کے طریقہ کا بنایا ہوا گھی دیسی طریقہ سے بنے ہوئے گھی کی نسبت کچھ گھٹیا ہوتا ہے کیونکہ دوسرے طریقہ میں دودھ کو کھٹا کرنیسے اسمیں کچھ خاص طرح کی عمدہ خوشبو آجاتی ہے۔

دودھ بلونے کا کام ایک دوہری کیمیاوی کارروائی ہے اور اس کام کو ہوشیاری سے کرنے پر گھی اچھے ذائقہ کا تیار ہوتا ہے کھٹاس دہی میں ہوا کی گرمی کے بموجب ہونا چاہئے اسلئے یہ ضروری ہے کہ یہ کام ملک کی آب ہوا کے تغیر و تبدل کے بموجب عمل میں لایا جائے حقیقت میں یہ جانی ہوئی بات ہے کہ گھی کی خوبی موسم کے بموجب الگ الگ ہوتی ہے سب سے اچھا گھی جاڑوں میں تیار ہوتا ہے جسکو سوداگر فائدہ کے ساتھ اسٹور کر سکتے ہیں۔

گھی میں زیادہ دیر تک ٹھہرنیکی تاثیر بہت کچھ اسکے کم از کم کھٹاس پر منحصر ہوتی ہے اسٹور کرنیکے دوران میں اسکا کھٹاس ایک سال میں ۴ پائنٹ تک بڑھ جاتا ہے اور یہ کھٹاس کا بڑھنا جاڑے کے موسم کے بہ نسبت گرمیوں میں بہت تیزی کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیہات میں اس کاروبار سے دلچسپی رکھنے والے لوگ عام طور پر گھی بنانے کے پرانے طریقوں ہی زیادہ تر کام میں لاتے ہیں اور اسی وجہ سے یا تو گھی انکے یہاں بن ہی جاتا ہے یا بگڑ ہی جاتا ہے۔

گھی میں تیلوں اور چربیوں کے مانند معمولی خاصیت ہوتی ہے۔ وہ اور چیزوں کی خوشبو کو کھینچ لیتا ہے جن سے کہ اسکا میل ہوتا ہے اور اسلئے دیہات میں تیار ہونیوالے طریقہ میں ضروری ہے کہ دھواں اور کالونج کی خوشبو اسکو بھدے طریقہ پر گرم کرنیسے اسمیں شامل ہو جاتی ہے اور نیز سڑے ہوئے دہی کی سڑاہند اسمیں آسکتی ہے جو دہی جاڑوں میں تین یا چار دن تک قائم رہ سکتا ہے وہی گرمیوں میں ایک دن میں خراب ہو جاتا ہے کیونکہ زور جو گرمیوں اور برسات میں دہی جمنے کے دوران میں پیدا ہو جاتا ہے اسی کی وجہ سے گھٹیا قسم کا گھی ان موسموں میں بنتا ہے۔

گھی بنانیکے کام میں ترقی کا امکان

دیسی طریقہ پر گھی بنانے میں ۱۰ سے ۱۵ فیصدی تک چکنائی کا لسی اور چھاچھ کی صورت میں ضائع ہو جانیکا امکان ہے لیکن یہ چکنائی صاف طور پر اس نقصان میں نہیں سمجھی جاتی ہے کیونکہ کاشتکار کے گھر کے لوگ کھایا کرتے ہیں تاہم کاروبار میں اسکی وجہ سے اتنا ہی نقصان روپیہ کا ہو جاتا ہے۔

کریم سپیریٹر وں کے استعمال سے کسی قدر زیادہ مقدار مکھن کی دستیاب ہو سکتی ہے۔ اگر مکھن کو صاف کیا جاتا ہے تو گھی خوشبو میں کچھ گھٹیا قسم کا ہوتا ہے۔ اس طریقہ کو فوراً فوراً ہر ایک کا نقشہ بدلا نہیں جا سکتا لیکن دودھ کے گاہک بڑی کامیابی سے ان طریقوں پر اس پر عملدرآمد کر سکتے ہیں۔ عمدہ خوشبو دار گھی بنانے کے لئے اور گھی میں بڑھیا دانہ پیدا کرنے کیلئے ذیل کے دیئے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے کو آپریٹو طور پر یا چھوٹے پیمانے کا نالوں کے طور پر یہ کاروبار کیا جا سکتا ہے:۔

اول دودھ کو سینٹری فیوگل مشین میں ڈال کر اسکا کریم اور کھٹیا دودھ الگ الگ کیا جاتا ہے۔ یہ نکالی ہوئی کریم ۱۰ ڈگری سینٹی گریڈ کی حرارت پر دس منٹ تک پانی سے گھرے ہوئے ٹین کے برتن میں گرم کیا جاتا ہے اور پھر دوسری اسی طرح کے برتن میں ڈال کر حسب دلخواہ مدت تک اسکو ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے۔

چوبیس گھنٹے کے بعد یہ بلوئی ہوئی کریم ۸۰ سے ۹۰ ڈگری سینٹی گریڈ کی حرارت پر پانی سے گرم کئے برتن میں گرم کی جاتی ہے گرمی پانے سے اسکے پرت تین حصوں میں علیحدہ ہو جاتے ہیں کیسین تلے میں بیٹھ جاتا ہے اور پانی کا جزو درمیان میں اور گھی سب سے اوپر آ جاتا ہے نیچے کی ڈاٹ کھول کر کیسین اور پانی باہر نکال دیئے جاتے ہیں اور گھی کو پھر تھوڑے گرم پانی سے دھو لیا جاتا ہے۔

دھولا ہوا گھی (پگھلی ہوئی حالت میں) ہوا کے ایک سینٹری فیوگل مشین کے طریقے کے سپریٹر میں گرم پانی کی دھار یا نمک کے گھول کے ساتھ ڈال کر چلایا جاتا ہے ایسا کرنے سے آخری جز کیسین کا نکل جاتا ہے۔ پھر گھی کو جسمیں ایک سے ۱.۵ فیصدی تک نمی باقی رہ جاتی ہے صفائی کیلئے لگی ہوئی سینٹری فیوگل مشین میں (پگھلی ہوئی حالت میں) ڈال کر چلایا جاتا ہے بعد اسکے وہ گھی صاف چمکیلا اور تلچھٹ سے پاک ہو جاتا ہے اور اسمیں نمی کا حصہ صرف ۰.۲ سے ۰.۳ فیصدی تک ہی رہ جاتا ہے۔

گھی بنانے یا صاف کرنیکے کارخانہ کیلئے بھی یہ ہی ساز و سامان کار آمد ہوگا۔ صاف کرنیکے کارخانہ میں بلونیکے برتن کی ضرورت نہیں پڑتی اور کچا گھی پانی سے گھرے ہوئے ٹین کے برتن میں پگھلا یا جاتا ہے اور سینٹری فیوگل مشین میں ڈال کر اسکو دھوتے ہیں اور اس طرح جو باقی ماندہ اسمیں کیسین ہوتا ہے وہ بھی نکل جاتا ہے۔ گھی دوبارہ پھر سینٹری فیوگل مشین میں ڈالکر چلایا جاتا ہے تاکہ وہ صاف ہو جائے اور اسکا جو کچھ پانی اور میل ہو وہ بھی خارج ہو جائے۔

اس طریقہ میں مفصلہ ذیل فائدے ہیں

(۱) اس طریقہ سے تیار کئے ہوئے گھی میں اسکی خاص خوشبو اور بناوٹ ہوتی ہے اور کریم جو نکالی جاتی ہے وہ بلوئی جاتی ہے اور اسکو میں زائد گرمی نہیں پہنچائی جاتی۔

(۲) بڑھتی ہوئی حرارت پر لگاتار گرم نہیں کیا جاتا اسلئے ضروری وٹامن گھی میں محفوظ رہجاتے ہیں

(۳) نمی کا حصہ صرف ۰.۲ سے ۰.۳ فیصدی تک ہی باقی رہتا ہے اسلئے گھی بہت دیر تک اسی حالت میں قائم رہتے [illegible]

(۴) کریم کو گرم کرنے اور چلانے کے کام میں [illegible] [illegible] کی نسبت اسمیں صرف [illegible] حصہ جگہ لگتی ہے۔

(۵) اس طریقہ پر گھی عنقریب ۱۰ فیصدی دیسی طریقہ کے مقابلہ میں زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

نتیجے

گھی کا کاروبار تمام صوبہ میں پھیلا ہوا ہے اور یہ دعوئ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کارخانہ گھریلو دھندہ اور گاؤں کے دھندہ کے طور پر چلایا جا سکتا ہے کارخانہ اور گھریلو دھندہ کی ان تینوں پر چلانے میں اوپر دیئے ہوئے طریقہ کا مشورہ نہایت موزوں ہے اور کھٹیا دودھ کی فروختگی کیسین اور دوسرے دودھ کے حاصل پیداوار کے بنانے کیلئے کیا جا سکتی ہے گاؤں کے دھندہ میں خاص مو زونیت کی ضرورت ہے کیونکہ وہ لوگ قیمتی ساز و سامان میں پیسہ نہیں لگا سکتے۔

گاؤں سے گھی کے کاروبار میں ترقی کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ خاصکر گھی بنانیوالوں کی ٹریننگ اس ہنر میں کیجاوے تاکہ ان کا گھی کا پیداوار عمدہ ہو۔ انکو ان کل اسباب سے بھی واقفیت ہونا چاہئے جنکی وجہ سے انکا تیار کردہ گھی خراب ہو جاتا ہے اور یہ کہ وہ خرابیاں کیونکر دور ہو سکتی ہیں۔

ذیل کے طریقوں پر انکو خاص دھیان دینا چاہئے

(۱) دودھ کو گرم کرنیکی ضرورت تاکہ نقصان دہ جراثیم دودھ سے خارج ہو جاویں

(۲) دہی کے جمانے کیلئے خاص قسم کے جامن کا استعمال۔ جامن کی مقدار بموجب موسم کے مختلف ہونا چاہئے۔ پہلے کا رکھا ہوا تھوڑا کھٹا دودھ اس کام کیلئے مناسب ہوتا ہے۔

(۳) کچا دودھ گرم دودھ کے دہی میں نہیں ملانا چاہئے ایسا کرنے سے دوسرے نقصان دہ جراثیم پیدا ہو کر مزہ کو بگاڑ دیتے ہیں۔

(۴) لگاتار بلونے سے دہی کو اور زیادہ کھٹا نہ ہونے دیا جاوے ایسا کرنے سے چکنی پر بہت خراب اثر پڑ سکتا ہے اور اس سے کھٹاس بڑھ سکتا ہے۔

(۵) نونی اکٹھی نہ ہونے پاوے کیونکہ گرمی اور برسات میں چکنی کے ساتھ نمی پیدا ہو کر خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ گھی کی خوبیوں کو ترقی دینے کیلئے اسلئے یہ ضروری ہے کہ نونی کو پگھلا کر اسکا گھی بنا لیا جائے تب اسکو گھی کی صورت میں اسٹور کیا جاوے۔

(۶) صاف کرنیکے دوران میں گھی کو بہت زیادہ گرم نہ کیا جاوے کیونکہ ایسا کرنیسے گھی کا رنگ اور ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ بہت زیادہ حرارت پر گھی گرم کرنے سے اسکے نہایت ضروری وٹامن برباد ہو جاتے ہیں

(۷) گھی کے بنانے میں صفائی رکھنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ غذا کی یہ ایک نازک چیز ہے اور اسکے ساتھ ذرا سی بھی ناپاکی سے اسکے دیر تک رہنے کی تاثیر پر خراب اثر پڑتا ہے۔

جن ترقیات کا اوپر مشورہ دیا گیا ہے اُن سے عمدہ قسم کے گھی بنانے میں مدد مل سکتی ہے لیکن یہ تمام ترقیات بے سود ہو سکتی ہیں اگر گھی میں ملاوٹ کرنے کو خاص طور پر نہ روکا جاوے۔

اس دھندہ میں ہر جانب ترقی کرنیکی غرض سے یہ ضروری ہے کہ ذیل کے طریقوں پر اصلاحی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(۱) گورنمنٹ کے منظور کردہ اندازہ کے بموجب گھی کا گریڈنگ ہونا چاہئے اور پیکنگ و مہربندی بھی گورنمنٹ کے جاری کردہ طریقہ پر ہو۔

(۲) اصلی چیز و نقلی فروختگی کیلئے لائسنس دار دوکانیں قائم کیجائیں دوکاندار اپنی چیز کی جانچ فروختگی سے پیشتر کرا لیا کریں اور ملاوٹ کیلئے وہ ذمہ دار قرار دیئے جاویں۔

(۳) اشیاء خوردنی میں ملاوٹ کے قانون کا سخت نفاذ

(۴) بناسپتی کی کاذب اصلیت کو گھٹانا تاکہ ملاوٹ کا پتہ آسانی سے چل سکے۔

کھیرا۔ککڑی۔خربوزہ و تربوز کی کاشت کے متعلق ضروری باتیں

(از مسٹر کے۔ این۔ گپتا۔ بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) ہیڈماسٹر گورنمنٹ زراعتی سکول، بلند شہر)

(۱) کھیرا۔
(۲) ککڑی۔
(۳) خربوزہ۔
(۴) تربوز۔

پہچان۔۔ یہ موسمی لتائیں ہیں جو جاڑے کے آخر سے شروع برسات تک بوئی جاتی ہیں۔ گرمی اور برسات میں پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کو پیدا کرتے ہیں دیگر ترکاریوں کی بہ نسبت زیادہ ہوشیاری اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ گرمی کے خشک موسم میں زمین کو کسی نہ کسی حکمت سے تر رکھنا پڑتا ہے۔ دیگر ترکاریوں کی بہ نسبت ان سے آمدنی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اُس وقت کے موسم پر بہت کچھ منحصر ہے۔

ان کی کاشت ہر ایک صوبے میں کیجاتی ہے۔ خاص کر بلوی زمین میں ندی کناروں (کچھاروں) پر ان کو بوتے ہیں۔

ان کی کاشت ولایت (یورپ و امریکہ وغیرہ) میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہاں کے بیج سے اُگائے ہوئے پودے یہاں کی آب و ہوا کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اسلئے دیسی اقسام کو ہی زیادہ تر بوتے ہیں۔

کھیرا

قسمیں۔ (۱) دیسی یہ تین قسموں کا ہوتا ہے (ا) پھل بڑا تقریباً ۱۲-۱۴ انچ لمبا شروع میں ہرا دپکنے پر نیلے رنگ کا ہوتا ہے اور کچھ سفید دھاریاں بھی ہوتی ہیں۔ ۶ انچ سے زیادہ بڑھنے پر ترکاری بنانے کے قابل رہ جاتا ہے اور کچا کھانے میں ذائقہ دار نہیں ہوتا۔

(ب) پھل چھوٹا شروع میں سفید ہوتا ہے۔ لیکن پکنے پر دونوں سروں پر کچھ بھورا پن آجاتا ہے۔

یہ دونوں قسمیں بہت مضبوط اور زیادہ پھیلنے والی ہوتی ہیں لہذا انہیں یا بیلوں کو پیڑ یا ٹٹی پر کبھی بڑھا دیتے ہیں ان کو فروری سے جولائی تک بوتے ہیں۔

(ج) گول کھیرا۔ پھل انڈے کی شکل کا۔ شروع میں ہرا سفید دھاریاں لئے ہوئے اور پکنے پر بھورا ہو جاتا ہے۔ اس کی بیلیں کم پھیلتی ہیں۔ اور صرف فروری سے مئی تک بوتے ہیں کیونکہ برسات میں کامیابی نہیں ہوتی۔

(۲) ولائتی قسموں کو دیسی قسموں کی طرح فروری سے جولائی تک بونے میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس وقت پودے ٹھیک طرح نہیں بڑھتے اور اگر پھول نکل بھی آتے ہیں تو پھل نہیں بیٹھتے۔ اکتوبر میں بونے سے فصل اچھی حاصل کی گئی ہے لیکن پہاڑی حصوں میں فروری سے مئی تک بونا چاہئے۔

ککڑی

یہ خربوزہ کی ایک قسم ہے جو کہ کھیرے کی طرح لمبی ہوتی ہے شروع میں نرم، ہری اور روئیں دار ہوتی ہے اور مثل کھیرے کے ذائقہ ہوتا ہے لیکن پکنے پر پیلی ہو جاتی ہے۔ اور خربوزہ کی مانند ذائقہ ہو جاتا ہے۔ لکھنؤ کی ککڑیاں پتلی اور ذائقہ دار ہوتی ہیں۔

خربوزہ

اس کے پھل بلحاظ رنگ و شکل و صورت کئی قسم کے ہوتے شروع میں ہرے اور پکنے پر پیلے پڑجاتے ہیں۔ کچھ پھلوں پر دھاریاں ہوتی ہیں اور پھل بڑے و چھوٹے مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ خربوزہ کا ذائقہ اُن کی قسم و زمین پر منحصر ہے۔ کئی مقام اس پھل کے لئے مشہور ہیں جیسے لکھنؤ، جونپور، آگرہ، اگر وہاں سے بیج لیکر دوسرے مقام میں بویا جائے تو ذائقہ میں فرق پڑجاتا ہے۔

تربوز

اسکی بھی کئی قسمیں ہیں۔ پھل کی صورت و رنگ، گودے اور بیج کے رنگ کے مطابق کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ کسی کسی مقام کے پھل مشہور ہوتے ہیں۔ جیسے شمالی مغربی صوبہ یوپی، وبنگال۔ یوپی میں فرخ آباد کے پھل بہت مشہور ہیں۔ اور دور دور تک بھیجے جاتے ہیں۔ بیج کا رنگ لال یا کالا، گودا لال رنگ کا اور ذائقہ دار ہوتا ہے۔ زمین کے بدلنے سے مثل خربوزہ کے اس کے ذائقہ میں فرق آجاتا ہے۔

زمین۔ خربوزہ و تربوز بلوی زمین میں بونے سے کم میٹھا ہوتا ہے لیکن پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ دومٹ و دومٹ مٹیار میں پیداوار تو کم ہوتی ہے۔ لیکن پھل میٹھے اور ذائقہ دار ہوتے ہیں۔ سب کے لئے بلوی دومٹ مٹی اچھی ہوتی ہے لیکن مٹیار تک میں پیدا کئے جاسکتے ہیں انھیں زیادہ تر کچھار میں، کھاد دیکر لگاتے ہیں جہاں بغیر سینچائی کے ہی اچھی فصل ہو جاتی ہے۔

جوتائی اور کھاد۔ ہلکی زمین میں ۴، ۵ جوتائیاں اور دومٹ مٹیار میں اس سے دوگنی ۶-۷ انچ گہری کرنی چاہئے قطاروں میں ۴-۵ فٹ کے فاصلے پر گڑھے بنا لیتے ہیں اور قطاروں کا فاصلہ ۵-۶ فٹ رکھتے ہیں۔ فروری مارچ میں گڈھوں کے بجائے نالیاں بنا کر بونا چاہئے تاکہ پانی دینے میں سہولیت ہو۔ کھاد انھیں گڈھوں یا نالیوں میں تقریباً ۱۵۰-۲۰۰ من فی ایکڑ کے حساب سے ملاتے ہیں۔ گوبر کی

کھاد میں پتّی کی کھاد ضرور ملانا چاہیئے اور زمین میں ہر وقت نمی قائم رکھنے کے لئے اس مرکب کی دو انچ موٹی تہہ بچھا کر تقریباً ۴ انچ گہرائی تک مٹی میں ملا کر بیج بونا چاہیئے۔ زمین دیگر حصوں کی طرح ستمبر سے جنوری تک کرتے رہتے ہیں لیکن زیادہ کی فصل ایک بھی آ... کو ... جیت کر ... فصلیں ہو سکتی ہیں

بیج و بوائی ۔ کھیرا فروری سے جولائی ... ۱۲ چھٹانک فی ایکڑ ککڑی ... تک ایک سیر فی ایکڑ خربوزہ جو ... تک ا... سیر فی ایکڑ اور تربوز جنوری ... تک ... فی ایکڑ کے حساب سے بو سکتے ہیں۔

ایک مقام پر ۲ - ۳ بیج بوئے جاتے ہیں اور کمزور پودوں کو اکھاڑ کر ایک ہی پودا رہنے دیتے ہیں۔ اگر نالیاں بنا کر بوتا ہے تو کھیرا، ککڑی کو ... دو ... ایک فٹ اور لوکی، کدو، خربوزہ وتربوز کو پانچ پانچ فٹ کے فاصلہ پر لگانا چاہیئے۔ خربوزہ وتربوز کے لئے زمین میں کافی تری کی ضرورت ہے لیکن ہوا کی نمی بڑھ جانے سے پھلوں کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے اور پودے بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ان کو جنوری، فروری میں بونا ٹھیک ہوگا۔ تاکہ پھل گرمی تک ختم ہو جائے۔ اکثر لوگ خربوزہ وغیرہ کو ۱½ فٹ چوڑی، ۶ سے ۱۲ انچ گہری نالیاں بنا کر اور کافی کھاد ڈال کر بوتے ہیں۔ یہ طریقہ مٹیار زمین کے لئے ٹھیک ہے لیکن ہلکی زمین میں اتنی زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بیج تقریباً ایک ہفتہ میں جمتا ہے اسلئے انکھوے نکلنے تک ہزارے سے روزانہ پانی دیتے رہنا چاہیئے۔ اگر شیشہ کے گھر کا انتظام ہو تو بیج کو گملوں میں بو کر گرم شیشے کے اندر رکھ کر اگا لینا چاہیئے۔ اس طریقہ سے بیجوں کو جاڑے کے دنوں میں ہی جلد بو سکتے ہیں۔ تاکہ سردی ختم ہوتے ہی پودے کھیت میں لگائے جا سکیں اور بازار میں بھیجنے کے لئے پھل جلد تیار ہو جائیں۔ کبھی کبھی بیجوں میں انکھوا نکلنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے کہ ان کو ۲۴ گھنٹے تک پانی میں بھگو کر کپڑے میں باندھ کر اوپر گھاس ... کر دھوپ میں یا رات کے وقت گرم ... ۲۴ سے ۴۸ گھنٹے تک رکھا جاتا ہے۔ چوتھے دن ان میں انکھوے نکلنے ... بڑی ہوشیاری سے ان کو زمین میں گاڑ دینا چاہیئے۔

آبپاشی ۔ نلائی اور دیگر باتیں

برسات میں بوئی جانے والی فصل کے لئے سینچائی کی کوئی ضرورت نہیں لیکن جاڑے کے آخر میں بوئی ہوئی فصل کو موسم کے مطابق ۵ - ۶ دن میں ایک مرتبہ سینچنا پڑتا ہے۔ خربوزہ و تربوز کو شروع میں کافی پانی دینا چاہیئے لیکن جب پھل بڑھ جائے تو کم کر دینا چاہیئے اور جب پکنے لگے تو صرف اتنا ہی دیا جائے کہ بیلیں مُرجھانے نہ پائیں اس وقت زیادہ پانی دینے سے مٹھاس کم ہو جاتی ہے۔ موسم برسات میں بیلوں کو اوپر چڑھانا چاہیئے۔ لیکن گرمی میں بیج کی زمین پر پھیلانا چاہیئے۔ اکثر تربوز اور خربوزہ میں پھل جلد نہیں لگتے اسلئے بیلوں کی چھٹائی کرنی پڑتی ہے۔ جب پودوں میں ۳ - ۴ پتّے نکل آئیں تو کونپل کو توڑ دینا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے نئی شاخیں بغل سے نکل آتی ہیں جن میں تیسرے چوتھے پتّے پر ہی پھول آنے لگتے ہیں۔ اگر پھر بھی پھول نہ آئیں تو ان کی کونپل پھر توڑ دینی چاہیئے۔ اس کے بعد جو چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں ان میں پھول ضرور آتے ہیں۔

اگر بڑے بڑے پھل پیدا کرنے ہوں تو جن شاخوں میں ایک یا دو پھل آ جائیں۔ اُن کے آگے کے ۴ - ۵ پتّے چھوڑ کر باقی کونپل توڑ دینی چاہیئے۔ ایک شاخ سے ایک یا دو پھل اور ایک پودے سے ۸ - ۱۰ پھل لینے چاہئیں۔

پھلوں کی تیاری اور پیداوار

بوائی کے وقت کے لحاظ سے پھل اپریل سے ستمبر تک ملتے رہتے ہیں۔ خربوزہ و تربوز شروع برسات تک ختم ہو جاتے ہیں۔ خربوزہ، کھیرا اور ککڑی کے پھل رنگ و خوشبو وغیرہ سے پہچانے جاتے ہیں لیکن تربوز کے پھل پہچاننا مشکل ہے تجربہ کار لوگ چھلکے کی چمک سے و پھل کو ہاتھ سے ٹھونک کر اُس کی آواز سے کچا پکا پہچان لیتے ہیں۔ ہلکی اور کھوکھلی آواز پکے پھل کی ہوتی ہے اور کچے پر بھری ہوئی اور بھاری آواز ہو جاتی ہے پکا ہوا پھل بیل کی ڈنڈی سے آسانی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ کھیرا ککڑی کی پیداوار تقریباً ۳۰۰ من، خربوزہ کی ۴۰۰، ۵۰۰ من اور تربوز کی ایک ہزار من تک ہو جاتی ہے۔ کھیرا ککڑی کو ٹھیک وقت پر توڑنے و سینچائی لگاتار کرتے رہنے سے پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ خربوزہ و تربوز بغیر سینچائی کے ہی اگانے سے اچھے ہوتے ہیں۔ اسلئے کچھار کے پھل ذائقہ دار ہوتے ہیں۔

ان فصلوں کی پیداوار زیادہ تر آب و ہوا پر منحصر ہے پودوں کے بڑھتے اور پھولتے وقت اگر پوروا ہوا چلے تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن پھل آنے کے وقت پچھوا ہوا کا چلنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے پھل زیادہ لگتا ہے۔ اگر پکتے وقت کافی لُو چلے تو خربوزہ اور تربوز کو خاص کر فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے پھل زیادہ میٹھے ذائقہ دار اور خوشبودار ہوتے ہیں۔

غذا میں اصلاح

["جو لوگ ہندوستانی غذا کی اصلاح کے لئے کوشاں ہیں اُن کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ پڑھے لکھوں کو پڑھائیں"۔ ـــــ یہ وہ الفاظ ہیں جو کونور کے غذائی تحقیقات کے معملوں کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ڈبلیو۔ آر۔ آکرائڈ نے ہیلتھ بلیٹین نمبر ۲۳ "ہندوستانی غذاؤں کی غذائیت اور قابلِ اطمینان خوراکوں کی تیاری"، کی تیسری اشاعت میں تحریر کئے ہیں۔]

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ صرف غریبوں ہی کا یہ حال نہیں ہے کہ کھانے کے معاملے میں انھیں انتخاب کا کم موقع ہے اور خوراک کے متعلق جہالت اور تعصب کی وجہ سے وہ اپنی صحت خراب کر لیتے ہیں بلکہ ہندوستان اور دوسری جگہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جنھیں اچھی سے اچھی خوراک میسر آ سکتی ہے اور جو اچھی سے اچھی خوراک اپنے بچوں کو دے سکتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں کرتے۔ خوشحال طبقوں میں بھی بہ آسانی ایسے لڑکے ملتے ہیں جو خرابیٔ غذا اور کمیٔ خوراک کی وجہ سے خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

جن لوگوں کو غذا کی کمی یا خرابی کی شکایت ہوتی ہے وہ عموماً وہی لوگ ہوتے ہیں جو قابلِ اطمینان غذا نہیں خرید سکتے۔ ہندوستان کے بہت سے ایسے ادارے جہاں بچوں کے رہنے کا انتظام ہے مفلس ہیں اور وہ اکثر فی کس تین روپیہ مہینہ یا اس سے بھی کم اپنے بچوں پر صرف کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ دشوار ہی نہیں ناممکن ہے کہ اس رقم میں قابلِ اطمینان غذا فراہم ہو سکے۔

دودھ کی قدر و قیمت

لیکن اکثر ایسی صورت میں بھی جب کہ غربت کی وجہ سے غذائیت کے جدید ترین معیار کو پورا نہیں کیا جا سکتا بغیر کسی مزید خرچ کے موثر اصلاحیں ممکن ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ بچوں کو روزانہ ۸ آؤنس سے زائد دودھ ملے (حالانکہ غذائیت کے متعلق دوسری جگہ کام کرنیوالوں نے اس مقدار کو بھی کم بتایا ہے) اگر اصلی دودھ کی اتنی مقدار کا اضافہ بھی سرمایہ کو دیکھتے ہوئے ناقابلِ برداشت ہو تو چھاچھ یا مکھن نکلا دودھ (جو مکھن نکلے دودھ کے سفوف سے بنایا جائے) دیا جا سکتا ہے۔ تھوڑا سا دودھ ملنا بالکل نہ ملنے سے بہتر ہے۔

تجربات سے پتہ چلا ہے کہ ان بچوں کو جنھیں معمولی "غیر متوازن" ہندوستانی خوراک ملتی ہے انھیں اگر ۸ آؤنس مکھن نکلا دودھ روزانہ ملے تو اُن کی اٹھان بھی تیزی کے ساتھ ہوگی اور ان کی صحت و خوشحالی میں بھی ترقی ہوگی۔ خوراک میں یہ اضافہ کچھ بہت گراں نہیں ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں بچوں کی بہت سی پرورش گاہوں میں اس پر عمل ہو رہا ہے اور بچوں کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔

دودھ (جس میں چھاچھ اور مکھن نکلا دودھ بھی شامل ہے)، پنیر اور ساگ پات والی ترکاریوں میں کیلسیم بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ جوانوں کے مقابلے میں بچوں کو کیلسیم اور دوسرے معدنی اجزا کی اسی طرح زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس طرح لحمہ (پروٹین) کی۔ چاول میں کیلسیم کی بہت کمی ہے اور نتائج سے پتہ چلتا ہے کہ چاول کھانیوالوں کی خوراک کی ایک بہت بڑی خرابی کیلسیم کی کمی ہے۔

اسوا چاول

اگر کوٹ کر صاف کئے ہوئے چاول استعمال کئے جائیں تو خوراک کی غذائیت (اور کھانے والوں کی صحت) کو اس طرح بہتر بنایا جا سکتا ہے کہ یا تو صرف بے پالش چاول استعمال کئے جائیں یا خوراک میں تھوڑے سے بے پالش چاول یا گیہوں کے چوکر سمیت آٹے کو یا کسی موٹے اناج خصوصاً راگی کو شامل کر لیا جائے۔

اگر پالش دار چاول ہی خوراک کا اصل جزو ہے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ پالش دار چاول کھانیوالے کو گیہوں کا چوکر سمیت آٹا یا راگی استعمال کرنے والے کے مقابلے میں "حفاظتی" غذاؤں مثلاً دودھ سبزیوں پھلوں وغیرہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر خوراک میں قریب قریب چاول ہی چاول ہوں یا اگر لوگ اتنے غریب ہوں کہ دوسری غذائیں بہت ہی تھوڑی مقدار میں خرید سکتے ہوں تو اس سوال کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے کہ چاول کو کس صورت میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسوا چاول خواہ پالش دار ہو غذائیت میں (خصوصاً جہاں تک بیری بیری مرض سے بچانیوالے حیاتین کا تعلق ہے) اسی حد تک صاف کئے ہوئے اروا چاول سے بہتر ہوتا ہے۔

بچوں کی پرورش گاہوں اور عام لوگوں کی غذاؤں میں اکثر چکنائی یا چربی کی کمی ہوتی ہے اگر خوراک میں نباتاتی تیل کی کچھ مقدار کا اضافہ کر دیا جائے اور اناج کی اتنی مقدار نکال دی جائے جس سے اتنی ہی حرارے ("کیلوریز") پیدا ہوتے ہوں جتنے نباتاتی تیل کی اس مقدار سے تو خرچ میں کچھ بہت زیادہ اضافہ نہ ہوگا۔ ظاہر ہے خالص گھی یا مکھن نباتاتی چکنائی سے بہتر ہے لیکن بہت زیادہ گراں ہے۔

دالوں میں لحمہ (پروٹین) اور بعض حیاتین ب بڑی مقدار میں ہوتے ہیں اگر روزانہ دو تین آؤنس دال کا اضافہ کر دیا جائے تو ایسی خوراک کی غذائیت میں اضافہ ہو جائیگا جس میں زیادہ تر اناج ہی اناج ہو۔ بہرحال امدادی غذاؤں کی حیثیت سے حیوانی غذائیں مثلاً دودھ۔ مچھلی اور گوشت عام طور پر دالوں کے مقابلے میں بہتر ہوتی ہیں۔

مونگ پھلی

انسانی غذا کی حیثیت سے شاید مونگ پھلی سے زیادہ کام لیا جا سکتا ہے کیونکہ ان میں مختلف قسم کے غذائی اجزا (جن میں بعض حیاتین ب بھی شامل ہیں) بڑی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اگر روزانہ ایک آدھ آؤنس مونگ پھلی کا اضافہ کر دیا جائے تو بعض اجزا جن کی ادنیٰ چاول والی غذاؤں میں کمی ہوتی ہے حاصل ہو جائیں گے۔

بچوں کی خوراک میں ہمیشہ پھل بھی ہونے چاہئیں کیلا جو ایک سستا پھل ہے اور اکثر ہوسٹلوں میں کھانے کو ملتا ہے اچھی غذا ہے۔ مگر اس میں کچھ غیر معمولی طور پر زیادہ غذائیت نہیں ہے۔

ٹماٹر، نارنگیوں اور دوسرے قدرتی اور پھلوں میں کیلے سے زیادہ حیاتین پائے جاتے ہیں اور معمولی درجہ کی غذاؤں میں [illegible] سے مفید اضافہ ہو جاتا ہے۔

تیار کردہ حیاتین

اگر غذا کی صورت میں لوہے یا کیلسیم لیکٹیٹ کی تھوڑی سی مقدار [illegible] استعمال کی جائے تو بہت اچھا ہوگا اور کچھ [illegible] حیاتین کے کیمیاوی [illegible] میں جن میں سے بعض اب بڑی مقدار میں اور سستے تیار کئے جا سکتے ہیں جو حیاتین اس طرح تیار کئے جاتے ہیں وہ [illegible] انسان کے لئے ویسے ہی مفید ہوتے ہیں جیسے وہ جو غذاؤں میں پائے جاتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ مزید تحقیقات [illegible] کی وجہ سے متعدد حیاتین کا [illegible] سستے داموں تیار ہو سکیں کہ ان کے [illegible] استعمال سے ادنی ہندوستانی غذاؤں میں جو اصلاح ہو جائے۔ چونکہ ابھی وہ زمانہ نہیں آیا اسلئے ہمیں زیادہ تر اس طرف توجہ کرنا چاہئے کہ معمولی غذاؤں کو مناسب طور پر ترتیب دے کر خوراک کو بہتر بنائیں۔

لیکن اگر خراب غذا پانیوالے بچوں کو روزانہ ایک کیپسول دیدیا جائے جس میں مختلف قسم کے ضروری حیاتین ان کی ضروریات سے زیادہ طاقت میں ہوں تو کوئی انوکھی بات نہ ہوگی۔

انگلستان میں کارخانے کا تیار کردہ خالص حیاتین ب میدہ کی روٹی میں ملا دیا جاتا ہے تاکہ اس میں قریب قریب اتنی ہی غذائیت پیدا ہو جائے جتنی کہ بے چھنے آٹے کی روٹی میں ہوتی ہے۔ تیار کردہ سستے حیاتین کی آمیزش سے خوراک اور غذاؤں کو مقوی بنانے کے مسئلے سے امریکہ میں بھی بہت دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے اگر اسی طرح دس بیس برس تک سائنسی تحقیقات میں برابر ترقی ہوتی رہی تو ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں بہت ہی غیر متوقع اور حیرتناک نتائج برآمد ہوں۔

ارہراور مونگ پھلی کی کاشت

(از [illegible] پال [illegible] ایل ایس جی ڈسٹرکٹ انسپکٹر محکمہ زراعت مرزاپور)

زمین۔ مونگ پھلی کے لئے بھور اور دومٹ [illegible] دومٹ تک اچھی ہوتی ہے لیکن [illegible] زمین کی ضرورت ہے اسلئے [illegible] دونوں کو ایک ہی کھیت میں [illegible] جوتائی کرنی چاہئے کھیت [illegible] چاہئے کہ [illegible] نکل جائے اور [illegible] ٹھہرے۔

جوتائی۔ [illegible] گیہوں کی فصل کیلئے سے [illegible] دو یا تین (یا زیادہ) مرتبہ جوتائی کافی ہوتی ہے۔ [illegible] حال کھیت جوت کر گھاس پھوس سے صاف کر رکھنا چاہئے۔

وقت بوائی۔ شروع برسات میں بوائی کرنی چاہئے۔

کھاد۔ کھاد کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے لیکن کھیت طاقتور ہونا چاہئے۔

بیج۔ مونگ پھلی کا بیج فی ایکڑ [illegible] [illegible] اور [illegible] ارہر [illegible] کافی ہے۔ مونگ پھلی کا بیج نکالنے میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ بیج کے اوپر کا لال چھلکا نہ نکلنے پائے ورنہ [illegible] چوٹ آ دے۔ ارہر پھیلنے والی قسم کی ہونی چاہئے

طریقہ بوائی۔ پہلی قطار ارہر کی ہونی چاہئے اس کے بعد ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ یعنی ہاتھ ہاتھ بھر کے فاصلے پر پانچ قطاریں مونگ پھلی کی ہوں چھٹی پھر ارہر کی ہو اور پھر پانچ مونگ پھلی کی ہوں۔ قطاریں بالکل سیدھی ہونی چاہئیں۔ بیج سے بیج کا فاصلہ قطاروں میں ۹ انچ یعنی ایک بالشت ہونا چاہئے۔ بیج تین انگل کی گہرائی میں ڈالنا چاہئے اگر رقبہ تھوڑا ہے تو کھرپی سے بونا اچھا ہے ورنہ کدال اور ہلواہا سے بھی بوائی کیجا سکتی ہے بشرطیکہ بیل سیدھے کونڑ کاٹنے کے عادی ہوں۔ اور بیج بونے والے بھی ہوشیار اور تجربہ کار ہوں۔

گوڑائی و نکائی۔ بیج اُگ آنے کے بعد ایک مرتبہ کھرپی سے نکائی کر دینی چاہئے اسکے بعد جب اوٹ مل جائے تو قطاروں کے بیچ میں "سنگھ ہینڈ ہو" سے تین گوڑائی کر دینی چاہئے یہ ایک بہت آسان اور یہیں کا بنا ہوا اوزار ہے اور ہر جگہ بن سکتا ہے اور اس کی مرمت بھی ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ یہ صرف مبلغ ایک روپیہ چھ آنہ کو لوہا مہنگا ہونیکی وجہ سے ملتا ہے۔

آبپاشی آبپاشی کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن اگر ستمبر میں بالکل بارش نہ ہو تو دیمک سے بچانے کے لئے شروع اکتوبر میں ایک ہلکی سینچائی کر دینی چاہئے۔

چھنٹائی۔ آخر جولائی سے اگست بھر میں ۳۔۴ مرتبہ میں ارہر کی قطاروں میں سے ہلکے اور کمزور پودے اس طرح پر نکالتے رہنا چاہئے کہ آخر میں سرسبز اور مضبوط پودے ۳۔۴ فٹ کے فاصلے پر چھوڑ دیئے جائیں۔

مونگ پھلی کے کھودنے کے بعد ایک آخری گوڑائی کدال سے کر دینی چاہئے۔ اس طور پر ارہر کی پیداوار قریب قریب اتنی ہی ہوگی جتنی اکیلے بونے سے اور مونگ پھلی کی پیداوار علیحدہ سے مل جائیگی اور کھیت کی قوت زرخیزی بھی بڑھ جائیگی۔
عام طور پر پندرہ من فی ایکڑ ارہر اور پچیس تیس من فی ایکڑ مونگ پھلی مل جائیگی۔

بدایوں ڈویژن میں پرسو امریکن کپاس کی کاشت

(از پنڈت بالا پرشاد پانڈے ڈویزنل سپرنٹنڈنٹ بدایوں)

"پریم کاٹن جننگ اور اپننگ مل" اوجھیانی کو پنجاب سے بلمبے ریشوں کی کپاس ہزاروں من کی مقدار میں خریدنا پڑتا تھا۔ اور بہت سا روپیہ کرایہ وغیرہ میں خرچ کرنا پڑتا تھا۔ محکمہ زراعت نے مل کے اہلکاران کے صلاح و مشورہ سے ضلع بدایوں میں لمبے ریشے والی کپاس کے کاشت کی اشاعت کرنا طے کیا کیونکہ اب بدایوں میں اس کی کاشت کے لئے کافی سہولتیں ہیں۔ اس طرف کامیابی حاصل ہونے پر باربرداری وغیرہ میں بچت ہی نہیں بلکہ کسانوں کو مالی فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔

اسی مطلب سے ۱۹۳۹ء میں پرسو امریکن کپاس کی کاشت چھوٹے پیمانے پر تجربے کے لئے شروع کی گئی۔ تجربے میں کامیابی ہوئی اور کسانوں کو ایک سے دو روپیہ فی من تک زیادہ قیمت ملی۔ اس طرح کسانوں کو کافی حوصلہ افزائی ہوئی اور پرسو امریکن کپاس کا رقبہ تقریباً ۳۰۰۰ ایکڑ ہو گیا۔

کامیابی کے ساتھ پرسو امریکن کپاس کی اشاعت میں اوجھیانی مل نے محکمہ زراعت سے پورے طور سے اتفاق ہی نہیں کیا بلکہ مالی امداد بھی کی۔ جس کے نتیجے میں محکمہ کی طرف سے اور اہلکار بھی بڑھائے جا سکیں۔

طریقہ کاشت

۱۔ بوائی کا وقت:۔ پچھلے تجربوں سے یہ صاف صاف ظاہر ہے کہ امریکن کپاس کی بوائی اگر پلیوہ کرکے اپریل کے آخر میں یا مئی کے شروع میں کی جاوے تو پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ پرسو امریکن کی بوائی کا سب سے اچھا وقت ۱۵ اپریل سے ۱۵ مئی تک ہے۔

زمین:۔ اس کپاس کے لئے سب سے عمدہ زمین دومٹ ہے۔ اس کی کاشت ہلکی مٹیار میں کافی کھاد دیکر کی جا سکتی ہے لیکن کھیت سے پانی کے بہاؤ کا معقول انتظام ہو اور برسات میں پانی کھیت میں نہ رک سکے۔

کھاد:۔ زرخیز زمینوں کے لئے کھاد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اوسط زمینوں کے لئے فی ایکڑ ۱۰۰ من تک گھورے کی کھاد کافی ہوتی ہے۔

بیج:۔ عام طور سے دھوپ میں خشک کیا ہوا پانچ سیر بیج فی ایکڑ کافی ہوتا ہے۔ لیکن خراب جماؤ سے بچنے کے لئے جو کہ سوکھا اور گرمی کی زیادتی سے ہو سکتا ہے ۶ سے ۸ سیر تک فی ایکڑ بیج بونا اچھا ہوگا۔ بوائی کے پہلے بیج کو پانی میں ۵ سے ۶ گھنٹے تک بھگونا چاہئے تاکہ بیج کا اوپری چھلکا ملائم ہو جائے اور بیج آسانی سے جم سکے۔ اس کے بعد بیج کو مٹی، راکھ یا گوبر سے ملنا چاہئے تاکہ بیج ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔

بوائی:۔ پرسو امریکن کپاس کے بیج کی بوائی ۲ ½ سے ۳ فٹ کے فاصلے پر قطاروں میں دیسی ہل کے پیچھے کرنی چاہئے۔ اس کے بعد جس طرف کونڑ بنائے گئے ہوں اُسی طرف سے پاٹا لگانا چاہئے۔ چھٹکواں بیج بونے سے جماؤ کم ہوتا ہے اور تمام کھیت میں یکساں بیج نہ پڑنے کے باعث جماؤ بھی برابر نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ بیلوں سے کھینچے جانے والے اوزاروں سے گوڑائی بھی نہیں کی جا سکتی۔ بوائی کا سب سے اچھا وقت ۵ بجے سے ۷ بجے تک صبح اور شام کو ہوتا ہے۔

نکائی اور گوڑائی:۔ اچھی فصل کے لئے تین گوڑائیوں کی ضرورت ہوتی ہے پہلی گوڑائی بوائی کے ۱۰ یا ۱۵ دن بعد کرنی چاہئے جبکہ پودے قریب ۴ انچ اونچے ہو جائیں۔ دوسری گوڑائی پہلی گوڑائی کے ۲۵ - ۳۰ دن بعد کرنی چاہئے اور ہر قطار میں پودوں کو ۱ ½ سے ۲ انچ کے فاصلے پر رہنے دینا چاہئے باقی گھنے پودوں کو اکھاڑ دینا چاہئے۔ اس گوڑائی سے کپاس کے بوڑے گرنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کپاس کو زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اس لئے گوڑائی گہری نہیں ہونی چاہئے۔

اگر کپاس کی بوائی مئی کے وسط تک کی جاتی ہے تو فصل چنائی کے واسطے ستمبر کے آخری ہفتہ تک تیار ہو جاتی ہے اور نومبر کے وسط تک فصل ختم ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ کپاس جھڑنے والی نہیں ہوتی اس لئے اس کی چنائی ہر دسویں روز کی جا سکتی ہے۔ اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہو سکتا بلکہ چنائی کے خرچے میں بچت کی امید کی جاتی ہے۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں ٹڈیوں کا حملہ

(از ڈاکٹر [illegible] ایم ایس سی پی ایچ ڈی (لنڈن) انٹومولوجسٹ ٹو گورنمنٹ یو-پی کانپور)

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کو ١٩٢٩ء سے ١٩٣١ء میں ٹڈیوں کے حملہ سے بہت نقصان اُٹھانا پڑا - اب پھر ڈر رہے کہ اس صوبہ کو کسی بھی وقت ٹڈیوں سے بھاری نقصان ہو جاوے۔

١٩٤١ء کے اگست سے دسمبر تک اس صوبہ کی - آگرہ کمایوں میرٹھ اور روہیلکھنڈ کی کمشنریوں کے مختلف ضلعوں سے ٹڈیوں کے جھنڈوں کے گھومنے کی خبریں آئی ہیں اور کہیں کہیں انڈے بھی دئے گئے ہیں - اس سال بھی علی گڑھ - متھرا اور بلند شہر سے ان کے دلوں کے اڑان کی خبریں ملی ہیں - ٹھنڈا موسم ہونے کی وجہ سے آجکل انکے جھنڈوں کے گھومنے کی خبریں کم آ رہی ہیں لیکن موسم گرما کے شروع ہوتے ہی ان کے بڑھ جانے کی بہت امید ہے - اس لئے انکے روک تھام کرنے کو ہر وقت تیار رہنے کی بڑی ضرورت ہے۔ ٹڈیاں انڈے زمین میں ٣ سے ٤ انچ کی گہرائی پر دیتی ہیں - انڈوں سے پھدکنے والے بچے نکل کر جھنڈ بنا کر چلنے لگتے ہیں - اگر ان جھنڈوں کو برباد نہ کیا جاوے تو کچھ دنوں میں وے اُڑنے والی ٹڈی بن کر اور دل بنا کر اڑتے ہیں - ٹڈی کے دلوں کے حملہ سے کھیتی کو بچانے کے لئے نیچے لکھی ہوئی ترکیبیں کام میں لانی چاہئیں۔

اُڑنے والی ٹڈی

انھیں رات کے وقت یا علی الصباح جبکہ وے بہت سست ہوتی ہیں کچل کر یا جلا کر مار دینا چاہئے - چھوٹے پیڑ یا جھاڑیوں پر کافی تعداد میں بیٹھی ہوئی ٹڈیوں کو مشعلوں سے جلا دینا چاہئے۔

جہاں ٹڈی دل پڑا ہو اُس کے پاس گھاس کے ڈھیر بنا دینا چاہئے - اور جب ان کے اندر ٹڈیاں اکٹھی ہو جاویں تو آگ لگا دینا چاہئے - دونوں اُڑنے والی ٹڈیاں اور ان کے پھدکنے والے بچے ایک زہریلے چارے سے بھی مارے جا سکتے ہیں۔

یہ چارہ نیچے لکھی ہوئی چیزوں سے بنتا ہے۔

١ - بھوسی (گیہوں یا چاول) یا منولہ کی بھسی - لکڑی کا برادہ یا گھوڑے کی لید ٢٥ سیر

٢ - سوڈیم فلوسیلیکیٹ ..... ١ سیر
٣ - شیرہ - راب یا گڑ ..... ٢ سیر
٤ - نمک ..... ١ سیر

پانی حسب ضرورت جس سے کہ چارہ ہرا بھرا اور نم رہے لیکن ڈھیلے نہ بنیں۔

پھدوئی فصلوں کو نیم کی پتیوں کا کاڑھا بنا کر چھڑک دینے سے بچایا جا سکتا ہے۔

انڈے

انڈوں کے علاقوں کی حد بندی کر کے ١٨ انچ گہری اور ایک فیٹ چوڑی خندق کھود دینی چاہئے - اور جیوں جیوں انڈے سے بچے نکل کر خندق میں گرتے جاویں انھیں مٹی کا تیل چھڑک کر یا کچل کر مارتے رہنا چاہئے۔

جہاں تک ممکن ہو اس حد بندی کے اندر جتنے انڈے ملیں انھیں کھود کر برباد کر دینا چاہئے - یہ انڈے زمین کے اندر ٥ انچ یا ٦ انچ کھودنے پر مل جاتے ہیں اور تازے انڈے دئے ہوئے جگہوں پر ان کے سوراخ اوپر سے ہی دکھائی پڑتے ہیں۔

انڈے والے حلقے کے اندر پانی بھر دینے سے بھی بہت سے انڈے برباد ہو جاتے ہیں۔

پھدکنے والے بچے

اگر پھدکنے والے بچوں کا حملہ دوسرے باہر کے ضلعوں سے ہو تو ان کے سامنے ١٨ انچ سے ٣٠ انچ گہری اور ١٢ انچ سے ٣٦ انچ چوڑی خندقوں میں انھیں گرا کر مار دینا چاہئے - خندق کی دیواریں چکنی ہونا ضروری ہیں - خندق کے اندر آسانی سے مارنے کے لئے جگہ جگہ پر گڈھے بنا دینا چاہئے۔

جہاں زمین کھودنا مشکل ہو وہاں ١٢ انچ چوڑی ٹین اور لوہے کی سلاخ سے (٨) کی شکل کا گھیرا بنا کر اور پھدکنے والے بچے اُن میں ہانک کر مارے جا سکتے ہیں - ایسا گھیرا کپڑوں کے پردوں کے ساتھ چکنا آئل کلاتھ (موم جامہ) لگا کر بھی بنایا جا سکتا ہے۔

صوبہ بھر کی تحصیلوں میں انٹی لوکسٹ کمیٹیاں ٹڈیوں کے روک تھام کی ترکیبیں کرنے کے لئے بنا دی گئی ہیں - جو ضلعوں کے اینٹی لوکسٹ آفیسر کے ماتحت کام کرتی ہیں - زہریلے چارے کے لئے سوڈیم فلوسلیکیٹ ضلع کے کلکٹروں کے پاس بھیجا جا چکا ہے جہاں سے وہ وقت پر مل سکے گا۔

صوبہ کے انٹومولوجسٹ اور انکے اسسٹنٹ وقتاً فوقتاً ٹڈی کے حملہ کی ہوئی جگہوں پر دورہ کر کے اُن کی روک تھام کی ترکیبوں کو کام میں لانے کی عملی جامہ پہنا کر دکھاتے رہتے ہیں۔

آپ لوگوں کو چاہئے کہ ٹڈیوں کو بھگانے کے بجائے اُن کو مار ڈالنے کی کوشش کریں اور جیسے ہی اُن کا حملہ ہو اپنے گاؤں کے پٹواری یا دوسرے کسی زمیندار آدمی کی معرفت تحصیلدار کو فوراً اس کی خبر کر دیں۔

صوبہ متحدہ میں گڑ کی فروختگی

ازقلم مسٹر ٹی پرشاد

صوبہ جات متحدہ میں گڑ کی پیداوار اوسطاً قریب ۴۵۰ لاکھ من کے یا قریب ۴۰ فی صدی کل ہندوستان کی پیداوار کا ہوتا ہے۔ یہ کل گڑ خاصکر فروختگی کے لئے ہوتا ہے اور کل صوبہ کی مجموعی حالت کو دیکھتے ہوئے صرف قریب دسویں حصہ کے اس پیداوار میں سے کاشتکار اپنے خرچ کے لئے رکھ لیتے ہیں۔

تقسیم کا حصہ

گڑ کا چالان کاشتکاروں کے یہاں سے استعمال کرنے والوں تک دو صورتوں پر ہوتا ہے۔

(۱) فارموں سے تھوک فروشی کے لگنے والے بازاروں میں۔

(۲) ایسے تھوک فروشی کے بازاروں سے خرچ کے سینٹروں میں۔ تھوک فروشی کے بازاروں کو گڑ یا تو کاشتکار خود بازار کو لے جاتے ہیں یا اگر وے اپنے فارم پر ہی فروخت کر دیتے ہیں تو گاؤں کے بنیوں کے معرفت یا روپیہ کا لین دین کرنے والوں کے معرفت یا گشتی بیوپاریوں کے معرفت منڈیوں میں لایا جاتا ہے۔ کاشتکار عموماً اپنا پیداوار براہ راست بازار میں فروخت کرنا پسند کرتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے وے اس دھندے کے درمیانی لوگوں کا خرچہ اپنے لئے بچا لیتے ہیں اور اپنی بیل گاڑیاں بھی (جو گنے کے کاشتکار عام طور پر اپنی خود رکھتے ہیں) ایک فائدہ مند کام میں لگا لیتے ہیں تاہم مختلف وجوہات ایسے پیش آجاتے ہیں جس سے ایسا ہمیشہ نہیں ممکن ہوتا۔ اگر کوئی کاشتکار گاؤں کے بنئے سے زر پیشگی لے لیتا ہے تو وہ اکثر زیادہ تر اپنا پیداوار اُسی کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ چند حالتوں میں فروختگی کے لئے پیداوار اتنا کافی نہیں ہوتا کہ اس کو بااتفاق بازار پہنچا دے۔ بازار کی پیچیدہ رواجیں اور دور و دراز فاصلہ پر بازاروں کا ہونا بھی زیادہ تر کاشتکار کو اس فیصلہ پر آمادہ کر دیتے ہیں کہ وہ اپنا پیداوار براہ راست فروخت کرے۔

ایسی ہی ایک یا بہت سی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے فروخت کرنے والے زاید مال کا حصہ جو کاشتکار تھوک فروشی کے بازاروں میں بیچتا ہے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں بہت مختلف ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر صوبہ کے مغربی اضلاع میں جہاں ذریعہ آمد و رفت بہت اچھا ہو گیا ہے اور کاشتکار عام طور پر خوش حال ہیں وہاں ۶۰ فی صدی سے زیادہ گڑ تھوک فروشی کے بازاروں میں کاشتکار خود لاتے ہیں صوبہ کے وسطی مشرقی اور جنوبی حصوں میں اندازاً ۳۰ فی صدی ۱۰ فی صدی اور ۲ فی صدی ترتیب وار اس طرح کی درآمد ہوتی ہے۔ مشرق اور جنوبی اضلاع میں جو گڑ روزانہ بیل پر تیار ہوتا ہے وہ صرف دو سے تین من تک ہی ہوتا ہے جبکہ مغربی اضلاع میں ۸ من روزانہ ہوتا ہے علاقہ جات اول الذکر میں کاشتکار کو اسی لئے ایک ہفتہ یا اور زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا پڑتا ہے تاکہ اس وقت تک ایک گاڑی مال اس کے پاس تیار ہو جاوے اُن علاقوں میں ذرائع آمد و رفت اور بازار کے رواج بھی مقابلتاً سدھارے ہوئے نہیں ہیں۔

گاؤں کے بنیوں اور مہاجنوں کے معرفت فروخت کرنے سے کاشتکار اوسطاً ۲ سے ۴ فی صدی تک اپنے گڑ کی قیمت میں نقصان اُٹھاتا ہے تاہم یہ نقصان ہمیشہ ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس دھندے کے درمیانی شخص اکثر کاشتکار کو ٹھگنے کی کوشش سے اُنکے پیداوار کو کم وزن کرتے ہیں یا ان کو اس وقت کے بازار بھاؤ کی غلط فہمی کا اثر ڈال دیتے ہیں۔ علاوہ اس مقدار کے جو کہ کاشتکار اور مواضعات کے بنئے تھوک فروشی کے بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ نزدیہاتوں کی ہاٹوں میں کافی مقدار گڑ کی براہ راست استعمال کرنے والوں کے ہاتھ بھی بیچ ڈالتے ہیں۔ یہ طریقہ صوبہ کے مشرقی حصوں میں مقابلتاً زیادہ چالو ہے۔ تھوک فروشی کے بازاروں میں گڑ کی فروختگی پکے آڑھتیوں کے (کمیشن ایجنٹوں کے ذریعہ خاص طور پر دیہات کے فروخت کنندوں کا ہی کام کرتے ہیں) معرفت ہوتی ہے یا دلالوں کے معرفت۔ چند بازاروں میں جہاں پکے آڑھتیا نہیں ہوتے یہ کارروائیاں کسی حد تک بیالوگ (وزن کش) کرتے ہیں۔ کچھ کوآپریٹو سوسائٹیاں بھی پکی آڑھت کا کام کرتی ہیں خاص خریدار تو مقامی پکے آڑھتیا ہوتے ہیں (یعنی کمیشن ایجنٹ جو خاص طور پر بیرونجات کے بیوپاریوں کی طرف سے کام کرتے ہیں یا تھوک فروش سوداگروں کا) یہ لوگ اپنی طرف سے مقامی فروختگی کے لئے بھی خرید کرتے ہیں یا دور کے بازاروں میں روانہ کرنے کے لئے جیسا کہ عام طور پر زیادہ تر ہوتا ہے کیونکہ ان کے پاس تھوک فروشوں کے آرڈر ہوتے ہیں اور گڑ کے خرچ کے مقاموں کے کمیشن ایجنٹوں اور گڑ کی شکر بنانے والے کارخانوں کے بھی چونکہ گڑ زیادہ تر اپنے اوصاف میں مختلف ہوتا ہے اور اس کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا اس لئے گڑ کے خرچ کے علاقوں کے بیوپاری اکثر تھوک فروشی کے بازاروں میں گڑ کی فصل میں گڑ کی خرید کے لئے خود ان مقاموں پر جاتے ہیں اور دیکھ بھال مال کی اپنے آپ کرتے ہیں تو بھی یہ کام عام طور پر مقامی کمیشن ایجنٹ کرتے ہیں (پکے آڑھتیا) کمیشن ایجنٹوں اور تھوک فروشوں سے مال پھٹکر بکری کرنے والے لیا کرتے ہیں (جن میں گاؤں کے بنئے اور گشتی فروخت کنندے بھی شامل ہیں) اور ان سے گڑ کھانے والے خریدتے ہیں۔ فی زمانہ کوآپریٹو مارکیٹنگ سوسائٹیوں کا گڑ کی

فروختگی میں قریب قریب بالکل ہی حصہ نہیں ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے صرف کچے آڑھتیا کا کام کرتی ہیں نقصان کی جوکھم سے بچنے کے لئے سوسائٹی انجمن عام طور پر فراہمی اور فروختگی جو وں کے پیداوار کی اپنے ذمہ نہیں لیتے مزید یہ کہ فروختگی کے بازاروں میں بیوپاری کے تعلقات کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ کمیشن پر بھی مال کی فروختگی میں حصہ نہیں لے سکتے کوئی قابل لحاظ ترقی اس معاملہ میں ہونا شاید ممکن نہ ہو سکے جب تک کسی ایک کثیر تعداد گڑ استعمال کرنے والوں کے سہکاری گوداموں اور فروختگی کی دوکانوں کی وجود میں نہ آوے۔

فروختگی کا خرچہ

فروختگی کے خرچہ کا ایک ضروری سوال ہے خاصکر تھوک فروشی کے بازاروں کے متعلق جہاں کاشتکار اپنا گڑ فروخت کرتے ہیں فروختگی کے بازاروں میں سودے بیوپاریوں کے درمیان ہوتے ہیں اور یہ لوگ عام طور پر مختلف قسم کے اتفاقیہ خرچ کم سے کم ہی لگاتے ہیں۔ فروختگی کے خرچے جو مختلف تھوک فروشی کے بازاروں میں لاگو ہوتے ہیں۔ وہ بموجب وہاں کے قاعدے نرخ اور طریقہ ادائے گی قیمت کے بہت کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ فروخت شدہ مال کی قیمت یا اس کے وزن پر بازار خرچ لگایا جا سکتا ہے کسی ایک بازار میں تو یہ مال بیچنے والوں پر عائد ہو سکتا ہے اور کسی دوسرے میں خریدنے والوں پر اور بہت سے دوسرے بازاروں میں فروخت کرنے والوں اور خریداروں دونوں پر لاگو ہو سکتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو کچھ رقم فروخت کرنے والوں سے لی جاتی ہے وہ بھی خریداروں کو دی جاتی ہے یہ تھوڑی سے پھرتی چند بازاروں میں کچے آڑھتیوں کی طرف سے فروخت کرنے والے کاشتکاروں کو بھی دی جاتی ہے۔

ذیل کے نقشہ میں جو اوسط بازار خرچ فی ایک سو روپیہ قیمت کے گڑ پر صوبہ جات متحدہ کے مختلف حصوں میں جو لگتے ہیں وہ دیے گئے ہیں یہ خرچ ایک روپیہ سے کم سے لیکر لعہ فی سیکڑہ تک ہوتے ہیں۔

	ادائیگی منجانب فروخت کرنے والوں کے			ادائیگی منجانب خریداروں کے		
	کم از کم	زیادہ سے زیادہ	اوسط وزن پر	کم از کم	زیادہ سے زیادہ	اوسط وزن پر
مغربی (۸)	۱۱ر	۱/۴ ۹پا	عہ ۱۰ر	عہ ۱۴/۷ ۹پا	سے ر	۱/۷ ۹پا
وسطی (۹)	۱۵ر	۵/۱ ۹پا	۶ ۹پا	عہ ۹/۳ ۹پا	۵/۳ ۹پا	۸ ۱۱/ ۹پا
مشرقی (۸)	لعہ ۱۵/۴ پا	لعہ ۶/۷ ۹پا	سعہ ۲/۲ ۹پا	۔	عہ ۹/۳ ۹پا	۱۵/۲ ۹پا

(خطوط وحدانی کے اعداد تعداد ان بازاروں کے ظاہر کرتے ہیں جنکا کہ حساب لیا گیا ہے)

صوبہ کے مغربی اضلاع میں مال بیچنے والوں سے کم از کم بازار خرچ لیا جاتا ہے اُن حصوں کے بہت سے بازاروں میں بیوپار کا رواج زیادہ تر مقامی انجمنوں نے باقاعدہ مقرر کر دیا ہے اور خرچہ فروختگی ایک مناسب حد تک قائم کر دیا ہے اور عموماً نقد کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس علاقہ کی تجارت کی حالتیں بہت سے بازاروں میں ایسا ہوتے ہوئے بھی بہت ہی کم تسلی بخش ہیں یہ بات ان واقعات سے ظاہر ہوتی ہے کہ جو بازار خرچ فروخت کنندوں سے اُن علاقوں میں بہت زیادہ کر دیا گیا ہے اس طرف کے بہت سے بازاروں میں بیوپاریوں میں آپس کی رقابت تقریباً بالکل ہی نہیں ہے اور بازار خرچ وزن پر مال ہی میں سے نکال لیا جاتا ہے جن دنوں میں ارزانی ہوتی ہے اُن دنوں میں وزن پر لگنے والا بازار خرچ خاص کر بہت زیادہ ہوتا ہے اور کاشتکاروں کو قابل برداشت نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ ارزانی کے اسکی مالی حالت بہت ابتر ہوتی ہے۔ جہاں جنس کی صورت میں بازار خرچ کاٹا جاتا ہے وہاں عام رواج یہ ہے کہ منہائی اندازاً کی جاتی ہے اور بہت سی حالتوں میں ایسی منہائی وزن رواج منڈی سے اکثر کافی طور پر زیادہ ہوتی ہے۔ جن بازاروں میں بازار خرچ زیادہ تر ہوتا ہے وہاں فروختگی کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ترتیب مفید ثابت ہو سکتی ہے جو کچے آڑھتیوں کا کام

مناسب بازار خرچ عاید کر سکتی ہیں ایسی چند انجمنیں (مثلاً کانپور۔ بنارس اور اٹاوہ) صوبہ میں پہلے ہی سے کام کر رہی ہیں۔

خاص خاص منڈیاں

زائد گڑ کے اس صوبہ کے علاقہ (۱) شمالی مغربی (۲) وسطی اور (۳) جنوبی مشرقی حصوں میں واقع ہیں انھیں حصوں میں (۱) سہارنپور۔ مظفرنگر۔ کھتولی شاملی۔ بروت۔ میرٹھ۔ ہاپڑ اور ڈونکور کی منڈیاں۔ (۲) دھام پور۔ بریلی۔ شاہجہاں پور۔ پیلی بھیت۔ تلہر۔ سیتاپور اور بارہ بنکی اور (۳) بنارس۔ یوسف پور۔ بلیا اور رسڑا کے بازار ترتیب وار آجاتے ہیں۔ جو مال ان منڈیوں میں آتا ہے اس کا بہت سا حصہ صوبہ کے اندر ہی خاصکر جنوبی اضلاع میں خرچ ہو جاتا ہے ان میں علی گڈھ۔ متھرا۔ آگرہ۔ جھانسی۔ کانپور اور الہ آباد کے بازار شامل ہیں۔

گڑ کی برآمد صوبہ کے باہر اور ریاستوں میں عنقریب ۸۳ لاکھ من کے (اوسط سنہ ۱۹۲۵-۲۶ء و ۱۹۳۸-۳۹ء کے بموجب) ہوتی ہے۔ اس میں کل ہندوستان کا قریب ۷۰ فی صدی کے صوبوں کے اندرون کل گڑ کی تجارت کا اوسط ہے یہ مقدار کل پیداوار کی صرف قریب ۱۰ فی صدی ہوتی ہے کل گڑ کی برآمد میں سے اندازاً ۴۶ فی صدی صوبہ جات پنجاب اور سندھ لیتے ہیں۔ ۲۳ فی صدی راجپوتانہ اور وسطی ہند۔ ۱۵ فی صدی صوبجات متوسط اور بمبئی اور باقی ماندہ خاصکر بہار۔ بنگال اور آسام لیتے ہیں۔

گڑ کی برآمد صوبہ پنجاب کو خاصکر صوبہ کے شمالی مغربی بازاروں سے ہوتی ہے۔ راجپوتانہ اور وسط ہند صوبہ جات متوسط اور بمبئی کی ضروریات خاص طور پر صوبہ کے وسطی بازاروں سے پوری ہوتی ہے اور بہار۔ بنگال اور آسام کو برآمد خاص کر مشرقی بازاروں سے ہوتی ہے۔ مغربی پنجاب کے بازاروں میں صوبہ جات متحدہ کا گڑ صوبہ سرحدی کے گڑ کے پیداوار کے مقابلہ میں فروخت ہوا کرتا ہے۔ گجرات میں بمبئی دکن کے اور مغربی و مشرقی صوبہ جات متوسط میں شمالی مدراس کے اور بہار۔ بنگال اور آسام کا مقامی بنا ہوا گڑ اس صوبہ کے گڑ سے مقابلہ میں بکتا ہے۔

پیداوار کی خوبیوں کے بموجب اُس کی کھپت اور مانگ

آجکل صوبہ جات متحدہ میں تیار شدہ گڑ میں سے ۵۰ فی صدی سے زیادہ کھانے کا کام میں خرچ ہوتا ہے۔ باقی ماندہ شکر کے بنانے میں اور مویشیوں کی خوراک میں خاص کر خرچ ہوتا ہے۔ خوردنی گڑ اور ہلکے رنگ کا دانہ دار بنا ہوا کم گرد آلود اور ریلا کوڑا کرکٹ کا پسند کیا جاتا ہے۔

جو گڑ خاص کر صوبہ کے مشرقی حصوں میں تیار ہوتا ہے اس کا رنگ بھدمیلا ہوتا ہے اور اس میں اکثر زیادہ تر حصہ کوڑے کرکٹ کا ہوتا ہے اور عام طور پر رس کی صفائی کر کے وہ نہیں بنایا جاتا اس علاقہ میں تاہم دو بازار ہیں۔ یعنی چوری چورا اور بنارس جن کے قرب و جوار میں رس کو صاف کر کے گڑ بنانے کا عام رواج ہے عمدہ قسم کا گڑ جو ان بازاروں میں فروختگی کے لئے آتا ہے وہ عام طور پر ۸ر سے ۱۲ر تک فی من کالے و بلا صفائی سے تیار شدہ گڑ کے مقابلہ میں گراں نرخ پر فروخت ہوتا ہے (یا ۱۰ سے ۵۰ فی صدی تک قیمت سے زیادہ پر) کالے گڑ کی مانگ خاص کر شکر سازی کے لئے ہوتی ہے شکر کے کارخانے گڑ کے رنگ کی طرف زیادہ دھیان اپنی ضرورت گڑ کے بارہ میں نہیں دیتے کیونکہ شکر بنانے میں وہ ان کو پھر پگھلانا پڑتا ہے اور اس کی صفائی کرنی پڑتی ہے حالانکہ ۱۰ یا ۱۲ سال قبل صوبہ کے مشرقی اضلاع کے پیداوار کا بہت سا حصہ شکر کے کارخانوں کو فروخت ہوتا تھا لیکن گنے سے براہ راست شکر تیار کرنے کے کام کے پھیلنے سے سال بہ سال ویسی ہی مانگ شکر اور گڑ کی نسبتی قیمتوں کے بموجب ہوتی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر جو گڑ صوبہ جات متحدہ میں دیکوام چین کے کارخانوں نے ۱۹۳۹ء میں صاف کیا وہ صرف ۴۰۰۰ ٹن تھا جبکہ ۱۹۳۶ء میں ۵۳۰۰۰ ٹن تھا اور ۱۹۴۰ء میں ۲۸۲۰۰ ٹن تھا۔ جن سالوں میں کارخانوں میں مانگ کم ہوتی ہے ان سالوں میں کھانے والے اور شکر تیار کرنے والے گڑ کے درمیان مقابلتاً قیمت میں زیادہ فرق ہوتا ہے۔ اس لئے کاشتکار کو مزید ترقیاں کر کے گڑ بنانے میں بہت زیادہ قیمت اپنے پیداوار کی مل سکتی ہے۔ اس طرف مقامی گڑ ڈیولپمنٹ کے اسٹاف نے شروعات کر دی ہے تاہم بہت سے بازار اس علاقہ کے عمدہ قسم کے گڑ کی سپلائی کے لئے ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔ اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں بہت زیادہ اور با اثر پرچار کیا جاوے۔

(ماخوذ گڑ مارکٹنگ سے)

گاؤں سدھار

تقریر جناب بی۔ ڈبلیو۔ مارش، سی۔ ایس۔ آئی، سی۔ آئی۔ ای، آئی۔ سی۔ ایس۔ ایڈوائزر ٹو ہز ایکسلنسی گورنر یو۔ پی۔

آج شام کو گاؤں سدھار پر بولنے کے لیے بلایا گیا ہے۔ آل انڈیا ریڈیو نے بہت سے دیگر افسران کی مختلف موضوعات پر تقریر کرانے کا انتظام بھی کیا ہے جو مجھ سے زیادہ گاؤں سدھار کے کاموں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابھی تھوڑے دن ہوئے جبکہ لارڈ بیڈن پاول، دنیا کے سب سے بڑے اسکاؤٹ آخری بار ہندوستان آئے تھے۔ مجھے اُن کے ساتھ دو دن گاؤں میں رہنے کا فخر حاصل ہوا تھا۔ اُنھوں نے مجھ سے یہ کہا کہ ہندوستان کے شہروں اور قصبوں نے خوب ترقی کی ہے۔ لیکن دوسری طرف کچھ گاؤں ایسے ہیں جبکہ میں پچاس سال قبل ہندوستان میں ایک سپاہی کی حیثیت سے آیا تھا اُس وقت کے مقابلہ میں انھوں نے آج تک کسی قسم کی ترقی نہیں۔ اس بات کا میں کوئی معقول جواب نہیں دے سکا کیونکہ اس بارے میں میری اور اُن کی رائے ایک ہی تھی۔ دیہاتوں میں اصلاح کی بہت ضرورت ہے خصوصاً زراعت کی اصلاح کی زراعت کی سرکاری تحقیقاتی رپورٹ کے بعد جس کے صدر ہمارے موجودہ گورنر صاحب تھے، صوبجاتی حکومتوں نے دیہاتوں کی طرف زیادہ توجہ دی ہے۔

یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس کے لئے جتنے روپیہ کی ضرورت ہے وہ کوئی محکمہ نہیں برداشت کر سکتا۔ اس لئے جو کچھ اصلاح ہوگی وہ رفتہ رفتہ ہوگی۔ سابق حکومت نے اس بات پر دانشمندی کے ساتھ زور دیا کہ اصلاح کا کام گاؤں والوں کی طرف سے خود ہونا چاہئے۔ یہ اصول اس معنی میں اب تک برقرار ہیں کہ ہم لوگ گاؤں سدھار کے کام میں انھیں کی مدد کرتے ہیں جو اپنی اصلاح کے لئے مالی یا عملی امداد دیتے ہیں۔ ہمارا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ گاؤں سدھار کے معاملوں میں ایک گاؤں میں نہ بسنے والے زمیندار کی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی کہ ایک گاؤں میں رہنے والے کی ہے۔ اس بارے میں مجھ کو اُن زمینداروں سے زور دے کر کہنا چاہئے کہ وہ ذمہ داری سے نہیں بچ سکتے ہیں۔ یہ بات سچ ہے کہ بہت سے زمیندار شہر میں رہنا پسند کرتے ہیں اور شہر میں آرام کے ذرائع بھی بہت ہیں لیکن بہت سے ایسے لوگ ہیں جو شہر میں رہتے ہوئے اپنی زمینداری سے الگ نہیں ہوئے علیگڑھ کے مشہور رئیس نواب سر مزمل اللہ خاں مرحوم جنکو کہ ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں ایک بڑے مخیر زمیندار تھے اور اس صوبے کے عوام کے ہر ایک کام میں رہنما بن کر حصہ لیتے تھے۔ انھیں اس بات کا فخر تھا کہ وہ اپنے بہت سے کسانوں کو جانتے تھے لیکن ایسے بھی بہت سے زمیندار ہیں جنھوں نے اپنی زمینداری کا کام اپنے منیجروں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔

اگر دیہاتوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بہت سی جگہوں میں آپس میں اتنی کشیدگی، رشک و حسد موجود ہے کہ اصلاح کی کوئی تحریک کامیابی سے نہیں چلائی جا سکتی۔ یہاں برابر کہنے سمجھانے اور دکھانے سے اصلاح ہو سکتی ہے۔

اس صوبے کے ہر ایک ضلع میں ایک ایک

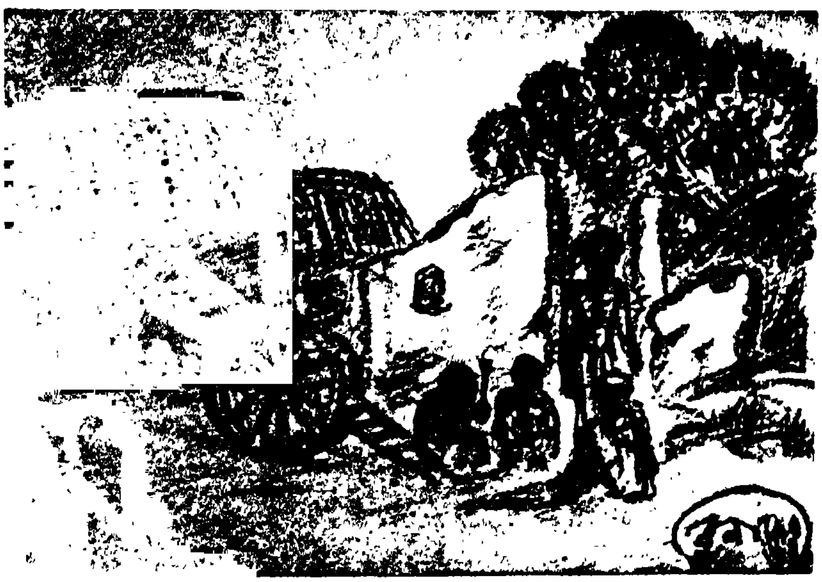
گاؤں سدھار ایسوسی ایشن ہے اور ان کا پھیلاؤ دوگنا ہو گیا ہے۔ کچھ ضلعوں میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ کچھ اصحاب نے اپنی محنت اور جوش سے ایسی اصلاحات کی ہیں جو ناممکن معلوم ہوتی ہیں۔ ایک ضلع کی ترقی کے طریقے علٰحدہ علٰحدہ ہیں۔ گاؤں سدھار کا کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے جو ہر ضلع میں عمل درآمد ہو سکے۔ یہ سب سوال ضلع بورڈ کے بارے میں اٹھتے ہیں۔ ایک ضلع میں [illegible] فی صدی آمدنی تعلیم پر خرچ ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سڑکوں کی حالت بالکل خراب ہو گئی۔ دوسرے ضلع میں بھی سڑکیں پختہ کر دی گئی ہیں جس کے باعث وہ سب قابل تعریف ہیں۔ ایک ضلع میں اتنے اسپتال ہیں جتنے بڑے ضلعوں میں بھی نہیں ہوں گے۔ ایک دوسرے ضلع میں اسپتال کم ہیں اور ضلع بورڈ حکمت اور ویدک پر زیادہ خرچ کرتے ہیں کیونکہ وہ اس میں زیادہ اعتماد رکھتے ہیں۔ سب ضلع بورڈ ۱۹۲۲ء میں غیر سرکاری ہو گئے۔ اس کے نتیجے کی تحقیقات کے لئے میرے پاس ۲۰ سال کے تجربے ہیں۔ دوسری طرف ۱۹۳۵ء میں آزاد محکمہ بنایا گیا۔ اس وقت سے ابتک قانون اور خرچ میں بہت سی تبدیلیاں ہو گئیں ہر ایک کام کی کامیابی کے لئے اتحاد ہونا چاہئے۔ یہ کام دیہاتی زندگی میں اصلاح اور آرام و آسائش کے اسباب مہیا کرنے کے لئے جوش پیدا کرنا ہے۔

سب لوگوں کو یہ جاننا چاہئے کہ تعلیم کا خاص مقصد ہے لوگوں کی زندگی میں دلچسپی بڑھانا تاکہ لوگ آرام و اطمینان سے زندگی گزاریں۔ اسی لئے گاؤں سدھار بہت سے اضلاع میں تعلیم بالغان کو بڑھا رہا ہے اُن لوگوں کو اپنی کمی پوری کرنے کا موقع دے رہا ہے۔ بہت سے ضلعوں میں گاؤں والوں نے مل کر اپنی سڑکوں کی اصلاح کی ہے اور اُسے پڑوس کی بڑی سرکاری سڑکوں میں ملا دیا ہے۔ اُنھوں نے پرانے کنووں کی مرمت کی ہے اور نئے کنوئیں بنوائے ہیں۔ زندگی سدھار سوسائٹی جو بنائی گئی ہے وہ مقدمہ بازی کو مٹانے میں کامیاب ہونی چاہئے۔ اس میں کتنا روپیہ خرچ ہوتا ہے اور آپس میں پھوٹ بڑھتی ہے۔ آہستہ آہستہ پنچایتوں کا انتظام ہوگا جو کہ پڑوس سے [illegible] پنجاب میں بہت کامیاب رہا ہے۔ ہم لوگ امداد باہمی تعلیم اور اسکے اصول سے امداد باہمی سمجھ سکتے ہیں۔ جو دیہاتوں میں زراعت اور آبپاشی کے طریقے اتحاد قائم کر کے اصلاح کر رہے ہیں۔ ہم کو معلوم ہے کہ کچھ اضلاع میں کوآپریٹو سوسائٹیوں نے اپنے حلقے میں گنے کی بوائی میں بڑی ترقی کی ہے۔ مجھ کو خیال ہے کہ دیگر اضلاع کے بہت سے دیہاتوں نے فارم کے ترقی شدہ گیہوں کے علاوہ اور گیہوں بونے سے انکار کر دیا ہے۔

بالغ اسکاؤٹ بہت سے اضلاع میں دوا، بیماری کی روک تھام اور میلوں کے انتظام میں بھی بڑی مدد کرتے ہیں۔

آگے چل کر وقت ہمیں بتائے گا کہ کس راستے پر چلنے سے اصلاح میں کامیابی ہوگی۔ گاؤں سدھار کو کسی سیاسی جماعت کا کام نہ سمجھنا چاہئے۔ یہ ہر ایک انسان کا فرض ہے خواہ وہ کسی جماعت یا فرقہ کا ہو۔ یہ کام صرف سرکاری یا غیر سرکاری لوگوں کا نہیں ہے بلکہ دونوں طرح کے لوگ مل جل کر کام کریں تو پوری کامیابی ہو سکتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سرکاری افسروں کو اور بھی بہت سے کام ہیں اسی لئے وہ یہ کام لوگوں پر چھوڑنا چاہتے ہیں یہ کافی نہیں ہے۔ حکم دینے کے بجائے ہمیں راستہ دکھانا چاہئے۔ بیٹھے رہنے کے بجائے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ کچھ نہ کرنے سے تو کچھ کرنا اچھا ہی ہے۔ ہم کو یہ خوف ہے کہ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ کام لوگوں پر چھوڑا جا سکتا ہے اور جو لوگ یہ کام نہ کر سکیں وہ امداد کے مستحق نہیں ہیں۔

نوٹ - یہ تقریر گاؤں سدھار ہفتہ کے موقع پر آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے براڈکاسٹ ہوئی تھی۔





تندرستی کے لئے کچھ دیہاتی نسخے

از جناب پربھو نرائن ترپاٹھی "سوشیل"

ہر ایک گاؤں کا تقریباً ہر شخص کہاوتوں سے واقف ہوتا ہے۔ دیہاتی باشندوں کی زبان پر بات بات میں کوئی نہ کوئی کہاوت آہی جاتی ہے ان کہاوتوں میں دُنیا بھر کی باتیں بھری ہیں علم و ادب کی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان چھوٹی موٹی دیہاتی کہاوتوں کے آسان الفاظ میں نہ موجود ہو۔ جو ڈھونڈھنے وہ ملے گا۔ ان کہاوتوں کے کہنے والے گھاگھ، بھڈری، سہدیو وغیرہ بڑے تجربہ کار اور ہوشیار آدمی تھے۔ اس مضمون میں انھیں کی کہاوتوں میں سے صحت و تندرستی اور ویدک کے اصولوں سے واقف کرانے والی کچھ کہاوتوں کے مطلب قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

(۱)

گھاگھ کہتے ہیں کہ اگر وید کا لڑکا ہو کر بیماریوں کو نہ پہچانے، بنئے کا لڑکا ہو کر فضول خرچ ہو اور پیسہ بچانے کا عادی نہ ہو، ٹھاکر کا لڑکا ہو کر بزدل ہو، پنڈت کا لڑکا ہو کر خاموش رہنے والا، عقلمندوں کے ساتھ بیٹھ کر شاستر کی باتیں تک نہ کر سکتا ہو اور طوائف کی لڑکی ہو کر میلی کچیلی رہے تو یہ پانچوں گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔

(۲)

دوسری کہاوت میں گھاگھ کہتے ہیں کہ گھر گرہستی میں رات دن کا جھگڑا، بخار چڑھا رہنے پر کھانا بہت نقصان دہ ہوتا ہے لڑکی سے چھوٹا داماد، اوکھ کے کھیت میں سور، چھوٹی اور پتلی کھیتی کی فصل اور بیوقوف بھائی یہ سب بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

(۳)

تیسری کہاوت ہے کہ جب شمال کی طرف سے شروع ہو کر پانی کی چھوٹی چھوٹی بوندیں برسیں تو چوہے اور سانپ زیادہ پیدا ہوتے ہیں اگر آخری سادن میں پانی برسے تو مکڑا اور پورا پنجھتر میں برسے تو مچھر ڈانس پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اُترا پنجھتر میں پانی برسے تو یہ سب غارت ہو جاتے ہیں۔

(۴)

چوتھی کہاوت ہے کہ ماگھ اور پوس کا بادل۔ ایک تو جاڑے کا موسم دوسرے بادل کا ہونا، دونوں سے سردی بڑھ جاتی ہے جس سے سردی لگ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ کنوار کی دھوپ۔ ملیہا کی فصل میں دھوپ نقصان دہ ہوتی ہے جیٹھ کی دوپہر گرمیوں میں دس بجے ہی سے خوفناک لو لپٹ چلنے لگتی ہے جس سے لو لگ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ساتھ ہی دوپہر کی دھوپ میں گھومنے پھرنے سے بہت سی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ان تینوں کو بچا کر دوسرے کا یا اپنا کام کرنا چاہیئے۔

(۵)

پانچویں کہاوت۔ کریل کا کانٹا۔ کریل کے درخت میں کانٹے ہی کانٹے ہوتے ہیں۔ کہیں بھی ہاتھ پڑا کہ کانٹا چبھا اور وہ بھی چھوٹا ہونے کی وجہ سے جلدی نکالے نہیں نکلتا۔ بدلی کی دھوپ — بادل چھٹ جانے پر بہت تیز نکلتی ہے۔ اور نقصان پہنچاتی ہے۔ سوت — اگر آسلے کی پتلی ہی ہو تو بھی اور ساجھے کا کام — جس میں ہمیشہ لڑائی جھگڑا ہی ہوا کرتا ہے اور نقصان اُٹھانا پڑتا ہے مثل مشہور ہے کہ ساجھے کی کھیتی گدھا بھی نہیں کھاتا۔ یہ سب چیزیں بُری ہیں۔

(۶)

چھٹی کہاوت۔ جس بیل کے سینگ گل کر گرتے ہوں اور جس آدمی کو کوڑھ ہو گیا ہو، یہ دونوں اچھے نہیں ہو سکتے خواہ کوئی شرط لگالے۔

(۷)

ساتویں کہاوت۔ جوان مرد اگر دن رات سست بیٹھ کر گزارے کوئی کام کاج اور محنت نہ کرے تو اس کے پیٹ کی چربی بڑھ جاتی ہے۔ پیٹ تھلتھلا ہو کر توند نکل آتی ہے۔ اسی طرح بچھڑے (بیل کا بچہ) کو باندھے رکھنے اور کوئی کام نہ لینے سے وہ بیکار ہو جاتا ہے۔

(۸)

آٹھویں کہاوت۔ ماں کھانا کھلاتی ہے تو اُس کی مادرانہ محبت کے باعث کھانے میں نظر نہیں لگتی اور وہ کھانا جسم میں مل کر لڑکے کو تندرست بناتا ہے۔ اسی طرح جب تک آخری ساون میں پانی نہیں برستا اُس وقت تک زمین سیر نہیں ہوتی۔

(۹)

نویں کہاوت۔ گیہوں راجہ جو وزیر، ارہر کنیز، چنا غلام، سرسوں دربان، دروازے پر کھڑے ہو کر آنے والوں کو سلام کرنے والا، اور ارد قدم قدم پر مقدم ہے۔ طاقت بخش غلوں کا اسی طرح درجہ بدرجہ ذکر کیا گیا ہے کہ سب سے اچھا گیہوں، پھر جو، پھر چنا، پھر ارہر، پھر سرسوں اور پھر ارد۔ ایک سے بعد دوسرے کا درجہ کم ہوتا گیا ہے۔

(۱۰)

دسویں کہاوت۔ مڑوا کہتا ہے کہ میں سب اناجوں کا پھلا (سب سے حقیر) ہوں۔ لیکن جو کوئی آٹھ دن بلا ناغہ کھالے وہ کیسا ہی تندرست و توانا ہو مگر وہ اُٹھ نہیں سکتا۔ مڑوا بہت ہی بادی ہوتا ہے۔

(۱۱)

گیارھویں کہاوت میں باجرہ کہتا ہے کہ مجھے اگر بوڑھا آدمی بھی کھائے نوجوان ہو جائے۔ باجرہ طاقت بڑھانے والا غلہ ہے۔ جگر کو طاقت بخشتا ہے اور کھانے سے بھی جلد ہضم ہو جاتا ہے۔

(۱۲)

بارھویں کہاوت میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستانی مہینوں میں کس مہینے میں کیا نہ کھانا چاہئے۔ یہ چیزیں نہ کھانے سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں:-

۱۔ چیت میں کف کا زور رہتا ہے اور نئے گڑ کی کثرت رہتی ہے۔ نیا گڑ کف پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے چیت میں گڑ نہیں کھانا چاہئے ورنہ کف کی بیماری ہو جاتی ہے۔

۲۔ بیساکھ میں تیل نئے تلہن (سرسوں یا رائی) کا تیار ہوتا ہے جو کہ گرم ہوتا ہے۔ بیساکھ میں گرمی کے دن ہونے اور کافی گرمی پڑنے کے باعث گرم تاثیر کا تیل کھانا مضر ہوتا ہے۔

۳۔ جیٹھ میں بڑے زوروں کی گرمی پڑتی ہے۔ لو بہت چلتی ہے۔ دھوپ تیز پڑتی ہے، ان دنوں لو لگ جانے کا زیادہ خطرہ رہتا ہے۔ کبھی کبھی لو لگ جانے سے انسان کی موت تک ہو سکتی ہے، اس لئے اس مہینے میں دھوپ اور لو سے بچنے کے لئے راستہ نہیں چلنا چاہئے۔

۴۔ اساڑھ میں بارش شروع ہو جانے سے گرمی مارنے والی چیزیں کھانا اچھا ہوتا ہے۔ مگر پکا بیل جو اساڑھ میں پکتا ہے پیٹ میں درد پیدا کرنے والا ہوتا ہے اس لئے اساڑھ میں بیل کا پھل نہیں کھانا چاہئے۔

۵۔ ستو ہوا پیدا کرنے والا ہوتا ہے ساون میں بارش ہونے کے باعث ہوا کا زور رہتا ہے اس لئے ستو کھانے سے ہوا کا زور بڑھ کر پیٹ پھولنے اور گڑگڑاہٹ وغیرہ کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کہاوت میں ستو کی جگہ ساگ بھی پڑھا جاتا ہے۔ ساگ پڑھا جانے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ برسات میں پتوں والے ساگوں میں متعدد کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اس سے ان دنوں ساگ کھانا بھی برا ہے۔

۶۔ بھادوں کا مہینہ بھی بارش کا ہے۔ اس مہینے میں مٹھا بہت جلد کھٹا ہو جاتا ہے اور صفرہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس میں سڑاند پیدا ہو کر جو چکنا پن پیدا ہوتی ہے اس سے صفرہ کے متعدد امراض پیدا ہوتے ہیں اور صفرہ کی بیماریوں کی جڑ جمتی ہے۔ اس سے بھادوں میں مٹھا نہیں پینا چاہئے۔

۷۔ کنوار کے مہینے میں کریلا پک کر صفرہ کو نقصان پہنچانے والا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے کھانے سے متلی اور صفرہ میں خرابی پیدا کرنے لگتا ہے اس لئے کنوار میں کریلا کھانا منع کیا گیا ہے۔

۸۔ کاتک میں سردی ہونے کے باعث صفرہ کا زور رہتا اور کف جمع ہوتا ہے۔ دہی میٹھا کف جمع کرنے والا اور کھٹا صفرہ خراب کرنے والا اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ موسم سرد ہونے کے باعث دہی کھانے سے سردی کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے دہی کاتک میں نہ کھانا چاہئے۔

۹-۱۰۔ اگھن پوس میں خوب سردی پڑتی ہے اور دھنیا اور زیرہ ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لئے ان دونوں مہینوں میں ان کا استعمال منع ہے۔

۱۱۔ ماگھ میں بھی سردی پڑتی ہے۔ اس میں بھوک خوب لگتی ہے۔ اس مہینے میں میٹھی چیزیں کھانے سے کف جمع ہوتا ہے جس سے آئندہ بسنت میں کف بڑھ سکتا ہے۔ اس لئے ماگھ میں مصری نہ کھانی چاہئے کیونکہ یہ ٹھنڈی اور کف آور ہوتی ہے۔

۱۲۔ پھاگن کا مہینہ خون صاف کرنے کا زمانہ ہے۔ لوگ اکثر جلاب لیتے ہیں۔ چنا کھانا جلاب کے خلاف ہے اور اس سے پانا صاف نہیں ہوتا اس لئے پھاگن میں چنا کھانا منع ہے۔

(۱۳)

تیرھویں کہاوت میں کہا گیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ رہنا چاہئے۔ اس سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور جہاں مار پیٹ ہو وہاں مار پیٹ کر نو دو گیارہ ہو جانا چاہئے۔ یعنی وہاں سے ٹل جانا چاہئے کیونکہ وہاں رہنا

اور آفت کا مول لینا برابر ہی ہے۔

(۱۴)

چودھویں کہاوت یوں ہے کہ کھانا کھانے کے بعد آٹھ سانس سیدھے لیٹ کر، سولہ سانس لینے تک داہنی کروٹ اور بتیس سانس لینے تک بائیں کروٹ لینا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک منٹ چت لیٹے تو دو منٹ داہنی کروٹ اور چار منٹ بائیں کروٹ کھانے کے بعد لینا چاہئے۔

(۱۵)

پندرھویں کہاوت۔ کھانا کھانے کے بعد اگر پیشاب کرے اور بائیں کروٹ لیٹے تو اس گاؤں میں وید کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نہ کوئی بیمار پڑے گا اور نہ کسی وید کی ضرورت پڑے گی۔

(۱۶)

سولھویں کہاوت میں بتایا گیا ہے کہ پانی ہمیشہ چھان کر پینا چاہئے۔ اس سے پانی کے بیماریوں کے جراثیم پیٹ میں جا کر بیماری نہیں پھیلا سکتے۔ گرو یعنی اُستاد بھی اچھی طرح تلاش کر کے کرنا چاہئے۔

(۱۷)

سترھویں کہاوت کہاوت میں کہتے ہیں کہ کنوار کے مہینے میں کریلا، چیت میں گڑ اور بھادوں میں مولی جو کوئی کھاتا ہے اس کے پاس کا پیسہ بھی خرچ ہو جاتا ہے اور وہ بیمار بھی پڑ جاتا ہے۔

(۱۸)

اٹھارھویں کہاوت میں [illegible] ہے کہ ہر روز ہمیشہ [illegible] آملہ تینوں کو ایک مٹی کے برتن میں رات کے وقت بھگو کر صبح جو اسی پانی سے آنکھوں کو دھوتا ہے [illegible] نمک اور [illegible]

جو روزانہ دانتوں کو صاف کرتا ہے اور تازہ پکا ہوا کھانا یا دیگر چیزیں جو کوئی تازہ ہی کھاتا ہے اور جو تہائی حصہ پیٹ کا خالی رکھ کر دو حصہ کھانا، ایک حصہ پانی اور ایک حصہ ہوا سے پیٹ بھرنا مناسب ہے، جو کھانا کھاتا ہے اور جو بائیں کروٹ سوتا ہے اس کو بیماری نہیں ہوتی۔

(۱۹)

انیسویں کہاوت ہے کہ آنکھوں میں [illegible] اور دانتوں میں نمک کا جو کوئی استعمال کرتا ہے [illegible] میں ایک حصہ خالی رکھ کر جو کھانا کھاتا ہے [illegible] سے جھونکوں کی ٹھنڈی [illegible] جگہ جو سوتا ہے اُسے کوئی بیماری بھی نہیں ہوتی اور وید اس آرزو میں روتا رہتا ہے کہ [illegible] پڑے تو اس کی [illegible]

(۲۰)

بیسویں کہاوت ہے کہ [illegible] گیا ہے کہ جو لوگ روزانہ اٹھ کر [illegible] صاف اور [illegible] کرتے ہیں اور پانا [illegible] بھرنے کے لئے [illegible] میں کچھ دور تک جاتے ہیں اور رات میں کھانے کے بعد دودھ پیتے ہیں یا رات میں صرف دودھ ہی استعمال کرتے ہیں اُن کے گھر کبھی وید نہیں جاتا یعنی وہ کبھی بیمار نہیں ہوتے

(۲۱)

اکیسویں کہاوت میں کہا گیا ہے کہ جو آدمی باسی چاول کھاتا ہے، دو دن کا رکھا ہوا باسی مٹھا پیتا ہے اور جو چھوٹی چھوٹی لکڑی اور پھوس وغیرہ زیادہ [illegible] سے آدھی رات سے ہی جاڑا [illegible] آنے لگتا ہے اور [illegible] یا تو وہ [illegible] پانی [illegible] مہینوں تکلیف

اٹھتا ہے یا پھر مرجاتا ہے۔

(۲۲)

بائیسویں کہاوت۔ دیوار، چندن، ملیاگری، سونا کا کوسل پر پٹن کی طرح پیس ڈالے اور اس میں جس کا عطر ملا کر جسم پر لگائے اس سے موسم گرما میں پھوڑے پھنسیاں نہیں ہوتیں اور آرام ملتا ہے۔

(۲۳)

تئیسویں کہاوت۔ آنکھوں میں انجن یا سرمہ اور دانتوں میں روزانہ منجن لگانا چاہئے اور کانوں میں سینک یا لکڑی اور ناک میں انگلی کبھی نہ ڈالنی چاہئے۔

(۲۴)

چوبیسویں کہاوت۔ بارش کے وقت آسمان سے جو اولے گرتے ہیں ان کے کھانے سے جسمانی بیماریاں دور ہوتی ہیں، خون صاف ہوتا ہے، آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے، پیٹ میں سال بھر جلن نہیں ہوتی گرمیوں میں پھوڑے پھنسیاں نہیں ہوتیں وغیرہ وغیرہ۔

(۲۵)

پچیسویں کہاوت۔ جو کوئی روزانہ علی الصباح اُٹھ کر تازہ پانی سے غسل کرتا ہے اُسے کوئی بیماری وغیرہ نہیں ہوتی۔

(۲۶)

چھبیسویں کہاوت۔ ساون بھادوں میں تمام ماہ بارش ہوتی ہے کنوار کے مہینے میں بھی بارش کا سلسلہ قائم رہتا ہے ان مہینوں میں پیدا ہونے والی

چیزیں گرمی مارنے والی ہوتی ہیں۔ زمین کی گرمی کے باعث اور محنت وغیرہ کی کمی کی وجہ سے کھانا خوب ہضم نہ ہونگی وہ بہت جلد ... اور کمبخت تینوں کا زور ہوتا ہے۔ اسلئے ان دنوں سادہ اور ہلکا کھانا کھانا مفید ہے۔ ان دنوں میں روزہ رکھنے کے جو تعداد پڑیں اُنھیں ... رہ کر منانا چاہئے۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھکر اس کہاوت میں کہا گیا ہے کہ ساون کے مہینے میں رات کے وقت کھانا نہ کھائیں۔ بھادوں میں تو رات کے کھانے کا نام تک نہ لے۔ کنوار کے مہینے میں بھی دو دن بلا کچھ کھائے ... رہنا چاہئے۔ کاتک کے مہینے میں روزانہ کے ... بار خواہش ہو ... بار کھانا کھائے۔ کوئی نقصان نہ ہوگا

ستائیسویں کہاوت۔ وہ انسان ہمیشہ بیمار؟ کھٹائی کھاتا ہے اور وہ عورت جو کھٹائی زیادہ کھاتی ہے۔ دونوں کی صحت خراب اور زندگی بیکار ہو جاتی ہے۔

اٹھائیسویں کہاوت۔ کھانے والی تمباکو کھانے سے پہلے دانت سیاہ پڑ کر خراب ہو جاتے ہیں۔ دوسرے آنکھوں کی روشنی بھی کم ہو جاتی ہے یا بالکل ہی جاتی رہتی ہے۔ تیسرے جلد بڑھاپا آگھیرتا ہے اور چوتھے جنھیں اس کی عادت پڑ جاتی ہے وہ ہر دم سب کے آگے دانت نکالے ہاتھ پھیلائے ہی کھڑے رہتے ہیں۔

تاثرات

(احمد ندیم قاسمی)

سر پہ اپنے پہاڑ دھر لوں گا
اور کانٹوں سے جیب بھر لوں گا
حرف آئے نہ تیری رحمت کا
میں تو دوزخ قبول کر لوں گا

ادرک کی کاشت

(از جناب ... احمد ... بی۔ اے)

موہن۔ سنا ہے ادرک بڑے فائدے کی چیز ہوتی ہے ہمارے گاؤں کے چند ویدوں نے دنیا بھر میں ڈھونڈھ ڈالا لیکن ... آپ بتائیے اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

روہن کیوں نہیں۔ غور سے سنئے خواہ ... سوکھی ... مصالحوں میں ڈالی جاتی ہے (۲) ویدک میں بڑی گرم ... دوا ... والی بتائی گئی ہے۔ (۳) اسکو ... میں اچٹن کی طرح لگانے سے جسم گورا اور نرم ہو جاتا ہے (۴) یہ دست آور ہوتی ہے اسی لئے اس کو اگر کھانا کھانے کے ساتھ کھائیں تو بدہضمی دور ہو جاتی ہے۔ کھانا پچانے لگتا ہے اور پیٹ کی سب بیماریاں چلی جاتی ہیں۔ (۵) ... کے درد میں اسکے عرق کو دودھ میں ملاکر پیا جائے تو زکام کھانسی۔ بائگولہ کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ (۶) سینے کی بیماری میں تلسی کی پتی کے عرق میں اسکے عرق کو ملاکر پینے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے (۷) سبھی وید تقریباً ہر مرض میں ادرک ساتھ دوا کھانے کو بتاتے ہیں (۸) اور آج کل تو چٹنی، ... مربہ میں خوب کام آتی ہے۔

موہن۔ آہا ہا۔ کمال ہے کمال! اچھا! وید راج اس دن ٹھیک کہتے تھے جب یہ اتنے فائدے کی چیز ہے تو ہم کو ضرور اس کی کاشت شروع کرنی چاہئے

روہن۔ ضرور، اسکی کھیتی اب بڑھکر دنیا بھر میں پھیل جائیگی۔ سب سے پہلے اس کی کاشت ایشیا میں ہوئی ہے اب تو افریقہ، امریکہ وغیرہ میں بھی خوب زوروں سے اسکی کاشت ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں بھی پہاڑوں کی ترائی اور میدان میں اسکی کاشت کامیابی سے ہو رہی ہے

ادرک سوکھنے پر سونٹھ کہلاتی ہے اور بڑے فائدہ کی ہوتی ہے

موہن۔ اچھا جب اتنی دور اس کی کھیتی ہوتی ہے تو ہم بھی اپنے ضلع میں ... صوبے میں اس کی کھیتی کرائیں گے اچھا اس کی کھیتی کے لئے زمین کیسی ہونی چاہئے۔

روہن ادرک کی کاشت کرنے کے لئے دومٹ زمین سب سے اچھی ہوتی ہے خصوصاً اس دومٹ زمین میں جہاں پانی زیادہ برسے لیکن اس کی جڑوں میں پانی نہ اکٹھا ہونے پائے۔ اپنے ملک میں یہ ہر ایک گرم، زیادہ بارش والے صوبے میں اس کی کھیتی آسانی سے کی جا سکتی ہے اس کے لئے زمین ہلکی بھربھری اور ملائم بنانی چاہئے۔ اور کھیت میں کنکر پتھر نہ رہنے دینا چاہئے اور جوتائی گہری رہنی چاہئے۔ ملائم زمین میں اسکی جڑیں نیچے نیچے خوب پھیلتی ہے۔ ادرک بونے کے قبل جیٹھ بیساکھ میں چار پانچ دفعہ اسکو خوب جوتنا چاہئے۔ اور اساڑھ تک اچھی بارش ہونے کے پہلے ہی کھیت خوب تیار کر لینا چاہئے۔

موہن۔ اور بیج کیسا ہونا چاہئے۔

روہن۔ کسان اچھی اچھی ادرک کی گانٹھیں اپنی فصل سے نکال کر بیج کے لئے چن لیتے ہیں۔ یہ گانٹھیں گوبر اور رگسلی مٹی کے ساتھ احتیاط سے گھڑوں میں رکھدی جاتی ہیں۔ بیج رکھنے میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے بیج سوکھ نہ جائے۔ ورنہ پھر وہ بونے کے کام کے نہیں رہ جاتے۔ اس کی گانٹھیں زمین میں گاڑ دی جاتی ہیں جیسے ہلدی کی کاشت میں اسکا پودہ تقریباً دو ہاتھ اونچا ہوتا ہے اور اس کی پتی بانس کی طرح ہوتی ہے۔

موہن۔ اور کھاد کیسی ہونی چاہئے اور کتنی چاہئے۔

روہن۔ ایک بیگھہ میں تقریباً بارہ گاڑی خوب سڑی ہوئی کھاد ڈالنی چاہئے بونے کے پہلے کھاد کو مٹی میں خوب ملا کر ڈالنا چاہئے۔ ہر ایک جوتائی کے بعد کھیت کو پاٹا پھروا کر برابر کرا دینا چاہئے۔ تاکہ ڈھیلے پھوٹ جائیں اور مٹی باریک ہو جائے اور کھاد اچھی طرح سے مل جائے۔ کھاد تھوڑی تھوڑی ڈالنی چاہئے۔ کنڈے یا اُپلے کی راکھ فی بیگھہ تقریباً ۲½ یا ۳ من ڈالنی چاہئے۔ یہ راکھ دو بار ڈالنی چاہئے نصف بیج بوتے وقت اور نصف پودہ اُگنے کے وقت ڈالنی چاہئے اور ایک بیگھہ میں ۳ من ہڈی کی چور گوبر کے ساتھ ملا کر ڈالنی چاہئے۔

موہن۔ ہم لوگ کھاد ڈالنے میں بڑی کنجوسی کرتے ہیں فصل اچھی تو کیونکر ہو۔ اچھا اب اسکے بونے کی ترکیب بتائیے

روہن کھیت تیار کرنے کے بعد چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنائیے اور ہر ایک دو قطاروں کے بیچ میں سینچائی کی نالی یا برہا بنانا چاہئے جس سے برہا کے دونوں طرف کیاروں کی قطاروں میں پانی اچھی طرح پہنچ جائے۔ اسکے بعد ایک ایک فٹ کے یا ڈیڑھ بالشت کے فاصلے پر چھ یا سات انگل کے سوراخ بنانے چاہئیں۔ ان سوراخوں میں ادرک کی گانٹھ سے کاٹے تین تین انگل کے کلوں کے ٹکڑے رکھکر سوراخ مٹی سے ڈھنک دینا چاہئے۔ ایک بیگھہ میں تقریباً ۷ من بیج لگتے ہیں۔ اس لئے ان کیاریوں میں سوکھی پتی ڈالدی جاتی ہے۔ لیکن ان میں کیڑے نہ ہونے چاہئیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پتی میں بار بار پانی پڑنے سے وہ سڑ کر کھاد ہو جاتی ہے اور نمی برقرار رہتی ہے۔

موہن۔ واہ واہ۔ بڑی اچھی بات بتائی آپنے۔ میں غور سے سنکر اسکو کام میں لاؤنگا لیکن بیج کے واسطے ادرک بڑی حفاظت سے رکھنی چاہئے۔ کہیں کہیں بیج کے لئے ادرک کی کھدائی پھاگن یا چیت میں کیجاتی ہے جب پودھا مرجھا جاتا ہے تو سب سے اچھی جڑیں [illegible] سائے میں سکھا لیتے ہیں اور رکھنے یا ادرک کی خشک پتی زمین میں بچھا کر ادرک کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اوپر سے کچھ پتی ڈالکر چکنی مٹی سے ڈھک دیتے ہیں تاکہ ہوا اندر نہ جا سکے اور بیج بونے کے وقت تک اچھی طرح رہ سکے۔ اسکے بونے کا وقت چیت سے اساڑھ تک ہوتا ہے چیت میں بونے سے ہر پانچویں دن سینچائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادرک کی کونپلیں سوکھی گھاس یا کیلے کے پتوں سے ڈھنک دینی چاہئے۔ لیکن شروع برسات میں بونے سے ڈھنکنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن زمین میں پتی ضرور بچھا دیں۔ اس سے گھاس کم ہوتی ہے اور نمی برقرار رہتی ہے نیز سینچائی کی ضرورت کم پڑتی ہے۔

موہن اور سینچائی کے بارے میں تو آپنے کچھ بتایا ہی نہیں۔

روہن۔ برسات کے شروع میں بونے سے سینچائی کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن جیٹھ بیساکھ میں بونے سے دوسرے تیسرے دن پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور نیم کی کھلی باریک کرکے ڈلوا دینی چاہئے۔ بارش کے بعد تین چار سینچائی کرکے پیڑ چڑھا دے۔ اور اچھی طرح پک جانے پر کھود لینا چاہئے لیکن فصل بھر میں پانچ چھ بار گوڑائی ضرور کرے اور گانٹھ پڑنے پر جڑوں میں مٹی چڑھانا ضروری ہے گوڑائی کرنے سے گھاس پھونس نہیں رہتی۔

موہن۔ اچھا لیکن ابھی اسکی فصل پکنے کی پہچان تو بتائی ہی نہیں۔

روہن۔ ہاں ہاں یہ بھی سنئے۔ نومبر دسمبر تک یہ فصل تیار ہو جاتی ہے۔ اسکے پکنے کی پہچان یہ ہے، کہ پودھا مرجھا جاتا ہے اور پتی زرد پڑ جاتی ہے اور گرنے لگتی ہے۔ جب پتیاں زرد پڑ جائیں اور پودہ سوکھنے لگے تو ادرک کھود لی چاہئے۔ کھدائی پھرڑوے سے کرنی چاہئے۔ پہلے پودوں کو پھرڑوے سے الٹ دیتے ہیں اور گانٹھیں مٹی سے چن چن کر رکھ لیتے ہیں پھر پانی میں ڈالکر ہلکے ہاتھوں سے ریشہ نکالدیتے ہیں۔ بس یہی ادرک بازار میں آسانی سے بیچی جا سکتی ہے۔

موہن۔ لیکن پہلے تو آپنے سونٹھ بھی بتائی تھی۔ یہ کیسے بنتی ہے اور بیچنے والی ہوتی ہے۔

روہن۔ اوہو اچھی یاد آئی۔ یہ تو ہم بھولے ہی جا رہے تھے سنو۔ سونٹھ دو طرح کی ہوتی ہے (۱) سفید یا بینرا (۲) سیاہ۔ دواؤں میں ہمیشہ سفید پڑتی ہے۔ ادرک ہمیشہ سائے میں سکھانی چاہئے دھوپ میں سکھانے سے اسکا مزہ اور خاصیت کم ہو جاتی ہے۔ سکھانے کے پہلے گانٹھوں کو چوڑے منہ کے برتن میں اُبال لیتے ہیں۔ پھر کچھ دن سائے میں سکھانے کے بعد چونے کے پانی میں ڈبوتے ہیں اور جوش دیتے ہیں۔ گانٹھوں کو جوش دینے کیلئے زمین میں گاڑ دیتے ہیں جوش دینے کے بعد سفید یا بینرا سونٹھ تیار ہوتی ہے اور یہی بازار میں فروخت ہوتی ہے۔

موہن۔ بھلا ایک بیگھے کی کھیتی میں کتنی ادرک پیدا ہوتی ہوگی اور کتنے کی فروخت ہوتی ہوگی۔

روہن۔ اگر اچھی زمین ہے اور موسم اچھا رہا تو ایک بیگھہ میں ۱۲۵ من تک ادرک ہوتی ہے اور اگر اس سے سونٹھ تیار کیجائے تو ۲۵ من تک تیار ہو جائیگی اسطرح سے ۲۰۰ روپئے تک مل سکتے ہیں اگر خالی ادرک بیچی جائے اور اگر سونٹھ بنا کر بیچیں تو ۳۰۰ روپئے تک مل سکتے ہیں۔ لیکن ادرک کی کاشت ہمیشہ بازار دیکھکر کرنی چاہئے کہ کیسی ضرورت ہے۔ اور اپنا منافع دیکھ لینا چاہئے۔

موہن۔ ادرک کے ساتھ کیا اور کچھ نہیں بویا جا سکتا

روہن۔ ہاں چھوٹی موٹی چیزیں جیسے سرخ مرچ ہلدی بو سکتے ہیں۔ لیکن ہر سال اسی کھیت میں ادرک نہ بونی چاہئے بلکہ فصلوں کو بدل کر بونا چاہئے۔

موہن۔ اور کیا ہم ادرک کو ہمیشہ ہری نہیں رکھ سکتے؟

روہن۔ تقریباً ۹ ماہ مہینے تک رکھ سکتے ہیں بنگال میں کچی ادرک کا بہت رواج ہے۔ یہ ادرک کو سرد اور اندھیرے کمرے میں رکھتے ہیں جہاں ٹھنڈی ہوا آسانی سے پہنچ سکے اسطرح سے رکھے ہوئے ادرک کے ڈھیر کو سڑنے سے بچانے کیلئے روزانہ الٹتے رہنا چاہئے اور دو ڈھیر لگاتے ہیں جن گانٹھوں کے سڑنے کا شبہ ہو انہیں استعمال میں لے آئیں یا پھینک دیں اور ادرک کے ڈھیر پر پتے رکھکر ان پر پانی چھڑکتے رہتے ہیں اس طرح سے ادرک کو ۹ مہینے تک رکھ سکتے ہیں اور یہ اچھی قیمت پر بیچی جا سکتی ہے۔

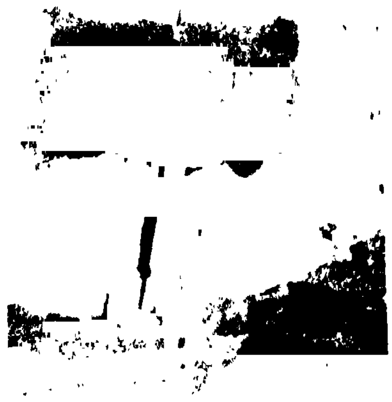
بھاری بوجھ ڈھونے کا ایک انوکھا بیلا

از جناب پی [illegible] جوان [illegible] اسسٹنٹ [illegible] کالج آف
ایگریکلچر پونا [illegible] ٹریننگ [illegible]

[illegible] کن کے کسانوں کو گھاس پھوس منانے کے لئے، جھونپڑیوں اور زمین [illegible] کے لئے مستقل کچھ بنانے کے لئے جنگلوں [illegible] کاٹ کر وہاں کی ڈھالو پہاڑیوں [illegible] بوجھ بنا کر لانے میں بہت زیادہ محنت [illegible] ہے یہاں کے [illegible] جنگل سے دور تک لے جانے کے لئے ایک [illegible] ہتھیار کا استعمال کرتے ہیں [illegible] میں "بیلا" کہتے ہیں۔

بیلا بوجھ ڈھونے [illegible] ایک [illegible] کا بنا ہے [illegible] اور بلی لکڑی کا [illegible] ہوتی ہے اور [illegible] چکنا، نوکیلا اور [illegible] نیچے کے حصہ سے [illegible] لٹھے کے بیچ میں ۳ انچ × ایک انچ × ۲ انچ کاٹ دیتے ہیں۔ اس کے بعد جنگلی بیلوں سے بٹے ہوئے گھوڑے سے نال کی شکل کی بنی ہوئی ایک مضبوط چیز کو جسے [illegible] کہتے ہیں لٹھے پر [illegible] میں۔ یہ لاک ہینڈل [illegible] × ۱ × ۱ کی دو لکڑی کی تیلیوں کے بیچ میں [illegible] ہے جو کہ لٹھے کے سوراخ میں لگا دی جاتی ہے اور ایک اس کے اوپر اور دوسری اس کے نیچے ہوتی ہے۔ یہ لٹھے کے چاروں طرف [illegible] ہے اور لکڑی کی ان دو کیلوں سے [illegible] جاتی ہے۔ اس کا کنارہ کمان کی طرح رسی سے باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے اوپر ناریل کے ریشوں کا ایک موٹا پیڈ بنا دیا جاتا ہے۔ اس کے پیڈ کو [illegible] جنگل کی بیلوں سے نکلے ہوئے ریشم کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح سے بنائے ہوئے لٹھے کا بوجھ چار یا پانچ پونڈ تک ہوتا ہے اور دام دس یا ۱۲ آنے ہوتا ہے۔ یہ لٹھا اونچی پہاڑیوں [illegible] بوجھ لے جانے میں بڑی مدد دیتا ہے۔ [illegible] کاٹنے [illegible] پودوں کو لے جانے میں تو بہت زیادہ سہولت ہوتی ہے [illegible] ہاتھ سے اٹھا کر سر پر [illegible]

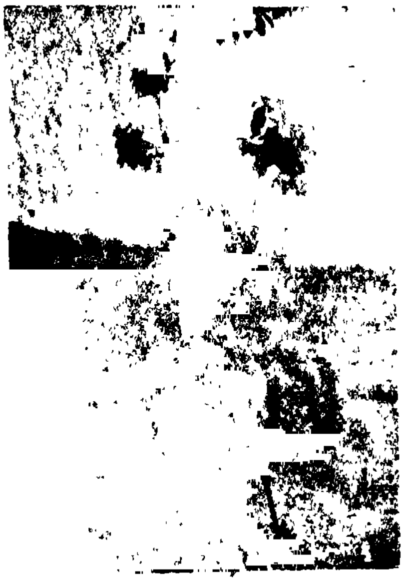
[illegible] بوجھ اٹھانے [illegible] لیتے ہیں [illegible] حصہ [illegible] اور [illegible] دیتے ہیں [illegible] اٹھاتے ہیں اور [illegible] کو ایک دم سیدھا کر دیتے ہیں اور لٹکے ہوئے [illegible] دیتے ہیں۔ [illegible]



[illegible] بوجھ [illegible]

بوجھ کو [illegible] بوجھ ڈھونے والا [illegible] کے سہارے اس بوجھ کو اپنے سر پر اٹھاتا ہے اور آہستہ آہستہ [illegible] لیتا ہے وہ اپنے [illegible] لٹھے کے نچلے حصے کو پکڑتا ہے اور [illegible] بوجھ کو سنبھالا جاتا ہے۔

جب کبھی اسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے وہ نیچے جھک جاتا ہے اور لٹھے کے نچلے حصے کو زمین سے لگا کر بوجھ [illegible] کے سہارے



[illegible]

کھڑا کر دیتا ہے۔ آرام کرنے کے بعد وہ اپنے بوجھ کو خود بخود اٹھا لیتا ہے اور پھر اپنی راہ لیتا ہے۔ ایک مضبوط آدمی بلا کسی مدد کے بیلے پر تقریباً ۱۲۰ سے ۱۴۰ پونڈ کا بوجھ لے جا سکتا ہے جبکہ وہ بلا اس کی مدد کے [illegible] پونڈ کا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتا۔ بیلے کے سہارے وہ اپنے بوجھ کو کہیں بھی ٹکا کر آرام کر سکتا ہے اور [illegible] اپنا بوجھ اتار کر دوبارہ اٹھا کر بلا تکان کافی دور تک لے جا سکتا ہے۔ یہ چیز بہت سستی ہے اور اسکے بنانے کے سب سامان جنگلوں ہی میں پائے جاتے ہیں۔ کونکن میں کام میں آنے والے کانٹے دار پودوں کے ڈھونے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔

اس لٹھے کے نیچے لوہے کا ایک گول نال لگانے سے بوجھ ڈھونے والا بوجھ کو نڈر ہو کر پیر کے سہارے کھڑا کر سکتا ہے اور لٹھے کے کھسکنے کا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ لکڑی کے بجائے لوہے کی لاک ہینڈل زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ لیکن ان سدھاروں میں زیادہ دام لگے گا اور بوجھ بھی بھاری ہو جائے گا۔ بوجھ ڈھونے کے لئے بیلا کی طرح آسان اور سستا اور کوئی سامان نہیں ہو سکتا۔

(ترجمہ از انڈین فارمنگ)



گاؤں کے گیت

کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے

(از جناب ... ...)

[یہ گیت گذشتہ ... کو دیہاتی پروگرام کے مناظرہ میں آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ ... آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کی اجازت سے یہاں شائع کی جاتی ہے]

با چھے لہرا ہر مچیا وت ہے
تب چارہ پانی لاوت ہے
نہیں ملت سکے پر پانی ہے
محنت تو آٹھوں یام کریں
دن رات بچارے کام کریں
بدھی کی گتی گیات نہ جانی ہے
نت سپنا دوارے کھڑے رہیں
ہاں ضلع دار ہوں پڑے رہیں
یہ پدھتی بہت پرانی ہے
چاہے ہوئے جیٹھ کی دھوپ کڑی
یا ماگھ پوس کی ٹھنڈ بڑی
دے سوا کی داہ اگانی ہے
جوتتی ہیں او بھیاوت ہیں
ڈیوڑھے پر لیکے لواوت ہیں
پیچھے کا ملت نہ پانی ہے
کبھو تو بھیّا آدت ہے
کبھو پالا پڑ جاوت ہے
نہی جات بہت بکھانی ہے
کہوں کیری گنّا کھانے رہی
کہو دن پہ گیروی چھائے رہیں
سرکار دکی نہ کسانی ہے
کہوں بندر دُند مچائے ہیں
کہوں گھوس موس ٹھتیائے ہیں
سن سن کے مت چکرائی ہے

دوئی بھر جوت ... آدت ہے
نادھ ... کھواوت ہے
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
پل بھر نہ کبھو وشرام کریں
کھیتوں پہ ... کام کریں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
ٹھواری دیوتا اتر ... رہیں
اندرئی کہوں کہاں لگ کھڑے رہیں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
ساون بھادوں کی میگھ جھڑی
اُن کی کوئیں ہے مچی کھڑی
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
اور کھاد خوب بھراوت ہیں
رکتن کے آنسو بہاوت ہیں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
کبھوں سوکھا تر ساوت ہے
بوڑ لوہی خوب ستاوت ہے
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
کہوں ٹڈی اُدھم مچائے رہی
کہوں گندھی غضب ڈھائے رہی
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
کہوں سور سیار ستائے ہیں
اُتپات نہ جات گنائے ہیں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
گھر بھر کھیتی کا یوگ کریں
تب دو ... بھوک کا روگ کریں
کتنی نوین نادانی ہے

تب کاٹ لانک سے آوت ہیں
دالوت ... اُٹھرباوت ہیں
بدلی سے راس اسانی ہے
ہیوں تیوں کے راس لگاوت ہے
ربو اور لگان بھگتاوت ہے
بپتت ایسن زندگانی ہے
اب گھر والن کی کتھا کہیں
یا کام کاج کی بیرتھا کہیں
دکھیں سب عمر ... ہے
کھو ... پانی بھری جائے
... جیسے جائے
تنکوں ... ہوں اڑسانی ہے
... بناوت ہے
تب اپنا بھوگ لگاوت ہے
نت سا ست سا سو بٹھائی ہے
ادھیرئی کے فرصت پاوت ہیں
پھر ... کے ڈھنگاوت ہیں
... مال ملی جوانی ہے
بڑھئی بڈھوں کو ڈرے سدا
کو نئے پیسے سب کرے سدا
پھر پائے پڑی ... تھانی ہے
دیوی کا روپ نکھر یا ہے
گہنا ہے اور نہ گریا ہے
یہ ان کی رام کہانی ہے
با پاپ پر بٹے بھوگ کریں
آدر نہ تیہو پر لوگ کریں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے

کھلیان میں ڈھیر لگاوت ہیں
... کول بیاج نہ پاوت ہیں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
دیوی دیوتا سناوت ہے
جو بچا کچھا سو پاوت ہے
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
لڑکا بالن کی بلبھا کہیں
بپنا ہیں تنک نہ بیتھا کہیں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
سو جوکا ... کرے جائے
کھیتوں میں جرے اور مرے جائے
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
سب کا بیٹھا سے جیئوادت ہے
بھر پیٹ نہ کبھوں پاوت ہے
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
سوا کو ہے لگاوت ہیں
کچھ دیر ... نھیں لماوت ہیں
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
کچھ ملت رہے اٹھ پڑے سدا
سب چیز اٹھا دے دھرے سدا
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے
بیچ بیچ سنتوش کی مڑیا ہے
پہنے دوئی لاکھ کی چوڑیا ہے
کو کہئی کہ سنگم کسانی ہے

اندھے پن سے بچنے کی ترکیبیں

[illegible] بلائنڈنیس یو۔پی کی طرف سے [illegible] شائع کیا گیا ہے [illegible]

آنکھ دُکھنا۔ آنکھ دُکھنے سے [illegible] بڑی لاپرواہی [illegible] جاتا ہے [illegible] ٹھیک نہ ہونے سے آنکھ پھوٹ جاتی ہے

۱۔ [illegible] کی دوا سے بچنا چاہیے

۲۔ [illegible] ہو کبھی پٹی نہ باندھنی چاہیے

۳۔ نمک سے [illegible] دھونا چاہیے [illegible] وقت میں لگانا چاہیے۔

۴۔ آنکھ کو [illegible] بچانا چاہیے۔

۵۔ اگر آنکھ [illegible] فوراً آنکھ کے ہسپتال میں ٹھیک علاج [illegible] چاہیے۔

چیچک۔ چیچک سے [illegible] بچوں کی آنکھیں جاتی رہتی ہیں اور ہزاروں آنکھوں میں جالا پڑ جاتا ہے۔

۱۔ چیچک کا ٹیکہ لگوانا بہت ضروری ہے۔

۲۔ چیچک کے وقت آنکھ بالکل صاف رکھنی چاہیے۔

۳۔ آنکھ میں سُرخی ہونے ہی نمک کے پانی سے دو تین بار دھونا چاہیے۔

۴۔ سوتے وقت پگھلا ہوا گھی لگا دینا چاہیے جس سے آنکھ نہ چپکے۔

گرمی۔ (آتشک) اس بیماری سے علاوہ ظاہری بدن کے دونوں کے آنکھ کے پردے پر بھی زیادہ اثر پڑتا ہے جو کہ ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہے اور آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ اس بیماری کا اثر اُن کے بچوں کی آنکھوں پر بھی پڑتا ہے کیونکہ خون میں آتشک کا [illegible] موجود [illegible] ہے

۱۔ [illegible] سے بچنا چاہیے

۲۔ [illegible] بیماری ہونے پر جلد اور ٹھیک علاج [illegible] چاہیے۔

[illegible] اس بیماری کا [illegible] اگر [illegible] لگ جانے [illegible] تو آنکھ [illegible] لگتی ہے اور زخم [illegible] پھوٹ جاتی ہے۔ اس لئے اس بیماری سے [illegible] چاہیے

[illegible] آنکھ میں [illegible] پانی سے [illegible] میں ڈال دی جاتی ہے) کے بجائے پانی سے آنکھ دھونی چاہیے۔

[illegible] آنکھ کے ہسپتال میں علاج کرانا چاہیے۔

تیز دوا۔ زیادہ تیز دوا بھی لگنے سے آنکھ خراب ہو جاتی ہے۔

۱۔ تمباکو، عقر قرحا، سفیدہ، پھٹکری [illegible] وغیرہ کا استعمال نہ کرنا چاہیے۔

۲۔ [illegible] استعمال کرنا چاہیے۔

آنکھ کی کمزوری۔ بچوں کو پڑھنے بھیجنے سے پہلے خاص طور سے دیکھ لینا چاہیے کہ وہ دور اور نزدیک کی چیزیں ٹھیک طور سے دیکھ لیتے ہیں یا نہیں۔ اگر کم دکھائی دیتا ہے تو کسی آنکھ کے ہسپتال میں عینک دلا کر پڑھنے بھیجنا چاہیے۔

کمزوری سے اندھا پن۔ کم عمر میں شادی ہونے سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں بہت کمزور ہوتے ہیں یا بعد میں اگر وہ کسی اور وجہ سے کمزور ہو جاتے ہیں تو ان کی آنکھوں کی چمک جاتی رہتی ہے اور سیاہ پُتلی دھندلی ہو جاتی ہے۔ ایسی کمزوری کو دور کرنے کے لئے بچوں کو گھی، دودھ، پھل وغیرہ دینا چاہیے۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شادی کم عمر میں نہ کی جائے۔

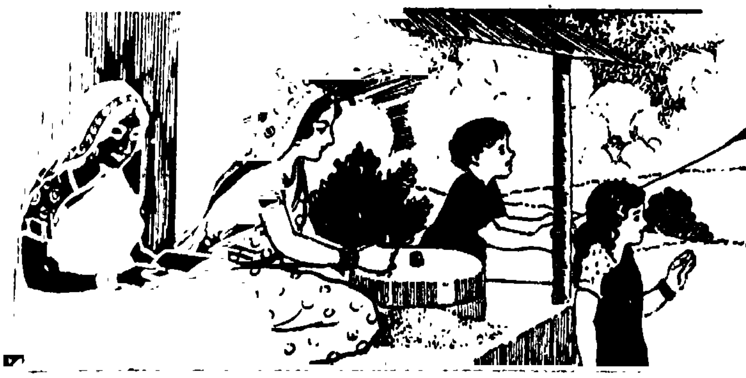
چوٹ لگنے سے اندھا پن۔ فصل کے کاٹنے اور مانڈنے کے وقت جو یا دوسرے اناج جن میں سینک کی طرح نوکدار بالیاں ہوتی ہیں آنکھ میں گر جاتی ہیں یا دوسری کسی قسم کی چوٹ لگ جانے سے آنکھ میں زخم ہو جاتے ہیں اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے۔

۱۔ جن کاموں میں چوٹ لگ جانے کا اندیشہ ہو انھیں معمولی عینک لگا کر کام کرنا چاہیے۔

۲۔ چوٹ لگنے پر آنکھ کے ہسپتال میں فوراً علاج کرانا چاہیے۔

[illegible] سر سے اندھا پن۔ سر میں درد، آنکھ میں روشنی کی کمی یا آنکھ میں سُرخی ہونا جسے سمبل پانی یا کالا موتیا کہتے ہیں۔ جب یہ سب باتیں ہوں تو فوراً ہی آنکھ کے ہسپتال میں علاج کرانا چاہیے اس بات کا انتظار نہ کرنا چاہیے کہ آنکھ تیار ہو جائے یا بالکل کم دکھلائی دے تو علاج شروع کریں۔

موتیا بند۔ آہستہ آہستہ روشنی کم ہوتی جاتی ہے اور آنکھ میں تینگرے لگنے لگتا ہے۔ چیز دوہری معلوم ہونے لگتی ہے سامنے پھول معلوم ہونے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر کو دکھا کر اطمینان کر لینا چاہیے کہ آیا موتیا بند ہے، اگر ہے تو پکنے کا انتظار کیا جائے اور پکنے پر معمولی ڈاکٹروں سے آنکھ کبھی نہ بنوانی چاہیے کیونکہ سینکڑوں میں آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے آنکھ کے ہسپتال میں آنکھ بنوانی چاہیے۔



عورتوں اور بچوں کی دنیا

دیہی تعلیم نسواں

از جناب رنبیر ورما، پربھاکر ٹیکنیکل افسر، گاؤں سدھار، بلو ہبلی

موجودہ زمانے میں جبکہ پل پل بھر میں زمانے میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں، ساری دنیا میں بڑے بڑے انقلابات رونما ہو رہے ہیں، جہالت اور صدیوں کی فرسودہ رسموں اور برائیوں کے قلعے گرائے جا رہے ہیں، غلامی اور جہالت کی بنیاد کھودی جا رہی ہے، دنیا میں نئی روشنی اور نئی سوسائٹیاں بنائی جا رہی ہیں۔ ان لہروں سے ہندوستان بھی نہیں بچا ہے۔ ہندوستان میں بھی زندگی اور بیداری کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ صدیوں سے غلام، اپاہج اور کمزور کہی جانے والی عورتوں نے بھی ایک حد تک کروٹ بدلی ہے۔

ہمارے یہاں صدیوں سے عورتیں مردوں کی تفریح کا ذریعہ سمجھی جاتی رہی ہیں۔ ہمارے ملک میں مرد عورتوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ترقی کر گئے ہیں۔ مذہبی مقامات پر اسی کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ علم و ادب اور فنون لطیفہ میں بھی وہی پیش پیش ہیں اور تعلیم میں بھی وہ بہت آگے ہیں۔ عورتوں کو نہ پڑھنے کی سہولت ہے نہ آزادی ہے کہ گھر سے باہر نکل سکتی ہیں۔ پردہ اور رکھ رکھاؤ کمبخت سانپ کی طرح انھیں جکڑے ہوئے ہیں۔ چولھا برتن، رونا دھونا، بال بچے پیدا کرنا ہی ہندوستانی عورت کی زندگی کی کہانی ہے۔

عورت اور مرد دونوں باہم ایک دوسرے کا تکملہ کرنے والی طاقتیں ہیں۔ ان کے متحد ہو کر رہنے میں سماج میں طاقت ہے زندگی ہے اور مسرت ہے نفاق اور موت ہے۔ جب دونوں کی خوبیوں اور طاقتوں میں یکساں طور پر توسیع نہ ہوگی تو اس کا پورا اور جائز استعمال نہ ہو سکے گا۔

ملک کی اصلاح اور ترقی کے لئے ضروری ہے کہ دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو آگے کھینچیں۔ جب سے عورتیں پردے میں ہو کر گھروں میں بیٹھ گئی ہیں اور تہذیب کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری صرف مردوں کے کندھوں پر رہ گئی اس وقت سے تہذیب کی ترقی یک طرفہ ہو کر رہ گئی ہے۔ جب تک عورتیں جہالت کے بھوت کو دور کر ملک کی سماجی، تہذیبی ترقی میں حصہ نہ لیں گی اس وقت تک ہماری دیہاتی تہذیب آگے نہیں بڑھ سکتی۔



برطانیہ کے وزیر اعظم کی چھوٹی دختر مس میری چرچل آگزیلری ٹیریٹوریل سروس ٹریننگ ڈپاٹ میں اپنے کوارٹر کی صفائی کر رہی ہیں۔



ایک شیعہ کی بیوی اور ... اور اُس کی دختر۔

عورتوں کی تعلیم مردوں سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ مرد عام واقفیت کی باتیں بازار منڈی، شہر اور قصبوں میں جا کر جان لیتا ہے لیکن گاؤں کی عورتوں کے لئے یہ آسان نہیں ہے۔ ملک کے دیہاتی باشندوں کی ترقی کے لئے صرف مردوں ہی کو خواندہ بنانے سے اصلاح نہ ہو سکے گی۔ خواہ گاؤں کے سو فی صدی مردوں کو خواندہ بنا دیا جائے پھر بھی گاؤں کی اصلاح ناممکن ہے۔ تہذیب اور بچوں کی اصلاح کے لئے گاؤں کی عورتوں کے لئے تعلیم کا انتظام کرنا نہایت ضروری ہے۔

دوسرے ممالک کی ترقی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی تعلیم دیکر ترقی ہوئی ہے۔ جو سیاسی، سماجی، سائنٹفک، کیمیاوی ترقی غیر ممالک میں نظر آتی ہے اُس میں وہاں کی تعلیم یافتہ عورتوں کا خاص ہاتھ ہے۔

ماں کی گود سے حاصل ہونے والی تعلیم بچہ کے آگے آنے والے راستہ کی رہنما ہوتی ہے۔ عالم طفولیت میں دل میں پیدا ہونے والا خیال ہی نوجوان ہونے پر نشو و نما پاتے ہیں۔ ... تعلیم یافتہ ... نیک کردار ہے تو بچہ ... انہیں اوصاف کا حامل ہوگا اور وہ آگے چل کر اپنی دیہاتی اور سماجی ذمہ داری کو محسوس کر سکے گا ... اور ترقی وطن کے لئے ... بناتا ہوا دنیا میں آرام و اطمینان کی زندگی بسر کر سکے گا۔

ایک ... اور دوسرا ... والا ... کبھی بھی آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی میں ... نہیں رہ سکتا یہی بات مرد و عورت کی تعلیم سے بھی صادق آتی ہے۔

ہماری قومی ترقی کی تحریک کے آگے نہ بڑھنے کی وجہ ہندوستان کی نصف آبادی کا قطعی جاہل ہونا ہے۔

ایک جاہل دیہاتی عورت جس کے اصول صحت، خانہ داری، دستکاری، ذرائع آسائش کے طریق، تربیت اطفال، چرخا کات کر سوت یا کپڑا بننے کا فن، مریض کی تیمارداری، کھانا عمدہ طریقے پر پکانے کے قاعدوں کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح اپنی خانگی زندگی اور خاندان کو ... کر سکتی ہے۔

بلاشبہ دیہاتوں میں اصلاح کرنے کے لئے عورتوں کی تعلیم ضروری ہے اور انہیں معقول قسم کی تعلیم دی جانی چاہئے۔ لڑکیوں کو شہروں اور بڑے قصبوں میں تعلیم ضرور دی جاتی ہے مگر وہ تعلیم ایسی ہوتی ہے کہ لڑکیاں خانہ داری کے کاموں سے نفرت کرنے لگتی ہیں اور شوقین مزاج بن جاتی ہیں۔ دیہاتی لڑکیوں کو ایسی تعلیم دی جانی چاہئے جو اُن کو آئندہ زندگی کی ذمہ داری کو سمجھانے والی ہو۔ انھیں حسب ذیل موضوعات پر خاص طور سے تعلیم دی جانی چاہئے۔

۱- گھر کی صفائی - جھاڑنا، بہورنا، لیپنا، پوتنا، سفیدی اور چھوٹی موٹی مرمت۔

۲- اناجوں کی صفائی، دھان کوٹنا، دال نکالنا اور آٹا میدہ پیسنا۔

۳- دہی جمانا - مکھن تیار کرنا۔

۴- مختلف قسم کے کھانے پکانا۔

۵- قدرتی علاجوں کے متعلق واقفیت اور ابتدائی علاج۔

۶- کپڑے صاف کرنا، رنگنا، چھاپنا۔

۷- کشیدہ کاری۔

۸- اوٹنا، دھننا، سوت کاتنا - کپڑے بننا۔

۹- دیوار پر مصوری کرنا اور چوک پورنا۔

۱۰- حفظان صحت، تیمارداری۔

۱۱- زچہ خانہ میں دائی کا کام۔

۱۲- بچوں کی تربیت و تعلیم۔

۱۳- گانا بجانا۔

۱۴- پڑھنا لکھنا - خانگی ضروریات کے حساب کتاب - عام معلومات معمولی تاریخ و جغرافیہ۔

مندرجہ بالا کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم ہونا کامیاب دیہاتی عورتوں کے لئے ضروری ہے۔

صوبجاتی حکومت نے لڑکیوں کے لئے مدرسے کھولے ہیں لیکن وہ گاؤں کی ضروریات کے لئے ناکافی ہیں گاؤں والوں کی امداد باہمی سے گاؤں گاؤں میں لڑکیوں کے سکول کھلنے چاہئیں اور اس کے خرچ کے لئے خود مل کر انتظام کرنا چاہئے۔ گاؤں کے پڑھے پنڈت یا مولوی ایسے مدرسوں کو آسانی سے چلا سکتے ہیں یا گاؤں کی کوئی پڑھی

جل

لکھی خاتون ایسے مدرسوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر توسیع تعلیم کا کام کرسکتی ہیں۔

گاؤں میں کامل طور پر تعلیمی اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ گاؤں کی عورتوں کو تعلیم یافتہ بنایا جائے گاؤں کی بالغ خواتین میں توسیع تعلیم کی کوشش کی جائے۔ انھیں پڑھنے لکھنے کے ساتھ ساتھ دیگر مفید باتیں بھی سکھائی جائیں گاؤں کی عورتوں کی ایک سوسائٹی قائم کرنا بھی ضروری ہے جو بھجن، رامائن وغیرہ کی مدد سے قائم ہوسکتی ہے۔ انھیں ایک جگہ پر بیٹھ کر اچھی باتیں کرنے کا عادی بنانا ضروری ہے۔ دیہاتی اُستانیوں کو گھر گھر میں جاکر گاؤں کی عورتوں سے میل جول بڑھانا ہوگا اور اُن کو اپنے پن کے تعلق سے خانگی باتوں میں اصلاح کی باتیں بتانی ہوں گی۔ گھر گھر میں جاکر صنعت وحرفت، صفائی اور تعلیم کے لئے راغب کرنا ہوگا۔

گاؤں میں مل کر تیوہار منانے کا اجتماعی طریقہ رائج کرنا ہوگا۔ زمانۂ جدید میں گاؤں کی عورتوں کو منظم کرنا بہت مشکل کام ہے۔ لیکن مسلسل محنت اور کوشش سے یہ کام آسان ہوجاتا ہے۔ گھروں میں رائج بُرے رسوم کو دور کرنا ہوگا۔ اس کے لئے انتھک محنت کرنی ہوگی۔

عورتوں کی تعلیم میں ہی گاؤں کی بھلائی مضمر ہے۔ گاؤں کی سماجی، اقتصادی اور سیاسی ترقی گاؤں کی عورتوں کی تعلیم کے ساتھ ہی ہوسکتی ہے۔

آرام واطمینان، عیش ومسرت کا واحد ذریعہ عورتوں کی ترقی ہے۔ دیہاتی عورتوں کی تعلیم کے لئے گاؤں والوں کو بہت زیادہ محنت کرنی چاہئے۔



آسٹریلیا جنرل ارمی سروس کی خواتین لاریاں اور بھاری بس چلاسکتی ہیں۔



برطانیہ امنرس لینڈ کی کچھ عورتیں لندن کے ایک اسٹیشن پر جارہی ہیں۔

کہانی



مسٹر کے۔ پی۔ راج گوپالن کی ایک تامل کہانی

شینگان

"آم کا یہ درخت آپ کے دادا کا لگایا ہوا ہے۔ وہ بڑے نیک آدمی تھے۔ اس کا پھل مصری جیسا میٹھا ہوتا ہے اور یہ ناریل کا پیڑ اسے انھوں نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ ادھر کے راستے پر سے چلئے۔ چند دن پیدل چلنے کی آپ کو عادت نہیں ہے شہر کے بابو جو ٹھہرے۔" اس طرح شینگان برابر بولتا جا رہا تھا۔

وہ اور میں دونوں میرے کھیت کی ایک طرف کی مینڈ پر چلے جا رہے تھے۔

میں نے پوچھا "اب کی فصل کب کٹے گی؟"

"کھیت میں تھوڑے دن لہلہاتے دھان لگیں گے۔ ابھی دھان ادھ پکے ہی ہیں۔ ادھر پچھم کی طرف کچھ پک گئے ہیں۔ یہاں آم کے سائے میں بیٹھ جائیے۔ ارے چھوکرے! چھوٹے بابو جی کے لئے دو کچے ناریل توڑ لانا۔"

میں ناریل کا پانی پینے کا طریقہ نہیں جانتا تھا۔ سارے بدن پر پانی بہنے لگا۔

یہ دیکھ کر شینگان ہنس پڑا اور ہاتھ سے اشارہ کرکے کہنے لگا "ناریل کو پیٹ سے یوں کس کر پکڑ لیجئے اور ہونٹ سے اوندھائیے۔"

اچھوت شینگان میرے دادا کے زمانے سے ہماری کھیتی کرتا آ رہا تھا۔ شوکنور گاؤں میں وہی ایک سب سے بڑا بوڑھا رہ گیا تھا۔ اس کی عمر اسی سال کی بتائی جاتی تھی لیکن دیکھنے پر وہ ساٹھ سال سے زیادہ کا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور ہاتھ میں اس کی جتنی لمبی اس کی ... کہا جاتا ہے کہ گاؤں میں جتنے لاکھی راستے ہوتے ہیں وہ سب بھنگی چمار ہوتے ہیں لیکن شینگان نہ بھنگی تھا نہ چمار کھیتی کرنا اس کا پیشہ تھا۔ بھوری زمین میں دھان کے پودے روپنا اس کا خاص کام تھا۔ ہرے بھرے چھانی بھرا دینے پودوں کے بیچ وہ ... کسی پیڑ کی مینڈ پر ... کرتا رہتا اور شام کو بھی کسی نہ کسی کام میں مصروف دیکھا جاتا تھا۔

کھیت سے باہر نکلنے پر بھی ہاتھ میں لاٹھی اور کمر میں لنگوٹی اس کی مستقل ساتھی تھی۔ وہ سر سے پیر تک سیاہ کمبل اوڑھے رہتا جیسا برسات میں لوگ ٹاٹ سے ڈھنک لیتے ہیں۔ پیروں میں چپل، سیاہ فام، سفید مونچھیں، سر کے عین وسط میں چند پکے ہوئے سفید بال۔ یہی اس کی حلیہ تھی۔

"بہو جی تو اچھی ہیں؟ آپ کا بچہ کیسا ہے؟ کیوں نہ ایک بار بہو جی کو بھی یہاں لے آئیے؟" ان سوالوں کے ساتھ، کچھ دور پر بیٹھا ہوا شینگان اپنی چپل کی گانٹھ کس رہا تھا۔

(۲)

میں ہر سال فصل کے وقت گاؤں جایا کرتا تھا۔ نہ جانے پر شینگان میرا حصہ بھیج چھوڑتا تھا۔ وہ کچھ دیتا میں لے آتا۔ نصف رقم تو آنے جانے میں ہی صرف ہو جاتی۔

شینگان کا حصہ میرے دادا کے زمانے سے ہی طے ہو گیا تھا قرب و جوار کے کھیتوں کے حصے ... تھیں ... دونی ہو گئی تھیں۔ اس بار جب میں گیا تو گاؤں کے سب لوگ مجھے یوں دیکھنے لگے گویا وہ مجھ پر کوئی احسان کر رہے ہوں۔ کچھ لوگ میرے پاس آکر مجھے مشورے دینے لگے۔ ایک صاحب نے کہا "آپ بیچارے کبھی سال میں ایک بار یہاں آتے ہیں۔ گاؤں کی حقیقت آپ کیا جانیں۔ بوڑھا کسان آپ کو حصے کے نام پر آخر کچھ دیتا ہے یا نہیں۔ سارے گاؤں میں حصے کی قیمت بڑھا دی گئی ہے۔ آپ ہی کو شاید وہ بوڑھا دھوکا دے رہا ہے۔" انھوں نے کسی دوسرے کسان کو دونے حصے پر مقرر کرا دینے کا وعدہ بھی کیا۔

"نہیں جی، اس میں کون سی بات ہے۔ بوڑھا بہت دنوں سے ہماری کھیتی کا کام کر رہا ہے۔ اسی کو رہنے دیجئے۔" میرے اس جواب سے انھیں کچھ اور جرأت ہوئی۔

انھوں نے کہا۔ "آپ چپ رہئے جی یوں کسی کا لحاظ رکھنے سے کچھ نہیں بنے گا سارا انتظام میں خود کر دوں گا اور دیکھئے گاؤں والوں کے ساتھ آپ کو مل کر رہنا ہے یا نہیں۔ گاؤں والوں نے حصے کی جو شرح طے کی ہے وہ آپ کو بھی تو ملنی چاہئے اگر آپ شینگان کو ایسا ہی رہنے دیں گے تو یہاں کے کسان ہم لوگوں سے روٹھ جائیں گے۔ اس کا نتیجہ بہت خراب ہوگا۔"

"نہیں نہیں اسے نکالنے کا میرا ارادہ نہیں ہے اسی کو کھانے دیجئے۔ میرا گزارہ

اس زمین کے بھروسے تھوڑی ہو رہا ہے۔"
انھوں نے طنز کے ساتھ کہا "آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ واہ! پھر کیوں نہ دستاویز لکھ کر آپ زمین اُسی کے حوالے کر دیں؟ پھر آنے جانے کا یہ فضول خرچ بھی نہ ہوگا۔"

میں ہمیشہ ہر شخص سے مروت سے پیش آتا ہوں۔ کوئی بھی نیا آدمی ایک منٹ میں مجھے نچا سکتا ہے۔ میری چکنی چپڑی باتوں سے اس آدمی کے کان پر جوں تک نہ رینگی انھوں نے کسی دوسرے کسان کو مقرر کر کے میرے نام اقرارنامہ لکھوا کر لا دیا۔ میرے سامنے ایک بڑا سوال در پیش ہو گیا میں شینگان سے یہ بات کیسے کہوں اور اُسے کیسے نکالوں۔

(۳)

دوسرے روز کھیت کی طرف چلتے وقت میں سوچتا گیا کہ شینگان کو زیادہ باتیں کرنے کا موقع ہی نہ دیا جائے اور بیچ ہی میں سختی کے ساتھ اپنی بات سُنا دی جائے۔ دو تین بار میں وہی بات اُس سے کہنے جا رہا تھا۔ لیکن بات مُنہ سے نکلی ہی نہیں۔ گلے ہی میں اٹک کر رہ گئی۔

شینگان نے کہا "جیتا رہوں گا تو اگلے سال کنوئیں کی پکی جگت بنا کر پُر چلانے کا بھی انتظام کر دوں گا۔ بابو جی آپ میرے لئے دو بیگھا میں بیل خرید دیجئے۔ پھر دیکھئے میں اسی زمین میں اپنے ہاتھوں سونا پیدا کر کے دکھاؤں گا۔"

میں نے آہستہ سے کہنا شروع کیا۔
"شینگان تمہاری تو اب عمر ہی ختم ہو گئی ہے کھیتی باڑی کا کام تم سے بھلا اب کیا ہوگا۔"

آپ نے بھی خوب کہا! گاؤں بھر میں کون ایسا ہے جو میرے مقابلے میں کھیتی باڑی کا کام وقت پر اور اتنی ہوشیاری سے کر سکتا ہو؟ ندی کے پچھلے بہاؤ کا پانی جب تک ہمارا ہے —"

"تمہاری مدد کے لئے کوئی نہیں ہے نا؟"

"میرا بیٹا بوندلین اگر زندہ ہوتا تو آج اس سارے گاؤں کی کھیتی اپنے اوپر لے لیتا۔ پار سال چیچک سے —" اتنا کہتے کہتے شینگان نے ایک لمبی آہ کی۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر کہا "اسی کا ایک لڑکا ہے ابھی وہ ہے تو بچہ مگر پورے آدمی کا کام کر سکتا ہے۔"

شینگان پھر کچھ دیر تک چپ رہا۔ اس وقت میں اُس سے کیا کہتا۔ مجھے اپنی بات کہنا اچھا نہیں معلوم ہوا۔ آم کے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا شینگان اس وقت شاید چیچک کے اس حملے کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اسکے بیٹے بوندلین کو نگل لیا گیا تھا یکایک اس نے [illegible] کر مجھے غور سے دیکھا۔

"کیوں بابو جی! آپ سوچتے ہیں کہ میں کھیتی کے بغیر زمین کو بنجر بنائے رکھوں گا۔ میرے جیتے جی یہ نہ ہوگا۔ اس زمین مرہی نہیں ہے۔ اس کی مٹی خشک ہے۔ سات آٹھ بار اس میں بکریوں کا جھنڈ لگا رکھنا ٹھیک ہوگا۔ کیا ایسا کیا جائے؟"

شام ہو رہی تھی۔ دو ریر سیار شور کرنے لگے تھے۔

"چلئے۔ اب اندھیرے میں ہی گھر لوٹنا ہوگا بابو جی آپ کو اندھیرے میں چلنے کی عادت نہ ہوگی" یہ کہہ کر آگے رہنمائی کرتا ہوا شینگان تیز [illegible] گھر کی طرف چل پڑا۔ [illegible] کا پیچھا کرنا بھی میرے لئے کم مشکل نہیں تھا۔

"کیوں بابو جی! کھیتی کا کام مجھ سے [illegible] کی بات سوچ رہے ہو؟ میرے جیتے جی کوئی دوسرا اس میں ہل جوتے گا؟ ایسا بھی کہیں ہو سکتا ہے؟ کون ایسا ماں کا لال ہے جو میری زمین میں پیر رکھنے کی ہمت کرتا ہو .... یہ تو دیکھو کہ یہ زمین اس کے لئے کیسے اپجاؤ (زرخیز) ہوتی ہے۔"

کچھ دیر تک وہ چپ چاپ چلتا رہا۔ مینڈ پر ٹھوکر لگنے کے باعث کسی سینچے ہوئے کھیت کی کیچڑ بھری میں نے پیر رکھ دیا۔

"دور ہٹ دیکھئے۔ نالے میں پیر دھو لیں گے چالیس برس سے میں نے ان ہاتھوں سے مینڈ بنائے، نالے اور نالیاں بنائیں۔ بڑے بابو جی آج ہوتے تو مجھے نکالنے کا خواب بھی خیال نہ کرتے میں نے اس زمین کو اپنی آنکھوں کی طرح پال پوس کر ....." شینگان اور جانے کیا کہنے والا تھا۔ مگر یہاں پر ذرا رُک کر وہ ایک دم سے بول اُٹھا "میں اسے چھوڑوں گا نہیں بابو۔"

میں اپنے دل سے ایک فیصلہ پر پہنچ گیا میں نے کہا "میں تم سے کھیتی کی تبدیلی کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔"

"وہی تو کہہ رہا ہوں۔ ایک آدھ سیر زیادہ [illegible] میں کھاؤں یا آپ کھائیں اس میں کون سا فرق پڑ جائے گا۔ اس کھیت میں میں جو اتنی محنت کرتا ہوں، چوٹی کا پسینہ ایڑی تک بہاتا ہوں وہ کیا میرے لئے ہے۔ کون ایسا ہے جو رات دن میری طرح کھیت میں پڑا رہے پیاسے کو جیسے پانی دیا جاتا ہے اسی طرح بار بار کھیت کو سینچے کون؟ وہ بھی ٹھیک وقت پہچان کر۔ ہماری بن [illegible] مجھ سے باتیں کرتی ہے۔ کیا کبھی کسی سال ہماری زمین میں چوری ہوئی ہے۔ دھان بھی سوکھ کر جلے ہیں؟ زمین کبھی ادھر پڑی ہے۔ پار سال جب بارش بالکل نہیں تھی اُس وقت بھی میں نے پیداوار دکھا دی تھی؟ اس کھیتی میں محنت کر کے ہی مجھے مرنا ہوگا۔ بابو! ورنہ میں اسے چھوڑ دوں تو مر جاؤں۔"

(۴)

اگلے دن صبح سویرے اُٹھ کر جب میں مسواک کرنے کھیتوں کی طرف چلا تو شینگان بلند آواز میں [illegible] گیت گاتا ہوا پانی سینچ رہا تھا۔

"[illegible] پتے پر سونے والی او شبنم کی بوند!
سونے [illegible] بوند کو مٹانے والے او سورج!"

اس گانے کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اُس نے میری طرف آنکھ تک نہیں اُٹھائی۔

"کیوں جی شینگان سے آپ نے کہہ دیا کہ اس فصل کے کٹنے ہی سے زمین چھوڑ دینی پڑے گی" میرے دوست نے پوچھا۔

[illegible] ساتھ [illegible] میں نے جواب دیا "جی نہیں مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ شینگان جیسے جی دھان دس کاٹھی میرے لئے کافی ہوں گے۔"

(ونسوالی)

[illegible]

ہوائی حملہ سے بچاؤ

آپ کا گھر خود ایک پناہ گاہ یا آڑ ہے

ہو سکتا ہے آپ نے ہوائی حملہ کی پناہ گاہوں یا آڑوں کے بارے میں ضرور سنا ہوگا لیکن بہت کم ایسے لوگ ہونگے جنہوں نے ایسی آڑ یا پناہ گاہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اسلئے بہت سے لوگوں کو یہ دیکھکر اچنبھا ہوگا کہ ایک ایسی کتاب بنائی گئی ہے جس کا نام "آپکا گھر خود ایک پناہ گاہ یا آڑ ہے" اور شاید بہت سے لوگ کہیں گے کہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ معمولی گھر ہوائی دھماکے سے پھٹنے والے بموں سے بچاؤ ہو سکے۔ کچے گھروں میں رہنے والے تو شاید یہ سنکر ہنس پڑینگے کہ کہا جاتا ہے کہ انکے گھروں میں بھی بموں سے بچاؤ ہو سکتا ہے جبکہ اکثر ایسے گھروں میں برسات کے پانی سے بھی بچاؤ نہیں ہوتا۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم یہ کہیں گے کہ کچے گھروں میں بھی بموں سے بچاؤ ہو سکتا ہے اور اگر اس کتاب میں بتائی ہوئی معمولی معمولی ترکیبوں پر عمل کیا جائے تو بہت کافی بچاؤ ہو سکتا ہے۔ یہ بات ہم کو آسانی سے معلوم ہوگی اگر ہم اس بات پر دھیان دیں کہ دھماکے سے پھٹنے والے بموں سے کتنی تباہی ہوتی ہے ہوائی حملہ کی پناہ گاہیں یا آڑیں کس طرح بنائی جاتی ہیں اور ان بموں سے کس طرح کا بچاؤ کیا جا سکتا ہے

ہم کیا کر سکتے ہیں

۲۔ ایک بھاری بم ڈھیلی مٹی میں ۵۰ فٹ اور کٹی ہوئی کنکریٹ میں ۵ فیٹ گہرائی تک دھنس جاتا ہے اسلئے ایسے بم سے بچاؤ کیلئے جو سیدھا چھت پر آکر گرے آپ کو ایسی پناہ گاہ یا آڑ بنانی ہوگی جو یا تو ۵۰ فیٹ زمین کے نیچے ہو یا جس پر ۱۵ فیٹ کنکریٹ کٹی ہو یا ۵۰ فیٹ مٹی پڑی ہو۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسی آڑوں کا بنانا ناممکن نہیں ہے اگر دس آدمی ایک آم کے پیڑ کے نیچے لیٹے ہوں اور اوپر سے ایک آم ٹپکے تو ایک ہی آدمی کے چوٹ لگ سکتی ہے۔ اس طرح اگر دس پناہ گاہیں یا آڑیں یا دس گھر ہوں اور ایک بم گرے تو وہ ایک ہی مکان یا آڑ پر پڑ سکتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کبھی سیدھا ان پر نہ گرے اور کسی پر بھی نہ پڑے۔ اسکے معنی یہ ہوئے کہ اسبات کا بہت کم ڈر ہے کہ بم سیدھا اس مکان یا آڑ پر گرے جس میں آپ ہوں۔ لیکن یہ جان کر بھی کہ آپکا گھر یا آڑ بم کو نہیں روک سکتا جو سیدھا اس پر آکر گرے آپ کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ گھر یا پناہ گاہ بالکل بیکار ہے کیونکہ بہت سے بم کسی چیز پر سیدھا نہیں گرتے بلکہ جب گرتا ہے تو اسکا اثر دوسرے گھروں اور آڑوں پر بھی پڑتا ہے جیسے کہ ایک پکا آم کسی آدمی پر گر کر پھٹ جائے اور اسکے رس کے چھینٹے ان لوگوں پر بھی پڑیں جو قریب ہی لیٹے ہوں۔ اگرچہ بہت کم گھر یا آڑ ایسے بموں کو روک سکتے ہیں جو سیدھے ان پر آکر پڑیں لیکن پھر بھی ان بموں سے کافی بچاؤ ہو سکتا ہے جو کچھ دور گر کر پھٹیں۔

آڑ کے فائدے

۳۔ اسلئے عام طور سے پناہ گاہیں یا آڑیں ان بموں سے بچاؤ کے لئے نہیں بنائی جاتیں جو سیدھے ان پر آکر گریں۔ بلکہ وہ بم کے ان ٹکڑوں سے بچانے کیلئے بنائی جاتی ہیں جو بم کے پھٹنے پر چاروں طرف اڑتے ہیں اور ان مکانوں کے ملبے سے بچانے کیلئے جو بم کے صدمہ سے گر جاتے ہیں۔ پناہ گاہ یا آڑ سے دو کام نکلتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان سے بم کے چاروں طرف کے زوردار جھٹکے اور بم کے ان ٹکڑوں سے آپ کا بچاؤ ہوتا ہے جو بم کے پھٹنے پر چاروں طرف اڑتے ہیں اور دوسرے یہ کہ یہ آپ کو اس ملبہ کی چوٹ سے بچاتے ہیں جو بم کے صدمہ سے گرنے لگتے ہیں

اِدھر اُدھر کے خطرہ سے بچاؤ کے طریقے

۴۔ بم پھٹنے کے بعد اِدھر اُدھر کے خطرہ سے بچاؤ کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ زمین میں ایک تنگ کھائی کھود لیجئے۔ اگر آپ اس کھائی کو اتنا گہرا بنالیں کہ آپ کا سر زمین کی سطح سے نیچا رہے تو ظاہر ہے کہ اِدھر اُدھر سے آپکا پورا بچاؤ ہوجائیگا کیونکہ آپکے اور پھٹنے والے بم کے درمیان زمین ہی زمین ہوگی۔ اس کے علاوہ جس وقت بم پھٹتا ہے اسکا پورا زور اوپر کی طرف آتا ہے اس لئے آپ زمین کی سطح سے جتنا نیچے ہوں گے اتنا ہی آپ کا بچاؤ زیادہ ہوگا۔ اِدھر اُدھر سے بچاؤ کا ایک دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ اینٹ اور گارے سے ایک ایسی آڑ بنائی جائے جس کی دیواریں خوب چوڑی ہوں تاکہ وہ پھٹنے والے بم کے اثر کو روک سکیں اگر آپکا مکان کچا ہے تو آپ کو اسمیں کھائی کھودنے کیلئے کوئی نہ کوئی جگہ ضرور ملجائیگی اور اگر مکان پکا ہے تو اس میں پکی دیواریں موجود رہی ہوں گی اور اِدھر اُدھر سے بچاؤ کے لئے یہ دیواریں وہی کام دیں گی جو پکی بنی ہوئی آڑ کی دیواریں دیتی ہیں۔

اوپر سے خطرہ سے بچاؤ کے طریقے

اگر آپ کا مکان کچا ہے تو اسکی چھت اسقدر مضبوط نہ ہوگی کہ ضرورت سے زیادہ بوجھ سنبھال سکے لیکن چونکہ وہ پکی چھت کے برابر بھاری نہ ہوگی اسلئے اگر وہ آپ کے اوپر آ بھی پڑے تو کچھ زیادہ نقصان نہ ہوگا۔ کچے مکان میں اوپر کے خطرہ سے جو آپ کو بچاؤ مل سکتا ہے اس کو اس طریقہ سے جو اس کتاب میں آگے چل کر بتایا گیا ہے آپ زیادہ اچھا بنا سکتے ہیں۔

اگر آپ کا مکان پکا ہے تو عام طور سے اسکی چھت بھی مضبوط ہی ہوگی۔ اگرچہ یہ چھت بھاری ہوتی ہے اور اگر اس پر ملبہ یا کوڑا اینٹ کا ڈھیر گر پڑے تو وہ یہ بوجھ سنبھال سکتی ہے۔

آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ آپکا مکان چاہے کچا ہو یا پکا کچھ نہ کچھ آڑ کا کام دے سکتا ہے اور اس لئے وہ پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ ہوائی حملہ سے بچاؤ کی آڑ ہے۔ اس کتاب میں آگے چل کر آپ کو یہ بتایا جائیگا کہ آپ اپنے مکان میں جو بچاؤ مل سکتا ہے اس کو زیادہ اچھا بنا کر اپنے مکان کو ہوائی حملہ سے بچاؤ کی ایک اچھی آڑ کس طرح بنا سکتے ہیں۔ اس کتاب میں آپ ان حصوں کو پڑھئے



اس تصویر میں دکھایا ہے کہ دو آدمی ایک تخت کے نیچے پناہ لئے ہوئے ہیں

اس بات کو غور سے دیکھئے کہ تخت مضبوطی ایک کونے میں ہے اور آدمیوں کے سر دروازے کی زد سے ہٹے ہوئے ہیں۔

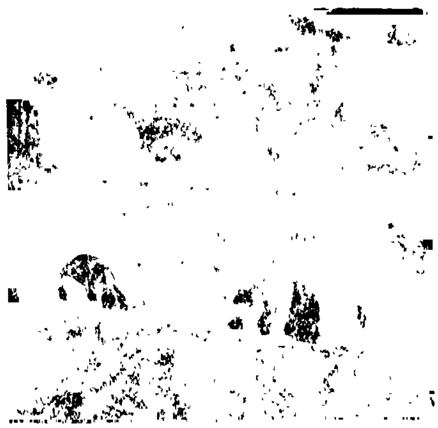
اس بات کو بھی دھیان سے دیکھئے کہ ان کے سر ذرا سے نیچے اٹھے ہوئے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے سروں کو چھپائے ہوئے ہیں۔

جن میں ایسے مکانوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں آپ رہتے ہیں اور جب آپ کو بہت دھیان سے پڑھ چکیں اور تصویریں بھی دیکھ چکیں تو اس کا اطمینان کر لیجئے کہ آپ کے گھر میں ہر شخص یہ سمجھ جائے کہ ہوائی حملہ کے موقع پر بچاؤ کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی اطمینان کر لیجئے کہ آپ کے گھر کا جو بچاؤ ہو سکتا ہے اس کو بہتر بنانے کے لئے آپ نے پوری کوشش کر لی ہے۔

کئی منزل کے پکے مکان

۵۔ آپ جس مکان میں رہتے ہیں وہ اگر کئی منزل کا ہو اور اتفاق سے اس پر کوئی بم آ کرے تو بہت ممکن ہے کہ نیچے کی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ پھٹ جائے اور جو سب سے نیچے کی منزل میں ہوں وہ بچ جائیں اسلئے جو لوگ ایسے مکانوں میں رہتے ہوں انھیں چاہئے کہ وہ سب سے نیچے کی منزل میں آڑ لینے کا انتظام کر لیں ہندوستان میں عام طور سے چھتیں ڈاٹوں کی یا لوہے کے گارڈروں پر کڑی تختے سلیب کی بنائی جاتی ہیں۔ ان چھتوں سے آپ کی بہت کچھ حفاظت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ گر پڑیں تو ان سے بہت کافی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے

اس سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی تخت یا چارپائی کے نیچے اس طریقہ سے لیٹ جانا چاہئے جیسا کہ تصویر نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں بتایا گیا ہے۔ آپ کو تخت کمرہ کے کسی کونے میں اس طرح رکھنا چاہئے جس طرح تصویر میں دکھایا گیا ہے کیونکہ اگر چھت گری تو اس کا بہت بڑا حصہ کمرے کے بیچ فرش پر پڑے گا



اس تصویر میں یہ دکھایا گیا ہے کہ دو آدمی ایک چارپائی کے نیچے پناہ لئے ہوئے ہیں یہ دیکھئے کہ چارپائی کو لکڑی کے بڑے ٹکڑوں سے ڈھک دیا گیا ہے۔ ان آدمیوں میں سے ایک کا سر زمین سے لگا ہوا ہے اور دوسرا اپنے سر کو ... نمبر ۱ میں دکھایا گیا ہے کی طرح زمین سے اٹھائے رہے۔

جہاں ضرورت سمجھیں وہاں آپ نیچے سے بلیوں کی سہارا دے کر چھت کو اور زیادہ مضبوط بنا سکتے ہیں پناہ لینے کیلئے کمرہ کا سب سے مضبوط حصہ چنکر اسکے اوپر کی چھت خاص طور سے مضبوط بنا لینا چاہئے۔ چونکہ بہت سے لوگ ایسا نہ کر سکیں گے اس لئے یہ کتاب انھیں لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے جو آڑ کیلئے کمروں کا اچھا انتظام نہیں کر سکتے۔ جو لوگ انتظام کر سکتے ہوں انھیں چاہئے کہ پناہ کے کمرے کو اور زیادہ مضبوط بنانے کیلئے کسی مستری سے رائے لے لیں اور رسالہ نمبر ۶ کے حصہ ۵ کو پڑھیں جو انگریزی میں ہے اور جو حاکم ضلع سے مل سکتا ہے۔

کئی کمروں کے پکے مکان

۴۔ اگر آپ کا مکان پکا ہے اور اسمیں کئی کمرے ہیں تو آپ کو وہ کمرہ چن لینا چاہئے جس میں آس پاس بم کے پھٹنے پر بھی کافی بچاؤ ہو سکے۔ اس کام کے لئے عام طور سے اندر کا کوئی کمرہ بہت ہی اچھا رہیگا کیونکہ اس کمرہ کے دیوار اور کمروں کے ہونے سے زیادہ بچاؤ ہو سکیگا اس بات کو یاد رکھئے کہ ایک دیوار کی نسبت دو دیواروں سے زیادہ بچاؤ ہوگا لہذا اگر آپ کو کوئی ایسا کمرہ مل جائے جس کے چاروں طرف اور کمرے بنے ہوں تو اور زیادہ حفاظت ہو سکے گی زیادہ تر ایسے کمرہ کی ایک دیوار یا تو سڑک کی طرف ہوتی یا آنگن کی طرف اگر یہ صورت ہو تو ایسا کمرہ چننا چاہئے جسکی باہری دیواروں کا آس پاس کے گھروں یا دوسری



تصویر میں آدمی ایک چھوٹے سے کمرے میں پناہ لئے ہوئے ہیں اس کمرہ کا دروازہ قریب قریب اتنا ہی بڑا ہے جتنا کمرہ ہے اور اس وجہ سے دروازہ سے دونوں طرف کے کونوں ہی میں بچاؤ ہو سکتا ہے۔ تصویر میں سب لوگوں کے دروازہ کی زد سے بچکر بیٹھنے کافی جگہ میں ہے اور اس وجہ سے ان میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے ہیں۔



یہاں ایک خندق پانچ آدمی ایک کھائی میں پناہ لئے ہوئے ہیں جس کے اوپر ایک تخت رکھ دیا گیا ہے۔

اس بات کو اچھی طرح دیکھئے کہ تخت کے پاؤں کو زمین پر مضبوطی کے ساتھ گاڑ دیا گیا ہے بلکہ جوڑ دی گئی ہے۔

یہ بھی دیکھئے کہ پوری طرح سے بچاؤ کے لئے ان لوگوں کو اپنے سروں کو اتنا جھکانا ہوگا کہ وہ زمین کی سطح سے نیچے رہیں۔

عمارتوں کی وجہ سے بچاؤ ہو سکتا ہو۔ اگر اس کمرہ کی باہری دیوار کسی گلی سے ملی ہوئی ہو تو گلی کی دوسری طرف کے مکانوں کی وجہ سے آپ کی حفاظت ہوگی۔ اگر آپ کو ان باتوں کے سمجھنے میں کوئی مشکل ہو تو آپ کو اپنے محلہ یا قریب کے وارڈن سے ملکر ان باتوں کو سمجھنا چاہئے۔

آپکو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جو کمرہ آپ چنا ہے اس میں کتنی کھڑکیاں ہیں۔ کمرہ میں جتنی ہی کم کھڑکیاں ہونگی اتنی ہی زیادہ آپکی حفاظت ہوگی۔ عام طور پر آپ یہ دیکھیں گے کہ اندر کے کمروں میں بہت کم کھڑکیاں ہوتی ہیں اور ایسا ہی کمرہ آپکو چننا چاہئے۔ اگر آپکو کوئی ایسا کمرہ چننا پڑے جس میں کھڑکیاں ہوں تو آپکو بچاؤ کے خیال سے کھڑکیوں سے دور ایسی جگہ رہنا چاہئے کہ آپ کھڑکیوں کے سامنے نہ ہوں۔

اگر کھڑکیوں میں شیشے لگے ہوں تو آپکو خاص طور سے اس جگہ نہ کھڑے ہونا چاہئے جہاں شیشے کی کرچیں اڑ کر آپکے لگ سکیں کیونکہ شیشے کی کرچیں آپکو بری طرح زخمی کر سکتی ہیں۔ اگر ایسی جگہ کے قریب جہاں آپ پناہ لینے والے ہوں شیشے لگے ہوں تو آپکو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ آپ کھڑکی جو کھلتے ہیں اندر کی طرف سے لوہے کی جالی لگا دیں یا شیشے پر کوئی موٹا کپڑا چپکا دیں اسطرح کمرے کے اندر شیشے کی کرچیں نہ آ سکیں گی۔

پکے گھروں میں اوپر سے بچاؤ

بچاؤ کیلئے کمرہ چھانٹتے وقت آپ کو یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ اس کمرہ میں چھت سے بھی کچھ بچاؤ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر آپکے کسی کمرہ میں محراب دار ڈاٹ کی چھت ہے یا کنکریٹ سلیب کی چھت ہے تو اس سے اوپر کی طرف سے بڑا اچھا بچاؤ ہوگا جتنا چھوٹا کمرہ ہوگا اور جتنی ہی چھوٹی اس کی چھت ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ بچاؤ کا کام دیگا۔ اسلئے اگر ہو سکے تو بچاؤ کیلئے جہاں تک ہو تنگ کمرہ چھانٹئے مثلاً اگر آپ کے مکان میں کوئی گلیارہ ہو تو اسکو چھانٹئے۔ لیکن دیکھ لیجئے کہ اس گلیارہ یا کمرہ میں چاروں طرف ایسا بچاؤ ہو جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔

آپکو اپنے بچاؤ کے کمرہ میں کسطرح پناہ لینی چاہئے

اگر آپکا بچاؤ کا کمرہ چھوٹا ہے تو آپ ... کمال سے آتی لگی ہوئی کہ آپ اور آپکے بال بچے ایک ساتھ اس میں رہ سکیں اسلئے آپکو زمین پر بیٹھ جانا چاہئے اگر ہو سکے تو آپکو بچاؤ کیلئے وقت ... نیچے ایسی چارپائی کے نیچے لیٹئے جو ... سے دکھائی گئی ہو تصویر نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں ہے ... یہ بات ... جیسا اوپر لوگوں کا اس طرح پناہ لینا دکھایا گیا ہے ... نمبر ۲ میں دو آدمی ایک معمولی چارپائی کے نیچے ... پڑے ہوئے ہیں لیٹے ہیں اس طور سے دیکھئے اور یاد رکھنے کی یہ بات ہے کہ ... چارپائی پر ... دالے گئے ہیں یعنی چارپائی کی چوڑان میں ... لمبان میں نہیں۔ آپکو یہ دیکھکر بڑا اچنبھا ہوگا کہ اسطرح سے بستروں سے ڈھکی ہوئی چارپائی کتنا بھاری بوجھ سنبھال سکتی ہے۔ اگر آپ کو ... بھی ملیں تو خالی چارپائی ہی سے کچھ نہ کچھ بچاؤ ہو سکتا ہے اور اسکے نیچے بیٹھنے سے آپ زیادہ بچے رہیں گے بہ نسبت اسکے کہ آپکے



قریب ہی ایک بم کے پھٹنے کی وجہ سے مکان کی چھت اور ایک دیوار گر گئی ہے مگر پھر بھی کھائی کے اندر لوگ بالکل بچے ہوئے ہیں۔

جس وقت آپکو بم کی سنسناہٹ سنائی دے تو آپکو اپنا سر زمین کی سطح سے نیچے کر کے اپنے چہرہ کو کسی کپڑے سے ڈھک لینا چاہئے۔ اگر گولہ قریب ہی گرا تو آپ مٹی اور دھول میں اٹ جائیں گے۔ ایسی صورت میں اپنی آنکھ منہ اور ناک کو بچانیکی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر آپکے پاس پھاوڑا مل جائے تو اسکو اپنے ساتھ کھائی میں رکھئے تاکہ اگر آپکا تخت بالکل مٹی سے ڈھک جائے تو آپ اپنے باہر نکلنے کا راستہ پھاوڑے سے کھود کر بنا سکیں۔ آپ کو ایک بالٹی پینے کا پانی اور کچھ پان بھی اپنے پاس کھائی میں رکھنا چاہئے ظاہر ہے کہ آپکو کھائی میں زیادہ دیر تک رہنا پڑے اس لئے ان چیزوں کے ہونے سے آپکا وقت آرام کے ساتھ کٹ جائے گا۔

سرنگ بچاؤ کے لئے اوپر کچھ بھی نہ ہو جیسا کہ تصویر نمبر ۱ میں دکھایا گیا ہے تخت سے تو بہت ہی زیادہ بچاؤ ہو سکتا ہے۔

اگر آپکا کمرہ کافی بڑا ہے تو آپکو کمرہ کے کونے کے پاس بیٹھنا یا لیٹنا چاہئے کیونکہ کونے پر کی چھت بھی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور دیوار کے کونوں کی وجہ سے بھی بہت کچھ بچاؤ رہتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ آپ کے بدن کا کوئی حصہ دیوار سے چھوا یا لگا نہ رہے اگر کمرہ سے باہر جانے کا کوئی محراب دار

اٹ کا گلیارہ ہو تو آپ کو اس میں پناہ لینا چاہئے بشرطیکہ اس میں ادھر ادھر سے کافی بچاؤ ہو کیونکہ محراب دار ڈاٹ معمولی چھت سے زیادہ بوجھ سنبھال سکتی ہے۔

ہر حال میں آپ کو یہ دیکھ لینا چاہئے اور اطمینان کر لینا چاہئے کہ آپ کسی ایسی کھڑکی یا دروازہ کے سامنے تو نہیں ہیں جو باہر کی طرف سڑک پر کھلتے ہوں۔ تصویر "نمبر ۳" میں ایک ایسے کمرہ کا حصہ دکھایا گیا ہے جس میں پورے طور سے بچاؤ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کمرہ بہت ہی چھوٹا ہے اور دروازہ بھی قریب قریب اتنا ہی چوڑا ہے جتنا کہ کمرہ چوڑا ہے لیکن ان آدمیوں نے جن کو اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کسی نہ کسی طرح اسی سے کام چلایا ہے وہ دیوار کی طرف بیٹھ گئے ہوئے دروازہ سے دور ایسی جگہ کھڑے ہیں جہاں زیادہ سے زیادہ بچاؤ ہو سکتا ہے۔ تصویر میں جو لوگ دکھائے گئے ہیں ان میں سے دو کھڑے ہوئے ہیں کیونکہ اس کمرے میں ان کے لئے بغیر اپنے کو خطرہ میں ڈالے ہوئے لیٹنے یا بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ لیکن جس کمرہ میں دروازہ کے سامنے کی زد سے بچ کر لیٹنے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو آپ کو ہمیشہ لیٹ یا بیٹھ جانا چاہئے۔ یاد رکھئے کہ اگر آپ کے قریب کوئی کھڑکی ہو تو ہمیشہ کھڑکی کی سطح سے نیچے بیٹھئے۔

آنگن والے مکان

۹۔ اگر آپ کے مکان میں آنگن ہو جس کا فرش کچا یا مٹی کا ہو تو آپ کو سوچنا چاہئے کہ کیا گھر کے کسی کمرہ کے بہ نسبت آنگن میں زیادہ بچاؤ ہو سکتا ہے۔ اگر مکان نیا ہو اور اینٹ اور چونے سے مضبوط بنا ہوا ہو اور ایک ہی منزل کا ہو تو آپ کے لئے مکان ہی میں پناہ لینا زیادہ اچھا ہوگا۔ لیکن اگر آپ کا مکان پرانا ہو اور اس کے گر جانے کا ڈر ہو یا اگر وہ دو منزلہ ہو تو آنگن میں زیادہ بچاؤ ہوگا۔ اگر آپ آنگن ہی میں پناہ لینا طے کریں۔ تو آپ کو چاہئے کہ آنگن میں ایک کھائی کھود لیں۔ یہ کھائی جہاں تک ہو سکے تنگ ہونی چاہئے اور کسی حالت میں بھی ہاتھ بھر سے زیادہ چوڑی نہ ہونی چاہئے اور کم سے کم اتنی گہری ہونی چاہئے کہ اس کے اندر بیٹھنے سے آپ کا سر اچھی طرح سے چھپ جائے۔ اگر آپ سے ہو سکے تو اس کھائی پر اس طرح ایک تخت بچھا دیجئے یا ایک چارپائی بچھا کر اس پر ٹاٹ ڈال دیجئے جس طرح کہ تصویر "نمبر ۴" اور "نمبر ۵" میں دکھایا گیا ہے۔ اگر آپ کھائی پر تخت بچھا دیں تو آپ کی کھائیں صرف اتنی گہری ہونی چاہئے کہ اس کے اندر بیٹھنے سے آپ کا سر زمین کی سطح سے نیچے رہے یعنی یہ کہ قریب قریب دو ہاتھ گہری ہونی چاہئے۔ اگر آپ اپنی کھائی پر تخت نہ بھی بچھا سکیں تو اس میں اتنا بچاؤ ہوگا کہ ادھر ادھر سے کافی بچاؤ ہوگا بلکہ اگر وہ کافی تنگ اور کافی گہری ہے تو اوپر سے بھی بچاؤ ہوگا۔ اتنی بات البتہ یاد رکھئے کہ جہاں تک ہو سکے کھائی کسی ایسی اونچی دیوار یا عمارت کے پاس نہ بنائے جس کے گرنے کا ڈر ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دیوار یا عمارت گر کر آپ کی کھائی پر آ پڑے۔ آپ کی کھائی اتنی لمبی ہونی چاہئے کہ آپ کے گھر کے سب آدمی اس میں آ جائیں لیکن اگر اتنی لمبی کھائی بنانے کے لئے جگہ نہ ہو تو مکان کے اندر کا کوئی کمرہ بھی آپ کو کام میں لانا ہوگا۔ لیکن اگر آپ کے آنگن کا فرش پکا ہو تو آپ اس میں کھائی نہ کھود سکیں گے اور ایسی صورت میں آپ کے لئے زیادہ اچھا بچاؤ مکان کے اندر ہی ہوگا۔

ایک ہی کمرے والے پکے مکان

۱۰۔ بہت سے گھروں میں خاص طور سے ان میں جو بڑے بڑے محلوں میں ہوتے ہیں ایک ہی کمرہ ہوتا ہے جو سڑک کی طرف کھلتا ہے۔ بہت سی دکانیں بھی اس طرح کی بنی ہوتی ہیں۔ جب ایک ہی کمرہ ہو تو یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ کس کمرہ کو بچاؤ کے لئے چنا جائے۔ ایسی صورت میں جو کچھ ہے اسی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے۔ پیراگراف ۷ میں بتائے ہوئے طریقہ سے بیٹھنے یا لیٹنے کے لئے آپ کو اس کمرہ میں اچھی سے اچھی جگہ چن لینی چاہئے۔ اس بات کو نہ بھولئے کہ چاہے آپ کھلے ہوئے دروازہ یا کھڑکی کے سامنے ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپ لیٹ جائیں گے تو آپ کو چوٹ پہنچنے کا بہت کم ڈر رہیگا۔ کیونکہ بم کے پھٹنے پر اس کے ٹکڑے اوپر کو اڑتے ہیں۔ اسلئے اگر آپ لیٹے ہوئے ہیں تو بم کے آپ کے آس پاس پھٹنے پر بھی اس کے ٹکڑے آپ کے سر کے اوپر سے نکل جائیں گے اور آپ کو چوٹ نہ آئیگی۔ اگر لیٹے رہنے کے ساتھ ساتھ آپ کو کوئی تخت یا چارپائی مل جائے اور آپ اسکے نیچے لیٹ جائیں تو آپ کا بہت اچھا بچاؤ ہوگا۔ تصویر "نمبر ۱" اور "نمبر ۲" میں لوگوں کا چارپائی اور تخت کے نیچے بچاؤ لینا دکھایا گیا ہے۔ دیکھئے کہ وہ اپنے سر سینے کی طرف جھکائے ہیں اور انکو اپنے ہاتھوں سے ڈھانکے ہوئے ہیں۔

کچے گھر

۱۱۔ اگر آپ کا گھر مٹی اور لکڑی یا بانس کا بنا ہو یا اس کا کچھ حصہ مٹی اور اینٹوں کا کچھ حصہ بنا ہو جس میں سیمنٹ یا چونا نہ لگایا گیا ہو تو گلی میں کھڑے رہنے کے مقابلہ میں گھر کے اندر آپ کا زیادہ بچاؤ ہو سکے گا اور اگر ایسا گھر آپ کے سر پر بھی گر پڑے تو پکے گھر کے مقابلہ میں آپ کو اس سے کم چوٹ آئیگی۔ کیونکہ کچے گھر کا ملبہ بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اگر آپ کا گھر کسی پکے مکان کے پاس ہے یا پکے مکانوں کے بیچ میں ہے تو ان سے آپ کے گھر کا اور بھی بچاؤ ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اگر وہ اونچے بھی ہیں تو خطرہ بھی بڑھ جائیگا کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ آپ کی چھت پر گر پڑیں۔ اور چونکہ عام طور پر کچے مکانوں کی چھتیں بہت زیادہ مضبوط نہیں ہوتیں اس لئے ممکن ہے کہ آپ کی چھت ان کا بوجھ نہ اٹھا سکے اور وہ آپ کے سر پر گر پڑے۔ اسلئے آپ کو چاہئے کہ آپ اوپر کی طرف سے بچاؤ کا پورا بندوبست کریں۔

ایک ترکیب ایسی بھی ہے جس سے ایک کچا گھر معمولی پکے گھر کے مقابلہ میں زیادہ بچاؤ کا

کام کر سکتا ہے ۔ اگر اسکا نشان کچھ سخت ہو تو آپ
گہرے اندر کھائی کھود سکتے ہیں [illegible]
پھینک سکتے اور [illegible] بھی آپ کا بچاؤ ہو سکتا
ہے ۔ کھائی کو [illegible] ہاتھ [illegible]
ہونی چاہئیں لیکن اگر آپ کھائی کو [illegible]
سے بھی [illegible]
[illegible] چوڑائی [illegible] چاہئے [illegible]
بیٹھ سکیں ۔ اگر آپ اس کھائی کو [illegible]
سکیں [illegible]
تو آپ [illegible] بچے رہیں گے لیکن [illegible]
جائیں [illegible] کھائی پانی سے [illegible]
بچانا [illegible] آپ [illegible]
ہی بنائی چاہئے ۔ اگر آپ کھائی سے کھلی ہوئی
ہے چاروں طرف [illegible] تھوڑی [illegible] بھی
بنا دیں تو آپ [illegible]
[illegible]

تخت اور کھائی کی آڑ

[illegible] تصویر نمبر [illegible] اور [illegible] نمبر ۵ کو غور سے
دیکھئے ۔ ان دونوں تصویروں میں کھائی کے اندر
آپ ایک گھر کے لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھیں گے ۔
انکے سر کھائی کے باہر [illegible] کھائی [illegible] لیکن
اس میں اتنی جگہ ہے کہ خطرہ کی اطلاع پا سکتے ہیں
لوگ اپنے سر اندر کر لیں ۔ اس طرح وہ ان چیزوں
سے بھی بچ سکیں گے جو ادھر ادھر سے اڑ کر
ان کی طرف آئینگی ۔ کھائی کے اوپر ایک
مضبوط تخت رکھا ہوا ہے ۔ اگر اس پر کوئی
بھاری چیز بھی گرے تو وہ اسے آسانی سے سنبھال
لیگا ۔ آپ دیکھیں گے کہ کھائی اس طرح سے کھودی
گئی ہے کہ تخت کے چاروں پائے زمین پر ہیں [illegible]
کھائی کھودنے کے لئے آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ
تخت کے نیچے پہلے کھائی کا نشان بنا دیں اور پھر
تخت کے پائے رکھنے کے لئے کافی جگہ چھوڑ کر کھائی
کھود دیں ۔ اگر آپ کے پاس تخت نہیں ہے تو آپ
چارپائی سے کام لے سکتے ہیں ۔ کیونکہ کچھ نہ ہونے
سے تو یہ اچھا ہی ہے ۔ اور اگر آپ تصویر نمبر ۵ میں
بتائے ہوئے طریقہ سے چارپائی پر تختے ڈال دیں
تو اس سے آپ کا اور بھی بچاؤ ہو جائیگا ۔ ان لوگوں
نے جو اس تصویر میں دکھائے گئے ہیں چارپائی کے
بیچ میں [illegible] کی [illegible] اور بھی مضبوط بنا دیا ہے ۔
اگر آپ کے گھر کا فرش پکا ہے تو بھی آپ تختہ نکالکر
[illegible] طریقہ سے تخت اور کھائی کی آڑ
بنا سکتے ہیں ۔ یہ کام کرنے کے لائق ہے اور اسے ضرور کرنا چاہئے

کیا تخت سے واقعی بچاؤ ہو سکتا ہے

[illegible] آپ [illegible] خیال کریں کہ کیا یہ
[illegible] تخت [illegible] جس میں تختے
[illegible] دیکھا
[illegible] ہوائی حملوں سے بہت لوگوں
کی [illegible] انگلستان کے لوگوں نے
[illegible] بیچ [illegible] اور
[illegible] تخت [illegible] مضبوط
نہیں ہوتے [illegible] انگلستان میں
[illegible] ہوتے ہیں
[illegible] اُن کا ملبہ بھی
بہت زیادہ اور بھاری ہوتا ہے ۔
اب آپ ذرا تصویر نمبر [illegible] نمبر [illegible]
[illegible] دیکھئے ۔ پہلی تصویر میں ایک آدمی
اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا
دکھایا گیا ہے ۔ اگر آپ ذرا غور سے دیکھیں گے
تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس تخت کے نیچے ایک
کھائی کھدی ہوئی ہے ۔
دوسری تصویر اس وقت کی ہے جب ہوائی
حملہ کی گھنٹی بج چکی ہے اور وہ لوگ تخت کے
نیچے کھائی میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔
تیسری تصویر میں یہ دکھایا گیا ہے کہ بم
قریب ہی پھٹا ہے اور مکان کی چھت اور دیواریں
تخت پر گر پڑی ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ اگرچہ
تخت کا زیادہ حصہ ملبہ سے ڈھکا ہوا ہے لیکن
پھر بھی وہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس کے نیچے
جو لوگ ہیں اُن کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں
پہنچا ہے ۔ تخت کی وجہ سے پناہ لینے والوں کو
چھتوں اور دیواروں کے گرنے سے بھی کوئی چوٹ
نہیں آئی ہے ۔ جس وقت یہ دیوار اور چھت
گرائی گئی تو دو شخص تخت کے نیچے کھائی میں بیٹھے
ہوئے تھے اور ان کے منہ اور ناک میں خاک بھر گئی
تھی اس سے تکلیف تو ضرور ہوتی ہے لیکن اس
سے خطرہ نہیں ہے ۔ اس خاک سے بچنے کے لئے

آپ یہ کر سکتے ہیں کہ جب آپ پناہ لیں تو اپنے چہرہ
اور سر کو ایک کپڑے سے ڈھک لیں ۔ کھائی میں آپ
کے پاس ایک پھاوڑا بھی ہونا چاہئے تاکہ جب ضرورت
ہو تو آپ خود ملبہ ہٹا کر باہر نکل آئیں ۔

خلاصہ

۱۴ ۔ اس کتاب میں آپ کو یہ بتانے کی کوشش
کی گئی ہے کہ آپ جو کوئی بھی ہوں اور آپ کا مکان
کہیں بھی ہو آپ اپنے اور اپنے گھر والوں کو پھٹنے
ہونے بموں سے بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور
کر سکتے ہیں ۔ اگر اس کتاب میں آپ کو کسی بات
کے سمجھنے میں کوئی دقت ہو تو آپ اپنے وارڈن
سے اس بات کو پوچھ سکتے ہیں ۔ اسکے علاوہ وہ آپ کو
کچھ اور باتیں بھی بتا سکتا ہے مثلاً یہ کہ آگن گولے
سے بچنے کا کیا طریقہ ہے اور یہ کہ آپ کو ہوائی حملہ
کی خبر ملنے پر کیا کرنا چاہئے ۔ آپ اس کی بات دھیان
دیکر سنئے اور اپنے محلہ والوں کو بھی سمجھا دیجئے کہ
حملہ کے وقت اُن کو کیا کرنا چاہئے ۔ اسکے بعد پھر
جب کبھی ہوائی حملہ ہونگے تو آپ سب ایک دوسرے
کی مدد کر سکیں گے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ
مدد کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے ۔
اگر آپ کے بڑے سے بڑے ہوں تو ان کو
یہ کتاب پڑھ کر سنا دیجئے اور تصویریں بھی دکھا
دیجئے ۔ ہر شخص کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسے
اپنے بچاؤ کے لئے کیا کرنا چاہئے ۔ آپ کا یہ فرض ہے
کہ آپ کو جو بات معلوم ہو اُسے آپ زیادہ سے
زیادہ آدمیوں کو بتانے کی کوشش کریں ۔
کچھ شہروں میں ایسی پناہ گاہیں یا آڑوں
کا بنانا ممکن نہیں ہے جن میں اس شہر کے سب
رہنے والے آ جائیں ۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اسکے
یہ معنی ہونگے کہ پناہ گاہوں یا آڑوں کا ایک
پورا نیا شہر بسایا جائے کھلی ہوئی بات ہے
کہ اس کے لئے جگہ نہیں ہے ۔ اس بات کو چھوڑ کر
یہ بھی کوئی عقل کی بات نہ ہوگی کہ لوگ اپنے گھروں
کو چھوڑ کر جہاں کچھ نہ کچھ بچاؤ ہو ہی سکتا ہے ۔
پناہ گاہوں یا آڑوں میں جانے کے لئے سڑکوں
پر آ دیں جہاں وہ زیادہ خطرہ میں پڑ جائینگے ایسا
کرنے میں اتنی ہی بات نہ ہوگی کہ آڑوں میں
جانے کے لئے سب لوگوں کے یکبارگی گھروں
سے نکل پڑنے پر بڑی گڑبڑی مچ جائیگی ۔ بلکہ

یہ بھی ہوگا کہ آڑوں میں لوگوں کی ایک بھیڑ اکٹھا ہو جائیگی اور اگر کوئی بم سیدھا آڑ پر آکر گرا تو اس کے اندر جتنے آدمی ہونگے وہ سب کے سب مر جائینگے۔ اگر کسی مکان پر بم گرا تو صرف اسی مکان کے آدمی مارے جائینگے اور آس پاس کے گھروں کے لوگ بچ جائینگے۔

اسلئے اگر ہوائی حملہ ہو اور آپ اپنے گھر کے پاس ہوں تو اپنے گھر میں چلے جائیے۔ اگر آپ گھر سے بہت دور کھلے میدان میں ہوں اور گھر تک نہ پہنچ سکتے ہوں تو بم کے گرنے سے پہلے ہی لیٹ جائیے ہاں اگر آپ اپنے مکان سے بہت دور ہوں اور آپ کے کسی ملنے والے کا مکان بھی پاس میں نہ ہو تب البتہ ایسی کسی آڑ میں چلے جائیے جو پبلک کے لئے بنائی گئی ہو لیکن یاد رکھئے کہ پبلک کی آڑیں بھی معمولی گھر ہی ہونگے جن کو خاص طور سے مضبوط کر دیا جائیگا۔

آپ کا مکان بھی اتنا ہی اچھا آڑ یا پناہگاہ بن سکتا ہے اور آپ کو چاہئے کہ اس کو ایسا بنانے کے لئے آپ جو کچھ بھی کر سکیں ضرور کریں۔

مے کہنہ

آئے بھی لوگ، بیٹھے بھی، اٹھ بھی کھڑے ہوئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا
طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہوکے کرے گا زمانہ کیا
کھلی ہے خانۂ صیاد میں ہماری آنکھ
قفس کو جانتے ہیں آشیاں نہیں معلوم
مشتاق درد عشق جگر بھی ہے دل بھی ہے
کھاؤں کدھر کی چوٹ بچاؤں کدھر کی چوٹ
آئینہ دیکھنے کا گذرتا نہیں خیال
اپنی خبر نہیں انھیں میری خبر کہاں
یہ کھلا آتش عناصر سے دل دیوانہ کو
چار دیواریں اکٹھی ہوکے زنداں ہوگئیں

(آتش لکھنوی مرحوم) (جامعہ)

صوبے کے کونے کونے سے

گروپ کانفرنس کو آپریٹو سوسائٹیز سرکل کھٹیما ضلع نینی تال

مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۴۲ء کو کھٹیما میں کوآپریٹو سوسائٹیز کی طرف سے ایک گروپ کانفرنس بے ڈبلیو رسل صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ اسٹیٹس نینی تال کی صدارت میں ہوئی۔ اسی سلسلے میں ممبران اور ان کے گھر والوں کی پیداوار دستکاری وغیرہ کی ایک چھوٹے پیمانے پر نمائش کا انتظام بھی کیا گیا۔

گروپ کانفرنس میں جناب اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب کوآپریٹو سوسائٹیز سرکل بریلی، جناب انسپکٹر صاحب کوآپریٹو سوسائٹیز ہلدوانی، جناب ڈیولپمنٹ اینڈ مارکٹنگ افسر صاحب ہلدوانی، جناب نائب تحصیلدار صاحب کھٹیما، جناب ڈاکٹر صاحب انچارج سول ہسپتال کھٹیما، و دیگر جملہ افسران کھٹیما نے بھی شرکت فرمائی۔ ۳۵ سوسائٹیوں کے سرپنچ اور ۲۰۰ کے قریب ممبران بھی کانفرنس میں موجود تھے۔ اسی سلسلے میں کھٹیما کی مارکٹنگ یونین لمیٹڈ کی سالانہ میٹنگ ہوئی۔

اسکول کے لڑکوں کے حمد پڑھنے کے بعد کانفرنس کی کارروائی شروع کی گئی۔ کانفرنس کا مقصد بھودیو پرساد مشر مارکٹنگ سپروائزر کھٹیما نے سمجھایا۔ بعد کو جناب انسپکٹر صاحب نے سرکل کھٹیما کی سوسائٹیز کے متعلق خلاصہ رپورٹ پڑھکر سنائی۔ اسکے بعد ممبران نے اپنی تقریبات میں کفایت شعاری سے کام لینے، ان کی خرابیوں کی اصلاح کرنے، تعلیم کی ترقی، کھٹیما مارکٹنگ یونین کے گودام بنائے جانے اور ممبران کی عام ضروریات کی اشیاء مہیا کرنے کے لئے ایک اسٹور قائم کرنے کے متعلق تجاویز منظور کیں۔ جنگی امداد کے لئے بھی یہ طے کیا گیا کہ سوسائٹیاں اپنی بچت کی پونجی میں سے مناسب رقم جنگی قرضہ لینے میں لگائے۔ جناب اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب بہادر نے ممبران کو درمیان میں بہت سی ضروری باتیں سمجھائیں۔ سوسائٹیز میں ۱۹۴۱-۴۲ء میں اچھا کام کرنے والے سرپنچوں و پنچوں کو اور نمائش میں عمدہ قسم کے بیج، سبزی و دستکاری کی چیزیں بھیجنے والے ممبران کو اور اسکول کے لڑکوں کو مسٹر رسل صاحب نے اپنے ہاتھوں سے انعامات تقسیم کئے۔ بعد کو ممبران کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔ مورخہ ۳۰ و ۳۱ جنوری کو دونوں راتوں میں ممبران کے گانے بجانے کا بھی پروگرام رہا۔

اس سرکل میں میرے خیال سے اس قسم کی یہ پہلی گروپ کانفرنس اور نمائش تھی۔ اس کی تیاری کے لئے بہت کم وقت ملنے پر بھی ممبران نے کافی محنت و دلچسپی کے ساتھ کام کیا اور اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ دن بھر بڑی چہل پہل رہی اور ممبران پر اس کا اچھا اثر پڑا۔

بھودیو پرساد مشر
مارکٹنگ سپروائزر
کھٹیما

کوآپریٹو گروپ کانفرنس

(سنٹرل بینک رانی پور) جونپور

جناب دودھ ناتھ رام دیلیج گائڈ رانی پور سرکل جونپور رقمطراز ہیں :-

رانی پور کی کوآپریٹو سوسائٹیز کی ایک گروپ کانفرنس بتاریخ ۸ رفروری ۱۹۴۲ء کو یہاں کے مشہور زمیندار ٹھاکر نوکھا سنگھ صاحب کی صدارت بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوئی۔ ۷ و ۸ فروری دونوں روز رات کے وقت ڈرامے بھی ہوئے۔ حاضرین کی تعداد تقریباً ...۴ تھی جن میں پنڈت چندر بدن مشر سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ جونپور و ٹھاکر رام مورتی سنگھ ضلع اسکاؤٹ کمشنر، بابو کیلاش ناتھ وکیل سری واستو بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی۔ وائس چیرمین سنٹرل بینک، بابو آشارام صاحب، منشی برج کشور لال صاحب سی۔ آئی۔ ایچ۔ مینجنگ ڈائریکٹر سنٹرل بینک رانی پور، بابو گرد نرائن مہروترا، پنڈت بالدت دوبے، ٹھاکر لالتا سنگھ، رام دیو سنگھ، ڈائریکٹران بینک بابو بدری ناتھ، ماسٹر کاشتھ پا ٹھو شالا، بابو بھیا شنکر لال سریواستو وکیل۔ پنڈت رام کرن شرما، وید وغیرہ معزز اصحاب کے نام مخصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اسکے علاوہ حافظ سید علی جعفر، شیخ محمد صاحب، منشی ارشاد حسین، ٹھاکر سورج بلی سنگھ ڈائریکٹر بینک بھی موجود تھے۔

سب سے پہلے اسکاؤٹ بینک نے صاحب صدر کو سلامی دی۔ حمد خدا کے بعد آنجہانی بابو تربینی سہائے، سابق سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ جونپور و ڈائریکٹر سنٹرل بینک رانی پور کی ناگہانی موت پر اظہار افسوس کیا گیا۔ سرکل رپورٹ پڑھنے کے بعد کئی ضروری تجاویز منظور ہوئیں جن میں موجودہ جنگ میں عوام کا فرض اور ممبران کی مالی حالت میں اصلاح کے متعلق تجویزیں خاص تھیں۔

اس موقعہ پر ایک خاص بات یہ ہوئی کہ بھجن منڈلی اور ڈرامہ کیمٹی نے اپنا پختہ اسٹیج و پردہ تیار کراکر رات کو ڈرامہ کیا۔ بھجن منڈلی اور ڈرامہ کیمٹی کو امداد دینے میں ٹھاکر نورنگ سنگھ جی، ٹھاکر لالتا سنگھ جی اور بابو مکند نرائن مہروترا کے نام خاص طور سے شکریہ کے قابل ہیں۔ انھیں لوگوں کی امداد اور حوصلہ افزائی کے باعث اتنی کامیابی ہوئی۔ مسٹر عبادالرحمٰن صاحب علوی انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز جونپور شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے منڈلی کو محکمہ سے امداد دلائی۔

رات کے ڈرامے سے خوش ہوکر پنڈت چندر بدن مشر سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ جونپور نے ایک چاندی کا کپ "برج کشور ڈرامیٹکل رننگ کپ" کے نام سے ڈرامہ کیمٹی کو عطا فرمایا تاکہ اس سوسائٹی میں ہر سال، جو بہترین ایکٹنگ کرے، آئندہ سال بھر کے لئے یہ دیا جائے۔ اس سال یہ کپ مہراداس (کمہار) کے باشندے دوستی ناتھ سنگھ یادو (عمر گیارہ سال) کو اس کی بہترین ایکٹنگ کرنے کے صلے میں دیا گیا۔ اس کے علاوہ اچھی اداکاری کرنے کے لئے دوستی ناتھ سنگھ، شنکر رام، نردھن رام، چند رشیکھر چوبے، رام مورتی سنگھ اور بابو مکند نرائن مہروترہ کو ایک ایک چاندی کا تمغہ اور طبلہ ماسٹر ٹھاکر سنگرو شرن سنگھ کو ایک گھڑی اور ایک سلور میڈل ملا ہے۔

کانفرنس کے ساتھ ساتھ گھریلو دستکاریوں زراعت اور ترقی دادہ مویشیوں کی بھی نمائش ہوئی جس میں حسب ذیل اشخاص کو انعام ملے۔

۱۔ لکشمی دیوی، سلامدی پور۔ دستکاری کا پہلا انعام۔

۲۔ شمبھو دیوی، رانی پور۔ دستکاری پر دوسرا انعام۔

۳۔ ٹھاکر راجنا تھ سنگھ، آدم پور۔ گیہوں پر پہلا انعام۔

۴۔ لکھوا ہیر، حاجی پور۔ گنے پر دوسرا انعام۔

۵۔ ٹھاکر سنگرو شرن سنگھ، زمین بستی، بتھوا پر تیسرا انعام۔

آخر میں بابو کیلاش ناتھ شری واستو بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل اور وائس چیرمین سنٹرل بینک رانی پور نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا بالخصوص سکریٹری صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ کا شکریہ ادا کیا کہ موصوف نے کپ عنایت کرکے عوام میں نئی زندگی پیدا کردی۔ ڈرامہ کلب کے اداکاروں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے موصوف نے عوام سے کلب کی امداد کرنے کے لئے اپیل کی اور ڈرامہ کلب کے ڈائریکٹر ٹھاکر پرماتما سنگھ جی کو ایک تمغہ عطا کیا۔

گاؤں سدھار نمائش، بلدیو، ضلع متھرا

بلدیو میں اگہن پورنیما کے میلے کے موقعہ پر محکمہ گاؤں سدھار متھرا کی طرف سے ایک دیہی دستکاریوں کی نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔

نمائش میں ایک طرف ایک شامیانے میں دیہاتوں کی دستکاریوں کے اچھے نمونے جمع تھے۔ محکمہ صحت عامہ۔ محکمہ زراعت، محکمہ حیوانات، اور محکمہ امداد باہمی کے فائدوں کے چارٹ، ماڈل، اور دیگر چیزوں کا بھی مظاہرہ کیا گیا تھا۔ دوسری طرف محکمہ نے پنچائت گھر، نمونہ کے کنوئیں، سوختہ گڈھے وغیرہ کے نمونہ بنائے تھے۔

اسی موقعہ پر ایک اسکاؤٹ ریلی بھی ہوئی اسکاؤٹوں نے بینرم ڈمبل، مگدر، لاٹھی اور مارچنگ وغیرہ کے کھیلوں کے علاوہ ایک نصیحت آموز ڈرامہ بھی موجودہ دیہاتی سماج کی حالت پر کھیلا۔ رات کو کیمپ فائر بھی ہوا۔

کامیاب اسکاؤٹوں کو اور عمدہ دستکاریوں پر محکمہ گاؤں سدھار کے سکریٹری صاحب نے انعام بھی دیئے۔

نمائش ۷ دن تک ہوتی رہی۔ اسے تقریباً ۲۰،۰۰۰ مرد و عورتوں نے دیکھا۔

جسونت سنگھ

کستہ کے گاؤں سدھار آرگنائزر شری گیا پرساد شرما لکھتے ہیں :-

گاؤں سدھار سرکل کستہ کا سالانہ اجلاس بابت سال ۱۹۴۲ء موضع ٹڑا میں بتاریخ

۵؍جنوری ۱۹۴۲ء کو ایک بجے دن سے ۶ بجے شام تک جناب حاجی عبدالقادر صاحب اسسٹنٹ منیجر مالیہ محمود آباد و ڈاکٹر بابو ہیرالال صاحب میڈیکل افسر ڈسپنسری کستہ کی صدارت میں بابو سانولیا پرساد سرپنچ زندگی سدھار سوسائٹی ٹمرا و بابو متھرا پرشاد سکسینہ بی۔ اے۔ سرپنچ جوڈیشل پنچایت ریوانہ کیمرا ضلع کھیری، منشی سیوک رام صاحب ساکن موضع ٹیمرا، پنڈت گیا پرساد شرما۔ آر۔ ڈی۔ آرگنائزر حلقہ کے انتظام میں شروع ہوئی۔ مذکورہ جشن کے کل کاموں میں گاؤں کے ۱۴ اسکاؤٹوں نے جو کہ وردیوں میں تھے بڑی محنت اور دلچسپی سے امداد دی۔ ۶۰۰ آدمیوں کا مجمع سرکل کستہ کی کل زندگی سدھار سوسائٹیوں کے ممبران و پنچوں اور باشندوں کا ہوا تھا۔ ریوانہ، ٹیمرا، تمھی، جھرون، جلال پور، بہرا، کستہ، چھورا، رامواپور وغیرہ کی زندگی سدھار سوسائٹیوں کی پنچائتیں جشن میں شریک تھیں۔ اس کے علاوہ جناب تحصیلدار صاحب کستہ اور جناب تحصیلدار صاحب متولی ریاست عالیہ محمود آباد اور مڈل اسکول و پرائمری اسکول کستہ کے ماسٹر صاحبان بھی موجود تھے۔ چونکہ جناب اسسٹنٹ منیجر صاحب کے پاس کثرت کار کے باعث وقت کم تھا اسلئے آپ نے جشن میں صرف آدھ گھنٹہ تک شامل ہونے کا وعدہ کیا تھا اسلئے مذکورہ بالا اجلاس کی کل کارروائیاں حاضرین کی اتفاق رائے سے ڈاکٹر ہیرالال صاحب وائس پریسیڈنٹ کی صدارت میں کی گئی۔ اجلاس مقررہ وقت کے مطابق شروع ہوگیا تھا محکمہ گاؤں سدھار کی بھجن منڈلی نے پرارتھنا کے گیت گائے۔ مدرسہ بالغان طلبا نے کئی گیت ملکی ترقی و بھلائی کے گا کر سنائے۔ اس کے بعد مدرسۂ بالغان کے اسکاؤٹوں نے اسکاؤٹ پرچم کا ترانہ گایا۔ بابو سانولیا پرساد سرپنچ ٹیمرا نے سالانہ رپورٹ پڑھکر سنائی اور گذشتہ و آئندہ کاموں کی تفصیل بتلاتے ہوئے عوام کی ضرورتیں اور گاؤں سدھار کا مقصد ظاہر کیا۔

بابو رمیش چندر شریواستو، انچارج بھجن منڈلی نے ہندو مسلم اتحاد کا ایک موثر گیت سنایا۔ منشی بھولا ناتھ اسسٹنٹ ماسٹر ٹاؤن اسکول کستہ نے ملک کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے اپنی زندگی کو خوش حال بنانے کے موضوع پر بہت اچھی تقریر کی۔ جس کا اثر عوام پر بہت اچھا پڑا۔ پنڈت سوہن لال بھجنک اور پنڈت رام بھجن کتھا واچک ساکن کستہ نے رادھے شیام کی رامائن کی طرز پر گیت سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

جناب اسسٹنٹ منیجر صاحب کے تشریف لانے سے حاضرین بہت خوش ہوئے اور انکو اجلاس کی طرف سے پھولوں کا ایک ہار پہنایا گیا۔ جناب منیجر صاحب نے اپنی تقریر کے لئے حاضرین سے اجازت مانگی اور وقت کم ہونے کے باعث اور اجلاس میں پورے وقت تک شریک نہ ہونے کے لئے معافی مانگی حاضرین نے اتفاق رائے سے پروگرام تبدیل کرکے منیجر صاحب کو تقریر کرنے کا وقت دیا۔ اور منیجر صاحب نے اپنی موثر تقریر میں گاؤں سدھار کے کاموں پر نظر ڈالتے ہوئے بالغوں کو شبینہ مدارس میں تعلیم دینے کی خاص ہدایت کی اور گاؤں سدھار کے صفائی و ترقی نسل مویشیان کے فوائد بڑے دلچسپ انداز میں سمجھائے۔

بابو متھرا پرساد بی۔ اے ساکن ٹیمرا نے اپنی طویل تقریر میں گاؤں سدھار کے فائدے عوام کو سمجھائے اور گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا کہ وہ جنگ کے زمانے میں بھی دیہاتوں کی ترقی اور عوام کے فائدے کے لئے اس نے اس کام کو جاری رکھا۔ پنڈت شیو دیال صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر کستہ مڈل اسکول نے باہمی محبت پر زور دیا اور سمجھایا کہ گاؤں سدھار کی اسکیم تنظیم ہی پر منحصر ہے اور تنظیم ہی سے کامیاب ہو سکتی ہے۔

پنڈت گیا پرساد آر۔ ڈی۔ آرگنائزر سرکل نے یونین کے سرپنچ کے انتخاب کے لئے تجویز پیش کی اور انتخاب کے اصول سمجھائے۔ چنانچہ بابو سانولیا پرساد سکسینہ ساکن ٹیمرا کو اتفاق رائے سے مذکورہ پنچائتوں نے کستہ سرکل کی یونین کا سرپنچ مقرر کیا اور اسی طرح مسٹر موہن لال کرمی ساکن ریوانہ کو ماتحت سرپنچ منتخب کیا۔ اس کے بعد پنچائتوں کی طرف سے کئی ایک تجویزیں پیش کی گئیں جو اتفاق رائے سے منظور ہیں اور اب ان پر عمل ہو رہا ہے۔ بابو سانولیا پرساد نے موجودہ مہمانوں اور صاحب صدر کا اجلاس کی شرکت و صدارت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ آخر میں جناب ڈاکٹر ہیرالال صاحب نے صحت کے متعلق ایک مدلل تقریر فرمائی۔ بابو رمیش چندر نے ہارمونیم کے ساتھ اشاعتی اور نصیحت آموز گیت گا کر سب لوگوں کو محظوظ کیا۔ پنڈت گیا پرساد شرما نے اسکاؤٹوں کی ڈرل اور مارچنگ دکھلائی اور لاٹھی و گتکا پھری کے کھیل بھی دکھلائے گئے۔ چھ بجے شام کو اجلاس کی کارروائی ختم کی گئی۔ ۸ بجے سے ۱۱ بجے رات تک گاؤں سدھار بھجن منڈلی کے گانے ہوئے جس میں گاؤں کے سب لوگوں نے شرکت کی۔ اجلاس مذکور کی موثر تقریروں اور بھجن منڈلی کے پرچارک گانوں سے اہل دیہات بہت مؤثر ہوئے اور امید کی جاتی ہے کہ آئندہ گاؤں سدھار کے کاموں میں بہت ترقی اور کامیابی ہوگی۔

مری اسکول نورنگیا گورکھپور میں یوم خواندگی

مسٹر بلکرن شرما ہیڈ ماسٹر نورنگیا اسکول تے ہیں :-

ا- صبح ۷ بجے سے ۹ بجے تک مدرسوں نے اپنے ول کے طلبا کے ساتھ کئی دیہاتوں میں پرچار ی کی۔

۲- دو بجے سے ۴ بجے تک جلوس نکالا گیا

۳- پانچ بجے سے چھ بجے تک بڑی دھوم ام کے ساتھ ماسٹروں لڑکوں اور عوام جمع ہو کر ایک جلسہ کیا جس میں تقریباً ا آدمی موجود تھے۔

ضلع کانپور میں گاؤں سدھار

ناب اودھ نرائن صاحب پنچ زندگی سدھار سابقی کرما ضلع کانپور

۱۹۳۵ء سے یہ اسکیم اس ضلع میں جاری ہوئی اسکا تحصیل کمیٹی کا ممبر بنایا گیا دو تین سال میں نے اس میں کوئی کام گرام سدھار کا س دیکھا میں خاموش ہو گیا ۳ جنوری ۱۹۴۱ء یلہ کنپور میں با اہتمام پنڈت رام پدارتھ صاحب ا- آر- ڈی- انسپکٹر نمائش ہوئی جسکو آنے در کاشی ناتھ صاحب آر ڈی- یو پی نے ملاحظہ کیا اور فرمایا کہ یو پی کے اندر یہ نمونہ کی نمائش ہے اسکو دیکھکر میری طبیعت بہت ش ہوئی اور عام لوگ دیہاتی اس نمائش فائدہ مند ہوئے ضلع کی خوش قسمتی سے بابو یشری پرساد ورما ایڈوکیٹ رئیس علاقہ دار لنج کانپور چیرمین و مسٹر خیر دین صاحب منڈن رٹری مقرر ہوئے ان صاحبان نے ایسی پی سے کام کیا کہ ضلع میں گرام سدھار کی دم ہو گئی امسال ۲۰ سنٹر کھولے گئے جمیں چار سنٹر لنیا پور - کرسا - فتحپور روشنائی - تانتیا گنج ر قائم کئے گئے پانچ ڈسپنسریاں جنمیں تین ویدک یونانی ایک ایلوپیتھک قائم کئے گئے جس سے ات کے لوگوں کو کافی فائدہ پہنچا اسکے علاوہ نا نرزان کی معرفت ادویات بکس تقسیم کرائے جس سے پبلک کو بہت فائدہ ہوا محکمہ زراعت رف سے ۱۲ بیجگودام ہیں سوائے اسکے پانچ بیجگودام

گرام سدھار کی طرف سے کھولے گئے جن سے ۴۰۰ سو من بیج کو غلہ تقسیم کرایا گیا اور اس غلہ کا منافع سو بانٹنی کو دیا گیا اس سے تیس ودیا مٹھیاں ابھی قائم ہو گئیں گردد اپنے ممبران اور غریب کاشتکاران کو امسال ہی بیج دیسکے جسے وقت پر تقسیم تخم کی سہولیت ہو گئی ایک زچہ بچہ اسکول منڈیا میں کھولا گیا جسمیں دیہات کی دایوں کو ٹریننگ دیجاتی ہے اور وہ دایاں دیہات میں کام کرتی ہیں جس سے بچوں کی تندرستی پر اچھا اثر پڑ رہا ہے ایک نواڑ بنانے کا کارخانہ بکراپاں میں کھولا گیا تھا جس میں امسال نواڑ بنانیکا کام شروع کیا گیا ہے ۱۰ ابٹے بافندہ کھولے گئے تین جوان عورتوں کو دستکاری کا کام سکھایا گیا چار لڑکیوں کے مدرسے کھولے گئے جنمیں دو استانیاں تعلیم دیتی ہیں جو فیض آباد ٹریننگ پاس کر آئی ہیں اور چار استانیاں فیض آباد ٹریننگ لینے گئی ہیں جو جون ۱۹۴۲ء میں واپس آوینگی اسطرح آٹھ نسواں اسکول ہو جاوینگے ۴۰ گڑ کا منڈیوں نے گڑ بنانیکا کام دیہات میں کیا اور کسانوں سے کڑیا بھٹیاں بنائی اور کسانوں سے بنوائیں اس کام سے دیہات میں بہت خوشی ہوئی اور اتنا فائدہ ہوا کہ جو کسان ۲۴ گھنٹہ میں ۳ ۴ کڑا ہو گڑ بنلتے تھے وہ دس بارہ کڑھاؤ اسی وقت میں بنانے لگتے ہیں اور جتنا ایندھن ایک کڑھاؤ میں لگتا تھا اتنے ایندھن میں چار کڑھاؤ تیار ہوتے ہیں امسال ۵۰ کنواں پانی پینے کو بنوائے گئے جس میں دیہات کے لوگوں کی تندرستی پر اثر پڑا قریب تین ہزار روشندان لگوائے گئے اور دو ہزار روشندان ابھی اور رکھے ہوئے ہیں جنکی امید کیجاتی ہے کہ وہ اخیر مارچ تک دیواروں میں ہی دکھائی دینگے دیہات کے گھور یعنی پانس سے خالی کرادیئے گئے اور آبادی کے باہر گڈھوں میں پانس کرائی گئی جو ترقی پیداوار کیلئے ثابت ہوئی دس پنچایت گھر کی بنیاد ڈالی گئی جنمیں سات تیار ہو گئی باقی تین اسوجہ سے روکدئے گئے کہ وہ پنچایت گھر کسی دوسری جگہ موزوں ہونگے نابدان کا پانی جو بہتا تھا جسمیں کیڑے بغرصحت پیدا ہوتے تھے اب کوئی بہتے ہوئے نظر نہیں آتے سب سوختے بنے ہوئے ہیں جس سے گاؤں کی صفائی میں اضافہ ہو گیا گاؤں کی گلیاں چوڑی اور بعض بعض گلیاں پختہ اینٹ کی چونا سے پکی اور کئی ایک سڑکیں کچی اور پکی بنوائی گئیں آبادی کے

اندر پختہ نالی اور ڈلی نہ بھی آسائش کیلئے بنوائے گئے ان کاموں کے ترقی کے باعث ہمارے لائق دوست پنڈت رام پدارتھ صاحب ترپاٹھی آر- ڈی انسپکٹر جوہر دلعزیز ہیں اور انکو مبارکباد دیجاتی ہے اس ضلع میں بارہ سانڈ گرام سدھار سے فری دئے گئے جو ترقی نسل کے لئے موزوں ثابت ہوئے پانچ سو پختہ سار اس ضلع میں بنوائی گئیں۔ اس ضلع میں یہ عام رواج تھا کہ دیہاتی لوگ دروازہ کے سامنے مویشیاں باندھتے تھے جو تندرستی کیلئے مضر تھا لیکن دروازہ سے علیٰحدہ پختہ سار وں میں جانوروں کو چارہ ملتا تھا جس سے انکی تندرستی کو فائدہ اور چارہ میں کفایت ہوئی علاوہ ازیں انکے نیچے مٹی ڈالدی جاتی ہے جو پیشاب میں ملکر کھاد کا کام دیتی ہے دس اکھاڑہ بنوائے گئے چار کتب خانہ کھولے گئے بارہ ریڈیو بھی دیہات میں تقسیم کئے گئے جس سے دنیا کا حال گانا بجانا سنتے ہیں اس ضلع میں بارہ بالغوں کے مدرسے کھولے گئے جنمیں مدرس بالغان مقرر ہیں ۸ بجے شام سے ۹ بجے رات تک تعلیم دیتے رہیں اور انکو اسکاؤٹنگ کام لاٹھی ڈنڈا گتکہ لیزم وغیرہ سکھاتے ہیں والی بال فٹ بال کھیل کے فیلڈ میں بنائے گئے اور سامان کھیل بھی دیہات میں تقسیم کئے گئے کئی بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں سال گذشتہ اس ضلع میں کوئی اسکاؤٹ نہیں تھا لیکن امسال جبکہ یہ اسکیم شروع ہوئی تو پہلے گاؤں والے بہت چونکے اور گھبرائے کہ لاٹھی لیزم سکھا کر لڑائی پر نہ بھیجے جاویں۔ ہل چل مچ گئی لیکن ہمارے اسکاوٹ ماسٹر پنڈت رام پرساد صاحب ترپاٹھی جو ایک ہوشیار اسکاوٹ ماسٹر ہیں وہ بہت محنت کے ساتھ کام کرتے رہے لوگوں کو سمجھا کر کام لیتے رہے جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ آج ۴۰۰ اسکاوٹ تیار ہو گئے ہیں اور ۳۶۵ امتحان کیلئے تیار ہیں لیکن اسکے اندر ایک بہت بڑی کمی اسبات کی ہے کہ انکے پاس وردی نہیں ہے اگر انکی پوری وردی کا انتظام گرام سدھار یا کسی دیگر ذریعہ سے ہو جاوے تو یہ نوجوان گرام سدھار کا ایک بڑا ذریعہ ہو جاویں ہمیں امید ہے کہ ہم بہت جلد مزید ترقی کر کے کانپور کو گاؤں سدھار کے لحاظ سے صوبہ کے اضلاع میں ممتاز بنا دینگے۔

عوام کی کتابیں



مکتبہ اُردو لاہور کی چھ آنیوالی کتابوں میں سے کچھ پر اس سے قبل بھی انھیں صفحات میں تبصرہ کیا جاچکا ہے کاغذ کی اس گرانی کے زمانے میں بھی جب کہ کاغذ حد سے زیادہ گراں ہی نہیں بلکہ اچھا کاغذ نایاب سا ہورہا ہے مالکان مکتبہ اُردو ہرماہ اس سلسلے کی ایک نئی کتاب شائع کر رہے ہیں اور یہ امر حیرت انگیز ہے کہ اب تک ان کتابوں کی ضخامت، طباعت اور کاغذ کی عمدگی میں کوئی فرق نہیں آیا ہم ادب نواز حضرات سے سفارش کریں گے کہ وہ مکتبہ اُردو کی ہرطرح سرپرستی فرمائیں۔ اس وقت ہم ”میکسم گورکی کی ڈائری سبھاش بوس رضا شاہ پہلوی، ٹراٹسکی، فاسزم، اور گاندھی پر اظہار خیال کرینگے جو سیریز کی علی الترتیب سولھویں، سترھویں، اٹھارویں، انیسویں، بیسویں اور اکیسویں کتب ہیں۔

میکسم گورکی کی ڈائری ۔ میکسم گورکی روس کا وہ زبردست مفکر اور ادیب ہوا جس کی زندگی شروع ہوئی ایک نانبائی کے برتن صاف کرنیوالے ایک ملازم کی حیثیت سے لیکن جو مرتا ہے روس کا زبردست ادیب اور افسانہ نگار ہوکر، گورکی چونکہ خود آوارہ گردی افلاس و بیچارگی کے مزے چکھ چکا تھا اسلئے اپنی تحریروں میں اُس نے عوام کی زندگی کی حقیقی تصویر پیش کی ہے اس کی ڈائری آپ بیتی نہیں ہے بلکہ متفرق مضامین کا مجموعہ ہے وہ اپنی ڈائری میں اپنی باتوں سے زیادہ دوسروں کی باتیں لکھتا ہے۔ وہ جو واقعات پیش کرتا ہے وہ عام واقعات ہوتے ہیں لیکن اسکا انداز بیان ان واقعات میں ایکخاص دلچسپی پیدا کردیتا ہے۔ ابتدا میں جناب باری کا ایک مختصر دیباچہ بھی ہے جو اپنے اختصار کے باوجود بہت مفید ہے اسکے بعد ایک صفحہ کا پیش لفظ ہے مترجم کی طرف سے جس میں آپ ڈائری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں ”میں ان چند اوراق کا ترجمہ اُردو میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ ان میں ادب کی چاشنی بھی ہے اور دعوت فکر بھی۔ قہقہے بھی ہیں اور آنسو بھی عام انسانوں کی طرح گورکی بھی زندگی کے ہنگاموں سے متاثر نظر آتا ہے لیکن اس کی حیثیت محض تماشائی کی نہیں۔ بلکہ ایک نقاد کی ہے جو صرف زندگی کے کھوکھلے پن پر طنز ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی اچھائیوں کو بھی اُجاگر کرتا ہے۔“

اسکے مترجم جناب حسن عباس ہیں جو ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے ملک میں کافی مشہور ہیں۔ ترجمہ میں اصل کی خوبیاں قائم رکھنے میں کافی کامیاب ہوئے ہیں۔ کتاب کی ضخامت ۸۴ صفحات ہے۔

سبھاش بوس ۔ ملک کے اس نوجوان مخلص اور پرجوش رہنما کا نام شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جس نے نہ سُنا ہو۔ مگر ایسے لوگ یقیناً بہت کم ہیں جو مسٹر بوس کے حالات زندگی سے بھی باخبر ہوں۔ اس قابل فخر ہستی کی سوانح حیات کی تالیف کا سہرا مسٹر گوپال متل کے سر ہے جو ادبی دُنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ کتاب کی زبان بہت سلیس ہونے کے ساتھ ادبیت سے خالی نہیں ہے۔ اس وقت جب کہ سبھاش بابو کسی لامعلوم مقام میں ہیں اُن کی زندگی کے حالات کا مطالعہ نہ صرف دلچسپی کا باعث ہوگا بلکہ بہت سی ایسی نئی معلومات بھی فراہم کر دیگا جو عوام کو نہیں معلوم مگر ان کا جاننا ضروری ہے۔ کتاب کی ضخامت ۸۰ صفحات ہے

رضا شاہ پہلوی ۔ تاجدار ایران دنیا کی ان ممتاز ہستیوں میں سے ایک ہیں جنھیں بھلایا نہیں جاسکتا۔ اس کتاب کے مصنف محمد اشرف خاں صاحب عطا ہیں جنھوں نے بہت محنت اور جانفشانی سے ایران جدید کے خالق کے حالات زندگی کے ساتھ پرانے اور نئے ایران کا موازنہ بھی کردیا ہے۔ اور ان اصلاحات کا ذکر بھی کردیا ہے جو اس وقت ایران میں نافذالعمل ہیں۔

کتاب میں شاہ پہلوی کے آغاز اور انجام دونوں کا ذکر بہت خوبصورت لفظوں میں موجود ہے۔ ضخامت ۷۰ صفحات ہے۔

ٹراٹسکی ۔ روس کے حالات اور اشتراکی نظام سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ٹراٹسکی کے حالات کا جاننا ازبس ضروری ہے۔ حال ہی میں ٹراٹسکی کو اسٹالن کی سیاسی مخالفت کا شکار ہوکر اپنی جان دینی پڑی۔ کتاب کے مصنف مسٹر نریندر ناتھ سیٹھ ہیں۔ کتاب بہت محنت سے لکھی گئی ہے۔ زبان بھی خاصی اچھی ہے اور ضخامت بھی مقابلتاً زیادہ۔ یعنی ایک سو صفحات۔

فاسزم ۔ یہ کتاب ترجمہ ہے ہیرلڈ لاسکی کی اصل تصنیف کا ۔ اس کے مترجم مسٹر باری نے بہت عام فہم زبان میں اس سیاسی تحریک کو روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے جس نے اس وقت یورپ میں دہشت اور درندگی کا بازار گرم کر رکھا ہے ۔ اس نظام کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب اس کتاب میں بہت وضاحت کے ساتھ ملے گا ۔ اور یہ بھی کہ اس سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔

جملہ کتب کی لکھائی اور چھپائی بہت عمدہ ہے ۔ کاغذ بھی اچھا ہے اور سرورق بھی قیمت ہر ایک کی چھ آنے ہے اور مکتبہ لاہور سے طلب کی جا سکتی ہیں۔

گاندھی ۔ مہاتما گاندھی ہندوستان کے وہ رہنمائے اعظم ہیں جن کی کوشش نے نہ صرف ہندوستان میں ایک عام سیاسی بیداری پیدا کر دی ہے بلکہ دنیا میں ہندوستان کا نام روشن کر دیا ۔ غیر ممالک میں بھی ہندوستان سے واقف ہر شخص گاندھی جی کو جانتا ہے اور اس مجاہد وطن کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے بیقرار نظر آتا ہے مگر یہ کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ اردو میں مہاتما گاندھی کی کوئی سوانح حیات موجود نہیں ۔ خود گاندھی جی کی خود نوشت سوانح حیات جو "تلاش حق" کے نام سے شائع ہوئی ۔ سنہ ۱۹۲۰ء تک کے واقعات پر روشنی ڈالتی ہے ۔ حالانکہ انکی زندگی کے بہت سے اہم واقعات بعد میں رونما ہوئے ہیں اس سلسلے میں مکتبہ اردو کے ساتھ ساتھ مسٹر گوپال متل کا بھی ممنون ہونا چاہیئے جنھوں نے اس بہت چھوٹی سی کتاب میں اس بہت بڑے آدمی کے حالات زندگی اس خوبی سے قلمبند کر دیئے کہ کوزہ میں دریا نہیں بلکہ سمندر بند نظر آتا ہے۔

گاندھی جی کے یوم پیدائش سے لیکر سنہ ۱۹۴۲ء تک کے تمام کارنامے اجمالی طور پر اس میں درج ہیں اختصار کی وجہ سے یہ کتاب اتنی دلچسپ ہوگئی ہے کہ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر طبیعت نہیں مانتی مسٹر گوپال متل کا ہم ایک بار پھر اسلئے بھی شکریہ ادا کرینگے کہ انھوں نے گاندھی جی کے فلسفۂ سیاست سے اختلاف رکھنے کے باوجود انکے حالات لکھتے وقت اسکا کہیں اظہار نہیں کیا ۔ اس قسم کی سوانح عمریاں لکھتے وقت اکثر ایسے مقام آتے ہیں جہاں سوانح نگار کو اپنے ہیرو کی موافقت یا مخالفت میں کچھ ضرور لکھنا پڑتا ہے ۔ اس کتاب میں ایسے بعض مواقع آئے ہیں لیکن اس پوری کتاب کے مطالعہ کے دوران میں آپ کو کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوگا کہ سوانح نگار گاندھی جی کی رائے سے اختلاف رکھتا ہوگا۔

ہماری رائے میں دوسرے سوانح نگاروں کو بھی اس باب میں مسٹر گوپال متل کی تقلید کرنی چاہیئے ۔ اس کتاب کی ضخامت ۶۶ صفحات ہے۔

پاپی ۔ یہ کتاب بھی مکتبہ اردو کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور سستی کتابوں کے سلسلے سے علیحدہ ہے ۔ اس کی ضخامت ۱۹۶ صفحات ہے اور قیمت عہ

اس کے مصنف مسٹر اپیندر ناتھ اشک ادبی دنیا میں خاصی شہرت کے مالک ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ آپ ایک ایکٹ کے ڈراموں کے لئے بہت مشہور ہیں اور جب ہم اس مجموعے کے ڈراموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس شعبے میں اشک صاحب نے اپنے لئے ایک بہت بلند جگہ پیدا کر لی ہے ۔ ان ڈراموں میں فاضل مصنف نے بہت سی معاشرتی اور تمدنی خرابیوں کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے اور یہی ڈرامہ نگار کر سکتا ہے ۔ تمام ڈراموں کی جن کی تعداد آٹھ ہے ۔ زبان بہت سادہ ہے اور مکالمے نہایت موزوں ہم اپنے قارئین سے اسکے پڑھنے کی سفارش کرنے میں کوئی تامل نہیں کر سکتے ۔ یہ ڈرامے اسٹیج پر بھی بہت کامیاب ہونگے ۔ کیونکہ کئی ڈرامے بارہا مختلف مقامات پر اسٹیج پر کھیلے جا چکے ہیں ۔

سرود کارواں ۔ ایک نوجوان اور ہونہار شاعر طفیل احمد جمالی کے ابتدائی کلام کا مجموعہ ہے ۔ جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمالی میں جدید اردو شاعری کے رجحانات بدرجہ اتم موجود ہیں کہیں کہیں انکی نظموں میں اقبال کے رنگ کی جھلک پائی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اقبال کے کلام کا گہرا مطالعہ کیا ہے کیونکہ انکی بعض نظموں میں انقلاب اور حریت کی تعلیم اور حب الوطنی کا جذبہ کارفرما ہے ۔

حالانکہ کلام میں بعض بعض خامیاں ہیں اور پختگی کا فقدان ہے پھر بھی وہ قابل معافی ہے کیونکہ سرود کارواں ایک نوجوان کے ابتدائی کلام کا مجموعہ ہے لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جمالی میں ایک کامیاب شاعر کے

تمام عناصر موجود ہیں جس کا ثبوت آنیوالے وقت ہی سے مل سکتا ہے۔

"آزادی کا گیت"، "رحلت کمال" اور "اپنی منزل کی طرف" اچھی نظمیں ہیں۔

کتاب کی لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور سرورق نہایت دلکش ہے۔ قیمت ۸؍ اور ملنے کا پتہ۔ کتاب محل - ۶۳ زیرو روڈ الہ آباد ہے۔

ایک معلم کی زندگی۔ یہ ضخیم کتاب جامعہ ملیہ کے ایک مدرس مولوی عبد الغفار صاحب مدھولی کے ان ۱۲ سالہ علمی تجربات کا نچوڑ ہے جو موصوف نے وہاں رہ کر حاصل کئے ہیں۔ کتاب بہت زیادہ دلچسپ انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ اور جہاں تک اسکی افادی حیثیت کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر جامعہ ملیہ کی تاریخ لکھی جاتی تو شاید ہی اس کو اتنی مقبولیت حاصل ہوسکتی۔

لائق مصنف نے اپنی طالب علمی اور معلمانہ دونوں زندگیوں کا خاکہ بہت موثر پیرایہ میں کھینچا ہے۔ تحریر کا رنگ افسانویت سے خالی نہیں ہے۔ اور بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ جامعہ ملیہ کے نظام تعلیم پر روشنی ڈالنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ ممکن نہیں تھا جو عبد الغفار صاحب نے اختیار کیا ہے۔ کتاب دو مجلد حصوں میں تقسیم ہے ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات ہے اور جامعہ کی متعدد تصاویر سے بہت زیادہ دلچسپ بن گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ تعلیم سے دلچسپی لینے والا ہر طبقہ خواہ وہ متعلم ہو یا معلم اسکو ضرور پڑھے اور استفادہ کرے۔ قیمت ہر دو جلد ۵؍ پتہ: مکتبہ جامعہ دہلی

سالنامہ نیرنگ خیال۔ کاغذ کی گرانی نے اس کو کمیابی سے بڑھا کر نایابی کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ ایسی صورت میں کہ بہت سے اخبار اور رسائل کا وجود مٹ گیا ہے اور بہت سے نزع کے عالم میں پڑے ہوئے ہیں ادارہ نیرنگ کی ہمت اور ادب نوازی کی داد نہیں دیجا سکتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے جہازی سائز کا ۲۰۰ صفحات پر اپنا سالنامہ شائع کرکے نہ صرف اپنی دیرینہ روایات کو برقرار رکھا بلکہ اس میں قابل قدر اضافہ بھی کرلیا۔

تمام مضامین نظم و نثر نیرنگ خیال کی روایات دیرینہ کے حامل ہیں۔ جملہ مضامین معیاری ہیں اور خصوصیت کے ساتھ اسکا 'حصۂ اقبال' بہت جامع اور مفید ہے۔ اس دور میں ایسے عمدہ پرچے کی قیمت دو روپیہ بہت کم ہے۔ ہم اس کامیاب نمبر پر ادارہ نیرنگ خیال کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

ادب لطیف کا سالنامہ۔ لاہور کے ماہناموں میں شاید ہی کوئی اور رسالہ ہو جو ہندوستان گیر شہرت میں ادب لطیف کا حریف کہا جا سکے۔ اس رسالہ کو ملک کے نوجوان اور کہنہ مشق ادباء اور شعرا کا تعاون حاصل ہے۔ سالنامہ زیر تبصرہ میں ڈاکٹر تاثیر کا مضمون موجودہ اردو غزل پر اور فیض احمد صاحب فیض کا مقالہ ہماری تنقیدی اصطلاحات پر بہت عمدہ ہیں۔ حصہ نظم میں مجاز۔ جوش، اثر، جگر، فراق اور حفیظ جالندھری کے کلام کے علاوہ جو خاص طور پر دلچسپ ہیں احمد ندیم قاسمی کا منظوم ڈرامہ "ماحول کے مارے" اس سالنامہ میں ایک خاص چیز ہے۔ افسانوں میں منٹو۔ راجندر سنگھ بیدی۔ عصمت چغتائی۔ حیات اللہ انصاری اور کرشن چندر کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

مسٹر دیوندر ستیارتھی کا افسانہ "نئے دیوتا" جس میں ملک کے دو نامور افسانہ نگاروں کا خاکہ کھینچا گیا ہے بہت دلچسپ ہے اور شاید یہ مسٹر ستیارتی کا پہلا افسانہ ہے جو اتنی دلچسپیوں کا حامل معلوم ہوتا ہے عام اس سے کہ یہ تصویر کیسی ہے، اس میں شبہ نہیں کہ ایک خاص انداز سے کھینچی گئی ہے۔ بہرکیف بہ حیثیت مجموعی سالنامہ بہت مفید اور قابل دید ہے۔ قیمت ۱؍ ہے جو اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ لکھائی چھپائی معیاری ہے۔

ادب لطیف کا سالانہ چندہ چار روپئے چار آنے ہے اور منیجر صاحب ادب لطیف لاہور سے مل سکتا ہے۔

ہمارے صوبہ میں گاؤں سدھار

جنوری سنہ ۱۹۴۲ء کے کام کی تفصیل

گاؤں والوں کو اس ماہ اپنے کھیتی کے کاموں سے کچھ فرصت تھی اس لئے انھوں نے تعمیری کاموں کی طرف زیادہ توجہ دی جنگ کے باعث گرانی ہوتے ہوئے بھی زندگی سدھار سوسائٹیوں اور گاؤں سدھار پنچایتوں نے بہت سے تعمیری کام کئے۔ دیگر اضلاع کے ساتھ ساتھ بہرائچ اور ضلع ہمیرپور میں بھی آنکھوں کے علاج کی اسکیم جاری کی گئی اور ان مقامات کے مریضوں کو وہاں آنکھ کے علاج کا انتظام نہیں کیا گیا ہے وہاں کے میڈیکل افسر اور سول سرجن قریب کے ان اضلاع میں بھیج دینگے جہاں ان کا معقول انتظام کیا جائیگا۔ موصولہ رپورٹ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں سدھار اسکیم کے مطابق کام کرنے والے انگریزی اور ہندوستانی دوا خانے والے بہت مشہور ہیں اور گاؤں والوں کی بڑی مدد کر رہے ہیں۔ ان خصوصیات کے علاوہ محکمہ کے دیگر کام بخوبی ہوتے رہے۔

گاؤں سدھار کے کاموں کی اچھی دیکھ بھال کرنے کیلئے الموڑہ، گڑھوال گونڈہ، گورکھپور، اعظم گڑھ، فیض آباد اور جونپور میں اسسٹنٹ گاؤں سدھار انسپکٹر رکھے گئے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ گاؤں سدھار کے انسپکٹروں کی مدد کریں اور اسکے علاوہ ان کاموں کو انجام دیں گے جو ضلع کے افسر انکے سپرد کرینگے۔

دیہاتوں میں جانوروں کی نسل بڑھانیکی اسکیم تیزی سے کام کر رہی ہے۔ دیہاتوں میں جن لوگوں نے اپنی دلی خواہش کے ثبوت میں بائیس روپئے دیئے انھیں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن میں محکمہ زراعت کی مدد سے عمدہ نسل کے ترقی دادہ سانڈ دلائے۔ جن سے گاؤں کے جانوروں کی نسل بڑھے۔ اس طرح مہینے بھر میں ۶۶ سانڈ دیئے گئے پھلوں کے فائدوں کی دیہاتوں میں کافی اشاعت کیگئی چنانچہ گاؤں والوں نے ۲۳۴۶ پودے لگائے اس مہینے میں ۶۴۱۰ کھاد کے گڈھے بنائے گئے ۸۲۲ پیشاب جمع کرنے والے گڈھے بنائے گئے اور ۵۴۷۷۰ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا ۲۲۴۴ آدمیوں کو ٹیکہ لگایا گیا اور ۵۹۳۲۲ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۱۱۹۶ اشخاص کو فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ دیگئی اور ۲۴ دائیاں سکھائی گئیں۔

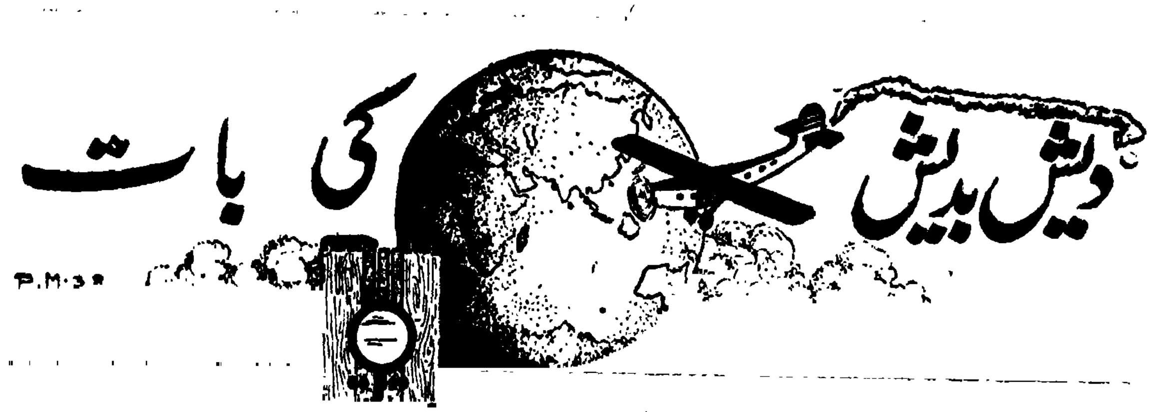
سوختہ گڈھوں کا بنانا پھر سے شروع کیا گیا اور ۱۵۲ گڈھے بنائے گئے گھروں میں ۳۲۰۴ روشن دان لگائے گئے ۱۱۰۹ گڈھے پاٹے گئے اور ۶۵ ٹوٹے پھوٹے مقامات کی مرمت کی گئی ۲۶۵ سور باڑے بستیوں سے باہر نکالے گئے اور ۱۳۱۲ گھور صاف کئے گئے۔

حکومت نے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کو ۴۹۱۳۳ روپئے اسلئے دیئے منظور کئے کہ اُسے چندے کی شکل میں خرچ کیا جائے۔

جیل کورٹ اپیری میں چھتوں کی تعداد اس ماہ ۲۶۴ تھی۔ اس ماہ اپیری کو ۳۹۵ روپئے ۸ کی آمدنی ہوئی۔ دوسرے گروپ کی ٹریننگ ۱۵ فروری سنہ ۱۹۴۲ء سے شروع ہوئی ہے۔

محکمہ کے کارکنوں نے تعلیم بالغان کیطرف خاص توجہ کی بالغ مردوں کے لیئے ۱۸ نئے اسکول کھولے گئے اور ۳۲ اسکول بالغ عورتوں کے لئے کھولے گئے۔ گاؤں میں اسکاوٹ ٹریننگ پر خاص زور دیا گیا اور رپورٹ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کافی کامیابی ہو رہی ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ اس سال کے آخر تک بالغ اسکاؤٹوں کی تعداد بہت کافی بڑھ جائیگی۔ کل ۴۷۳ سیوا دل بنائے اور ۳۴۹۶ اسکاؤٹ اور آرگنائزروں کو ٹریننگ دی گئی۔ ڈاکٹر پنا لال سی۔ آئی ای۔ آئی۔ سی۔ ایس مشیر کار حضور گورنر یوپی نے بہت سے گاؤں سدھار سنٹروں کا معائنہ فرمایا اور وہاں کی ترقی دیکھکر بہت خوش ہوئے دیہاتوں میں ۵۳۵۱ جلسے کئے گئے جن میں حسب موقع ضروری موضوعات پر تقریریں کی گئیں گاؤں کی بنی ہوئی چیزوں کی ۶۷۴ نمائشیں کی گئیں اور عوام کی تعلیم و تفریح کے لئے ۷۳ ڈرامے کھیلے گئے گاؤں والوں کو ماگھ میلے میں جانے سے روکنے کے لئے اشاعت کی گئی اور عوام کے جمع ہونے والے مقامات پر پوسٹر لگائے گئے اور ان سے تنہائی میں گفتگو کی گئی ضلع بدایوں میں گنگولہ میں ہونے والی مویشیوں کی نمائش بہت کامیاب رہی اور سپرنٹنڈنٹ سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ لکھنؤ کی رائے میں یہ بہت اچھی رہی عمدہ نسل کے جانور رکھنے والوں کو ۱۲۰ روپئے کی قیمت کے نقد انعام دیئے گئے اس مہینے میں ۷ پنچایت گھروں کی تعمیر پوری ہوئی۔ ۴۵ نمونے کے گھر بھی بنائے گئے ۳۲۰ آدمیوں کو صنعت و حرفت کی ٹریننگ دی گئی۔ اور ۱۸۸ اصلاح شدہ تجارتی سامان تقسیم کئے گئے۔

لکھنؤ سے ۵۰ میل کے گرد و نواح میں ریڈیو کی اسکیم بہت مقبول ہو رہی ہے۔ ہر روز بہت سے دیہاتی باشندے دور دور سے جنگ کی خبریں اور ہندوستان پر اس کا اثر جاننے کے لئے آتے ہیں۔ ریڈیو کی مانگ روز بروز بڑھ رہی ہے۔



دنیا کے اہم واقعات

از رائے بہادر پنڈت تسکد یو بہاری مشر

میرا پچھلا مضمون ۲۱ فروری کو لکھا گیا تھا اور یہ مضمون اُس کے ٹھیک ۲۹ دن بعد لکھا جا رہا ہے۔ اتنے دنوں میں ریاستہائے متحدہ امریکہ نے نئی افواج کافی تعداد میں تیار کیں خرچ بہت بڑھایا اور سامان جنگ بھی بہت تیار کیا۔ لیکن میدان جنگ میں پوری قوت نہ لا سکا۔ برطانیہ بھی اس طرف پوری طاقت لگانے کی کامیاب کوشش نہ کر سکا۔ بحر الکاہل کی جنگ اتحادیوں کے خلاف رہی ہے جیسا کہ آگے پڑھنے سے ظاہر ہوگا کناڈا ابھی حتی الامکان کوشش کر رہا ہے۔ ادھر شمالی افریقہ کی جنگ میں جرمن فوجوں کو فرانس کے مقبوضات سے بہت کچھ امداد ملی جس سے اتحادیوں کو اس ملک کے خلاف کارروائی کرنے کی ضرورت ہوئی۔ امریکہ نے فرنچ شمالی افریقہ کو سامان دینے کے متعلق کچھ کہا سنی کی جس کا معاملہ اب طے ہو چکا ہے اور وہ امداد اب جاری رہیگی۔ شمالی افریقہ کی جنگ ادھر کچھ رُکی سی رہی تھوڑے ہی دنوں میں پھر سے شروع ہو گی۔ امید ہے کہ اس طرف سرکار کی فتح ہو سکے گی روس میں جرمنی کے اوپر ابتک روسی حملے ہو رہے ہیں خارکوف، دیازما، سمولنسک، کریمیا، لینن گرڈ وغیرہ کے لئے روسیوں کے حملے جاری ہیں اور جرمنی اُنھیں بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ امید ہے کہ خارکوف پر جلد ہی کامیابی ہو گی۔ ایک بڑی جرمن فوج کئی ہفتہ سے گھیری جا چکی ہے۔ اس کے پکڑنے یا اُسے مار ڈالنے کی زبردست کوشش ہو رہی ہے اور جرمنی انہیں بچانے کی ناکام کوششیں کر رہا ہے۔ ابھی تقریباً چار پانچ ہفتوں تک اُدھر جاڑے کا اثر رہنے کی توقع ہے۔ اتنے دنوں میں روس کچھ نہ کچھ کر ہی گزرے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاڑے کے اختتام کے بعد جرمنی کی کیا امیدیں ہونگی یہ ایک قابل غور مسئلہ ہوگا۔ اس کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ پھر سے زبردست حملہ شروع ہوگا۔ اتحادیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ سردی کا روسی حملہ بچانے کو جرمنی کی جمع شدہ فوج اور سامان کا بہت سا حصہ خرچ ہو چکا ہے جس کے باعث اُس کے پاس اتنی فوج اور سامان موجود نہیں کہ وہ روس کو دبا سکے۔ روس نے بھی خاصی نئی فوجیں اور سامان جمع کئے ہیں اور گزشتہ سال کے تجربے سے اس سال اچھی لڑائی لڑ سکے گا۔ ادھر جرمنی کی طرف سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ جب وہ روس کو مغرب سے دبائے تو مشرق سے اُسی پر جاپان حملہ کر دے۔

روس نے اُس طرف بھی کافی فوج جمع کر رکھی ہے اور روس سے خاص جاپان پر ہوائی حملے بھی آسانی سے ہو سکتے ہیں جن سے جاپانی کے لکڑی کے بنے ہوئے مکانوں والے شہروں کو زبردست نقصان ہو سکتا ہے۔ پھر بھی یہ خیال کیا جاتا ہے



امریکہ سے آئے ہوئے طرائی فوجی ماہر اور اُن کے افسر میجر جنرل ولیسن پیدل فوج کے ایک بھاری ٹرینک کا معائنہ کر رہے ہیں۔ یہ تصویر اُس وقت کی ہے جب وہ لوگ انگلینڈ کے ایک ٹرینگ سنٹرل کا معائنہ کرنے گئے تھے۔

۷

کہ یورپ میں اگر جرمنی ہار جائے تو اتحادیوں کی زبردست قوت کے سامنے جاپان آتے ہوئے گریز کرے گا۔ اس لئے وہ جرمنی کی پوری شکست ممکن نہ ہونے دے گا۔ ادھر آسٹریلیا پر جاپان حملہ کرنا ضرور چاہتا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے اور نیوزی لینڈ کو لئے اس کی حال کی فتوحات کا نتیجہ خراب ہو سکتا ہے۔ تاہم امید کی جاتی ہے کہ ان دونوں ملکوں کو امریکہ کی پوری مدد ملے گی۔ آسٹریلیا میں امریکن فوجیں پہنچ بھی چکی ہیں۔ وہ اب جلد ہی نہ صرف مدافعت بلکہ حملہ بھی کرنا چاہتی ہیں۔ اگر جاپان روس سے لڑنا چاہے تو اسے بحر الکاہل اور ہندوستان والے اپنے حملے ملتوی کرنے پڑیں گے۔ جس سے امریکہ اور برطانیہ کو تیاری کرنے کا موقعہ مل جائے گا اور ۱۹۴۳ء جاپان کے لئے کافی منحوس ہو سکتا ہے۔ روس سے جاپان صلح کے معاملات طے بھی کرتا جا رہا ہے۔ اس لئے ابھی پوری طرح طے نہیں ہے کہ روس کے متعلق جاپانی پالیسی مستقبل قریب میں کیسی رہے گی۔ چین والے ان دونوں کے لڑانے کے حق میں ہیں۔ یہ بھی سوچا جاتا ہے کہ جرمنی جلد ہی ترکی کے راستے سے سیریا اور عراق وغیرہ پر حملہ کر کے کوہ قاف کے پٹرول کے چشموں پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا اور فارس کی طرف بڑھ کر ادھر سے پہنچی ہوئی جاپانی فوجوں سے خلیج فارس میں ملاقات کرے گا۔ اگر ایسا ہو سکا تو برطانیہ کے خیال سے یہ بہت برا ہوگا۔ تاہم جاپان کا خلیج فارس تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔ ترکی ایسی حالت میں کیا کرے گا یہ ابھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی دوستی برطانیہ سے ہے ہی لیکن ممکن ہے کہ جاپانی فتوحات کے باعث ترکی کو لڑنے میں خوف ہو۔ جاپان اور جرمنی کے ایسے ہی خیالات ہیں بھی لیکن برطانیہ اور امریکہ ترکوں کو مستقل مزاج سمجھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جرمن فوجیں اس طرف حملہ کے لئے جمع ہو رہی ہیں شاید ماہ مئی یا جون میں لڑائی شروع ہو۔ جرمنی کے معاون رومانیہ اور ہنگری میں کافی کشیدگی ہے اور ممکن ہے کہ ان دونوں سے



روسی توپ خانہ ایک بڑی توپ چھوٹے پہیوں کے بیچ میں بہت بلند نالی لگی ہوئی ہے۔ اس قسم کے اوزار بھی کیٹر پیلر ٹریکر کے سہارے خراب سے خراب مقام پر پہنچائے جا سکتے ہیں۔

پوری فوجی امداد پانے میں جرمنی کو دقت ہوگی بہرحال یہ سوچا جاتا ہے کہ موسم بہار میں اس طرف شاید جنگ ضرور شروع ہوگی۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ ابھی سے نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ترکی اپنے عہد پر قائم رہا جیسا کہ سمجھا جاتا ہے تو یا تو جنگ ہی نہ ہوگی یا اپنی فتح ہو جائے گی ابھی تک یورپ کی طرف جرمنی مائل بہ زوال ہے اور روس مائل بہ عروج۔ فرانس کو بخوشی یا جبری طور پر جرمنی کے لئے سامان جنگ تیار کرنا پڑ رہا ہے۔ تاہم پٹرول اور کئی دھاتوں وغیرہ کی جرمنی میں سخت قلت پائی جاتی ہے۔ کپڑے کا بھی وہاں توڑا ہے مہینے دو مہینے کے اندر بہت سی باتیں ظاہر ہوں گی کہ یورپ میں جنگ کا رخ کیا ہوتا ہے روس کی خواہش ہے کہ فرانس وغیرہ کی طرف برطانیہ امریکہ مل کر جرمنی سے خلاف جنگ شروع کریں۔

جس سے روسی محاذ پر اُسے جرمنی کی پوری قوت کا مقابلہ نہ کرنا پڑے - ادھر ان دونوں کا ایسا کرسکنا مشکل نظر آتا ہے - اٹلی نے ادھر کوئی بہادری نہیں دکھلائی ہے - برطانیہ انگلینڈ میں اپنی حفاظت کے لئے زبردست فوج اور سامان جمع کئے ہوئے ہے - لوگوں کا بیان ہے کہ جرمنی حملہ کا جھوٹا ذکر کرکے اتنی فوجیں بیکار کئے ہوئے ہے - ایک یہی معاملہ ایسا ہے جس پر روس کا دوسری اتحادی طاقتوں سے کچھ اختلاف سا ہے - بظاہر اس فوج کا ہٹانا خطرے سے خالی نہیں ہے فرانس یا ہالینڈ پر حملے میں بھی کم دقت نہیں ہے اُدھر روس کے لئے تنہا ہو کر جرمنی سے لڑنا بھی مشکل ہے - دونوں طرف سے خطروں کا اندیشہ ہونے سے کیا مناسب ہے یا کیا ہوگا ایسا بتلانا سہل نہیں ہے -

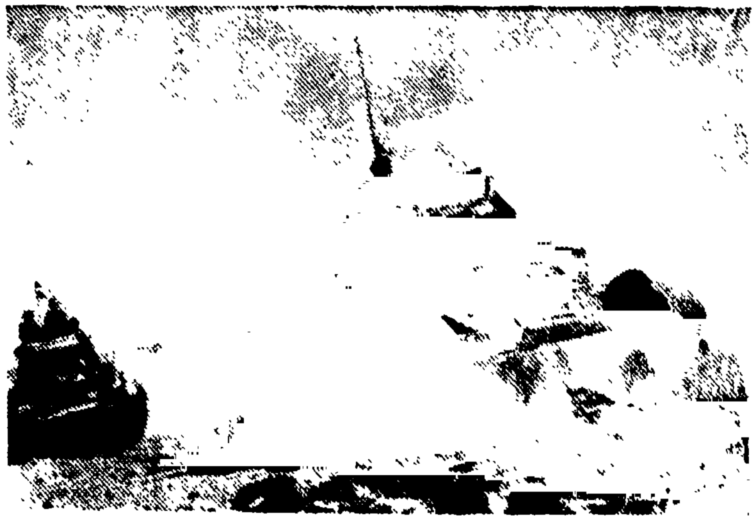
مشرق بعید کی جنگ بڑی تیزی سے جاری ہے - یہ ۷ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء سے شروع ہے اُسی وقت سے یہ بڑی سختی کے ساتھ جاری ہے - جاپان نے جیسی طاقت بحری اور ہوائی فوجوں کی ظاہر کی ہے ویسی امید نہیں تھی جزائر مشرق الہند کے چاروں ڈچ جزیرے جاوا، سماترا، بورنیو اور سیلیبز پر ان کا قبضہ سا ہوگیا ہے - ابھی ان میں سے کچھ مقامات پر اتحادی فوجیں جنگ کر رہی ہیں لیکن بحری اور ہوائی فوجوں کے لئے وہاں سے اپنا قبضہ ختم سا ہوگیا ہے - ملایا اور جاوا میں مسلمان آباد ہیں کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ملایا کے باشندوں میں سے کچھ نے خفیہ طور پر دشمن سے مل کر اپنی فوجوں کے خفیہ راز بتلا دئے - اس سے بھی بڑا نقصان ہوا - ملایا اور سنگاپور کے نکل جانے سے سرکاری نقصان کے علاوہ ہندوستان پر آنچ آنے کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے - جزائر فلپائن امریکہ کے ہیں جس میں لوزان خاص جزیرہ ہے امریکہ نے پہلے ہی سے فلپائنی باشندوں کو آزادی دینے کا وعدہ کر رکھا تھا اس سے وہ لوگ جی توڑ کر جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں - نتیجہ یہ ہے کہ ابتک جاپان کا پورا قبضہ لوزان پر نہیں ہوسکا - اگرچہ جنگ یہیں سے شروع ہوئی - امریکن جنرل میک آرتھر ابھی تک



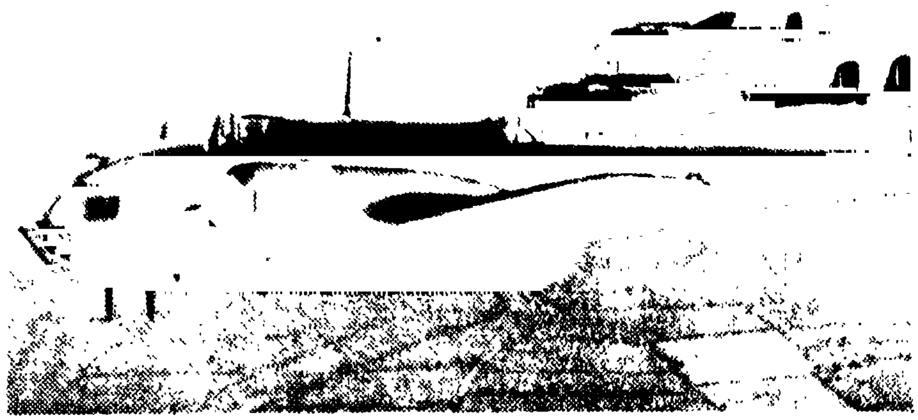
ایک کنیڈین ہواباز جو برطانی ہوائی فوج میں اس وقت بڑی سرگرمی سے مصروف رہا ہے



آر - اے - ایف بمبار کمانڈ کا ۴ انجنوں والا ایک نیا بمبار ہانڈلے پیج ہیلی فکس - اس کے پنکھے ۹۹ فٹ لمبے ہیں - اس کی لمبائی ۷۰ فیٹ اور اونچائی ۲۲ فیٹ ہے -



برٹش کیویلری رجمنٹ کی سرحد میں جلد ہونے کے حلقے میں گشت لگانے والا آرمرڈ کار دستہ۔



برٹش ونٹ نیچ ہیمپڈن، دو انجن والے بمبار برطانیہ کے بہت ہی تیز اُڑنے والے بمبار ہوائی جہاز اس تصویر میں دکھائے گئے ہیں۔



سوڈان ڈفینس فورس کا ایک دستہ

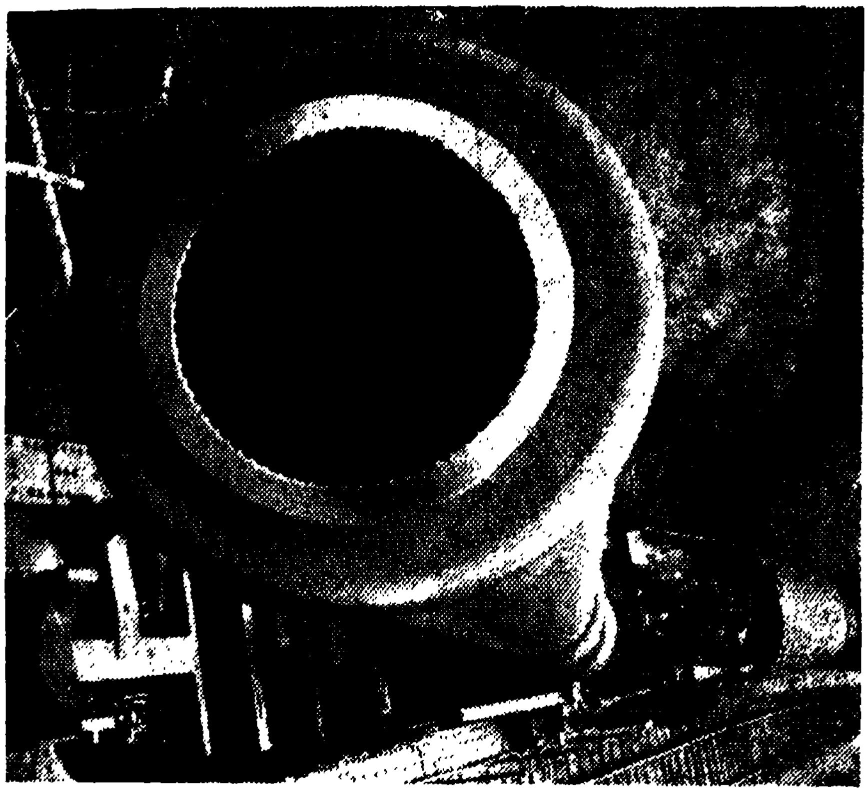
وہیں لڑ رہے ہیں اور جاپانیوں کا ایک تہائی سے زیادہ لوزان پر قبضہ نہیں ہونے پایا ہے مجمع الجزائر شرق الہند سے جو پٹرول اور دیگر قیمتی چیزیں حاصل ہوتی تھیں وہ اتحادیوں نے قریب قریب برباد کردی ہیں وہ ابھی جاپانیوں کو سال چھ مہینے تو حاصل نہیں ہوسکتیں۔ آئندہ بھی شائد نہ ہو۔ اُمید ہے کہ اُس وقت تک برطانی اور امریکن فوجیں شائد ان مقامات کو پھر سے فتح کرلیں۔ امریکہ اب فلپائن کے سپاہیوں کو امریکنوں ہی کی طرح تنخواہ دینے لگا ہے۔

اب اُس طرف جاپان آسٹریلیا کی طرف جھکا ہوا ہے۔ اس برِ اعظم کے شمال میں نیوگنی نامی ایک بڑا جزیرہ ہے جو جاوا سے دس پندرہ گنا بڑا ہے۔ برِ اعظم اور اس کے درمیان کا بحری حصہ آسانی سے پار کیا جاسکتا ہے۔ جاپانیوں کی کوشش ہے کہ اس پر پہلے قبضہ کرلیں۔ اس غرض سے وہ اُس طرف ایک بڑی فوج لائے تھے جس پر حملہ کرکے دو ہی دن ہوئے امریکہ نے ہوائی جہازوں کے ذریعے قریب قریب ۲۳ اور دو جنگی جہازوں میں سے کچھ کو ڈبو دیا اور بقیہ کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اس زبردست نقصان سے جاپانیوں کی حملہ کرنے کی کوشش اس وقت ملتوی سی ہوگئی ہے۔ امریکہ اور آسٹریلیا کا بیان ہے کہ وہ صرف موافقتی جنگ نہ کرکے دشمن پر حملہ کریں گے موجودہ حالات دیکھتے ہوئے اس طرف اتحادیوں کی کوشش اچھی طرح جاری ہے دیکھنا یہ ہے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ آسٹریلیا کے فتح کرنے سے جاپان کا کام بہت کچھ بن سکتا ہے۔ لیکن امریکن طاقت وہاں ابھی سے کافی پہنچ چکی ہے۔ اور امید ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی پہنچتی رہیگی۔ اب اُس کا جیتنا جاپان کے لئے بہت آسان نہ ہوگا جنگ جاری ہی ہے۔ ماہ دو ماہ میں اُس کی اصلی حالت شائد ظاہر ہونے لگے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جاپان کے گشتی جہاز (کروزر) اتنے بگڑے ہیں کہ اُن کی زبردست کمی ہوگئی ہے۔

ادھر برما میں چینی فوجیں بھی بڑی تعداد میں مدد کے لئے پہنچ چکی ہیں۔ برما کا پایۂ تخت رنگون تو ہاتھ سے نکل چکا ہے لیکن پیگو کے قریب جنگ ہو رہی ہے۔ جاپانیوں کی خواہش ہے کہ برما ہوکر چین کی مدد کے لئے جو سامان جایا کرتا تھا اُس کا راستہ

بند کر دیا جائے۔ اس سڑک کا کچھ حصہ تو بند سا ہو ہی گیا ہے تاہم آسام سے شمالی برما کی سڑک جو ابھی کام نکالنے کی کوشش ہو رہی ہے۔
جنگ بھی تقریباً ایک ہفتہ رُک کر پھر سے جاری ہو گیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ملایا کی طرح برما میں بھی کچھ لوگ خفیہ طور پر دشمن سے ملے ہوئے ہیں۔ انھیں وجوہ سے اسے اپنی کوششوں میں بہت کچھ کامیابی ہو جاتی ہے تاہم امید ہے کہ چینی اور برطانی فوجیں مل کر برما کی حفاظت کر سکیں گی۔ وہاں پٹرول کی جو پیداوار ہے اُس سے ہندوستانی موٹروں کا بھی بہت کچھ کام چلتا ہے۔ برما میں چاول کے علاوہ معدنی اشیاء کا بھی کافی ذخیرہ ہے اگر برما گیا تو آسام اور بنگال کے لئے بھی برا وقت آ سکتا ہے۔ اس لئے برما کے لئے برطانی فتح بہت ضروری ہے۔

ہندوستان میں بہت دنوں سے آزادی کے مسئلے پر انگریزوں سے بات چیت ہو رہی تھی اور انھوں نے بہت جلد درجۂ نوآبادیات دینے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جب ہندوؤں، مسلمانوں اور دیسی ریاستوں میں اتفاق رائے ہو جائے اُسی وقت ایسا ہو سکتا ہے۔ ادھر ان تینوں کا اتفاق بہت مشکل ہے۔ اس لئے کانگریس اور ہندو سبھا کو حکومت سے اختلاف سا ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ کانگریس اس سوال کے حل نہ ہونے سے دُشمن سے اپنے ملک کی حفاظت کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ ادھر مسلم لیگ بھی چاہتی ہے کہ آزادی جلد حاصل ہو اور حکومت برطانیہ یہ الزام دیتی ہے کہ وہ اپنا قبضہ چھوڑنا نہیں چاہتی۔ تاہم جب تک خاص ہندوستانی حکومت میں مسلمانوں کو نصف حصہ نہ ملے اور پاکستان کا مسئلہ اُس کی مرضی کے مطابق طے نہ ہو جائے اُس وقت تک وہ ہندوستان کی آزادی بھی نہیں چاہتے۔ اُدھر والیان ریاست کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ برطانیہ کے جو معاہدے ہوئے ہیں وہ قائم رہنے چاہئیں۔ رقبہ میں ⅖ اور آبادی میں پانچواں حصہ ہندوستان



برطانیہ کے بحری ساحل پر لگی ہوئی ایک بڑی توپ اسے بوچ بسنر کہتے ہیں۔

کی دیسی ریاستوں کے قبضہ میں ہے مسلمان ہندوستان میں ۲۲ فی صدی ہیں۔

حکومت نے آٹھ اگست سنہ ۱۹۴۰ء کو اعلان کیا تھا کہ اگر ہندوستانی آپس میں مصالحت کریں اور ایسی تجویز پیش کریں جس میں برطانیہ کے قدیم تعلقات کا بھی لحاظ ہو تو حکومت اسے ماننے کو ہر وقت تیار ہے۔ یہ پیش کش اتنی مبہم ہے اور مسلمانوں کے مطالبات پورے کرنے میں ہندوؤں کا اتنا نقصان ہے کہ اس طرف کسی نے توجہ بھی نہ کی۔ اب جنگ کے باعث ہندوستان کی حقیقی امداد ضروری معلوم ہونے لگی ہے اور چین و امریکہ کی بھی رائے ہے کہ جب تک ہندوستانی مطمئن نہیں ہوتے اُس وقت تک اس ملک کا اتحادیوں کو حقیقی تعاون حاصل ہونا مشکل ہے۔ اس لئے برطانیہ نے سر اسٹیفورڈ کرپس کو ہندوستانی معاملات طے کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ خود حکومت کی طرف سے ہندوستان کے بڑے بڑے رہنماؤں سے مل کر دوستانہ طور پر معاملہ طے کرنے آ رہے ہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے؟ اب تک تو امید ہو رہی ہے کہ معاملات طے ہو جائیں گے اگرچہ مایوسی بھی ہو سکتی ہے۔

ریڈیو پروگرام

وقت پونے سات بجے سے ساڑھے سات بجے تک (شام)

۱/ اپریل ۱۹۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ۔ دوست
آمانی، پی۔ ڈی۔ مشر۔ دیالی گیت شانتا
لڑائی کے حال چال (مکالمہ) اپیٹے اور
چھپیٹے۔ سننے والوں کے اعتراض۔ یا کانے خبریں
موسمی پیشینگوئی اور بازار نرخ۔

۲/ اپریل ۱۹۴۲ء جیتا اکوٹ بلدیو پرشاد
اور جنگ بہادر۔ مزدور (فیچر) ترقی سیلانی
پودوں کے فائدے بول کرتار سنگھ اور
پنچ۔ پون سندیش (نظم) بجوشن خبریں

۳/ اپریل ۱۹۴۲ء نعت اور قوالی
مرتضیٰ حسین۔ آمدنی و خرچ حیات اللہ
انصاری۔ دیش بدیش کی باتیں مکالمہ
پیپٹے اور چھپیٹے۔ خبریں۔

۴/ اپریل ۱۹۴۲ء۔ پنگھٹ گیت
(ریکارڈ کے گانے) بھجن اور گیت
گلاب دیوی معہ پارٹی۔ کرسں کانیڈنگ
(تقریر) شکنتلا دیوی بھکرا کوکین
(مکالمہ) سوشیلا اور نانا بہنوں تمہارا
خط ملا۔ خبریں۔

۵/ اپریل ۱۹۴۲ء بچوں کا جلسہ
پتی کی پوجا۔ (فیچر) سریش سنگھ
بھجن اور گیت۔ ایل۔ این۔ کھرے

دنیا کے حال چال (مکالمہ) پیپٹے اور
چھپیٹے بچوں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۶/ اپریل ۱۹۴۲ء۔ پپیتا۔ رسولن
بائی بھجن اور بدیتیا۔ رام جی داس
نیر و گرو (تمثیل) چندر بجوشن۔
دنیا کے حال چال (مکالمہ) پیپٹے
اور چھپیٹے ہفتے کا پروگرام۔
خبریں اور بازار نرخ۔

۷/ اپریل ۱۹۴۲ء۔ آرتی (ریکارڈ)
کیرتن اور بھجن۔ شری کرشن
کیرتن منڈلی۔ یوپی میں کسانوں
کی قسمیں (تقریر) نرنکار پرساد
بیمہ کے فائدے (مکالمہ) بجوشن
اور چھپیٹے دیس کا نشان (نظم) کیشو ناتھ
مشر خبریں اور بازار نرخ۔

۸/ اپریل ۱۹۴۲ء حروف کی کہانی
بجناتھ سنگھ۔ پچاری اور ناچ گانا۔
بدھو دھوبی معہ پارٹی۔ لڑائی کے
حال چال پیپٹے اور چھپیٹے سننے
والوں کے اعتراض۔ خبریں اور بازار
نرخ۔

۹/ اپریل ۱۹۴۲ء گیت۔ ڈی سی
دت۔ ٹھمری اور دادرا۔ دلاور حسین ناٹک
ایس۔ این۔ تیواری۔ موسمی ترکاری
(مکالمہ) اُمادت شکل۔ کر (کہانی) خبریں۔

۱۰/ اپریل ۱۹۴۲ء نعت اور قوالی۔
رحمت اللہ معہ پارٹی۔ تعلیم سے لاپروائی
(تقریر) سید قیوم رضا نسیم۔ دیس بدیس
کی باتیں (مکالمہ) پیپٹے اور چھپیٹے۔ خبریں۔

۱۱/ اپریل ۱۹۴۲ء پنگھٹ۔ گیت
(ریکارڈ) ستار کی گت اور بھجن کنک
لتا۔ کشن (تمثیلچہ) بی۔ این۔ چوبے۔ کامیاب
ماں (مکالمہ) دتیا دت سیرین۔ جنو تمہارا
خط ملا۔ دیہی خبریں۔

۱۲/ اپریل ۱۹۴۲ء بچوں کا جلسہ
پتھر کا مقدمہ (تمثیلچہ) بی۔ این۔ چوبے
برہا اور پوربی۔ رام بھروسے اور جنگ بہادر
دنیا کے حال چال (مکالمہ) پیپٹے اور چھپیٹے
پنچو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۳/ اپریل ۱۹۴۲ء پچاری۔ رامیشور بابی
گدالا (تمثیل) سید بنیاد حسین قدوائی۔
امرت بانی (مکالمہ) مہیش چندر اوستھی ہفتہ
کا پروگرام۔ خبریں اور بازار نرخ۔

۱۴/ اپریل ۱۹۴۲ء آرتی (ریکارڈ) سبری کے
بیر (کتھا اور گانا) بلونت مشر مویشیوں کی بیماریاں
کھر اور مُنہ (تقریر) سمیر بخش سنگھ۔ دیہہ کی تجارت
(مکالمہ) پیپٹے اور چھپیٹے۔ خبریں اور بازار نرخ۔

۱۵/ اپریل ۱۹۴۲ء بچوں کا جلسہ چٹکلے۔
بابو رام دویدی تلسی اور سور کے بھجن۔ بلونت
مشر۔ لڑائی کے حال چال (مکالمہ) گنگے۔
خبریں اور بازار نرخ۔

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

ہمیرپور کانفرنس

موضع کبرئی ضلع ہمیرپور میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی کوآپریٹو گیت گاتے ہوئے علی الصباح ایک جلوس گاؤں کی خاص گلیوں میں ہوتا ہوا نکالا گیا۔

ایک نمائش بھی ہوئی جسمیں کھیتی، تعلیم، جانوروں کی دیکھ بھال اور محکمہ گاؤں سدھار و دیگر اصلاحی محکموں کی چنی ہوئی چیزیں دکھلائی گئی تھیں نمونے کے کنوئیں کھاد کے گڑھے اور سکھانے کے گڈھے وغیرہ خاص طور سے دکھائے گئے تھے۔

شام کے وقت ایک سجے ہوئے شامیانے کے نیچے کانفرنس ہوئی۔ گاؤں کے زمیندار ٹھاکر بندرابن سنگھ صدر بنائے گئے۔ تقریباً ۱۵۰۰ افراد کا مجمع تھا حاضرین میں سے بیشتر کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر تھے مہوبا بینک کے مینجنگ ڈائرکٹر، تحصیلدار صاحب اور دیگر معزز حضرات بھی موجود تھے

کانفرنس کے شروع میں ایک پرارتھنا ہوئی۔ کوآپریٹو اصولوں پر لڑکوں میں ایک مکالمہ بھی ہوا حلقہ کے سپروائزر نے اپنی رپورٹ پڑھی اور دو سوسائٹیوں کے ممبروں نے اپنی سوسائٹیوں کے ممبروں نے اپنی سوسائٹیوں کے فائدے بتلائے انسپکٹر محکمہ زراعت نے بیج اور اچھے آلات کے فائدے سمجھائے۔ انھوں نے بتایا کہ اگر لوگ اپنی آمدنی بڑھانا چاہتے ہیں تو کھیتی کے نئے ترقی دادہ قواعد پر عمل کریں۔ پھر مہوبہ کے سرکل افسر نے دیہاتی کوآپریٹو بینک کے مقاصد کو بتلایا۔

کبرئی میں کوآپریٹو مارکٹنگ سوسائٹی کو چلانے ترقی شدہ آلات اور بیج کے استعمال اور حکومت کو جنگ میں مدد دینے کی ضرورت پر کئی تجاویز منظور کی گئیں۔

ملازمان بنارس میونسپلٹی کی کوآپریٹو سوسائٹی

ملازمان بنارس میونسپل بورڈ کی کوآپریٹو سوسائٹی کا سالانہ اجلاس ہوا۔ رائے بہادر پنڈت جگناتھ پرساد مہتہ چیرمین میونسپل بورڈ بنارس نے صدارت فرمائی۔ سپرنٹنڈنٹ یجوکیشن مسٹر ایشور سہائے نے رپورٹ پڑھی۔

یہ سوسائٹی کافی ترقی کر رہی ہے۔ ممبروں کی تعداد ۴۰۵ تک بڑھ گئی ہے ممبروں کو ۴۳۵۹ روپئے قرض دئے جا چکے ہیں۔ سوسائٹی نے ۶½ فیصدی منافع تقسیم کیا۔ ممبروں کی ضروریات پوری کرنیکے لئے ایک اسٹور کھولا گیا ہے۔

بنارس کے سرکل افسر مسٹر اے۔ بی لال نے ممبروں کی تعداد کے بڑھنے کے سلسلے میں تبلایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اسٹور کو ترقی دیجائے اور ساتھ ہی ممبروں کے رہنے کی جگہ کا بھی انتظام کیا جائے

صاحب صدر نے سوسائٹی کا مقصد سمجھایا اور کہا کہ سب کو ممبروں کی کفایت شعاری اور سماجی ترقی سے سبق لینا چاہیئے۔ ہر ایک ممبر کو سب کیلئے اور سب ممبروں کو ہر ایک ممبر کیلئے کام کرنے کا اصول ماننا چاہیئے۔

چنہٹ میں میلہ اور کانفرنس

پچھلی فروری میں موضع چنہٹ میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی جس میں لکھنو اور چنہٹ حلقوں کی ۳۰ سوسائٹیوں کے نمائندے موجود تھے۔ نمائش میں کھیتی کے کام کی چیزیں اور تجارتی اشیا رکھیں جانوروں اور بچوں کی الگ الگ نمائش ہوئی اور کھیل بھی ہوئے بے موقع بارش کے ہوتے ہوئے بھی محکمہ صحت عامہ کی طرف سے میجک لالٹین کے ذریعے بہت سی چیزیں دکھلائی گئیں۔

رائے بہادر بابو بندہ واسنی پرشاد شریواستو ڈپٹی سکریٹری یو پی، جو پرانتی معاون ہیں صدر منتخب ہوئے جناب ارشاد حسین اسسٹنٹ رجسٹرار سوسائٹی بھی موجود تھے۔

کانفرنس کی کارروائی پرارتھنا سے شروع کی گئی۔ بابو رام سہائے چیرمین استقبالیہ کمیٹی نے کانفرنس کا افتتاح فرمایا۔ بحث و مباحثہ کے بعد مقامی مسائل پر سوسائٹی کے پنچوں کی طرف سے متعدد قریب تجاویز پیش ہوئیں اور منظور ہوئیں۔ ان تجاویز میں ضروری کفایت شعاری حفاظتی ہفتہ منایا گیا اور چنہٹ سوسائٹی نے لکھنوٗ کی ہیلتھ اور کیمکل لیبوریٹری کو دودھ بھیجنے کے قاعدوں پر پورے طور پر عمل کرنے کی خاص تجاویز تھیں۔

اسکے بعد سرکاری اصلاحی محکموں کے نمائندوں کی تقریریں ہوئیں مسٹر ایس۔ ایس۔ حسین سرکل افسر ملیح آباد نے دیہاتی بینکوں کے کام اور فوائد سمجھائے اور چنہٹ کی کریم اسکیم کے بارے میں کئی باتیں بتائیں۔ آپ نے دودھ میں آمیزش سے بہت سی پیدا ہونے والی برائیوں پر روشنی ڈالی۔

صاحب صدر نے اختصار کے ساتھ دن بھر کا پروگرام بتلایا اور حال کے قرضہ قانون اور کھیتی ریلیف ایکٹ کو مختصر طور پر سمجھایا۔

کانفرنس ختم ہونے کے پہلے انعام تقسیم کئے گئے۔ تقریباً ۱۲۵ انعام اور سارٹیفکٹ دیئے گئے۔ آخر میں چنہٹ کے مڈل اسکول کے اسکاوٹوں کی طرف سے کیمپ فائر کا انتظام ہوا۔ اس طرح دو دن کا پروگرام ختم ہوا۔

بلندشہر کوآپریٹو بینک

ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک بلندشہر کا سالانہ اجلاس ہوا۔ اس سال بینک کے کمپاؤنڈ کے اندر کھیل کود کا خاص انتظام ہوا۔ حاضرین میں مسٹر ظہور الحسن وائس چیرمین ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک، مسٹر برجیندر پال سنگھ مینجنگ ڈائرکٹر۔ مسٹر پی۔ این بہری اسسٹنٹ مینجنگ ڈائرکٹر رائے صاحب رام لال ڈائرکٹر اور ٹھاکر رگھوبیر سنگھ کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

کھیل کود میں ۷۵ پرائمری سوسائٹیوں کے ممبروں نے کھلاڑیوں کو بھیجا اور غیر معمولی جوش و خروش کے ساتھ ممبروں نے خود کھیل دیکھے۔ انتظام اور کھیل کود کی کامیابی میں ٹھاکر

رگھوبیر سنگھ جی کا سب سے زیادہ ہاتھ رہا۔

کوآپریٹو کانفرنس جائس

جائس میں [illegible] سلامت اللہ ڈپٹی ماسٹر [illegible] کی صدارت میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی۔ موسم خلاف ہونے کے باوجود بھی کانفرنس میں سوسائٹیوں کے [illegible] ممبر [illegible] غیر ممبر اور جائس کے معززین بھی موجود تھے۔ ممبران اور غیر ممبران نے کانفرنس میں جوش کے ساتھ حصہ لیا۔ افسران اور دیگر اصحاب نے تحریک امداد باہمی کے مختلف موضوعات پر تقریریں کیں۔ کچھ سوسائٹیوں کے سرپنچوں نے بھی عوام کے سامنے اپنی اپنی سوسائٹیوں کی ترقی کے موضوع پر تقریریں کیں۔

موضع سمردہا میں یوم تعلیم

گذشتہ فروری میں موضع سمردہا کے پرائمری اسکول میں یوم تعلیم بڑے زور شور سے منایا گیا۔ طلباء، معلموں اور اہل دیہات کو ملا کر حاضرین کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ قریب کے دیہاتوں میں پربھات پھیری ہوئی۔ معلموں یونین کے ڈائرکٹروں اور حلقے کے سپروائزر [illegible] نے بھی تقریریں کیں۔

تال بہات کی کوآپریٹو کانفرنس

موضع تال بہات ضلع جھانسی میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ مقامی رئیس ٹھاکر جگت سنگھ جی نے صدارت فرمائی۔ کانفرنس کی کارروائی ممبران کی پرارتھنا سے شروع ہوئی۔ ٹھاکر شیو راج سنگھ نے موجودہ جنگ پر تقریر کرتے ہوئے عوام کو بتلایا کہ انھیں ہر طرح گورنمنٹ کی مدد کرنی چاہئے۔

حلقے کے سپروائزر نے عوام کو قرض اور کفایت شعاری کی سوسائٹیوں کے فائدے سمجھائے۔ کانفرنس میں مختلف سوسائٹیوں کے ممبر موجود تھے جنکی مجموعی تعداد تقریباً ۳۰۰ تھی۔

باندہ کوآپریٹو کانفرنس

گذشتہ فروری میں موضع گروی ضلع باندہ میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی۔ باندہ کوآپریٹو بینک کے منیجنگ ڈائرکٹر رائے صاحب بابو گنیش پرساد نے صدارت فرمائی۔ ممبران سوسائٹی اور غیر ممبران کافی تعداد میں موجود تھے۔

کانفرنس کا پروگرام بہت دلچسپ بنایا گیا تھا۔ گاؤں سدھار اور امداد باہمی کے مختلف پہلوؤں پر مقررین نے روشنی ڈالی۔ ہندو اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد ت میلے ہونے پر تقریریں کی گئیں۔ تقریروں کے بیچ بیچ میں جنگی گیت اور نظمیں بھی سنائی گئیں۔

کفایت شعاری کی عادت، جہالت کے خاتمہ، باہمی جھگڑوں کا آپس میں سمجھوتہ، امداد باہمی سے دلچسپی رکھنے والوں کے ساتھ ہمدردی، موجودہ جنگ میں ان لوگوں نے اپنی آزادی کھودی ہے انکے ساتھ ہمدردی اور ممبروں کی پیداوار کی باندہ کی مارکٹنگ سوسائٹی کے ذریعے خرید و فروخت پر تجویزیں منظور ہوئیں۔ باندہ کے حلقہ کے افسر مسٹر بی۔ پی۔ ویشہ نے ہر ایک تجویز کا مطلب تفصیل سے سمجھایا اور عوام کو بتا دیا کہ ان کو کس طرح عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

رائے صاحب بابو گنیش پرساد نے اپنی صدارتی تقریر میں امداد باہمی کی اخلاقی بنیاد اور ممبروں کی دلچسپی کی سوسائٹی کے سلسلے میں یہ بتلایا کہ وہ سوسائٹی کو اپنا کنبہ سمجھیں اور اسکے لئے بے لوثی سے کام کریں۔ انھوں نے عوام کو یہ بھی بتلایا کہ انکو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے تن من دھن سے ملک کی حفاظت کرنی چاہئے۔

باندہ ضلع کوآپریٹو بینک نے کچھ سوسائٹیوں کے اچھے کارکنوں کو انعام دیئے۔

میرٹھ سنٹر کے منیجنگ ڈائرکٹروں کی کانفرنس

میرٹھ کی ایک کانفرنس میں جس میں میرٹھ [illegible] اور متھرا بینکوں کے منیجنگ ڈائرکٹروں اور میرٹھ و علیگڈھ بینکوں کے وائس چیرمینوں کے علاوہ مسٹر بی۔ ایل۔ جیپال، ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز اور مسٹر آر۔ پی۔ ماتھر اسسٹنٹ رجسٹرار بھی تشریف لائے تھے۔ ہر ایک بینک کی مالی حالت پر تبصرہ کیا گیا۔ اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب نے بتلایا کہ کچھ بینکوں میں فنڈ کی کمی کے باعث اور زیادہ توسیع نہ ہو سکی۔ اس کانفرنس میں یہ طے ہوا ہے کہ ہر ایک بینک کو ڈپازٹ حاصل کرنے کے لئے کافی کوشش کرنی چاہئے تاکہ فنڈ کے سلسلے میں یہ اپنے پیروں پر کھڑا رہے۔

رائے بہادر رجنا پرساد جی منیجنگ ڈائرکٹر متھرا بینک و چیرمین میونسپل نے فرمایا کہ اگر سرکار کی اجازت حاصل ہو جائے تو متھرا میونسپل بورڈ کے فنڈ ضلع کوآپریٹو بینک میں بخوشی جمع کر دیئے جائیں گے۔ کانفرنس نے یہ طے کیا ہے کہ صاحب رجسٹرار سے درخواست کیجائے کہ وہ حکومت سے جسقدر جلد ہو سکے اس مسئلہ کو طے کریں۔

اس کانفرنس میں یہ بھی بتایا گیا کہ اس سنٹر کی ایکھ یونین اپنا اپنا فالتو روپیہ کوآپریٹو بینکوں میں نہیں جمع کرتی ہیں اور اس لئے یہ طے ہوا کہ صاحب رجسٹرار سے درخواست کی جائے کہ وہ کین کمشنر سے مشورہ کرکے اس مسئلہ کو طے کر دیں۔

ڈپازٹوں پر دیئے جانیوالے سود کی شرح پر کافی بحث ہوئی اور یہ طے ہوا کہ اس معاملے میں برابری نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر بینک کی مالی حالت کیمطابق شرح کم ہو سکتی ہے اور بڑھ سکتی ہے۔ لیکن اس بات پر زور دیا گیا کہ شرح سود جہاں تک ممکن ہو کم ہی رہنی چاہئے اور کسی حالت میں بھی ۳ سال سے زیادہ کے ڈپازٹ منظور نہ کئے جانے چاہئیں۔ کانفرنس نے یہ غور کیا ہے کہ موجودہ حالت میں کوآپریٹو بینک کے لئے حسب ذیل شرح سود مناسب ہوگی۔

ایک سال کیلئے ۳ فیصدی
دو سال کے لئے ۴ فیصدی
تین سال کے لئے ۴½ فیصدی

اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب نے ایسے محفوظ سرمایہ جو آسانی سے نقدی میں تبدیل کیجا سکنے کے سلسلے میں کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ اور قواعد کے احکام کی طرف اور اس اہمیت کی طرف جو ریزرو بینک آف انڈیا ایسے سرمایے کو دیتا ہے، کانفرنس کی توجہ مبذول کی۔ انھوں نے اس طرف خاص توجہ دلائی کہ ان احکام کو بھولنے یا ان سے بچنے کی کوشش کیجاتی ہے اور اس سلسلے میں مثالیں بھی پیش کیں۔ کانفرنس نے یہ طے کیا کہ مذکورہ محفوظ سرمایہ

کے بارے میں جو طے ہوا ہے اسپر حتی الامکان مضبوطی سے عمل کرنا چاہئے۔

پھر ان اصولوں پر بحث ہوئی جنکے مطابق کوآپریٹو بینک منافع تقسیم کریں بحث ہونیکے بعد حسب ذیل باتیں طے ہوئیں!

(الف) ہر ایک بینک میں وہ شرح مقرر کردی جانی چاہئے جسکے مطابق منافع تقسیم کیا جائے اور اس مطلب سے اگر ضروری ہو تو ایک ایسا فنڈ قائم کرنا چاہئے جس سے ہر سال وہی منافع کیا جا سکے۔

(ب) ضمانتوں کے دام بڑھنے اور گھٹنے سے فائدہ اور نقصان کے حساب پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہئے۔ اور اسلئے اگر ضروری ہو تو ایک الگ فنڈ قائم کیا جانا چاہئے اس کانفرنس نے ان تجاویز کو منظور کر دیا جنکو آل انڈیا کوآپریٹو انسٹی ٹیوٹ ایسوسی ایشن نے حال ہی میں منظور کی ہیں۔

(ج) منافع کی ایک کافی رقم تحویلی فنڈ میں منتقل کر دی جانی چاہئے۔

(د) کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تنظیم کا خیال رکھتے ہوئے منافع کا کچھ فیصدی حصہ گاؤں سدھار کے کام کیلئے الگ ایک گاؤں سدھار فنڈ میں جمع کر دیا جانا چاہئے۔ اس فنڈ کیلئے دس فیصدی رقم مناسب سمجھی گئی۔

خان بہادر شیخ وحید الدین نے کوآپریٹو اور گاؤں سدھار کے کاموں کے ضروری اتحاد پر زور دیا اور کانفرنس کو بتایا کہ انھوں نے حال ہی میں میرٹھ کے کل اصلاحی محکموں سے عملی طور پر کس طرح تعاون حاصل کیا ہے کانفرنس میرٹھ اسکیم کا خیر مقدم کیا اور اسبات کی سفارش کی کہ یہ اسکیم اور ضلعوں میں بھی اپنائی جائے۔ یہ بات تسلیم کیگئی کہ تحریک امداد باہمی گاؤں سدھار کے کاموں کو بھی کوشش کے ساتھ ہاتھ میں لے اور چونکہ فنڈ کی دقت عام طور سے سامنے آیا کرتی ہے اسلئے یہ طے کیا گیا ہے کہ ہر بینک گاؤں سدھار فنڈ کھولے اس فنڈ میں خود سالانہ منافع کا دس فیصدی جمع کرے اور دوسری سوسائٹیوں سے بھی کہے کہ وہ بھی اس فنڈ میں معقول چندہ دیں یہ بات بتائی گئی کہ گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے پاس کچھ ایسی سرکاری گرانٹیں جمع ہیں جیسے پانی پینے کے کنوئیں کھودوانے اور ذرائع آمد رفت کو ترقی دینے کیلئے گرانٹ اور کوآپریٹو سوسائٹیاں ان گرانٹوں کو آزادی سے کام میں لا سکتی ہیں۔

سعید پور میں کوآپریٹو کانفرنس

فروری میں ڈاکٹر ایس۔ ایس۔ نہرو۔ آئی سی ایس کمشنر بنارس ڈویژن کی صدارت میں سعید پور میں جو ضلع غازیپور میں ہے ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی اس کانفرنس میں سعید پور کے حاکم پرگنہ اور تحصیلدار اور اصلاح کے مختلف شعبوں کے نمائندے کے علاوہ سوسائٹیوں کے ۱۰۰ سے زیادہ ممبر اور دیگر لوگ جو اس تحریک میں دلچسپی لیتے ہیں موجود تھے۔ اسکی کارروائی اسکولوں کی لڑکیوں کی پراتھنا کے ساتھ شروع ہوئی۔ کانفرنس کے سکریٹری مسٹر ایچ اگنیتا نے رپورٹ پڑھکر سنائی۔ سعید پور اور دیگر مقامات میں جانوروں کے ہسپتال کھولے جانے اور سستے داموں پر اناج فروخت کرنیوالی دوکانوں کی تنظیم کئے جانیکے بارے میں تجاویز منظور کی گئیں

سوسائٹیوں نے کمشنر صاحب کو گورنر صاحب کے جنگی فنڈ کیلئے اور دینے کی ایک تھیلی نذر کی۔ کوآپریٹو بینک غازیپور کے منیجنگ ڈائرکٹر پنڈت بھاگوت مشر نے تقریر کرتے ہوئے اس ضلع میں اس تحریک کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کیا اسسٹنٹ رجسٹرار مسٹر آر۔ این۔ آغا نے ۱۹۱۵ء سے جب غازیپور کے اس ضلع بینک کی رجسٹری ہوئی اس تحریک کی ترقی کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ سعید پور کا زمین رہن بینک اس صوبہ میں زمین رہن رکھنے والا سب سے پہلا بینک ہے انھوں نے تجویز پیش کی کہ سوسائٹیوں کو اپنے ممبروں کی جبری طور پر جمع کی ہوئی رقم کو ڈیفینس سیونگ سارٹیفکٹ خریدنے میں لگا دینا چاہئے ممبران نے یہ تجویز بہت پسند کی۔

صاحب کمشنر نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے سعید پور کو اس بات پر مبارکباد دی کہ پہلے پہلے یہیں پر زمین رہن بینک قائم ہوا اور اس ضلع میں کوآپریٹو سوسائٹیوں نے جو اچھا کام کیا ہے اسکی تعریف کی اور کسانوں کو یہ مشورہ دیا کہ صرف باہمی کوشش کرنے ہی وہ اپنی اقتصادی سماجی اور اخلاقی ترقی کر سکتے ہیں اور آجکل جب جنگیں شروع ہو رہی ہیں وہ ترکاریاں بنا کر ترکاری پیدا کر کے رینڈی کی کھیتی کر کے اور زیادہ چاول پیدا کر کے عملی طور پر امداد کر سکتے ہیں۔

مسز نہرو کے ذریعے تقسیم انعام کے بعد اس کانفرنس کی کارروائی ختم ہوئی۔ مسٹر نندلال نے ڈاکٹر نہرو اور دیگر مہمانوں کو چائے کی دعوت دی۔

بلرامپور راج کوآپریٹو بینک

بلرامپور راج سنٹرل کوآپریٹو بینک کا سالانہ اجلاس مسٹر ایچ ایس بیدس آئی سی ایس منیجر بلرامپور راج کی صدارت میں ہوا۔ بینک کے پریسیڈنٹ مہاراجہ صاحب سپرنٹنڈنٹ پرساد سنگھ بھی شامل تھے۔ بینک کے ڈائرکٹروں اور محکمہ کے افسروں کے علاوہ ۲۶۰ پرائمری سوسائٹیوں کے نمائندے موجود تھے۔

بیلنس شیٹ نقشہ نفع و نقصان اور ۱۹۴۰-۴۱ء کی بینک کی سالانہ رپورٹ پیش کیگئی۔ ۵ فیصدی پہلے حصوں اور ۵ فیصدی معمولی حصوں پر منافع تقسیم کرنیکا اعلان کیا گیا۔

بینک کے بارے میں زیادہ سے زیادہ دو لاکھ کی ذمہ داری دینے اور ڈائرکٹروں کے الیکشن کے بعد مسٹر شیوراج بہادر شریواستو نے تقریر کی۔ انھوں نے موجودہ جنگ کی غارتگری کا ذکر کیا اور ہٹلر کے مظالم اور برطانیہ کی جنگی کوششوں سے اسکی بربادی کے تعلق بھی بتلایا۔ آپ نے بتلایا کہ برطانیہ کی فتح ہندوستان کی فتح ہوگی اسلئے ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ برطانیہ کی ہر امکانی امداد کرے۔

بینک کے کام اور اسکی سوسائٹیوں اور ۱۹۴۰-۴۱ء کے کوآپریٹو کاموں میں بہت ترقی ہوئی ہے سوسائٹیوں کی تعداد ۲۳۵ سے ۲۶۰ اور انکا جاری شدہ سرمایہ و ذاتی سرمایہ بالترتیب ۲۲۲۳۴۹ روپئے اور ۱۳۱۸۱۹ روپئے سے ۲۲۷۱۵۲ روپئے اور ۱۴۷۵۴۰ روپئے ہوگئی ہے ۵۳ سوسائٹیوں نے ذاتی سرمایہ سے کام کیا ۴۶ سوسائٹیوں نے اپنے سرمایہ کا ۷۵ فیصدی اور ۳۴ سکریٹریوں نے ۵۰ فیصدی سے زیادہ روپئے جمع کئے ایک سوسائٹی کو چھوڑ کر سب سوسائٹیوں نے منافع کے ساتھ کام کیا اور ۱۱۰۶۸ روپیہ انکو فائدہ ہوا جبکہ پچھلے سال صرف ۹۴۵۹ روپیہ ہی ہوا تھا۔ ۹۹ سوسائٹیاں ۱۰ سال سے زیادہ پرانی ہیں جن میں ۹۵ سوسائٹیوں نے اپنے ممبروں کو ۵ سے ۱۰ فیصدی شرح پر منافع تقسیم کیا اور ۹۱ سوسائٹیوں نے سال بھر گھٹتے ہوئے سود پر روپیہ ادھار دیا یعنی ۷ ۱/۲

فیصدی سے ۱۲ فیصدی پر آ. . . نو اسی سوسائٹیاں تعیین جنھوں نے بیت بھی دیا بینک اور سوسائٹیوں میں ۷ ۔۔۔ ۹ اور ۸۷ فی صدی وصولیابی ہوئی۔

بینک کو کبھی کسی کی مشکلات کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ عوام بینک پر پورا اعتماد تھا۔ موجودہ جنگ کے زمانے میں دیگر مقامات کے مقابلے میں بینک کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی ۔۔۔ سوسائٹیوں نے ترقی دادہ بیج ۔۔۔ کے استعمال ۔۔۔ گاؤں کی صفائی، مویشیوں کی ۔۔۔ بچوں کی تعلیم اور ۔۔۔ میں کافی کوشش کی۔

پچھلے سال کے ۔۔۔ اس سال ترقی دادہ گیہوں کا رقبہ تقریباً ۔۔۔ ایکڑ تھا اور ۸۰ ۔۔۔ کام میں لائے گئے ترقی دادہ جوار چنا اور السی کی ۔۔۔ بھی ہوئی۔

اس سال پانچ اور کھاری ۔۔۔ سانڈ گورنمنٹ کے محکمہ زراعت کی طرف سے لائے گئے ۔۔۔ ۵ سوسائٹیوں کو دیئے گئے تاکہ وہ مویشیوں کی نسل سدھار سکیں آبادی کے باہر ۲۵۰ سوسائٹیوں کے ممبروں نے کھاد کے گڈھے بنائے جبکہ گذشتہ سال صرف ۲۱۵ سوسائٹیوں کے ممبروں نے یہ کام ہاتھ میں لیا تھا۔ پار سال صرف ۳۰۷ کنوؤں کے پانی کی صفائی اور اس میں دوا ڈالی گئی تھی مگر اس سال ایسے کنوؤں کی تعداد ۳۵۴ تھی۔

گذشتہ سال ۱۵ دیہاتی ہسپتال کھولے گئے تھے مگر اب ۹ اور بڑھ گئے ہیں۔ ملیریا اور ہیضہ کے وقت کنین، سنکونا، یوکلپٹس آئیل اور پوٹاشیم پرمیگنیٹ مفت تقسیم کئے جاتے تھے۔

مہاراج گنج، تلسی پور اور گونڈا کی مارکٹنگ یونین اسی سال رجسٹرڈ ہوئیں۔ ان یونینوں میں ۳۹۹۳ روپئے کا مال اس سال لیا گیا اور ۸۰۳۴۳ روپئے کا مال فروخت کیا گیا اور سال کے آخر میں یونینوں کے گودام میں ۱۲۲۱۴ روپئے کا مال تھا۔

کھیالی میں گروپ کانفرنس

کھیالی میں ایک گروپ کانفرنس مسٹر جے۔ این۔ سہائے، سکریٹری گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی صدارت میں ہوئی۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے اسسٹنٹ رجسٹرار، کورٹ آف وارڈس کے اسپیشل ۔۔۔ کوآپریٹو اور محکمۂ زراعت کے انسپکٹر وغیرہ کانفرنس میں موجود تھے۔ ان افسران کے علاوہ تقریباً ۔۔۔ ممبر اور غیر ممبر موجود تھے۔

مسٹر ۔۔۔ نے کوآپریٹو آڑھت کی دوکانوں کے ذریعے پیداوار فروخت کرنے کے فائدے سمجھائے۔ بعد ازاں مسٹر جے۔ این۔ سہائے نے مقدمہ بازی اور تقریبات میں فضول خرچی کم کرنے کے موضوع پر ایک بہت ۔۔۔ تقریر کی۔

کانفرنس کے اخیر میں کفایت شعاری، ترقی دادہ بیجوں کے بونے، اور کوآپریٹو آڑھت کی دکان کے ذریعے پیداوار کی فروخت کے متعلق ۔۔۔ تجاویز منظور ہوئیں۔

۔۔۔نجک گروپ کانفرنس

موضع ۔۔۔نجک ضلع مظفرنگر میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی جس میں تقریباً ۳۰ ممبران اور غیر ممبران موجود تھے۔ مسٹر ایچ۔ سی۔ شرما سپروائزر نے سرکل کی رپورٹ پڑھی۔ مسٹر آر۔ کے۔ لال نے فرد خستگی کے موضوع پر تقریر کی اور کوآپریٹو آڑھت کی دوکان کو امداد دینے پر خاص زور دیا۔ گاؤں سدھار آرگنائزر مسٹر بابو رام نے صفائی کے فوائد سمجھائے۔ سوسائٹی میں کفایت شعاری اور اچھے رہن سہن کے بارے میں کئی تجویزیں پاس ہوئیں ۔۔۔ دیشیوں کی نمائش اور کھیل کود بھی ہوئے اور انعام بھی تقسیم کئے گئے۔ ۔۔۔نجک سوسائٹی کے ممبر جناب عمر خاں نے اپنے گنّے کی تمام پیداوار کوآپریٹو آڑھت کی دوکانوں کی معرفت فروخت کی تھی اسلئے انکو ایک چاندی کا تمغہ انعام میں ملا۔ انعام تقسیم کرنے کے بعد کانفرنس کی کارروائی ختم ہوئی۔

سکھپال نگر گروپ کانفرنس

کھجوری اور بھرنی سرکلوں کی گروپ کانفرنس سکھپال نگر کے میلے میں راجہ صاحب پرتاپگڈھ کی صدارت میں ہوئی۔ کانفرنس میں رائے بہادر پنڈت شیام بہاری مشرا آنریری مجسٹریٹ رائے صاحب بابو نندن سنگھ، انسپکٹر آف اسکولس بنارس کمشنری اور ریاست کے دیگر اصحاب موجود تھے۔ اسکے علاوہ ۴۰ سوسائٹیوں کی طرف سے آئے ہوئے ممبروں کی تعداد ۔۔۔ سے بھی زیادہ تھی۔

سب سے پہلے کھجوری سوسائٹی کے پنچوں نے پرانے کی پچھلے کل رپورٹ پڑھی گئی۔ ۱۲ سوسائٹیوں کے ممبروں نے اپنے اپنے کام کا ذکر کیا۔ ویٹرنری انسپکٹر اور سرکل افسر نے مویشیوں کی تعداد بڑھانے اور دیہاتی صنعت و حرفت کے فوائد سمجھائے۔ پنچوں نے یہ طے کیا کہ مختلف جگہوں کے مطابق دیہاتی صنعتوں کا انتظام کیا جائے۔ منیجر صاحب ریاست پرتاپگڈھ نے امداد باہمی کے فائدے بتلائے اور ریاست کے دیہاتوں سے پوری پوری امداد دینے کا وعدہ کیا۔

سالانہ میلے کے سلسلے میں ایک کوآپریٹو کورٹ بھی چار دن کے لئے کھولا گیا تھا۔ کورٹ بہت اچھی طرح محکمہ امداد باہمی کے پوسٹروں اور اقوال کے کتبوں سے سجایا گیا تھا اور کوآپریٹو کا پرچم بھی کورٹ کے اوپر لہرایا گیا۔

کوآپریٹو اصولوں اور گھی کی فروخت کے سلسلے کے چارٹ مکمل طور پر لوگوں کو سمجھائے جاتے تھے۔ ضلع کوآپریٹو سوسائٹیوں کی چیزوں کا، انکو کا سامان جنگ اور بنتی کے کھیلوں کا بھی مظاہرہ ہوا۔

ساملتا کوآپریٹو کانفرنس

تحصیل جگراؤں کے موضع سامنا میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ جس کی صدارت جناب محمد صدیق، اسسٹنٹ رجسٹرار ڈیرہ دون کی صدارت میں ہوئی۔ حاضرین کی تعداد عورتوں کو ملاکر ۳۰۰ کے قریب تھی۔ اس موقعہ پر کھیل کود کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

کانفرنس کے شروع میں اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی سرکل افسر مسٹر آر۔ آر۔ چترویدی نے اپنے سرکل میں غلّہ کی مشترکہ فروخت اور دیگر صنعتوں اور گروپ کانفرنسوں کے فائدے سمجھائے۔ تقریر کرنیوالوں میں ویٹرنری ڈاکٹر اور گاؤں سدھار آرگنائزر بھی تھے۔ پھر تعلیم بالغان کی ضرورت اور شراب خوری کی برائیوں کے متعلق تجویزیں منظور ہوئیں۔

آخر میں ڈیرہ دون کے اسسٹنٹ رجسٹرار نے انعام تقسیم کئے اور کانفرنس کی کارروائی ختم ہوئی۔

ہل کا انعامی مقابلہ

مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیجئے اور بیس دس اور پانچ روپیہ کے

نقد انعامات لیجئے

ذیل میں ایک سوال دیا جاتا ہے۔ اس کا جواب ہندی یا اُردو میں لکھ کر بھیجنے والوں میں سے تین کو جن کے جوابات صحیح ہونگے بالترتیب بیس روپیہ، دس روپیہ، اور پانچ روپیہ کا انعام دیا جائیگا۔ اس انعام کے قواعد بھی یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ مقابلہ میں حصہ لینے سے پہلے ان قواعد کو اچھی طرح پڑھ لینا چاہئے۔

سوال

دیہاتی زندگی سے تعلق رکھنے والی ایک کہانی لکھئے

یہ کہانی ...۳ الفاظ یعنی ہل کے ۳ چھپے ہوئے صفحوں سے زیادہ بڑی نہ ہونی چاہئے۔ کہانی بھیجنے والوں کو کہانی کے ساتھ ایک سارٹیفکٹ بھی اس مضمون کا بھیجنا چاہئے کہ یہ کہانی اُسی کی لکھی ہوئی ہے اور پہلے کہیں چھپی نہیں ہے۔

قواعد

۱۔ یہ مقابلہ 'ہل' کے سلسلہ میں شروع کیا جا رہا ہے۔ جو جواب آئینگے ان میں اوّل تین کو انعام دیا جائیگا مقابلہ میں آئے ہوئے جوابوں کی تعداد اور موضوع کے مطابق انعاموں کی تعداد اور رقم میں کمی بیشی کی جاسکے گی۔ یہ مقابلہ 'ہل' کے اکتوبر کے نمبر سے شروع ہوگا اور اپریل تک جاری رہے گا۔

۲۔ اس ماہ کے مقابلہ کے سلسلہ میں بھیجے جانیوالے جواب ایڈیٹر 'ہل' الٰہ آباد کے پاس ۱۵ مارچ تک پہنچ جانے چاہئے ۱۵ مارچ ۱۹۴۲ء کے بعد جو جواب بھیجے جائیں گے ان پر غور نہیں کیا جائیگا۔

۳۔ جواب مختصر اور موضوع کے ماتحت ہی ہونے چاہئے۔ موضوع کا خیال، زبان اور طرز بیان کے مقابلہ میں زیادہ کیا جائے اور ایڈیٹر کو یہ آزادی ہوگی کہ وہ جواب کے الفاظ میں جیسی چاہئے ویسی تبدیل کر دے۔

۴۔ اس طرح اس مقابلہ میں انعام پانے کا ایک طالب علم کو اتنا ہی موقع ہے جتنا کہ تجربہ کار مضمون نگار کو ہو سکتا ہے۔

۵۔ جن جوابات پر انعام دیا جائے گا وہ سب گاؤں سدھار افسر کی ملکیت ہوں گے اور یہ ان کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ انھیں جس صورت میں چاہیں شائع کریں یا نہ شائع کریں۔

۶۔ اس مقابلہ اور اس کے انعام کے سلسلہ میں آنے والے خطوط کا جواب نہ دیا جائے گا۔

۷۔ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کے پاس ان کے جواب واپس نہ بھیجے جائیں گے اسلئے اگر وہ چاہیں تو اپنے جواب کی ایک نقل اپنے پاس رکھ سکتے ہیں یہ جواب ہندی یا اُردو میں لکھکر بھیجے جا سکتے ہیں۔

۸۔ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کو چاہئے کہ وہ صاف صاف اور کاغذ کے ایک ہی طرف کافی حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔ انھیں اپنے جواب کے آخیر میں اپنا نام اور پورا پتہ بھی لکھنا چاہئے اس مقابلہ کا نتیجہ اور انعام حاصل کرنے والوں کے نام مناسب موقع پر شائع کئے جائینگے۔

۹۔ گاؤں سدھار افسر یو پی کا فیصلہ آخری ہوگا اور وہ سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔

۱۰۔ انعام اس طرح دیا جائے گا۔ پہلا انعام بیس روپیہ کا دوسرا انعام دس روپیہ کا اور تیسرا پانچ روپیہ کا ہوگا۔

گاؤں سدھار افسر یو۔پی

پچھلے سوال کا جواب

گذشتہ دسمبر اور جنوری کی اشاعتوں میں جو سوال شائع ہوا تھا ان کے جواب آ گئے ہیں اور وہ آخری فیصلے کے لئے گاؤں سدھار افسر صاحب کی خدمت میں بھیجدیئے گئے ہیں۔ 'ہل' کی آئندہ اشاعت میں اس فیصلے کا اعلان انعام پانے والوں کے نام کے ساتھ شائع ہوگا۔ کچھ جواب بھی شائع ہوں گے۔



اپنے خیالات

ہوائی حملے کا خطرہ

رنگون پر جاپانیوں کا قبضہ ہو جانے سے اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے شہروں پر بھی ہوائی حملے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ رنگون سے اڑ کر بنگال، بہار اور یو پی کے شہروں پر دشمن کے ہوائی جہاز بم گرانے کیلئے آ سکتے ہیں۔ انکی روک تھام کیلئے حکومت کے فوجی محکمے کی طرف سے کیا انتظام ہے یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے لیکن کیونکہ جنگ کا زمانہ ہے اور اسمیں روز بروز شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے جاپان ایک چھوٹا ملک ہے اور اس نے جنگ کا رقبہ بہت وسیع کر لیا ہے۔ اتنے بڑے رقبے میں وہ کتنے دنوں تک لڑ سکتا ہے یہ تو وقت ہی بتلائے گا لیکن اگر ہم یہ اندازہ کریں کہ اسکے سامنے اسکی مصیبتیں بڑھتی جا رہی ہیں اسلئے وہ شاید اور آگے نہ بڑھ سکے تو یہ مناسب نہ ہوگا جب ہندوستان کے کچھ شہر جاپانی ہوائی جہازوں کی مار میں آ گئے ہیں تو ہمیں ایک نہ ایک روز انکا استقبال کرنے کیلئے تیار ہی رہنا چاہئیے ہو سکتا ہے کہ وہ دن نہ آئے لیکن ہمیں اپنی حفاظت سے غافل نہ رہنا چاہئیے

یہ خوشی کی بات ہے کہ ہر بڑے شہر میں ہوائی حملے سے حفاظت کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کے ادارے کام کر رہے ہیں اور یہ کوشش ہو رہی ہے کہ دونوں ایک ساتھ تعاون کر کے کام کریں شہروں کے قریب جو گاؤں ہیں انکے باشندوں کو بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ دور دراز کے دیہاتوں میں بھی اس قسم کے خطرے سے باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جنگ کی حالت میں یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی جگہ بالکل محفوظ رہے گی۔

ہوائی حملے سے کسطرح حفاظت ہو سکتی ہے

اس رسالے میں دوسری جگہ پر ایک باتصویر مضمون شائع کر رہے ہیں۔ یہ مضمون صوبجاتی حکومت کے ایک بیان کا اقتباس ہے۔ اسمیں مضمون نگار نے تفصیل سے ہوائی حملے سے حفاظت کرنیکا طریقہ بتایا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس مضمون کا غور سے مطالعہ فرمائیں تاکہ خطرے کے وقت وہ اپنی اور اپنے پڑوسیوں کی حفاظت کر سکیں۔

آگ لگانے والے بم

ہوائی جہازوں کے ذریعے بستیوں پر جو بم گرائے جاتے ہیں وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں کچھ سے بستیوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے کچھ سے عمارتیں گر جاتی ہیں اور کچھ گیس کے بم ہوتے ہیں بستیوں کو سب سے زیادہ نقصان آگ لگانے والے بموں سے ہوتا ہے۔ ان سے کیونکر حفاظت کیجا سکتی ہے اس سلسلے میں لفٹننٹ کرنیل اے۔ جی۔ ریوڈ ڈائرکٹر آف ایرائٹن اینڈ ٹریننگ سول ڈیفنس کا ایک بیان ذیل میں شائع کر رہے ہیں۔

پہلے میں بتا چکا ہوں کہ آگ لگانے والے بموں پر کیسے قابو پایا جا سکتا ہے آج میں اس ادارہ کا ذکر کرتا ہوں جسکی آگ لگانے والے بموں کا مقابلہ کرنے کیلئے ضرورت پڑتی ہے۔

سنہ ۱۹۴۰ء کی سردیوں میں جرمنی کے آگ لگانے والے بموں کے حملے سے شہر لندن کو بہت نقصان ہوا ایسے واقعات ہندوستان میں نہیں ہونے چاہئیں اگر ہر عورت اور مرد شہر کی حفاظت کرنے کیلئے تیار رہے تو اسکی روک تھام کے لئے سہل تدابیر بڑی آسانی سے ہو سکتی ہیں۔

ان طریقوں کے ماتحت سڑکوں پر آگ بجھانیوالی جماعتوں کا بنانا ہے۔ یہ وارڈن سروس کی ترقی یافتہ صورت ہے جسکا قیام بیشتر شہروں میں عمل میں لایا جا چکا ہے

جہاں آپ رہتے ہیں وہاں آگ سے حفاظت کرنیوالی جماعتوں کی تنظیم آپ اس طرح کر سکتے ہیں۔ مقامی حالات کیمطابق اس میں تبدیلی کیجا سکتی ہے۔

کام کرنے کیوقت ہر ایک جماعت میں تین اشخاص ہونے چاہئیں اور انھیں آس پاس ہی رہنا چاہئیے۔ آگ لگانیوالے بموں کی نگرانی کرنیوالے اشخاص بھی آگ بجھانیوالی جماعتوں کے ممبر ہو سکتے ہیں۔

آگ کی نگرانی کرنے والوں کا انتظام جو کہ آگ بجھانیوالوں سے بالکل مختلف ہے مقامی حالات پر منحصر ہیں۔ مثلاً دن میں آگ کی نگرانی کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اندھیرے میں ایسا انتظام ہونا چاہئیے کہ آگ بجھانیوالی جماعتیں بلا تاخیر ضرورت پڑنے پر اس مقام پر پہنچ جائیں

جب ہوائی حملے کی گھنٹی نہ ہو اسوقت آگ کی نگرانی کرنا ضروری نہیں تاہم آگ کی نگرانی کرنیوالوں کو جاگتے رہنا چاہئیے اور اپنی پوشاک پہنکر اپنا فرض ادا کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئیے۔ جب گھنٹی بجا کر کام کی اطلاع یا دشمن کے ہوائی جہازوں کی آمد کی خبر دیجائے تو آگ کی نگرانی کرنیوالوں کو سڑک پر گھوم کر آگ لگانے والے بموں کا پتہ لگانا چاہئیے جماعت کے بقیہ آدمی گھروں کے اندر رہ سکتے ہیں یا آرام کر سکتے ہیں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ خواہ حملہ ہو یا نہ ہو کم از کم ایک آدمی کو رات میں ضرور جاگنا چاہئیے تاکہ جماعت کے دوسرے لوگوں کو اطلاع دیجا سکے۔

جب نگرانی کرنے والے دیکھیں کہ بم کچھ فاصلے پر گرا ہے تو وہ جماعت کے دوسرے آدمیوں کو اطلاع دے دے تاکہ وہ کام کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اگر انھوں نے پوشاک نہیں پہنی ہے تو انھیں کچھ کپڑے پہن لینے چاہئیں لیکن انھیں اسوقت تک نکلکر نگرانی کرنیوالے آدمی کیساتھ نہیں ہو جانا چاہئیے جبتک کہ چھوٹی چھوٹی سیٹیاں بجا کر یہ اطلاع نہ دیجائے کہ آگ لگانیوالے بم درحقیقت انکے حلقے میں گر رہے ہیں اسوقت انھیں باہر نکلکر آگ لگانیوالے بموں کا مقابلہ کرنا چاہئیے یا اس آگ کو بجھانا چاہئیے جو ان بموں کے باعث لگ گئی ہو۔

ہر ایک عورت اور مرد کو یہ سمجھنا چاہئیے کہ اسے سیٹی بجنے پر کیا کرنا چاہئیے۔ اسطرح ایک آدمی یہ دیکھے کہ بم کہاں گر رہا ہے اور وہ آگ بجھانیوالی جماعتوں کو وقت کے مطابق راہ دکھائے۔

دیہاتوں کی خوش قسمتی

ہر برائی میں ایک بھلائی چھپی ہوتی ہے۔ موجودہ جنگ عظیم جس کے شعلوں سے تمام دنیا جھلس رہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان بھی اچھوتا نہ بچے گا، ایک معنی میں اچھائی ہی کہی جائے گی۔ وہ یہ کہ بڑے بڑے شہروں میں رہنے والوں کی توجہ دیہاتوں کی طرف مبذول ہوئی ہے۔ شہر والے کتنے ہی مالدار آدمی دیہاتوں میں جاکر آباد ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ خود مہاتما گاندھی نے شہر والوں سے یہ اپیل کی ہے کہ جن لوگوں کو شہر میں کوئی خاص ضرورت نہ ہو وہ جاکر دیہاتوں میں رہیں۔ دیہاتوں میں کیا کریں اور کس طرح رہیں اس سلسلے میں گاندھی جی کے الفاظ یہ ہیں:—

"فرض کیجئے، جنھیں جانا چاہئے وہ سب اُن میں سے کچھ شہر خالی کر کے دیہاتوں میں چلے گئے ہیں یا جانے کی تیاری میں ہیں تو وہ وہاں جاکر کریں کیا۔ وہ دیہات میں دیہاتیوں کا سا پیشہ لیکر حتی الامکان دیہاتی زندگی بسر کرنے جائیں وہاں جاکر انھیں نہ تو شہروں کا سا ماحول پیدا کرنا چاہئے اور نہ کام چلانے والے محل کھڑے کرنے چاہئیں۔ دیہات میں انھیں جذبۂ خدمت لیکر جانا چاہئے۔ وہاں کے اقتصادی اور دیگر حالات کا مطالعہ کرنا چاہئے اور دو دن کیلئے نہیں بلکہ مستقل طور پر کام دھندے کا انتظام کرکے اُن کی حالت کو سدھارنا چاہئے۔ مطلب یہ کہ انھیں گاؤں میں پہنچ کر تعمیری کام شروع کر دینا چاہئے۔ اس طرح وہ خود گاؤں والوں کے ساتھ ایک ہو کر ایک طرح کے اتحادی سماج کی شکل اختیار کر لیں گے اور اس کے لئے اقتصادی سماجی، سیاسی اور صحت کے متعلق نئی تعمیر کا ایک اچھا پروگرام بھی بنالیں گے۔

ہمیں یقین ہے کہ شہروں سے جو لوگ دیہاتوں میں جاکر رہیں گے وہ اس خیال سے جائیں گے۔ اس موقعہ پر گاؤں والوں کے لئے بھی یہ موقعہ ہے کہ وہ اپنی اُن تمام خوبیوں کا اظہار کریں جنکے لئے وہ مشہور ہیں۔ نووارد کا خیر مقدم اور انکی خاطر مدارات گاؤں والوں کے لئے ہمیشہ خاص بات رہی ہے۔ اُمید ہے کہ گاؤں والے شہریوں کا خیر مقدم کر کے اپنی خوبیوں کا اظہار کریں گے۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ سیکھیں گے اور ایک دوسرے کے ربط میں آنے سے ہندوستان میں نئی قومیت کی تعمیر ہوگی۔

ہم نے اخباروں میں پڑھا ہے کہ کچھ اضلاع کے ڈسٹرکٹ بورڈ اپنے حلقوں میں دیہاتی راستوں کی اصلاح کر رہے ہیں اور کچھ ایسا انتظام کر رہے ہیں جس سے شہریوں کو گاؤں میں جاکر آباد ہونے میں کوئی خاص دقت نہ ہو اور نہ گاؤں والوں ہی کو کوئی خاص تکلیف ہو۔ دیہات کے راستے بھی ٹھیک کئے جا رہے ہیں۔ کنوئیں وغیرہ بنوائے جا رہے ہیں اور بستیوں کی اصلاح کی کوشش کی جا رہی ہے یہی تو گاؤں سدھار ہے۔ جنگ ہمیشہ نہ رہیگی مگر جنگ کی مصیبت کے سلسلے میں جو یہ کوششیں ہو رہی ہیں وہ اپنا ایک نقش چھوڑ جائیں گے۔

اور اناج پیدا کیجئے

اس جنگ کے سلسلے میں متعدد مقامات پر غلوں کی بڑی کمی ہو گئی ہے۔ بہت سے شہروں میں تو گیہوں کا نرخ اتنا گر گیا ہے کہ عام لوگ اسے خرید بھی نہیں سکتے۔ اور دیگر غلے بھی بہت گراں ہو گئے ہیں۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ریل گاڑیوں کے فوجی سامان ڈھونے میں مصروف ہو جانے کے باعث غلہ کی درآمد برآمد میں ایک بدنظمی سی ہو گئی ہے۔ پچھلے دنوں اس گرانی کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے کئی صوبوں نے یہ قاعدہ بنالیا ہے کہ ایک صوبہ کی پیداوار دوسرے صوبوں میں نہ جانے پائے اور یوپی میں تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ ایک ضلع کی پیداوار دوسرے ضلعوں میں نہ جا سکے گی۔ ایسی حالت میں کسانوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کریں۔ جب غلہ سستا ہوتا تھا تو غلہ کی کھیتی میں اتنا فائدہ نہیں ہوتا تھا لیکن اس گرانی کے زمانے میں اگر کسان اور کچھ نہ کر کے صرف غلہ ہی پیدا کرے تو بہت کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی اپنے ضلع اور اس طرح اپنے ملک کی مصیبت کے زمانے میں خدمت کرنے کا ثواب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

شادی بیاہ کا خرچ

شادی بیاہ کے موقعہ پر ہمارے یہاں دیہاتوں میں اب بھی لوگ کافی فضول خرچی سے کام لیا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برسوں اور کبھی کبھی تو پشت در پشت کے لئے قرضدار ہو جاتے ہیں اور بہت سی مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی کشوری لال گھنشیام لال مشروالا نے "ہریجن سیوک" میں ایک مضمون لکھا ہے۔ قارئین ہل کے فائدے کے لئے ہم اُسے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

"اس سوال پر ہندوستانی نوجیون کے زمانے میں گاندھی جی بہت بار لکھ چکے ہیں مگر رسوم کی جڑیں تو کش کی طرح ہوتی ہے۔ اسی لئے جب وہ جڑ سے اکھاڑنے کے قابل ہو جاتی ہے تو اُس پر بار بار چوٹ کرنی ہی پڑتی ہے اس سلسلے میں حال ہی میں گاندھی جی کے نام آیا ہوا ایک خط قابل غور ہے۔ ذیل میں اُس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

"سوت کاتنے کا عہد کرنے والے سوت کاتتے ہیں۔ اگر آٹھ گھنٹوں کی مزدوری چار آنہ بھی جائے تو روزانہ آدھ گھنٹہ سوت کاتنے والا ملک کی دولت میں ایک پیسہ کا اضافہ کرتا ہے۔ اس طرح روز روز آدھ گھنٹہ برابر سوت کاتنے والے مسلسل ۷۷ سال تک اس عہد کی پابندی کریں تو کتائی کی مزدوری کی شکل میں ایک ہزار روپئے بچا سکتے ہیں۔

ضلع کھیڑہ کے پاٹی داروں نے لڑکیوں کی شادی میں ہونے والے حیثیت سے زیادہ اخراجات کے باعث اپنی ہزاروں لڑکیوں کو یا تو مار ڈالا ہے یا بیماری کے دنوں میں جان بوجھ کر اُن کی طرف سے لاپروائی برت کر انھیں مر جانے دیا ہے۔ اوسط درجہ کے غریب پاٹیدار بھی لڑکی کی شادی میں دو دن کے اندر قرض لیکر بھی کم از کم ایک ہزار روپیہ پھونک دیتے ہیں۔ پھر قرض اور اس کا سود ادا کرنے میں اتنے تنگدست رہنے لگتے ہیں کہ بچوں کو اوسطاً دو چھٹانک دودھ بھی نہیں پلا سکتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روزانہ آدھ گھنٹہ کاتنے کا عہد کرنے والا بھی ۷۷ سال کی کتائی کی مزدوری کو ایک دن میں اُڑا دیتا ہے۔ اگر کوئی کروڑپتی شادی میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کرتا ہے تو وہ خرچ اُسکی کل دولت کا ایک فیصدی ہی ہوتا ہے جبکہ پانچ ہزار کی حیثیت والا کوئی شخص کروڑپتی کی دیکھا دیکھی اسکے خرچ کا سوواں حصہ یعنی ایک ہزار روپیہ بھی شادی میں خرچ کرے تو وہ دولت کا بیس فیصدی خرچ کر دیتا ہے۔

آپنے ہریجنوں کی مصیبت دور کرنیکے لئے ہریجن سیوک سنگھ قائم کیا ہے تو کیا آپ بے وقت مرنے والی لڑکیوں کو بچانے

کیا آپ بے وقت موت کے منہ میں جانیوالی لڑکیوں
کو بچانے کیلئے، کسانوں کو قرض سے نجات دلانے کیلئے
اور بال بچوں کی اچھی تعلیم و پرورش کیلئے ایسے
لوگوں کی ٹولی [illegible] جماعت بنانے کہ جو شادی بیاہ پر
حد سے زیادہ خرچ نہ کرنیکا عہد کریں [illegible]
[illegible] خرچ کرنا ہوگا [illegible] اجازت
[illegible] شادیاں ہوتی ہیں [illegible] لڑکیوں کی
شادی [illegible] کرنا ہوگا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] تمام [illegible]
[illegible]
[illegible]
زندگی [illegible]
[illegible]
[illegible] نجات [illegible]
راستہ [illegible] بند ہو جائیگا
(۲) [illegible] اخراجات [illegible]
(۷) یہ خرچ [illegible] رکھنے والے دوسرے
بھائیوں کو مجبوراً دیکھ کر [illegible]
[illegible] کرتے ہیں کہ وہ [illegible]
[illegible] اپنے آس پاس ایسا ماحول تیار
کریں جس میں [illegible] وغیرہ نہ ہو اسیطرح کر
آپ اپنے خادموں کو اس بغیر [illegible] خرچ کے کام
میں آگے بڑھکر ہاتھ بٹانے کی اور اسے ستیاہ
گرہ کیطرح کرنے کا مشورہ دیکر [illegible] کے
ساتھ اسپر سب بھی بندھو میں بار بار لکھتے رہینگے
تو بڑا اکام ہوگا۔ اسوقت شادیاں شروع ہونگی
[illegible] جلد ہی کچھ لکھنے کا تو میرے جیون کو اچھی مدد
ملیگی۔ یوں تو ہندوؤں کی تقریباً تمام ذاتوں
میں حد سے زیادہ خرچ ہونیکی بات سنتا ہوں
لیکن بارلی داروں کا تو مجھے ذاتی تجربہ ہے اسلئے
انھیں کے بارے میں لکھا ہے۔ اس موضوع پر
آپکا مضمون ان سب ہندوستانیوں کیلئے مفید
ہوگا جو اسپر چلنا پسند کرینگے۔

لوگ بدنامی کے خیال سے اصلاح نہیں کرتے
کتائی کا عہد کرنیوالے دیہی صنعت و حرفت خدمت
دیہات، خدمت اچھوت، خدمت مزارعین وغیرہ
کا عہد کرنیوالے بدنامی کا مقابلہ کرکے بھی اسطرف
اقدام کرینگے تو اس سے ہریجنوں کسانوں مزدوروں
غریبوں اور عورتوں کی کتنی بڑی خدمت ہوگی!
اور فائدہ تو ہتھیلی پر کی سرسوں کی طرح سب کو
سامنے دکھائی دیگا

آپ نے لکھا ہے [illegible] ہریجن بندھو میں سادگی
[illegible] تھوڑے خرچ میں شادی کا سارا کام
[illegible] ہدایت کی ہے اسکے
نتیجہ میں [illegible] شادی میں سادگی کو
[illegible] چاہتے ہیں لیکن انکی [illegible] جماعت
[illegible] طاقت [illegible] ہونے سے انھیں مجبوراً دباؤ
[illegible] ہونا پڑتا ہے۔ سادگی کی کچھ [illegible]
[illegible] لیکن اب ضرورت یہ ہے
کہ [illegible] سے اجتماعی شکل اختیار کریں
امید ہے کہ آپ اسکی پرزور حمایت کرینگے۔

یہ اصلاح یقیناً اپنانے کے قابل ہے۔

ڈاکٹر ایس۔ ایس۔ نہرو آئی۔ سی۔ ایس کا ایک گاؤں کا معائنہ

پچھلے دنوں بنارس ڈیویژن کے کمشنر ڈاکٹر
ایس۔ ایس۔ نہرو نے ضلع بلیا کے ایک ایسے
گاؤں کا معائنہ فرمایا جس میں گاؤں سدھار
کا کام ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو
رائے تحریر فرمائی ہے وہ ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

صاحب کلکٹر چیرمین صاحب گاؤں سدھار
ایسوسی ایشن اور سکریٹری صاحب وغیرہ کیساتھ
گاؤں سدھار نگر سند کا معائنہ کیا۔ آلو، انڈی
[illegible] اور دیگر فصلوں کے کھیتوں سے ہوتی ہوئی
ایک اچھی سڑک اس گاؤں تک بنائی گئی ہے
کھیتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئری
لوگ سبزی بونے سے کتنا فائدہ اٹھا رہے ہیں
یہ گاؤں بہت خوب ہے اور یہاں سے بلیا
ترکاری بھیجی جاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکاری بکانے
سے زمین کی طاقت کسطرح بڑھتی ہے اور کسطرح ہر قسم کی اچھی فصل
اچھی گھاس اور اچھی چراگاہ تیار ہوتی ہے اسکے نتیجہ میں
تندرست اور اچھے مویشی اور دیگر جانور پیدا ہوتے ہیں مجھے یہ
دیکھکر تعجب ہوا کہ نہ کوئی زمین کا ٹکڑا، کھیت یا پودہ بیمار ہے
اور نہ کوئی جانور بیمار ہے۔ دوسری دلچسپ باتیں یہ ہے کہ ہر
ایک گلی پلاسٹر کیگئی ہے اس گاؤں کا پانی خود بخود بہہ جاتا ہے
اور بری رانے میں یہ پلاستر شدہ گلیاں برسات اور صفائی
کے پانی کو بہاکر قریب کے کھیتوں میں لیجاسکتی ہیں بہانکے گھر ایک
قطار میں نہیں بنے ہیں بلکہ پلاستر شدہ ان ٹیڑھی سیڑھی گلیوں کے
کنارے اس طور پر بنے ہیں کہ ان سے گاؤں کی خوبصورتی
اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

کوٹھریوں کی کثرت ہے اور گاؤں کے بیشتر
حصوں میں وہی آباد ہیں۔ قریب ہی زمینداروں
کی بستی ہے۔ ابتک گاؤں سدھار کا کام انھیں
کوٹھریوں میں ہو رہا تھا لیکن اب زمینداروں کی
بھی آنکھ کھل گئی ہے اور اب وہ بھی تعاون کرینگے
جیسا کہ ان لوگوں نے مجھے یقین دلایا ہے۔ پنچایت
نے سوختہ گذشتہ پانی پینے کے کنوئیں اور سینچائی کے
کنوئیں بناکر بہت مفید کام کیا۔ سب کنوئیں پختہ
ہیں اور سب پر چونہ کاری کی گئی ہے ان میں
ہر ایک میں جگت نہانے کے لئے چبوترہ اور
جانوروں کے پانی پینے کیلئے ناند بنی ہوئی ہے
ان کنوؤں کے اندر بھی چونا لگایا گیا ہے۔ اس
سے پانی صاف رہتا ہے۔ پٹنہ کے آلو سو بیگھہ سے
زیادہ بوئے گئے ہیں اور آئندہ اسکی کاشت اس
سے بھی زیادہ ہوگی۔ ربیع کے نئے بیجوں سے تقریباً
چھ سو بیگھہ زمین بوئی گئی تھی۔ ۱۰ کنوؤں میں نل
لگائے گئے تین بیگھوں میں امرود کی کاشت کی گئی
اور چھ بیگھوں میں انڈی کی فصل ہے ایک اچھا کتبخانہ
قائم کیا جا رہا ہے اسکے لئے اخباروں اور کتابوں کی
ضرورت ہے اکھاڑے اور والی بال کے کھیل اور
بھجن منڈلیوں کے ذریعے گانے بجانیکا انتظام کیا
جا رہا ہے۔

گاؤں میں گھومکر مجھے بڑی خوشی ہوئی اور پنچایت
گھر میں اکٹھا ہونیوالے گاؤں والوں کو حسب ذیل مشورہ دیا۔

(۱) ترکاری لگائی جانی چاہئے اور اسکی تجارت اتنی
بڑھانی چاہئے کہ اس سے اور زیادہ دام ملے۔

(۲) اچھی اور زیادہ ترکاری لگانے سے وہ
لوگ زمین کی ترقی کرنے میں کامیاب ہونگے اور
اسکے نتیجہ میں پودے جانوروں کو تندرست
بنائیں (۳) انھیں پھلوں کی کھیتی بھی بہت
اچھی کرنی چاہئے خصوصاً امرود کی کاشت سے
زیادہ روپیہ ملتا ہے۔ جنگ کے زمانے میں انڈی
بھی بہت مفید ہوتی ہے اور پپیتے سے پپین نامی ہاضم
کی دوا اور دیگر کھانیکی چیزیں ملتی ہیں جو کہ مغرب

میں نہیں مل سکتے (۴) انھیں چاہئے کہ غسل کرنے والے جوہڑ کا پانی مویشیوں کی ناند میں نہ جانے دیں۔ ایک پنچ کا یہ غلط خیال تھا کہ غسل کا پانی جانوروں کو پلانا چاہئے۔ وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ جو جانور یہ پانی پئے گا اسکے دودھ سے بہت سی بیماریاں پیدا ہو کر لوگوں کو پکڑیں گی (۵) لوگوں کو سیموں اور چکوترے کی کاشت بھی کرنی چاہئے خاص طور سے چکوترہ لگانا چاہئے کیونکہ اس سے جنگی کوششوں میں مدد ملے گی اور جنگ کے بعد زمانہ امن و امان میں یہ مستقل تجارت ہوگی۔ (۶) انھیں اسکاؤٹنگ اور گاؤں سدھار کا کام بھی کرنا چاہئے ان لوگوں کے درمیان یہ کام اچھی طرح شروع کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اپنے گاؤں کو مستقل فائدہ پہنچا سکیں گے۔

سر مارس ہیلٹ کو سپاسنامہ

گاؤں سدھار ایسوسی ایشن بجنور کے ممبروں نے ہز ایکسلنسی سر مارس ہیلٹ اور لیڈی ہیلٹ کا دلی خیر مقدم کرتے ہوئے انکی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جسمیں یہ بتایا گیا کہ اس ضلع کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن نے ۱۲ گاؤں سدھار سنٹر قائم کئے ہیں جنکے ماتحت ۱۵۰ گاؤں ہیں۔ اس ایسوسی ایشن نے ۹ پنچایت گھر بنائے ۱۱ کنوئیں بنائے ۲۲ ہاتھ سے پانی نکالنے والے نل لگائے ۷ کنوؤں کی مرمت کی ۰ پیچ کو دام بنائے ۶۱۰۰ گز دیہاتی راستے ٹھیک کئے ۲۰۰ گز دیہاتی گلیاں پستر کی گئیں ترقی دادہ ہل تقسیم کئے ۱۲ سانڈ دو بھینسے اور چھ جمنا پاری بکرے چھوڑے اسکے علاوہ ۵ بالغوں کے اسکول چلا رہا ہے۔ ۵ دواخانے ہیں جنمیں ایک ایلوپیتھک بھی ہے۔ دیہاتوں میں دواؤں کے بکس بھی تقسیم کئے گئے ہیں۔ ایک پنچایت گھر میں اسکا اپنا ریڈیو ہے اس طویل فہرست کے بعد یہ بتایا گیا کہ محنت اور دولت کے مقابلے میں یہ کامیابی نہیں ہوئی ہے کیونکہ گاؤں سدھار کا کام بہت مشکل ہے جن مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے انکے خیال سے اس قسم کی کوشش آہستہ آہستہ اور کہیں کہیں تو نہ ہونیکے برابر ہوگی۔ تاہم یہ بات باعث اطمینان ہے کہ مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی ایسوسی ایشن نے کافی کام کیا ہے۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ کارکنوں کے سامنے جو اہم کام کرنیکی اسکیم ہے اسکے سرے تک پہنچنے میں انھیں کچھ عرصہ لگے گا۔ اسکا سبب یہ ہے کہ دیہاتوں کے باشندے بہت ہی غریب اور جاہل ہیں لوگ گندے ہوتے ہیں اور قسمت پر بھروسہ کرکے کورانہ تقلید کرنے والے ہوتے ہیں پھر بھی وہ اپنی حالت سدھار کر اچھے تندرست اور خوش حال ہونیکی خواہش نہیں رکھتے اسی بنا پر دیہاتی ترقی کی تمام تر اسکیم منحصر ہے۔

ہز ایکسلنسی کا جواب

اس سپاسنامہ کے جواب میں ہز ایکسلنسی سر مارس ہیلٹ نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے ممبران کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہز ایکسلنسی نے صاف صاف فرمایا کہ آپ کو جو کامیابیاں ہوئی ہیں ان سے آپکی امیدیں بھی پوری نہیں ہوئیں اور وہ اس دولت اور محنت کے مطابق بھی نہیں ہیں جو آپکو کرنی پڑتی ہیں اس صافگوئی کی میں تعریف کرتا ہوں۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ گاؤں سدھار ایک بڑا اور بے حوصلہ کر دینے والا کام ہے۔ اسمیں اصلاح کی کچھ امید کیجا سکتی ہے۔ اس وقت ہم ایسے نتائج کی امید بھی نہیں کرسکتے فوری اثر دکھا سکے ارادے ہی ان مثالوں کے منتظر ہیں جو دکھا دے کہ کام کئے جاسکتے ہیں اور جنکی خدمت میں اپنی ایک حالیہ تقریر میں کرچکا ہوں۔ گاؤں سدھار سے اسوقت تک فائدہ نہیں ہوسکتا جب تک اہل دیہات کے دلوں میں یہ بات نہ جما دی جائے کہ وہی سدھار ہے اور انکے کام کا بے کامیابیوں کے طول طویل اعداد و شمار بیکار ہیں اگر وہ گاؤں والوں کے اپنی اصلاح خود کرنیکی خواہش کے مظہر نہیں ہیں۔ آپکو خوش قسمتی سے اچھا چیرمین ملا ہے اور میں جانتا ہوں کہ ترقی بہت دھیرے دھیرے ہوگی پھر آپ اسے جہانتک ہوسکے گا ٹھوس شکل دینگے اب تک گاؤں کے کاموں کی فہرست جو آپنے مجھے دی ہے وہ اطمینان بخش ہے میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ گاؤں سدھار کا مقصد یہ نہ ہونا چاہئے کہ بیرونی کوششوں سے کسی گاؤں کی اصلاح کیجا سکے، اصلاح کا جذبہ گاؤں والوں میں بیدار ہونا چاہئے دیہاتی کوئی بیوقوف نہیں ہے اگر وہ دیکھتا ہے کہ کوئی بات اسکے کام کی ہے تو وہ مان لیتا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم مفید طریقے انکے سامنے رکھیں اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو مجھے یقین ہے کہ دیہاتی مجھے اپنا لیں گے۔

دیہاتوں میں پانی کا انتظام

گاؤں میں پینے نہانے دھونے اور سینچائی کے کام میں آنے والے پانی کے پورے انتظام کی طرف محکمہ گاؤں سدھار کی توجہ رہی ہے اس سلسلے میں حکومت نے وقتاً فوقتاً مالی امداد دی ہے ۱۹۴۱-۴۲ء میں اس مد میں حکومت نے کل ۸۶۰۰۰ کی مدد دینے کا وعدہ کیا ہے۔ کس ضلع میں کتنا روپیہ خرچ کیا جائیگا اسکی تفصیل ذیل کی فہرست سے معلوم ہوگی اس روپئے سے کنوئیں بنوائے جائینگے ٹیوب ویل کی بورنگ کرائی جائیگی اور آبپاشی کے دیگر کام مثلاً باندھ وغیرہ بنوائے جاسکتے ہیں یہ روپئے مینوئل آف رورل ڈیولپمنٹ میں دیجانیوالی ہدایت کے مطابق خرچ ہوسکے گی جن دیہاتوں میں اس مد سے سرکاری امداد دی جائیگی انکے باشندوں کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ پورے خرچ کا کم از کم نصف روپیہ وہ اپنی طرف سے جمع کریں کچھ نقد اور کچھ محنت کی شکل میں۔

ڈویژن	ضلع	روپیہ
میرٹھ	دہرہ دون	۱۰۰۰
	سہارنپور	۱۰۰۰
	مظفر نگر	۱۰۰۰
	میرٹھ	۱۰۰۰
	بلند شہر	
آگرہ	علیگڈھ	۴۰۰۰
	متھرا	۱۰۰۰
	آگرہ	۸۰۰۰
	مین پوری	۳۰۰۰
	ایٹہ	۱۰۰۰
روہیلکھنڈ	بریلی	۱۰۰۰
	بجنور	۲۰۰۰
	بدایوں	۴۰۰۰
	مراد آباد	۱۰۰۰
	شاہجہانپور	
	پیلی بھیت	۵۰۰۰
الہ آباد	فرخ آباد	۴۰۰۰

	اٹاوہ	۳۰۰۰
	کانپور	۱۰۰۰
	فتح پور	۳۰۰۰
	الہ آباد	۱۰۰۰
جھانسی	جھانسی	۶۰۰۰
	جالون	۱۰۰۰
	ہمیرپور	۲۰۰۰
	باندہ	۱۰۰۰
بنارس	بنارس	۲۱۰۰۰
	مرزاپور	۴۰۰۰
	جونپور	۱۰۰۰
	غازی پور	۲۰۰۰
	بلیا	۱۰۰۰
گورکھپور	گورکھپور	۸۰۰۰
	بستی	۵۰۰
	اعظم گڈھ	۹۰۰۰
کمایوں	نینی تال	۱۰۰۰
	الموڑہ	۵۰۰۰
	گڑھوال	۵۰۰۰
لکھنؤ	لکھنؤ	۸۰۰۰
	اناؤ	۱۰۰۰
	رائے بریلی	۱۰۰۰
	سیتاپور	۴۰۰۰
	ہردوئی	۱۰۰۰
	کھیری	۲۰۰۰
فیض آباد	فیض آباد	۱۰۰۰
	گونڈہ	۲۰۰۰
	بہرائچ	۱۰۰۰
	سلطانپور	۳۰۰۰
	پرتاب گڈھ	۲۰۰۰۰
	بارہ بنکی	۱۰۰۰
	میزان	۱۸۶۰۰۰

راستے وغیرہ کی اصلاح

دیہاتوں کے راستے درست ہوں اسطرف کارکنان گاؤں سدھار کی توجہ برابر رہی ہے محکمہ گاؤں سدھار کیطرف سے اس مد میں پچھلے سالوں میں کافی روپیہ خرچ کیا گیا ہے اس سلسلے میں محکمہ گاؤں سدھار کے افسر کے ایک سرکلر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال بھی اس مد میں ہر ایک ضلع میں مقررہ رقم خرچ کیجا سکتی ہے۔ اسکی فہرست درج ذیل ہے۔

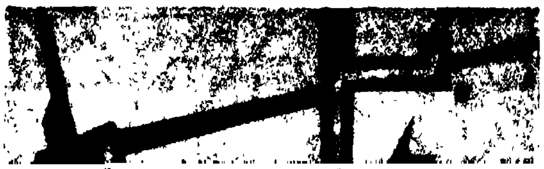
اس رقم سے صرف ان گاؤں والوں کو مدد دی جائیگی جو کم از کم پورے خرچ کا ایک تہائی خواہ نقد یا محنت کی شکل میں جمع کرینگے اور دو تہائی خرچ کا بار حکومت اپنے اوپر لے گی۔

ڈویژن	ضلع	روپیہ
میرٹھ	دہرادون	۲۰۰۰
	سہارنپور	۳۵۰۰
	مظفرنگر	۲۰۰۰
	میرٹھ	۱۰۰۰
	بلندشہر	
آگرہ	علیگڈھ	۳۰۰۰
	متھرا	
	آگرہ	۲۵۰۰
	مین پوری	۵۰۰
	ایٹہ	
روہیلکھنڈ	بریلی	
	بجنور	۳۳۲۷
	بدایوں	۳۵۰۰
	مرادآباد	
	شاہجہانپور	
	پیلی بھیت	۲۵۰۰
الہ آباد	فرخ آباد	۲۵۰۰
	اٹاوہ	
	کانپور	۱۰۰۰
	فتح پور	۲۰۰۰
	الہ آباد	
جھانسی	جھانسی	
	جالون	
	ہمیرپور	۱۰۰۰
	باندہ	
بنارس	بنارس	۶۰۰۰
	مرزاپور	
	جونپور	۱۰۰۰
	غازیپور	۶۰۰۰
	بلیا	
گورکھپور	گورکھپور	۶۰۰۰
	بستی	۲۰۰۰
	اعظم گڈھ	۱۵۰۰
کمایوں	نینی تال	
	الموڑہ	۲۵۰۰
	گڑھوال	۲۰۰۰
لکھنؤ	لکھنؤ	
	اناؤ	
	رائے بریلی	
	سیتاپور	۲۵۰۰
	ہردوئی	
	کھیری	۲۰۰۰
فیض آباد	فیض آباد	۱۰۰۰
	گونڈا	۱۰۰۰
	بہرائچ	
	سلطانپور	۲۵۰۰
	پرتاب گڈھ	۱۰۰۰
	بارہ بنکی	
	میزان	۶۵۲۲۷

دیہاتوں میں بالغ اسکاؤٹ جماعت

دیہاتوں میں اسکاؤٹوں کی تعلیم کے بارے میں گاؤں سدھار کمشنر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ ایم۔اے۔ ایم۔ ایل۔ سی نے گذشتہ ۱۲ فروری کو جو سرکلر جاری کیا ہے وہ بہت اہم ہے اسمیں آپنے اس بات پر زور دیا ہے کہ گاؤں سدھار کے تحت جتنے گاؤں ہیں انمیں سے ہر ایک میں بالغ اسکاؤٹ فوج ہو اور اس فوج میں اس گاؤں کے جتنے لوگ بھی شامل ہو سکیں وہ سب شامل ہوں ان اسکاؤٹ فوجیوں کی عمر ۱۸ سال سے کم نہ ہو۔ انکی قواعد وغیرہ کی تعلیم بالکل ویسی ہی ہو جیسی کہ فوجیوں یا پولیس کانسٹبلوں کی ہوتی ہے اسکول کے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی قواعد جیسی نہ ہو۔ لیزم۔ پرت بنانا پھندا باندھنا محراب بنانا اور اسی قسم کے دیگر کھیل دکھائے جائیں، اس بات پر خاص توجہ دیجائے کہ لوگ مارچ کرسکیں اور داہنے بائیں گھوم سکیں دو طرف تین کی قطار بنا سکیں اور چال ڈھال میں پھرتی دکھلا سکیں

چونکہ یہ سوال بڑا اہم ہے اسلئے ہر ضلع کے سکریٹریوں کو گاؤں سدھار افسر نے یہ رائے دی ہے کہ وہ اپنے ضلع کے تمام آرگنائزروں اور بالغوں کے مدرسوں کو حصہ میں کم از کم ۱۰ [illegible] کی ٹریننگ کیلئے ملازمین انسپکٹر اور اسکول ماسٹر خاص طور سے اسمیں شامل ہوں اور ڈرل کی ٹریننگ حاصل کریں یہ تعلیم کسی فوج یا پولیس کے ریٹائرڈ حوالدار کے ذریعے دلائی جائے اور اسکی محنت کے عوض اُسے کم از کم دو روپیہ روزانہ دیا جائے۔



مئی سنہ ۱۹۴۲ء

جلد ۴ نمبر ۵

حکومت یو۔پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔پی۔ لکھنؤ

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سنہ ۱۹۴۲ء

سالانہ قیمت ۸

ایک پرچہ

باہتمام کالی۔ کے متر اپرنٹر و پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد



उमर ख़ैय्याम

عمر خیام

باتصویر ماہوار رسالہ

مئی ۱۹۴۲ء جلد ۴ نمبر ۵

ارشاداتِ شفق

(از حضرت علامہ شفق رضوی بینائی عماد پوری)

بہاؤں اشک جو نادارئ مقدر پر
ملے نہ رکھنے کو دامن بھی دیدۂ تر پر

زہے نصیب! کرم آپ کا مرے سر پر
میں چوم لوں گا قدم ایک ایک ٹھوکر پر

ترا قفس بھی ہے صیاد اک نئی دنیا
زمیں ہے پاؤں کے نیچے نہ آسماں سر پر

وہ دن بھی ہوگا قیامت کا دن معاذاللہ
جو منحصر ہے ترے وعدۂ مقرر پر

یہ کس کے دفن کی اک دھوم سی بپا ہے یہاں
بگولے کس کا جنازہ اٹھائے ہیں سر پر

قدِ خمیدہ سے کہتا ہے ضعف پیری میں
کہ پھینک عمر کا بارِ گراں جو ہے سر پر

کچھ ایسے لفظوں میں تقدیر کا کروں شکوہ
کہ حرف آنے نہ پائے خطِ مقدر پر

صبا سے کہدو کہ پہونچا دے ہمصفیروں تک
قفس سے جائیں نہ برباد اُڑکے باہر پر

حجاب حشر بنا حسن بے حجاب اس کا
نقاب پڑ گئی اک آفتاب محشر پر

یہ اس کے رزق کا دریا ہے فیض جاری ہے
صدف میں بند نہیں آب و دانہ گوہر پر

ہزاروں کٹ گئے بے تیغ اے معاذاللہ
ذرا سا آگیا تھا بل کسی کے تیور پر

وہی تو گزرے گی غنچوں پہ کل خدا حافظ
جو آج گزری ہے اے باغباں گلِ تر پر

بس ایک بوند لہو جس کا نام دل ہے شفق
اسی نے عشق کے دفتر رنگے ہیں دفتر پر

زمین کی زرخیزی

(از جناب سی۔ مایا داس۔ ایم۔ … بی۔ ایس۔ سی۔ ڈائریکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی۔ لکھنؤ)

ہر کاشتکار اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ اچھی فصلیں نہیں پیدا کر سکتا جب تک کہ وہ تین چیزوں کا انتظام نہ کرے۔ یعنی اول عمدہ جوتائی، گوڑائی۔ دوئم کافی کھاد اور سوئم اچھی سینچائی۔ یہ تینوں چیزیں یکساں ضروری ہیں اور ہر ایک دوسری کو اچھی فصل پیدا ہونے میں مدد دیتی ہے

یہ سب کو معلوم ہے کہ دیہاتوں میں قریب کی زمین گونڈ یا گوہان کہلاتی ہے۔ زیادہ تر فصلیں گاؤں سے دور زمین کی فصلوں کے مقابلے میں بہتر ہوتی ہیں۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ گاؤں کے قریب کھیت زیادہ زرخیز ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو گاؤں اور گھروں کا کوڑا ان زمینوں پر ڈالا جاتا ہے۔ اور دوسرے انسانوں اور جانوروں کا فضلہ ان زمینوں میں پہنچتا رہتا ہے۔ پھر جب سینچائی ہوتی ہے تو ان کی فصلوں میں بہت اچھی اور زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔

اگر کسان کوشش کرے تو گاؤں کے سب کھیت گوہان زمین کی طرح زرخیز ہو سکتے ہیں۔ ایسا کرنے کے لئے کسان کو بہت سی باتیں کرنی ہوں گی۔

پہلے تو اُسے اپنے کھیت جو نالوں اور نشیب کی طرف ہیں۔ اور پانی کے بہاؤ سے کٹتے رہتے ہیں، کٹنے سے بچانا چاہئے تاکہ کھیتوں کی اچھی مٹی پانی کے ساتھ نہ بہہ جائے۔ یہ کام کھیتوں میں مینڈ بنا کر ہو سکتا ہے تاکہ پانی ڈھال کی طرف زور سے نہ بہے۔ چنانچہ یہ پہلی خاص ضروری بات ہے۔ دوسرے کھیتوں کی گہری جوتائی ہونی چاہئے اور خصوصاً برسات کے دنوں میں تھوڑے دنوں کے بعد تاکہ ربیع کی فصل بوئی جا سکے۔ اس کام کے لئے پرجا اور شاباش، ہل بہت اچھے ہیں جو معمولی بیلوں سے چلائے جا سکتے ہیں اور اگر مضبوط بیلوں کی جوڑی ہو تو دوکڑی ہل کافی گہری جوتائی کر سکتے ہیں۔ یہ سب ہل محکمہ زراعت کے بیج گوداموں سے مل سکتے ہیں۔

گہری جوتائی کرنے سے نہ صرف کھرپتوار جو کہ برسات میں پیدا ہو جاتا ہے، زمین میں دب کر پودوں کی خوراک میں جاتا ہے اور ہوا بھی زمین کے اندر کے حصوں میں پہنچ کر زرخیزی اور پودوں کی جڑوں کے لئے جگہ پیدا کر دیتی ہے۔ جڑیں زمین میں جتنی گہری جاتی ہیں اتنی ہی پودے کو زیادہ خوراک ملتی ہے اور پودا اتنا ہی کافی پھل دے سکتا ہے۔

یہ سب ہونے کے بعد اگر سینچائی ہو سکے تو عمدہ فصل پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کاشتکار کافی پانی نہیں دے پاتا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ کھیت میں نمی جو پودے کو بڑھنے میں مدد دیتی ہے، قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔

پہلی چیز برسات کا پانی ہے دوسری اوس، اور تیسرے کنوئیں، تالاب اور نہروں کا پانی۔ چونکہ عام طور پر پانی بہت کم ہے اس لئے ایسے طریقے رائج کرنے کی ضرورت ہے جن سے پانی جمع کیا جا سکے۔ یہ سینچائی کی کیاریاں بنا کر ہو سکتا ہے۔ دوسرے فصلیں قطاروں میں بونی چاہئے تاکہ کھرپا، کولاہو اور دیسی ہل سے گوڑائی ہو سکے۔ فصلیں قطاروں میں بونے سے کافی بیج کی کفایت ہوتی ہے۔ دوسرے گوڑائی ہونے کی وجہ سے کھڑی فصلوں کی باڑھ کے لئے نمی موجود رہتی ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ ہری کھاد کا استعمال بھی نمی کو قائم رکھتا ہے۔ اور جب ہری کھاد مٹی سے اچھی طرح مل جاتی ہے تو اس سے بھی زمین کی زرخیزی اور دوسری کھادوں کی طرح بڑھ جاتی ہے۔

جہاں ممکن ہو اور خاص کر سینچائی کا انتظام ہو سکے وہاں ہری کھاد کا انتظام ہونا چاہئے۔ پیدا کر کے ہری کھاد کی فصل بونے کا سب سے اچھا وقت شروع مئی ہے۔ اس صوبے کے لئے سنئی کی فصل ہری کھاد کے لئے سب سے اچھی فصل ہے۔ آخر جون میں سنئی جوت کر دبانے کے لائق ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد کی ایک فصل فائدے کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔

اور اگر سینچائی ہو سکے تو ایک فصل ربیع کی بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ جہاں سینچائی ممکن نہیں ہے وہاں برسات کے پہلے پانی کے ساتھ سنئی بونی چاہئے اور پھول آنے سے پہلے ہی جوت کر زمین میں دبا دینا چاہئے۔ اور اس کے بعد ربیع کی ایک فصل کے لئے زمین کی جوتائی جاری رکھنی چاہئے۔

ایک اور دوسرا طریقہ زمین کی زرخیزی بڑھانے کا یہ ہے کہ کسان ہیر پھیر سے اکثر دال والی فصلیں اپنے کھیت میں بوئے مثلاً جوار، مٹر، چنا اور ارہر یہ فصلیں جس قدر بوئی جا سکتی ہوں بونی چاہئیں۔ کیونکہ انکے کٹنے کے بعد زمین میں کافی زرخیزی بڑھ جاتی ہے۔ برسیم بہت ہی عمدہ چارے کی فصل ہے اور جہاں سینچائی ممکن ہو اور پانی بار بار دیا جا سکے وہاں اسکو ضرور بونا چاہئے۔ اگر برسیم اچھی طرح بوئی جائے تو جاڑے میں اخیر مارچ تک کافی ہرا چارہ مل سکتا ہے۔ اگر کسان ان باتوں کو مانیں تو انکے کل کھیت یہاں تک کہ وہ کھیت بھی جو دیہاتوں سے بالکل دور ہیں رفتہ رفتہ ایسے ہی زرخیز ہو جائینگے جیسے کہ گوہان کے کھیت۔

(مرسلہ آل انڈیا ریڈیو)

کوآپریٹو سوسائیٹوں کے ذریعے غلّہ کی فروخت

از جناب ایس ایس حسن آئی۔سی۔ایس۔ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز، یو پی

ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے جب حکومت ہند نے اس بات کی تحقیقات کرائی کہ غلّہ اور دیگر زرعی پیداواروں کی فروخت کا کیا انتظام ہے اور دیہات میں جو غلّہ پیدا ہوتا ہے وہ کس سلسلے سے شہر کی آبادی تک پہونچتا ہے۔

کافی تحقیق و تفتیش کے بعد جو باتیں معلوم ہوئیں وہ رپورٹ کی شکل میں شائع کردی گئیں۔ ان رپورٹوں کے دیکھنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہمارے کسانوں کو خواہ وہ اس صوبہ کے رہنے والے ہوں یا خواہ کسی اور صوبے کے۔ ان کو جو تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں ان میں ایک بڑی اور شائد سب سے زیادہ سخت مصیبت بازار اور بازار کے برتاؤ کی ہے۔ بہت سے کسان تو خود بازار جاتے بھی نہیں۔۔ وہ اپنی فصل کی چیز گاؤں ہی میں بیچ ڈالتے ہیں۔ گاؤں میں بھی اونا پونا دام ملجائے تو اسی کو غنیمت جانتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جب کسان کے پاس جنس تھوڑی ہوتی ہے، مثلاً سرسوں یا السی تو اس تھوڑی سی جنس کو بازار لیکر جانا اور وہاں بیچنے کی مصیبت مول لینے کے مقابلے میں کسان اسی کو اچھا سمجھتا ہے کہ گاؤں ہی میں سیر آدہ سیر زیادہ نرخ پر بیچ کر دام سیدھے کرے۔

جو لوگ گاؤں میں غلّہ خریدتے ہیں وہ اس موقع سے کافی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلے تو نرخ میں کافی بڑھا لیتے ہیں اور پھر ترازو باٹ اپنے ہی لاتے ہیں اور خود تول بھی لیتے ہیں اور تولنے میں ایسے اُستاد ہوتے ہیں کہ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سوا سیر کا سیر بھر ایسا تولتے ہیں کہ کسان دام بھی کم پاتا ہے اور لالہ جی کی دیانتداری کا قائل بھی ہو جاتا ہے۔ پاسنگ تو ہر ترازو میں ہوتا ہے اور کسان اس کو کوئی انوکھی بات سمجھتا بھی نہیں۔ اب یہ صرف اتفاق ہے کہ پسنگا ہمارے لالہ جی کے موافق پڑتا ہے۔ اس میں اگر سیر میں آدھ پاؤ کسان کا غلّہ زیادہ چلا جائے تو تولنے والے کا کیا قصور۔ ہم یہ ماننے کو تیار نہیں کہ جب لالہ بہت چھوٹے لالہ ہوتے ہیں تبھی گاؤں میں جانے کی زحمت اٹھاتے ہیں۔ منجھلے یا بڑے قسم کے لالہ اس قسم کی چھوٹی موٹی ڈنڈی مارنے کو اپنے پیشہ کی ہتک سمجھتے ہیں۔ ان کو تو بھگوان کی کرپا سے گدی پر بیٹھے بیٹھے تمباکو کے لئے بہت ملجاتا ہے۔ بیائی، تولائی، پلہ داری، دھرم کھاتہ، آڑہت، دلالی، ایک مشین ہزار مد بن کر ایسی کھول دیجاتی ہے جس کے اثر سے لالہ کی کمر کا گھیر بڑھتا جاتا ہے اور کسان کی آمدنی گھٹتی جاتی ہے۔ ہرّ لگتی ہے نہ پھٹکری مگر رنگ چوکھا ہی آتا ہے۔ اب اگر حکومت ہند کی رپورٹ یہ کہتی ہے کہ کسان کا بہت سا غلّہ غلط تول اور غلط باٹ کے ذریعے نکل جاتا ہے تو آپ ہی بتایئے کہ اس میں بڑے لالہ کا کیا قصور؟ تولنے والا تولتا ہے۔ غلطی ہے تو اس کی ہے اور بے ایمانی کرتا ہے تو وہ کرتا ہے۔ لالہ جی تو تولتے وقت کھتی کے آس پاس بھی نہیں ہوتے اور ہوتے بھی تو دور گدّی پر بیٹھے حساب میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تول کے اُلٹ پھیر سے جو غلّہ بڑھ جاتا ہے وہ اُسی کھتی میں جاتا ہے وہ بھی اس لئے کہ لالہ کے نزدیک دوکان کا غلّہ سوائے کھتی کے اور کسی طرف جائز طریقے پر نہیں جاسکتا۔

آپ نے وہ اُلّو بیچنے والے کا لطیفہ سُنا ہوگا جس نے بڑے اُلّو کے دام کم اور چھوٹے کے زیادہ تبلائے تھے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ بڑا اُلّو صرف اُلّو ہے مگر چھوٹا والا اُلّو بھی ہے اور اُلّو کا بچّہ بھی ہے۔ یہی حال ہماری رائے میں لالہ کا بھی ہے۔ لالہ جتنا چھوٹا ہوگا اتنا ہی زیادہ قیمتی ہوگا۔ کبھی ترازو کا پلہ ایک ہلکا ایک بھاری بناتا ہے، کبھی پلے کو اُونچا نیچا باندھتا ہے، کبھی ڈور چھوٹی بڑی رکھتا ہے اور کبھی پلوں میں آنکڑا ایسی ترکیب سے لگاتا ہے کہ جب کہئے دیکھتے دیکھتے ایک پنسری مار دے۔ اور پتہ نہ چل پائے۔

اِن چالاکیوں کی فہرست طویل ہے بہت طویل۔ آپ شائد سننے سے نہ تھکیں مگر آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ صاحب جو لکھنؤ سے بولتے ہیں۔ ضرور تھک جائیں گے۔ اور اگر انھوں نے اس قسم کی باتوں پر اعلانیہ بمباری نہ بھی کی تو ڈکبنی سے وہ چوٹ پہنچائیں گے کہ آپ دم سادھ لیں گے۔ اور ہم ایسے تخم سوخت ہوجائیں گے کہ آپ ہماری آواز سننے کو ترسیں گے۔

تو بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ کہنے کو تو اتنا ہی کہنا تھا کہ گورنمنٹ کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ غلّہ کے دام سے کسان کو صرف روپئے میں پونے نو آنے ہی ملتے ہیں سوا سات آنے کیا ہو جاتے ہیں یہ ہم آپ کو نہیں بتاتے اور اگر آپ ہماری بات چیت اس وقت اسی غور سے سنتے رہے ہیں جیسے بعض لوگ جرمن ریڈیو سنتے ہیں تو تبلانے کی ضرورت بھی نہیں اور نہ تبلانے سے کوئی فائدہ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنا سونا کھوٹا تو پرکھنے والے کا کیا قصور ہ‘‘

کسان میں اگر سوچنے کا مادّہ ہو، اس میں اس بات کی سمجھ ہو کہ مال میرا ہے

اور اسے زیادہ سے زیادہ منافع اپنے مال پر ملنا چاہئے نیز ضرورت ہے کہ فکر ہو کہ اور لوگ اسکی جیب نہ کترنے پائیں تو کسان نہیں سیکڑوں جتن کر کے اپنا مال بچا سکتا ہے۔ کوئی تین سال ہوئے جب سے ہمارے صوبہ کی حکومت نے اس بات کا انتظام کیا کہ دیہات کا غلہ بازار میں اچھے داموں فروخت ہو جایا کرے۔ اس کام کے لئے دیہاتوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی گئیں پیداوار نوکر رکھے گئے، گودام کرائے پر لئے گئے، ترازو، باٹ وغیرہ سب فراہم کئے گئے۔ مطلب یہ تھا کہ کسان لوگ دیہاتوں میں اپنی فصل اکٹھی کر کے ایک دوکان پر لائیں اور وہاں سے جب دام اچھے لگیں تو فروخت کر دیں۔ ہمارے صوبے میں کوئی ایسا شہر مشکل سے ہوگا جہاں اس قسم کی ایک آدھ دکان نہ کھولی گئی ہو۔ مگر ابھی تک ہمارے کسان ان دوکانوں کو اپنی دوکان نہیں بلکہ سرکاری دوکان سمجھتے ہیں اور اس لئے ان دوکانوں کے ذریعے بہت زیادہ کام نہیں ہوا۔ گذشتہ سال کوئی دس لاکھ روپئے کا غلہ ان دوکانوں کی معرفت فروخت کیا گیا ہمیں یقین ہے کہ اب جتنے دن گذرتے جائیں گے، کسانوں کو اپنا فائدہ معلوم ہوتا جائیگا۔ جیسے ہی ان کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے غلہ کا لین دین کا کام بڑھتا جائیگا کسان خود دیکھ لے گا کہ اس کے لئے اگر کوئی ذریعہ ہے تو امداد باہمی کا ذریعہ ہے اور اس کا بچاؤ اگر کر سکتی ہے تو خود اسکی بنائی ہوئی امداد باہمی جماعت ہی کر سکتی ہے۔ ایسی جماعتوں کا بنانا مشکل ہے اور نہ اس میں خرچ ہی ہوتا ہے۔

ان جماعتوں کے ذریعے دیہاتوں میں غلہ اکٹھا کر کے منڈی میں اچھے نرخ پر فروخت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے اگر نرخ کم ہوتا ہے تو روپئے میں بارہ آنے تک بینک سے قرضہ دلوا کر اناج آڑھت میں رکھ لیا جاتا ہے اور جب دام اچھے لگتے ہیں تو کسانوں سے پوچھکر ان کا غلہ فروخت کر دیا جاتا ہے۔ دوکان کے خرچ کے لئے بہت کم آڑھت لی جاتی ہے ہمارے صوبہ کی حکومت نے گذشتہ سال میں ۴۳۰۰۰ روپیہ ان دوکانوں پر خرچ کیا ہے۔ ان دوکانوں سے فائدہ اٹھانا آپ کا کام ہے۔ یہ ہم سے سن لیجئے اسوقت تک کسان کے مال کے ساتھ جو چھینا جھپٹی بازاروں میں ہوتی ہے اسے روکنا امداد باہمی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ تنہا یہ نہ آپکے بس کی بات ہے اور نہ میرے۔

یہ تقریر لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ ہو چکی ہے۔

کوئی ہنر سہی مگر سیکھ کے اور سکھا کے دیکھ

اپنے خرد کے مدعی ہوش میں آ نگاہ کر / کارگہ حیات میں کوئی تلاش راہ کر
لغزشیں احتمال کی دیکھ قدم قدم پہ ہیں / باقی رہے ترا بھرم زیست سے یوں نباہ کر
تجھکو فریب وہم نے رکھا ہے انتظار میں
عظمتیں ہیں وقار کی خودی ترے وقار میں

بات تری بنی رہے ایسی بھلی وہ بات بن / شمع آگہی جلا روشنی حیات بن
عالم ہست و بود میں دعوت التفات دے / سعی عمل کو اذن دے رونق کائنات بن
راہیں کھلی ہیں ہر طرف منزل زندگی ہے ایک
ذوق سجود کے لئے لایق بندگی ہے ایک

مانا کہ فیض بخش ہیں تیرے لئے زراعتیں / سچ ہے اصول زیست کا جزو ہیں یہ تجارتیں
شاید تجھے ملازمت باعث صد فروغ ہو / دل کی نظر سے دیکھ ہیں مشعل راہ صنعتیں
دور ملازمت سے رہ بچکے ہر ایک عیب سے
دیکھ تو پھر کہ کیا عروج ملتا ہے تجھکو غیب سے

کہہ تو کہ تیرے بھائی کا کون سا کام بن گیا / چند ٹکوں کے واسطے غیر کا کام بن گیا
کھو کے وقار آدمی زندگی اپنی بیچ دی / نفع ملک و قوم کیا تو جو غلام بن گیا
دیکھ کر تیرے سامنے کیسہ زر کا ڈھیر ہے
حوصلے پست کر لئے عقل کا صرف پھیر ہے

تجھکو زراعتوں میں ہے لازمی احتیاج زر / چل نہ سکیں تجارتیں پاس نہیں ہے زر اگر
تیرے ہر ایک کام پر صورت منزل عروج / زر سے ہمیشہ بے نیاز دیکھی ہیں صنعتیں مگر
اب بھی نہیں گیا ہے وقت اترے خمار زندگی
کاش ترے توہمات بدلیں خمار زندگی

خواب سے چونک تا بکے اپنی خودی سے بدگماں / اہل ہنر کی صف میں آ وقت نہ جائے رائیگاں
صانع کائنات کا تجھ پہ یہ خاص ہے کرم / دیکھ کہ صنعتوں میں ہیں تیرے لئے ترقیاں
کوئی ہنر سہی مگر سیکھ کے اور سکھا کے دیکھ
پائیگا لطف رہروی چند قدم بڑھا کے دیکھ

نقش قدم ہر اک ترا رشک ہزار گلستاں / چال سے تیری گرد راہ مثل بہار بے خزاں
چشم عدو بھی مہرباں تیرا عروج دیکھکر / خوش ہو کہ ہے نیازمند سامنے تیرے اک جہاں
ذوق ہنر تیرا تجھے بخشے گا خاص اک مقام
صدق کو ہاتھ سے نہ دے ایک زمانہ ہے غلام

(صابر القادری)

(ہندوستانی ادب)

کھیتی پر موسم کا اثر

ازجناب افضل حسین چشتی

اس میں کچھ شک نہیں کہ کھیتی باری کے تمام کام انسانی اور حیوانی طاقتوں کے ذریعہ سے انجام پاتے ہیں مگر اس میں جو دخل قانون قدرت کو ہے وہ بھی چھپی ہوئی بات نہیں ہے۔ ہم اپنے کھیتوں کو جوتتے ہیں بوتے ہیں، سینچتے ہیں، کاٹتے ہیں مگر یہ تمام قانون قدرت کے تحت میں اس طریقہ پر پورے ہوتے ہیں کہ اُن کے واسطے قدرت کی طرف سے خاص خاص وقت مقرر ہیں۔ کھیتوں کے جوتنے کا وقت علٰحدہ۔ بونے کا وقت جدا۔ سینچنے کا وقت دوسرا کاٹنے کا وقت الگ۔ اب اگر ہم ناسمجھی سے جوتنے کے وقت پر سینچائی کرنے لگیں تو گویا قانون کے خلاف کام کیا۔ پھر اس خلاف ورزی کا نتیجہ جو کچھ ہوگا وہ ظاہر ہی ہے۔ کھیتی باری پر کیا منحصر ہے دنیا کا ہر ایک کام خواہ وہ تمدنی ہو یا معاشرتی ہو غرضیکہ کل کے واسطے جدا جدا قانون مقرر ہیں وقت مقرر ہیں۔ کھیتی باری کی اصطلاح میں اس قانون کو ہم موسم کہتے ہیں۔ جس کو عام کاشتکار لوگ اپنی زبان میں برت یا سمے کہتے ہیں۔ اپنی کھیتی باری کے کام کو اور ذرا ملاحظہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کل کھیتی کا دارومدار موسم پر ہے۔ اس طرح سے کہ جو بیج ہم کو کھیت میں بونا ہے اُس کی موسم کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ کچھ بیج ایسے ہیں جو سرد اور خشک مزاج۔ وہ سردی کے موسم میں بوئے جاتے ہیں جن کو ہم چیتی یا ربیع کے بیج کہتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں کہ گرم اور تر مزاج ہیں۔ جو گرمی اور برسات کے موسم میں بوئے جاتے ہیں۔ جن کو ہم اساڑھی یا خریف کے بیج کہتے ہیں اب اگر ہم اتنی ہمت کریں کہ چیتی بیجوں کو اساڑھ میں بوویں تو کیا نتیجہ ہوگا۔ بیج ایک خاص قانون قدرت کے تحت میں زمین میں جمے گا تو ضرور۔ مگر نہ پوری طرح بڑا ہوگا نہ پھولے پھلے گا۔ گرمی کی شدت اور برسات کی رطوبت اس کو پنپنے نہ دیگی۔ اور وہ جلد ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ بیجوں کی تقسیم تو بہت عام فہم اور مشہور بات ہے اور کوئی کاشتکار اس میں دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ کہ غلطی سے چیتی بیج کو اساڑھ میں بو دے۔ مگر اور باقی جوتائی کے وقت سے لیکر کٹائی اور مڑائی تک جتنے کام ہیں اُس میں البتہ اکثر اوقات ہوشیار سے ہوشیار کاشتکار بھی دھوکہ کھا جاتے اور نقصان اُٹھاتے ہیں۔

سب سے بڑی خرابی تو ہمارے ہندوستانی کاشتکاروں میں یہ ہے کہ وہ فن زراعت کی اہمیت کو اچھی طرح نہیں محسوس کرتے اور نہ اس کو سمجھتے ہیں۔ ایک کاشتکار کا لڑکا ماں کے پیٹ سے کاشتکاری سیکھ کر کبھی نہیں آتا جب تک کہ وہ دنیا میں رہ کر اس فن میں واقفیت نہ حاصل کرے۔ کھیتوں میں جاکر عملی طور پر خود سارے کام انجام نہ دے۔ ہر ایک کام کی بھلائی بُرائی کو اچھی طرح سے نہ جانچ لے۔

حضرات میں نے پہلے عرض کیا کہ کھیتی کا ہر کام قانون قدرت کے تحت میں ہے۔ مثلاً بیج زمین کی حرارت۔ نمی اور ہوا پاکر جمتا ہے پودھا خوراک پاکر بڑھتا ہے قوت پکڑتا ہے۔ موسم کے اثر سے اُس میں تغیرات پیدا ہوکر پھولتا پھلتا ہے۔ اور پکتا ہے۔

اب اگر ہم صرف زمین کو اچھی طرح سے نہ جوتیں۔ بیج کسی نہ کسی طرح ضرور جمے گا۔ کھاد بالکل نہ دیجئے۔ کچھ نہ کچھ زمین سے حاصل کرکے بڑھے گا۔ وقت پر پھولیگا۔ پھلے گا اور پکے گا۔ اگر اسی طرح سے اندھا دھند کھیتی کرنے کا نام زراعت ہے تو پھر کاشتکاری پہ کیا منحصر ہے ہر ایک اناڑی سے اناڑی بغیر سیکھے سکھائے کر سکتا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ کوئی کام بغیر سیکھے از خود نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ فن زراعت کی اہمیت کو اُن لوگوں کو جن سے کھیتی کرانی منظور رہے اچھی طرح سکھائیں تو ان کو اس کے قانون بتائیں۔ اسکے بعد اب یہ اُن کا کام رہا کہ وہ جب کوئی فصل بونے لگیں تو اُس کے تمام کاموں میں موسم کی حالت کا اندازہ کرکے کریں۔ جوتائی کے وقت جوتائی، بوائی کے وقت بوائی وغیرہ وغیرہ۔

ربیع کے کھیتوں کے واسطے ایام بارش میں ہی جوتائی شروع ہوتی ہے مگر کب جب بہ اعتبار موسم کھیت جوتنے کے لائق ہوں کچے نہ ہوں۔ بہت زیادہ گیلے نہ ہوں۔ اب اگر کوئی کاشتکار اسکا قائل نہ ہو یا اس سے واقف نہ ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کھیت میں بڑے بڑے ڈھیلے پڑ جائیں گے جو کہ فصل کے لئے وقت کے اندر کافی باریک نہ ہو سکیں گے اور جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پیداوار کم ہوگی۔

اس لئے اگر تم اپنے کھیتوں میں فصل کی پیداوار بڑھانا چاہتے ہو تو ہر ایک کام کھیتی کا باعتبار موسم وقت معینہ پر کرنا چاہئے۔ اگر کاشت قابل اطمینان نہیں ہے تو محض عمدہ بیج بونے سے یا زیادہ کھاد دینے سے زیادہ پیداوار حسب خواہش نہیں ہو سکتی ہے۔

ماخوذ از

(مفید المزارعین)

کسان اور جنگل

از جناب ایس۔ [illegible] دوٹ۔ آئی۔ ایف۔ ایس۔ انسپکٹر جنرل آف فاریسٹ

لکڑی جنگل کی پیداوار ہے۔ ہماری زندگی میں اس کا کام اتنا زیادہ پڑتا ہے کہ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ جنگل ہمارے لئے کتنا ضروری ہے۔ پیدائش سے موت تک انسان لکڑی کا سہارا لیتا ہے۔ وہ لکڑی کی چارپائی پر پیدا ہوتا ہے۔ [illegible] لکڑی کے برتن میں کھاتا ہے۔ اسکول میں لکڑی کی تختی پر لکھتا ہے۔ لکڑی سے [illegible] کام میں لاتا ہے۔ لکڑی [illegible] کی کرسی پر بیٹھتا ہے، لکڑی کی میز کے سہارے کام کرتا ہے، لکڑی کے کپڑے (نقلی ریشم لکڑی ہی کا ہوتا ہے) پہنتا ہے، لکڑی سے بنے والے کاغذ کا اخبار پڑھتا ہے اور آخرکار جب وہ مرجاتا ہے تو لوگ اسے لکڑی کے تابوت پر اٹھا کر لے جاتے ہیں اور یا تو لکڑی کے تختوں کے نیچے دفن کر دیتے ہیں یا لکڑی کی چتا پر آگ کے سپرد کر دیتے ہیں۔

ہم سب کو گھر بنانے کے لئے لکڑی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری گاڑیاں، ریل گاڑیاں، جہاز اور یہاں تک کہ ہوائی جہاز بھی بغیر لکڑی کی مدد کے نہیں بن سکتے۔ ہماری دوائیں لکڑی ہی کی پیداوار ہیں۔ زندگی میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جب ہم لکڑی کا کسی نہ کسی شکل میں سہارا نہ لیتے ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ آج کل بہت سی چیزیں لکڑی کی جگہ لے رہی ہیں اور اس سے لکڑی کی مانگ کم ہوتی جا رہی ہے لیکن لکڑی کے دیگر استعمال اس سے بھی تیزی کے ساتھ ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں اس بات کے ریکارڈ موجود ہیں کہ لکڑی کی ضرورت ہر ایک انسان کو پہلے کی بہ نسبت بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ جنگل سے ہمیں صرف لکڑی یا لکڑی کی پیداوار ہی نہیں ملتی بلکہ وہ ہمارے جانوروں اچھی چراگاہیں اور سائے بھی دیتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ہمارے دیہاتیوں کو ایندھن دیتے ہیں۔

ایندھن کا مسئلہ

اگر آپ کا گھر کسی جنگل کے قریب نہیں ہے تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ معمولی ایندھن ملنا کتنا مشکل ہے۔ وہاں لوگ لکڑی نہ ملنے پر عام طور سے گائے بیل کا گوبر جلاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کھیتوں کو اچھی طرح کھاد نہیں ملتی۔ انکی زرخیزی بھی کم ہو جاتی ہے اور اس طرح ہندوستان کی زرعی پیداوار میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ لیکن بیشتر کھیتوں کے پاس ایسی بنجر زمینیں ہوتی ہیں جن میں جنگل لگائے جا سکتے ہیں اور جو کھیتی کے کام نہیں آتیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ یہ زمین چارے کی زمین کو داب لے۔ کیونکہ چارے کی زمین پر گھاس کا تسلط کرنے سے کسان اس کی پیداوار تین گنی، چوگنی کر سکتا ہے۔ ہندوستان میں آموں کے باغ ہر جگہ دیکھے جاتے ہیں مگر اگر کوئی دیکھ بھال کرے تو وہ صرف اچھے پھل بلکہ اچھا ایندھن بھی دے سکتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی کسان لکڑی کے مقابلے میں کنڈے جلانا زیادہ پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ دھیرے دھیرے جلتے ہیں۔ لیکن اگر اس کو اس سے بھی زیادہ سستا ایندھن آسانی سے مل سکے تو وہ ضرور اپلوں کے مقابلے میں اسے اپنا لیں گے۔ آہستہ آہستہ آگ جلانے کے لئے لکڑی سے بھی ایک ایندھن بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً پہلے لکڑی سے کوئلہ بنایا جاتا ہے اور پھر کوئلے میں مٹی ملا کر اس کی اینٹیں بنا کر سکھا لی جاتی ہیں۔ یہ اینٹیں بھی اتنی ہی دیر تک اور آہستہ آہستہ جلتی ہیں۔ جتنی دیر کنڈا جلتا ہے۔

اگر ایندھن اگا لیا جائے تو گوبر کو کھاد کے کام میں لایا جا سکتا ہے اور اس طرح دیہات کے رہنے والوں کی اقتصادی حالت میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

جنگلی کھیتی

ہندوستان کے بڑے بڑے جنگلوں کے پاس رہنے والے کسانوں اور فاریسٹ افسر کے درمیان ربط پیدا ہو گیا ہے کیونکہ وہاں جنگلی کھیتی کا رواج جاری ہو گیا ہے جس میں دونوں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ فاریسٹ افسر کسانوں کا دشمن نہیں ہے جیسا کہ عموماً لوگ اندازہ کرتے ہیں اور اگر آپ ان دیہاتوں کے کسانوں سے پوچھیں جو جنگلی کھیتی کرتے ہیں تو وہ بتائیں گے کہ فاریسٹ افسر ان کے سب سے بڑے دوست ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب درخت بڑے ہو جانے پر جنگل کٹ جاتے ہیں تو وہ کسانوں کو بلا کسی قیمت کے کھیتی کرنے دیتا ہے اور اس قسم کی کھیتی ایک جگہ پر دو سے چار سال تک کرنے دی جاتی ہے۔ کسان اپنے خرچ سے اپنی فصل کو بوتا ہے اور جب فصل تیار ہو جاتی ہے تو اسے کاٹتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے ہل کے بیلوں کو وہ مفت میں چراتا ہے اور جلانے کی لکڑی بھی لے سکتا ہے۔ اس کے عوض اسے اپنی فصل کے بیچ میں جنگل کی فصل بھی بونی پڑتی ہے۔ تین چار سال میں جنگل کے درخت اگ آتے ہیں اور تب ان کے بیچ میں کھیتی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس وقت کسان کو کھیتی کرنے کے لئے دوسرا پلاٹ مل جاتا ہے۔ افسر جنگلات کچھ ایسا انتظام کرتے ہیں کہ جنگلی کھیتی کرنے والے کسانوں کو اپنے اپنے گاؤں کے گرد

برابر کھیت ملتے رہتے ہیں اس سے وہ بغیر کھیتی کے کبھی نہیں رہ سکتے۔ جس نے جنگلی کھیتی کی پیداوار دیکھی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ پیداوار سارے کھیتوں سے، جو جنگل کے باہر پڑتے ہیں کتنی عمدہ ہوتی ہے۔

محکمہ جنگلات نے غریب گاؤں والوں کو، جو بھوکے مر رہے تھے، بیج وغیرہ دیکر یہ کھیتی کروائی اور وہ چند ہی سال میں اچھے کسان بن گئے اور ان کے بچوں کے لئے اسکول کھل گئے اور ان کے علاج کے لئے وہاں ڈاکٹر آبیٹھے اور وہ اپنی فصل کا بیج خود پیدا کرنے لگے جنگل کا کام عموماً موسمی ہوتا ہے اور کسانوں کی موسمی فصل کے مطابق پڑتا ہے۔ اجلے سال کے ان حصّوں میں جب ان کے پاس اپنا کوئی کام کرنے کو نہیں ہوتا ہے وہ قریب کے جنگل میں کام پا جاتے ہیں اور وہ دیہاتی جنگل اور محکمہ جنگلات کو اپنا خاص دوست سمجھتے ہیں۔

زمین کا کٹنا روکنا

جنگل کسانوں کی ایک اور طریقے سے بھی مدد کرتا ہے۔ اگر آپ نے جمنا اور چمبل کے کنارے کی خوفناک شگافوں کو دیکھا ہے، جو کہ تقریباً ۲۰۰ مربعہ میل ہیں اور جس نے سطح زمین کو اتنا بگاڑ دیا ہے کہ وہ بیکار ہوگئی اور جو ۲۵۰ ایکڑ کے حساب سے بڑھ رہی ہے، تو آپ یہ سوچے بغیر نہ رہیں گے کہ یہ شگاف ایک آفت ہیں۔ بتدریج وہ کھیتوں میں بڑھ آتے ہیں اور اس طرح انکو بھی بہا لیجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ گاؤں کے گاؤں برباد ہو جاتے ہیں۔ اس طرح خوبصورت کھیت برسات کے پانی سے کٹ پھٹ جاتے ہیں اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ اگر ان زمینوں میں منظم جنگل ہوں تو بارش کا پانی پہلے پتیوں پر پڑے پھر آہستہ آہستہ زمین پر آئیگا اور زمین پر بھی جھاڑیوں اور گھاسوں کے باعث اتنی تیزی سے نہ آئیگا کہ اُسے کاٹ کر بہا لے جائے اور اس طرح وہ آہستہ آہستہ نکل جائیگا۔ لیکن جہاں جنگل کٹ گیا ہے وہاں اتنی تیزی سے پانی بہتا ہے جتنی تیزی سے ندیوں میں طغیانی آتی ہے۔ ہزاروں ٹن مٹی بہہ جاتی ہے اور اس سے شگاف ہونے لگتا ہے اور ادھر

۲

پیدا ہوتا ہے۔

ایک خطرہ اور بھی ہے۔ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ پانی کتنی مٹی بہا لیجا سکتا ہے۔ کوئی ندی جو ۲ میل فی گھنٹے کی رفتار سے بہتی ہے۔ مُرغی کے انڈے جتنا بڑا پتھر اپنے ساتھ بہا سکتی ہے۔ اگر اسی ندی کا بہاؤ چار میل فی گھنٹہ ہو جائے تو وہ فٹ بال جتنا بڑا پتھر بہا لے جائیگی اور اگر اسی کا بہاؤ بیس میل فی گھنٹہ ہو جائے تو وہ تین ہزار من کی چٹان کو بہا لیجا سکتی ہے۔ پھر یہیں تک انتہا نہیں ہے۔ دو گھنٹے فی میل کے حساب سے بہنے والا پانی جتنی زمین کاٹتا ہے اُس سے سوگنی زیادہ زمین وہ پانی کاٹتا ہے جو بیس میل فی گھنٹے کے حساب سے بہتا ہے۔ اس طرح جن مقامات کے جنگل کٹ گئے ہیں وہاں زمین کے کٹنے کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

اسلئے اگر کسان اپنے کھیتوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اُسے پانی کے بہاؤ کا برابر خیال رکھنا چاہئے۔

خادم زراعت

جنگل کو خادم زراعت کہا گیا ہے۔ ہندستان پر یہ بات اور بھی صادق آتی ہے۔ یوپی وغیرہ میں جنگل لگا کر یا جنگل کی حفاظت کرکے زمین کٹنے سے بچائی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں اگر کسانوں نے جنگلوں کو نظر انداز کیا تو اُسے زمین کے کٹنے کی شکل میں خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ جو لوگ اٹاوہ کی ناہموار اور غیر زرخیز زمین میں رہ رہے ہیں انھیں سوچنا چاہئے کہ ایک زمانے میں وہاں سال کے جنگلات تھے اور اس وقت زمین بڑی طاقتور اور زرخیز تھی۔

آملہ کے اوصاف

سائنس کی موجودہ تحقیق کے مطابق وٹامن ایسے اجزا ہیں جو تازہ اشیا ر اشیا رخوردنی میں بہت تھوڑی مقدار میں پائے جاتے ہیں اور ہماری صحت کے لئے نہایت مفید ہیں۔ وہ پکانے میں زیادہ تر ضائع ہو جاتے ہیں۔ تازہ دودھ، دہی، ساگ سبزیوں اور پھلوں میں وٹامن خوب ہوتے ہیں۔ کھانے کی چیزوں میں انکا فقدان ہونے سے طرح طرح کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ وٹامن کئی قسم کے ہیں اور انکے الگ الگ خواص بھی ہیں۔ انکے اگرچہ اب کیمیادی نام ہوگئے ہیں تاہم وہ اے۔ بی۔ سی ڈی وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں یعنی وٹامن اے۔ وٹامن بی۔ وٹامن سی وغیرہ۔

تجربوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ وٹامن سی کے فقدان سے جسم کمزور ہو جاتا ہے، مسوڑوں سے خون آنے لگتا ہے اور کئی قسم کی جرمی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ ایسی حالت میں یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں کے استعمال سے جن میں وٹامن سی موجود ہے مذکورہ بالا بیماریاں آسانی سے دور ہو سکتی ہیں اب تک لیموں، نارنگی وغیرہ پھل ہی وٹامن سی۔ کا ایک خاص ذریعہ مانے جاتے تھے۔ نارنگی اسی لئے اہم سمجھی گئی کہ اس میں وٹامن سی کافی مقدار میں ہوتا ہے لیکن کونور کی تجربہ گاہ میں جو آزمائش ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آملہ میں وٹامن سی آملے سے بھی زیادہ مقدار میں موجود ہے ایک خاص بات اور ہے وٹامن سی پکانے اور سورج کی گرمی سے زیادہ تر ضائع ہو جاتا ہے۔ لیکن آملہ میں کچھ ایسے اجزا موجود ہیں کہ اس سے معمولی آگ پر گرم کرکے سکھانے سے اس کا وٹامن ضائع نہیں ہوتا۔ سائنس کی اس تحقیق کی روشنی میں ہمیں آملے کو پھر مناسب اہمیت دینی چاہئے آجکل آملے کا موسم ہے ہم اسکا اچار ڈال سکتے ہیں، مربہ بنا سکتے ہیں، اسے گرمی کے لئے سکھا کر بھی رکھ سکتے ہیں۔ جن بچّوں کو ماں کا دودھ نہیں ملتا اور اوپر کا دودھ دیا جاتا ہے انکے لئے ابتک نارنگی کے عرق کا انتظام کیا جاتا تھا مگر اب بیمار اور کمزور بچّوں کو جن کے جسم میں وٹامن سی کی کمی کا اندیشہ ہو انکو شہد کے ساتھ آملے کے عرق کے کچھ قطرے روزانہ چٹائے جائیں تو یقیناً اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

(ماخوذ)

آلو کے بیج رکھنے کا طریقہ

(ٹھاکر [illegible] سنگھ اسسٹنٹ پلانٹ پیتھولوجسٹ، کانپور)

آلو کی کھیتی کرنے والے اکثر بہت ہی چھوٹا بیج استعمال کرتے ہیں۔ اس کے کئی سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ چھوٹے بیج سستے بکتے ہیں اور ان میں بھی زیادہ تعداد میں چڑھتے ہیں [illegible] ہی بیج سے زیادہ [illegible] دوسرا سبب یہ ہے کہ [illegible] چھوٹے آلو کم سڑتے ہیں [illegible] ایسے ہی آلو عام طور پر بیج کے لئے رکھے جاتے ہیں۔

چھوٹے بیج سستے ضرور ملتے ہیں لیکن آخر میں بہت مہنگے پڑ جاتے ہیں [illegible] آلو اکثر ایسے [illegible] بیماری سے لگے ہوئے پودوں کی پیداوار ہوتے ہیں۔ جب یہ آلو بوئے جاتے ہیں۔ تب ان سے نکلے ہوئے بھی پودوں میں اینٹھا آ جاتا ہے۔ جس سے پیداوار بہت کم ہو جاتی ہے۔ جانچ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر فصل میں اینٹھا بالکل ہی نہ ہو تو ایک بیگھہ میں قریب (۱۵۰) من آلو پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اینٹھا لگی ہوئی فصل کی پیداوار گھٹ کر صرف ۵۰ - ۶۰ من فی بیگھہ رہ جاتی ہے۔ اس طرح چھوٹے بیج میں دو چار روپیوں کی بچت کرنے سے پیداوار میں اتنی کمی ہو جاتی ہے کہ کسان کو آخر میں بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

بہت بڑے آلو بھی بیج کے لئے مفید نہیں ہوتے ہیں۔ یہ ضرور ہوتا ہے کہ بڑے بیج بونے سے فصل میں اینٹھا کم لگتا ہے لیکن وزن میں بھاری ہونے کے باعث فی بیگھہ بہت زیادہ مقدار میں بیج لگانا پڑتا ہے۔ جس سے خرچ زیادہ پڑ جاتا ہے۔ دوسرے عام طور پر آلو کا پتنگا بڑے آلوؤں میں ہی انڈے دیتا ہے [illegible] میں کثرت سے کیڑے لگ جاتے ہیں اور انھیں گودام میں [illegible] دیتے ہیں [illegible] کے مقابلے میں گودام میں [illegible] چھوٹے آلوؤں کو [illegible] ان سب باتوں کو [illegible] بیج کے لئے [illegible] سے عمدہ ہیں۔ ایسے آلو [illegible] ہیں اور [illegible] ان سے [illegible] کا بھی خاص [illegible] ایسے آلو کھدائی کے وقت ایک سیر میں ۲۰ - ۳۰ آ جاتے ہیں۔ بڑے [illegible] وقت آلو [illegible] کر [illegible] کے ہو جاتے ہیں۔

اوپر لکھی ہوئی باتوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اچھی فصل پیدا کرنے کے لئے گودام میں اچھے بیجوں کو رکھنا، انھیں سڑنے سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ یہ ضرورت کس طرح پوری ہو سکتی ہے نیچے بتلایا گیا ہے۔

فصل کھد جانے پر اوسط قد کے آلوؤں کو بہت جلد چھانٹ کر انھیں ایک کپڑے سے ڈھک کر دھوپ میں ایک دن تک چھوڑ دینا چاہیئے۔ ڈھکنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آلو کا پتنگا آلوؤں پر انڈے نہیں دینے پاتا جس سے وہ گودام میں سڑنے سے بچ جاتے ہیں۔ دھوپ میں رکھ دینے سے آلوؤں پر لگی ہوئی مٹی جھڑ جاتی ہے اور ان کے چھلکے بھی کچھ سخت ہو جاتے ہیں۔

دوسرے ہی دن ان آلوؤں کو گودام میں بھرنا چاہیئے۔ آلو بھرنے سے پہلے گودام کی چھت اور دیواروں کو قلعی سے جس میں کچھ مٹی کا تیل بھی ملا ہو پوتائی کر دینی چاہیئے۔ آلو کے پتنگے جو گودام کی جھریوں میں چھپے ہوں گے، مٹی کے تیل کی بدبو سے اڑ بھاگیں گے۔ گودام میں فرش اور مٹی سے چپے ہوئے مچانوں پر بالو کی ایک باریک تہ پھیلا کر اس کے اوپر آلو پھیلائے جائیں۔ آلوؤں کی تہ تین سے زیادہ نہ ہو۔ اس کے بعد سب آلوؤں کو بالو سے اچھی طرح ڈھک دینا چاہیئے ڈھکنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ پتنگا آلوؤں پر انڈے نہیں دینے پاتا۔ آلوؤں کو بالو سے ڈھکتے وقت نیچے لکھی ہوئی باتوں پر خاص طور سے دھیان دینا چاہیئے۔

۱ - بالو تازہ اور صاف ہو۔ کسی حالت میں بھی پرانا بالو پھر سے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے بالو میں پچھلے سال کے کیڑوں و پھپھوندی کے بیج رہتے ہیں جو نئے آلوؤں میں لگ کر انھیں سڑا دیتے ہیں۔

۲ - آلوؤں کو کم سے کم دو انچ موٹی بالو کی تہ سے اس طرح ڈھکنا چاہیئے کہ ایک بھی آلو کھلا نہ رہے۔

پندرہ دن بعد بالو کو ایک چلنی سے چھان لینا چاہیئے چھاننے سے بالو میں بنی ہوئی پتنگوں کی جتنی بھی گھونگھیاں ہونگی سب نکل آویں گی۔ ان گھونگھیوں کو فوراً اکٹھا کرکے ان پر تھوڑا مٹی کا تیل چھڑک کر جلا دینا چاہیئے۔ ساتھ ہی ساتھ سڑے ہوئے آلوؤں کو بھی جلا دینا ضروری ہے اس طرح ہوشیار رہنے سے پتنگوں کی تعداد بہت ہی کم ہو جائے گی۔

اوپر بتلایا ہوا طریقہ ہر مہینے بیج بونے تک دوہرایا جاوے۔ اگر گھونگھیوں کو ہر ایک مہینے نکال کر جلا یا گیا تو پتنگوں کی وجہ سے گودام میں ہونے والی پھپھوندی و کیڑوں کی بہت سی بیماریاں خود بخود برباد ہو جائیں گی۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ آلو کی بہت زیادہ مقدار سڑنے سے بچ جائے گی۔

موسم گرما کی جوتائی

(از سید وزیر حسن زیدی ۔ زمیندار و کاشتکار ضلع لکھنؤ)

گرمی کے زمانہ میں اپنے کھیتوں کو مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوت کر پیداوار بڑھا اور فائدہ حاصل کیجئے۔

انسان روٹی پکانے کے لئے پہلے آٹے کو پانی ملا ملا کر گوندھتا ہے اور جب وہ گوندھ جاتا ہے تب اُس کی روٹی بنا کر اور آگ پر سینک کر تیار کرتا ہے۔ یہ اس لئے کرتا ہے کہ اس طریقہ سے پکا ہوا کھانا جلد ہضم ہو جائے اگر ایسا نہ کیا جائے تو روٹی اچھی طرح اور جلد نہ ہضم ہوگی۔ بالکل اسی اصول پر مٹی کو جو پودوں کی خوراک ہے تیار کرنا چاہئے زمین میں پانی دینا اور ہل چلانا روٹی کے آٹے کی طرح پانی ملانا اور گوندھنا ہے جس طرح کھانا آگ پر پکایا جاتا ہے اُسی طرح خداوند عالم پودوں کی خوراک کو دھوپ میں تپا کر تیار کرتا ہے جس طرح آٹا کئی مرتبہ الٹ پلٹ کر گوندھا جاتا ہے اور آگ پر پکایا جاتا ہے اُسی طرح سے پودوں کی خوراک بھی الٹ پلٹ کر بار بار کی جوتائی سے اور دھوپ کی گرمی سے تپا کر تیار کی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاوے تو پودوں کی خوراک ضرورت کے موافق تیار نہ ہو۔ اس لئے موسم گرما کی جوتائی بہت ضروری ہے۔ تاکہ پودوں کو کافی غذا مل سکے۔ مگر ہمارے ہندوستانی کسان کھیتی کے اس راز سے بالکل ناواقف ہیں یا یوں کہئے کہ اس کو جانتے ہوئے بھی غفلت کرتے ہیں۔

ویسے تو آپ کئی جوتائیاں کیوں نہ کریں لیکن اتنا فائدہ نہیں ہو سکتا جتنا کہ ایک مرتبہ ربیع کی فصل کاٹنے کے بعد فوراً جوتائی سے ہوتا ہے۔ اگر گرمی کی جوتائی کا رواج عام طور سے ہو جاوے تو غلہ کی پیداوار میں کافی اضافہ ہوگا۔ لیکن یہاں پر یہ بتلا دینا بہت ضروری ہے کہ گرمی کی جوتائی کے لئے مٹی پلٹنے والے ہلوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ دیسی ہلوں کی جوتائی سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہو سکتا۔

دیسی ہل مٹی نہیں پلٹتا۔ ہمارے کسان عام طور پر دیسی ہلوں سے جوتائی کرتے ہیں۔ لیکن گرمی کی جوتائی کے لئے مٹی پلٹنے والے ہل ضروری ہیں۔ اس لئے کہ اس ہل کی جوتائی سے کھیت بالکل کما کر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اوپر کی جتی ہوئی مٹی نیچے چلے جانا اور نیچے کی بلا جتی ہوئی مٹی کو اوپر لانا اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ کھیت کو پھاوڑے سے کافی گہرائی تک گوڑا جاوے یا کوئی ایسا ہل ہو جو اتنا گہرا جوت سکے۔ ہمارے کسانوں کے ہل اس کام کے لئے بالکل ناموزوں ہیں۔ اس کام کے لئے لوہے کے مٹی پلٹنے والے ہل ہی کارآمد پائے گئے ہیں۔ جن کو بیلوں کی ایک اوسط درجہ کی جوڑی بھی کھینچ سکتی ہے۔ جو کہ محکمہ زراعت کے ہر ایک غلہ گودام سے مل سکتا ہے۔

گرمی کے دنوں میں فصل کٹتے ہی جوتائی کر دینی چاہئے کیونکہ اُس وقت کھیت نرم ہوتا ہے اور جوتنے میں سہولیت ہوتی ہے۔ بعد میں زمین دھوپ سے سخت ہو جاتی ہے۔ پھر بلا پلیوہ کئے ہوئے جوتائی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

گرمی کی جوتائی سے پورا فائدہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کھیت بارش شروع ہونے سے پہلے ہی چند مرتبہ جوتا جاوے۔ اگر دوسرے کاموں کے باعث زیادہ جوتائی کرنے کا موقعہ نہ ملے تو دو ایک جوتائی کر دینا بہتر ہوگا۔

گرمی کی جوتائی کے فائدے حسب ذیل ہیں:۔

گرمی کی جوتائی سے پچھلی فصل کی جڑیں اور گھاس وغیرہ اُکھڑ جاتی ہیں اور وہ خشک ہو کر برسات میں سڑ۔گل کر کھاد کا کام دیتی ہیں اور نکائی میں بچت ہو جاتی ہے۔

آیندہ بوائی کے لئے زمین ملائم اور بھربھری ہو جاتی ہے اور پودے کو خوراک دینے کے لئے خوب تیار ہو جاتی ہے اور پانی کو زیادہ جذب کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

گرمی کی جوتی ہوئی زمین میں دھوپ اور ہوا کا اچھی طرح گزر ہوتا ہے۔ جس سے اُس میں کیمیاوی تبدیلی ہو جاتی ہے اور کھیت میں ایک ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کو کسان کسی دیگر ذریعہ سے نہیں پورا کر سکتا۔ کھیت کے ڈھیلوں پر دن کی گرمی اور رات کی سردی پڑنے سے وہ خوب مسامدار ہو جاتے ہیں۔ جس سے ان کے اندر آکسیجن ہوا داخل ہو کر اُن کو فصلوں کے لئے مفید کر دیتی ہے اور نائٹروجن پیدا کرنے والے کیڑوں کو نائٹروجن پیدا کرنے کے لئے بہت سہولیت ہو جاتی ہے۔

گرمی کے جوتے ہوئے کھیتوں میں اگر آیندہ فصل کے لئے بارش کم ہو تو تب بھی کام چل جاتا ہے۔ کیونکہ جتنا پانی کھیت میں برستا ہے وہ سب کا سب کھیت ہی میں جذب ہو جاتا ہے اور زمین کی اندرونی سطح تک پانی پہنچ جاتا ہے۔ نشیبی، مٹیار اور ادسر کھیتوں کو گرمی کی جوتائی بہت زیادہ فائدہ پہنچاتی ہے۔

گرمی کی جوتائی سے نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑے معہ اُن کے انڈوں بچوں کے اوپر آجاتے ہیں اور دھوپ میں جل کر تباہ ہو جاتے ہیں۔

غریب کسان جن کے پاس کافی کھاد نہیں ہے اور نہ خرید سکتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ وہ بغیر کسی صرفہ کے گرما کی جوتائی کر لیں اور پیداوار میں کھاد دئے ہوئے کھیتوں کا مقابلہ کریں۔



تندرستی اور صفائی

(از جناب ڈاکٹر ایس۔ سی۔ جی۔ ڈائرکٹر پبلک ہیلتھ (پنجاب))

روزی پیدا کرنے کے لئے اچھی تندرستی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ مزدور پیشہ لوگوں کو صرف اتنی مزدوری ملتی ہے جتنا وہ کام کرتے ہیں۔ جو لوگ اچھے تندرست ہوتے ہیں وہ کمزور اور بیمار آدمیوں کے مقابلے میں زیادہ کام کرتے ہیں۔ بیمار رہنے سے کام کا کتنا نقصان ہوتا ہے اور مزدوروں کی مزدوری میں کتنی کمی ہو جاتی ہے اس کا اگر حساب لگایا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ کافی نقصان ہو جاتا ہے۔ کھیتی باری کے کام میں تو اس کی وجہ سے بہت کافی نقصان ہوتا ہے کیونکہ ہمارے ملک کا یہی خاص پیشہ ہے۔ ہمارے صوبے میں ملیریا یا جوڑی بخار مارچ اپریل یا اکتوبر نومبر میں خاص طور سے ہوتا ہے اور یہی وہ وقت ہے جب کسان کو بہت محنت سے کام کرنا پڑتا ہے۔ انھیں دنوں میں کھیتوں کی نرائی اور سینچائی پوری طرح کی جاتی ہے۔ اگر اس وقت ملیریا کی بیماری سے محفوظ رہے تو کھیتی کے کام میں ہرج بھی نہ ہو اور مزدوروں کی مزدوری کا بھی نقصان نہ ہو اور فصلیں اچھی نرائی و سینچائی کی وجہ سے اچھی تیار ہوں۔ ملیریا کی طرح ایک دوسری بیماری بھی ہے جس سے آدمیوں کے کام کرنے کی طاقت گھٹ جاتی ہے اور اُن کی تندرستی بگڑ جاتی ہے۔ اس بیماری میں پیٹ میں چھوٹے چھوٹے کیڑے ہو جاتے ہیں ان وجوہ سے گاؤں سدھار کے پروگرام میں جو چھ سال سے ہماری گورنمنٹ نے شروع کیا ہے، تندرستی کی باتوں پر شروع ہی سے زور دیا جا رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محکمہ گاؤں سدھار ہر ایک گاؤں میں سب تندرستی بڑھانے والے کاموں کا خود ذمہ دار ہے اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنے میں بہت زیادہ روپیوں کی ضرورت ہوگی جو کہیں سے نہیں مل سکتا۔

تندرستی کی باتوں میں سب سے پہلی اور ضروری بات اپنے آس پاس کی صفائی رکھنا ہے۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ دیہاتوں میں گھروں کے ارد گرد کھاد کے ڈھیر لگا دئے جاتے ہیں جس سے یہ جگہیں بہت گندی ہو جاتی ہیں۔ یہ کھاد کے ڈھیر سڑتے ہیں اور بدبو پھیلاتے ہیں۔ ان سے مکھیاں اور مچھر پیدا ہوتے ہیں۔ دھوپ لگنے پر یہ ڈھیر سوکھ جاتے ہیں اور ان سے اچھی کھاد نہیں بنتی۔ بارش ہونے پر یہ کھاد کے ڈھیر بہ جاتے ہیں اور اس سے کسانوں کو بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ اگر اس کھاد کو گہرے گڈھوں میں جمع کیا جائے اور اس وقت نکالا جائے جب اس کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سے ہمیں نہ صرف اچھی کھاد ملے گی بلکہ اس کی وجہ سے گاؤں میں جو گندگی اور بیماریاں پھیلتی ہیں وہ بھی نہ ہوں گی۔

اُن مقامات پر جہاں کھیتی باری کا کام ہوتا ہے، بہت سا کوڑا نکلتا ہے۔ یہ گھروں ہی میں جمع کر لیا جاتا ہے۔ اسکو اپنے مکان کے سامنے پھینک دینا بڑی بات ہے جتنا کوڑا کرکٹ ہو اس کو گاؤں سے باہر لے جا کر پچھلے گڈھوں میں جمع کر دینا چاہئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اگر ہر گھر والا اپنے سامنے کی گلی یا سڑک کو جھاڑو سے صاف کر دیا کرے تو گاؤں کی پوری صفائی ہو سکتی ہے۔

گاؤں میں یہ رواج ہے کہ لوگ کھلے میدان میں پاخانہ پھرنے کے لئے جاتے ہیں۔ پاخانہ میں اکثر ہیضہ، میعادی بخار وغیرہ بیماریوں کے جراثیم موجود ہوتے ہیں اور یہاں سے یہ جراثیم دوسری جگہوں پر پہنچ جاتے ہیں اس لئے پاخانہ پھرنے کی جگہ ایسی ہونی چاہئے کہ وہ سڑک اور راستوں سے دور ہو۔ اکثر لوگ ندی اور دریا کے کنارے پاخانہ پھرنے کو بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر ایسا کبھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ جگہیں نم ہوتی ہیں اور ان میں بیماریوں کے جراثیم بہت دنوں تک زندہ رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ پاخانہ بہکر پانی میں پہنچ جاتا ہے اور اس کو گندہ کر دیتا ہے۔

گاؤں والوں کے گھروں میں بہت کچھ گندگی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ جانوروں کو بھی وہیں رکھتے ہیں جہاں

خود رہتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ چوری کے خوف سے جانور الگ نہیں رکھے جا سکتے لیکن اگر جانوروں کو مکان کے پیچھے کی طرف ایک گھیرے میں رکھا جائے تو گھر کی گندگی بہت کچھ دور ہو جائے۔ گاؤں والوں کے گھر اکثر دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مکان میں دھواں نکلنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ اگر ایک چھوٹا سا روشندان اس کمرے کی چھت میں جس میں کھانا پکایا جاتا ہے بنا لیا جائے تو اس سے دھواں نکلتا رہے گا اور اس روشندان سے چوری ہونے کا بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔

بارش کے بعد مکانوں کی مرمت کے لئے مٹی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس مٹی کو حاصل کرنے کے لئے کہیں کہیں گڑھے کھود لئے جاتے ہیں۔ ان گڑھوں میں برسات کا پانی بھر جاتا ہے اور ان میں مچھر پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اس لئے جتنی مٹی کی ضرورت ہو وہ صرف ایک ہی گڑھے سے نکلنی چاہئے یہ گڑھا ہر سال کچھ نہ کچھ ضرور بڑھتا جائے گا مگر اس ایک گڑھے کی دیکھ بھال اور اس میں مچھروں کے پیدا ہونے کی روک تھام جس آسانی سے ہو سکتی ہے اتنی بہت سے چھوٹے چھوٹے گڑھوں کی نہیں ہو سکتی۔ ایک اور ضروری بات قابل توجہ یہ ہے کہ گاؤں کے کنوئیں کی دیکھ بھال اچھی طرح ہو۔ اس کے اندر باہر سے گندگی نہ پہنچے۔ اس کے لئے کنوئیں سے چاروں طرف ۱۰۰ فیٹ کے فاصلے پر کپڑے دھونے یا نہانے سے احتراز کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے پانی کی جو چھینٹیں کنوئیں میں پہنچیں گی انکے ساتھ ہیضہ کے جراثیم بھی پہنچ سکتے ہیں اور کنوئیں کا پانی گندہ ہو سکتا ہے۔

گاؤں والوں کا یہ فرض ہے کہ گاؤں میں کوئی چھوت والی بیماری پھیلنے پر اسکی اطلاع فوراً قریب کے ہسپتال کے ڈاکٹر اور ضلع کے ہیلتھ افسر کو فوراً [illegible] بیماری کی روک تھام کا انتظام کیا جا سکے یہ اطلاع بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اگر خبر پہنچنے میں ایک دن کی بھی دیر ہوئی تو بیماری بہت پھیل جائے گی اور بہت سی جانیں ضائع ہوں گی۔ اس لئے ایسی حالت میں گاؤں والوں کا فرض ہے کہ محکمہ صحت عامہ کے افسران سے مشورہ لیں اور وہ جو رائے دیں اس پر عمل کریں اور بیماری سے بچنے کے لئے ٹیکہ لگوائیں۔

اخیر میں میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ گاؤں والوں کی صحت کی حفاظت سب لوگوں کا فرض ہے۔ یہ کام صرف ایک شخص کے کرنے سے نہیں ہو سکتا صرف ایک شخص کی لاپروائی سے سیکڑوں آدمیوں کی جانیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ اس لئے سب لوگوں کو مل جل کر کام کرنا چاہئے اور دیہاتوں سے بیماریوں کو بھگا دینا چاہئے ایسا کرنے کے لئے جب کسی مشورہ کی ضرورت ہو تو محکمہ صحت عامہ کے افسران سے مشورہ لیجئے۔ یہ افسران بہت خوشی سے مشورہ دیں گے۔ اس بار جب ہیلتھ افسران آپ کی طرف دورے پر جائیں تو ان سے بیماریوں کی روک تھام اور تندرستی قائم رکھنے کے بارے میں ضرور پوچھئے۔

(مرسلہ آل انڈیا ریڈیو)



ہمارے جانور



مویشی اور نمک

[illegible]

جیسے کہ انسان کو نمک کی ضرورت اپنی غذا میں لازمی ہے ویسے ہی مویشی کو بھی نمک کی ضرورت ہے۔ نمک سے تمام تحت چارے مویشی جلد ہضم کر سکتا ہے اور معدہ کو ہضم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ہمارے یہاں جس طریقہ سے مویشیوں کو نمک دیا جاتا ہے وہ بہت خراب طریقہ ہے اور اس سے بعض وقت مویشیوں کو سخت تکلیف ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ عام طریقہ یہ ہے کہ بیلوں، گایوں، بھینسوں کو ہفتہ میں ایک مرتبہ ایک ایک یا دو مٹھی نمک پسا ہوا دیا کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ پاؤ پاؤ بھر اور آدھ آدھ سیر نمک ایک ایک مویشی کو ایک مرتبہ میں دے دیا کرتے ہیں۔ اکثر لوگ زبردستی نمک کھلا دیتے ہیں۔ اور اس کی طبیعت کے خلاف بہت سا نمک اس کے منہ میں ٹھونس دیا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے مویشی اس خاص روز کہ جس دن ان کو نمک دیا جاتا ہے رات کو بعد چارہ کھاتے ہیں اور موقع پانے پر پانی بہت پیتے ہیں۔ جس سے مویشی کا پیٹ پھول جاتا ہے اور وہ بیدم ہو جاتا ہے اور بغیر کسی اچھے علاج وغیرہ کے مویشی کی طبیعت بہت جلدی درست نہیں ہوتی۔

ایسے لوگوں نے بعض خاص دنوں کو نمک دینے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔

اب دوسری طرف کا حال سنئے کہ ہزاروں کاشتکار ہمارے یہاں ایسے بھی ہیں کہ جو یہ جانتے ہی نہیں کہ نمک مویشیوں کو دیا بھی جاتا ہے یا نہیں اُن کی غذا کا ایک ضروری جز ہے۔ ایسے لوگوں کے مویشی برسوں بغیر نمک کے رہتے ہیں اُن کی بھوک و پیاس دونوں کم ہو جاتی ہیں۔ اور دُبلے ہو ہو کر جلدی مر جاتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے ہی لوگوں کے مویشی اور آوارہ مویشی چراگاہوں میں اپنی نمک کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یا تو ریہہ چاٹا کرتے ہیں یا دوسرے گڈھوں میں جو نمکین پانی بھرا رہتا ہے اُس کو پی لیا کرتے ہیں۔ یہ پانی اتنا غلیظ۔ میلا اور گاڑھا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی اُس میں ہاتھ تک نہیں ڈالتا۔ ایسا دیکھنے پر بھی یہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ مویشی کے لئے نمک کا دینا کتنا ضروری ہے۔

سب سے اچھا طریقہ نمک دینے کے لئے مویشیوں کا یہ ہوگا کہ اُن کے آگے "راک سالٹ" یعنی پہاڑی یا لاہوری نمک کا ایک بڑا ڈھیلا کسی سایہ دار جگہ میں رکھا رہے اور مویشی کو حسب دلخواہ اُسکے نمک کو چاٹنے دیا جائے۔ تھوڑے دنوں میں مویشی اپنی غذا کے بموجب نمک چاٹنے کا وسطاً عادی ہو جائے گا۔

بنارس میں دیکھا گیا ہے کہ جا بجا گذرگاہوں پر، بالدوں اور گؤشالاؤں کے دروازوں پہ کسی سایہ دار جگہ میں نمک کے بڑے بڑے ڈھیلے رکھے رہتے ہیں۔ جتنے مویشی نکلتے ہیں خواہ وہ کسی کے ہوں نمک کو چاٹتے چلے جاتے ہیں۔ امریکہ میں تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ اگر نمک صرف ایک ہی مرتبہ ہفتہ میں دیا جاوے تو مویشی ضرور ہی بہت زیادہ چارہ کھا جاتا ہے اور بہت پانی پی جاتا ہے اور اس طرح سے اُس کا معدہ بالکل گڑبڑ ہو جاتا ہے اس لئے امریکن کاشتکار ہفتہ وار نمک دینا مویشی کو بہت بُرا سمجھتے ہیں اور اُس کا بطریق بالا دیا جانا بہت ہی اچھا سمجھتے ہیں اور یہی طریقہ امریکہ کے فارموں پر آجکل رائج ہے چونکہ نمک بہت ضروری جانوروں کی غذا کا ایک جز ہے اس لئے ہماری رائے ہے کہ ہمارے کاشتکار اور زمیندار احتیاط سے بطریق بالا اپنے مویشیوں کو نمک دیا کریں گے اور تھوڑے ہی دنوں میں اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ اُن کے مویشی ہمیشہ بہت تندرست، موٹے اور چُست رہتے ہیں۔

ماخوذ از

(مفید المزارعین)

کسانوں کو نیک صلاح

(از مسٹر رام صورت سنگھ ٹیکنکل اسسٹنٹ ٹو - دی - ڈائرکٹر آف اگریکلچرل یو - پی - لکھنؤ)

جیتی یعنی ربیع کی فصلوں کی کٹائی و مڑائی قریب قریب ختم ہو رہی ہے کسانوں کو سال بھر کی محنت کا جو صلہ ملنا تھا وہ مل چکا۔ جو کچھ ان کو سود، سوائی ادھار، نقد لینا دینا تھا۔ اسکا بھی دے دلا کر نشارہ ہوگیا۔ اب ان کو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ انکے پاس آگے کے لئے کھانے پینے کے واسطے کتنا غلہ باقی رہا۔ ساتھ ہی ساتھ انکو یہ بھی معلوم ہے کہ موجودہ وقت میں جبکہ جیتی کی فصل ختم ہی ہوئی ہے۔ زندگی کی ضروریات کے ہر ایک ضروری سامان کا بھاؤ کیا ہے اس بات کو وہ خود تخمینہ کر سکتے ہیں جبکہ خاص فصل کے خاتمہ ہی پر گیہوں کا نرخ تقریباً ۷ - ۹ سیر ہے۔ جو مٹر ۸ - ۱۰ سیر ہے تو اگلے مہینوں میں ان چیزوں کا بھاؤ مہنگا ہوگا یا سستا۔ اسکے ساتھ ہی انھیں کپڑا، سن، ایندھن، گھاس وغیرہ کا بھی بھاؤ معلوم ہے۔ کچھ عرصہ سے ہر ایک چیز کی گرانی کے سبب سے جن مصیبتوں اور تکلیفوں کو ان کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے ان کو اچھی طرح سے معلوم ہے۔ اسلئے وہ کسان جن کے یہاں ربیع کی فصل کی پیداوار سے کھانے اور دیگر خرچ کے لئے بھی غلہ نہیں بچ سکا۔ یہ لازمی ہے کہ وہ فصل خریف میں اپنے کھانے پینے اور دیگر سامان کے پیدا کرنے کی فکر کریں۔ اور جس طرح سے ممکن ہو سکے۔ ایسے طریقے اختیار کریں کہ انکو اپنے کھانے اور دیگر ضروری سامان کے لئے مہاجنوں کا محتاج نہ ہونا پڑے۔

غریب کسانوں کی اندرونی حالت سے جو اصحاب اچھی طرح معلومات رکھتے ہیں وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ فصل کی جتنی پیداوار انکے یہاں ہوتی ہے وہ اصل قرضہ میں ادا ہونا تو درکنار۔ زیادہ تر سوایا، ڈیوڑھا سود کے ہی ادا کرنے میں چلی جاتی ہے۔ جس غلہ کو فصل کے وقت وہ اپنے مہاجنوں کو دس سیر کے بھاؤ سے دیتے ہیں۔ ایک مہینہ کے بعد ہی اسکو ۶ - ۷ سیر کے بھاؤ سے لینا شروع کر دیتے ہیں۔

ہندوستان میں ایسے خوشحال کسان شاید ہی دس فیصدی ایسے ہوں کہ جو زندگی کی ضروریات کے لئے مہاجنوں کے محتاج نہ ہوں۔ ورنہ قریب قریب سب ہی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے اپنی محنت کی کمائی کو سود کے بدلے میں دیتے رہتے ہیں اور خود بھوکے اور ننگے رہ کر بہت ہی افسوسناک حالت میں زندگی بسر کرتے رہتے ہیں۔

جن کسانوں کے پاس کچھ ملکیت ہوتی ہے انکو تو دوسری جگہ بھی ملجاتا ہے۔ مگر جن کے پاس گھر کا کھیت نہیں ہے بلکہ جو دوسروں سے لگان پر لیکر جوتتے ہیں انکو مہاجن لوگ اسی صورت میں غلہ قرض دیتے ہیں جبکہ وہ دیکھ لیتے ہیں کہ قرضہ اور سود کی بیباقی کے لئے انکے کھیتوں میں پیداوار کی کچھ صورت ہے اور جب فصل کٹ پٹ کے آتی ہے تو فصل کی قریب قریب کل پیداوار کو جو لگان وغیرہ ادا کرنے کے بعد بچتی ہے۔ کسانوں سے لیکر اپنے گھر لیجاتے ہیں۔ ایسے کسانوں کو بوائی کے وقت بیج بھی بہت مشکل سے ملتا ہے اور جو ملتا ہے نہ اس میں اچھے برے کی پہچان ہوتی ہے اور نہ بھاؤ تاؤ کا پتہ۔ کھانے اور پہننے کے لئے جن مصیبتوں کا مقابلہ ان غریبوں کو کرنا پڑتا ہے وہ بیان کے لائق نہیں ہے۔ بیلوں کی گرانی اور چارے کی کمی نے اور بھی غضب کر دیا ہے۔ غرضیکہ ایسے مصیبت کے وقت میں کسانوں کو بہت ہوشیاری اور دور اندیشی کی ضرورت ہے۔

سرکار نے محکمہ زراعت کو ایک عرصہ سے محض انکی بھلائی اور رہنمائی کے لئے قائم کیا ہے۔ محکمہ زراعت کے مدنظر یہ بات ہمیشہ رہتی ہے کہ کسانوں کو وہ باتیں تبلاتا اور سوجھاتا رہے کہ جن سے انکی مشکلات آسان ہوں تکلیفیں اور پریشانیاں کم ہو جائیں، خوشحالی بڑھ جائے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ ہوشیاری کے ساتھ محکمہ زراعت کی ہدایتوں پر عمل کریں اور ان کے بتلائے ہوئے طریقوں پر کھیتی کرنے لگ جائیں۔

اب خریف کی فصلوں کی بوائی کا وقت قریب آرہا ہے۔ لڑائی اگرچہ ختم ہوگئی۔ مگر لڑائی کا اثر ضروریات زندگی کے ہر ایک سامان پر آئندہ کئی برسوں تک گرانی کے ساتھ قائم رہیگا۔ اسلئے کسانوں کو اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ کھانے، پینے وغیرہ کے سامان کافی مقدار میں پیدا کریں اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ کھیتی کی اچھی پیداوار کا دارومدار زیادہ تر قدرت کی مہربانیوں پر ہے۔ مثل مشہور ہے کہ خدا انکی ہی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد اپنے آپ کرتے ہیں۔

سب کسانوں کو خاص کر انکو جن کے گھروں میں ابھی سے کھانے کی کمی گھبراہٹ پیدا کر رہی ہے اور کپڑے، چارے اور تیل وغیرہ کی تنگی ناک میں دم کر رہی ہے۔ اس بات کی ہوشیاری سے کوشش کرنی چاہئے کہ فصل خریف میں وہ جلد اجناس اور چارہ وغیرہ پیدا کر لیویں کہ جو آئندہ فصل تک انکی ضروریات کو پورا کرنے کے علاوہ ان لوگوں کی ضروریات کو بھی پورا کر سکیں کہ جن کی زندگی کا دارومدار بالکل انکی ہی کمائی پر منحصر ہے۔ ہر ایک کسان کو اپنے سامان اور ضرورت کے مطابق۔ مثلاً جوار، باجرہ، ارد، مونگ، چاول، کپاس، تل، السی، سن وغیرہ جو جنس انکے کھیت کی حیثیت اور پیداوار کے لئے مناسب ہو ضرور بونی چاہئے۔ ان چیزوں کے بونے کے لئے جہاں کھیتی کے واسطے جوتائی، کھاد کی بہت ضرورت ہے وہاں عمدہ بیج بونے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کسی جنس کو بونے سے پہلے کسانوں کو یہ بات ضرور دیکھ لینی چاہئے کہ بیج میں کوئی خرابی تو نہیں ہے۔ بیج کی دیکھ بھال کسانوں کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ مہاجنوں کے یہاں بیج بہت ہی ملاوٹ کا ہوتا ہے اور اس میں انتخاب یا عمدگی کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ اسلئے مہاجنوں سے بیج لیکر بونے سے فصلوں کی پیداوار کمزور اور گھٹیا ہوتی ہے۔

چونکہ اب قریب قریب ہر ایک ضلع میں محکمہ زراعت کے قائم کئے ہوئے بہت سے غلہ گودام موجود ہیں اور تقریباً ہر ایک ضلع میں بہت سے زمینداروں اور کسانوں نے بھی محکمہ زراعت کے اشاعت کردہ بیجوں کو پیدا کرنا شروع کر دیئے ہیں جن کے یہاں سے بھی کسانوں کو حسب ضرورت عمدہ اور چیدہ بیج مل سکتے ہیں۔ اسلئے اب ان تمام کسانوں کو جو ابھی تک ناقص قسموں کے پتلے دبلے بیج بونے کے عادی ہیں یہ چاہئے کہ یا تو سرکاری گوداموں سے عمدہ اور اعلی قسموں کے بیج لیکر بوئیں یا جن کو پاس پڑوس کے زمینداروں اور کسانوں سے بڑھیا بیج بسہولیت مل سکیں ان سے لیکر بوئیں۔ کھیت کی اچھی طرح جوتائی کریں۔ کافی کھاد ڈالیں۔

محمودآباد نمائش ۱۹۴۲ء

(سید امداد علی بی۔ ایس۔ سی (ایگریکلچر) ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ محکمہ زراعت لکھنؤ)

ضلع سیتاپور میں قصبہ محمودآباد سیتاپور سے ۳۰ میل پر واقع ہے۔ راجہ صاحب محمودآباد کا خاندان قاضی نصراللہ صاحب سے تعلق رکھتا ہے جو ہندوستان میں شہاب الدین غوری کے ساتھ آئے تھے اور جنہوں نے اقتدار حاصل کیا تھا۔ ایک ایسا کے شیخوں میں سے تھے اور اسلامی ... کہا جاتا ہے کے آخری زمانہ میں قاضی قاضی القضاۃ کے عہدے پر ممتاز تھے۔

۱۳۴۶ء میں دہلی کے شہنشاہ تغلق نے قاضی نصراللہ کو سپہ سالار بنا کر گڑھ کی وحشی قوموں کو مطیع کرنے کے لئے اودھ بھیجا تھا۔ ان کے پوتے اور لڑکوں نے بھی جاگیر اور ممتاز حیثیت حاصل کی اور انھیں میں سے محمود خاں نے قصبہ محمودآباد کی بنیاد ڈالی۔

انیسویں صدی کا ذکر کرتے ہوئے راجہ محمد امیر حسن خانصاحب والی محمودآباد کا ذکر بھی ضروری ہے آپ کو سرکار برطانیہ سے بہت سے خطابات عطا ہوئے جس میں ایک کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا بھی تھا۔ ۱۸۸۳ء میں حضور وائسرائے ہند کی مجلس قانون کے ممبر بھی ہو گئے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مہاراجہ محمد علی خاں جو خود بھی کے۔ سی۔ ایس۔ آئی تھے والی ریاست ہوئے۔ آپ بھی حضور وائسرائے ہند کی مجلس میں ممبر رہے حکومت یوپی نے آپ کو ہوم ممبر بنایا ۱۹۱۶ء کا ہندو مسلم سمجھوتہ جس پر ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پڑی۔ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

موجودہ راجہ محمد امیر حسن خاں صاحب ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۱ء میں گدی نشین ہوئے۔ فہم، قابلیت، پاکیزگی خیالات اور شستگی مزاج آپ کو اعلیٰ تعلیم اور سیاحت سے حاصل ہوئی ہیں وجہ ہے کہ آپ صوبہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کو زراعت، صنعت وحرفت وترقی دیہات میں ایک خاص دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قصبہ محمودآباد میں سالانہ زراعتی نمائش ہونے لگی۔ مہاراجکمار محمودآباد بھی ریاست کے کاموں میں خاص دلچسپی لیتے رہتے ہیں۔

نمائش کا مقصد اور مفاد یہ ہے کہ جو لوگ ضلع اور صوبہ میں زراعت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملکر فائدہ حاصل کریں اور صوبہ کی بہترین پیداوار کی قسموں سے واقف ہو جائیں اور موجودہ طریقہ کاشت جو کہ محکمہ زراعت سکھاتا ہے ان پر عمل کریں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ بہتر اور عمدہ طریقہ کاشت اور فروختگی غلہ جو کہ محکمہ زراعت سکھاتا ہے لوگ جانیں۔ زراعتی اشیاء کے علاوہ یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ نے بھی مختلف اور بہترین قسم کے پھل پیش کئے۔ مربے اور چٹنی بنانے کا طریقہ اور پھل روکنے کا طریقہ بتایا۔ اسکا یہ بھی مقصد ہے کہ گھر کی بنی ہوئی چیزیں پھل وترکاریاں بہتر طریقے سے رکھی جائیں اور سستی بکیں اور لوگ خریدنے کے عادی ہوں۔ اسکا خاص مقصد ان باتوں کا بتانا اور نئے طریقوں کا اختیار کرنا ہے اور کاشتکار اور دوکاندار اپنی چیزوں کو بازار میں کس طرح ہردلعزیز بنا سکتے ہیں اور زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۱۹۴۱-۴۲ء میں زراعتی نمائش کو کافی فروغ ہوا۔ کافی تعداد میں نمائشی اشیاء آئیں اور دلکش طریقے سے سجائی گئیں۔ دوکانیں خوبصورت طریقے سے لگائی گئیں اور سال گذشتہ سے زیادہ تعداد میں لوگوں نے حصہ لیا۔

نمائش کے دوران میں دلچسپ تقریریں زراعت۔ پھلوں کی کاشت اور پھلوں کے روکنے کے متعلق ہوئیں۔ کاشتکاروں کی مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں مشکلات اور ان کے حل کرنے پر غور کیا گیا بہتر طریقہ کاشت اور ترقی یافتہ سامان کے خرید وفروخت کے ضروری مسئلوں پر بھی روشنی ڈالی گئی اور ممبروں کے پھلوں کو بیچنے کا انتظام کیا گیا۔

نمائش کی ہردلعزیزی اور زراعت میں حصہ لینے والوں کی دلچسپی کا اظہار صبح سے شام تک لوگوں کے جمع رہنے سے ہوا۔ گڑ بنانا، کنوئیں کھلانا، پانی کھینچنے کے آلات وغیرہ سے بہت زیادہ کاشتکاروں نے پسندیدگی کا اظہار کیا جو قابل ذکر ہے۔ محکمہ کے دئے ہوئے سانڈوں سے جو بچھڑے پیدا ہوئے وہ بھی نمائش میں لائے گئے تھے ان کو لوگوں نے بہت دلچسپی اور غور سے دیکھا۔

گورنمنٹ کے دیئے ہوئے سانڈوں کی دوسری نسل سے پیدا ہوئے بچے بھی نمائش میں لائے گئے تھے جو کافی طاقتور تھے۔

زراعت کے مضمون پر اشتہارات اور پرچے خواہشمند لوگوں کو تقسیم کئے گئے۔

ہز اکسلنسی گورنر صوبہ یوپی اور لیڈی ہیلٹ، راجہ صاحب محمودآباد اور راجکمار صاحبان کو۔ جی۔ این۔ ویاس صاحب ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ایگریکلچرل نے نمائش کا معائنہ کرایا۔ صوبہ کے بہت سے مشہور آدمیوں نے بھی نمائش میں شرکت کی۔

آخری دن تقسیم انعامات کے جلسے کی صدارت لیڈی ہیلٹ نے کی اور محکمہ زراعت نے آلات اور سارٹیفکٹ انعامات میں دئے۔

یوپی میں تحریک امداد باہمی

از جناب ایس۔ ایس۔ حسن، آئی۔ سی۔ ایس۔ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز یو۔ پی

آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ۱۹۰۴ء کے کوآپریٹو کریڈٹ ایکٹ کے پہلے ہی یو۔پی اور ہند اس کے صوبوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہوچکی تھیں ۱۹۰۴ء کا قانون حقیقی شکل میں ضروری نہیں تھا۔ لیکن اس کا مقصد صرف کسانوں کے لئے قرضہ کی سوسائٹیوں میں اضافہ کرانا ہی تھا۔ زیادہ تر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ جب تک مہاجن کے لیے سود کی جگہ پر قرض کم سود پر اور آسانی سے نہ ملنے لگےگا، کسانوں کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہو سکتا ۱۹۰۴ء اور ۱۹۱۲ء کے درمیانی زمانے کو ہم ابتدائی زمانہ یا آزمائش کا زمانہ کہہ سکتے ہیں اس وقت رجسٹرار اور انکے معاون کارکنوں کا کام عوام کو امداد باہمی کے اصولوں اور فائدوں کو سمجھانا تھا۔ شروع میں یہ ضروری کوشش تھی کہ عوام کوآپریٹو سوسائٹیوں کے قاعدے جو کفایت شعاری اور باہمی امداد پر منحصر ہیں اچھی طرح سمجھ لیں۔ ایسی حالت میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کی زیادہ ترقی ممکن نہیں تھی۔ اسلئے ۱۹۱۲ء میں صرف ۲۰۰۰ سوسائٹیاں تھیں جن میں پچھتر ہزار ۷۵,۰۰۰ ممبر تھے اور جنکا مجموعہ سرمایہ تقریباً ۱۰ لاکھ روپئے تھا۔

۱۹۱۲ء میں ۱۹۰۴ء کے ایکٹ میں ترمیم ہوئی۔ اُس وقت کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ترقی کا دوسرا کام شروع ہوا۔ نئے قانون کے مطابق ایسی سوسائٹیاں بنائی جاسکتی تھیں جنکا کام لین دین کے علاوہ ضروری اشیاء کا خریدنا اور فروخت کرنا، جانوروں کی دیکھ بھال، ان کی تعداد بڑھانا اور جانوروں کا بیمہ کرانا تھا۔ قانون کے مطابق اضلاع کے کوآپریٹو بینکوں کو بھی طاقت مل گئی کہ وہ ایسی سوسائٹیوں کو مالی امداد پہنچا سکیں۔ یہ طاقت ان کو ۱۹۰۴ء کے قانون سے نہیں ملی تھی اسکے بعد محکمہ امداد باہمی میں جلد توسیع کا کام شروع ہوا۔ "جلد توسیع کا کام ۱۹۲۴ء تک ہوا۔ اس کام میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں سوسائٹیاں قائم کی گئیں مگر کوآپریٹو اصولوں کو پورے طور پر نہیں مانا گیا اور ممبروں کو اُدھار روپئے بلا ان کی مالی حالت دیکھے ہوئے دئے گئے۔ دراصل ترقی بڑی تیزی سے ہوئی یہاں تک کہ ۱۹۲۴ء میں سوسائٹیوں کی تعداد ۶۰۰۰ ہوگئی جنمیں ۱۵۵۰۰۰ ممبر تھے۔ اور جنکا مجموعی سرمایہ تقریباً ۱۱۵۰۰۰۰۰ روپئے تھا۔

۱۹۲۴ء سے کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ترقی کا تیسرا دور شروع ہوا۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۵ء تک کے عرصے کو ہم ترمیم اور اصلاح کا زمانہ کہہ سکتے ہیں تیزی کے ساتھ جو سوسائٹیاں قائم کی گئیں اُنکا نہ تو اچھی طرح معائنہ ہو سکتا تھا اور نہ مالی حالت ہی اچھی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوسائٹیوں کے کام آسانی سے نہ چلنے سے متعدد دشواریاں راہ میں آنے لگیں۔ اسلئے امداد باہمی کے اصول پر ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں سوسائٹیوں کی تحقیقات کرکے اپنی رپورٹ ۱۹۲۶ء میں تیار کی۔ اس رپورٹ کا استعمال کرتے ہوئے ترمیم اور اصلاح کی پالیسی عمل میں لائی گئی۔ ۳۰-۱۹۲۶ء کے کام میں بہت سی کمزور سوسائٹیاں رپورٹ کے مطابق توڑ دی گئیں۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۴ء کے اندر تحریک امداد باہمی کو کافی صدمہ پہنچا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اناج کا بھاؤ بہت گر گیا سوسائٹیوں سے وصولیابی بہت کم ہوگئی اور ممبروں کو قرض کم دیا گیا۔

سوسائٹیوں کی ترقی کیلئے متعدد تدابیر کی گئیں اور ساتھ ہی ساتھ اقتصادی دشواری کو دور کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تحریک امداد باہمی ۱۹۳۵ء سے پھر اچھی طرح پھلنے پھولنے لگی۔ ۱۹۳۵ء سے آگے کے زمانے کو "آزمائش اور توسیع کا زمانہ" کہہ سکتے ہیں۔ یہ زمانہ ۱۹۳۷ء سے اور بھی تیزی کے ساتھ بڑھنے لگا۔

گاؤں میں لین دین

یو۔پی میں تحریک امداد باہمی کی یہ مختصر تاریخ ہے۔ موجودہ زمانے میں سارے صوبے کے اندر ۱۶۰۰۰ سے زیادہ سوسائٹیاں ہیں جنکا ذاتی سرمایہ ۳½ کروڑ روپیہ ہے۔ ان میں سے بیشتر قرضہ والی سوسائٹیاں ہیں جو غیر محدود ذمہ داری پر قائم ہیں۔ اسکا سبب ملک کا کھیتی پر منحصر ہونا اور قرض کی برائیوں کو دور کرنا تھا۔ ان سوسائٹیوں میں ممبروں کی تعداد ۲ لاکھ ہے اور جاری شدہ سرمایہ سوا لاکھ ہے ہے۔ ۶۰ فیصدی سے زیادہ سرمایہ ذاتی ہے یعنی ۶۰ فیصدی سرمایہ ممبروں کے حصّے اور جمع کئے ہوئے روپیوں کا ہے اور اتنا روپیہ اگر یہ سوسائٹیاں نہ ہوتیں تو رک نہیں سکتا تھا۔ یا تو یہ سب ٹکڑوں تقسیم ہوجاتا یا مہاجنوں کی جیب میں چلا جاتا سوسائٹیوں میں روپیہ پورا نہ ہونے سے ضلع اور سنٹرل بینکوں سے روپیہ لینا پڑتا ہے ضلع اور سنٹرل بینکوں کی تعداد ۷۰ ہے۔ ہاں ۲۰۰۰ سوسائٹیاں ایسی ہیں جنکا کام اپنے سرمائے سے چلتا ہے اور ایسے ممبروں کی تعداد بھی وہاں بڑھتی جاتی ہے جنکا خرچ انکے حصّوں اور جمع شدہ روپیوں سے زیادہ نہیں ہوتا صوبہ میں ممبروں سے شرح سود اوسطاً ۱۲ فیصدی ہے اور ۸ سے ۱۲ فیصدی تک گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ ان سوسائٹیوں میں جنمیں کام کرنے کیلئے اپنا سرمایہ کافی ہے ممبروں کو ۶ سے ۸ فیصدی سود پر بھی روپیہ کبھی کبھی ملجاتا ہے۔ سوسائٹیوں کے ذاتی سرمائے پر نظر رکھتے ہوئے اور مہاجن و سوسائٹی کی شرح سود میں فرق پاتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسان کو تحریک امداد باہمی کی ابتدا سے اب تک ۲ کروڑ روپیوں کی بچت ہوئی ہے اقتصادیات کے طلباء کو یہ شرح سود کچھ زیادہ معلوم ہوتی ہوگی۔ انکا یہ کہنا بھی ٹھیک ہوگا کہ

ر آجکل کی سستی مالی امداد کے سامنے اتنے زیادہ سود پر کوئی تجارت یا زراعت کبھی بھی نہیں چل سکتی معاون ان سب باتوں کا خیال رکھتے ہیں اور کوشش کرتے رہتے ہیں کہ شرح سود کم کر دی جائے مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ انکو تحریک امداد باہمی کی سلامتی کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔

ضروری اصلاح

گاؤں کی قرضہ والی سوسائٹیوں میں کچھ ایسے ضروری اصلاحات کئے گئے ہیں جنکے بارے میں امداد باہمی کی اشاعت کرنے والے سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب نے کوشش کی ہے کہ سوسائٹی مزاج ترقی پر پہنچے غیر محدود ذمہ داری جو خاص طور سے ان سوسائٹیوں میں پائی جاتی ہے زیادہ تر ایسی ہے کہ لوگوں کا خیال اسکے بارے میں ایسا رہا ہے کہ اسے بالکل بند کر دیا جائے کیونکہ اس سے بجائے فائدے کے زیادہ تر مشکلات پیدا ہوتی ہیں اسکی جگہ محدود ذمہ داری زیادہ مناسب ہوگی سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں مدراس کی کوآپریٹو کمیٹی میں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر اسے اسکے موافق رائے نہیں ملی۔ کمیٹی کے زیادہ ممبر ایسے تھے جو محدود ذمہ داری کے حق میں تھے۔ اور غیر محدود ذمہ داری انکے خیال میں بے فائدہ تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ سوسائٹیوں کے ٹوٹنے کے وقت ادھار نہ لینے والے ممبروں کو بڑی دقت ہوتی تھی اور اچھے کسان کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں دہلی میں رجسٹراران محکمہ امداد باہمی کا تیرہواں اجلاس ہوا اسوقت میلکم ڈارلنگ صاحب چیرمین تھے اسوقت یہ طے پایا تھا کہ گاؤں سدھار سوسائٹی میں غیر محدود ذمہ داری کا قاعدہ جاری رہیگا۔ لیکن بطور آزمائش سوسائٹیوں کو اختیار ہوگا کہ وہ محدود ذمہ داری کا قاعدہ بھی عمل میں لا سکیں۔

یہ بات زیادہ سے زیادہ واضح ہے کہ کسانوں کے کفایت شعاری کے طریقوں میں اسوقت تک اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک ان کی کفایت شعاری اور سماجی حالت میں سب طرف سے ایک ساتھ امداد باہمی کے ذریعے اصلاح نہ کیجائیگی۔ ریزرو بینک نے وقتاً فوقتاً اپنے نوٹس نکالکر اسی بات پر زور دیا کہ قرضہ سوسائٹیاں کثیر المقاصد سوسائٹیاں بن جائیں اور انھیں چاہئے کہ غلہ کی فروخت اچھی کھیتی اور اچھے رہن سہن وغیرہ کے کاموں کی دیکھ بھال کریں مختلف قسم کے کام کرنے والے سوسائٹیوں کے تصور میں کوئی خاص بات نہیں ہے کاؤں سدھار سوسائٹیوں کے قاعدے جو انکے قواعد ضوابط میں ہمیشہ سے موجود رہتے ہیں لیکن ان سوسائٹیوں نے قرض دینے والے ساہوکار کی حیثیت سے ہی کام کیا ہے اور اپنے ممبروں کی رہن سہن کے سلسلے میں دلچسپی نہیں لی ان سوسائٹیوں کی بنیاد ڈالنے والے کا مقصد یقیناً یہی تھا لیکن ان کا صرف یہی مقصد نہیں تھا۔

مختلف کام کرنیوالی سوسائٹیوں کی تنظیم

سنہ ۱۹۳۷ء میں حکومت کی منظوری پانے پر اس صوبہ میں ہم لوگوں نے اس کام کی اہمیت کے بڑھانے پر زور دیا۔ گاؤں کی ترقی کے لئے جو کام کئے گئے انمیں دیہاتوں کے کوآپریٹو بینکوں اور مختلف کام کرنے والی سوسائٹیوں کی طرف خاص طور پر توجہ دی گئی تھی۔ اس سلسلے میں بھی ہدایتیں دیگئی تھیں کہ جو بھی قرض سوسائٹیاں اچھی طرح سے کام کر رہی ہیں انھیں مختلف قسم کے کام کرنیوالی سوسائٹیوں میں بدل دیا جائے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ۲ ہزار سے بھی زیادہ ایسی سوسائٹیاں ہیں جو نہ صرف اپنے ممبروں کا فائدہ کرتی ہیں بلکہ بازار کا انتظام، عمدہ کھیتی اور اسکی زندگی کے دیگر شعبوں کی ترقی کا کام بھی کرتی ہیں۔ انکے ممبروں میں تین طبقے ہیں پہلے درجے کے ممبر وہ ہوتے ہیں جو سوسائٹی کے ہر ایک اصول کیلئے اسمیں حصہ لیتے ہیں اور انکی ذمہ داری ان حصوں سے چوگنی ہوتی ہے جو انھوں نے واقعی لئے ہیں۔ دوسرے درجے کے ممبر وہ کہلاتے ہیں جو سوسائٹی میں اس کے بازار، عمدہ رہن سہن وغیرہ کے لئے ہی آتے ہیں انکی ذمہ داری انکے حصوں کی قیمت تک ہی محدود رہے۔ تیسرے درجے کے ممبر وہ ہیں جو صرف اچھے رہن سہن کے لئے ہی سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ انکی ذمہ داری صرف ۵ روپئے تک ہی محدود رہتی ہے اسطرح یہ معلوم ہو جائیگا کہ ہم نے ممبروں کی ذمہ داری اور بھی بڑھا دی ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ یہ سوسائٹیاں کامیابی سے کام کر رہی ہیں اور اپنے حلقوں میں ان لوگوں کے لئے زیادہ جاذب نظر ہو گئی ہیں جو اس خوف سے انمیں شامل نہیں ہوتے تھے کہ انکی ذمہ داری کی کوئی حد نہیں تھی۔ اور انکے کاموں کا حلقہ بالکل ہی کم تھا۔

صوبجاتی کوآپریٹو بینک

مختلف کام کرنے والی سوسائٹیوں کے بڑھتے ہوئے کاموں اور ان میں جو بیشمار ممبر ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اب صوبہ میں صوبجاتی کوآپریٹو بینکوں کے قیام کی طرف توجہ دیجا رہی ہے ابھی تک ہمارے سامنے جو سوسائٹیاں تھیں انکا صرف ایک ہی مقصد تھا انکے ممبروں کی تعداد بھی کم تھی اور انکی جو ضروریات ہوتی تھیں وہ ایسی ہوتی تھیں جو ضلع یا سنٹرل بینک بغیر کسی خاص رکاوٹ کے پوری کر سکتے تھے۔ اب یہ نئی سوسائٹیاں مختلف کام کرنیوالی سوسائٹیاں ہیں ان کو کئی کاموں کو ہاتھ میں لینے کیلئے بڑی بڑی رقموں کی ضرورت ہے جو کچھ بینک بڑی مشکل سے دے سکیں گے۔ گذشتہ ۳ سال کے اندر اسبات کا تجربہ ہوا جبکہ دال اور تیلہن وغیرہ بازار میں فروخت کی گئی جیسے جیسے کام بڑھنے لگیگا، صرف اسی کام کیلئے اتنے روپیوں کی ضرورت ہوگی جسے بہت سے سنٹرل بینک پورا نہیں کر سکیں گے۔ طویل عرصہ کے لئے روپیہ قرض دینے کی ضرورت بھی ہم اچھی طرح جانتے ہیں اسکے لئے پانچ ایسی سوسائٹیاں ہیں جو زمین رہن رکھکر قرض دیتی ہیں۔ مگر ایک ایسے بینک کی کمی کے باعث جو زیادہ میعاد تک کیلئے ضروری رقم دے سکے۔ نہ تو ہم ان کا حلقہ بڑھا سکتے ہیں اور نہ ویسی دیگر سوسائٹیاں ہی قائم کر سکتے ہیں صوبجاتی بینک کے نہ ہونیکے باعث یہ اسکیم اپنے کام کیلئے ریزرو بینک سے بھی اپنا تعلق قائم نہیں کر پاتی۔ صوبجاتی بینک کی ضرورت زیادہ رقم پانے کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ ضلع بینکوں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کیلئے حساب اداکرنیوالی سوسائٹی

کی حیثیت سے بھی اسکی بہت ضرورت ہے ۔

ایسے بینک کے قائم کرنے کیلئے اور اسکے لئے ضروری رقم دینے کے لئے ۱۹۳۹ء میں جو اسکیم بنی تھی اور جسے حکومت نے منظور بھی کر لیا تھا کئی وجوہ سے ملتوی کرنی پڑی ۔

گذشتہ نومبر میں الہ آباد کے مینجنگ ڈائرکٹروں کی ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے میں نے یہ رائے دی تھی کہ اس قسم کے بینک کے قائم نہ ہونے تک ایک اسسٹنٹ رجسٹرار کے حلقے میں جتنے بینک ہیں وہ اپنی ایک غیر سرکاری سوسائٹی اپنے بیچ ہی میں بنائیں جو اس حلقے کے ضلع اور سنٹرل بینکوں کے حساب اور آڈٹ کرنے سنٹر کی حیثیت سے کام کرے اس طرح سے اگر ایک سوسائٹی بنائی جائے تو اسکا کام زیادہ اچھے طریقے سے ہی ہوسکیگا بہ نسبت اسکے جبکہ رجسٹرار کے ذریعے بینکوں کے باہمی لین دین کا انتظام ہوتا ہے ۔

عمدہ کھیتی کے لئے امداد باہمی

اس سلسلے میں لوگوں کی یہ رائے ہے کہ کسانوں کی حالت صرف روپیہ قرض دینے سے ہی ترقی نہیں ہوسکتی ہے جب تک کہ انکی کھیتی کی اصلاح کے سلسلے میں ایک خاص طور پر ترقی نہ کیجائے برسوں کی تحقیقات اور تجربہ کے بعد محکمہ زراعت نے بیج اور کھاد وغیرہ کی ترقی کے لئے کئی باتیں دریافت کی ہیں ۔ ایک کسان کیحالت کی اصلاح کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ یہ باتیں کسانوں تک پہنچائی جائیں کسان کو کھیتی کی باتیں بتلانے کیلئے کوآپریٹو سوسائٹیاں ہی سب سے اچھا کام کرسکتی ہیں جہاں تک ایکھ کی کاشت کا تعلق ہے ایکھ کی پیداوار کی ترقی کا سبب ان سوسائٹیوں کا کام ہی ہے ۔ ۴۰-۱۹۳۹ء میں ۳۲ لاکھ من بیج ، ۲ لاکھ من کھاد اور ۷۵ ہزار آلات زراعت صوبہ بھر میں تقسیم کئے گئے صوبہ میں دیگر فصلوں کے لئے عمدہ بیج اور کھاد دینے والی بھی بہت سی سوسائٹیاں ہیں ۔ صوبہ میں اچھے جانور پیدا کرنیکی ۲۰ اور آبپاشی کی ۷۰ سوسائٹیاں ہیں ۔

مگر اس طبقے کی خاص سوسائٹیاں وہ ہیں جو چکبندی کے لئے ہیں ۔ انکی تعداد ۲۱۸ ہے اور ۵۶۰۰۹ پختہ بیگہ کی انھوں نے چکبندی کی ہے اور چکوں کی تعداد گھٹ کر دسواں حصّہ ہوگیا ۔ بجنور، مرادآباد اور سہارنپور کے علاوہ جو اس کام میں سب سے بڑھکر ہیں سات دیگر اضلاع میں یہ کام ہو رہا ہے ۔ یہاں پر یہ بات اہم ہے کہ یہ کام تحریک چکبندی کی ہی کا نتیجہ ہے ۔ یہ تحریک خصوصیت کے ساتھ مغربی اضلاع میں زیادہ مفید ثابت ہوا ہے ۔

غلوں کی فروخت

کھیتی کرنے کے ساتھ ساتھ اناج کی فروخت کا سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کسان کو بازار میں اناج فروخت کرنے میں کتنی دقت ہوتی ہے یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کسان کو روپئے میں صرف ۹ آنے ہی ملتے ہیں ۔ بقیہ حصّہ درمیان کے دلالوں اور بازاری ٹیکسوں ہی میں نکل جاتا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسان کا اس مصیبت سے کس طرح چھٹکارا ہوسکتا ہے ۔ اسکے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوآپریٹو فروخت کے ذریعے اس سلسلے میں ہم پیچھے نہیں ہیں محکمہ امداد باہمی نے ۱۹۳۰ء سے گھی فروخت کرنے والی سوسائٹیاں قائم کی ہیں ۔ ان سوسائٹیوں کی تعداد آج کل ۵۰ ہے ۔ گذشتہ ۵ سال سے پھل، ترکاری، آلو، دودھ وغیرہ فروخت کرنے کی اسکیمیں محکمہ نے شروع کر رکھی ہیں اسکے بارے میں ۳ سال سے دال اور تیلہن فروخت کرنے کی اسکیم نہایت مفید اور ضروری ثابت ہوئی ہے ۔ گذشتہ سال ۴ کوآپریٹو سوسائٹیوں اور آڑھت کی دوکانوں نے ۳½ لاکھ من تیلہن ، تقریباً دس ہزار روپئے کا فروخت کیا تھا ۔ ان روپیوں سے انکو ۲۳۰۰ روپیوں کا فائدہ ہوا ۔ کچھ کوآپریٹو سوسائٹیوں کو ایسے اضلاع میں نقصان اٹھانا پڑا جہاں جیلوں مال دیا گیا ۔ یوں یہ کام ممبروں کیلئے مفید ہی ثابت ہوا ۔ انکو نہ صرف قیمت ہی میں فائدہ ہوا ۔ بلکہ بازار کی بے ایمانیوں اور بدعنوانیوں سے انکا پیچھا چھوٹا ۔

محکمہ امداد باہمی نے غلّہ کی خرید فروخت کا کام کافی پیمانے پر کیا ۴۰-۱۹۳۹ء میں گنے فروخت کرنیوالی سوسائٹیوں نے ۸۵ فیصدی گنا اپنی معرفت فروخت کیا ۔ جو صوبہ کی فیکٹریوں میں کام آیا ۔

طرز معاشرت میں ترقی

انسان صرف روٹیوں ہی پر نہیں جی سکتا ۔ تحریک امداد باہمی اس ملک میں اُسی وقت مفید ہوسکتا ہے جبکہ وہ دیہات میں رہنے والوں کی اخلاقی و اقتصادی ترقی کرے ۔ عام طور پر دیکھا جائے تو ایک دیہاتی جاہل اور ناسمجھ ہوتا ہے ۔ دیہاتی زندگی زیادہ تر گندی غیر صاف رہتا ہے ۔ اسلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ گاؤں والوں میں ایسی روشنی پھیلائی چاہیئے جس سے انکے دلمیں اپنے رہن سہن میں ترقی کرنے کی خواہش پیدا ہو ۔ ابھی تک تقریباً ۳½ ہزار سوسائٹیاں بنائی گئی ہیں ۔ جہاں تک امداد باہمی کے اصولوں اور انتظام کا کام ہے ان سوسائٹیوں نے گاؤں سدھار میں سب سے زیادہ حصّہ لیا ہے ۔ یہ سوسائٹیاں زیادہ محکمہ گاؤں سدھار کی ہیں ۔

شہر میں امداد باہمی

امداد باہمی صرف دیہاتیوں کے لئے ہی مفید نہیں ہے بلکہ تھوڑی آمدنی والے شہروں کے لئے بھی بہت مفید ہے ۔ ان کاموں کے لئے تقریباً ۵۰۰ سوسائٹیاں ہیں ۔ یہ سوسائٹیاں شہروں کیلئے محدود ذمہداری کے قاعدوں پر کام کرتی ہیں ۔ ان سوسائٹیوں کا کام کہیں کہیں اضلاع تک اور کہیں پورے صوبے کے علاوہ صوبہ کے باہر بھی پھیلا رہتا ہے ہمارے بارہ بنکی اور سندیلہ کے صنعتی اسٹور ان سوسائٹیوں کے درجے میں آتے ہیں ۔ بارہ بنکی میں قالین، سندیلے میں میز پوش، بستی دگھر میں تولئے اور آگرہ میں دریاں خاص طور سے بنتی ہیں ۔ شہری قرض والی سوسائٹیاں کم تنخواہ پانے والے ملازموں کے لئے کافی مفید ہیں ۔ انکی تعداد ۲۵۰ سے زیادہ ہے ۔ یہ سوسائٹیاں سرکاری اور غیر سرکاری دفتروں میں پائی جاتی ہیں ۔ ان سوسائٹیوں کے ممبروں کو کم سود پر قرض ملجاتا ہے ان سوسائٹیوں کا خاص فرض کفایت شعاری اور پس انداز کرنے کیلئے ممبروں کو ترغیب دینا ہے نہ کہ سستی شرح سود پر روپیہ اُدھار لینا

سکھاتا ہے اس وجہ سے یہ سب سے بڑی اور آر۔ آر۔ امپلائز سوسائٹی ہے جسمیں ۰۰۰ ممبر ہیں اور جسکا سرمایہ ۱۸ لاکھ روپئے کے قریب ہے ایک دوسرا پوسٹل امپلائز سوسائٹی کا ہے جسمیں ۰۰۰ ممبر ہیں اور جسکا سرمایہ ۱۱ لاکھ روپئے ہے روپیہ قرض دینے کے علاوہ ان سوسائٹیوں نے پروویڈنٹ فنڈ کھول رکھا ہے اور فیڈلٹی کا رشتہ کا بھی انتظام کیا ہے۔

موجودہ حالت

اس صوبہ میں ۵۰ سال کے اندر تحریک امداد باہمی نے مذکورہ بالا ترقی کی ہے تحریک امداد باہمی میں یہ خوبی ہے کہ وہ ہر ایک حالت اور دشواریوں میں مفید ثابت ہوسکتی ہے کسان تاجر دستکار۔ ہیں۔ لوگ کبھی کبھی کہتے ہیں کہ آئین ۱۶۰۰ سوسائٹیوں نے ابھی تک ہند کا ایک حصہ ہی پورا کیا ہے میں انکو جواب دینا پڑتا ہے کہ امداد باہمی کا کام انقلاب پیدا کرنا نہیں ہے۔ تحریک امداد باہمی کو اس ملک میں بہت سی دقتوں کا مقابلہ کرنا پڑا جو دیگر ممالک میں نہیں تھیں۔ تحریک اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب عوام خود بھی کوشش کرینگے۔ یہ زبردستی لادنے کی چیز نہیں ہے

مستقبل

آج کا سا موافق زمانہ تحریک امداد باہمی کو ترقی کرنے کے لئے شاید ہی کبھی ملا ہو۔ موجودہ قرضہ قانون کی وجہ سے مہاجن اسامیوں کو روپیہ نہیں دیتے اور اس طرح دیہی نظام میں ایک کمی پیدا ہوگئی ہے مہاجن سے کوئی امید کرنا فضول ہے۔ وہ کسان کے ساتھ بڑے سخت شرائط کے بعد لین دین کرتا ہے اب کسان کو روپیہ مہنگا پڑ گیا ہے۔ گاؤں کی مالی حالت قابل رحم ہوگئی ہے۔ تاریکی میں اب صرف امداد باہمی کی روشنی نظر آتی ہے اب اچھا موقع ملا ہے کہ ہر ایک محب وطن تحریک امداد باہمی کی اشاعت کرے۔ امداد باہمی کی اشاعت کرنے والے کی گاؤں اور کسان دونوں کو ضرورت ہے اس طرح کے جواب پر کیا سارے ملک کی قسمت کا انحصار ہے۔

۵۔ ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج کانپور

انگور کی کاشت کیجئے

زمین میں تگنا اضافہ کرنیکی ترکیبیں

انگوروں کے بازار کے انتظام کے سلسلے میں ہونے والی تحقیقات کی خاص باتیں بتلانے کے خیال سے حکومت ہند کے زراعتی پیداوار کے مشیر نے حال میں رپورٹ کا مختصر ایڈیشن شائع کیا ہے یہ مختصر ایڈیشن انگور پیدا کرنے والے تاجروں، اسکولوں، کالج اور گاؤں سدھار کے کام سے تعلق رکھنے والے دیگر اداروں کی خاص دلچسپی کی چیز ہوگی۔

تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں انگور کی پیداوار میں لگی ہوئی زمین میں تین گنا اضافہ کیا جا سکتا ہے اور اس تجارت سے ہونے والی آمدنی میں بھی ۷۰ لاکھ روپیہ کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ انگور پیدا کرنے والے دیگر ممالک کے مقابلے میں ہندوستان میں فی ایکڑ انگور زیادہ پیدا ہوتا ہے ایسی حالت میں یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ ہندوستان میں انگور کی فصل اتنی کم ہوتی ہے اور اسکی پیداوار میں اتنی کم زمین لگی ہوئی ہے۔

تھوڑی مقدار میں پیداوار

کہا گیا ہے کہ انگور کی بیل قدرتی طور پر ایسی ہی ہوتی ہے کہ اس سے چھوٹے پیمانے پر ہی کاروبار چلتا ہے اور اس سے عام طور پر اچھی آمدنی ہوتی ہے اس سلسلے میں ان لوگوں کو دلچسپی لینی چاہئے جو گاؤں سدھار اور دیہاتی زندگی کو از سر نو تعمیر کرنے میں لگے ہیں۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کاروبار کو بڑے پیمانے پر کرنے میں کیا دشواریاں ہوتی ہیں۔ پھر بھی اس رپورٹ میں یہ بتانے کی کوشش کیگئی ہے کہ اچھے مارکٹنگ انتظام سے آمدنی میں کس طرح اضافہ کیا جا سکتا ہے رپورٹ میں موجودہ انتظام کی غلطیوں کیطرف توجہ دلائی گئی ہے اور پیداوار کے حلقوں میں انگور اکٹھا کرنے انکی درجہ بندی، ڈبوں میں بند کرنے اور بھیجنے کے انتظام میں ترقی کی خاص ضرورت ہے اس سے انگوروں سے ہونے والے فائدے میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔

سفارشیں

رپورٹ میں سفارش کی گئی ہے کہ انگور کی ہونے والی وقتاً فوقتاً قیمت کے متعلق تبدیلیاں اسکے آنیکا وقت مختلف قسم کے انگوروں کا کتنا اسٹاک رہتا ہے۔ مختلف منڈیوں میں کتنا کام ہوتا ہے ان سبھی معلومات کو فراہم کرکے شائع کرنے کیلئے مناسب انتظام ہونا چاہئے۔ ان جاننے کے قابل باتوں کا مجموعہ خاص طور پر ان حلقوں سے شائع ہونا چاہئے جہاں انکی پیداوار اور کھپت ہوتی ہے

رپورٹ میں انگور پیدا کرنیوالوں پر اس بات کا زور ڈالا گیا ہے کہ فصل اتارنیکا جب وقت ہو ٹھیک اسی وقت اسے اتارنا چاہئے انگوروں کو ڈبوں میں بند کرتے وقت کبھی کبھی جن چالاکیوں سے کام لیا جاتا ہے انھیں بند کرکے ایمانداری سے کام لینا چاہئے دو انگور پیدا کرنیوالے مرکزوں میں کئے جانیوالے تجربوں سے ثابت ہوگیا ہے کہ اچھے برے اور مختلف قسم کے انگوروں کو ملاکر فروختگی کیلئے بھیجنے کی بہ نسبت انھیں اچھے طریقے سے درجہ بندی کرکے بھیجنا زیادہ مفید ہے یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، مقررہ سائز اور مقررہ سامانوں کے بنے ہوئے ڈبوں میں ہی انگوروں کو بند کیا جائے۔

یہ تجویز بھی پیش کیگئی ہے کہ مختلف اچھے انگوروں کیلئے درجے مقرر کردیئے جائیں۔ کچھ اہم منڈیوں میں انگوروں کو سڑنے سے بچانے کیلئے خاص انتظام نہیں کیا گیا ہے جسکا کیا جانا نہایت ضروری ہے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے پھلوں کیلئے ٹھنڈے ڈبوں کا جو انتظام کیا گیا ہے اسکے باعث اچھے انگوروں کا دور تک پہنچکر فروخت ہونا ممکن ہوگیا ہے۔

انگوروں کی پیداوار کی ترقی کیلئے یہ ضروری ہے کہ انگور پیدا کرنیوالے اداروں کی رجسٹری کا انتظام کیا جائے کیونکہ کچھ لوگ عمدہ قسم کے پھل نہیں فروخت کرتے انگوروں کی مختلف اقسام کی درجہ بندی کے سلسلے میں بہت کم کام ہوا ہے اور نئی قسم کے ایسے انگوروں کی توسیع کرنیکی بھی بہت کم کوشش کیگئی ہے جن سے زیادہ فائدہ ہونیکی امید ہو تجویز کیگئی ہے کہ انگور پیدا کرنیوالے حلقوں میں کم از کم ایک یا دو تجرباتی سنٹر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

دیہاتی گیت

(از جناب چندریکا پرسا ' کونک ')

ہم پکّے اہن کسان بھائے

گیہوں، برّا، موتھی، مکرا، دوبیا، بڑھیا، بجرا، چونرا
ارہر، جوندھری، ساداں، کودئی، لہلا اوھان، مٹر گوجئی
سب بیرتی کھیات تے گھرئی لائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
کاگن تلّی اور اُردسرسوں، اُجروا مٹر نہ چُکی برسوں
بھٹوا نس مکائی بہت بھری، ارسی برّے کی کھری دھری
ڈھیرن تِل مونگ مسوڑھ تاسے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
پٹوا کپاس مہوا مٹھوا، سانو وہے بکھارن ماجیٹھوا
گڑوسے بھری کھری بھیلی، گلّو دکے پیر دہِس تیلی
تب دھر دیہے دیوتا منائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
پھانگی سے ناندیں کسی پڑی، ہرہن کا میٹھوکن کھری بھری
جھردائے ساگو لہلا کنّھائے ہے بھرا دھرا جھوا مٹھال
سکھو دکھو سہی جاڑا او، گھامو کھائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
کھردا کھیو کیو ہیبن ماں ہے، گائی بھینسی دونوں کا ہے
کاڑا کربی بواجھن ہے لگی، الکری کنڈا کبھوں نہ کھنگی
کڈور کھنکھر ہوگئے جھرائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
جھپرن پر کمڑا لدے پرے، مرچن کے بروا ہرے کھرے
توریّو بھنڈی ہے پھری خوب، بارِن ماں باڑھی بہت دھوپ
پالین سب سینچوائی کرائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
پوہتہ، کیوانچ، رامدانہ ہے، سونف کلونجیومن مانا
موری نیواڑادرک او نورا ہیں، بردن پر بیٹھے بھونرا
اُڑ اُڑ کانن ماں بھنبھنائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
ہردی دھنیا لہسن پیاج، سو وا میتھی کا راج کاج
بگھا بھر بوداسے شکرکند، نہیں ہوات کبوں یہو کام بند
گرہستی ماں تن من لگائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
آلو گھوئیاں بینگن لوکی، کھیتی ہم کرت پرورو کی
پالک، قلفہ چولائی ہے، بتھوئی گاجرو بوائی ہے
گنھوا اور پودینہ لہلہائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
سلجم، سیجن، سورن، ککسا، املونیو ہے بوائے مرسا
کوندرا، کندرو، ٹنڈھا، پڑار، سونفنی، گوبھی کا روزگار
سب فصل فصل پر دیں بوائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
بندھارائی توئیا کا ساگ ہے، پھرا بہت کٹھر کا باغ
باکھلا پیٹنا چوکندر ہے، بوئے چھنڈا بہت جبر
اٹھلائے اتا رو کھائے کھائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
چکیں اگست کے بھٹے پھول، باغن ماں بڑھ ہر رہے جھول
کمرکھ، کچنار کریلا ہے، بن کنبھی کردندا کیلا ہے

سب بیج لگائت لائے لائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
بنڈا او ٹماٹر ہے سلاد، پھری مومپھلی ہے پائے کھاد
ہے بھرا کرمبوا تالن میں، محنت ہے سب کے پالن میں
دھری سر کمو جنیو کا منجائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
خربوزہ، کھیرا اور ککڑی، تربوز پھلیں جیسے گگری
ان گنتن پالی ہے چھکری، نت خوشی رہے ہمری نگری
جنگل ماں منگل گیت گائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
دس گوئیں بانگڈ بیل ہویں، بھینسو مرّا منرا ہوئیں
بندھی گائے بھائیں ہیں تیارا، دودانت کے بچھوا ہیں گیارا
پالت سبکا چارہ کھوائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
پنڑوا پنڑیا مل چودہ ہیں، پاتن سے گائے ہودا ہیں
چرِی رہیں موج میں کھڑے کھڑے، کریں پاگر کتے پڑے پڑے
پچھتری ہرہا سب ملائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
دودھو دوہت بیارا ار رہٹ پچھے لیر دون کا مکھن ہوا ریگے
نت بڑھیا دہیو جائت ہے، او دودھ ملائی کھائت ہے
دیئی شرالن ماں ماٹھا بنٹائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
سب چیزن سے گھرِ وبا رمو ار، لرکوا کلیوا کریں موار
روٹی پہتی اد ساگ بھات، جھیکا جس بھاوے جوڑ تات
کھیائیں کو دیں سبکا ہنسائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
من مانا کھائے کا بنا کریں، ٹھنڈئیو سانجھ کا چھنا کرے
چندریکا پرساد کہیں بھائی، سکھ دکھ کے ساتھی رگھو رائی
دھری دھیان رام کا نام گائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
سب بھانتی نتیہ من مگن رہے، ہری چرنن لاگی لگن رہے
بھگوان کرپا سب کرتے، دکھ دینن کا وہ ہرا کرتے
خوش رہیں سدا بنسری بجائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
ہم رہت چمن ماں ہیں ہردم، کونیو راجہ سے نہیں نہ کم
راکھت گھوڑا، گاڑی، ٹم ٹم، بجے بولت نت شیو بم بم بم
دیہات ماں ہیں دھونی رمائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے
ہندو سے رام رام میرا، مسلم سے آداب عرض میرا
صاحب سے گڈ مارننگ کرتا، پھر سب سے نمستے ہوں کرتا
کچھ دن ماں اوبئے پھر گوبے، کو تیار پچکے بڑھیا لوبئے
پکّا کسان کا حال گائے، اب جائت اپنے گھرئیں بھائے
کریں پھر بندگی سر جھکائے، ہم پکّے اہن کسان بھائے



ننھا مانجھی

(جناب احمد ندیم قاسمی بی۔ اے)

کشتی کنارے سے لگی ہی تھی۔ کہ ننھا ملّاح اُچھل کر میرے قریب آیا۔ اور میرے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے لگا۔ "آج تو آپ میرے مہمان رہیں۔ خدا کے لئے بابو جی۔۔۔۔۔۔ رسول کے لئے!۔۔۔۔۔۔ آج رات میری جھونپڑی میں گزاریئے۔ میرا بوڑھا باپ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوگا + بابو جی۔۔۔۔ آپ ایک دن بھی نہیں نکال سکتے؟۔۔۔۔ اپنے غلام کے لئے آپ ایک دن بھی نہیں نکال سکتے؟ میں ابھی شہر جا کر گوشت لے آؤں گا۔ آپ۔۔۔۔۔۔"

ننھے مانجھی کی یہ فریاد اس معصوم دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی۔ جس نے اس دنیا میں آکر پانی اور صرف پانی ایسی مصفا چیز سے تعلق پیدا کیا تھا۔ جس نے اس کرّے کے غلیظ انجیروں سے بے خبر ہو کر ایک ایسی پاکیزہ فضا میں پرورش پائی تھی۔ جس میں کسی چیز کو محبت سے دیکھنا جرم نہیں سمجھا جاتا!

ننھے مانجھی کو میں دو سال سے جانتا تھا۔ مہینے میں ایک بار مجھے ضرور دریا پار جانا پڑتا تھا۔ اس لئے مجھے اس لڑکے سے اسقدر اُنس ہو گیا تھا کہ صرف اس کی کشتی پر سوار ہونے کی غرض سے اس کے انتظار میں میں نے کئی راتیں خنک ساحل پر گزاردی تھیں۔ بوڑھے ملّاح مجھے سرپھرا سمجھنے لگے۔ مسافر مجھے بے کار نوجوان کہنے لگے۔ لیکن مجھے اس لڑکے کی ننھی کشتی۔ بڑا سا چپّو اور دمکتی ہوئی معصوم آنکھیں یاد آجاتیں اور میں آرام سے پاؤں پھیلائے نیلگوں آسمان کی بے پایاں وسعتوں میں نگاہیں دوڑاتا رہتا اور آخر ننھے مانجھی کے کالے کالے چپّوؤں کی مست چپ شپ سے چونک اُٹھتا۔

وہ مجھے دیکھ کر بے اختیار ہنستا اور جب کشتی کو باندھ کر میرے پاس آتا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوتیں وہ میرے سامنے بولنے کی کوشش کرتا لیکن احساسات کے طوفان سے اس کی زبان گنگ ہو جاتی۔ وہ صرف ہنس دیتا اور خوشی کے آنسو اس کے سانولے رخساروں پر تھرکتے ہوئے نیچے گیلی ریت میں کھو جاتے!

میں اسے ہمیشہ اس مقررہ نرخ سے دُگنی تگنی رقم دے دیا کرتا تھا۔ اور ہر مہینے شہر سے اس کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لے آتا۔ اب کے میں اس کے بوڑھے باپ کے لئے سات گز کی گلابی پگڑی لے آیا۔ جسے دیکھ کر اس کی شفاف آنکھیں اور زیادہ چمکنے لگیں!

"بابو جی۔ اگر آج آپ میرے گھر نہ گئے تو میں کشتی چلانا ہی چھوڑ دوں گا"

ننھے مانجھی نے آستین سے آنسو پونچھے اور میرا سوٹ کیس سر پر رکھ کر ایک طرف چل پڑا اب مجھے اُس دن دفتر میں حاضر ہونا تھا۔ میں نے اُسے ہر ممکن طریق سے سمجھایا کہ بھائی میں نوکری سے برخاست ہو جاؤں گا۔ مجھ پر جرمانہ ہو جائے گا۔ وہ مجھے پھر ادھر نہ آنے دیں گے"۔ لیکن اوّل تو وہ ان شہری اصطلاحات کو سمجھنے ہی سے قاصر تھا۔ اور اگر اس کے معصوم دل میں اس خطرات کا کچھ احساس پیدا بھی ہوتا۔ تو فوراً مٹ جاتا۔ اور وہ اپنے ضعیف باپ کا واسطہ دے کر مجھ سے کہتا کہ "آج ضرور میرے مہمان بنئے"۔۔۔۔۔۔ مجبوراً میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ اور وہ ایک نہایت لذیذ تقریر کرنے میں مصروف رہا۔

"بابو جی۔ وہ سامنے دھندسی ہے نا؟ ۔۔۔۔ اُسی میں ہماری جھونپڑی ہے۔ میرا باپ بہت بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کے بال آٹے کی طرح سفید ہو گئے ہیں۔ وہ کھانا کھاتا ہے۔ تو ایک ایک لقمہ چبانے میں بہت وقت خرچ کر دیتا ہے، پھر بھی چبا نہیں سکتا بابو جی! ہم نے ایک بکری بھی پال رکھی ہے۔ میں جا کر اس کا دودھ دوہوں گا۔ پھر اس میں روٹی بھگو کر کھلاؤں گا وہ میرا منتظر بیٹھا ہوگا۔ جھونپڑی کے دروازے پر یا اندر کھاٹ پر! جو چیز اس پگڈنڈی سے گزرتی دکھائی دے گی۔ وہ اسے دیکھ کر سمجھے گا کہ میرا ننھا آگیا۔

"رات کو میں اس کے پاؤں دباتا ہوں لیکن بابو جی! ہڈیاں دبانے سے آرام کیا ملتا ہوگا۔ بابو جی! ایک دن میری کشتی

میں ایک لاش ڈال دی گئی۔ مجھ سے کہا۔ کہ اسے اُس پار لے چلو۔

میں نے کنارے پہنچ کر اُس کے مُنہ سے کپڑا ہٹایا تو وہ ایک بوڑھا۔ سفید بھوؤں والا بزرگ تھا۔ میں نے اس کے رشتہ داروں سے پوچھا۔ تو اُنھوں نے کہا۔ کہ اپنے بیٹے کی شادی پر جاتے ہوئے راستے ہی میں مرگیا بیچارا!

"بابوجی! اُس دن سے مجھے بھی یہ خیال آیا کرتا ہے۔ کہ کسی دن اگر میرا باپ بھی مرگیا تو میں کیا کروں گا؟ پھر مجھے چپوّ چلانے اور ماہیا گانے میں کچھ لطف نہ آئے گا بابوجی! اپنی ماں تو میں نے دیکھی ہی نہیں۔ میرے بچپنے ہی میں سدھار گئی۔ باپو کہتا ہے۔ کہ وہ بہت اچھی تھی۔ دریا کنارے اس کی قبر ہے۔ میں اکثر وہاں جاکر اُس پر اُگی ہوئی گھاس توڑ توڑ کر کھایا کرتا ہوں۔ اور بابوجی! اس گھاس میں سُرخ سُرخ بیروں اور سفید سفید توُلتوں سے زیادہ مٹھاس ہوتی ہے۔"

اُس نے پہلی مرتبہ میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے ماں باپ جیتے ہیں بابوجی؟"

"باپ تو مرگیا ہے مانجھی! ماں زندہ ہے۔ تمھارے باپ کی طرح بوڑھی ہے۔"

"اللہ کرے جیتی رہے آپ کی ماں۔ آپ بھی دعا کریں کہ خدا کرے میرا باپ بھی بہت دیر تک جیتا رہے۔ بابوجی! ہمارا خدا آسمانوں پر رہتا ہے نا؟"

بچوّں کا خیال خدا کی طرف ہو جائے تو وہ عجیب عجیب نکتے نکالتے ہیں۔ اس لئے میں نے جواب دیا "ہاں!"

پھر اُس نے ذرا رُک کر پوچھا "اور اپنے بندوں کو زمین پر پھینک دیا؟"

"ہاں وہ سب سے اعلیٰ۔ سب سے اونچا ہے۔ اُسے اونچا ہی رہنا چاہیئے۔"

"انسان کو زمین پر بھیج کر پھر واپس کیوں بُلا لیتا ہے؟"

"نہ بُلائے تو یہ دُنیا جلد ہی پُرانی ہو جائے مانجھی۔"

اس جواب سے اُس کی تسلی ہو گئی۔

چلتے چلتے وہ کئی جگہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اور جب میں نے اِس سے اسکی وجہ پوچھی۔ تو بولا "بابوجی! "جی چاہتا ہے۔ آج تو ہنستا ہی جاؤں آج تو میرے لئے عید ہو گئی۔ میرا باپو تو خوشی سے رو دے گا۔"

بابوجی! ہمارے ہاں آپ جیسے لوگ کب آتے ہیں۔

میں حیران تھا۔ کہ مانجھی کی اس بے پناہ محبت کا بدلہ کیسے اُتاروں گا۔ یہ تو میری پوجا کرتا ہے! میں سوچتا گیا کہ اس کا باپ مجھے دیکھ کر مسرّت سے کانپنے گا۔ جُھک کر میرے ساتھ مصافحہ کرے گا مجھے چارپائی پر بٹھائے گا۔ خود دیوار سے پیٹھ لگا کر زمین ہی پر بیٹھ جائے گا۔ مانجھی کو قصبے سے گوشت اور سوجی لانے کو کہا اور پھر شام کو ہم تینوں اکٹھا کھانا کھائیں گے۔ غریبوں کا مہمان بننے میں جو لذّت ہے وہ امیروں کے مہمان بننے میں کہاں! امیروں کے ہاں تکلّف۔ ظاہری مُسکراہٹ اور کھوکھلی تعریفیں! غریبوں کے ہاں سادگی اخلاص اور حقیقی مسرّت! آہ اگر ساری دنیا غریب ہوتی ساری دنیا کی معاشرت کا معیار اس ننھے مانجھی کے باپ کا سا ہوتا تو کتنی خوش قسمت ہوتی یہ کائنات! یہ زہریلی گیس! یہ بجلیاں برساتے ہوئے ہوائی بھوت! یہ آگ اُگلنے والی آہنی ڈائنیں۔ یہ کلیجے بھونتی ہوئی چکدار نالیاں۔ یہ گردنیں اُڑاتی ہوئی تلواریں یہ رگیں کاٹتے ہوئے نیزے۔ یہ سب نابود ہوتے! سادگی کی میٹھی میٹھی پھواریں..... سکون و اطمینان کے خنک و لطیف جھونکے..... زندگیاں فطرت کی ہلکی ہلکی تھپکیوں۔ دھیمے دھیمے ہلکوروں سے لطف اندوز ہوتیں۔ اور پھر..... پھر انسان ہمیشہ جینے کی خواہش کرنے میں حق بجانب ہوتا! لیکن اب..... اب تو.....!

مانجھی کی آواز آئی "بابوجی!"

میرا سلسلہ خیالات ٹوٹ گیا۔ ہوائی قلعے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئے۔

"بابوجی! وہ ہے ہماری جھونپڑی! دیکھی آپ نے؟ بولوں میں پھنسی ہوئی۔ وہ جس کی دیوار کا ایک حصّہ گر چکا ہے!..... ہاں وہی!"

دروازہ کھلا تھا۔ دروازے کے ساتھ ایک بکری بندھی تھی۔ جو گردن اُٹھائے شاید مانجھی ہی کی منتظر تھی۔ اِس کے پاؤں میں زیادہ تیزی آ گئی۔ وہ دوڑتا ہوا وہاں پہنچ جاتا۔ مگر مجھے مُڑ کر دیکھتا اور رفتار کم کر لیتا تھا۔ وہ آج کتنا خوش تھا۔ کشتی سے اُتر کر جھونپڑی تک آنے کے دوران میں اُس کے معصوم لبوں کے کانپتے ہوئے گوشے کھلے ہی رہے! اس کی آنکھیں مُسکراتی ہی رہیں!...... اس کے نچلے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان پسینے کے دو چار قطرے شاید شدّت احساس کا ثبوت پیش کر رہے تھے۔ بکری اُسے دیکھ کر زور زور سے ممیائی! اس نے سوٹ کیس دیوار کے ساتھ رکھ دیا اور بھاگ کر اندر گیا۔

"باپو.. .. باپو..... باپوجی.... باپو.... باپو!"

میں اندر گیا۔ بوڑھا سو رہا تھا۔

"سونے دو مانجھی! آرام کرنے دو۔"

"لیکن بابوجی.... باپو اس وقت پہلے تو کبھی نہ سویا کرتا تھا!"

جب میں نے نبض پر ہاتھ رکھا تو سامنے دیوار کے شگافوں میں سے موت مجھے گھورنے لگی! میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ میں نے کانپ کر مانجھی کی طرف دیکھا اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے دبایا۔ اور کہا۔ "آپ رو کیوں رہے ہیں؟"

یہ کہہ کر وہ بھی رونے لگا۔

میں نے اُسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تمھارا باپو چل بسا۔"

وہ پوری قوت سے میرے بازوؤں کی گرفت سے چھوٹ کر اپنے باپ پر جا گرا۔ اس کی لاش کو چیخ چیخ کر جھنجھوڑا اس کی

آنکھیں کھول کھول دیکھیں۔ اُس کا سر اُٹھا اُٹھا کر ہلایا۔ چارپائی کے پایوں سے اپنا سر ٹکرا ٹکرا کر مانجھا نے بری طرح زخمی کر لیا۔
میں نے کہا "مانجھی ... بہت نہ روؤ" لیکن اُس نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا۔ جیسے ساری دنیا میں ایک میں ہی اس کا دشمن ہوں۔ میں نے سمجھا۔ اسکی دھڑکتی ہوئی آنکھوں سے اس کی روح نکل کر مجھے دبوچ لے گی! ننھے مانجھی کی محبت اب بوڑھے "بابو" کی ٹھنڈی اور اکڑی ہوئی لاش پر مرکوز ہو چکی تھی۔ وہ بابو کو بھول گیا تھا!

اسکے بعد میں نے بوڑھے کی تجہیز و تکفین مناسب طریقے پر کر دی۔
مانجھی کو اب میں اپنے گھر لے آیا ہوں لیکن کشتی چلانے یا مجھ سے باتیں کرنے کے بجائے اب وہ ایک کمرے میں پڑا میری لائی ہوئی سات گز کی گلابی پگڑی کو گھورتا رہتا ہے۔

(چوپال)

خمریات

(از حضرت خمار بارہ بنکوی)

دل ہے برائے نام اب دل میں شگفتگی نہیں
گل ہے مگر مہک نہیں شمع ہے روشنی نہیں

عاشقی اور بقید ذوق کفر ہے عاشقی نہیں
اُسکی خوشی پہ جان دے اپنی خوشی خوشی نہیں

موسم رنگ و نکہت کی اب وہ ہما ہمی نہیں
سبزہ و ابر ہیں سبھی ایک فقط وہی نہیں

سر رہے اختیار میں سجدہ وہ سجدہ ہی نہیں
بندگی اور بقید ہوش کھیل ہے بندگی نہیں

بس نہ بڑھا سکے کیفیت رنج کی چاشنی نہیں
ایسی خوشی کا ذکر کیا ایسی خوشی خوشی نہیں

حسن کا دیکھ دل نہ توڑ ضبط کو ضبط کر کے چھوڑ
زہر ملے تو منہ نہ موڑ عشق ہے یہ ہنسی نہیں

اُسکی نظر ملی تو کیا اُسکی نظر پھری تو کیا
جس میں رہے یہ امتیاز عشق وہ عشق ہی نہیں

زاہد سادہ لوح کی ہائے ری چیرہ دستیاں
مے کو بتا رہا ہے تلخ ظلم یہ ہے کڑی نہیں

جینے کو جی رہا ہوں میں اُسکے بغیر بھی مگر
زندگی جس کو کہہ سکوں ایسی تو زندگی نہیں

ناصحا دیکھ ناصحا اب تو بہت سنا چکا
دور ہو میرے پاس سے تجھ پہ ابھی پڑی نہیں

کر گئی چشم مست کام ہو گیا نشہ تمام
مے کشو اب مرا سلام فرصت مے کشی نہیں

دست طلب بڑھائے جا یونہی صدا لگائے جا
اُسکے حریم قدس میں دیر ہے دھاندلی نہیں

رو رو کے آہ تا بہ کے یونہی کوئی بسر کرے
میرے نصیب میں خمار جیسے کہ موت ہی نہیں

فوج کے لئے ٹوپیوں کی مانگ

از جناب رام نرائین گوڑ، لیگسٹائل انسپکٹر، وار سپلائر، کو آپریٹو
ڈپارٹمنٹ، یو۔پی

ایسی بہت سی خانگی صنعتیں ہیں جن کے ذریعے جنگ کے لئے متعدد ضروری چیزوں کی ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ دیہاتی باشندے اِن صنعتوں کو اپنانے سے نہ صرف اپنی ہی آمدنی بڑھا سکتے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ سامان جنگ مہیا کرکے فتح کے لئے اتحادیوں کی مدد بھی کرسکتے ہیں۔ چونکہ ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں زیادہ تر دیہات ہی میں قائم ہیں۔ اسلئے اپنے ممبروں کو خانگی صنعت و حرفت سکھانے کی ترغیب دے کر وہ جنگ میں بیش قیمت حصہ لے سکتی ہیں۔

کئی خانگی صنعتیں ایسی ہیں جنکے کرنے سے اپنا پیٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ گاؤں والے جنگ میں امداد پہنچا سکتے ہیں۔ مثلاً نیواڑ بُننا، اون کا تنا، سُتلی بٹنا، مرہم پٹی کا کپڑا اُبننا، ٹاٹ پٹی کا بنانا، دھوکہ دینے والے جال تیار کرنا، ہسپتالی کمبل بُننا، ٹوپ بنانا وغیرہ قریب قریب سبھی چیزیں ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں تیار کرکے میدان جنگ میں بھیج رہی ہیں۔ ابھی تک تقریباً ۳۰ پینتیس لاکھ روپئے کا سامان محکمہ امداد باہمی کے ذریعہ جنگ کے لئے مہیا کیا جا چکا ہے۔

ان سب چیزوں میں سب سے نیا اور عجیب لیکن ساتھ ہی بیحد مفید سامان جسکو محکمہ امداد باہمی نے بنوانے اور سپلائی کرنے کا بیڑہ اُٹھایا ہے اور وہ فوج کے لئے ٹوپوں کی مانگ پوری کر رہا ہے۔ ابھی تک فوج کے لئے ٹوپوں کی سپلائی بنگال سے اور خصوصاً کلکتہ سے پوری ہوتی تھی۔ لیکن حال میں ان ٹوپوں کی مانگ اتنی بڑھ گئی ہے کہ بنگال اور کلکتہ اس کی تعمیل نہ کرسکا۔ چنانچہ ہمارے صوبہ سے اِن ٹوپوں کی فرمائش کی تعمیل کی تجویز ہوئی۔

بنگال میں ضلع جیسور کے گرد و نواح میں تالابوں اور راستوں میں ایک پودہ اُگتا ہے جسکو کھکھری کہتے ہیں۔ اس کا گودہ سفید اور بہت ملائم اور لکڑی نہایت ہلکی ہوتی ہے۔ بنگال میں یہی ٹوپ بنانے کے کام آتی ہے۔ اور چونکہ آج کل اس کی مانگ ٹوپ بنانے کے لئے بہت بڑھ گئی ہے اسلئے حکومت بنگال نے اسکی برآمد صوبہ سے باہر بند کر دی ہے۔ اس وجہ سے ہمارے صوبہ کو فوجی ٹوپ بنانے کے لئے اپنے صوبہ میں ہی پیدا ہونے والے کچے مال پر قناعت کرنی پڑی۔ تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ صوبہ کے مشرقی اضلاع مثلاً گورکھپور، بستی، جونپور، بنارس، الہ آباد (پھولپور) وغیرہ میں کافی مقدار میں کھکھری پیدا ہوتی ہے۔ لیکن لاعلمی کے باعث اس کا کچھ استعمال نہیں ہوتا تھا اور گاؤں والے اسے یا تو جلا ڈالتے ہیں یا مویشیوں کو کھلا ڈالتے ہیں۔ غور نہ ہونے کے باعث اِن اضلاع میں کھکھری کی پیداوار میں کوئی ترقی نہیں ہوئی جیسی کہ بنگال میں ہوئی اس سے یہاں کی کھکھری سخت، گانٹھ دار، پتلی اور بھاری ثابت ہوئی۔ تاہم یہ ضروری سمجھا گیا کہ کھکھری اگر ترقی دادہ طور پر پیدا کی جائے تو اس صوبہ میں بھی بنگال کی طرح اچھی کھکھری پیدا ہو سکتی ہے۔ اس صوبہ میں ملنے والی کھکھری کی پیداوار سے کچھ فوجی ٹوپوں کے نمونے الہ آباد میں بنوائے گئے اور یہ فوجی محکمہ نے اچھے بتلائے۔

کھکھری کے علاوہ اس صوبہ میں پیدا ہونے والے دوسرے مال سے بھی ٹوپ بنانے کی تدبیر سوچی جا رہی ہے۔ کیونکہ کھکھری کے بکثرت نہ ملنے پر بھی ہمارے صوبہ میں ایسے بہت سے پودے ہوتے ہیں جس کا گودہ کھکھری جیسا ملائم اور جنکے ڈنٹھل کھکھری کے مقابلے ہی کے ہلکے ہوتے ہیں۔ تحقیقات کرنے سے ایسی چیزیں سرکنڈہ (سینٹھا) چری (جوار) اور مکا کے پودے کے ڈنٹھل ثابت ہوئے جو ٹوپ بنانے کے کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ تحقیقات کرنے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ رُڑکی میں ایسے کاریگر ہیں جو ان چیزوں سے ٹوپ کا خول تیار کرتے ہیں۔ ان کاریگروں کی مدد سے سرکنڈے کے گودے کے خول بنا کر فوجی محکمہ کو بھیجے گئے۔ فوجی محکمہ نے تحقیقات کے بعد انکو منظور کیا اور محکمہ امداد باہمی کو ایک لاکھ فوجی ٹوپ بنانے کا آرڈر ماہ فروری میں دیا گیا۔



مرکزی محکمہ امداد باہمی میں سرکنڈہ صاف کرکے گانٹھوں پر سے کاٹ کر اس کی پوریاں کرلی جاتی ہیں۔ یہ کام امداد باہمی کے ممبران کرا رہے ہیں۔

فوجی ٹوپ بنانے کا کام فوراً شروع کیا گیا اسکے لئے دو مرکز قائم کئے گئے۔ ایک الہ آباد، جہاں مشرقی اضلاع میں کھکھری سے ٹوپوں کے خول بنائے جارہے ہیں اور دوسرا رُڑکی جہاں سرکنڈے کا گودا خول بنانے کے کام میں آتا ہے۔ کھکھری کی پیداوار کم ہونے کی وجہ سے اور اُس سے ٹوپ بنانے والے کاریگر زیادہ تعداد میں نہ ملنے سے (کیونکہ یہ خانگی صنعت ابھی صرف بنگال ہی تک محدود تھی) الہ آباد میں رُڑکی کے مقابلہ میں کام چھوٹے پیمانہ پر شروع کیا گیا۔

رُڑکی میں جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے، ٹوپ کے خول سرکنڈے کے گودے کے بنتے ہیں۔ تکسر دامنوں اور دہرہ دون کے آس پاس پہاڑ کی ترائی سے لگا ہوا جنگل ہے۔ جہاں سرکنڈا کثرت سے ہوتا ہے۔ سرکنڈا جو ٹوپوں کے خول بنانے کے کام میں آتا ہے موٹا اور ملائم گودے دار ہونا چاہیئے۔ یہ "ڈھولو" ذات کا سرکنڈا کہلاتا ہے۔ سرکنڈا جنگل سے بیل گاڑیوں پر پولے بینڈ باندھ کر لایا جاتا ہے۔ ایک پولا یا بینڈ کا وزن ۲ ½ سیر سے ۱۰ سیر تک ہوتا ہے۔ اس کا نرخ فیصد بینڈ ۵ روپئے سے ۱۰ روپئے تک ہوتا ہے۔ ٹوپ بنانے کے امداد باہمی سنٹر پر سیکڑوں گاڑی بینڈ خریدا جا چکا ہے۔ سرکنڈے کی جانچ اور بینڈ کا نرخ طے کرنے کا بہت تجربہ کے بعد یہ طریقہ رائج کیا گیا ہے کہ ایک گاڑی میں سے ایک اوسط درجہ کی بینڈ نکال کر تولی جاتی ہے پھر بینڈ کا ہر ایک سرکنڈہ دیکھا جاتا ہے اور سرکنڈے سے ہر ایک گانٹھ پر کاٹ کر اسکی چھوٹی پوریاں یا ٹکڑے کر لئے جاتے ہیں۔ ان پوریوں کو چھانٹا جاتا ہے، جو خراب یا بہت پتلی ہوتی ہیں وہ الگ نکال دی جاتی ہیں اور موٹی کام کے لائق چھانٹ لی جاتی ہیں۔ اِن عمدہ قسم کی پوریوں کو پھر تولا جاتا ہے اور جتنی زیادہ کام میں آنے والی پوریاں ایک بینڈ میں سے نکلتی ہیں اُتنی ہی زیادہ قیمت سرکنڈے کی لگائی جاتی ہے۔ مثلاً اگر پانچ سیر وزن کی بینڈ میں سے ڈھائی سیر سرکنڈا نکلا تو اس بینڈ کی قیمت سوا چھ روپئے فی صد ہوگی۔ سرکنڈے کی قیمت لانے والے کو فوراً نقد دی جاتی ہے اور انکو زیادہ



لڑکے سرکنڈا چھیل کر ٹوپ بنانے کے لئے گولی تیار کر رہے ہیں۔

رکنا نہیں پڑتا۔ سنٹر میں سرکنڈا برابر جمع کیا جا رہا ہے کیونکہ سنتے ہیں کہ اپریل کے بعد محکمہ جنگلات جنگل میں کھڑے ہوئے سرکنڈے کو جلوا دیتا ہے اور پھر سرکنڈا نہیں ملتا۔

سرکاری مرکز میں آجانے کے بعد جیسا کہ اوپر بتلایا جا چکا ہے سرکنڈہ صاف کیا جاتا ہے اور گانٹھوں پر سے کاٹ کر اس کی پوریاں کر لی جاتی ہیں۔ یہ کام زیادہ تر قرب جوار کی کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے ممبران ہی کرتے ہیں جنکو کٹائی کا ٹھیکہ دیا جاتا ہے بینڈ کی کٹائی پونے دو روپئے فیصدی جاتی ہے اور ایک آدمی دن بھر میں ۳۰ سے ۳۵ بینڈ کاٹ لیتا ہے جس سے وہ چھ آنے سے ۷ آنے یومیہ کی مزدوری کر لیتا ہے تصویر نمبر ایک میں آپ آدمیوں کو گنڈاسے سے سرکنڈا کاٹتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ دیکھئے یہ لوگ معقول مزدوری ملنے کے باعث کتنی خوشی سے کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

سرکنڈے کی پوریاں کٹ جانے کے بعد وہ چھیلی جاتی ہیں۔ چھلائی کا کام اکثر لڑکے اور لڑکیاں کرتی ہیں۔ جو عورتیں یا لڑکیاں مرکز میں کام کرنے نہیں آسکتیں اُن کو گھر پر سرکنڈا پہنچانے کا انتظام مرکز کرتا ہے۔ سوا سیر سرکنڈے کی پوریوں سے تقریباً ۳ چار چھٹانک چھلا ہوا گودا نکلتا ہے۔ ایک لڑکا عمر کے مطابق دن بھر میں ۱۲ چھٹانک سے ڈیڑھ سیر تک گودا چھیل کر تیار کرتا ہے اور ایک پیسہ فی چھٹانک کے حساب سے ۳ آنے سے ۶ آنے چھٹانک تک مزدوری پاتا ہے۔ لڑکوں کو گودا چھیلنے کے لئے چھریاں سنٹر سے دیجاتی ہیں۔ تصویر نمبر ۲ میں دیکھئے لڑکے گودا چھیلکر تیار کر رہے ہیں۔ مرکز اور گھروں میں کل ملاکر ۵۰ ساٹھ لڑکے اور لڑکیاں یہ بغیر محنت کا سیدھا سادہ کام کر کے اپنے والدین کی آمدنی بڑھاتے ہیں۔

اس بہت ہلکی اور نرم چھلی ہوئی گولی سے ٹوپوں کے خول بنائے جاتے ہیں۔ خول مٹی کے سانچوں پر بنائے جاتے ہیں یہ مٹی کے سانچے پہلے صرف ہاتھ سے کچھ کاریگر بناتے تھے اور دن میں دو یا تین یا اس سے زیادہ سانچے تیار نہ کر سکتے تھے۔ چونکہ ہمارے کوآپریٹو سنٹر کو تقریباً ۱۰۰۰ سانچے فوجی ٹوپ بنانے کے لئے فوراً چاہیئے تھے اس لئے اِن مٹی کے سانچوں کے بنانے کا ایک پیچیدہ مسئلہ سامنے آیا پہلے کنکریٹ سیمنٹ کا ایک سانچہ تیار کیا گیا۔ اس نے کام ٹھیک کیا مگر زیادہ دن نہ چل سکا اسکے بعد یہ سوچا گیا کہ کچھ لوہے کے سانچے بنوائے جائیں جن میں مٹی کا گارا بھر کر جس طرح اینٹ پاتھی جاتی ہے اُسی طرح مٹی کے سانچے بنائے جائیں۔ اب



رڑکی ہیٹ سنٹر کا ایک فوٹو۔ ابھی حال میں جناب بی۔ ایل جسپال ڈپٹی رجسٹرار کو آپریٹو سوسائیٹیز نے اس سنٹر کا معائنہ کیا تھا۔ کام کرنے والوں کے ساتھ جناب جسپال مالا پہنے دکھائی دیتے ہیں۔

سوال پیدا ہوا کہ سانچے کیسے اور کہاں بنیں؟ اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب وار سپلائز کی اجازت سے لوہے کے سانچے بنوانے کے لئے سول انجنیرنگ کالج رڑکی کے ورکشاپ سے مدد لینے کا خیال آیا۔ چنانچہ وہاں جاکر ورکشاپ کے سپرنٹنڈنٹ صاحب سے اپنی مشکلات بتلائی گئیں اور اُن سے مدد کی درخواست کی گئی سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ کیپٹن شرما صاحب نے بڑی ہمدردی کے ساتھ ہماری مدد کی اور ایک ہفتہ کے اندر لوہے کے چھ سانچے بنوا دئے گئے۔ لوہے کے سانچوں کا بننا تھا کہ ایک بڑی مشکل حل ہوگئی۔ ان کے ذریعے ایک ہفتے کے اندر کاریگروں نے تقریباً ۸۰۰ مٹی کے سانچے بنا ڈالے اور ٹوپوں کے لئے خول بنانے کا کام زوروں سے شروع ہوگیا۔

سرکنڈے کے گودے سے خول بنانے کا کام رڑکی کے آس پاس دیہاتوں میں عرصے سے ہوتا ہے۔ یہ کام اکثر گھروں میں عورتیں کرتی ہیں۔ پہلے مٹی کے سانچے پر کاغذ لپیٹا جاتا ہے اُسکے اوپر خوب لیئی لگائی جاتی ہے تاکہ گودا اُس پہ چپک سکے۔ گودے کو انگلیوں سے موڑ کر اس لیئی دار کاغذ سے منڈھے ہوئے سانچے پر دبا کر چپکاتے ہیں۔ پہلے ایک تہ گودے کی لگائی جاتی ہے اور جب وہ جم جاتی ہے تو اُسے دھوپ میں سکھانے کو رکھ دیتے ہیں۔ سوکھنے پر دوسری اور کبھی کبھی گودے کی تیسری تہ چڑھائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جتنی موٹائی ٹوپ کی لانی ہو اُسی اندازے سے خول کی موٹائی رکھی جاتی ہے۔ گودے کی تہ چڑھانے سے جب ٹوپ کا خول ضرورت کے مطابق موٹا ہو جاتا ہے تو پھر اس پر سوت کی ڈور اس طرح باندھتے ہیں کہ یہ خوب مضبوطی سے سانچے پر جمع رہے۔ جب سب خوب اچھی طرح سوکھ جاتا ہے تو خول کو سانچے پر سے اُتار لیتے ہیں ایک خول بنانے کی مزدوری رڑکی میں تین سے چار پیسہ دی جاتی تھی لیکن محکمہ امداد باہمی نے مزدوری بڑھا کر چھ پیسہ کر دی ہے۔ ایک کاریگر دن میں ۶ سے ۸ خول تک تیار کرتا ہے جس سے اُسے نو سے ۱۲ آنے یومیہ مزدوری مل جاتی ہے۔ جو عورتیں گھر پر گرہستی کے دیگر کاموں کے علاوہ فاضل وقت میں خول بنانے کا کام کرتی ہیں وہ بھی چار چھ آنے یومیہ پیدا کر لیتی ہیں اس وقت تقریباً ۱۵۰ عورت و مرد رڑکی کو آپریٹو سنٹر کی نگرانی میں فوجی ٹوپوں کے خول بنانے کا کام کر رہے ہیں۔ تقریباً ۶۰۰ خول روزانہ تیار ہوتے ہیں اور انکی بنوائی کی اُجرت تقریباً ۴۰۰ روپئے فی ہفتہ غریب دیہات کے رہنے والوں میں تقسیم کی جاتی ہے یہ رقم سرکنڈہ اکٹائی اور گودا چھلائی کی مزدوری کے علاوہ دیجاتی ہے۔

سانچے پر سے اُتارنے کے بعد خول کی صفائی کی جاتی ہے۔ پہلے تیز چاقو سے چھیل کر یکساں کر لیتے ہیں اور بعد میں جھانوا پتھر سے گھستے ہیں۔ جب ان کی سطح ہموار اور چکنی ہو جاتی ہے تو خول کے اوپر کاغذ چپکایا جاتا ہے۔ اب یہ کپڑا چڑھانے کے لئے تیار خولوں کی چھلائی اور صفائی جسے ڈریسنگ کرنا کہتے ہیں، کاریگر کرتے ہیں۔ ایک کاریگر تقریباً ۲۰ خولوں کی ڈریسنگ دن بھر میں تیار کرتا ہے اور تقریباً ایک روپیہ کی مزدوری کرتا ہے۔

اب ٹوپوں پر لائننگ لگانا، کپڑا چڑھانا، اُن کا سائز ٹھیک کرنا، چن اسٹرپ ہیڈ بنڈ اور وینٹی لیٹر وغیرہ لگانے کا کام رہ گیا۔ یہ سب کام تربیت یافتہ درزی کرتے ہیں۔ پہلے یہ کام کلکتہ یا دوسرے شہروں میں ہوتا تھا لیکن اب ہمارے صوبہ میں بھی اس کام کو کرنے والے درزی ٹرینڈ کئے گئے ہیں۔ اچھا اور قاعدے کے ساتھ ہیٹ کو بنگ کرنا مشکل کام ہے۔ ہمارے صوبہ میں اس کام کے کرنے والے کاریگر بہت تھوڑے ہیں جس سے یہ لوگ زیادہ مزدوری مانگتے ہیں اور کام دیر سے ہوتا ہے۔ یہ دقت ابھی حل نہیں ہوئی ہے لیکن اس کی برابر کوشش کی جا رہی ہے۔

میدانی دیہاتوں میں جنگل اور چراگاہوں کی ضرورت

(از مسٹر ایس۔ ایس۔ نیگی فاریسٹ ڈیولپمنٹ افسر یو۔ پی)

آج سے تقریباً دو سو سال قبل ہر ضلع میں جنگل اور باغات کافی تعداد میں تھے کھیتی باری اور جلانے کے لئے لکڑی قریب قریب ہر گاؤں میں ملتی تھی۔ جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی، ویسے کھیتی پھیلنے لگی جنگل بھی کاٹے جانے لگے جنگلوں کو بچانے کے لئے کوئی قانون نہ ہونے کے باعث میدانی دیہاتوں کے آس پاس کے جنگل کاٹ دئے گئے اور اب یہ حالت ہے کہ لکڑی جلانے کا کیا ذکر کھیتی باری کے لئے بھی آسانی سے نہیں مل سکتی۔

ہمارے صوبے میں اب جنگل صرف ترائی میں جہاں آب و ہوا خراب ہے، بھابر میں جہاں پانی نہیں، پہاڑوں میں، جہاں پہنچنا مشکل ہے پائے جاتے ہیں۔ لیکن ۴۰۰ سال قبل دریائے جمنا تک جنگل پائے جاتے تھے، جہاں کہ اب جنگل کا نام و نشان بھی نہیں، جنگل کے بجائے بڑے بڑے کھر پڑے ہوئے ہیں۔

جنگل سے کسانوں کو کیا کیا فوائد اور آرام ہیں اس کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ دیہاتی جنگلوں کے آس پاس کے دیہاتوں کی حالت دیکھی جائے۔ انکو جلانے کے لئے ایندھن ہل وغیرہ کے لئے لکڑی، چھپروں کے لئے بلیاں اور گھاس پھوس وغیرہ تقریباً مفت ملتا ہے۔ مویشیوں کی چرائی کا آرام ہے۔ جلانے کے لئے لکڑی مفت مل جانے کی وجہ سے گوبر قریب قریب بالکل نہیں جلایا جاتا بلکہ کھاد بنا کر کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ جاڑوں میں جب کھیتی کا کام ختم ہو جاتا ہے تو کسان جنگلوں میں کام کرکے کافی آمدنی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری جنگلوں کے قرب و جوار کے گاؤں والوں کی حالت میدان کے دیہاتوں سے اچھی ہے۔

میدانی دیہاتوں میں، جیسا کہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا، بُری حالت ہے۔ جلانے کی لکڑی نہ ملنے کے باعث کسانوں کو مجبور ہو کر گوبر جلانا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کھیتوں کی پیداوار روز بروز کم ہوتی جاتی ہے اور آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مویشیوں کے لئے چراگاہ تک نہیں ہیں اور غریب سڑکوں کے کنارے مارے مارے پھرتے ہیں۔

اسکے علاوہ درختوں کے کٹ جانے سے برسات کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ تیزی سے بہہ کر نکل جاتا ہے۔ اس وجہ سے زمینیں جہاں سے درخت وغیرہ کاٹ لئے گئے ہیں سوکھی جا رہی ہیں اور پانی سے کٹتی جا رہی ہیں قریب قریب ہر ضلع میں ندیوں و نالوں کے کنارے کی زمین، جہاں کہ بہت اچھی کھیتی ہوتی تھی، برابر کٹتی جا رہی ہیں اور بہت سی زمینیں جو کہ ایک زمانے میں بہت خوبصورت اور زرخیز تھیں، درختوں کے نہ ہونے کی وجہ سے خشک اور گرم ہو گئی ہیں۔

گوبر کی کھاد، جو کہ کھیتی کی جان ہے، ہمارے ملک میں چولہوں میں جلائی جاتی ہے۔ ہمارے صوبہ میں تقریباً ۱۵ کروڑ من گوبر ہر سال جلایا جاتا ہے۔ اگر یہ گوبر کھیتوں میں دیا جاتا تو کم از کم ہمارے صوبہ کی پیداوار تقریباً ڈیوڑھی ہوتی۔ کھاد کے نہ ملنے کی وجہ سے زمینیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں اور پیداوار کم ہوتی جا رہی ہے۔ گوبر کی کھاد ایک قدرتی کھاد ہے جو کہ دیسی کھاد سے بہت زیادہ اچھی ہے۔ خدا نے جانوروں کو زمین کی پیداوار کے ماتحت نہیں بنایا بلکہ زمین کی پیداوار کو بھی جانوروں کے ماتحت بنایا ہے۔ ایک دوسرے کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں انسان اور جانور کے ماتحت زمین ہوتی جا رہی ہے، مگر زمین کی حالت پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ زمین جو پیدا کرتی ہے اس کے عوض جو گوبر کھاد کی شکل میں زمین میں پہنچنی چاہئے تھی وہ چولہوں میں جلائی جا رہی ہے اگر ہمارے ملک میں کھیتی کی بُری حالت ہو تو اس میں تعجب ہی کیا۔

ہمارے کسان بھائیوں کی حالت اُسی وقت اچھی ہو سکتی ہے جبکہ زمینوں اور مویشیوں کی حالت سدھاری جائے۔ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ موجودہ زمینوں میں اچھی جوتائی کرکے، اچھی اور کافی کھاد دیکر اور اچھے بیج بو کر کم از کم رقبوں میں زیادہ سے زیادہ اور اچھی فصل پیدا کی جائے۔ اگر کسی کے پاس ۱۰ بیگھہ زمین ہے تو یہ ضروری نہیں کہ تمام میں اناج ہی پیدا کیا جائے بلکہ اسکو چاہئے کہ ۸ یا ۹ بیگھہ میں اناج پیدا کرے اور باقی ایک یا دو بیگھہ میں ایندھن اور لکڑی کے لئے جنگل کے درخت لگائے اور جانوروں کے لئے چراگاہ چھوڑے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر اس طرح کھیتی کی جائے تو کم رقبہ میں کم محنت سے اور کم بیج ڈال کر زیادہ اور اچھا غلہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور مویشیوں کے لئے اچھی چراگاہیں بھی بن سکتی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چولہوں سے بچا کر گوبر کھیتوں میں کیسے پہنچایا جائے جب تک کہ جلانے کی لکڑی دیہاتوں میں سستی اور کافی مقدار میں نہ ملیگی اُس وقت تک کسانوں سے یہ امید کرنا کہ وہ اپنا چولہا ہی نہ جلائیں ناممکن ہے کسانوں کو ایندھن اور لکڑی وغیرہ اُسی وقت مل سکتی ہے جبکہ ہر ایک، گاؤں کے آس پاس

چھوٹے چھوٹے جنگل کافی تعداد میں ہوں۔ نئے ٹیننسی بل سے جو کہ یکم جنوری سنہ ۱۹۴۰ء سے نافذ ہوگیا ہے۔ کسان کو اپنی زمین کے دسویں حصہ میں درخت لگانے کا حق مل گیا ہے۔ اور ہر کسان کو اس قانون سے اپنی حالت سنبھالنے کے لئے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ اپنی زمین کے دسویں حصہ میں جنگل کے درخت لگائیں اور باقی میں کاشت کریں۔ اس طریقہ سے انکو جلانے اور ہل میں لگانے کے لئے لکڑی آسانی سے ملتی رہیگی اور گوبر چولہوں سے بچکر کھیتوں میں استعمال ہو سکے گا۔ انھیں چھوٹے چھوٹے جنگلوں میں جانوروں کے چرنے کے لئے بھی کافی گھاس ملے گی۔ جنگل کے درختوں کے لئے نہ تو بہت اچھی زمین کی اور نہ آبپاشی کی ضرورت ہے۔ معمولی زمین میں بغیر پانی دیئے ہوئے جنگلی درخت بہت آسانی سے تیار کئے جاسکتے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے جنگلوں سے کسانوں کے کام کے لئے نہ صرف لکڑی ہی ملے گی بلکہ جب درخت بڑے ہونگے تو بہت سے چھوٹے چھوٹے کاروبار، جیسے کہ سرکاری جنگلوں کے آس پاس اب موجود ہیں، چلائے جاسکیں گے جس سے کہ کھیتی کے علاوہ کسانوں کے لئے تھوڑی بہت آمدنی کا ذریعہ بھی ہوجائیگا۔

جنگل لگانے کا سب سے اچھا اور سستا طریقہ یہ ہے کہ جس کھیت میں جنگل کے درخت لگانے ہوں اُس میں ۱۵ سے ۲۰ فیٹ یا ۷ سے ۱۰ ہاتھ کے فاصلے پر دو فیٹ چوڑی اور ایک فٹ گہری قطاریں ڈال دیجائیں اور ان میں سے برسات شروع ہونے پر درختوں کے بیج بو دیئے جائیں قطاروں کے درمیان کی پٹریوں پر جو کہ ۱۳ سے ۱۸ فیٹ تک کی چوڑی ہونگی، بڑی آسانی سے ۴ یا ۵ سال تک کھیتی ہوسکتی ہے ہل چلانے یا پھیرنے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوگی۔ پودوں کی نگرانی اور نرائی و گوڑائی کا سب کام کھیتی کے ہی ساتھ ساتھ ہوتا رہیگا۔ جب درخت کچھ بڑے ہوجائیں گے اور کھیتی نہ ہو سکے گی، اسی وقت سے کسانوں کو تھوڑی بہت لکڑی جلانے کے لئے ان قطاروں سے ملنی شروع ہوجائیگی کھیتی بند ہونے پر درمیان کی پٹریوں پر کافی مقدار میں گھاس جانوروں کے لئے بھی پیدا ہوجائیگی۔ اگر کسی وجہ سے گھاس ان لائنوں پر خود ہی نہ پیدا ہوسکے تو اچھی گھاس لگائی جاسکتی ہے۔ اس طرح سے ۴ یا ۵ سال میں جنگل اور چراگاہ ساتھ ساتھ تیار کئے جاسکتے ہیں اسی طریقہ سے محکمہ جنگلات ہر سال ہزاروں بیگھہ جنگل کسانوں کی مدد سے تیار کئے جاتے ہیں پچھلے دو برسوں میں اضلاع بلند شہر، مظفر نگر، میرٹھ، مراد آباد، بریلی، پیلی بھیت، ہردوئی، لکھنو اور بارہ بنکی میں کسانوں اور زمینداروں کی زمینوں میں تقریباً ۵ ہزار بیگھہ جنگل لگائے گئے ہیں

کھیتوں کی زمینوں کے علاوہ ہمارے صوبہ میں تقریباً ۱۰ یا ۲۵ ہزار مربع میل ایسا رقبہ ہے جس میں کھیتی بالکل نہیں ہوتی۔ ان ویران زمینوں میں مویشیوں کے لئے چراگاہ اور چھوٹے چھوٹے ہزاروں جنگل بڑی آسانی سے تیار کئے جاسکتے ہیں۔ اگر یہ خیال رکھا جائے کہ یہ خالی رقبہ سرکاری جنگلوں کے رقبہ سے چار پانچ گنا زیادہ ہے تبھی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان میں کتنے جنگل اور چراگاہ لگائے جاسکتے ہیں۔ ان خالی زمینوں پر جنگل اور چراگاہ کیسے لگائے جائیں یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ خالی پڑے ہوئے ہیں ہزاروں پڑھے لکھے نوجوان ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہوئے ہیں اگر یہ لوگ یا کم از کم گاؤں والے ہی اس کام میں دلچسپی لیں تو یہ یقین ہے کہ ۲۰ یا ۲۵ سال میں جگہ جگہ جنگل اور چراگاہ تیار ہوجائیں۔

ہر ضلع میں زمینداروں کے پاس بہت سے رقبے بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو ان رقبوں میں کافی تعداد میں چھوٹے چھوٹے جنگل لگائے جاسکتے ہیں اور ان کے لئے ایک آمدنی کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ محکمہ جنگلات ان کو اس کام میں ہر قسم کی مدد دینے کے لئے تیار ہے اگر کسی وجہ سے کوئی زمیندار درخت نہ لگا سکے تو اس کو چاہئے کہ قریب کے گاؤں والوں کو اسی معنیں درخت لگانے کے لئے نصف منافع پر دیدے۔ اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی زمین بیکار نہ رہے۔ اگر زمین کاشت کے قابل نہیں ہے تو اس میں جنگل یا چراگاہ بننی چاہئے۔

سڑکوں کے کنارے، تالابوں اور کنوؤں کے ارد گرد اور چھوٹی خالی زمینوں میں بڑی آسانی سے درخت لگائے جاسکتے ہیں۔ یہ درخت تیار ہونے پر نہ صرف گرمی میں سایہ دینگے بلکہ جگہ کو خوبصورت بھی بنائینگے۔ اگر جنگلی درختوں کے بیج چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں کنوؤں کے پاس بو دیئے جائیں تو اس طرح تیار کئے ہوئے پودے آسانی سے بارش ہونے پر جہاں چاہیں اُٹھا کر لگائے جاسکتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں درخت لگانا اور کنوئیں کھدوانا لوگ جو مذہبی فرض سمجھتے تھے وہ بے وجہ نہیں تھا۔

یوں تو ہمارے صوبہ میں صدہا قسم کے درخت ہوتے ہیں مگر شیشم، بول، کھیر، ڈھاک، آم، جامن، شہتوت وغیرہ ایسے درخت ہیں جو آسانی سے اور جلد ہوجاتے ہیں اور کھیتی باڑی و ایندھن وغیرہ کے کام میں روزانہ آتے ہیں۔

محکمہ گاؤں سدھار کی ایک چھوٹی سی شاخ فاریسٹ ڈیولپمنٹ ہے جس کا کام زمینداروں اور کسانوں میں گاؤں اور شہروں کے آس پاس چھوٹے جنگل اور چراگاہ لگانے کی دلچسپی پیدا کرنے کا اور ہر قسم کی مدد پہنچانے کا ہے۔ محکمہ اصلاح جنگلات مفت بیج اور پودے دیگا اور اپنے آدمی بھیج کر قطار میں بنانے اور بیج بونے کی ترکیب بتائے گا۔

مزید اشیاء خوردنی پیدا کرو

شہد کی پیداوار ایک مفید خانگی صنعت ہے

از جناب آر۔ این۔ منٹو

از منۂ قدیم کے لوگوں نے بھی شہد کو نفیس ترین غذا تسلیم کیا ہے۔ ہر ایک ملک میں ہر ایک مذہب کے ماننے والوں نے شہد کو بہت اعلیٰ درجہ دیا ہے۔ ہندوستان کے قدیم باشندوں نے تو شہد کو تمام بیماریوں کو اچھا کرنے والی ایک چیز تسلیم کیا تھا لیکن زمانۂ موجودہ کے ڈاکٹر شہد میں اتنے زیادہ خواص تو نہیں مانتے لیکن اسے ایک اعلیٰ درجہ کی غذا ضرور مانتے ہیں۔

بہت قدیم زمانے سے ہندوستان میں شہد پیدا کیا جاتا ہے۔ لیکن جب سے ممالک غیر میں سائنس کی نئی نئی ایجاد کے باعث نئے طریقہ سے شہد پیدا کرنے کا طریقہ شروع ہو گیا ہے اور نئی قسم کے آلات کا استعمال کیا جاتا ہے ہندوستان میں اب بھی وہی پرانا طریقہ رائج ہے۔ شہد کی مکھیوں کو شہد نکالنے کے موسم میں دھنواں لگا دیا جاتا ہے جس سے وہ اپنے چھتوں کو چھوڑ دیتی ہیں اور لوگ ان جنگلی چھتوں سے شہد نچوڑ لیتے ہیں۔ یہ طریقہ بے رحمی کے ساتھ ساتھ قابل نفرت بھی ہے۔ اس طرح پیدا کیا ہوا شہد خالص نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں مری ہوئی شہد کی مکھیوں اور اُن کے انڈے بچوں کا نچوڑ، ہاتھوں کا میل اور دیگر کئی گندگیاں موجود ہوتی ہیں۔ اس قسم کا شہد انسانوں کے استعمال کے لئے ناموزوں ہے۔ یہ شہد بازاروں میں بکتا تو ہے اور انسان اسے استعمال بھی کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ ان سب باتوں سے ناواقف ہیں۔ اس کی شہد اسکے شہد کی قیمت بہت ہی کم ملتی ہے اسکی اکثر و بیشتر اتنی ہی قیمت ملتی ہے جتنی شکر کی چنانچہ اس طرح شہد پیدا کرنے میں کسی قسم کے اقتصادی فائدہ اور منافع کا امکان نہیں ہے۔ اسی لئے ان لوگوں کو جو کہ اس قدیم طریقہ سے شہد جمع کرتے ہیں انکو اگر کچھ فائدہ ہوتا ہے تو وہ موم فروخت کرنے سے ہوتا ہے جو کہ انکو جنگلی چھتوں سے ملتا ہے۔

وہ لوگ جو شہد کی خوبیوں سے واقف ہیں ہمیشہ ممالک غیر سے آئے ہوئے شہد کو، جو کہ جدید مناسب طریقہ سے نکالا جاتا ہے اور خالص ہوتا ہے، استعمال کرتے ہیں۔ اس قسم کے شہد کو جو کہ مشین کے ذریعہ نکالا جاتا ہے اور جس میں ہاتھ لگانے کی قطعی ضرورت نہیں ہوتی اور ایک مکھی بھی نہیں مرتی۔ ہندوستان میں اب کچھ لوگوں نے اس نئے طریقہ سے مکھیاں پالنے اور شہد نکالنے کے طریقہ کو اپنا لیا ہے اور کچھ سرکاری مکھی خانے بھی قائم ہو گئے ہیں۔ اس نئے طریقہ سے پیدا کیا ہوا شہد بازاروں میں ۳ روپئے سے ۴ روپئے سیر تک بکتا ہے۔ "آل انڈیا بی کیپرس ایسوسی ایشن" اس نئے طریقہ کو ہندوستان میں رائج کرنے کی بہت کوشش کر رہا ہے اس انجمن کی طرف سے جسکا خاص مرکز جیولی کوٹ ضلع نینی تال، یو پی میں ہے ایک رسالہ "انڈین بی جرنل" کے نام سے شائع ہوتا ہے جو کہ مکھی پالنے والوں کے لئے رہنما اور نہایت مفید ہے۔ اسکے علاوہ کچھ کتابیں اور رسالے بھی حکومت کی طرف سے شائع ہوئے ہیں مگر بدقسمتی سے یہ سب لٹریچر انگریزی زبان میں ہے کوئی بھی قابل اطمینان کتاب ہندی اور اردو میں نہیں شائع ہوئی۔ ان لوگوں کے فائدے کے لئے جو انگریزی لکھ پڑھ سکتے ہیں کچھ اچھی کتابوں کے نام دیئے جاتے ہیں جہاں سے وہ حاصل ہو سکتی ہیں مع قیمت درج ذیل ہیں۔

۱۔ "بی کیپنگ" زسیلینیس بلیٹن نمبر ۱۶ بائی سی۔ سی۔ گھوش، امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ، مینیجر آف پبلیکیشن گورنمنٹ آف انڈیا، سنٹرل پبلیکیشن برانچ دہلی سے عہ میں مل سکتی ہے۔

۲۔ "بی کیپنگ ان دی پنجاب" بائی ڈاکٹر خان اے۔ رحمان، انٹومولوجسٹ پنجاب اگریکلچرل کالج، لائل پور پنجاب سردار سنگھ اگریکلچر اسسٹنٹ، پنجاب اگریکلچرل کالج، لائل پور قیمت ۷/

۳۔ بی کیپنگ ان ساؤتھ انڈیا۔ بائی دی گورنمنٹ انٹومولوجسٹ مدراس، مینیجر گورنمنٹ پریس مدراس سے عہ میں مل سکتی ہے۔

نئے طریقے سے شہد کی مکھیاں پالنے کا کام ایک نفع بخش خانگی صنعت ہے۔ مگر ہندوستان کے لئے یہ ابھی ایک نئی صنعت ہے اور کوئی بھی انسان جو اس کام کو شروع کرنا چاہتا ہے اس سلسلے میں قابل اطمینان معلومات نہ حاصل ہونے کے باعث بڑی دقت میں پھنس جاتا ہے اور کبھی جاننے والی زمین میں اس موضوع کے لٹریچر کے نہ ملنے پر اسکی مشکلات میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کے بہت سے باشندے ابھی تک یہی نہیں جانتے کہ شہد کی مکھیوں کو بنائے ہوئے بکسوں "لائز" میں رکھ کر پالا جا سکتا ہے جب انکو یہ معلوم ہو جاتا ہے تو کچھ لوگ اس کام کو شروع کرنے کے لئے اتنے مشتاق ہو جاتے ہیں کہ فوراً ہائیو اور دیگر سامان منگا لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نقصان ہونے کے باعث وہ ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے کی قابل



گورنمنٹ ایپیری جیلکوٹ (نینی تال) میں سنہ ۱۹۴۱ء طلبہ کا یہ آٹھواں دستہ ہے۔ ایپیری کے قابل ڈائرکٹر جناب آر۔ این متو بیچ میں بیٹھے ہیں۔

اطمینان معلومات اور مکمل تعلیم حاصل کئے بغیر اس کام کو شروع کرنا دولت ضائع کرنے کا ایک یقینی راستہ ہے۔ شہد کی مکھی پالنا مشکل نہیں ہے۔ تعلیم یافتہ آدمی اس کو سیکھ سکتا ہے۔ لیکن دیگر صنعتوں کی طرح اسکی بھی تعلیم اور معلومات ضروری ہے۔

اس کام میں زیادہ روپے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک چھوٹے سے ۲۵ روپے کے سرمایہ میں یہ صنعت شروع کی جا سکتی ہے کسی شخص کو بھی جو ۱۰ یا ۱۲ ہائیو رکھتا ہے ہفتہ میں اپنے بچے ہوئے وقت میں اس کو دیکھنے کے لئے ۳ یا ۴ گھنٹے سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اپیری کے خالص شہد کی مانگ ہندوستان میں بہت زیادہ ہے۔ بالخصوص اس وقت جب کہ بیرونی ممالک سے خالص شہد حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جو لوگ اس کام کو کریں گے اُن کو نہ صرف اپنا مالی فائدہ ہوگا بلکہ اُن کا شمار ایک مخلص قومی کارکن اور ملک کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی غذا پیدا کرنے والے کی حیثیت سے ہوگا۔ یہ حکومت ہند کی حال کی تحریک "اور غلہ پیدا کرو" کا مکمل جواب ہوگا۔

اس بات کی اہمیت اسی سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہندوستان میں اس وقت ۷۰۰۰،۰۰۰ پونڈ شہد نکالا جاتا ہے جو کل پیدا ہونے والے شہد کا محض سوا حصہ ہے اس میں ایک ایکڑ زمین کے جوتنے کی بھی ضرورت نہیں۔ شہد خام حالت میں پھولوں میں رس کی شکل میں موجود ہے ہم کو محض اس کو جمع کرنا ہے۔ موجودہ زمانے میں ہمارا ملک ایک قیمتی غذا 'شہد' کو بڑی مقدار میں کھو رہا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس اس کو جمع کرنے کے لئے کافی تعداد میں شہد کی مکھیاں نہیں ہیں۔ پھول کا رس صرف شہد کی مکھیوں کی غذا ہے جس کو کہ مکھیاں خود جمع کرتی ہیں اور اس کو شہد میں تبدیل کرتی ہیں۔ جب پھولوں کا رس اکٹھا نہیں کیا جاتا تو وہ دھوپ اور ہوا میں سوکھ کر ضائع ہو جاتا ہے۔ اس قیمتی چیز کو ضائع ہونے سے بچانے کی ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم شہد کی مکھیاں پالیں۔

جن لوگوں کو اس صنعت سے دلچسپی ہو اُن کو چاہئے کہ وہ حسب ذیل سنٹروں میں جو اُن کے قریب ہو اس سلسلے کی تحقیق اور تفتیش اور تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۱) دی پنجاب گورنمنٹ بی فارم، نگروٹا، ضلع کانگڑہ (پنجاب)

(۲) جیولی کوٹ اپیری، جیولی کوٹ ضلع نینی تال، یو پی۔

(۳) میگنوادی اپیری، آل انڈیا ویلیج انڈسٹریز ایسوسی ایشن۔ میگنوادی وردھا سی پی۔

(۴) مدراس گورنمنٹ بی فارم، مدراس اگریکلچرل ڈپارٹمنٹ، کوئمبٹور، ساؤتھ انڈیا۔

(۵) کُرگ ہنی پروڈیوسرس ایسوسی ایشن کُرگ ساؤتھ انڈیا۔

(۶) ڈائریکٹر آف اگریکلچرل میسور اسٹیٹ میسور۔

(۷) ڈائرکٹر آف اگریکلچر۔ ٹراونکور اسٹیٹ ترویندرم۔ ساؤتھ انڈیا۔

ہماری کوآپریٹو سوسائیٹیاں

کھیتا کوآپریٹو کانفرنس

موضع کھیتا ضلع نینی تال کی [illegible] کے قریب کانفرنس [illegible] ہوئی [illegible] تقریباً ۶۰۰ آدمی [illegible] سرکاری [illegible] ہوئی۔ کانفرنس میں مسٹر پی - ایل اگروال، اسسٹنٹ رجسٹرار بھی موجود تھے۔

کانفرنس [illegible] اسکول کی [illegible] طرف سے [illegible] ہوئی [illegible] کانفرنس کی ضرورت سمجھائی گئی سوسائٹیوں کی ترقی کی تجاویز [illegible] بنانے کے اوپر زور دیا گیا۔ تعلیم بالغان [illegible] سماج اور مارکٹنگ یونین کے [illegible] پر تجاویز منظور ہوئیں۔

کانفرنس کے ساتھ ہی ساتھ ایک نمائش کا بھی انتظام تھا۔ نمائش میں [illegible] کے بنے ہوئے سامان قابل دید تھے۔ گورنمنٹ فارم نے بھی ترقی دادہ بیج اور آجکل کے کھیتی کے آلات بھیجکر نمائش کو اور بھی مفید بنایا۔ آخر میں مسٹر [illegible] کے ہاتھوں انعام تقسیم ہونے کے بعد کانفرنس ختم ہوئی۔

کوآپریٹو پولٹری نمائش

جیلی کوٹ کوآپریٹو پولٹری سوسائٹی ضلع نینی تال کی طرف سے اسکے سالانہ اجلاس کے موقع پر ایک پولٹری نمائش ہوئی۔ وہاں پر تقریباً ۹۰ ترقی دادہ نسل کی چڑیاں تھیں۔ نمائش میں دوسری بات یہ تھی کہ پولٹری فارمنگ کے فوائد عملی طور پر دکھلانے کے لئے چارٹوں کا مظاہرہ کیا گیا۔ نمائش میں بہت سے دیہاتیوں کے علاوہ مسٹر آر - سی - بشر ڈاکٹر گکڑ جے - جے میکڈانل اور مسٹر آر - این - ٹنڈو بھی آئے تھے۔

سارناتھ کوآپریٹو کانفرنس اور نمائش

گذشتہ فروری میں سارناتھ کے قریب [illegible] کوآپریٹو گرام سدھار نمائش اور کانفرنس [illegible] کی صنعت و حرفت کی سوسائٹیوں کی [illegible] ساریاں، کاغذ، برتن اور [illegible] دریوں کا بنانا دکھایا گیا۔ گاؤں کی بنی ہوئی چیزیں، ہاتھ سے بنے ہوئے سامان، صنعت و حرفت اور زرعی چیزوں کا بھی مظاہرہ ہوا۔

۲۱ فروری کو مسٹر ڈبلیو - فنلے کلکٹر ضلع نے نمائش کا افتتاح فرمایا۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ارکانوں نے کار [illegible] کوآپریٹو سوسائٹیوں کے انتظام کو دیکھکر کلکٹر صاحب بہت خوش ہوئے۔

۲۲ فروری کو ایک بجے ہوئے پنڈال کے نیچے شری آنند سوامی کی صدارت میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی۔ مسٹر [illegible] نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے مقاصد سمجھائے اور جوائنٹ مارکٹنگ و دیہاتی صنعتوں کی ترقی پر خاص زور دیا۔ صاحب صدر نے اپنی تقریر میں بتلایا کہ موجودہ زمانے میں کسان سخت محنت کرنے کے باوجود تکلیف میں رہتا ہے اسکو محکمہ امداد باہمی کی طرف سے ملنے والی سہولتوں کا بخوبی استعمال کرنا چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ امداد باہمی کے مقاصد پورے کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔

دوپہر کے بعد کھیل کود بھی ہوئے دیہاتی زندگی کو دلچسپ بنانے کے لئے مذہبی و سماجی ڈرامے بھی ہوئے اس سے اہل دیہات کی بڑی تفریح ہوئی قسمت بنارس کے کمشنر ڈاکٹر ایس - ایس نہرو تقسیم انعام کے جلسے کے صدر تھے۔ مسٹر بے ایس لال آئی - سی - ایس نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ کانفرنس انھیں کے باعث کامیاب ہوئی ہے۔ بنارس کے اسسٹنٹ رجسٹرار مسٹر رام ناتھ آغا نے بتلایا کہ دیہاتیوں کی مشکلات امداد باہمی کی کوششوں ہی سے دور ہوسکتی ہیں۔ اپنی تقریر میں ڈاکٹر نہرو نے بتلایا کہ صنعت و حرفت اور مفید فصل کی ترقی کتنی ضروری ہے۔ مسٹر نہرو کے انعام تقسیم کرنے کے بعد کانفرنس کی کارروائی ختم ہوئی۔

پرسینی میں کوآپریٹو کانفرنس

لکھنؤ میں ۱۴ میل کے فاصلے پر پرسینی نامی موضع میں کوآپریٹو کانفرنس ہوئی۔ جناب ایس - ایس جین - آئی - سی - ایس - رجسٹرار محکمہ امداد باہمی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ کسانوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کچھ مشکلات ایسی ہیں جن کا دور کرنا کسانوں کی طاقت کے باہر ہے مگر کچھ ایسی بھی ہیں جو باہمی ربط اور کوششوں کے ذریعے دور ہوسکتی ہیں یہ ان کا فرض ہے کہ وہ قرضہ والی کوآپریٹو سوسائٹیوں سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ اسی طرح مارکٹنگ یونین اور آڑہت کی دکانوں کے ذریعے اپنے غلہ کو اچھے داموں پر فروخت کرکے حکومت کی کوآپریٹو خرید و فروخت کی اسکیم سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ انگلینڈ، ڈنمارک جاپان، چین اور دیگر ممالک کے ۹۰ فیصدی دیہاتوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں مگر ہندوستان کے صرف ۸ فیصدی دیہاتوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں اس لئے انھوں نے عوام پر زور دیکر سمجھایا کہ یہ انکا فرض ہے کہ وہ امداد باہمی کے اصولوں پر جماعت بنائیں اور محکمہ امداد باہمی سے اس بارے میں امداد لیں۔

کانفرنس لکھنؤ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈی - پی - مکرجی کی صدارت میں ہوئی۔

آپ نے گاؤں میں کوآپریٹو لائبریری کھولی لکھنؤ کے اسسٹنٹ رجسٹرار مسٹر ارشاد حسین بھی موجود تھے۔

کانفرنس میں کھیل کود کا پروگرام بھی بہت اچھا تھا۔ موہن لال گنج سنٹرل کوآپریٹو بینک کی حسن شیلڈ کے جیتنے کی بڑی کوشش ہوئی۔

راٹھ کوآپریٹو کانفرنس

راٹھ میں موبہ سنٹرل بینک کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ایک ضلع گروپ کانفرنس ہوئی۔ ضلع کے معزز کارکن مسٹر این کے گرو دیو کی صدارت میں کانفرنس شروع ہوئی۔ کانفرنس میں سوسائٹیوں کے ممبروں اور غیر ممبروں کی تعداد ملاکر تقریباً ۲۰۰۰ تھی۔

اپنی تقریر میں دیوان شترگھن سنگھ نے بتلایا کہ کسانوں کی حالت میں کس طرح امداد باہمی کے ذریعے انقلاب ہوسکتا ہے اس بات پر بھی کافی زور دیا گیا کہ کسان اپنی مذہبی و سماجی برائیوں کو امداد باہمی کی کوششوں کے ذریعے دور کر سکتا ہے کوآپریٹو مارکٹنگ اور تقریبات میں فضول خرچی کم کرنے کے موضوع پر کئی تجاویز منظور ہوئیں۔

عوام کے فائدے کے لئے کانفرنس میں ایک نمائش کا بھی انتظام تھا۔ دیوان صاحب بسیلہ نے اس کا افتتاح کیا۔ نمائش میں چار دن بہت مجمع رہا اس میں خاص طور سے بننے کاتنے، زراعت اور پولٹری کا سامان موجود تھا۔ چلی سوسائٹی کے ایک ممبر کی سبزی بھی دیکھنے کے قابل تھی۔

باندہ کوآپریٹو کانفرنس

موضع یونہر ضلع باندہ میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس میں پروگرام زیادہ مفید اس لئے تھے کہ ان دنوں جنگلی ہفتہ منایا جا رہا تھا۔ کانفرنس میں سرکل کی ۱۱ سوسائٹیوں کے ممبروں اور غیر ممبروں کی تعداد ۱۰۰۰ سے زیادہ تھی۔

سوسائٹیوں کے سرپنچوں اور غیر ممبروں نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کارناموں کے موضوع پر متعدد تقریریں کیں۔ مسٹر رام لال نے اپنی تقریر اور نظم میں بتایا کہ دیہاتوں میں دیہاتی صنعت و حرفت کو کس طرح فروغ دیا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ لوگ جو مفلر اور بنیائن وغیرہ کی بنائی سیکھنا چاہیں ان سے سیکھ سکتے ہیں جھگڑوں کے مقامی فیصلے کرنے، گاؤں میں بینک قائم کرنے، عمدہ زندگی گزارنے اور حکومت کی جنگی کوششوں کو بڑھانے کے موضوعات پر کئی تجاویز منظور ہوئیں۔

سرکل افسر مسٹر دی۔ پی۔ ویش نے جنگ کی موجودہ حالت بتلائی اور جنگ میں مدد دینے کے لئے ضروری اپیل کی۔ عوام کو امداد باہمی کی اشاعت کے فائدے بتلائے گئے۔

کانفرنس کے ساتھ ساتھ ایک دیہاتی نمائش کا انتظام بھی تھا۔ نمائش میں سوسائٹیوں کے ممبروں کی طرف سے بنے ہوئے کمبل پلی اوور اور مفلر وغیرہ تھے۔ اسکے علاوہ ٹاٹ اور دریوں کا بننا بھی دکھایا گیا تھا۔

کھیل کود کا پروگرام بہت اچھا تھا۔ کشتی، دوڑ اور ہنسی کے مقابلے ہوئے باندہ بینک کے دیئے ہوئے ۲۰ روپئے قیمت کے انعام کھیل کود میں جیتنے والوں اور نمائش میں اچھی چیزیں بھیجنے والوں کو تقسیم کئے گئے۔ کانفرنس کی کامیابی بڑی حد تک بابو سمپت رائے کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔

کھورا بر کوآپریٹو کانفرنس

کسیا کے قریب موضع کھورا بر میں پنڈت وشوناتھ مصر کی صدارت میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ ایک کوآپریٹو گروپ کانفرنس ہوئی جس میں گرد و نواح کی بہت سی سوسائٹیوں نے حصہ لیا۔ تقریباً ۹۰۰ افراد اس موقع پر موجود تھے۔ کانفرنس کا پروگرام صبح ہی سے شروع ہوا۔ لوگوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ رسہ کشی، اور دیگر کھیلوں میں حصہ لیا۔ کانفرنس کا اجلاس ۳ بجے شام سے شروع ہوا۔ پرارتھنا اور بچوں کے مکالمے کے بعد پنچوں نے اپنی اپنی سوسائٹیوں کی رپورٹیں سنائیں کئی اہم تجاویز بھی منظور ہوئیں۔ پہلی تجویز جو اتفاق رائے سے منظور ہوئی وہ یہ تھی کہ اُن مقامات میں جو کین ڈیولپمنٹ زون کے باہر ہیں۔ دیہاتی بینک بنوائے جائیں۔ اور پرانی سوسائٹیوں کو بھی دیہاتی بینکوں میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ ان بینکوں کے ذریعے ممبر اپنا گنا چینی کے کارخانوں کے ہاتھ فروخت کر سکیں۔ دوسری تجویز جو اشاعت تعلیم کے متعلق تھی۔ اس کا یہ مضمون تھا کہ سوسائٹیوں کی طرف سے بچوں اور بوڑھوں کی تعلیم کا پورا اہتمام کیا جائے۔ تیسری تجویز اس سلسلے میں منظور ہوئی کہ ہر ایک سوسائٹی اپنے ممبروں کی حیثیت دیکھکر یہ طے کر دے کہ وہ شادی بیاہ اور دیگر مواقع پر زیادہ سے زیادہ کتنا خرچ کر سکتے ہیں۔

پنڈت لال بہادر دوبے نے صفائی کے فوائد اور جہالت دور کرنے کی تدابیر بتلائیں

مسٹر مہیندر بہاری لال ماتھر سرکل افسر کسیا نے دیہاتی بینکوں پر ایک تقریر کی اور "مٹی سے سونا" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے بتلایا کہ زمانۂ موجودہ میں کس طرح بہت سی بیکار سمجھی جانے والی اشیاء دولت پیدا کرنیکا ایک خاص ذریعہ بن گئی ہیں۔

تقسیم انعامات کے بعد صاحب صدر نے اپنی تقریر میں لوگوں کو تنظیم کی اہمیت بتلائی اور یہ بھی بتلایا کہ تحریک امداد باہمی کو ایک کامیاب تحریک بنانے کے لئے اہل دیہات میں اتحاد کا ہونا بہت ضروری ہے۔

برج رنگنج کوآپریٹو مارکٹنگ یونین کی سالانہ رپورٹ

یونین نے اپنی زندگی کا چوتھا سال بڑی کامیابی کے ساتھ ختم کر لیا ممبران کی تعداد میں بھی کافی ترقی ہوئی ہے اس سال ممبروں کی تعداد ۳۸۱۶ سے ۵۸۷۵ ہو گئی ہے۔ روز بروز اس تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس سال دیہاتوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ پہلے یونین ۱۷۱ دیہاتوں میں ہی اپنے کاروبار کرتی تھی لیکن اس سال مزید ۴۳ دیہاتوں میں اس نے اپنا کاروبار بڑھا دیا ہے لیکن یہ ترقی بھی عملہ کی کمی کے باعث اس حد تک نہیں ہوئی کیونکہ یونین کا کاروبار ۱۴ میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اگر یونین اپنا کام پورا کرلے تو ۳۰۰ دیہاتوں میں کام کر سکتی ہے اس لئے آہستہ آہستہ قدم بڑھایا جا رہا ہے۔

یونین کے مقاصد کی تکمیل

یونین کا خاص مقصد اپنے ممبران کی زندگی کی اصلاح ہے خصوصاً ان کی کھیتی باری کو ترقی دینا۔ اس حلقہ میں عموماً گنے کی زیادہ کاشت ہوتی ہے اس لئے اس کی ترقی اور خرید و فروخت کا کام پہلے شروع کیا۔ اس سے ہمارے ممبروں کو جو کچھ فائدہ ہوا اسکو لوگ چار سال کے عرصہ میں بخوبی سمجھ گئے ہیں۔ ممبروں کو کچھ نقد روپے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلئے اس کے لئے یونین نے ۱۲۲۹۰ روپئے نقد دیئے ہیں جس سے سود کی رقم میں ممبروں کو جو فائدہ ہوتا ہے اسے ممبران نہیں بھول سکتے۔ ان کو دوسروں سے روپیہ لینے میں چار آنہ فی روپیہ سود دینا پڑتا تھا۔ لیکن یونین صرف ایک روپیہ پر چھ پیسے ہی سود لیتی ہے۔ یہ سود بھی اپنا سرمایہ بڑھنے پر گھٹایا جا سکتا ہے۔ اگلے سال ممبروں نے اپنی آمدنی میں کچھ رقم بچا کر امانت کے طور پر یونین میں رکھنے کی تجویز منظور کی تھی لیکن گنے کے نرخ کی کمی اور کوٹہ سسٹم کے رائج ہو جانے کے باعث اس کام کو پورا نہ کر سکے لیکن امید ہے کہ ممبران اپنے اس مقصد کو فراموش نہ کریں گے اور اچھا موقع آنے پر اسے ضرور پورا کریں گے۔

یونین نے اپنے ممبران کی زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کیا ہے جس کی تفصیل آئندہ بتلائی جائے گی۔ یہ بات پھر دوہرانے کی ضرورت ہو رہی ہے کہ بہت سے ممبروں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ سوسائٹی کے ملازم اتنی کوشش ضروریات پوری کرنے میں کیوں کرتے ہیں۔ اسلئے انھیں پھر اچھی طرح سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ انکے لئے باہر سے کوئی کوشش کرنے کے لئے نہیں آتا بلکہ انھیں کے منتخب نمائندے جنکے سپرد ممبروں کی اصلاح کا کام کیا گیا ہے۔ دل و جان سے اسکے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ زندگی کے ہر ایک کاموں میں یونین اپنا بازو بنتا رہی ہے۔

یونین کا انتظام

یونین کا انتظام ایک منتخب بورڈ کے ذریعے ہوتا ہے۔ جس میں نو ڈائریکٹر کام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک مجلس انتظامیہ ہے جس میں تین ممبر کام کرتے ہیں۔ کمیٹی کا کام عموماً مینیجنگ ڈائریکٹر کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ بورڈ اور کمیٹیوں کی سال میں بارہ نشستیں ہوئیں جسمیں ڈائریکٹروں نے بڑی دلچسپی سے کام کیا یونین کا کاروبار بڑھ جانے سے کچھ ملازمان علاوہ سرکاری عہدہ داروں کے رکھنے پڑے۔

یونین کا کام

زراعت۔ یونین کا خاص کام زراعت کو ترقی دینا ہے اس سال گنے کا نرخ گر جانے کے باعث اور کوٹہ سسٹم کے رائج ہونے کی وجہ سے ممبران کو گنے کی کاشت کی طرف سے دلچسپی کم ہو گئی لیکن یونین کے انتظام کے باعث انکے گنے کی کھپت کے کولہو کا کافی انتظام کیا گیا۔ جسکی وجہ سے ممبروں نے گنے کی کاشت میں بہت کمی نہیں کی اس سال بھی تقریباً ۱۰۰۰ ایکڑ گنا بویا گیا اور ۲۵۰۰ من بیج اور ۳۱۰ من کھاد ممبروں کو تقسیم کی گئی۔ اس سال تقریباً ۴ لاکھ من گنے کی سپلائی ہوگی۔ اس سال اس رقبے میں گنے کی بیماری کا نام تک نہ رہا یونین نے گنے کی فصلوں کے علاوہ اور فصلوں کی ترقی کے لئے حتی الامکان امداد کی۔ گیہوں ۷۹۰ من، چنا ۶۵ من، مٹر ۲۱۰ من جو ۲۱۲ من، دھان ۱۱۶۷ من دیا گیا۔ ہری کھاد کے لئے ۳۰ من سنئی تقسیم کی گئی۔ اسکے علاوہ ۲۷۵ گرچر ہل، سٹن ہل اور تین اکولہ ہو تقسیم کئے گئے۔ آبپاشی کے لئے یونین کو کنوؤں کے بنوانے میں جو کچھ دقت تھی وہ ریاست لہڑا کے مینجر صاحب کی مہربانی سے دور ہو گئی۔ اور اب پانچ کنوؤں کے بنوانے کا کام شروع کر دیا گیا ہے اسکے علاوہ اس سال دس کنوؤں کے بنوانے کا پروگرام ہے جو بنوائے جا رہے ہیں۔ یونین امید کرتی ہے کہ مینجر صاحب ریاست لہڑا کنوؤں کے بنوانے میں خاص امداد دینگے۔ اس کے علاوہ کانپور سے ایک رہٹ بھی منگوا کر لگوایا گیا ہے۔

صحت اور صفائی

یونین نے اپنے ممبروں کی صحت اور صفائی کی طرف خاص توجہ دی ہے تقریباً ۱۶۳ روپئے کی دوا دیہاتوں میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس سے خاص فائدہ ہونے کے باعث اس سال ماہ اکتوبر سے شفاخانہ سیٹھ مہابیر پرشاد کے بنگلے میں کھل گیا ہے اس کے لئے یونین نے ایک قابل وید اور ایک کمپاؤنڈر رکھا ہے۔ دوا خانے میں دوا تقسیم کرنے کے علاوہ ہر سنیچر کو بھدی بازار اور جمعرات کو بھٹیا بازار اور رہینے

میں دو بار مہدو پار سوسائٹی میں جاکر دیئے جی دوا تقسیم کرنے کا کام کرتے ہیں۔ اس سال دیہاتوں کی صفائی پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے تقریباً ۶۰۰ کھاد کے گڑھے گاؤں سے باہر بنوائے گئے ہیں۔

مارکٹنگ

مارکٹنگ اسٹور کے کھولنے کا جو مقصد ہے وہ سب ممبروں پر ظاہر ہے ابھی تک پیسہ کی کمی کے باعث انھیں اپنی فصلیں سستے داموں پر فروخت کرنی پڑتی ہیں اسی لئے آج دو برسوں سے یونین نے خرید و فروخت کا کام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے ابھی تک اسکے تین قاعدے رائج ہیں (۱) کمیشن کا قاعدہ (۲) آڑہست کا قاعدہ (۳) براہ راست بیچنے کا قاعدہ۔ یہ سب کسانوں کی خواہش پر منحصر ہے کہ جس طریقہ سے فائدہ ہو اسی پر عمل کریں۔ اسوقت یونین نے غلے کپڑے، نمک گھی اور لکڑی کے کاموں کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ سال میں ۶۹۱۰ من غلہ کی خرید و فروخت ہوئی۔ ممبران کو ہزاروں روپئے کا منافع ہوا اور یونین کو کل نٹ منافع ۱۶۴۱ روپیہ ہوا۔ یہ رقم ممبروں ہی کے کام میں آئے گی، اگر یونین اس کام کو نہ کرتی تو یہ منافع دوسروں کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ اگر ممبران اپنا پورا تعاون رکھینگے تو آئندہ بہت کچھ فائدہ ہونے کا امکان ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی حالت بھی سدھر جائیگی۔

کرگا اسٹور مہدو پار، گذشتہ سال کے آئندہ پروگرام کے مطابق مارچ سنہ ۱۹۴۱ء سے جولاہوں کی سوسائٹی کا آرگنائزیشن کیا گیا۔ چار دیہاتوں کے قریب قریب سبھی ممبر سوسائٹی کے ممبر ہوگئے ہیں۔ ان ممبرون کے ۷۰۰ کرگھے چلتے ہیں۔ دوران سال میں ۲۶۰۰۰ روپئے کا سوت دیا گیا اور ۱۱۸۰ روپئے کا کپڑا لیکر ممبران یونین کو تقسیم کیا گیا۔ سال میں تقریباً ۵۰۰ روپیہ منافع ہوا۔ صرف ۳ ہی مہینے کا وقت اور نیا کام ہونے کے باعث خاص کامیابی نہیں ہوئی لیکن اس سال کام میں پوری کامیابی ہونے کی توقع ہے۔ ایسا کوئی گاؤں اور گھر یونین کے ممبروں کا نہ چھوٹا ہوگا جہاں لوگ انکے بنے ہوئے کپڑے نہ استعمال کرتے ہوں۔ وہاں کے جولاہے پہلے صرف گاڑھا بُننا جانتے تھے لیکن اب انکی صنعت میں تھوڑے ہی دنوں میں کافی ترقی ہوئی ہے کیونکہ اب شرٹنگ کوٹنگ۔ دھوتی، ساڑی، چادر اور تولئے بنانے لگے ہیں۔ اگر ممبروں کی دلچسپی کا یہی عالم رہا تو یونین کا یہ گروہ سب سے زیادہ ترقی کرے گا۔

یونین کی مالی حالت

یونین کی مالی حالت روز بروز ترقی پزیر ہوتی جا رہی ہے آڈٹ کے مطابق سال میں یونین کا کاروباری سرمایہ ۵۶۳۸۸ روپیہ ۹ آنہ ہوگیا ہے جسمیں سے ذاتی سرمایہ بڑھکر ۲۰۴۸۹ روپیہ ۱۰ ر ہوگیا ہے یونین نے اس سال ۴۹۵۸ روپیہ ۱ ر منافع حاصل کیا۔ یونین کا سرمایہ ۲۰۷۴ روپیہ ۴ ر آنے سے بڑھکر اب ۷۰۱۰ روپیہ ہوگیا ہے۔ یہ رقم آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے اس سال بینک سے ۲۶۰۰۰ روپیہ قرض لینا پڑا ہے اس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں کیونکہ بازار جتنا زیادہ بڑھایا جائیگا اتنا ہی زیادہ سرمایہ لگانے کی ضرورت ہوگی۔ اس میں یونین کا فائدہ ہی ہے۔ یونین کی ترقی اور دیگر فنڈوں سے اس سال ۶۹۰ روپیہ آٹھ آنے ریڈیو سیٹ خریدنے اور ۳۲۸ روپئے ۸ آنے کنوؤں کے بنوانے میں صرف کئے گئے۔ اسوقت اس فنڈ میں ۱۳۶۰۱ روپیہ ایک آنہ موجود ہے۔ اس سال کے منافع میں سے بھی کافی رقمیں ترقی دادہ کاموں کے لئے دی جا رہی ہیں۔ ممبروں کے حصے ابھی پورے نہیں ہوئے ہیں لیکن سنہ ۱۹۳۸-۳۹ء میں جنکے ایک روپیے کے حصے ہوگئے تھے انھیں فی روپیہ ایک آنہ منافع دیا گیا۔ لیکن ایسے ممبروں کی تعداد بہت کم تھی اس لئے یہ بات سب ممبروں کو معلوم نہیں ہوئی کہ ہمارے حصہ کے اوپر منافع ملنا شروع ہوگیا۔ اس سال بہت سے ممبروں کا حصہ ایک روپیہ ہوگیا ہے اس لئے سب کو معلوم ہوجائیگا کہ واقعی حصہ ہماری رقم ہے اور ہم منافع کے حصہ دار ہیں۔

منگلور کوآپریٹو کانفرنس

موضع منگلور ضلع سہارنپور میں ڈیفنس وار ویک کے سلسلے میں جناب قاضی سید عبدالولی ایم۔ ایل۔ اے کی صدارت میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس میں تقریباً ۳۰۰ افراد شریک تھے۔ ممبران کوآپریٹو سوسائٹیز کے علاوہ، بینک کے ملازموں اور غیر ممبران نے بھی کافی حصہ لیا۔ مسٹر ایس وجاحت حسین رضوی سرکل افسر اور مسٹر بشیر حسین سرپنچ منگلور سوسائٹی نے امداد باہمی اور ڈیفنس وار ویک کے موضوع پر مفید تقریریں کیں۔ کانفرنس میں دیگر افسران اور غیر افسران نے بھی حصہ لیا۔ مسٹر مقصود حسین نے سرکل رپورٹ پڑھی جنگ کے موضوع پر بھی ایک اچھا مکالمہ ہوا۔ زراعتی اور صنعتی نمائشیں بھی ساتھ ساتھ ہوئیں۔

کانفرنس میں بہت سی ضروری تجاویز منظور کی گئیں۔ ان میں سے ایک تجویز یہ بھی تھی کہ ممبران کوآپریٹو سوسائٹیز نیشنل ڈیفنس سارٹیفکٹ خرید کر جنگ میں امداد پہنچائیں۔ دوسری تجویز میں ممبروں سے یہ کہا گیا کہ وہ اپنی پیداوار کوآپریٹو مارکٹنگ یونین کی معرفت فروخت کریں۔ یہ کوآپریٹو مارکٹنگ یونین ممبروں کے ذریعے منگلور ہی میں قائم کیجائیں گی۔ تیسری تجویز میں ممبروں سے کہا گیا کہ وہ تعلیم نسواں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں۔

بگرین گروپ کانفرنس

موضع بن پورہ کرکھیری ضلع بدایوں میں کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ چودھری بھوپال رام صاحب نے صدارت فرمائی۔ ہل اور سوسائیٹیوں کی تنظیم، براۓ پور اور بھوانی پور کے مواضعات میں ونل واٹے کنووں اور دیہاتی خدمت گار جماعتوں کے قیام کے موضوعات پر تجاویز منظور ہوئیں کانفرنس میں اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب بریلی اور اسلام نگر سنٹرل بینک کے مینجنگ ڈائریکٹر سے درخواست کی گئی کہ وہ دیہاتی خدمت گار جماعت کے لئے مالی اور استاد کی مدد کریں۔

ضلع بجنور میں اشاعت امداد باہمی

ضلع بجنور میں ۱۹۰۷ء سے اشاعت امداد باہمی کا کام شروع ہوا۔ ضلع کوآپریٹو بینک ۱۹۱۴ء میں قائم ہوا۔ ابتداً بینک سے ملحق صرف ۴۰ ابتدائی سوسائٹیاں تھیں جبکہ جاری شدہ سرمایہ ۹۲۰۰۰ روپیہ تھا۔ ۲۸ سال کے اندر بینک میں بہت ترقی ہوئی موجودہ زمانے میں پرائمری سوسائیٹیوں کی تعداد ۲۱۰ ہوگئی۔ اسکے علاوہ ۱۰۰ چکبندی کرنے والی سوسائٹیاں ۳ گنا فروخت کرنے والی سوسائٹیاں تین مارکٹنگ سوسائٹیاں، ۲ امپلائز سوسائٹیاں، ایک سوداگروں کی کوآپریٹو سوسائیٹی، دو آبپاشی کی سوسائٹیاں ۲ گارنٹی کرنے والی یونین، ایک لٹریری ایسوسی ایشن اور ایک بٹر فارمنگ سوسائٹی بھی بنائی جاچکی ہے۔ ۲۸ سال کے اندر بینک کا کام کرنے والا سرمایہ ۹۲۰۰۰ روپئے سے ۵۰۰۰۰۰ روپئے بڑھ گیا ہے اور رزرو اور دیگر فنڈ ۳۰۰۰ روپئے سے ۵۵۰۰۰ روپئے تک بڑھ گئے ہیں بینک میں ممبران کے ۳۰۰۰۰۰ روپئے جمع ہیں۔

تقریباً دو لاکھ روپئے پرائمری سوسائیٹیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ گنے کی فروخت کے لئے مارکٹنگ سوسائیٹیوں کے خرچ کی مانگ بھی پوری کی گئی ہے۔ ضلع کے اندر اور باہر ہر طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اس سال بینک کو سب سے زیادہ فائدہ ہوا ہے۔

بینک سے سوسائیٹیوں کو ۹ فیصدی پر روپیہ قرض ملتا ہے۔ خاص ضرورت پڑنے پر ۴½ فیصدی پر بینک سے سوسائیٹیوں کو روپیہ مل جاتا ہے۔

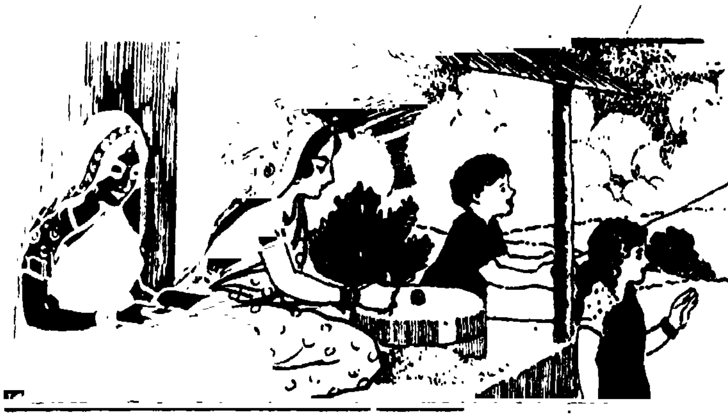
بینک دیگر سنٹرل بینکوں کو بھی مالی امداد دیتا ہے۔ ابتدائی سوسائیٹیوں کی بھی مالی حالت اچھی ہے ان کا کام کرنے والے سرمایہ کے ۴۴۷۰۰ روپیوں میں ۲۹۹۵۰ روپیہ ان کا جمع شدہ ذاتی سرمایہ ہے۔ ۸۳ ایسی سوسائٹیاں ہیں جو روپئے بالکل ادھار نہیں دیتیں اور اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی ہیں۔ ان سوسائیٹیوں کے ممبروں کو سوسائٹی سے ۶ فیصدی سے لیکر ۷½ فیصدی سود پر روپیہ قرض ملجاتا ہے اور منافع بھی ہر ممبر کو یہ سوسائٹیاں تقسیم کرتی ہیں۔

ایسی بھی کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں جو ممبروں کی پیداوار فروخت بھی کرتی ہیں جنکی وجہ سے کسان منڈیوں کے دلالوں سے بچ جاتے ہیں

جسمانی، سماجی اور کفایت شعاری پر بہت زور دیا جاتا ہے کچھ سوسائیٹیوں نے اکھاڑے اور دیہاتی کھیل کود کا بھی انتظام کیا ہے مدرسہ اور بالغوں کی تعلیم کے لئے امداد اور اسکالرشپ بھی ملتی ہے۔ دیہاتوں کی صفائی اور کنووں کی ترقی کی طرف بینک نے بہت توجہ دی ہے۔ کچھ سوسائیٹیوں کے پاس بینڈ بھی ہیں۔

بینک نے اپنی عمارت خود بنوائی ہے جنگ کی امداد کے لئے بینک نے ۲۰۰۰ روپئے ڈیفنس لون میں جمع کئے اور ۱۲۰۰ روپئے وار فنڈ میں دیئے۔





عورتوں اور بچّوں کی دُنیا

عورتوں اور بچّوں کی اصلاح

(از ڈاکٹر مسز ٹی ایپ ڈائریکٹر آف میٹرنٹی اینڈ چائلڈ ویلفیر)

اس وقت میں آپ کو عورتوں اور بچّوں کی اصلاح کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں آج کل ہر آدمی ملک کی اصلاح چاہتا ہے اور جو لوگ بچّوں اور عورتوں کی اصلاح میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں وہ اس کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ صرف تعلیم ہی سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کام کو ترقی دینے کے لئے ایک محکمہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ گاؤں اور شہروں میں قائم کر رکھا ہے۔ جس میں تربیت یافتہ دائیاں، نرسیں اور ہیلتھ وزیٹر ہیں جن کا کام عورتوں کو یہ تعلیم دینا ہے کہ وہ کس طرح اپنے ملک کی اصلاح میں حصّہ لے سکتی ہیں۔ کیونکہ جبتک ہمارے ملک کی عورتوں کو یہ بات معلوم نہ ہوگی کہ بحیثیت بیوی اور ماں کے اُن کے کیا فرائض ہیں اور قوم و ملک کی ترقی اُنکے ہاتھ میں ہے جسکا ارمان آج ملک کے بچے بچے کے دلوں میں ہے مگر وہ پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُنکو تندرستی کے اصولوں پر عمل کرنا نہ سکھایا جائے۔

ہمارے ملک میں بہت سی بیماریاں پھیلا کرتی ہیں۔ جن کی روک تھام ضروری ہے۔ اسکے لئے ہسپتال، ڈاکٹر، حکیم، وید ہیں۔ جن سے بہت کچھ فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر جو قاعدے تندرستی کے قائم رکھنے اور بیماریوں سے بچنے کے ہیں وہ پہلے گھروں میں شروع ہونے چاہئیں جو کہ ہر عورت کو جاننے چاہئیں اور اس وقت یہی چیز آپ کو بتانا ضروری ہے۔

پڑھی، لکھی، ہیلتھ وزیٹر اور دایہ کا کام ہے کہ وہ پہلے آپکے گھروں میں جا کر گھر والوں اور عورتوں کو ایک دوست کی طرح رائے دیں کہ اپنی تندرستی کا بچّہ ہونے کے پہلے اور بعد کس طرح خیال کرنا چاہئے اور اپنی حیثیت کے مطابق کیا کھانا چاہئے۔ بچّوں کی صحیح تربیت، غذا عمر اور وقت کے لحاظ سے دینا اور موسم کے لحاظ سے ٹھیک کپڑا پہنانا اور اُنکی عادت اور چال چلن کی کس طرح نگہداشت کرنی چاہئے۔

اسکے علاوہ ہر جگہ زچہ بچّہ گھر قائم ہیں۔ یہاں یہ لوگ ہر ہفتے تولتے ہیں۔ اُن کی ترقی اور تندرستی کا حال معلوم کرنے کے لئے اور یہاں اُن کے روزانہ غسل کا موسم کے لحاظ سے پورا انتظام رہتا ہے۔ خصوصاً اُن عورتوں اور بچّوں کے لئے جنکے اپنے گھر میں اس کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ چھوٹی موٹی بیماریوں کی دوا بھی ہوتی ہے۔ طاقت کی دوائیں اور موسمی چیزیں، دودھ، پھل و سبزیوں کے عرق وغیرہ بھی غریب حاملہ عورتوں اور بچّوں کو دئے جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاں اکثر لیڈی ڈاکٹر بچوں اور خاص طور سے حاملہ عورتوں کو مشورہ دیتی ہے اور اُنکی دیکھ بھال کرتی ہے اور ساتھ ساتھ وہاں پر عورتوں لڑکیوں کو پرورش اطفال کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ نیز اس میں سینا، بننا، پکانا اور خاص طور سے بیماروں کا کھانا اور اُن کی



سرونگ کی شہزادی دانیگ ممدا - آپ پچھلے دنوں بمبئی آئی ہیں -

صحیح تیمارداری بھی شامل ہیں۔

اس کے علاوہ خانگی امور میں مشورے دیئے جاتے ہیں تاکہ ہر عورت اپنی آمدنی کے لحاظ سے اپنا انتظام کر سکے اور اپنی زندگی کامیاب بنا سکے۔ کنبہ کی تندرستی بہت کچھ گھر کے مرد کی مدد پر منحصر ہے اور جب وہ تندرست زندگی کے اصول سمجھ جاتے ہیں تو گھر والوں کی اصلاح جلد ہو سکتی ہے۔

ہیلتھ وزیٹر ان دایوں کو جو گاؤں میں کام کر رہی ہیں صاف ستھرا اور صحیح طور پر دائی گیری اور خطرے کے علامات کی پہچان سکھاتی ہے تاکہ جہالت کی بنا پر بچوں کو خطرہ اور زچہ عورتوں کی موت زہریلے بخار وغیرہ سے نہ ہو۔

ان سب باتوں کے علاوہ میجک لالٹین اور سنیما سے بھی پبلک کو بتاتی ہے کہ طاعون ہیضہ، چیچک، جوڑی بخار، انفیکشن اور دق وغیرہ سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان بیماریوں سے بچنا ہمارے قابو میں ہے۔ صفائی اور تندرستی کے اصولوں کا خیال رکھا جائے۔

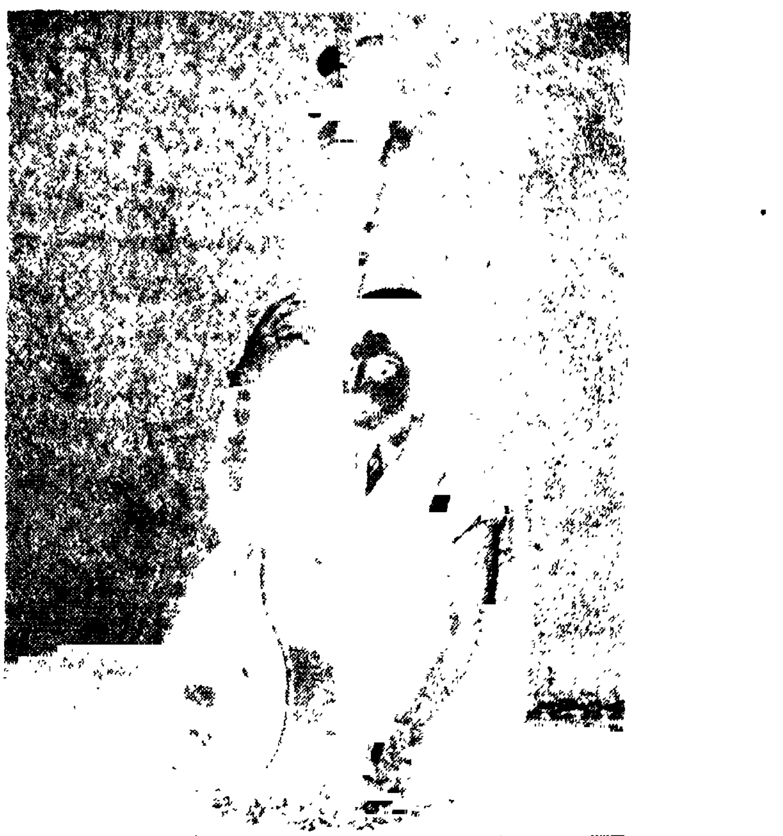
میں یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کہ ہیلتھ وزیٹر کو گاؤں میں کیا کیا مشکلیں پیش آتی ہیں خاندانی رسم، غریبی، جہالت، معلومات کی کمی۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ہر عورت اس میں حصہ لے اور اپنے ہونے والے بچوں کی تندرستی پر غور کرے اور محکمہ کی خدمات سے فائدہ اُٹھائے جو ہر وقت گھر پر مفت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ محکمہ ہیلتھ ڈپارٹمنٹ کی بہت کچھ ترقی کر سکتا ہے اگر ہمارے ملک میں مرد اور عورتیں ایک ساتھ حصہ لیں۔ اس لئے کہ اس کی ترقی پر اُن کی آئندہ نسلوں اور ملک کی ترقی کا انحصار ہے۔ اسکے فائدے بہت ہیں جو اتنے تھوڑے وقت میں بتلانا ممکن نہیں۔ اس کو پھر آئندہ کسی موقعہ پر تفصیل کے ساتھ پیش کروں گی۔

(مرسلہ از آل انڈیا ریڈیو)



بیگم معصوم حسن علی خاں - بمبئی کی خواتین کانفرنس کی کچھ ممبروں کے ساتھ - آپ نے پردے کو ہٹانے کے سلسلے میں بمبئی کے ایک خواتین کے جلسے میں حال ہی میں بڑی موثر تقریر کی ہے



کماری کسم جودھا - نئی دہلی کے ٹاؤن ہال میں ہونے والی آل انڈیا رقص و موسیقی کانفرنس میں آپکو ینگ انڈیا شیلڈ اور پہلا انعام ملا ہے۔

دیہات کی طرف

از جناب جگدیش پرساد، آرگنائز محکمہ گاؤں سدھار مظفرنگر

مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ معاف کیجئے سادی اور جمپر پہننے والے سکون کی نہیں بلکہ روحانی سکون کی۔

زندگی کے یہ ۲۳ سال شہر ہی میں گذارے بچپن کا بھولا پن، اسکول کی شرارتیں شباب کی اس دلکش دنیا میں قدم رکھتے وقت کی جھجک، جھینپ اور لاپروائی ان سب سے میرا واسطہ پڑا۔ میں خوش تھا، مست تھا اور اسی مستی میں میں نے یہ پاگل پن کیا۔ ایسے وقت بھی آئے جبکہ مجھے بہت رنجیدہ ہونا پڑا اور رونا تک پڑا۔ رنجیدہ ہونیکا سبب خواہ کچھ بھی رہا ہو لیکن برساتی سیلاب کیطرح ایک طوفان آیا اور اُتر گیا۔ کچھ گھنٹے، دن یا ماہ بعد پھر اُسی خوشی میں دن گزرنے لگے۔ سال گزرنے لگے۔

لیکن اب میں نے محسوس کیا کہ سکون کی یہ خواہش پیچھا چھوڑنے والی نہیں۔ دق کی طرح آہستہ آہستہ تندرستی بگڑتی جارہی ہے سوچا تھا کہ مسوری جاکر جی بہلے گا میں مسوری گیا بھی۔ وہاں بڑی چہل پہل دیکھی عمدہ سڑکیں، اونچی عمارتیں، آواز دینے پر سیکڑوں قلیوں کا حضور حضور کرتے ہوئے آنا اور شام کو سب کا سیر کے لئے نکلنا یہ سب پسند آنے والی چیزیں تھیں۔ مگر ایک سوال رہ رہ کر پیدا ہوتا تھا کہ کیا یہ سب لوگ میری ہی طرح "تلاشِ سکون" میں آئے ہیں اور مسرت و اطمینان کا جو چشمہ بہتا ہوا نظر آتا ہے کیا یہ حقیقی ہے میں نے دیکھا اپنی اپنی امیری کی نمائش کرنے کا وہاں مقابلہ سا ہو رہا تھا۔ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ منصوری میں اس کی دولت و ثروت کا سکہ جم جائے اور اسکے لئے روزانہ نئے طریقے اور نئے نئے فیشن ایجاد ہوتے تھے۔ دراصل لوگ جاتے ہی ہیں وہاں اپنا روپیہ خرچ کرنے۔ آپ خیال تو کیجئے کہ ہمارے اسی ملک میں ایک دو نہیں کروڑوں بھائی دونوں وقت پیٹ بھر کھانا بھی نہیں کھا سکتے۔ پھٹی سی رضائی میں یا گاؤں کے کولھو کی بھٹی ہی کے پاس پڑکر رات گزار دیتے ہیں۔ میں نے اپنے شہر کے مغربی گوشے میں خود دیکھا ہے کہ اُس میں میرے اور آپ جیسے ہی سات انسان تھے۔ گرمی سردی کا اثر میرے جتنا ہی اُن پر بھی ہونا چاہئے تھا اُس روز میں گرم بل اور اسکے اوپر گرم کوٹ اور پھر موٹا جسٹر پہنے ہوئے تھا ہاتھوں میں دستانے تھے سر مفلر سے لپیٹ لیا تھا۔ اور وہ لوگ ایک ٹھنڈی قمیض میں کچھ سکڑتے سے پھر رہے تھے۔ ان کے پاس صرف ایک رضائی تھی اور اس میں بھی ۱۵ سوراخ تھے۔ اسی ایک رضائی میں وہ ساتوں غریب انسان سمٹ کر پڑ رہے۔ انکے لئے گرمی خدا کی دین ہے' نعمت ہے ان گرمیوں میں کپڑوں کی فکر سے انھیں نجات مل جاتی ہے پھر یہ گرمی سے کیوں بھاگنے لگے؟

چھوڑیئے ان غریبوں کی باتیں۔ میں ان منصوری جانے والے بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ حقیقتاً گرمی سے پریشان ہوگئے ہیں۔ آپ ذرا اس پر غور کیجئے کہ آپ نے جو سال بھر تک جھوٹ سچ بول کر روپیہ جمع کیا ہے اُسے خرچ کرنے کیلئے آپ وہاں جاتے ہیں یا عیاشی کرنے

اسی لئے مجھے وہاں بھی سکون نہ ملا اور جلد ہی پریشان ہوکر وہاں سے بھی بھاگا۔ راہ میں ہردوار پڑتا تھا۔ جی میں آیا کہ یہاں کچھ دنوں قیام کیا جائے۔ یہ ارادہ کرکے ہردوار اُتر ہی پڑا۔ وہاں مذہب کے ٹھیکے داروں کا اڈا ہے۔ چھو جانے سے بھنگی کا سایہ پڑجانے سے انکا مذہب بھاگ جاتا ہے اور وہاں والے مذہبی آدمی ٹھہرے۔ بھلا مذہب کی بے حرمتی کیسے دیکھ سکتے ہیں خواہ اسکے لئے انکی جان ہی چلی جائے۔ ایک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں اور رہی عورتیں بھگانے، اُنھیں فروخت کرنے ان سے اپنا جی خوش کرنے، شراب وغیرہ پینے کی بات تو یہ ان کا روز کا کام ہے۔ ان باتوں سے مذہب کو نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب دن رات وہ پرماتما کی پوجا میں مصروف رہتے ہیں تو کیا انھیں اتنا بھی حق نہیں کہ وہ دو گھڑی کسی حسین عورت سے جی بہلالیں۔

یہ حالت آپکے مقدس تیرتھ ہردوار کی میں وہاں ایک منٹ بھی نہ رہ سکا۔ سامان اور ریل کا بھی ہوش نہ رہا میں تو یوں بدحواس ہوکر بھاگا گویا مندر میں چرن امرت کے بجائے جوتوں کی مار کھاکر کوئی بھاگتا ہے بھاگتا بھاگتا آخر تھک گیا اور گرکر بیہوش ہوگیا۔ تھوڑی دیر میں مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے سارے جنگل میں روشنی ہوگئی ہے۔ مجھے تعجب ہوا۔ اتنے میں ایک بزرگ مجھے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ معلوم نہیں کیوں میں ان کے قدموں سے لپٹ کر بچوں کی طرح رونے لگا۔ وہ بولے "میں سمجھتا ہوں تیری حالت! بیٹا! چپ ہوجا۔ میں تیری امداد ہی کے لئے آیا ہوں۔ اُٹھ اور میرے ساتھ چل"۔ اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ میں اُٹھکر انکے ساتھ ہولیا۔

وہ بزرگ کہنے لگے "تو جانتا ہے کہ تو جس دنیا میں پیدا ہوا، بڑا ہوا اسکے علاوہ ایک دوسری دنیا بھی ہے میں انکا منہ دیکھنے لگا۔ وہ کہہ رہے تھے "یہ سنکر تو تجھے اور بھی تعجب ہوگا کہ وہ دنیا تیرے ہردوار اور منصوری سے ذرا ہی پیچھے ہے۔ دو ہی قدم کا فاصلہ ہے لیکن پھر بھی تم لوگ اُسے نہیں جانتے"۔

میری حیرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میری سمجھ ہی میں نہ آیا کہ منصوری اور ہردوار کے پیچھے دو قدم کے فاصلے پر ایک نئی دنیا ہے میں تو روزانہ ٹہلنے جاتا تھا اور میلوں نکل جایا کرتا تھا میں نے تو کبھی کچھ دیکھا نہیں پھر بھی میں نے بزرگ سے پوچھا "وہاں کون لوگ رہتے ہیں؟"

وہ بولے "میرے اور تمہارے جیسے آدمی! جو تم چاہتے ہو وہی وہ بھی چاہتے ہیں تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے انھیں بھی

اُسی چیز کی ضرورت ہے۔ اور وہ کوئی فخر بھی نہیں۔ تمھارا اُن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تم اُن کی دیا نمی اور امداد کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مگر وہ تمھارے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں لیکن پھر بھی تم انھیں بھول گئے ہو۔ کتنے احسان فراموش ہوتے لوگ۔ یہ کتنی افسوس ناک بات ہے۔ تمھارے سامنے ایک پریشانی ہو سکتی ہے کہ دو درجن قمیصیں کم ہیں۔ اچھی طرح اور کفایت شعاری سے ساتھ رہنے میں پانچ درجن تو چاہئیں باقی دو درجن کہاں سے آئیں۔ اور اگر کبھی دو ہی درجن میں گزر کرلو تو اپنی کرسی کا ڈھنڈورہ پیٹتے پھرتے ہو لیکن تمھیں کیا معلوم کہ اس نئی دنیا میں اُن کے جسم پر ایک قمیص بھی نہیں ہوتی۔ تھے معلوم ہے کہ تم کئی بار اپنے مکان کے بارے میں پریشان ہوتے ہو۔ تمھیں دو کمرے ملے ہوئے تھے۔ اپنے دوستوں کو بٹھانے کے لئے تمھیں تیسرے کمرے کی ضرورت تھی۔ اور جب وہ تمھیں نہ مل سکا تو تم کئی روز ملول رہے تھے۔ تمھاری اس دنیا میں کمرے نہیں ہوتے بیٹا۔ پھوس جمع کرکے جھونپڑی بنالیتے ہیں دو گز چوڑی، تین گز لمبی جگہ ہوتی ہے۔ اتنی سی جگہ میں سارا کنبہ گزارہ کرلیتا ہے اور کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا۔"

میں نے پوچھا "کیا وہ کچھ روزگار نہیں کرتے؟ کچھ کماتے نہیں؟"

وہ بولے "روزگار کرتے ہیں اور تم سے زیادہ کماتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے لئے نہیں کماتے۔ تمھارے لئے کماتے ہیں۔ تمھیں سب کچھ دیدیتے ہیں۔"

میں نے کہا "تو وہ بڑے سخی ہیں۔"

بزرگ بولے "نہیں بیٹا، وہ اتنے سخی اتنے سمجھدار ہوتے تو ہماری خوشی کی حد نہ ہوتی وہ اپنا سب کچھ دیدیتے ہیں مگر جانتے نہیں کہ وہ دے رہے ہیں۔ تمھارے دوسرے بھائی ان کو ستاتے ہیں، تنگ کرتے ہیں۔ مگر وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ اُن کو ستایا جا رہا ہے، تنگ کیا جا رہا ہے اور اگر انھیں کبھی اس کا احساس بھی ہوتا ہے تو وہ اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ کوشش کرسکتے ہیں اور اس مصیبت سے نجات پا سکتے ہیں۔ کیونکہ اُن میں اتنی طاقت ہے مگر وہ اپنی طاقت سے ناواقف ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تو وہ بڑے صابر ہیں جو تھوڑے سے میں گزارہ کرلیتے ہیں۔"

بزرگ نے کہا "نہیں بیٹا ہم اسے صبر و قناعت نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے سامنے سے کوئی روٹی چھین کرلے جائے اور ہمیں بھوکا ہی رہنا پڑے تو اسے صبر نہیں کہا جا سکتا۔ اُن کو یہ احساس ہی نہیں ہے کہ ہم بھی دنیا میں کچھ ہیں۔ ہمارا بھی کچھ حصہ ہے۔ وہ مایوسی کے زندہ مجسمے ہیں۔ اُن کی یہ مایوسی دور کرنی ہے۔ کیا تم اتنا کرسکوگے؟"

میں چلایا "میں ضرور کرسکوں گا۔ میں ضرور کروں گا۔ آپ مجھے اُس دنیا میں لے چلئے۔ میں ذرا دیر بھی یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ وہیں آپ کی اُسی دنیا میں رہوں گا۔ وہیں مجھے سکون ملے گا۔"

بزرگ بولے "ہاں بیٹا۔ میں سمجھتا ہوں تمھاری اس خواہش کو یہ حالات سن کر ہر نوجوان کو جوش آنا ہی چاہئے۔ وہ دیکھو میری انگلی کی طرف سامنے۔"

میں نے دیکھا، سامنے ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔

بزرگ کہنے لگے "ہاں گاؤں ہی وہ دنیا ہے۔ اسی کو تم لوگ بھول گئے ہو۔ شہر سے ملی ہوئی۔ لیکن شہر سے ہر بات میں نرالی یہی وہ دنیا ہے جس کی طرف تمھیں جانا چاہئے وہیں تمھیں سکون مل سکتا ہے۔"

اتنے میں میری بیہوشی دور ہوئی میں نے اُٹھ کر دیکھا وہاں کوئی بزرگ نہ تھے۔ سامنے ہی ایک گاؤں تھا۔ میری آنکھوں کا پردہ ہٹ چکا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ گاؤں ہی میں مجھے سکون مل سکتا ہے اور میں گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔

افکارِ نازش

از جناب نازش حیدری دہلوی

بے طرح جورِ بتاں یاد آیا — سود سے بڑھ کے زیاں یاد آیا

نزع میں دشمنِ جاں یاد آیا — کون یاد آیا کہاں یاد آیا

کروٹیں لیتی ہے پھر برقِ نگاہ — پھر کوئی سوختہ جاں یاد آیا

حشر میں پھر ہے تمنائے شباب — جاگ کر خوابِ گراں یاد آیا

پھر ہے بے تاب وہ مضرابِ نگاہ — پھر دلِ زمزمہ خواں یاد آیا

لذتِ ذوقِ خرابی معلوم — خلد میں تیرا مکاں یاد آیا

تجھ سے قائم تھا کبھی میرا وجود — یاد آیا مجھے ہاں یاد آیا

ابتدا میں نظر آیا انجام — آگ لگتے ہی دھواں یاد آیا

لگ گئی چپ تجھے نازش کیسی
کس کا اندازِ بیاں یاد آیا

اشاعت تعلیم

از رائے بہادر پنڈت شری رائن چترویدی افسر محکمہ توسیع تعلیم یو پی

ہمارے ملک میں لوگ ہمیشہ سے علم کی قدر کرتے آئے ہیں قدیم شعرا اور علما نے علم کی تعریف میں بہت سی نظمیں لکھیں ہیں۔ چانکیہ نامی ایک بہت بڑا عالم چندر گپت مور کی حکومت میں رہتا تھا وہ راجہ کا اُستاد بھی تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ جن والدین نے اپنے لڑکے کو تعلیم نہیں دلائی وہ اس کے دشمن ہیں کیونکہ وہ لڑکا پڑھے لکھے لوگوں کے بیچ میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہنسوں میں بگلا۔ ہمارے شاستروں میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ علم کی خیرات سب سے بڑی خیرات ہے۔ زمانۂ قدیم میں لوگ دھرم شالا اور مندر بنواتے تھے تو ساتھ ہی ساتھ پاٹھ شالا یا مدرسہ بھی کھولتے تھے جن میں طالب علموں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انکے کھانے اور کپڑے کا بھی انتظام تھا۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ملک میں علم کی قدر ہمیشہ سے لوگ کرتے آئے ہیں اس ملک میں ملازمت کیلئے کبھی تعلیم نہیں حاصل کیجاتی تھی۔ لوگ اسلیئے پڑھتے تھے کہ معلومات میں اضافہ ہو۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے دیہاتوں میں تعلیم کی اشاعت نہیں تھی۔ یہ بھی غلط ہے سنہ ۱۸۳۰ء میں یعنی اب سے سو سال قبل ایک انگریز فوجی نے لکھا تھا کہ میری پلٹن میں زیادہ تر سپاہی بیسواڑے کے ہیں اور پڑھے لکھے ہیں۔ ہندی تو سبھی جانتے ہیں۔ ہر ایک کو کویوں کے بہت سے دوہے کوت اور چوپائیاں یاد ہیں بہتوں نے تو سنسکرت بھی پڑھی ہے۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ سو سال پہلے بھی تعلیم کی اشاعت کم نہ تھی لیکن ادھر کچھ دنوں سے ہمارے ملک میں جہالت نے گھر کر لیا ہے۔ تعلیم کی کمی سے ملک کی بدنامی تو ہوتی ہی ہے اس کے علاوہ ملک کی ترقی بھی نہیں ہوتی آپ میں سے جو پڑھے لکھے نہیں ہیں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے محتاج رہتے ہیں۔ چٹھی رسید پڑھوانے کے لئے آپ کو دوسروں کے پاس جانا پڑتا ہے اور بہت سی باتوں سے آپ لوگ ناواقف رہتے ہیں آجکل دنیا کی سب سے بڑی لڑائی ہو رہی ہے آپ لوگ اخبار نہیں پڑھ سکتے اور صحیح خبریں نہیں جان سکتے آپ ریل کا ٹکٹ لیتے ہیں مگر یہ نہیں جان سکتے کہ آپ کو ٹھیک جگہ کا ٹکٹ ملا ہے یا نہیں آپ ۵۰ روپئے دیکر رسید لے لیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ رسید کتنے روپئے کی ملی ہے یا آپ کھیتی کرتے ہیں لیکن کھیتی میں کیا کیا سدھار ہو رہا ہے اور اناج کا نرخ منڈیوں میں کیا ہے اس سے آپ بے خبر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تو آپ کھیتی میں ترقی کر سکتے ہیں اور نہ آپ کو اپنے اناج ہی کا ٹھیک ٹھیک دام ملتا ہے جاہل رہنے کے باعث جو دقتیں ہوتی ہیں ان سے آپ خوب واقف ہیں۔

حکومت نے جب آپ کی اصلاح کے لئے محکمہ گاؤں سدھار قائم کیا تو اس نے محسوس کیا کہ اصلی گاؤں سدھار اسی وقت ہو سکتا ہے جب خود آپ اپنی اصلاح کریں حکومت خواہ کتنی ہی امداد کرے کتنا ہی روپیہ صرف کرے مگر آپ جب تک باہم تعاون نہ کرینگے اسوقت تک آپ اپنی اصلاح نہ کر سکیں گے اور جب تک آپ پڑھیں لکھیں گے نہیں اسوقت تک آپ گرام سدھار کی باتیں سمجھ ہی کیسے سکتے ہیں دوسرے ملکوں میں بھی پہلے کسانوں اور گاؤں والوں کی حالت اچھی نہ تھی۔ جب اُن میں تعلیم پھیلی تو وہ خود اپنی حالت درست کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اُنھوں نے اپنی اپنی حکومتوں پر گاؤں سدھار کرنے کا زور ڈالا۔ وہاں کیسے دیہاتوں کی اصلاح کی گئی یہ جاننے کے لئے آپ کو تعلیم یافتہ ہونا پڑے گا اسی لئے ہماری حکومت نے گاؤں سدھار میں اشاعت تعلیم کا خاص انتظام کیا۔ تعلیم کی اشاعت کا یہ کام حکومت نے اتنا اہم اور ضروری سمجھا کہ محکمہ گاؤں سدھار کے ساتھ ساتھ اور اسکی مدد کیلئے اس نے محکمہ توسیع تعلیم علیحدہ سے قائم کر دیا۔ یہ محکمہ دیہاتوں میں بالغوں کو پڑھانے لکھانے کا انتظام کرتا ہے۔ جہاں جہاں گاؤں سدھار کا کام ہو رہا ہے وہاں تو زیادہ تر محکمہ گاؤں سدھار ہی کیطرف سے پڑھانے لکھانیکا انتظام ہے مگر جہاں گاؤں سدھار کا کام نہیں ہے وہاں محکمہ توسیع تعلیم ہی یہ کام کرتا ہے اس محکمہ نے صوبہ کے دیہاتوں میں ایک ہزار سرکاری بالغوں کے مدرسے کھول رکھے ہیں۔ ان میں حکومت کی طرف سے لالٹین وغیرہ کا انتظام رہتا ہے اور پڑھنے لکھنے کا سامان مفت دیا جاتا ہے۔ بالغوں کے علاوہ ان اسکولوں میں ان لڑکوں کو پڑھایا جاتا ہے جو دن میں گھر یا کھیت کا کام کرتے ہیں اور بورڈ کے مدرسوں میں پڑھنے نہیں جا سکتے۔ جہاں سرکاری بالغوں کے مدرسے نہیں ہیں وہاں اگر گاؤں والے اپنے مدرسے کھول لیں تو انھیں چار یا پانچ روپئے ماہوار مدد دیجاتی ہے اسکے علاوہ پڑھنے والوں کو کتابیں بھی حکومت کی طرف سے مفت دیجاتی ہیں۔ اگر گاؤں والے نیا مدرسہ کھول نہ سکیں تو اپنے گاؤں کے پرائمری یا مڈل اسکول کے ماسٹروں سے پڑھیں انکو اس کام کے لئے ایک روپیہ انعام دیا جاتا ہے یہاں بھی پڑھنے والوں کو مفت کتابیں ملتی ہیں یعنی حکومت نے ایسا انتظام کیا ہے کہ اس صوبہ میں جو شخص بھی پڑھنا چاہے اسے کتاب مفت دیجائیگی اور جو اُنھیں پڑھائیگا انھیں حکومت کی طرف سے تنخواہ یا انعام دیا جاتا ہے اگر گاؤں کے وہ لوگ جو پڑھ لکھ نہیں سکتے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ رات میں ایک دو گھنٹہ محنت کریں تو چھ مہینے میں رامائن پڑھ سکیں گے، اپنے خط پتر اپنے ہاتھ سے لکھ پڑھ سکیں گے، اخبار بھی پڑھنے لگیں گے اور اپنی لکھا پڑھی کے پچاسوں کام خود ہی کرنے لگیں گے۔ اب بتایئے کہ جب حکومت نے آپکے لئے اتنا انتظام کر دیا ہے تو اگر آپ خود چھ مہینے تک گھنٹے دو گھنٹے پڑھنا نہ چاہیں تو اس میں کس کا قصور ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگ ۴۰ پچاس سال کے ہونگے۔ ہمارے ملک میں ایک بڑی خراب مثل مشہور ہے کہ بوڑھے طوطے پڑھنا نہیں سیکھ سکتے اور اس بات کا حوالہ

دیکر لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ بوڑھے آدمی نہیں لکھ پڑھ سکتے۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ بات بالکل غلط ہے طوطا تو جانور ہے اور جانور سے آدمی کی برابری کیا کرنا کتنی بےعقلی کی بات ہے جانور بڑے ہو جاتے ہیں کوئی بات نہیں سیکھ سکتے لیکن انسان ہر دور اور عمر میں کوئی بات سیکھ سکتا ہے یہی تو انسانوں اور حیوانوں میں فرق ہے۔ میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو پچاس سال کی عمر کے بعد لکھنا پڑھنا سیکھ گئے۔ اگر آپ کے گاؤں میں بالغوں کا اسکول ہے تو آپ اس میں جاکر اپنا نام لکھائیے اور اگر آپ کے گاؤں میں مدرسہ نہیں ہے تو اپنے گاؤں کے کسی پڑھے لکھے آدمی سے مدرسہ کھلوائیے اگر آپ کے گاؤں میں بچوں کا مدرسہ ہے تو وہاں کے ماسٹر سے پڑھانے کو کہئے اگر یہ نہ ہو سکے تو آپ اپنے ضلع کے اسکولوں کے ڈپٹی انسپکٹر کو کسی پڑھے لکھے آدمی سے لکھوا دیجئے کہ وہ آپکے یہاں پڑھانے کا انتظام کریں۔ اور اگر وہ کچھ نہ کریں تو مجھے لکھوا بھیجئے۔ میرا پتہ یاد رکھئے افسر محکمہ توسیع تعلیم۔ الہ آباد

حکومت جانتی ہے کہ آپ لوگ غریب ہیں آپکے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ آپ کتاب خرید سکیں۔ اور اگر آپ پڑھنے کے بعد کتابیں یا اخبار نہ پڑھتے رہیں گے تو آپ پڑھنا لکھنا پھر بھول جائیں گے۔ آپکی اس مشکل کو دور کرنیکے لئے حکومت نے دیہاتوں میں ۳۶۰۰ مطالعہ گھر کھولے ہیں۔ ان مطالعہ گھروں میں ہندی اُردو کے اخبار آتے ہیں۔ یہ مطالعہ گھر ڈسٹرکٹ بورڈ کے اسکولوں میں ہیں۔ وہاں کے ماسٹروں کو حکم ہے کہ وہ لوگ اخبار پڑھکر گاؤں والوں کو سنایا کریں اور جو لوگ پڑھنا چاہیں انھیں پڑھنے کو دیا کریں آپ لوگوں کو چاہئے کہ آپ وہاں جاکر اخبار کی خبریں سنا کریں اور جو پڑھ سکتے ہیں وہ اخبار پڑھا کریں۔

حکومت نے آپکے لئے ایک انتظام اور کیا ہے۔ دیہاتوں میں ۱۰۰۰ کتب خانے کھولے ہیں ایک کتب خانے میں تقریباً ۵۰۰ کتابیں رکھی گئی ہیں۔ کتب خانے مڈل یا پرائمری اسکول میں کھلے ہیں۔ جو لوگ لکھ پڑھ سکتے ہیں وہ کتب خانے میں جاکر کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔ جو لوگ کتابیں گھر لانا چاہیں وہ گھر بھی لا سکتے ہیں۔ ان کتب خانوں میں ہر قسم کی کتابیں ہیں۔ ناول افسانے نظم، تاریخ، سیاست، جغرافیہ، سفرنامے، مذہب وغیرہ سبھی موضوعات کی کتب آپ کو یہاں ملینگی۔ جن دیہات میں کتب خانے نہیں ہیں تو ان کیلئے گشتی کتب خانہ گاؤں میں ہر ماہ ۲۰ کتابوں کا بکس بھیجا کریگا جس سے آپ لوگوں کو ہر ماہ نئی نئی کتابیں پڑھنے کو مل جایا کریگی۔ حکومت نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ لیکن اب آپکا کیا فرض ہے؟ آپ لوگوں میں جو ناخواندہ ہیں وہ اس انتظام سے فائدہ اُٹھائیں اور جو پڑھے لکھے ہیں وہ اپنے ناخواندہ بھائیوں کو پڑھنے کے لئے ترغیب دیں اور خود بھی کتب خانوں سے فائدہ اُٹھائیں۔ اگر کوئی ماسٹر نہ ملے تو خود انھیں پڑھا دیں یا ڈپٹی انسپکٹر سے خط کتابت کرکے شبینہ مدارس قائم کرائیں خدا نے آپکو ایسا موقع دیا ہے کہ آپکو علم کی روشنی ملگئی ہے اب آپکا فرض ہے کہ دوسروں کو بھی روشنی پہنچائیے اگر ہر پڑھا لکھا آدمی سال میں ایک ناخواندہ کو پڑھا دے تو ملک سے جلد ہی جہالت کا خاتمہ ہوجائے۔

"آجکل"

جناب جذبی فیض آبادی

آپ کے لب پر شکایت آجکل
یہ جوانی، یہ قیامت آجکل

آپ کو مجھ سے محبت آج کل
اللہ اللہ میری قسمت آجکل

آپ کی نظر عنایت آج کل
یہ بھی ہے کوئی شرارت آجکل

شرمگیں نظریں، نشیلی کروٹیں
ان کی آنکھوں میں ہے جنت آجکل

توڑ بھی زاہد تو اپنے عزم کو
یہ گھٹا اور یہ عبادت آجکل

اشک آنکھوں سے اترتے ہی نہیں
ایسا عالم؟ ایسی حالت آجکل

یہ نگاہیں اور یہ اذنِ بیخودی
چھوڑ بھی زاہد شریعت آجکل

بھیگی بھیگی آنکھ تپتی تپتی سانس
یہ ترے جذبی کی حالت آجکل

ہمارے صوبہ میں گاؤں سدھار

فروری سنہ ۱۹۴۲ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ نمائشیں، اسکاوٹ میلے اور ٹورنامنٹ زیادہ ہوئے۔ گاؤں کی عورتوں مردوں نے اس نمائش میں بہت دلچسپی لی اور اُن سے سبق حاصل کیا۔ گاؤں سدھار کی پبلسٹی موٹروں نے بھی گراموفون ریکارڈ اور میجک لالٹین کے ذریعہ اچھی اشاعت کی اور اس سے تعلیم کے ساتھ گاؤں والوں کی تفریح بھی ہوئی۔ بنارس، غازیپور اور بلیا کے ضلعوں میں وسیع پیمانے پر گاؤں سدھار نمائشیں ہوئیں۔ قسمت بنارس کے کمشنر صاحب نے غازی پور اور بنارس کی نمائشوں میں گاؤں سدھار کے مختلف کاموں کا معائنہ کیا اور انھیں پسند کیا۔ ملہن پور میں زراعتی اور صنعتی نمائش ہوئی جس کا افتتاح کمشنر صاحب قسمت گورکھپور نے کیا تھا۔ یہ بہت کامیاب رہی۔ علیگڈھ کی نمائش میں رورل ڈیولپمنٹ کورٹ میں گاؤں سدھار کے مختلف کاموں کا مظاہرہ کیا گیا۔ مقامی حکام ضلع نے اس کے کاموں کو دیکھا اور انھیں بہت پسند کیا۔

دیہاتوں میں ذرائع آب رسانی کے لئے ۱۸،۶۰۰ روپئے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے حوالے کردئے گئے تاکہ وہ نئے کنوئیں بنوا سکیں، کنوئیں میں بورنگ کروا سکیں اور سینچائی کے معمولی باندھ وغیرہ بنوا سکیں کُل خرچ کے نصف حصہ کا بار گاؤں والوں کے اوپر رہیگا دیہاتوں کے راستوں کو درست کرنے کے لئے ۶۵،۲۲۰ روپئے کی رقم علیحدہ منظور ہوئی ہے۔ اس سے معمولی ڈاٹ کے پل بنانا اور دیہاتوں کے راستوں کو پختہ کرانا بھی شامل ہے۔ اس مد میں خرچ کا ½ حصہ گاؤں والوں کو ضرور برداشت کرنا پڑیگا خواہ وہ نقد روپئے کی شکل میں ہو خواہ محنت کی شکل میں اور دو حصہ حکومت کے ذمے ہوگا۔

گاؤں سدھار دیہاتوں میں اسکاوٹ فوج کی تنظیم کے اوپر خاص زور دیا گیا ہے۔ ۲۱۔ سیوادل بنے اور ۵،۰۹۶ اسکاؤٹ اور خدام دیہات اس ماہ داخل کئے گئے اور اُن کو تعلیم دی گئی بہت سے اضلاع میں تھوڑے عرصہ کے لئے کارکنان گاؤں سدھار کے لئے ریفریشر کلاس کھولے گئے جو کہ کامیابی کے ساتھ ختم ہوئے۔

زندگی سدھار سوسائیٹیوں کو مضبوط بنانے کے لئے خاص طور سے کوشش کی گئی۔ اس کے علاوہ سوسائیٹیاں اور جلسے کئے گئے اور سال بھر کا پروگرام بناکر اُس کے مطابق کام شروع کیا گیا۔ ۱۱۱ زندگی سدھار سوسائیٹیاں منظم کی گئیں اور ۱۸ کی رجسٹری ہوئی۔ اس کے علاوہ ۴ مارکٹنگ سوسائیٹیاں، ایک رسد سوسائٹی اور ۱۶ دوسری قسم کی سوسائیٹیاں منظم کی گئیں۔

اخیر فروری میں کافی بارش ہوئی جس سے اس سال خشکی سے بچے ہوئے پودوں کو بہت مدد ملی۔ پالا پڑنے سے کہیں کہیں نقصان ہوا مگر یہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ زمین کی تیاری کا کام تمام اضلاع میں شروع کیا گیا ہے۔ سنہ ۴۲-۱۹۴۱ء میں جو خامیاں رہ گئیں تھیں اُنکو حتی الامکان دور کرنے کی پھر سے کوششیں ہو رہی ہیں۔

جنگ کے باعث چیزوں کے دام بہت بڑھ جانے سے یکم اپریل سنہ ۱۹۴۲ء سے رسد کا مرکزی انتظام ملتوی کر دیا گیا۔ یہ انتظام زمانۂ جنگ تک یا جب تک نیا آرڈر نہ جاری ہو قائم رہے گا۔ کھیل کے سامانوں کے لئے مقامی خرید و فروخت کا حکم دیا گیا۔ رورل ڈیولپمنٹ کے اسسٹنٹ سکریٹری خود یہ دیکھ لیں گے کہ جو چیزیں خریدی گئی ہیں وہ لاگت کے مطابق ہی ہیں۔

اس ماہ ۶،۵۴۷ کھاد کے گڈھے کھودے گئے اور ۵،۰۸۷ پیشاب سے کھاد تیار کرنے والے گڑھے کھودے گئے۔ ۹،۵۲۵ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا اور ۱،۹۲۵ بیلوں کو آختہ کیا گیا۔ چھوت کی بیماری کی روک تھام کے لئے کافی انتظام کیا گیا جس سے دیہاتوں میں کوئی بیماری نہیں پھیلی۔ ۷،۱۳۰ اشخاص کو ٹیکے اور سوئیاں لگائی گئیں اور ۱۱۳،۰۴۶ بیماروں کا علاج کیا گیا۔ ۱،۲۲۴ اشخاص کو فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی اور ۲۹۶ دائیاں بھی ٹرینڈ کی گئیں۔

۳،۹۹۴ عام جلسے کئے گئے۔ ۲۹ نمائشیں ہوئیں جن میں دیہاتی مصنوعات کی نمائش کی گئی۔ ۲۴ ناٹک ہوئے اور ۳۶۴ بھجن منڈلیوں کی تنظیم ہوئی۔ ۷۶ نمونے کے گھر بنائے گئے اور ۲۰۳ اشخاص کو صنعتی تعلیم دی گئی۔ ۱۵ پنچایت گھر بنائے گئے اور کافی بن رہے ہیں۔

دیش بدیش کی بات



پیدا اور نیک ہے لیکن اُس میں بہت بڑا نقص یہ ہے کہ جتنا دینے کی خواہش ہوتی ہے اُس سے بہت بڑا مکر و عدے کئے جاتے ہیں۔ جنکے ٹھیک وقت پر پورے

دُنیا کے اہم واقعات

از رائے بہادر پنڈت شنکر بہاری مشر

اپنا گزشتہ مضمون میں نے ۲۱ مارچ کو لکھا تھا۔ یہ مضمون آج ٹھیک ایک ماہ بعد لکھ رہا ہوں۔ سر اسٹیفورڈ کرپس گزشتہ اخیر مارچ میں ہندوستانی مسئلے کو طے کرنے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ انھوں نے کانگریس، مسلم لیگ، ہندو مہاسبھا اور دیگر کئی لیڈروں، والئیان ریاست اور دیگر افسران وغیرہ سے اس موضوع پر گفت و شنید کی۔ ۸ اگست ۱۹۴۰ء کو ایک سرکاری اعلان ہوا تھا کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کو جنگ کے بعد درجۂ نوآبادیات دینے کو تیار ہے۔ جھگڑا صرف اتنا ہے کہ یہاں کی خاص خاص جماعتیں مل کر انتظام حکومت کے متعلق خود فیصلہ کرلیں یہ شرط رادھا کے ناچنے کے لئے نو من تیل سے کم نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نو من تیل ہوا اور نہ رادھا ناچیں۔ ادھر تقریباً ڈیڑھ سال کے اندر مختلف ممبران نے پارلیمنٹ میں یہ سوالات وقتاً فوقتاً کئے۔ لیکن وزیر ہند کا جواب ہمیشہ وہی رہا جو انھوں نے پہلے دیا تھا۔ ادھر جاپان نہایت تیزی سے لڑ رہا ہے اور کئی جزیرے اُس نے لے لئے اور برما میں خوفناک جنگ ہو رہی ہے۔ برطانیہ کو پوری امداد نہ ملنے کے باعث کچھ لوگوں نے برطانیہ کا ساتھ چھوڑ کر دشمن سے میل کرلیا جس سے ہندوستان کی برطانیہ سے وفاداری کے متعلق بھی تشویش پیدا ہوگئی۔ برطانیہ کی حکومت بہت انصاف



سر اسٹیفورڈ کرپس اور مولانا ابوالکلام آزاد مل رہے ہیں۔



وزارت برطانیہ کے رکن سر اسٹیفورڈ کرپس جو ہندوستان کے لئے آئین حکومت کی تجویز لے کر ہندوستان آئے تھے۔

نہ ہو سکنے سے بہت سی وفادار رعایا تک میں بددلی پیدا ہو گئی۔ ایسا بہت سے لوگوں کا خیال ہے۔ آج کل برطانیہ کی امداد چین اور امریکہ بھی کر رہا ہے۔ ان میں سے چین کا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہندوستانی پورے استقلال و طاقت کے ساتھ جاپان کے خلاف جنگ کریں تو فتح یقینی ہوگی۔ اُدھر امریکہ کا غالباً یہ خیال ہے کہ ہندوستانی پورے جوش و خروش کے ساتھ جنگ نہ کریں گے تو بغیر دس بیس لاکھ امریکن سپاہیوں کی مدد کے ہندوستان کا جاپانیوں سے بچنا مشکل ہے۔ امریکہ سامان جنگ تو کثیر مقدار میں بغیر کوئی قیمت لئے ہوئے بھی دینے کو تیار رہے، لیکن اپنی زبردست فوج کٹوانے کو تیار نہیں ہے ایسا وہاں کے اخبارات لکھ رہے ہیں۔ انھیں وجوہ سے چین اور امریکہ کی رائے سے یا اپنی ہی خواہش سے ہندوستانی معاملات کا تصفیہ کرنے کے لئے سر اسٹیفورڈ کرپس کو ہندوستان بھیجا۔ اگست سنہ ۱۹۴۰ء والی مسٹیکش میں کسی خاص وقت تک ہندوستان کو درجۂ نوآبادیات دینے کا وعدہ نہیں کیا گیا تھا یہ بات اب طے کر دی گئی ہے۔ ہندوستان میں آج کل پانچ چھ سیاسی جماعتیں ہیں جن میں چار کا بہت زور ہے۔ یہاں گیارہ بڑے صوبے ہیں اور کئی سو دیسی ریاستیں ہیں جن میں کئی بڑی بھی ہیں۔ ہندوستان کی کل آبادی ۳۸ ½ کروڑ ہے جس میں ۹ کروڑ مسلمان اور ۲۸ کروڑ ہندو۔ بقیہ ڈیڑھ کروڑ میں



وائسرائے کے محل میں مارشل اور میڈم چیانگ کائی شیک

سکھوں کی اکثریت ہے اور عیسائی دیویژشین بھی ہیں۔ کچھ اچھوتوں کو بھی اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے تھوڑی بہت شکایات ہیں۔ دیسی ریاستوں کی تعداد تقریباً ۹ کروڑ ہے جس میں کہ ہندو اور مسلمان مذکورہ بالا تعداد میں شامل ہیں۔ والیان ریاست سے حکومت کے معاہدے ہیں جن کے مطابق اُنھیں اپنی اپنی ریاستوں میں مختلف اختیارات حاصل ہیں۔ اُن اختیارات سے دست بردار ہونے کو وہ تیار نہیں ہیں۔ یہی ریاستوں کا جھگڑا ہے۔ کچھ ریاستوں میں عوام کی نمائندہ جماعتیں بھی قائم ہیں۔ بقیہ میں ایسا نہیں ہے اور وہاں کے والی مطلق العنان ہیں۔ جہاں نمائندہ جماعتیں ہیں وہاں بھی کانگریس وغیرہ کی طرح اُن کو پوری طاقت نہیں حاصل ہے۔ لہٰذا آبادی کے اعتبار سے ریاستی عوام میں سے منتخب نمائندے ہندوستان کا آئین بنانے والی جماعت میں حصہ لیں تو اُن کا اثر جمہوریت کے موافق ہوگا ایسا کانگریس والوں کا خیال ہے۔

مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ جن صوبوں میں اُن کی اکثریت ہے وہاں بھی اُنھیں مرکزی حکومت کے ماتحت رہنا پڑے گا اور وہ حکومت ہندوستانی اکثریت کے مطابق ہندو ہوگی۔ اس لئے وہ اپنی اکثریت والے صوبوں کو مرکزی حکومت سے علٰحدہ رکھنا چاہتے ہیں۔ کچھ دنوں تو اُنھوں نے یہ بحث جاری رکھی کہ مرکزی حکومت میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے نمائندے برابر تعداد میں ہوں لیکن جب یہ جواب دیا گیا کہ کسی قانون کے رو سے بھی ۹ کروڑ ۲۸ کروڑ کے برابر نہیں ہوسکتے تو اُنھوں نے پاکستان کا سوال پیش کیا جس کے مطابق جن جن صوبوں میں مسلمان اکثریت میں ہوں وہ صوبے آئندہ مرکزی حکومت سے علٰحدہ کردئے جائیں ادھر برطانیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جنگ کے زمانے تک تو کوئی تبدیلی نہ ہو لیکن جنگ ختم ہوتے ہی پھر سے انتخاب ہو اور ہر ایک اسمبلی کے دس فی حصہ کے ارکان منتخب کرکے آئینی اسمبلی بنائی جائے جس میں تعداد کے مطابق دیسی ریاستوں کے لوگ بھی وہاں کی اسمبلیوں سے یا اسمبلی نہ ہو تو والیان ریاست کی طرف سے نامزد ہوکر حصہ لیں۔ یہ اسمبلی جیسا آئین حکومت بنائے گی اُسے حکومت برطانیہ تسلیم کریگی لیکن جو صوبے آبادی کے مطابق کثرت رائے سے وفاق ہند میں ملنا پسند نہ کریں گے اُن کی علٰحدہ حکومتیں قائم کردی جائیں گی۔ یہی حال دیسی ریاستوں کا ہوگا۔ جو نئی حکومتیں سلطنت ہند سے الگ کی جائیں گی وہ صرف متحدہ حکومتوں سے ملحق ہونگی۔ اس طرح خیال کیا جاتا تھا کہ کثرت رائے کے باعث پنجاب، صوبہ سرحد اور سندھ کی ایک علٰحدہ ریاست بنے گی اور بنگال و آسام کی دوسری۔ بقیہ چھ صوبے مدراس، بمبئی، صوبہ متوسط، یوپی، بہار اور اُڑیسہ ہندو ریاست میں رہیں گے اور دیسی ریاستوں کی حکومت علٰحدہ ہوگی۔

لیگی مسلمانوں کو یہ اسکیم بہت پسند آئی اگرچہ بظاہر اُنھوں نے اسے پسند نہیں کیا۔ ہندو مہاسبھا



سڈنی کی خاص سڑک پر جنگ میں جانے والے آسٹریلین سپاہیوں
کا مظاہرہ



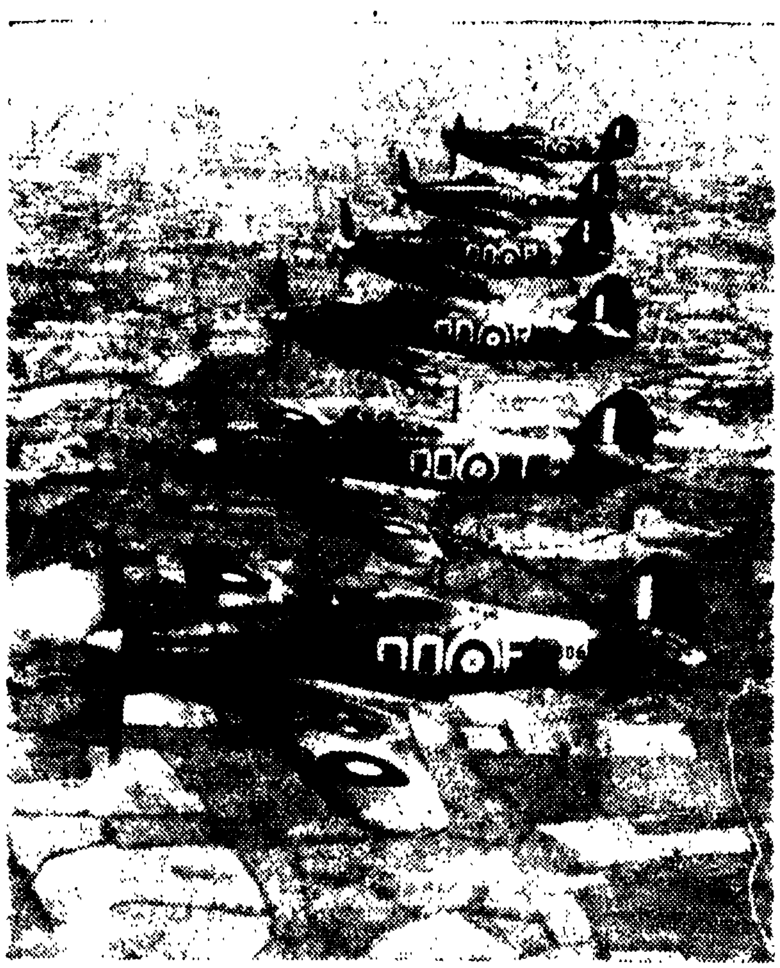
جنرل میک آرتھر



مسٹر چرچل سپاہیوں کا معائنہ فرماتے ہیں۔

موجودہ مرکزی وزارت میں دو نشستیں ملتی تھیں مسلم لیگ اور کانگریس کو زیادہ اور ایک یا دو سکھوں یا عیسائیوں اور پارسیوں و اچھوتوں کو آج کل مرکزی وزارت میں تین انگریز ہیں چار ہندو تین مسلمان اور ایک پارسی۔ کانگریس مسلم لیگ اور ہندو سبھا نے وزیر جنگ کا عہدہ کسی غیر ملکی کو دینے سے انکار کیا۔ بہت بات چیت کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا لیکن یہ سوال پھر بھی باقی رہا کہ کانگریس کہتی تھی کہ [illegible] کو وزارت کی شرکت [illegible] سے منظور [illegible] کرنا قابل تسلیم [illegible] اختیار نہ ہوگا۔ یہ بات حکومت نے منظور نہیں کی۔ اور [illegible] سمجھوتہ نہ ہو سکا اور کرپس صاحب واپس چلے گئے۔ ہندوؤں نے سمجھا کہ نہ تو انھیں اسوقت کوئی اختیارات مل سکتے ہیں اور نہ آئندہ کے وعدے قابل یقین ہیں لیکن مسلمانوں سے دوسرے غیر ہندو ہندوستانی بھی بڑی حد تک اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ آئندہ ہندوستان کے ٹکڑے ہو جانے کی ہندو سبھا سخت مخالف تھی اور کانگریس بھی اس کے خلاف تھی۔ حکومت برطانیہ کی یہ پوزیشن ہے کہ وہ ہندوؤں، مسلمانوں اور ریاستوں تینوں کو خوش رکھنا چاہتی ہے۔ ہندو لیڈروں کا یہ خیال ہے کہ ہمیشہ کی طرح حکومت اب بھی مسلمانوں کی طرف جھک رہی ہے جس کے باعث اتفاق رائے سے معاملہ طے ہونا مشکل ہے۔ کانگریس اور ہندو سبھا کہتی تھی کہ ابھی معاملات اتفاق کے ساتھ طے ہونا اور وقت پر ہندوستانی آئینی حکومت کا مسئلہ طے ہو جائے گا۔ اگر حکومت ابھی سے ایسے سوالات نہ اٹھائے جن کے باعث آئندہ کبھی ان کا طے ہونا ناممکن ہو۔

ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ اگر ہندوستان کے تین حصے کرنے کی تجویز کانگریس مان بھی لے تو بنگالی ہندو اور پنجابی سکھ اور ہندو اسے کبھی نہ مانیں گے بنگال میں کانگریس کا اثر ادھر کم ہو گیا ہے اور مسٹر بوس کے فارورڈ بلاک اور ہندو



برما میں جاپانی ہوائی جہاز سے مقابلہ کرنے والے برٹش کے جنگی ہوائی جہاز

سبھا کا زور زیادہ ہے۔ جب تک بنگال کے علٰحدہ ہونے کا سوال رہے گا اُس وقت تک بنگالی ہندو دل و جان سے اس کی مخالفت کریں گے اور بنگال میں کبھی امن نہ قائم ہوگا یہ آثار بتلاتے رہیں۔ ادھر جاپانی حملہ اگر ہوا تو اس کا پہلا حملہ بنگال ہی پر ہو سکتا ہے۔ اسلئے حکومت کو کانگریس سے یہ توقع کبھی نہ کرنی چاہیے جو اس کے امکان کے باہر ہو۔ ادھر پنجاب میں سکھ جنگ پسند قوم ہیں اور جب تک وہ مطمئن نہیں ہوتے اسوقت تک غالباً پنجاب میں بھی بدامنی ہوگی ایسی حالت میں جو تجویز حکومت نے پیش کی ہے اسے اگر کانگریس منظور کرلے تو بھی پنجاب اور بنگال میں یہ دقت پیش آئے گی۔ پھر بھی اس مسئلہ کا یہ پہلو کسی نے سامنے نہیں رکھا جس سے ممکن ہے کہ یہ رائے غلط ہی ہو۔ کانگریس یہ بھی کہتی ہے کہ جب تک وہ کوئی سب کے لئے قابل قبول بات نہ طے کر سکے گی اُس وقت تک عوام اس کی بات مانیں گے ہی کیوں ایسی حالت میں حکومت کی خواہش کیونکر پوری ہوگی۔ سمجھوتہ نہ ہو سکنے پر برطانیہ، امریکہ، چین اور ہندوستان سب کو بڑی مایوسی ہوئی ہے۔ کانگریس حب وطن پر زور دیکر جاپانیوں کی ہر حال میں مخالفت کرنے کو کہتی ہے مسٹر نہرو کا بیان ہے کہ لوگوں کو سرکاری جنگی کوششوں میں نہ تو مدد کرنی چاہیے نہ اس کی مخالفت۔ لیکن جاپانیوں و جرمنوں کی مخالفت کرنی چاہیئے۔ حکومت کے خلاف عدم تعاون بھی کچھ کم کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھنا چاہیے کہ اس بات میں وہ کہاں تک کامیاب ہوتی ہے۔ جب تک کانگریس امیروں اور حکومت کے خلاف غریبوں کے حقوق پر زور دیتی رہی اس وقت تک تو عوام میں اس کا اثر دن بدن بڑھتا رہا کیونکہ غریبوں کو اس کی طرفداری میں اپنا ہر طرح کا فائدہ ہی نظر آیا۔ لیکن کسی بھی وجہ سے جب کانگریس حکومت پرست بن کر غریبوں سے جان کی بازی لگانے کو کہے گی اُس وقت اس کی کوشش کہاں تک کامیاب ہوگی کیونکہ یہ فیصلہ مستقبل ہی کر سکتا ہے۔ شبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں غالباً کسان سبھاؤں اور ہندوستانی سوشلسٹوں کے سوالات اُٹھکر اُن کی طاقت میں کچھ اضافہ ہو۔ پھر بھی ٹھیک سمجھوتہ ہونے سے کانگریس کا اثر کم ہونے کے بجائے زیادہ ہوگا۔

اُدھر فرانس میں موسیو لاول حکومت کے وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں۔ اور مارشل پیٹان ریاست کے چیف رہ گئے ہیں۔ ان کی طاقت اب برائے نام رہ گئی ہے۔ ایڈمرل ڈارلان بحری برّی اور ہوائی طاقت کے افسر مقرر ہوئے ہیں اور ابھی مارشل پیٹان کی جانشینی کے اُمیدوار ہیں فرانس نے جرمنی کو تین بیٹل شپ (بڑے جنگی جہاز) دس تباہ کن جہاز اور کئی اور جنگی جہاز دیئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرانس برطانیہ کے خلاف جرمنی کی اعلانیہ امداد کرنے لگے گا۔ انھیں وجوہ سے برطانیہ اور امریکہ میں فرانس کو بھی دشمن ملک قرار دینے کے مسئلے پر غور ہو رہا ہے۔ بحر اوقیانوس کی جنگ میں اب تک جرمن ناکام رہے ہیں افریقہ میں جنگ ملتوی ہے۔ لیکن فرانس کی مدد سے جرمنی شائد جلد ہی وہاں بھی ابتدا کرلے گا۔ کیونکہ تھوڑے ہی دنوں میں گرمی کے پڑنے کے باعث اگست تک کے لئے وہاں کی جنگ ملتوی کرنی ہی پڑے گی۔ روسی

جنگ میں روس جرمنوں کو دبا رہا ہے اور کئی جگہ فتحیاب بھی ہوا ہے لیکن ابھی تک کوئی بڑی فتح نہیں ہوئی ہے ہٹلر پہلی مئی سے اپنا بہار والا حملہ شروع کرنا چاہتا ہے لیکن اُس کے کمانڈر اس کی ابتدا یکم جون سے کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ابھی تک وہاں کافی سردی ہے۔ ترکی سے ہو کر جرمنی جو حملہ کرنا چاہتا تھا اُس کے متعلق کچھ نہیں معلوم ہوا۔ فرانس کے جو جزیرے امریکہ کے قریب ہیں اُن پر امریکہ قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ افریقہ کے قریب والے فرنچ جزیرہ مڈغاسکر کا بھی سوال پیدا ہوگا۔ اُسے اگر جاپان پا جائے تو اُس کا بہت کام بن جائے گا۔ فرانس اُسے ایسا کرنے دے گا لیکن اتحادی اُسے روکنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے پا جانے سے جاپان کا بحر عرب پر اور زیادہ قبضہ ہو جائے گا۔

جنوبی بحرالکاہل میں جاپان فلپائنس کے خاص حصوں اور ڈچ ایسٹ انڈیز پر بڑی حد تک قابض ہو چکا ہے اور آجکل نیوگنی میں جنگ ہو رہی ہے۔ یہاں آسٹریلیا نے اس کا اچھا مقابلہ کیا ہے اور بارش شروع ہو جانے سے بھی جاپان کو دشواری ہے۔ جنرل میک آرتھر اس طرف کے کمانڈر ہیں۔ امریکن فوجیں بھی وہاں کافی تعداد میں پہنچ چکی ہیں امریکن طیاروں نے جاپان کو بہت کچھ نقصان پہنچایا ہے اور دارالسلطنت ٹوکیو و دیگر جاپانی شہروں پر ہوائی حملے ہو چکے ہیں جاپان روس سے لڑے گا یا نہیں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ روس بھی سائبیریا میں اسکے لئے تیار ہے۔ ادھر جاپانیوں نے زبردست نقصان ہوا۔ لنکا میں طیاروں کے ذریعے حملہ کرنے سے جاپان کا زبردست نقصان ہوا۔ برما میں جنگ ہو رہی ہے اور وہاں کچھ تیل کے کنوئیں خود تباہ کرنے پڑے۔ جب تک برما نہیں جاتا اُس وقت تک ہندوستان پر جاپان کا حملہ نہ ہوگا۔ آئندہ بھی یہ مشتبہ ہے۔ ابھی تک یہاں کے لئے گھبرانے کا موقعہ نہیں ہے۔



آسٹریلیا میں بروک نامی جگہ سے دور، موتی کی تلاش میں ایک جہاز سمندر میں چکر لگا رہا ہے

ہل کا انعامی مقابلہ

مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیجئے اور بیس، دس اور پانچ روپیہ کے نقد انعامات لیجئے

ذیل میں ایک سوال دیا جاتا ہے۔ اسکا جواب ہندی یا اُردو میں لکھ کر بھیجنے والوں میں سے تین کو جنکے جوابات صحیح ہوں گے بالترتیب بیس روپیہ، دس روپیہ اور پانچ روپیہ کا انعام دیا جائیگا۔ اس انعام کے قواعد بھی یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ مقابلہ میں حصہ لینے سے پہلے ان قواعد کو اچھی طرح پڑھ لینا چاہئے۔

سوال:۔ کوئی نہایت عجیب منظر بیان کیجئے جسے کبھی آپ نے دیکھا ہو اور جس کا آپ پر مستقل اثر پڑا ہو۔

قواعد (۱) یہ مقابلہ 'ہل' کے سلسلہ میں شروع کیا جا رہا ہے۔ جو جواب آئیں گے انہیں اول تین کو انعام دیا جائیگا۔ مقابلہ میں آئے ہوئے جوابوں کی تعداد اور موضوع کے مطابق انعاموں کی تعداد اور رقم میں کمی بیشی کی جا سکے گی۔ یہ مقابلہ 'ہل' کے اکتوبر کے نمبر سے شروع ہوگا اور اپریل تک جاری رہے گا۔

(۲) اس ماہ کے مقابلہ کے سلسلہ میں بھیجے جانے والے جواب ایڈیٹر 'ہل' الہ آباد کے پاس ۱۵ مئی تک پہنچ جانے چاہئے ۱۵ مئی سنہ ۴۲ء کے بعد جو جواب بھیجے جائینگے ان پر غور نہیں کیا جائیگا۔

(۳) جواب مختصر اور موضوع کے ماتحت ہی ہونے چاہئے۔ موضوع کا خیال، زبان اور طرز بیان کے مقابلہ میں زیادہ کیا جائے اور ایڈیٹر کو یہ آزادی ہوگی کہ وہ جواب کے الفاظ میں جیسی چاہئے ویسی تبدیلی کر دے۔

(۴) اس طرح اس مقابلہ میں انعام پانے کا ایک طالب علم کو اتنا ہی موقع ہے جتنا کہ تجربہ کار مضمون نگار کو ہو سکتا ہے۔

(۵) جن جوابات پر انعام دیا جائے گا وہ سب گاؤں سدھار افسر کی ملکیت ہونگے اور یہ ان کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ انھیں جس صورت میں چاہیں شائع کریں یا نہ شائع کریں۔

(۶) اس مقابلہ اور اس کے انعام کے سلسلہ میں آنے والے خطوط کا جواب نہ دیا جائے گا۔

(۷) مقابلہ میں حصہ لینے والوں کے پاس ان کے جواب واپس نہ بھیجے جائیں گے اسلئے اگر وہ چاہیں تو اپنے جواب کی نقل اپنے پاس رکھ سکتے ہیں یہ جواب ہندی یا اُردو میں لکھ کر بھیجے جا سکتے ہیں۔

(۸) مقابلہ میں حصہ لینے والوں کو چاہیئے کہ وہ صاف صاف اور کاغذ کے ایک ہی طرف کافی حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔ انھیں اپنے جواب کے اخیر میں اپنا نام اور پورا پتہ بھی لکھنا چاہئے اس مقابلہ کا نتیجہ اور انعام حاصل کرنے والوں کے نام مناسب موقع پر شائع کئے جائیں گے۔

(۹) گاؤں سدھار افسر یو۔پی کا فیصلہ آخری ہوگا اور وہی سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔

(۱۰) انعام اس طرح دیا جائے گا۔ پہلا انعام بیس روپیہ کا۔ دوسرا انعام ۱۰ روپیہ کا اور تیسرا پانچ روپیہ کا ہوگا۔

(گاؤں سدھار افسر یو۔پی)

دوسرے سوال کا فیصلہ

'ہل' کے انعامی مقابلے کے دوسرے سوال کے سلسلے میں جو جواب آئے تھے اُن کا فیصلہ گاؤں سدھار افسر صاحب نے فرما دیا ہے۔ حسب ذیل تین اصحاب کو علی الترتیب ۲۰ روپئے، ۱۰ روپئے اور ۵ روپئے کے نقد انعام دئے گئے ہیں انعام کی رقم ان اصحاب کے پاس گاؤں سدھار افسر یو۔پی کے دفتر سے لکھنؤ سے بھیج دی گئی ہے۔

۱۔ مسٹر تلک رام رورل ڈیولپمنٹ آفس لکھنؤ۔

۲۔ مسٹر راجہ رام رستوگی گنیش گنج لکھنؤ۔

۳۔ مسٹر گوردھن لال پنت۔ راج گڑھ اسٹیٹ (سی۔ آئی)

سوال یہ تھا کہ اپنے پاس پڑوس میں گاؤں سدھار کا جو کام ہو رہا ہے اُس میں آپکی رائے میں کیا اصلاح ہونی چاہیئے؟ ان جوابوں کا خلاصہ ہم 'ہل' کی آئندہ اشاعت میں درج کرینگے۔

تیسرے سوال کا فیصلہ

تیسرا سوال دیہاتی زندگی سے تعلق رکھنے والی ایک کہانی کے سلسلے میں تھا۔ ہمارے پاس دیہاتی زندگی سے تعلق رکھنے والی کافی کہانیاں آئیں۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے حسب ذیل تین اصحاب کو علی الترتیب اوّل، دویم، سویم انعام دینا طے کیا ہے۔

۱۔ پنڈت رام نریش ترپاٹھی، بسنت ولاس، سلطانپور۔

۲۔ شریمتی چندروتی رشبھ سین جین، شانتی بھون سہارنپور۔

۳۔ مس موہن کماری سیٹھ ۱۶۶۲، گلی حکیم بقا، حوض قاضی دہلی۔

ان اصحاب کے انعام بھی گاؤں سدھار افسر صاحب کے لکھنؤ کے دفتر سے بھیج دئے گئے ہیں۔

رورل کریڈٹ یعنی دیہاتی قرض

(از ... انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز۔ یو۔ پی)

اس دنیا میں انسانی ضروریات روپیوں ہی سے پوری ہوتی ہیں۔ روپیہ ایک سرکاری سکہ ہوتا ہے جس کو بازار میں دیکر اپنے کام کے لئے سودا خریدتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں جب سکہ نہیں تھا تو گاؤں والے ایک دوسرے سے چیزوں کا تبادلہ کر کے اپنا کام نکالتے تھے لیکن اب سکہ کے رائج ہو جانے سے تبادلہ کا رواج بند ہو گیا ہے۔ خواہ گاؤں میں ہو یا شہر میں جن لوگوں کے پاس روپیہ نہیں ہوتا وہ ان لوگوں سے جن کے پاس روپیہ ہوتا ہے قرض لیکر کام چلاتے ہیں۔ قرض دینے والا مہاجن کہلاتا ہے اور جو قرض لیتا ہے اسکو قرض دار کہتے ہیں۔ قرض لینے والا ادائگی قرض کے وقت اصل رقم کے ساتھ کچھ اور روپیہ بھی دیتا ہے جس کو سود کہتے ہیں۔ مہاجن قرض دیتے وقت شرح سود پہلے سے طے کرلیتا ہے۔ ہندوستان میں جدید فیشنوں کی ابتدا کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اخراجات تو بڑھتے گئے مگر آمدنی اس رفتار سے نہیں بڑھی۔ اس طرح اپنا کام چلانے کے لئے شہر اور دیہات دونوں جگہوں کے لوگ دھڑا دھڑ قرض لینے لگے۔ اس سے روپئے والے مہاجن فائدہ اٹھانے لگے اور روپیہ سود پر چلانے لگے۔ محنت کے بغیر اور بلا ہاتھ پیر ہلائے ہوئے لمبے لمبے سود پر روپیہ قرض دینے لگے۔ اور اس طرح وہ روپیوں سے روپیہ کھینچنے لگے۔ مثل ہے کہ "روپیہ روپئے والے کے پاس جاتا ہے" اس طرح لوگ لکھپتی اور کروڑپتی بن گئے اور قرض کی بدولت بڑی بڑی کوٹھیاں کھول دیں اور اس طرح مہاجنی کا پیشہ چل پڑا اور طرح طرح کے قرض جاری ہو گئے مثلاً لگا ہی، گروگانٹھ، رہن۔ ان سب قرضوں کا سب مطلب سمجھتے ہیں اور جو جو مصیبتیں پڑتی ہیں انکو بھی خوب جانتے ہیں۔ مگر کریں کیا۔ بغیر قرض کے تو کام ہی نہیں چلتا۔ اس طرح مہاجن کو فائدہ ہوتے دیکھ کر شہر کے آدمیوں کے منہ میں بھی پانی بھر آیا اور انھوں نے بھی مل کر بڑی بڑی کمپنیاں کھولیں جو قرض دینے کے روزگار کرنے لگیں۔ ان بڑی کمپنیوں کا نام بینک رہے ہے۔ یہ بینک بڑے بڑے شہروں میں ہوتے ہیں اور بڑے بڑے راجہ مہاراجہ سب اپنی اپنی جائداد، مکان، گاؤں یا اور کوئی چیز رہن رکھکر قرض لیتے ہیں۔ اس طرح یہ بینک لاکھوں اور کروڑوں روپئے کا لین دین کرتے ہیں۔ شہر والوں کو تو مہاجن اور بینک دونوں روپئے دینے کو تیار رہتے ہیں۔ مشکل تو محض غریب کسانوں کے لئے ہے جن کے پاس ضمانت دینے کے لئے کچھ نہیں ہوتا ہے مگر جن کا کام بغیر قرض کے چل بھی نہیں سکتا۔ ان آدمیوں کی دولت و جائداد جو کچھ بھی ہے وہ زمین ہے۔ مگر بدقسمتی سے اس زمین پر نہ تو ان کا پورا پورا قبضہ ہے اور نہ وہ لوگ اسکے مالک ہیں۔ وہ زمیندار کی ہوتی ہے۔ زمین ضمانت میں نہیں دیجاسکتی رہی زمین کی پیداوار جس پر ان لوگوں کا قبضہ ہوتا ہے وہ خدا کی دین ہے۔ زمین نے پانی برسا دیا تو امید پوری ہو گئی ورنہ دانے دانے کو محتاج ہو گئے پانی برس جانے پر بھی ہزاروں آفتیں آتی رہتی ہیں۔ مثلاً پالا، آندھی، فصل کی بیماریاں، کیڑے، ٹڈی دل اور اسی طرح نہ جانے کیا کیا آفتیں غریب کسانوں کی جانیں سکھا ڈالتی ہیں اور اس وقت تک اسکی جان پس وپیش میں رہتی ہے جب تک کہ فصل کٹ کر گھر میں نہیں آجاتی۔ اسکے بعد لگان کی فکر اور بیدخلی کے خوف کا بھوت سوار رہتا ہے ان سب کا علاج غریب کسان کے پاس قرض لینے کے علاوہ ہو ہی کیا سکتا ہے۔ اس قرض کی ادائیگی کی فکر اور اسکا سود ادا کرنے کی پریشانی میں پورا سال ختم ہو جاتا ہے اور دوسری فصل کا وقت آجاتا ہے۔ پھر بیج خریدنے کے لئے روپیہ چاہئے وہ بھی قرض ہی ملتا ہے۔ اس طرح ایسا چکر بن جاتا ہے کہ غریب کبھی اس چکر سے نہیں نکل پاتا اور نہ اسے قرضے ہی سے نجات ملتی ہے۔ یہ سب ہوتے ہوئے بھی بیچارے کو آسانی سے قرض نہیں ملتا۔ جب دوڑتے دوڑتے اسکی ناک میں دم آجاتا ہے تو مہاجن دیتا ہے یعنی ہوتے ہیں۔ سادے کاغذ پر انگوٹھے کا نشان لگوا کر روپیہ ملتا ہے اور ادا نہ ہونے پہ اپنی مرضی سے سود اور روپیہ بھر کر اس سادے کاغذ کا پیٹ بھرا جاتا ہے اور پھر نالش کر کے غریب کسان کا سارا سرمایہ، ہانڈی، برتن، چارپائی جو کچھ بھی سامان ملتا ہے قرق کروا لیا جاتا ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ جو کسان خود محنت کر کے دوسروں کے لئے غلہ پیدا کرتے ہیں اور انکو زندہ رکھ کر خود دانے دانے کو ترستے ہیں اور بھوک سے اپنی جان کھوتے ہیں۔

یہ حال ہے ہمارے گاؤں کے کسانوں کا۔ اس لئے کسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اصلاح خود کریں۔ گاؤں گاؤں میں دیہاتی بینک محکمہ امداد باہمی کی مدد سے قائم کریں اور انکے ممبر بن جائیں جب روپیوں کی ضرورت ہو تو اپنے بینک سے روپئے لیلیں اور دوسرے گاؤں والوں کو بھی دلوا دیں۔ اس دیہاتی بینک کا مقصد سب گاؤں والوں کی اخلاقی، سماجی اور جسمانی اصلاح ہے اور گاؤں والوں کی ترقی کے سبھی کام ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کفایت شعاری کی عادت ڈالنا، کم سود پر روپیہ دلوانا، اچھا بیج، اچھی کھاد اور مویشیوں کی حالت ونسل ٹھیک کرنا فصل کو اچھے داموں فروخت کرانے کا انتظام کرنا اور جو کام سب گاؤں والے چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس میں تین قسم کے ممبر ہوتے ہیں۔ ممبر وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اس میں شریک ہوں۔ ایک تو وہ ممبر جو بینک کے کل کاموں میں حصہ لینے کے لئے شریک ہوں۔ دوسرے وہ جو صرف گاؤں کی صفائی اور اپنی فصل کی فروخت کے لئے شریک ہوں اور تیسرے وہ جو صرف زندگی سدھار کے کام کرنے کے واسطے شامل ہوں۔ ہر قسم کے ممبر کی ذمہ داری علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔ جو پہلے درجے کے ہیں انکے حصے کی قیمت کا چوگنا دوسرے درجے کے حصے کی قیمت کے برابر اور تیسرے درجے کے ممبروں کی صرف ۵ روپیہ۔ ایک حصہ کی قیمت ۲۰ روپئے ہوتی ہے جو ۱۰ سال میں ادا ہوتی ہے۔ اسکا اختیار ایک بڑی

کمیٹی کو ہوتا ہے جس کو جلسہ عام کہتے ہیں۔ یہ جلسہ عام ایک پنچایت منتخب کرتا ہے جس میں ۵ سے لیکر ۹ آدمی تک ہو سکتے ہیں۔ یہ پنچایت دیہات کا سب انتظام کرتی ہے۔ اس طرح دیہاتی بینک کھل سکتا ہے۔ دیہاتی بینک کھولنے سے پہلے سب لوگ مل کر اپنے گاؤں میں ایک جلسہ کریں اور اس میں جمع ہوکر اپنی سب تکالیف بیان کریں اور ان کے دور کرنے کی ترکیبیں سوچیں مثلاً عمدہ بیج منگانا اچھی کھاد منگانا، اچھی فصل تیار کرنا، آبپاشی کے لئے کنوئیں بنوانا، عمدہ دودھ اور گھی پیدا کرنا، زمیندار کو سب ملکر یکجائی طور پر لگان دینا یہ سب کام دیہاتی بینک کے ذریعے ہی ہو سکتے ہیں۔ جس کام کے کرنے میں سب کو اتفاق ہو وہی کیا جائے پھر ایک پنچایت گھر بنوالیں اور اُس پنچایت گھر میں جمع ہوکر اپنا سب کام کیا کریں۔ جب کام کرتے کرتے تھوڑے دن ہوجائیں تو اپنے دیہاتی بینک کی رجسٹری کروالیں۔ رجسٹری ہوجانے پر گاؤں میں گرداور بھی جانے لگے گا اور وہ سوسائٹی کے کام میں مدد دیگا۔ اس طرح سب لوگ ملکر گاؤں کے کاموں میں حصہ لیں گے اور کچھ دن کے بعد جب اُنکا روپیہ جمع ہوجائیگا تو انکی غریبی دور ہوسکتی ہے اور وہ خوشحالی کی زندگی گذار سکتے ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں گاؤں ایک صاف ستھرے نمونے کا گاؤں بن جائیگا۔ اس طرح پھر ایک بار خوشی و مسرت کی لہر دوڑ جائیگی۔ اسلئے گاؤں والوں کو چاہئے کہ سُستی چھوڑکر کمر کس کر میدان میں کود پڑیں اور سب میل کرکے ایک ایک دیہاتی بینک سب دیہاتوں میں بنوائیں جس سے کہ دیہاتوں میں پھر چین کی بنسی بجنے لگے اور لوگ آرام و اطمینان کی زندگی بسر کریں۔ کوآپریٹو سوسائٹی کا خاص اصول اپنی مدد آپ کرنا ہے اور یہی خدا کی بہترین عبادت ہے۔

[یہ تقریر گذشتہ ۳۱، مارچ کو مُصنّف نے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے براڈکاسٹ کی تھی۔]

حُسن و عشق

(حضرت ذوقی الہ آبادی)

مست خیالِ اُلفت تو آغوش تمنا وا نہ کرے
حُسن وہاں انگڑائی لے اور عشق یہاں پروا نہ کرے

زہر جسے تریاق نہ ہو وہ کالوں کو چھیڑا نہ کرے
موت سے جو مانوس نہ ہو وہ ناگن سے کھیلا نہ کرے

دیدہ و دل والے ہی کچھ اس راہ میں ٹھوکر کھاتے ہیں
عشق اگر نابینا ہو تو حُسن کوئی پردا نہ کرے

باغ و بہارِ ہستی میں یہ پھول نہیں ہیں کانٹے ہیں
کانٹوں سے جو بچکے چلے وہ پھولوں کا مُنہ دیکھا نہ کرے

حُسن کو ڈھانکے لیتا ہے اور حُسن پہ چھایا جاتا ہے
عشق میں جب رسوائی ہے تو حُسن کو کیوں رسوا نہ کرے

حشر بھی ہوجائے تو ہو لیکن منتظر فردا نہ رہے
حُسن کا بس ایفا ہے یہی وعدہ کرے اور ایفا نہ کرے

حسن کے اور کیا معنی ہیں اے حضرت ناصح سنئے تو
کہنے کی ساری باتیں ہیں دیکھے جو کوئی دیکھا نہ کرے

آہ اجازت کیا دیجئے جاں ایک ہی ہے کچھ دو تو نہیں
آتے ہی جو جانے کو کہے وہ جائے تو پھر آیا نہ کرے

ذوقِ تکلم کو ذوقی تو تابع حُسن نگاہ نہ کر
ذوقِ نظر کشتہ ہو تو ہو پر ذوق زباں کشتہ نہ کرے

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت ۷ بجے سے پونے آٹھ بجے تک شام

۱ر مئی ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ قوالی۔ نعت اور قوالی ۔ عابد قوال معہ پارٹی ۔ نمونے کے گھر (مکالمہ) فصیح احمد افضال۔ بچوں کا جھگڑا (مکالمہ) رسول احمد، ابودھو اور دیگر۔ پنچ ۔ لڑائی کے حال چال ۔ خبریں

۲ر مئی ۱۹۴۲ء ۔ پنگھٹ ۔ سوہر اور گیت۔ یشودا دیوی معہ پارٹی ۔ آمدنی و خرچ (مکالمہ) بیگم نورجہاں ۔ بالوں کی دیکھ بھال ۔ تقریر ۔ ستی دیوی ۔ بہنو تمہارا خط ملا ۔ خبریں۔

۳ر مئی ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بچوں کا جلسہ ۔ گیان مالا ۔ (تقریر) پی ۔ ڈی ۔ مشر ۔ کورس ۔ بدیسیا اور پوربی بلدیو پرساد خسرو تھو۔ دیش بدیش کی باتیں (تقریر) تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۴ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ دادرا، غزل اور گیت ۔ مختار احمد فرمن (ناٹک) بشنو سیوا ۔ گوکرن پرساد (تقریر) ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں اور بازار نرخ ۔

۵ر مئی ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بھیشم پتگیا (کہانی) شری شنکر لعل مشترکہ کھیتی ۔ جی ۔ ڈی ۔ شکل ۔ سندیسہ (مکالمہ) وشوناتھ پرساد میلہ (نظم) چندر بھوشن ۔ خبریں اور بازار نرخ ۔

۶ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بچوں کی سبھا ۔ دُنیا گول (جغرافیہ) جگناتھ سنگھ۔ کورس اور گیت ۔ جنگ بہادر اور پنچ ۔ دُنیا کے حال چال ۔ سُننے والوں کی درخواست۔ خبریں۔

۷ر مئی ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت گھر ۔ کورس اور بھجن ۔ چتین رامجی داس ۔ پنڈت جی نیوتہ چلے ۔ (تقریر) کیلاش نرائن رستوگی ۔ شہر کی سیر (نظم) ایجاد احمد صدیقی۔ خبریں ۔

۸ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ قوالی ۔ نعت اور قوالی ۔ محسنی حسین خاں ۔ معتوں کی اہمیت (تقریر) ادریس احمد ۔ مونڈھا بنانا (تقریر) ارجن لال شرن واستو اور پنچ ۔ لڑائی کے حال چال (تقریر) خبریں ۔

۹ر مئی ۴۲ء ۔ پنگھٹ ۔ بھجن ۔ مدھر گیت۔ شدھا ماتھر ۔ شکایت (ناٹک) بہنو تمہارا خط ملا ۔ دعا دی ۔ خبریں ۔ مہمان نوازی۔ (تقریر)

۱۰ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بھجن۔ سدھا ماتھر ۔ دیش بدیش کی باتیں ۔ تمہارا خط ملا ۔ بڑے آدمیوں کے قول ہریش چند اوستھی ۔ خبریں ۔

۱۱ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ آلہا ۔ رام ہزاری تیواری معہ پارٹی ۔ مرچوں کی کاشت ۔ (تقریر) پی ۔ ڈی ۔ مشر ۔ ہفتہ کا پروگرام ۔ تقسیم (کہانی) اجودھیا پرساد دیکشت ۔ بازار نرخ ۔

۱۲ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بھجن اور کیرتن ۔ اللہ بخش معہ پارٹی ۔ سہاگے کے فوائد (تقریر) کرتار سنگھ ۔ ہنڈولہ بنانا ۔ (تقریر) ارجن لال اور پنچ ۔ منفالی ۔ (نظم) چندر بھوشن۔ خبریں اور بازار نرخ ۔

۱۳ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بچوں کی سبھا ۔ تاریخ کے صفحات (ابھیمنیو) چندر بھوشن ۔ کورس اور گیت ۔ جنگ بہادر اور پنچ ۔ دُنیا کے حال چال (بات چیت) سُننے والوں کی درخواستیں ۔ خبریں اور بازار نرخ ۔

۱۴ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بچاری ۔ بدھو دھوبی معہ پارٹی ۔ بالغوں کا مدرسہ (ناٹک) بنا پتیوں سے رنگ (مکالمہ) رام بہاری دیکشت معہ پارٹی ۔ خبریں ۔

۱۵ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ قوالی ۔ نعت اور قوالی ۔ نصیب احمد معہ پارٹی۔ اے ۔ آر ۔ پی ۔ میں آگ بجھانا ۔ (تقریر) ایتن سلونوں ۔ لڑائی کے حال چال۔ خبریں۔

۱۶ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بھجن۔ گیت (ریکارڈ) سوہر اور بھجن ۔ سیدی معہ پارٹی ۔ پرندا (تقریر)۔ سمترا کماری سنہا ۔ کچوڑی پکانا ۔ مکالمہ۔ ساوتری کھنّا اور دیدی ۔ بہنو تمہارا خط ملا ۔ خبریں ۔

۱۷ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بچوں کی سبھا ۔ گیان مالا (بات چیت) پی ۔ ڈی ۔ مشر ۔ کورس ۔ بلدیو پرساد اور پنچ ۔ مکالمہ۔ کرشن شنکر ۔ مکالمہ ۔ بلدیو پرساد اور جنگ بہادر ۔ لڑائی کے حال چال ۔ مکالمہ۔ تمہارا خط ملا ۔ خبریں ۔

۱۸ر مئی ۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بھجن

اور گیت - شیاما دیوی - نیواسہ (کھیت)
گنگا پرساد مشر - ہفتہ کا پروگرام - خبریں
اور بازار نرخ -

۱۹ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر - آرتی -
(ریکارڈ) بھجن اور کیرتن - شری کرشن -
کیرتن منڈلی - مُنہ اور پیر کی بیماریاں (تقریر)
ایک معالج حیوانات - پنڈت جی نیوستے
چلے - (دوسرا حصہ) مزاحیہ مکالمہ کیلاش اپن
رستوگی اور پنچ - خبریں -

۲۰ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر - بچوں
کی سبھا - وقت کا معقول استعمال (تقریر)
راجہ رام - بدیسا اور پوربی - رامجی داس -
دُنیا کے حال چال - سننے والوں کی درخواستیں -
خبریں -

۲۱ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
پجاری - فقیرے لال معہ پارٹی - برج
کی دیکھ بھال (مکالمہ) ارجن لال اور
پنچ - تقریر - کیوٹ رام - (مکالمہ) چندر بھوشن
اور جنگ بہادر - خبریں -

۲۲ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
قوالی (ریکارڈ) نعت اور قوالی مرتضیٰ حسین
اور پنچ - گاؤں کی گلیوں اور راستوں میں
اصلاح (بات چیت) فصیح احمد انصاری -
دیش بدیش کی باتیں - (مکالمہ) نظم - راجہ رام -
خبریں اور بازار نرخ -

۲۳ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
پنگھٹ - بھجن (ریکارڈ) رامائن اور گیت -
سوشیلا دید اور پارٹی - ستی پاربتی - (ناٹک)
سلائی کرنا (مکالمہ) کانتی اور دیدی - بہنوں
تمہارا خط ملا - خبریں -

۲۴ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
پنچوں کی سبھا - جھوٹ پاپ کا مول (بات
چیت) بابو رام دویدی - پجاری اور سمری
لالہ اور پارٹی - لڑائی کے حال چال - (مکالمہ)
تمہارا خط ملا - خبریں -

۲۵ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
گیت - (ریکارڈ) پوربی اور بھجن - رام
آسرے - چارپائی بنانا (مکالمہ) ارجن لال
اور جھپیرے - نظم - دھنیش بہاری اوستھی -
ہفتہ کا پروگرام - خبریں اور بازار نرخ -

۲۶ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
بھجن - کیرتن اور آرتی - مُرلی لال اور
پارٹی - چوروں کو ٹھکانا (بات چیت)
این - سی - چترویدی - خربوزے کی کاشت
(مکالمہ) چودھری اور پنچ - خبریں -

۲۷ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
بچوں کی سبھا - جغرافیہ - رات اور دن
کیسے ہوتا ہے؟ (بات چیت) پوربی اور
بھجن - رام جی داس - دُنیا کے حال چال
مکالمہ - سننے والوں کی درخواستیں -
خبریں -

۲۸ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
آلہا - شیو رتن سنگھ - شنکا - (کھیل)
انکار نامہ تردیدی - کھاد اور کھاد کے گڈھے
(مکالمہ) چودھری اور پنچ - خبریں -

۲۹ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
نعت (ریکارڈ) قوالی اور غزل - نصیر
قوال معہ پارٹی - سوسائٹیوں کے ذریعے
گھی کی تجارت - (بات چیت - آئی - ایچ -
موسیوی - دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ)
نظم - چندر بھوشن - خبریں اور بازار نرخ -

۳۰ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر -
پنگھٹ گیت - (ریکارڈ) بھجن اور گیت -
سنتوش کماری - سنگار (بات چیت)
تورن دیوی شکل - سوہر کی دیکھ بھال -
(مکالمہ) جنگ دُلاری دیوی اور دیدی -
بہنوں تمہارا خط ملا - خبریں -

۳۱ر مئی ۱۹۴۲ء - ہمارا پنچایت گھر - بچوں کی
سبھا - بیربل کی کہانیاں - بی - کے -
مشر - چیتی - جنگ بہادر - بانسری کی دھن -
سجاد حسین - لڑائی کے حال چال - (مکالمہ)
تمہارا خط ملا - خبریں -

کان کنوں کے لئے "حفاظتی ٹوپیاں"

ہندوستان کی کانوں کے چیف انسپکٹر نے اپنی رپورٹ بابت ۱۹۴۱ء میں بتایا ہے کہ کانوں میں زمین کے نیچے کام کرنے کے سلسلے میں چھت اور دیواروں کے گرنے سے بچاؤ کے طور پر بانس کی بنی ہوئی "حفاظتی ٹوپیوں" کا استعمال روز بروز بڑھ رہا ہے۔ کانوں کے مالک یہ ٹوپیاں مزدوروں کو مفت مہیا کرتے ہیں - کچھ کانوں میں تو زمین کے نیچے کام کرنے والے جملہ ملازمین ان ٹوپیوں کو استعمال کرتے ہیں اور کچھ کانوں میں صرف ان مقامات پر استعمال کرتے ہیں جہاں کھمبے نہ ہوں کیونکہ ایسی جگہ مزدوروں کے لئے سب سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔

چونکہ ان ٹوپیوں سے کافی حفاظت ہوتی ہے اس لئے کانوں کے چیف انسپکٹر نے پُرزور سفارش کی ہے کہ کانوں کے وہ تمام مزدور جو زمین کے نیچے کام کرتے ہیں "حفاظتی ٹوپیاں" استعمال کریں -

اونی صنعت و حرفت کی ترقی کیونکر ہو؟

از جناب گووند پرساد نوٹیال، ممبر کمایوں انڈسٹریز ایڈوائزری کمیٹی

کمایوں کی بھیڑوں کی نسل سدھارنے کے لئے "شیپ بریڈنگ فارم" کھولنے کے فوائد پر میں اختصار کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔ ان تجربات کی کامیابی میں کم از کم دس سال صرف ہونگے۔ وہ بھی اس وقت جبکہ حکام اس سمت جلد از جلد قدم اٹھائیں گے۔

کمایوں کے اندر موجودہ اونی صنعت زیادہ تر تبت کے اون سے چل رہی ہے اسلئے جب تک مقامی بھیڑوں کی نسل نہ سدھرے اور بھیڑیں کافی تعداد میں نہ رکھی جائیں اس وقت تک اس صنعت کو چلانے کے لئے ہمارا تبت کا محتاج رہنا ناگزیر ہے۔ تبت سے نہ صرف اون بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بکری (رنا نگے ہنیرے اور چیلپو) آتی ہیں۔ پنجاب سے ہر سال بیس ہزار لدو بکریاں تنہا گڑھوال میں آ رہی ہیں۔ انکو پنجابی لکھی کہتے ہیں اور ان سے بوجھ ڈھونے کا کام لیا جاتا ہے۔ ۹۵ فی صدی لدو بکریاں گڑھوال میں پنجاب سے آتی ہیں، کانگڑہ، چمبہ اور گورداس پور (پنجاب) تاجر اتنے ہوشیار ہیں کہ اس صنعت کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لئے صرف مادہ بکریاں ان پہاڑوں میں لاتے ہیں۔ ان بکریوں کا اون موٹا ہوتا ہے اور اس اون سے کمبل وغیرہ موٹے کپڑے تیار ہوتے ہیں۔ لدو بکریوں کی نسل سدھارنے کا سوال بھی ہمیں فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ لدو بکریوں کے لئے ہمیں پنجاب یا دیگر علاقوں کا محتاج نہ رہنا پڑے۔

تبت سے کمایوں میں جیسا کہ میں بتلا چکا ہوں، اندازاً ۲۰،۰۰۰ من اون ہر سال آتا ہے جس میں ۰۰۰،۶ من اون چوبار میں ۰۰۰،... من اون دارما میں، ۱۰۰۰ من اون گڑھوال میں اور ۱۰۰۰ من اون کمایوں کے دیگر حصوں میں بکتا ہے۔ کمایوں میں اس طرح ۲۵ فیصدی اون بکتا ہے اور ۷۵ فی صدی اون باہر جاتا ہے۔ اس اون کی کل قیمت کمایوں میں ہوا پیچھے اون کا باہر جانا بند ہو جائے اس سوال پر غور کرنا ہے۔ اس کے لئے کوئی اسکیم بنانی ضروری ہے جس سے کمایوں اس اون سے تیار کپڑے بنا کر اپنی کھپت کے علاوہ بقیہ مال باہر بھیج سکے تاکہ کچے اون کے مقابلے میں کئی گنی قیمت کمایوں کو تیار کپڑوں کی صورت میں مل سکے۔ اندازہ ہے کہ تقریباً ۱۵۰۰۰ من اون آجکل کمایوں سے باہر جاتا ہے۔ اس کی قیمت موجودہ نرخ کے مطابق ۶ لاکھ روپئے ہوتی ہے۔ اس اون سے اگر کمایوں تیار کپڑے بنا سکے تو اس کی قیمت تقریباً ۲۴ لاکھ روپئے ہوگی اور ۱۸ لاکھ روپئے ہم کتائی و بنائی کی صورت میں حاصل کر سکیں گے۔ آجکل یہ اون مل ایجنٹوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اور ملوں میں اس اون سے تیار کپڑے بنتے ہیں۔ وہی تیار کپڑے یہاں آتے ہیں اور "میاں کی جوتی میاں کا سر" والی مثل صادق آتی ہے۔

کمایوں کے اندر کتنے روپیوں کا تیار اونی کپڑا ہر سال باہر سے آتا ہے۔ یہ معلوم ہو جائے تو اس بات کا حساب لگایا جا سکے گا کہ کمایوں کے اندر کتنے روپئے کا اونی کپڑا ہر سال کھپتا ہے۔ کمایوں کی آبادی پونے سولہ لاکھ ہے موٹے طور پر ایک روپئے کا بھی اونی کپڑا اوسطاً ایک شخص یہاں استعمال کرتا ہو تو پونے سولہ لاکھ روپئے کے اونی کپڑے کی یہیں کھپت ہے۔ جنگ کا زمانہ ہے۔ اونی کپڑوں کی مانگ بہت بڑھ رہی ہے۔ اونی صنعت و حرفت کے اضافہ کے لئے یہ سنہرا موقعہ ہے ضرورت ہے کہ اس صنعت و حرفت کی اس عظیم مشکل کو سامنے رکھ کر منظم کیا جائے موجودہ حالت میں کتائی و بنائی میں کیسے ترقی ہو اس پر محققوں کو تفتیش کرنی چاہیئے۔

۱۹۳۶ء میں ڈاکٹر دوبے نے سمجھایا تھا کہ کمایوں میں پنچکیوں پر اسٹیل بیس اور بال بیرنگ لگا کر طاقت حاصل کی جائے جس سے کمایوں میں اون کی کتائی و بنائی کے کام کو ترقی حاصل ہو۔ ان کا بیان ہے کہ اس ترکیب سے محنت بچیگی مال زیادہ تعداد میں تیار ہوگا اور سستا بھی پڑیگا محکمہ صنعت و حرفت کی تجویز کی مناسبت کا مطالعہ کر کے ایک دو "ماڈل" مل تیار کر کے چلا کر دیکھیں اگر یہ تجربہ کامیاب ہو جائے تو تبت سے آنے والے اون کے کاتنے و بننے کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

کمایوں کے اندر اون کی صنعت ہمارے صوبے میں سب سے بڑی خانگی صنعت ہے۔ اس صوبہ کے اندر کمایوں ہی ایک ایسا علاقہ ہے جہاں اون پیدا ہوتا ہے اور کثرت سے آتا ہے اور کثرت سے باہر جاتا ہے۔ چند سال پہلے اس صوبہ کی حکومت نے لیڈس یونیورسٹی کے پروفیسر بارکر کو اس مقصد سے یہاں بلایا کہ وہ خصوصیت کے ساتھ کمایوں کے اندر اونی صنعت کو زیادہ ترقی دینے کی راہ بتلائیں کہ بھیڑ پالنے اور اون پیدا کرنے کا امکان کمایوں کے اندر کس حد تک موجود ہے۔

مقام مسرت ہے کہ ہمارے صوبے کی حکومت نے اس صنعت کو سائنٹفک طور پر ترقی دینے کے لئے ۱۹۳۸ء سے کوآپریٹو سوسائٹی کی بنیاد پر، کمایوں میں موجودہ اسکیم جاری کی

گئی۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ کمایوں اپنے لئے اونی کپڑے خود تیار کرے اور اپنی ضرورت سے زیادہ تیار کپڑے ملک کے دیگر حصوں کو دے۔ مقصد یہ ہے جس کے حصول کے لئے ہمیں آگے بڑھنا ہے پڑوس کی ریاست ٹہری اس حالت میں ہم سے زیادہ ترقی پر ہے۔ وہاں ۸۳۹،۱۰ اور ۲ بھیڑ و بکریاں ہیں وہاں اون عمدہ قسم کا پیدا ہوتا ہے اور کپڑے بھی اچھے تیار ہوتے ہیں ۳،۴۹،۵۷۶ افراد کی آبادی والی ریاست میں نصف سے زیادہ انسان وہیں کا بنا ہوا کپڑا پہنتے ہیں۔ ایسی حالت میں محکمہ صنعت و حرفت اور اونی صنعت سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب اور جماعتیں اس اسکیم کو زیادہ ترقی دیں تو مذکورہ بالا مقصد کی تکمیل ناممکن ہے۔ سوئیٹر بننے کا کام سات آٹھ سال سے کمایوں میں جڑ پکڑ رہا ہے اور کمایوں کے دور کے دیہاتوں میں پھیل رہا ہے۔ سوئیٹر کے معاملے میں کمایوں خود اعتماد ہونے جا رہا ہے۔ پنکھی اور پشمینے کا کام بھی کمایوں اپنے ہاتھ میں لینے جا رہا ہے۔

اونی سوسائیٹیوں کے سب اسٹوروں میں کتائی کی رفتار سست ہے۔ ہمیں اس کا افسوس ہے۔ ضرورت ہے کہ کتائی کی رفتار بڑھے۔ بنائی کے سنٹروں کی تعداد ناکافی ہے۔ مثلاً گڑھوال میں بیس کتائی کے سنٹروں میں ایک بنائی کا سنٹر گڑھوال کے دور کے جنوبی کونے دگڈھا میں چل رہا ہے۔ جوشی مٹھ کتائی سنٹر سے ۱۴۴ میل کے فاصلے پر دُگڈھا ہے۔ بیس میل روزانہ بھی پہاڑ میں کوئی جائے تو ایک ہفتہ جانے اور ایک ہفتہ آنے میں لگ جاتا ہے۔ جوشی مٹھ سے سوت دُگڈھا جائے وہاں سے کپڑا بن کر جوشی مٹھ آئیں۔ آنے جانے میں اس طریقہ سے بہت خرچ ہو جاتا ہے اور کپڑا مہنگا پڑتا ہے۔ کمایوں کے اس حصہ۔ شمالی گڑھوال۔ میں، جہاں تقریباً ۲ لاکھ افراد رہتے ہیں، دن بدن اون کی صنعت و خرچہ ہر دلعزیز ہو رہا ہے لیکن یہاں عوام کے اندر ان چیزوں کی مانگ بڑھ جانے پر بھی ابھی نہ کوئی چرخے بنانے کا کوئی انتظام ہے اور نہ کرگھے بنوانے کا ایسی حالت میں یہاں کپڑے تیار کرنے کا مسئلہ ابھی دور ہے۔ متعدد قوم پرور صحابہ یہیں کا بنا ہوا کپڑا پہننا چاہتے ہیں لیکن ابھی یہ ملتا نہیں۔ اس لئے عوام اور حکام کو موجودہ اونی صنعت کی ترقی کی اسکیم ہر جگہ یکساں طور پر جاری کرنی چاہئے جس سے کہ عوام کی مانگ پوری کی جائے۔

کتائی کے سنٹر، افسوس ہے کہ ابھی اپنی پوری ذمہ داری نہیں محسوس کرتے۔ وہ اپنی ذمہ داری سمجھیں اور فضول کے دلدل میں نہ پھنسیں۔ خانگی پارٹی بندی کے شکار نہ بن کر وہ اس صنعت کو گرنے سے بچائیں۔ وہ بھول نہ جائیں کہ موجودہ اونی اسکیم کے وہ ستونوں میں سے ہیں۔ بیمار مرض دور ہو جانے پر لاٹھی کے سہارے چلتا ہے اور طاقت حاصل ہونے پر لاٹھی کا سہارا بھی چھوڑ کر خود چلنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح حکومت اس اسکیم کو امداد دے رہی ہے۔ یا یوں کہئے کہ یہ صنعت ابھی کم سنی کی حالت میں ہے اور شباب آنے پر حکومت اپنی امداد سے ہاتھ کھینچ لے گی اون کی اس جدید اسکیم کی اس شکل کو پہچان کر ہمارے مرکز اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے کام سے اس صنعت کو طاقت بخشیں اور آگے بڑھائیں تاکہ مستقبل میں آزاد طور پر یہ صنعت روز بروز ترقی کرے۔

کمایوں کے اندر وہ قدرتی ذرائع موجود ہیں جن سے وہ مستقبل میں غیر محدود طور پر عمدہ اون اور اونی کپڑے دے کر ملک کی ایک قومی مانگ پوری کرے گا۔ ملک کمایوں کی طرف دیکھ رہا ہے اہل کمایوں کو اس کا جواب دینا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ اونی کاربار)

نو کروڑ روپیہ کی کمی

ہندوستان نے ۴۱-۱۹۴۰ء میں کوئی ۸۳ لاکھ روپیہ خرچ کرکے تقریباً ۴۰ کروڑ روپیہ کروڑگیری کے محاصل کی صورت میں حاصل کیا۔ یہ آمدنی ایک سال پہلے کے مقابلہ میں تقریباً ۹ کروڑ روپیہ کم تھی۔

بمبئی میں ۱۶ مواقع پر افیون اور دوسری خطرناک منشیات پکڑی گئیں۔ کلکتہ میں اس سال ۵ موقعوں پر کوکین اور ۲۹ موقعوں پر افیون پکڑی گئی۔

سال زیر تبصرہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہندوستان کے فرانسیسی علاقوں سے کروڑگیری کے معاملہ میں اتحاد قائم ہو گیا ہے۔ اور اس بنا پر کروڑگیری کے جو گھیرے پانڈیچری اور کاریکل کے گرد ڈالدئے گئے تھے ۱۵ فروری ۱۹۴۱ء سے ہٹا لئے گئے۔

کھیتی باری

السی اور سرسوں کی فصلوں کی ۴۲-۱۹۴۱ء کی پیشینگوئی

مسٹر سی۔ مایا داس ڈائرکٹر آف زراعت یوپی نے السی اور سرسوں کی ۴۲-۱۹۴۱ء کی فصلوں کی دوسری پیشینگوئی شائع کی ہے جو حسب ذیل ہے۔

گذشتہ پانچ برسوں ۱۹۳۹ء تک یوپی میں السی اور سرسوں کی کاشت کا اوسط ہندوستان بھر میں انھیں فصلوں کی کاشت کے کل رقبے کا بالترتیب ۹ء۵ اور [illegible] فی صدی رہا۔

دسمبر ۱۹۴۱ء کا مہینہ خشک گزرا۔ بلند شہر، میرٹھ، آگرہ، روہیلکھنڈ اور کمایوں ڈویژن میں معمولی بوندیں پڑ گئی تھیں جس سے اس فصل کو کچھ نقصان پہنچا ہے۔ جنوری کا پہلا ہفتہ بالکل خشک گزرا لیکن جنوری کے بقیہ حصے میں ہر طرف بارش ہوئی علیگڈھ، متھرا، مین پوری اور اٹاوہ کے اضلاع کو چھوڑ کر دیگر سب مقامات پر اس مہینے میں جتنی بارش ہوتی تھی اس سے کہیں زیادہ ہوئی اور ان فصلوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی موسم اس فصل کے مطابق رہا۔ اولوں سے اور کسی قسم کے ان پودوں کی بیماری سے بعض اضلاع میں معمولی نقصان پہنچا۔

السی کی پیداوار کا ۹۰ فی صدی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس کا اوسط گذشتہ دس سال کا بھی اتنا ہی ہے۔ سرسوں کی پیداوار کا ہمیشہ ہونے والی پیداوار کا ۸۴ فی صدی اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس کا اوسط گذشتہ ۱۰ سال کی مقررہ پیداوار کا ۷۳ فی صدی تھا یہ پیشینگوئی ان فصلوں کی ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء کی حالت پر کی گئی ہے۔

چاول کی فصل کی ۴۲-۱۹۴۱ء کی پیشینگوئی

مسٹر سی۔ مایا داس ڈائرکٹر آف زراعت یوپی لکھنؤ نے سنہ ۱۹۴۲ء کے چاول کی فصل کی آخری پیشینگوئی گذشتہ ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء کو لکھنؤ سے شائع کی ہے جو درج ذیل ہے۔

سنہ ۱۹۳۹ء تک کے پچھلے پانچ برسوں سے یوپی میں دھان کے کھیتوں کا رقبہ انھیں فصلوں کے ہندوستان بھر کے کھیتوں کے رقبہ کا ۶ء۵ فی صدی تھا۔ اس فصل کے متعلق جو بیان شائع ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کل ۱،۸۵،۳۴،۳۶۵ ایکڑ زمین میں یوپی میں دھان کی کاشت ہوئی۔ گذشتہ سال دھان کی کاشت [illegible] ایکڑ زمین میں ہوئی تھی۔ اس طرح دو سال میں ۳،۴۶،۳۴۳ ایکڑ یعنی ۱۰۳ء۲ فی صدی زمین میں گذشتہ سال کے مقابلہ میں کھیتی ہوئی۔ یہ کمی چاول پیدا کرنے والے سبھی خاص اضلاع میں ملا کر ہوئی ترقی صرف بلیا، گورکھپور اور بستی کے اضلاع میں ہوئی۔

جون میں صرف ایک ہفتہ بارش ہوئی لیکن جون کے بقیہ حصہ میں برسات بند رہی اور دیگر اضلاع اس اہم ماہ میں بھی بارش نہ ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ قریب قریب ہر جگہ بوائی دیر سے ہوئی فصلیں اُگیں تو اچھی لیکن موسم کی خشکی کے باعث وہ زور نہ پکڑ سکیں۔ اگست میں معمولی بارش ہوئی لیکن ہر جگہ ایک سی نہ ہوئی ۱۵ ضلعوں میں معمولی سے زیادہ بارش ہوئی۔ یہ اضلاع صوبہ کے وسط میں اور مشرقی حصہ میں ہیں۔ دیگر مقامات پر معمولی سے کم بارش ہوئی۔ دسمبر میں بھی کہیں کہیں کم اور کہیں زیادہ بارش ہوئی۔ الہ آباد اور جھانسی کمشنری کے اضلاع میں نارمل سے بھی زیادہ بارش ہوئی۔ اکتوبر میں سب جگہ معمول سے کم بارش ہوئی۔ نومبر میں بالکل پانی نہیں برسا۔ اس طرح جلدی اور دیر میں بوئی جانے والی دونوں فصلوں کو نقصان پہنچا۔ جن حصوں میں آبپاشی نہیں ہوتی وہاں اُن حصوں کے مقابلے میں جہاں کہ بارش ہوتی ہے اور بھی زیادہ نقصان پہنچا۔ اس سال مانسون بالکل مخالف رہا۔ شروع میں جو فصل بوئی گئی تھی وہ ۲۱۰۵،۱۳ اور ۴۰ ایکڑ زمین میں ہوئی۔ گذشتہ سال یہاں ان فصلوں نے بالترتیب ۲۷۶، ۳۸۴۴۴ اور ۱۲۸ اور ۶۳، ۲۶ ایکڑ زمین لی تھی۔ دونوں فصلوں کی پیداوار کا معمول سے ۶۵ فی صدی اندازہ کیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال یہ ۶۷ فی صدی تھی۔ گذشتہ دس سال میں چاول کی پیداوار کا اوسط پہلی فصل کے معمول کی ۷۴ فی صدی اور دوسری فصل کے معمول کی ۷۳ فی صدی تھی۔ چاول کی کل پیداوار کا اندازہ ۱۶۲، ۶۷، ۱۵ ٹن کیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال چاول کی پیداوار ۱۳،۸۲،۵۱۳، ۱ ٹن تھی۔ اس طرح اس سال ۲،۳۶،۳۵۱ ٹن یا ۱۳ فی صدی کی کمی رہی۔

رینڈی فصل کا سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کی سالانہ رپورٹ

مسٹر سی۔ مایاداس ڈائریکٹر محکمہ زراعت یوپی نے رینڈی کی فصل کی سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کی سالانہ رپورٹ شائع کی ہے جو درج ذیل ہے:۔

اس صوبہ میں رینڈی کی کاشت جتنے رقبے میں ہوتی ہے وہ ہندوستان بھر کے رینڈی کے کھیتوں کے رقبہ کا ۰۷ فی صدی ہے۔ یہ اوسط سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں ختم ہونے والے گذشتہ ۵ سال کا ہے۔ یہ فصل بالترتیب الہ آباد، جھانسی کی کمشنریوں کے کچھ حصوں میں اور آگرہ، مرزاپور اور گورکھپور کے اضلاع میں ہوتی ہے۔ ذیل میں جو موسمی حالت دی جاتی ہے وہ انھیں حصوں کی ہے۔

بارش دیر سے شروع ہونے سے اس سال بوائی بھی دیر سے ہوئی جون اور جولائی میں جو بارش ہوئی وہ ہر جگہ معمول سے کم تھی۔ اگست میں معمولی بارش ہوئی اور چار ضلعوں میں معمول کے مطابق یا اس سے بھی زیادہ بارش ہوئی۔ دیگر جگہ معمول سے کم۔ ستمبر میں بیشتر اضلاع میں معمولی اور ہمیشہ سے زیادہ بارش ہوئی۔ اکتوبر میں معمول سے کم بارش ہوئی۔ نومبر اور دسمبر میں قطعی بارش نہیں ہوئی۔ اس طرح جب پکنے کا دن آیا تو خشکی کے باعث رینڈی کی فصل کو نقصان پہنچا اور رینڈی کے بیج اس سال بہت معمولی ہی ہیں۔ بوردں کی توڑ شروع ہوگئی ہے۔ فصل اس سال بہت اچھی اگی تھی۔ اس سال رینڈی کی پیداوار کا اندازہ معمول کا ۳۰۸ فی صدی کیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال معمول کا ۹۲ فیصدی تھا۔

رینڈی کی کاشت کل ۳۰۴، ۱۱ ایکڑ زمین میں ہوئی۔ گذشتہ سال ۱۴۰، ۱۱ ایکڑ زمین میں ہوئی تھی۔

غیر ملوان کھیتی کی پیداوار کا اندازہ اس سال ۵۰۰، ۳ ٹن کیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال یہ ۶۰۰، ۳ ٹن تھی۔ ان صوبوں میں رینڈی کی کاشت دوسری فصلوں میں ملا کر کی جاتی ہے۔ لیکن اس کی پیداوار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

کپاس کی فصل کی سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کی پیشینگوئی

مسٹر سی۔ مایاداس ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے کپاس کی فصل کی سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کی بھی ترمیم شدہ اور آخری پیشینگوئی شائع کی ہے جو درج ذیل ہے:۔

یوپی میں کپاس کی کاشت ہندوستان بھر کی کپاس کی کاشت کی ۲/۵ فی صد زمین میں ہوتی ہے۔ یہ اوسط سنہ ۱۹۳۹-۴۱ء میں ختم ہونے والے گذشتہ پانچ برسوں کا ہے۔ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء میں کپاس کی فصل کی آخری پیشینگوئی شائع ہونے کے بعد آگرہ اور گورکھپور کے افسران نے ترمیم شدہ اعداد شمار بھیجے ہیں جس کے مطابق ۱۴۱ ایکڑ زمین اور ۲۰ بیل پیداوار کے اضافہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ رقبہ کا ترمیم شدہ میزان ۴۰۷، ۲۴ ایکڑ ہوتا ہے۔ گذشتہ سال یہ ۱۹۸، ۳۹۴ ایکڑ تھا اس طرح ۴۰۹، ۳۳ ایکڑ یعنی ۸/۵ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ حقیقی پیداوار ۱۱۷، ۱۵ بیل ہوئی۔ گذشتہ سال یہ ۱،۰۴۶،۰۰۹ بیل تھی۔ اس طرح ۹۶۱، ۴۰ بیل یا ۲۸ فی صدی کی کمی ہوئی۔

سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کے گنے کی فصل کی پیشینگوئی

مسٹر سی۔ مایاداس ڈائریکٹر محکمہ زراعت یوپی نے گنے کی فصل کی آخری پیشینگوئی سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کی شائع کی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

یوپی میں گنے کی کاشت کا ۱۱/۲ ۵ فیصدی ہے۔ یہ رقبہ سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں ختم ہونے والے گذشتہ ۵ سالوں کا اوسط ہے۔

اس سال گنے کی کاشت کل ۲۴۱، ۷۱، ۱ ایکڑ زمین میں ہوئی۔ گذشتہ سال ۶۵۴، ۷۱، ۲۵ ایکڑ زمین میں ہوئی تھی۔ اس طرح اس سال ۴۱۳، ۸ ایکڑ یعنی ۳۱/۸ فی صدی کی کمی رہی۔ یہ کمی سبھی اضلاع میں یکساں طور پر ہوئی۔ اصلاح شدہ گنے کی فصل ۱۷۳، ۵۷، ۱۵ ایکڑ زمین میں بوئی گئی اور دیسی گنا ۱۶۸، ۰۶۰، ۱ ایکڑ زمین میں بویا گیا۔

دوسری پیشینگوئی میں ستمبر تک کے موسمی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ کچھ اضلاع میں معمولی بوندیں پڑنے کے علاوہ کوئی خاص بارش نہیں ہوئی۔ معمول سے زیادہ بارش شروع اکتوبر میں صرف ڈیڑھ دن اور بجنور میں ہوئی۔ نومبر میں بالکل بارش نہیں ہوئی اور دسمبر کا مہینہ بھی قریب قریب ایسا ہی گزرا۔ ہاں دسمبر کے دوسرے ہفتہ میں میرٹھ، آگرہ، روہیلکھنڈ اور کمایوں کی کمشنریوں میں معمولی پانی برس گیا تھا۔ خشکی سے اس فصل کو جو نقصان پہنچا وہ تو پہنچا ہی ساتھ ہی ریڈ راٹ سے اعظم گڑھ اور بلیا کے اضلاع میں کافی نقصان پہنچا کچھ اضلاع سے کیڑے لگنے کی شکایت آئی۔ گنے کی پیرائی شروع ہونے سے معلوم ہوا کہ رس گاڑھا پیدا ہو رہا ہے۔ پورے صوبے کی پیداوار کا اندازہ معمولی سے ۷۰ فی صدی کیا جاتا ہے۔ گذشتہ دس سال کی پیداوار کا اوسط معمول کا ۸۰ فی صد ہوتا ہے۔ گڑ کی پیداوار کا اندازہ ۲۱۸، ۴۲ ہزار من کیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال ۳۹۵، ۷۷ ہزار من گڑ ہوا تھا۔ دیسی طریقہ سے جو گڑ بنایا جاتا ہے وہ تقریباً ۳۶۲، ۳۸ ہزار من ہوگا۔

یوپی میں گنے کے علاوہ کسی اور چیز سے گڑ نہیں بنایا جاتا۔ یہ پیشینگوئی گذشتہ ۳۰ جنوری سنہ ۴۲ء کو لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔

بیرحمی

مائی میگزین نامی پندرہ روزہ رسالہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ ہم اس تہذیب کے عروج کے زمانے میں بھی کچھ ایسے بیرحمانہ سلوک دنیا میں باقی ہیں جن کے محض سننے سے جسم بنا دیا جاتا ہے۔ اس مضمون کا خلاصہ یہاں شائع کیا جا رہا ہے اس سے دنیا کے خاص خاص ممالک میں رائج ظلم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

فلاڈیلفیا میں ایک جیل میں کچھ قیدیوں نے کسی وجہ سے بھوک ہڑتال کی اس کی وجہ سے وہاں کے حکام ان سے ناراض ہوگئے ان لوگوں کا مزاج درست کرنے کے لئے انکو ایک چھوٹی کوٹھری میں بند کر دیا گیا انکی کوٹھری میں بجلی لگا کر بڑی گرمی پیدا کر دی گئی تھی۔ ایک قیدی بیتاب ہو کر چلایا۔ آہ بڑی گرمی ہے کچھ قیدی بیہوش سے ہو کر ایڑیوں کے بل ادھر ادھر بھاگنے لگے انکی یہ بےچینی دیکھکر یہاں پر لگی ہوئی گرمی پیدا کرنے والی گرمی اور بھی تیز کر دی گئی۔ غریب قیدیوں کی آنکھیں شدت تکلیف سے باہر نکل پڑیں۔ ان کے چہرے اتنے خوفناک بن گئے کہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بھی خوف معلوم ہوتا تھا گرمی ۱۱۰ ڈگری تک بڑھ گئی۔ قیدیوں نے ملکر اپنے کپڑے اتار دیئے اور بالکل ننگے ہوگئے۔ گرمی اور بڑھی اور ۱۲۰ درجہ تک پہنچ گئی۔ اب کچھ قیدی خوف اور تکلیف سے بیہوش ہوگئے اور زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ ان کا چیخنا بند ہوا اور سناٹا ہوگیا اس پر بھی جیل کے حکام کا غصہ کم نہ ہوا۔ گرمی اور تیز کی گئی پارہ ۱۳۰ ڈگری اور ایک منٹ بعد ۱۴۰ ڈگری تک پہونچ گیا۔ اب کچھ قیدیوں کی نزع کے وقت کی سی گھگھیانے اور تڑپنے کی سی آواز آنے لگی۔ اس چیخ سے آسمان گونج اٹھا مگر کوئی بھی افسران پر رحم کرنے کو تیار نہ ہوا۔ غریب قیدیوں کو اس قسم کی تکلیف تقریباً ۲۴ گھنٹے تک برداشت کرنی پڑی۔ انکے جسم کی چربی گل گئی دل سکڑ گئے بال پریشان ہوگئے اور کھال پھٹ گئی لیکن اتنی تکلیف ہونے پر بھی وہ اس وقت مرے نہیں۔

یہ کسی کتاب میں لکھا ہوا قدیم قصہ نہیں ہے بلکہ کچھ عرصہ قبل فلاڈیلفیا میں پیش آنے والا ایک سچا واقعہ ہے۔ دوسرے روز صبح جب انکو کھانا دینے کے لئے لوگ آئے تو دیکھا کہ انہیں سے چھ قیدی مرے پڑے تھے انیس آدمی اتنے کمزور ہوگئے تھے کہ ان میں اپنے ہاتھ سے نوالہ اٹھا کر منہ میں رکھنے کی تاب نہیں تھی اس کے بعد ان چھ قیدیوں کی لاشوں کی تحقیقات کی گئی تو سپرنٹنڈنٹ جیل اور کچھ ماتحت افسران کا قصور سمجھا گیا اور ان کو سزا دی گئی۔

اسپین میں بھی اس قسم کی سزائیں بند نہیں ہوئیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اب ان کا نام بدل دیا گیا ہے اور اس بیرحمانہ رائے کے ماننے والے زیادہ عقلمند ہیں۔

ایڈمنڈ کنوسی نے طلبا کی ترقی کے لئے بہت کام کئے تھے۔ اس لئے وہ ۸ مئی ۱۹۳۹ء میں طلبا کی ایک جماعت کا اعزازی ممبر منتخب ہوا اس کا کام سپین کے جنوب مشرق میں ایک جنگلی مقام پر ۸ مئی کی رات سے شروع ہوا۔ اسی وقت ایک آواز آئی "جھک جاؤ" کنوسی نے ایسا ہی کیا اس کی ننگی پیٹھ پر ایک کوڑا پڑا کنوسی نے تکلیف سے اپنے دانت کٹکٹائے اور کوڑے کی ضربیں برداشت کرتا گیا۔ وہ ایک کھلاڑی اور مضبوط جسم والا تھا۔ دوسروں کے ایسے موقع پر انجمن سے علیحدہ ہونے کی ذلیل حرکت کرتے دیکھکر اسکو اپنی تکلیف زیادہ نہ معلوم ہوئی۔ اسکے اوپر کئی منٹ تک کوڑے پڑتے رہے۔

اس حالت میں کوڑے لگانے کے بعد کسی سے کہا گیا سیدھے کھڑے ہو جاؤ دیکھوں تم آگے جانے کی تکلیف کیونکر برداشت کر سکتے ہو" کنوسی سینہ تان کر آگے کھڑا ہوگیا۔ دو طالب علموں نے گلی ہوئی دھات سے اسکے سینہ پر اپنی سوسائٹی کے کچھ خفیہ نشان بنائے۔ کنوسی کا گوشت جلکر چھن چھن کرنے لگا۔ مگر اس نے وہ تکلیف بھی برداشت کرلی اسکے بعد وہ رسیوں سے باندھا گیا اور ایک رسی اسکی کمر میں باندھی گئی۔ رسی کا دوسرا سرا ایک موٹر کے پچھلے سے باندھا گیا۔ کسی بھوت کے ستائے ہوئے آدمی کی طرح وہ موٹر چکر لگانے لگی اور بیچارہ ادھ جلا کنوسی ناہموار زمین پر گھسٹنے لگا۔ وہاں پر بچھے ہوئے کانٹے اس کے جسم میں چبھنے لگے۔ اسکا جسم آبلوں خراشوں اور زخموں سے بھرا تھا۔ اتنی سب تکلیفیں برداشت کرنے پر بھی کنوسی کو اس بات کی خوشی تھی وہ ایک ایسی سوسائٹی کا ممبر بنا ہے جو لوگوں سے کسی قسم کا انتقام نہ لیکر ان کی مدد کرتی ہے۔

یہ ہے نئی قسم کی بے رحمی کی شکل اس ملک میں۔

اور سنئے ایک روز پائلیٹ پیرک نامی لندن کے ایک شخص کی گھڑی کھوگئی تھوڑی دیر اس نے تلاش کی مگر وہ نہ ملی تو اس نے اپنے پانچ سال کے لڑکے سے پوچھا۔ تم نے میری گھڑی کیا کی ؟ لڑکے نے کہا۔ ابا جان۔ میں نے تو گھڑی چھوئی نہیں" جواب سن کر پیرک کا مزاج گرم ہوگیا اور اس نے بچے کا گلا پکڑ کر اور الٹا ٹانگ لیا اور بیرحمی کے ساتھ اس نازک بچے کو جلتی ہوئی آگ کے اوپر ٹانگے رہا۔ وہ تکلیف سے تڑپتا رہا۔ اسکے بعد اس نے لڑکے کو زور سے اپنے پیروں

کے بیچ میں دبالیا اور اس کے منہ پر ایک سرخ انگارہ رکھدیا۔ لڑکے کے ہونٹھ سیاہ پڑگئے۔ اب اس بیرحم کو خیال آیا کہ شاید لڑکا مرجائیگا۔ اسلئے اس نے اسے ایک چھوٹی کوٹھری میں بند کرکے تالا لگادیا۔ لڑکا پڑا کراہ رہا تھا اسی وقت ایک پڑوسی نے اندر آکر اس کی آواز سنی اور اس بچے کی جان بچائی۔ اس جرم میں پیرک کو موت کا جھولا جھولنا پڑا۔

اولمپیا میں ایک ڈاکٹر کنتھ بیری رہتے تھے ان کو ایک موٹر خریدنی تھی اسلئے وہ ایک موٹر کی دوکان میں گئے۔ اروِنگ بیکر نامی تاجر موٹر فروخت کرتا تھا۔ اس نے کئی بار بیری اور انکی بیوی کو سوار کرکے موٹر دکھلادی اس کے بعد ایک روز بیری کے گھر بیکر کی دعوت ہوئی بیکر نے سوچا کہ وہاں موٹر کے بارے میں بات کرنے کا موقع ملے گا۔ اس لئے دعوت منظور کرلی گئی۔ وقت مقررہ پر وہ بیکر کے گھر پہنچا بیری اسوقت گھر میں نہیں تھا۔ اسکی بیوی بڑی حسین تھی۔ اس نے واپس آکر دیکھا کہ بیکر اسکی بیوی سے خوب گھل ملکر باتیں کررہا تھا بیری یہ دیکھکر جل گیا اور اس سے بدلہ لینے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔

دو ہی تین دن بعد بیکر کے دروازے پر ایک موٹر رکی اور اسمیں سے تین آدمی جو پولیس کی وردی پہنے ہوئے تھے، نکلکر بیکر کے پاس گئے۔ انھوں نے بیکر کو ایک (نقلی) وارنٹ دکھلاکر اسے گرفتار کرلیا اور موٹر میں بٹھال کر چلے گئے۔

بیکر کی بیوی کو اس معاملے میں شبہ پیدا ہوا اور اس نے اپنے وکیل کو بلاکر اسکا پتہ لگانے کو کہا۔ پتہ لگانے پر معلوم ہوا کہ اس روز کوئی وارنٹ نہیں نکلا تھا۔ اس واقعہ کی اطلاع پاکر پولیس کو بڑی تشویش ہوئی اور اس نے بڑی کوششوں سے پتہ لگالیا۔ پتہ لگانے پر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر بیری نے جنگل میں لیجاکر بیکر کو موٹر میں سے کانٹوں پر پھینک دیا اور اسکے مردانہ اعضاء کو کاٹنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد وہ یہ سوچتا ہوا گھر واپس آیا کہ اب اسکے جسم کو کیڑے کھا جائیں گے۔ پورا پتہ لگنے پر اسے عمر بھر کی قید بامشقت کا حکم سنایا گیا۔

ریونیوادا میں ایک قیدی ایڈورڈ کولنس نے قید سے چھوٹنے پر یہ عہد کرلیا کہ اب میں کبھی کوئی جرم نہیں کروں گا ایک روز اس سے اس کے دو پرانے ساتھی سویپے اور زونت ملے اور پہلے کی طرح چوری و ڈاکہ ڈالنے کی ترغیب دی اس نے صاف انکار کردیا اور کہا کہ اب میں سچائی کے راستے پر چلنے کا ارادہ کرچکا ہوں۔

اس بات سے ناراض ہوکر وہ دونوں اسکو مارنے پر آمادہ ہوگئے ایک روز ان کو موقع مل گیا اور وہ اس کو موٹر میں بٹھالکر جنگل میں لے گئے۔ وہاں موٹر روک کر لکڑی کے دو ٹکڑے لئے اور ایک ۶ فیٹ اور دوسرا ۱۰ فیٹ لانبا۔ انکے پاس بندوق دیکھکر کولنس کو خوف معلوم ہوا اور اس نے خدا سے دعا مانگنی شروع کی۔

جب وہ تینوں گھنے جنگل میں پہنچے تو انھوں نے کولنس سے کہا "تم اب عیسیٰ بننے جاتے ہو۔ اس لئے اپنی پھانسی کا پھندا خود بناؤ۔"

کولنس نے ڈرتے ڈرتے کہا "تم نے کیا مذاق شروع کیا ہے میں اسے برداشت نہیں کرسکتا۔"

ان لوگوں نے چڑھاکر کہا "برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے صلیب تیار کرلی ہے۔ تم تو عیسیٰ بننے کیلئے تیار ہو؟" یہ کہکر ان لوگوں نے اس غریب کو صلیب میں جڑنا شروع کردیا۔ اتنے میں ایک کسان آگیا۔ اور اسکو بچاکر ریونوں کے ہسپتال میں پہنچا گیا۔

جب اس سے تفصیل پوچھی گئی تو اس نے ایسا جواب دیا جو واقعی حضرت عیسیٰ کی یاد دلاتا ہے۔ اس نے کہا۔ اب اس معاملے کو جانے دیجئے۔

اسی قسم کے کتنے ہی واقعات ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ وہ بیرحمی اب بھی موجود ہے جس کے متعلق خیال تھا کہ وہ غیر مہذب زمانے کے ساتھ ختم ہوگئی ہوگی۔

باغ میں جلتے ہی لٹ جانیکا موسم آگیا

(از مولانا سوزؔ ناروی)

حسن گل پر غور فرمانے کا موسم آگیا ۔ پھر چمن میں وجد آجانے کا موسم آگیا
اب گریباں چاک ہوجانیکا موسم آگیا ۔ بیٹھے بیٹھے گھر میں گھبرانے کا موسم آگیا
پھول پہنے پھول پہنوانے کا موسم آگیا ۔ ہر قدم پر لڑکھڑا جانے کا موسم آگیا
آگیا ہاں آگیا فیضان قدرت کا شباب ۔ شاخ گل کے پھول برسانے کا موسم آگیا
دمبدم بڑھتی ہی جاتی ہے پریشانیٔ دل ۔ گیسوئے سنبل کے بل کھانے کا موسم آگیا
ہر طرف پھولوں کے تختے دل ربا فرحت اثر ۔ باغ میں جلتے ہی لٹ جانیکا موسم آگیا
روز اٹھکر صبح دم نظارۂ گل کے لئے
سوزؔ خسرو باغ میں جانیکا موسم آگیا

(ندیم)



اپنے خیالات

ہل کا انعامی مقابلہ

ہل کے انعامی مقابلے کے سوال نمبر ۱ اور نمبر ۳ کے سلسلے میں جو جواب آئے تھے وہ سب گاؤں سدھار افسر صاحب یو پی لکھنؤ کے پاس آخری فیصلے کے لئے بھیج دیئے گئے تھے۔ ان کا فیصلہ آگیا ہے اور مقابلہ میں کامیاب آنے والوں کے نام دوسری جگہ شائع کئے جا رہے ہیں۔ انعام حاصل کرنے والوں کو ہم دلی مبارکباد دیتے ہیں جو لوگ ناکام رہے ان کی کوشش کی ہم تعریف کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ مایوس نہ ہوں گے اور آپ بھی مقابلوں میں اسی جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیں گے۔

چوتھا اور آخری سوال

اس مقابلے کے سلسلے کا چوتھا سوال یہ ہے:

کسی نہایت عجیب منظر کا ذکر کیجئے جسے آپ نے کبھی دیکھا ہو اور جس کا آپ پر مستقل اثر پڑا ہو۔

شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جس کی زندگی میں ایسا کوئی واقعہ نہ پیش آیا ہو جسے وہ حیرت انگیز نہ کہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہل کے قارئین اس سوال کا جواب بھیجنے میں بھی ویسی ہی دلچسپی دکھائیں گے جیسا کہ پہلے دکھا چکے ہیں۔ اس مقابلے کے قواعد صفحہ ۳۰۷ پر چھپے ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ مقابلہ میں حصہ لینے والے قارئین قواعد کو غور سے پڑھ لیں گے۔ جواب ہندی، اردو، انگریزی کسی بھی زبان میں لکھا جا سکتا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ یہ پروا نہ کریں کہ انھیں اچھی زبان لکھنی نہیں آتی کیونکہ گرام سدھار افسر صاحب زبان کو اتنی اہمیت نہیں دینگے جتنی موضوع کو۔ یہ آخری سوال ہے اور ہمیں یقین ہے کہ قارئین اس میں کافی تعداد میں حصہ لیں گے۔ اس کے بعد گاؤں سدھار افسر اگر مناسب سمجھیں گے تو اس مقابلے کو بھی آئندہ جاری رکھینگے۔

دیہاتوں میں بالغ اسکاؤٹ فوج

دیہاتوں میں بالغ اسکاؤٹ فوج قائم کرنے کے سلسلے میں گاؤں سدھار افسر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ جی نے ایک سرکار گذشتہ ۷ فروری کو جاری کیا تھا اس کا ذکر ہم ہل میں پہلے کر چکے ہیں اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے گذشتہ ۱۲ مارچ کو ایک اور سرکلر جاری کیا ہے جسمیں موصوف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ گاؤں میں اسکاؤٹ فوجیں جلد از جلد قائم کی جائیں۔ بالغ اسکاؤٹوں کی بھرتی بڑی تیزی سے ہونی چاہئے اور یہ جلد از جلد شروع ہونی چاہئے۔ ان اسکاؤٹوں کی وردی بنوانے میں اسکاؤٹوں کو سرکاری امداد بھی ملے گی۔ اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سبھی اضلاع میں ایسی مدیں ہیں جنھیں ضلع کے حکام اپنی مرضی سے خرچ کر سکتے ہیں۔ گورنر صاحب نے یہ بات منظور کر لی ہے کہ ہر ضلع میں ہمیں تقریباً ۵۰۰ روپئے خرچ کئے جا سکتے ہیں یہ رقم گاؤں کے اسکاؤٹوں کی وردیاں بنوانے میں صرف ہوگی۔

گاؤں سدھار افسر صاحب نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ ہر ماہ کے آخر میں اسکاؤٹوں کی بھرتی اور انکی تعداد کی ترقی کی رپورٹ افسر ضلع کے پاس بھیجی جانی چاہئے۔

دیہاتوں میں بالغ اسکاؤٹوں کی تنظیم ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس فوج سے جو فائدہ پہنچ سکتا ہے اسکا آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے گاؤں والوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہوگا اور باہمی اتحاد و اتفاق میں اضافہ ہوگا اور اجتماعی طور پر کام کرنے کی خواہش اور طاقت پیدا ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے دیہات کے رہنے والے بھائی گاؤں سدھار افسر صاحب کے اس سرکلر سے فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے اپنے دیہاتوں میں اسکاؤٹوں کی تعداد بڑھانے اور تنظیم کرنے میں ذرا بھی دیر نہ کرینگے۔

پانی کھینچنے کے لئے ہینڈ پمپ

بہت سے دیہاتوں میں جہاں پانی کھینچنے کے لئے ہینڈ پمپ لگائے گئے تھے وہ تجربہ سے بیکار ثابت ہوئے ہیں اس سلسلے میں حال ہی میں گاؤں سدھار افسر صاحب یو پی نے یو پی کے تمام ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جسمیں ہینڈ پمپنگ کی بیکاری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس سرکلر میں بتلایا گیا ہے کہ ہینڈ پمپ لگانے میں کامیابی نہیں ہو سکتی جہاں انکی مرمت کے لیے مستقل انتظام ہو۔ اسبات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ بلا اجازت کہیں بھی ہینڈ پمپ نہ لگائے جائیں۔ اگر کہیں ہینڈ پمپ لگانا ضروری ہو تو اجازت کیلئے درخواست کے ساتھ اسبات کی بھی مفصل رپورٹ بھیجی جانی چاہئے کہ ایسے ہینڈ پمپوں کی مرمت اور نگرانی کے لئے وہاں کیا ایجنسیاں ہیں۔

دھرم گولہ

دھرم گولہ ایک قسم کا بیج گودام ہے جو متعدد گاؤں سدھار دیہاتوں میں کھولا گیا ہے اسکا

مقصد یہ ہے کہ دیہاتوں میں عمدہ بیج اُدھار یا نقد دام پر آسانی سے مل سکے اور ساتھ ہی گاؤں کے اندر ایک ایسی مستقل آمدنی کی صورت نکل آئے جس سے گاؤں کے راستے پنچایت گھر وغیرہ کی مرمت ہو، نوواردوں سادھو سنیاسیوں وغیرہ کا خیر مقدم کر سکیں کسی غریب کسان کی لڑکی یا بیوہ کی شادی میں مدد دی جا سکے اور اسی قسم کے دیگر نیک کام کئے جا سکیں۔ اسی لئے اس قسم کے بیج گودام کا نام دھرم گولہ رکھا گیا ہے اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے حال ہی میں ایک سرکلر تمام گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے نام جاری کیا ہے جس میں انھوں نے یہ بتلایا ہے کہ اس قسم کے بیج گودام کھولنے کے لئے ترغیب دینی چاہئے۔ اس قسم کے بیج گوداموں سے جو آمدنی ہوگی اس سے گاؤں کی بہت سی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔ اس سے راستوں اور پنچایت گھروں کی مرمت تو ہوگی ہی دیہاتوں کی طرف کتنی ہی دیگر ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں۔ فرض کیجئے کہ دیہات کے باشندے ۱ من بیج جمع کرتے ہیں جو کہ وہ فی گھر یا فی ہل پانچ سیر کر کے ہر سال جمع کرتے ہیں۔ اسی حساب سے وہ اس وقت تک جمع کرتے جائیں گے جب تک کہ بیج ۱۰۰ من نہ ہو جائیں اسے وہ سوائی پر کسانوں کو بونے کیلئے دے سکتے ہیں اور اس سے بیج گودام کی ترقی بھی ہو سکتی ہے یہ بیج معتبر لوگوں کے پاس ایک یا متعدد مقامات پر رکھا جا سکتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ گاؤں کے رہنے والے کسان بھائی اپنے دیہاتوں میں اس قسم کے دھرم گولہ یا بیج گودام قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ ربیع کی فصل تیار ہو کر گھروں میں آگئی ہے اور کیا اچھا ہو کہ یہ کام اسی سال شروع کر دیا جائے۔

اسکاؤٹ فوج کی ٹریننگ

دیہات میں اسکاؤٹ فوجوں کی ایک جماعت قائم کرنے کے سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے ایک سرکلر جاری کیا تھا جسے ہم بل کی گذشتہ اشاعت میں شائع کر چکے ہیں۔ انکی وردیاں کس طرح تیار کرائی جا سکتی ہیں اس سلسلے میں ہم دوسری جگہ ایک نوٹ شائع کر چکے ہیں سب سے زیادہ اہم سوال ان کی ٹریننگ کا ہے اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے حال ہی میں ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں اُنھوں نے بتلایا ہے کہ انھیں ڈرل کی ٹریننگ بجائے اسکاؤٹ ماسٹروں کے علاوہ کسی اور شخص سے کرانی چاہئے انکی ڈرل ویسی ہونی چاہئے جیسی فوجی ڈرل ہوتی ہے۔ پہلے سرکلر میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کسی ریٹائرڈ فوجی یا پولیس کے حوالدار سے کسی مقام پر ۱۰ روز تک تعلیم بالغان کے ماسٹروں اور آرگنائزروں کو یہ قواعد سکھائی جائے اور اسکے بعد یہ لوگ اپنے اپنے حلقوں میں جا کر دیگر لوگوں کو ٹریننگ دیں۔ اس اسکاؤٹ فوج میں بڑی عمر کے لوگ بھی کافی بھرتی کئے جائیں گے تاکہ اسکا اثر دوسروں پر پڑے جن دیہاتوں میں تعلیم بالغان کے اُستاد ہیں وہ گاؤں کی قواعد اپنے ہاتھ میں لیں۔ آرگنائزروں کو کئی گاؤں دیکھنے پڑتے ہیں اس لئے قدرتی طور پر وہ اس کام میں زیادہ کامیابی نہیں حاصل کر سکتے انکے لئے یہ بہتر ہوگا کہ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں کم از کم دس روز ضرور رہیں اور وہاں قواعد کرائیں ہیڈ کوارٹر میں کوئی بالغوں کا مدرسہ نہ رہے جن دیہاتوں میں کوئی بالغوں کا مدرسہ نہیں ہے ان کا مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے۔ ان دیہاتوں میں اسکاؤٹ فوج قائم کرنے کے لئے انھیں خود کوئی نہ کوئی صورت نکالنی چاہئے۔ فرض کیجئے کہ کسی گاؤں میں کوئی ریٹائرڈ فوجی یا پولیس کا آدمی رہتا ہے تو اس سے درخواست کی جا سکتی ہے کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے جن دیہاتوں میں ایسا کوئی شخص نہ رہتا ہو ان دیہاتوں کے پُر جوش نوجوانوں کو چاہئے کہ کسی آرگنائزر یا بالغوں کے مدرسہ سے ٹریننگ حاصل کریں اور پھر اپنے گاؤں میں اسکاؤٹ فوج بنائیں گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے اس سرکلر میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں سے کہا ہے کہ اس سلسلے میں جو مناسب سمجھیں کارروائی کریں تاکہ دیہاتوں میں ایک با اثر اسکاؤٹ فوج تیار ہو جائے۔

ایک غلط فہمی اور اسکا ازالہ

کچھ دیہاتوں میں جہاں اسکاؤٹ فوجوں کی تنظیم کا کام شروع ہوا ہے کچھ گاؤں والوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ اسکاؤٹ فوجوں کی بھرتی اسلئے ہو رہی ہے کہ بعد کو وہی لوگ فوج میں بھرتی کر کے میدان جنگ میں بھیجے جائیں گے۔ اس غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے گاؤں سدھار افسر صاحب نے تمام گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں انھوں نے یہ بتلایا ہے کہ گاؤں والوں کو یہ بتلا دینا چاہئے کہ حکومت کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ وہ دیہاتوں کے بالغ اسکاؤٹوں کو فوج میں بھرتی کرے یہ اسکاؤٹ صرف اپنے گاؤں کی خدمت کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں اور اپنے گاؤں سے باہر کہیں بھی اور کبھی بھی نہیں بھیجے جائیں گے۔ گاؤں والوں کو اپنے ذہن سے اس قسم کے اندیشے نکال دینے چاہئیں۔

گاؤں میں اسکاؤٹ فوج میں داخل ہونے کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ ۱۷ سال سے لیکر بڑی سے بڑی عمر تک کا آدمی اسمیں داخل ہو سکتا ہے خواہ وہ ساٹھ سال کا ہو یا ۷۰ سال کا۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ حکومت کا مقصد کیا ہے۔ یہ درحقیقت گاؤں کی پر خلوص خدمت کا ایک ذریعہ ہے اور گاؤں والوں کو بلا جھجک اور بلا خوف اسمیں بھرتی ہونا چاہئے کیونکہ یہ انکے فائدے کی چیز ہے۔

گو سیوا سنگھ

گو پوری وردھا میں گو سیوا سنگھ نامی حال ہی میں ایک انجمن قائم ہوئی ہے۔ اسکے ممبر وہ لوگ ہو سکیں گے جو یہ عہد کریں گے

ہ وہ صرف گائے کا دودھ ہی استعمال کرینگے اور اپنی موت سے مری ہوئی گائے کے چمڑے کی چیزیں مثلاً جوتا وغیرہ استعمال کریں اور جو ایک ایک روپیہ سالانہ یا اپنے ہاتھ کا کتا ہوا ... سوت چندے میں دینگے۔

اس انجمن کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں گایوں کی نسل سدھاری جائے وہ زیادہ سے زیادہ دودھ دینے لگیں تاکہ پالنے والے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ اس وقت ہندوستان میں گایوں کی حالت بہت اچھی نہیں ہے۔ وہ بہت کمزور ہوتی ہیں بیل کھیتی کے کام میں آتے ہیں لیکن عمدہ نسل کے نہ ہونے سے ان پر جتنا خرچ ہوتا ہے اتنا کام وہ نہیں کر پاتے اور گائیں بہت کم دودھ دیتی ہیں۔ اس طرح پالنے والوں کو بہت نقصان اور فضول خرچ ہوتا ہے۔ آج اسی لئے کتنے ہی لوگ گائے پالنے کے بجائے بھینس پالنے لگے ہیں کیونکہ اسکا دودھ گھی زیادہ ... کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس انجمن کا مقصد گایوں کی نسل کی اصلاح کرنا ہے اور لوگوں میں یہ جذبہ بیدار کرنا ہے کہ وہ گائے پالنا اچھی طرح سیکھیں تاکہ انکی صحت درست رہے اور انکی مالی حالت بھی سدھرے۔

اس انجمن کے صدر آنجہانی سیٹھ جمنالال بزاز تھے۔ انھوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اب اپنی بقیہ زندگی اسی کام میں گزاریں گے لیکن انکا اچانک انتقال ہوگیا۔ انکی موت کے بعد مہاتما گاندھی کے حکم سے انکی بیوی شریمتی جانکی بائی بزاز نے اس انجمن کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی ہے اور اپنی تمام ملکیت بھی اس انجمن کو دیدی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ شریمتی جانکی بائی بزاز کی رہنمائی میں یہ انجمن اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔

سر اسٹیفورڈ کرپس کا ہندوستان کا سفر

پچھلے دنوں برطانی کابینہ کے خاص ممبر سر اسٹیفورڈ کرپس ہندوستان تشریف لائے تھے۔ وہ برطانیہ کی طرف سے ایک تجویز لیکر آئے تھے جس کے مطابق ہندوستان کو آزادی دینے کا اعلان کیا گیا تھا۔ یہاں آنے پر وہ ہندوستان کے خاص خاص لوگوں اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے ملے۔

یہ ملک کی بدقسمتی ہی کہی جائیگی کہ اس موقعہ پر بھی ہندوستانی لیڈروں اور برطانیہ کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا اور سر اسٹیفورڈ کرپس ناکام واپس گئے۔ برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو آزادی دینے کا جو اعلان کیا گیا تھا وہ واپس لے لیا گیا اور حالات پھر پہلے جیسے ہو گئے۔

ایسے موقعہ پر جب کہ دنیا میں جنگ ترقی کر رہی ہے اور برطانیہ عظمیٰ کو مغرب میں اٹلی اور جرمنی سے الجھا ہوا دیکھکر جاپان ہندوستان کے دروازہ پر آ پہنچا ہے۔ یہ وقت تیزی سے کام کرنے کا ہے۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ سر اسٹیفورڈ کرپس کے واپس لوٹ جانے کے بعد بھی لوگ مایوس نہیں ہوئے۔ بات اصل یہ ہے کہ ہندوستان اور برطانیہ عظمیٰ دونوں ملک کے باشندے اور رہنما یہ چاہتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ کوشش جاری بھی ہے اور بہت ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے۔ سر اسٹیفورڈ کرپس کی ناکامیابی کے کئی سبب بتائے جا سکتے ہیں۔ کچھ لوگ ہندوستانی رہنماؤں کو قصوروار بتلاتے ہیں اور کچھ سرکار کو حکومت کو۔ اور کچھ صرف یہ کہتے ہیں کہ دونوں کے درمیان پچھلے دنوں جو تلخی پیدا ہوگئی تھی وہ اتنی جلدی دور نہیں ہوسکتی۔ دراصل یہ جنگ جیسا کہ معاصر اسٹیٹسمین نے لکھا ہے عوام کی جنگ ہے اور اس میں کوئی کامیابی اسی وقت ہوسکتی ہے جب ملک کے عام باشندے پوری دلچسپی کے ساتھ حصہ لیں۔ جرمنی جس نے گذشتہ دو برسوں میں پورے یورپ کو روند ڈالا تھا اسے روس میں بری طرح الجھ جانا پڑا۔ اسکا خاص سبب یہ ہے کہ روس کے عام باشندے جرمنوں کے خلاف ہیں اور وہ جنگ میں ہر قسم کی امداد کرنے کو تیار ہیں۔ جاپان جسے جاوا، ملایا وغیرہ میں غیرمعمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ چین میں گذشتہ ۵ سال سے لڑ رہا ہے اور چین کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ یہ اسلئے ہوا کہ چین کے عام باشندے چیانگ کائی شیک کے ساتھ ہیں اور چینی جھنڈے کے نیچے متحد ہوکر لڑ رہے ہیں۔ ہندوستان میں بھی جنگی مساعی اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہیں جبکہ ملک کے تمام باشندے متحدہ ہوکر اس میں حصہ لیں۔ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے اس سوال کا حل برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان کے خاص خاص مفکروں اور رہنماؤں کے لئے بہت ضروری ہے اسی ایک سوال کے حل ہونے پر اتحادیوں کی طاقت کا انحصار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسٹر چرچل اب وہ چرچل نہیں رہے جس روز سے انھوں نے روس کی طرف دوستی کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے اس روز سے ان میں ایک عظیم تبدیلی ہوگئی ہے اور ادھر پنڈت جواہرلال نہرو بھی اب وہ جواہرلال نہیں رہے۔ وہ جاپان سے اعلانیہ کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان میں اسے ہر قسم کی مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہتے کہ ہندوستان انگریزوں کے ہاتھ سے نکل کر جاپانیوں کے ہاتھ میں چلا جائے۔ ایسی حالت میں کوئی وجہ نہیں کہ برطانیہ اور ہندوستان کے رہنماؤں میں باہمی اتحاد نہ ہوسکے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ مسئلہ آسانی سے حل ہوجائیگا۔

شہد کی مکھی یا "مون"

جیلی کوٹ اپییری کے ڈائرکٹر مسٹر آر۔ این۔ مٹو تحریر فرماتے ہیں۔

"شہد کی مکھیاں پالنے کے بجائے میرے خیال میں لفظ "پرورش مون" رائج کرنا چاہئے۔ شہد کی مکھیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں بڑی، جسے بھنورا کہتے ہیں، چھوٹی، جسے بھونگا کہتے ہیں۔ درمیانی کو شہد کی مکھی جسے پالتے ہیں اسے 'مون' کہتے ہیں صرف مون ہی پالی جاتی ہے دیگر قسم کی شہد کی مکھیاں نہیں پالی جاتیں۔ لفظ 'مون' یہاں تمام پہاڑی علاقہ میں اور پنجاب کے پہاڑی علاقوں میں رائج ہے۔ یہ لفظ "مو" سے بنا ہے۔ یہاں شہد کو 'مو' کہتے ہیں۔ یہ لفظ 'مدہو' کی مسخ شدہ شکل ہے۔ لفظ مون چھوٹا اور اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مون جیسے صاف ستھرے جانور کیلئے مکھی کا لفظ اچھا نہیں معلوم ہوتا اور شہد کی مکھی سے ہمیں کبھی لفظ بنانے مشکل ہوجاتے ہیں۔ مثلاً شہد کی مکھیوں کی پرورش، شہد کی مکھی کا گھر شہد کی مکھی کا کارخانہ کے بجائے 'پرورش مون' مون گھر، مون خانے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

ہمیں امید ہے کہ پرورش مون سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب ان الفاظ کے استعمال کا راز سمجھ جائیں گے۔

تصحیح

۱۰ کے اپریل کی اشاعت میں صفحہ ۲۳۶ پر ضلع کانپور میں گاؤں سدھار کی تفصیل شائع ہوئی ہے۔ اس مضمون میں تیرھویں سطر میں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری رائے صاحب جے۔ این۔ ٹنڈن۔ پی۔ سی۔ ایس کا نام غلط چھپ گیا ہے۔ امید ہے قارئین تصحیح فرمالیں گے۔

جون سنہ ۱۹۴۲ء　　　　　　　　　　جلد ۴ نمبر ۶

حکومت یو پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو-پی - لکھنؤ

اڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ-الہ آباد

سنہ ۱۹۴۲ء

سالانہ قیمت عہ　　　　　　　　　　ایک پرچہ مر

باہتمام کالی کے متر اپرنٹر و پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

باتصویر ماہوار رسالہ

جون ۱۹۴۲ء جلد ۴ نمبر ۶

خمریات

(از جناب خمار بارہ بنکوی)

واقف نہیں تم اپنی نگاہوں کے اثر سے
اس راز کو پوچھو کسی برباد نظر سے

رگ رگ میں عوض خون کے مے دوڑ رہی ہے
وہ دیکھ رہے ہیں مجھے مخمور نظر سے

یوں آنکھ سے اک اشک یہ بہ آیا ہے ظالم
جس طرح جنازہ کوئی نکلے بھرے گھر سے

اس طرح بسر ہوتے ہیں دن رات ہمارے
اک تازہ بلا آئی جو اک ٹل گئی سر سے

بیتاب ہوں میں ہنس کے نقاب اپنی الٹ دو
ہو طور کا افسانہ مرتب نئے سر سے

صحرا کو بہت ناز ہے ویرانی پہ اپنی
واقف نہیں شاید مرے اجڑے ہوئے گھر سے

مل جائیں ابد سے مرے اللہ یہ لمحے
وہ دیکھ رہے ہیں مجھے مانوس نظر سے

اب جائیں کہاں آہ یہی سوچ رہے ہیں
اٹھنے کو خمار اٹھ تو گئے ہم کسی در سے

گرام سدھار کچھ فرق کے ساتھ

از مسٹر اطو رنشن، آئی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ آئی۔ اے۔ ایس کمشنر زراعت حکومت ہند

ہم میں سے جو لوگ اس جلسہ میں موجود تھے جبکہ انڈین سوسائٹی آف ایگریکلچرل اکنامکس (زرعی اقتصادیات کی ہندوستانی انجمن) کا افتتاح کیا گیا تھا وہ مسٹر ایل کے ایلمہرسٹ زرعی اقتصادیات کے ماہرین کی بین الاقوامی کانفرنس کے صدر اور بانی کو نہ بھولے ہونگے ممکن ہے کہ عام طور پر لوگوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ موصوف کتنے سال ہندوستان میں رہ چکے ہیں۔ آپ ہی نے سری نکیتن کی تنظیم و تشکیل کی جو بنگال میں ٹیگور کے ادارہ کا محکمہ گرام سدھار ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے تعمیری خیالات نے اس عرصہ میں جب آپ ہندوستان میں تھے پختگی حاصل کی۔ مسٹر ایلمہرسٹ اور ان کی زوجہ محترمہ نے انگلستان میں زمانہ کے سب سے زیادہ دلچسپ زرعی و معاشی تجربات کو صرف شروع ہی نہیں کیا بلکہ ان کے لئے مالی امداد بھی دی۔ یہ تجربات اب بھی جاری ہیں اسکا مختصر بیان مسٹر ایلمہرسٹ نے اپنے مضمون "اعتقاد اور کام" ڈارٹنگٹن میں کیا ہے۔ یہ مضمون "کنٹری مین" میں چھپا تھا اور بعد میں علیحدہ رسالہ کی صورت میں ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ اسکے علاوہ ۱۹۳۴ء میں نائیگل ڈی گرس نے تجربات "ڈارٹنگٹن ہال" نامی ایک کتاب میں لکھی ہے۔ یہ کتاب باتصویر ہے اور اس میں اس مضمون پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

"قدیم تاریخی ریاست"

دیوان شائر میں ڈارٹنگٹن ہال ایک انگریزی ریاست ہے جو اپنی قدیم تاریخ کے لئے بہت مشہور ہے۔ ۸۳۳ء میں پہلی بار اسکا سرکاری کاغذات میں اندراج انگزیٹر کے مغرب میں بطور ریکسن آبادی کے ہوا۔ ۱۰۶۸ء میں یہ ریاست فاتح کی جانب سے ولیم آف فالیس کو یہ بطور تحفہ عطا کی گئی اور اسکے بعد تین سو سال تک یہاں مارٹینس رہتے رہے۔ بعد ازیں رچرڈ دوئم نے یہ ریاست ارل آف آکسفورڈ کو اس شرط پر عطا کی کہ وہ آئرلینڈ میں امن قائم کرا دے اور پھر ۱۳۸۸ء میں اپنے سوتیلے بھائی کو عطا کی جس نے وہاں پر دیہات میں رہنے کیلئے چودہویں صدی کے طرز پر ایک محل تعمیر کیا جہاں شکار۔ نیزہ بازی اور تفریح کے مشغلے رہتے تھے اس کے بعد یہ ریاست مارگریٹ کاونٹس آف رچمنڈ کے قبضہ میں رہی پھر اسے اس جیمپر ناؤن نے کرایہ کے بدلے میں اسے لے لیا اور اسکے بعد یہ ریاست اسکے جانشینوں کے قبضہ میں ۱۹۲۵ء تک رہی جبکہ اسے مسٹر و مسز ایلمہرسٹ نے لے لیا اور یہاں پر انھوں نے گرام سدھار کے تجربات شروع کئے۔

سدھار کے نئے طریقے

ان کے مقاصد کی تشریح نائیگل ڈی گرس نے حسب ذیل الفاظ میں کی ہے۔

کام کرنے والے دیہاتوں کی طرف صرف اسی حالت میں متوجہ ہو سکتے ہیں جبکہ ان کو وہاں پر بھی کچھ نہ کچھ ایسے ہی فوائد حاصل ہوں جو شہریوں کو حاصل ہوتے ہیں اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ وہاں پر ان کو اچھی مزدوری ملے۔ ترقی کرنے اور مختلف پیشوں کے مرد عورتوں سے ملنے جلنے کے مواقع حاصل ہوں و نیز تعلیم حاصل کرنیکی سہولتیں بھی دستیاب ہوں۔ فی زمانہ دیہاتی مزدور کو اپنے ساتھیوں کے علاوہ اور کسی سے بات چیت کا موقع نہیں ملتا ہے اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو اسے گاؤں کے شراب خانہ میں ملتے ہیں اردگرد کے کسان چھٹیوں میں بازاروں میں جاتے ہیں اور وہاں وہ دوسرے کسانوں سے ملتے ہیں لیکن ان کو کسی دوسرے پیشہ والوں سے ملنے کا کوئی موقع نہیں ہوتا اسلئے نہ ہی وہ خیالات کا تبادلہ ہی کر سکتے ہیں اور نہ انکی عقل و ذہانت ہی تیز ہو سکتی ہے جو شہری آبادی کی زندگی کی خصوصیات ہیں۔

اسکے علاوہ دیہات کو خوشحال بنانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ دیہاتوں میں روپیہ کھینچکر آنے لگے۔ کیونکہ روپیہ ہی ہر تحریک کی جان ہے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب روپیہ ایسے کاروبار میں لگایا جا سکے جس سے منافع حاصل ہو۔ اسلئے وہ صریحاً اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کام کو پرانے طریقوں پر چلانے کی کوئی کوشش نہ کیجانی چاہیئے۔ برخلاف اس کے اس ضمن میں جو ترقی کیجائے وہ ایسی ترقی ہو جو آجکل کے حالات و خیالات کو ملحوظ رکھکر نئے طریقوں پر مبنی ہو

غرضیکہ یہ کام تھا جو انھیں انجام دینا تھا اس سلسلے میں یہ ضروری تھا کہ ریاست کو ترقی دیجائے اور ایسا کرنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ زراعت باغبانی اور جنگلات میں تازہ ترین سائنس کی تحقیقات کے نتیجوں کو کام میں لایا جائے۔ اور ایسی صنعتوں کو چلایا جائے جو اس کے لئے موزوں ہوں ساتھ ہی ساتھ انھیں تہذیب۔ تمدن و تفریح کے ایسے مرکز قائم کرنا ہے جن سے دیہاتوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ فرصت کے اوقات کو تخلیقی اور منفعت بخش کاموں میں کس طرح صرف کیا جا سکتا ہے تمام ایسے کاموں کو کرنا تھا جن سے انگلستان کے دیہات ترقی کر سکیں۔ لہٰذا یہ بھی صاف طور سے واضح کر دینا ضروری تھا کہ ریاست کو ایسا بنایا جا سکتا ہے جس سے منافع حاصل ہو اور وہ دو وجہوں کی بنا پر۔

تجارتی مسئلہ

پہلے یہ کہ اس تجربہ کا مقصد موجودہ زمینداروں کو (اور سیاسی تبدیلی ہونے کی صورت میں قوم کو بہ حیثیت زمیندار کے) عملی طور پر دکھلا دینا تھا کہ کسی ریاست کا ایسا کسطرح انتظام ہو سکتا ہے کہ اس سے منافع حاصل ہو۔ دوسرے یہ کہ چونکہ ہر ایسی اسکیم کو چلانے میں اثاثہ کی

ضرورت ہوتی ہے اسلئے زمین پر بھی روپیہ لگانے سے اتنا ہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جتنا کہ کسی موٹر کمپنی۔ صابن کے کارخانہ یا کسی اور تجارتی کاروبار میں روپیہ لگانے سے حاصل ہوتا ہے ١٩٢٩ء سے ١٩٣٢ء تک ماہرین سے صلاح لی گئی ریاست کی مٹی کے اقسام کی جانچ کی گئی۔ منڈیوں اور مقامی حالات کا جائزہ لیا گیا۔ علم حاصل کیا گیا۔ پرانی عمارتوں کی مرمت کیگئی اور نئی عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ باغ پھر سے لگائے گئے اور کام کرنیکی ایک مکمل اسکیم تیار کر لی گئی اسکے بعد سے اس کام میں برابر ترقی ہوتی رہی نیگل ڈی گرے نے لکھا ہے کہ:-

ریاست اور اسکے دوسرے مختلف شعبوں کو لائمیلیٹی (محدود ذمہ داری والی) کمپنی کی صورت میں کر دیا گیا۔ اس کمپنی کے ماتحت ایک سب کمیٹی "آسٹار ورٹن بلڈرس لمیٹڈ" قائم کر دی گئی اور سب کمیٹی کے تحت میں "ڈیون الکٹرک اینڈ جنرل سروسز لمیٹڈ" کے نام سے ایک اور سب کمیٹی قائم کی گئی۔ حال ہی میں ایک اور کمپنی "چرسٹن ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ" زمین کو ترقی دینے کے لئے قائم کی گئی۔

"ڈارٹنگٹن ہال لیڈ" کا مقابلہ کسی دوسری تجارتی یا مال بنانے والی کمپنی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اس کا تمام منافع ٹرسٹیوں کو اس غرض سے دیدیا جاتا ہے کہ وہ اس روپیہ کو ٹرسٹ کی ترقی کے لئے تعلیم اور تجربہ کے کام میں لگا دیں۔ شروع ہی سے اس اسکیم کو چلانے کے لئے دس سال رکھے گئے تھے۔ پہلے چار پانچ سال ضروری تجربہ کرنے اور ایک اقتصادی یونٹ کے قائم کرنے کیلئے دو سے تین سال تک اس یونٹ سے پوری پوری پیداوار حاصل کرنے اور آخری دو تین سال یہ معلوم کرنے کیلئے کہ کس طرح اس کل کی کل پیداوار کو زیادہ سے زیادہ منافع پر فروخت کیا جا سکتا ہے۔

جدید سائنس سے امداد

زراعت اور مویشیوں کی افزائش نسل کے سلسلہ میں اچھے طریقوں پر کام کرنے۔ بیماریوں کو دور کرنے۔ منڈیوں کی تنظیم اور ریاست کے رہنے والوں کی صحت کے لئے جدید سائنس سے ہر ممکن امداد لی گئی۔ موجودہ جنگ کے شروع ہونے تک کام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ چل رہا تھا اور یقین تھا کہ بہت سے کاموں میں منافع ہونا شروع ہو جائیگا ان تمام کاموں کے چلانے کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ صرف مالی فائدے ہی حاصل ہوں جو مالی فائدہ حاصل ہوئے وہ صرف ایک ایسی اسکیم کو قاعدہ کے ساتھ چلانے کی عملی نتائج تھے جس پر اچھی طرح سے سوچ بچار کر لیا گیا تھا۔ جب جنگ نے تمام روزمرہ کے کاروبار میں ابتری اور بدنظمی پھیلا دی تو ڈارٹنگٹن نے بھی بوجہ اپنی اچھی تنظیم کے جنگ کی ضروریات و جنگی حالات کے مطابق عمل درآمد شروع کر دیا۔ مختلف اسکول بند نہیں ہوئے اور جن شعبوں کے ماتحت زراعت۔ دودھ مکھن وغیرہ پیدا کرنے اور مرغیاں وغیرہ پالنے کا کام ہوتا تھا ان شعبوں نے اپنی پیداوار کو بڑھا دیا۔ اب یہ ریاست لندن اور پلائمتھ کے پناہ گزین بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے رکھنے کیلئے کام میں لائی جا رہی ہے۔

نیگل ڈی گرے کی کتاب سے حسب ذیل اقتباس نہایت دلچسپ ہے:- "ریاست میں ١٢٦٠ ایکڑ میں فارم اور جنگلات ہیں۔ انکے علاوہ ١٧٧٧ ایکڑ میں اور جنگلات ہیں اور اسمیں کل ٨٤٦ مرد و عورتیں کام کرتے ہیں۔ اس میں ١٢٥ مکانات ١٩ اسکول اور صنعتی عمارتیں ہیں اور تقریباً ۴ ہزار سے اوپر گاہک ہیں۔ مختلف پیشہ کرنے والے مزدور ایک ساتھ رکھ دیے گئے ہیں اور تفریحی سہولتوں نے جو ان سب کو یکساں حاصل ہیں۔ ان میں باہمی میل جول بڑھا دیا ہے۔"

روحانی بہبودی۔ اس مضمون کا عنوان گرام سدھار کچھ فرق کے ساتھ ہے ایک سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ تعلیم۔ فن موسیقی۔ ڈراما ناچ اور ایسی ہی دوسری باتوں پر زور دیا گیا ہے جو جسم اور روح دونوں کے واسطے مفید ہوں۔

ایسے خیالات اور نصب العین کے ذمہ دار صرف یہی دو اشخاص نہیں ہیں جنھوں نے اس سلسلہ میں تقدیم کی ہے بلکہ مسٹر ایچ جے سنگھم نے ٣ - ١٠ مئی ١٩٤١ء کی دی فیلڈ کے اشاعت کے کالموں میں "ایک دیہاتی کاروزنامچہ" لکھا ہے جسمیں اسپرنگ ہیڈ کے مسٹر رالف گارڈنر کے کام کا تذکرہ کیا ہے جو انھیں خیالات کے تحت شیٹسبری کے قریب ڈراست شائر میں چلایا جا رہا ہے۔ یہاں بعض ایسی پرانی ریاستیں جنکا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ سات ہی برس کے عرصہ میں زرخیز بنا دی گئیں۔ اس سلسلہ میں مرکب کھاد کے استعمال۔ سائنس کے اصولوں پر بدل بدل کاشت کرنے ملوان فصل بونے۔ آراضی جنگلات کو صحیح طور پر کام میں لانے اور خود ریاست ہی میں وہاں کے رہنے والوں اور مویشیوں کے لئے کھانے کی چیزیں پیدا کرنے سے نہایت اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ اسکے علاوہ پرانے وقتوں کے جشن اور رسمیں جو مختلف موسموں کی مناسبت سے ہوا کرتی ہیں۔ از سر نو زندہ کی گئیں اور اس طرح پر ماضی کو حال سے ملا دیا گیا۔ فطرت انسان کے ذوقی پہلو کو ابھارا گیا اور جذبات قومیت پیدا کئے گئے مسٹر منگھم نے ان تجربوں کے بارے میں اپنے تاثرات کا حسب ذیل الفاظ میں اظہار کیا ہے۔

"اسپرنگ ہیڈ کے کام میں جس سے پڑتی کو زراعت اور اپنا بوجھ خود سنبھالنے کے قابل بنا دیا گیا۔ ان جشنوں کی رنگینی میں جو گاؤں والے موسموں کی مناسبت سے مناتے ہیں۔ رنگٹ* کی نو آبادی کی تنظیم اور اسکے ان مقاصد میں جو زمین کی سیوا کرنے میں مدنظر ہیں اور روحانیت کی ایک ایسی لہر میں جو تمام مافی الذہن پر طاری ہے مجھے ایکسنے

* وہ تنظیم جو "اسپرنگ ہیڈ" میں گرام سدھار کے لئے قائم کی گئی۔

میدے کی ڈبل روٹی کا خاتمہ

(از جناب ... ایل مہتہ)

روز بروز غلہ کی زیادہ سے زیادہ کمی محسوس ہوتی جا رہی ہے۔ جتنے بھی لوگوں کو ملک کی خوراک کی فکر ہے وہ ہمیشہ اسی ادھیڑبن میں رہتے ہیں کہ کم سے کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ مفید خوراک لوگوں کو کیسے ملے۔ انگلستان جیسے خوراک کی چیزوں کے لئے غیر ممالک پر بھروسہ رکھنے والے ملک میں تو ایسی حالت میں خاص کوشش کی جا رہی ہیں۔ ایسے ممالک میں خوراک کی چیزوں کے لئے جہازوں کی کمی ہے کہ جگہ ہے کہ اس طرف بھی حکام کو توجہ دینی پڑتی ہے۔ دیگر ممالک کی طرح ہمیں بھی اپنی خوراک کی چیزوں کا کفایت سے استعمال کرنا چاہئے کیونکہ اگر ہم یہ چیزیں باہر سے نہیں منگانا پڑتا تھا پھر بھی روز بروز درآمد میں زیادہ دقتیں پیش آ رہی ہیں اور جلد ہی ایسا وقت شاید آ جائے جبکہ ہر ایک حصہ کو اپنے آس پاس کی پیداوار پر ہی قناعت کرنی پڑے۔

خوراک کے متعلق کوئی بھی اسکیم بناتے وقت ہمیں پہلے یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ملنے والی خوراک میں زیادہ سے زیادہ مقوی جزو کیسے مل سکیں اور وہ خوراک سستے سے سستے داموں میں اور سب سے آسان شکل میں لوگوں کو کیسے مل سکے گی۔ دیہاتیوں کو از سر نو زندہ کرنے کے خیال سے ہاتھ کی بنی ہوئی خوراک کی چیزیں استعمال کرنے کا جو پروگرام آل انڈیا ولیج انڈسٹریز ایسوسی ایشن نے سامنے رکھا تو لوگوں کو اس میں کوئی حقیقت نہ نظر آئی۔ مگر اس وقت جن لوگوں نے اس کا مضحکہ اڑایا تھا وہ آج محسوس کرتے ہیں کہ حقیقی قومی نکتہ نظر سے اس پروگرام کا درجہ بہت زیادہ اہم ہے۔ ہمارے یہاں کے کروڑوں باشندوں کی خاص غذا چاول ہے۔ وہ اگر ہاتھ کا کٹا ہوا استعمال کیا جائے تو اس کی قیمت کے تناسب سے اس میں سے کافی غذائی اجزا حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس قسم کا چاول استعمال کرنے کی اشاعت تمام ملک میں کی جا سکتی ہے اور اس کے لئے چاول کی ملیں کھڑی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اس قسم کے چاول کھانے کا سلسلہ جاری ہونے سے کئی دیہاتی باشندوں کو روزی بھی مل سکتی ہے۔

ہماری خوراک کے دوسرے ایک جزو گیہوں کے متعلق ابھی بھی انگلینڈ میں کافی چرچہ ہو رہی ہے۔ وہاں عموماً میدے کی سفید ڈبل روٹی کی صورت ہی میں گیہوں استعمال کیا جاتا ہے لیکن جیسا کہ آل انڈیا ولیج انڈسٹریز ایسوسی ایشن نے دکھلایا ہے کہ میدے کی ڈبل روٹی کوئی مقوی خوراک نہیں ہے۔ مساوی وزن کی خوراک بنانے میں جن مخصوص خوردنی اشیاء کی ضرورت رہتی ہے وہ گیہوں کے ملوں میں پسنے سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ میدے کی سفید ڈبل روٹی میں گیہوں کا پروٹین کا بہت بڑا حصہ اور معدنی پروٹینوں اور زندگی بخش اجزا کا قریب قریب پورا حصہ ہم کھو دیتے ہیں۔ سر رابرٹ میکریسن کی رائے میں مشین سے گیہوں کا میدہ بنانے میں ہم اس میں کا جسم کی ترقی میں معاون ایسا ایک نہایت ضروری مادہ — مگنیشیم — کھو دیتے ہیں۔

اس جنگ کے آغاز میں انگلینڈ کے محکمہ خوراک کے مشیر پروفیسر جے۔ سی ڈرمانڈ نے جو تجویز کی اس سے معلوم ہوا ہے کہ گیہوں کا سفید میدہ بنانے کے لئے ملوں میں جب گیہوں پیسا جاتا ہے تو اس میں کئی مفید اجزا ضائع ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے گیہوں کی کونپل میں سے ملنے والا حیاتین ب نمبر ا ایک بہت مفید جزو ہے۔ اور اسے حتی الامکان قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسکے بہت زیادہ استعمال سے دست آتا ہے۔ ایسی ایک عام شکایت ہے اور اسکے جواب میں ایسا کہا گیا ہے کہ آجکل کے انگلینڈ کے شہروں کے رہنے والوں کو قبض کی خاص شکایت رہتی ہے۔ اس لئے اس شکایت کو دور کرنے کا اگر مذکورہ آسان طریقہ اختیار کر لیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا مگر ہماری روزمرہ کی خوراک میں کوئی ردو بدل کرنا ہماری جان پر آتا ہے اور آٹے کی مل کے مالکوں کا اپنی ملیں چلاتے رہنے میں کافی فائدہ ہوتا ہے اسلئے ان لوگوں نے حیاتین ب نمبر ا حاصل کرنے کے لئے ایسا راستہ بتلایا کہ گیہوں کے میدے کی روٹی کے ساتھ دیگر کمپنی کے ذریعے بنایا ہوا کیمیاوی حیاتین ب نمبر ا استعمال کیا جائے تاکہ میدے کی سفید روٹی میں کا حیاتین ب نمبر ا کے فقدان کا خراب نتیجہ محسوس نہ ہو۔ مگر ابھی ابھی ان کارخانہ داروں کے فائدے کی اور عوام کی پسندگی کی پرواہ نہ کرکے سرکاری طور پر یہ قرار دیا گیا ہے کہ سفید میدے کی نہیں بلکہ بغیر چھنے ہوئے گیہوں کے آٹے کی روٹی خاص خوراک رہے گی۔

اس ملک کے بے شمار باشندے گیہوں اسی شکل میں استعمال کرتے ہیں مگر شہر کے لوگ میدے کی سفید ڈبل روٹی استعمال کرنے کی عادت ڈال رہے ہیں اور دیہاتوں میں بھی آٹے کی مشین پہنچ رہی ہیں۔ مشین کے آٹے میں سے گیہوں کا بہت سا مفید جزو ضائع ہو جاتا ہے۔ گیہوں کا تازہ بغیر چھنا ہوا آٹا ہمیشہ استعمال کرنا چاہئے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ گھر گھر ہاتھ کی چکی ملے۔ اس وقت میسر ہونیوالے گیہوں کا اگر پورا پورا استعمال کرنا ہو تو بغیر چھنے ہوئے آٹے کی ہی روٹی استعمال کرنے کی قومی پالیسی ہم سب کو اختیار کرنی چاہئے۔ خوراک میں ترمیم کرنے والوں کی ہی وہ ذاتی خواہش نہ رہنے پائے۔

(گرام اُدیوگ پتریکا)

قوم کا امتزاج اور ربط نظر آتا ہے جہاں پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو بناوٹی ہو یا آپس میں ایک دوسرے سے متضاد ہو یا مکان کی ہو یا جسمیں تنگ نظری ہی پائی جائے یا جو تعلیمات یا موجودہ زمانے کے رجعت پسند اصولوں کے زیر اثر ہو۔ یہ ایک مقامی پیداوار ہے جو ہمارے وطن کی سرزمین سے از خود پیدا ہوتی ہے۔ اور جو بیت عقائد اور نجات کے شگوفوں سے نکلنے والی خوشبو کو بربریت اور بدنظمی کی اس دنیا میں پھیلا رہی ہے اسکی کونپلیں ہماری قومیت سے پھوٹتی ہیں یا روحانی بھی ہے اور عملی بھی۔ یہ پرانی بھی ہے اور نئی بھی اسکے بہت سے اسالیب ہیں اور یہ یہاں کے اصلی باشندوں میں سرایت کر گئی ہے کیا اسمیں انگلستان کی آئندہ نسلوں کی خود شناسی، جذبہ عمل و خود اعتمادی کے ابتدائی عناصر کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔

یہ وقت کی علامتیں ہیں اور کیا ہم یہ امید نہیں کرسکتے کہ یہ جذبات عام ہو جائینگے اور بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی اس قسم کے کام شروع کر دیے جائینگے۔



داتا دین

(از پنڈت رام نریش ترپاٹھی)

میں نے بہت چاہا کہ داتا دین کی چوری کی عادت چھوٹ جائے مگر وہ نہ چھوٹی، نہ چھوٹی۔ یہاں تک کہ ایک روز میں نے اعتراف شکست کر لیا اور اُسے ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔

داتا دین ذات کا اہیر ہے۔ عمر ساٹھ سے کم نہ ہوگی مگر جسم ابھی توانا اور ہڈیاں گوشت سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ آنکھیں تیز اور چہرا بھرا ہوا ہے۔

وہ کافی محنتی ہے۔ دن بھر کوئی نہ کوئی کام کیا ہی کرتا تھا۔ آنے جانیوالوں کو دوڑ کر کرسی دینا اور پان دیا نی دینا ٹائ سے ادب کے ساتھ پوچھنا بھی جانتا ہے۔

ہر ایک بات کا جواب بڑے ادب اور قاعدے سے دیتا ہے اور چرب زبانی اسکی خاص عادت ہے۔

"حضور" اور "سرکار" تو اسکے جملوں کے خاص جزو ہو گئے ہیں۔ اس سے باتیں کرتے کرتے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اُس نے کسی سرکاری افسر کی ملازمت میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ گزارا ہے۔

پانچ چھ سال قبل وہ ملازمت کے لئے میرے سامنے آیا۔ نوکر کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود کچھ تو اسکے بڑھاپے کا خیال کر کے اور کچھ اس غرض سے کہ بڈھا نوکر گھر کے اندر بھی آ جا سکتا ہے میں نے اپنے دل میں اُس کو ملازم رکھنا منظور کر لیا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری خواہش نہیں تھی کہ ایک ملازم کا اضافہ کروں۔ لیکن خود انکار کرنے کی بہ نسبت خود ملازمت چاہنے والے سے انکار کرانا زیادہ عقلمندی ہوگی، یہ سوچ کر میں نے کہا: "نوکر کی ضرورت تو نہیں ہے مگر تم بوڑھے ہو، اس خیال سے تم پر رحم آتا ہے تم دونوں وقت کھانا اور دو روپئے ماہوار تنخواہ پر رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو۔"

میرا خیال تھا کہ وہ انکار کر دیگا کیونکہ شہر میں کم از کم چار روپئے ماہوار اور کھانے کپڑے سے کم میں ملازم نہیں ملتا۔ مگر اُس نے منظور کر لیا۔ میں نے سوچا کہ غریب بہت مصیبت زدہ ہے اہیر لوگ تو کسی دوسری ذات کے لوگوں کا پکایا ہوا کھانا نہیں کھاتے لیکن یہ وہ بھی کھائیگا۔ یقیناً یہ گھر پر بھوکوں مر رہا ہوگا۔ اسی لئے جیسی بھی ملازمت ملے اسے کرنے کو تیار ہے۔

میں نے اُسے گھر کا کام سونپ دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ گھر کے کام سے فرصت ملے تو باغ کا کام بھی کیا کرو۔

اس نے اظہار تشکر کے طور پر جھک کر سلام کیا اور اُسی وقت سے کام میں مصروف ہو گیا۔

اُن دنوں میں گھر پر بہت کم رہتا تھا زیادہ تر الہ آباد میں رہتا تھا اور ایک دو ماہ بعد دو ایک روز کے لئے گھر آ جایا کرتا تھا۔ میں جب گھر آتا تو سب سے پہلے مجھے داتا دین ملتا، سلام کرتا بیٹھنے کے لئے کرسی رکھ دیتا اور دوڑ کر گھر کے اندر سے ناشتہ لاتا۔

اس عمر میں اسکی اتنی مستعدی دیکھکر میں بہت خوش ہوتا اور گھر میں جا کر اکثر عورتوں سے کہدیا کرتا کہ داتا دین کو کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

میرے کہنے پر اُسے صبح گڑ بھی ملنے لگا اور مہینے میں آنے دو آنے تمباکو کے لئے بھی۔

تمباکو وہ بہت پیتا تھا۔ اُسکے مُنہ اور ہاتھ سے بدبو آتی تھی پانی کا گلاس لاتا تو اُس میں بھی بدبو آنے لگتی تھی۔

اس کے لئے میں نے اُسے ڈانٹا ڈپٹا تو وہ ہاتھ اچھی طرح دھوکر پانی لانے لگا۔ مگر مُنہ کی بدبو کو وہ کیا کرتا۔ آخر کار خود میں اس سے کوئی سوال ہی نہ کرتا۔

داتا دین نے اپنی محنت، شیریں کلامی اور چھوٹے بچوں کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے گھر میں ہر چھوٹے بڑے کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

مگر گھر کے اندر اُسکی ایک شکایت سننے

میں آ ہی گئی وہ کھاتا بہت تھا بیوی نے کہا۔ جتنا گھر بھر کے سب لوگ کھاتے ہیں اُتنا یہ تنہا کھاتا ہے۔ اتنا کھانا دونوں وقت، کون پکائے۔"

میں نے کہا "جتنی جس کی خوراک اُتنا کھانا تو اسکو ملنا ہی چاہئے۔ کم کھا کر ایک بڈھا آدمی اتنی محنت کیسے کرسکتا ہے۔"

میری دلیل کے باعث داتا دین کے کھانے میں کوئی کفایت نہیں ہونے پائی۔

ایک بار الہ آباد سے گھر آیا تو ایک دوسرے نوکر نے مجھے یہ خبر دی کہ پولیس داتا دین کی نگرانی کرتی ہے۔ دو تین بار پولیس آچکی ہے۔

میں نے داتا دین کو بلا کر دریافت کیا۔ وہ میرے پیروں پر گر پڑا اور ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا کر کہنے لگا "حضور آپ مجھے اپنے یہاں سے ہٹائیے تو پولیس کسی نہ کسی الزام میں پکڑ کر مجھے جیل بھیج دیگی۔"

میں نے غصہ ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "تو بات کیا ہے؟ پولیس تمہارے پیچھے کیوں پڑی ہے؟"

داتا دین نے بڑی عاجزی کے ساتھ کہا "حضور، داروغہ جی مجھ سے ماس (گوشت) مچھلی منگوانا چاہتے تھے، میں بھگت آدمی ہوں میں نے انکار کیا۔ اسی سے اُنھوں نے مجھے نوکری سے بھی الگ کر دیا اور میرے پیچھے یہ نگرانی لگا دی سرکار کے قدموں میں آگیا ہوں نہیں تو وہ مجھے کب کا اُٹھا لیگئی ہوتی۔

مجھے اُس پر ترس آگیا۔ میں نے کہا "اچھا جاؤ کام کرو میں پولیس سے باتیں کرونگا۔"

ایک روز یکایک حلقے کے داروغہ مل گئے۔ مجھے داتا دین کی نگرانی والی بات یاد آگئی میں نے اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا "وہ پکا چور ہے۔ پہلے چوکیدار تھا۔ چوروں کے ساتھ مل کر وہ چوری کیا کرتا تھا۔ ایک بار پکڑا گیا تو داروغہ جی کی مہربانی سے چھوٹ گیا۔ مگر چوکیداری باقی نہ رہ سکی۔ اس وقت سے اسکی جانچ ہوتی ہے۔ آپ نے چور کو ملازم رکھا ہے، ہوشیار رہئے گا۔"

میں نے کہا "مجھے تو اب تک اس میں ایسی کوئی عادت نہیں نظر آئی۔ اور اب بڈھا بھی ہو چلا ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ اُس کا نام اپنے یہاں سے کاٹ دیجئے اور اُسے میرے سپرد کر دیجئے میں اُسکی چوری کی عادت چھڑا دونگا۔"

داروغہ جی بڑے نیک آدمی تھے۔ میری بات مان گئے اور کچھ دنوں بعد اُنھوں نے اس کا نام کٹوا دیا۔ مگر یہ میں نے داتا دین کو معلوم نہیں ہونے دیا۔ کیونکہ مجھے ڈر تھا کہیں وہ بےخوف ہو کر میرے ہی یہاں نہ چوری کرنے لگے۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ داتا دین نے اتنی کم تنخواہ پر ملازمت کیوں قبول کر لی تھی اور یہ اب شبہ بھی صحیح ثابت ہوا کہ اُس نے کسی سرکاری افسر کے پاس ملازمت کی ہے۔ اسی لئے تو "حضور" اور "سرکار" اُس کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔

اب میں داتا دین پر نظر رکھنے لگا میرا لڑکا ڈپٹی کلکٹری کا امتحان دینے کی تیاری کر رہا تھا۔ اُسکو ایک علیحدہ ملازم کی ضرورت تھی۔ میں نے داتا دین کو اُس کے ساتھ کر دیا۔

وہ ذرا خراج واقع ہوا ہے۔ اس سے داتا دین کی تو بن آئی۔ دن میں وہ کئی بار خود پوچھا کرتا کہ سرکار پان لے آؤں؟ لکھنے پڑھنے والے آدمی کو منہ چلاتے رہنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ شاید دماغ میں لکھنے پڑھنے کی نس کے پاس ہی منہ کی بھی نس ہے۔ ایک نس تھک کر سست پڑنے لگتی ہوگی تو دوسری اُسے ہوشیار کر دیتی ہوگی۔

لڑکا "ہاں" کہہ دیتا اور داتا دین منہ مانگی مراد پاکر بازار کو لپا ہو جاتا۔

بازار میں اُنکے گاؤں کے ایک بنئے نے دوکان کر رکھی ہے وہ اُس کی دوکان پر جاتا تو رام رام کر کے بیٹھ جاتا، تمباکو پیتا اور پھر پان والے سے تین پیسے میں چار پیسے کا پان لیکر گھر آتا۔

دن بھر میں چار چھ آنے کا پان خرچ ہوتا تھا۔ داتا دین نے پان والے کو دھمکی دی کہ اگر وہ تین پیسے میں چار پیسوں کا پان نہ دیگا تو وہ دوسری دوکان سے پان خریدا کرے گا۔ ایک آنے میں ایک پیسے کی بچت کر کے وہ آنہ ڈیڑھ آنہ یومیہ بچانے لگا۔ حساب میں تو وہ پان کا پورا دام ہی لکھواتا اور شام کو جب بازار جاتا تو دن بھر کی کمائی کے پیسے اُسی بنئے کے یہاں جمع کر آتا۔

لڑکے نے دیہات سے ایک بوتل خالص شہد منگوایا۔ وہ اُسے کبھی کبھی استعمال کیا کرتا تھا۔ داتا دین بھی مٹھائی کھانے کا عادی تھا۔ بڑھاپے میں مٹھائی اچھی بھی لگتی ہے۔ ایک دن شہد کی بوتل طاق پر رکھنے لگا تو ذرا سا شہد ہاتھ پر چوری سے لیکر چکھا پھر تو شہد اُسکے منہ لگ گیا۔

اب لڑکا ایک چمچہ شہد کھاتا تو داتا دین ایک چھٹانک کھاتا۔ مثل مشہور ہے کہ امیر کا پیٹ گھر۔ لیکن اس خیال سے کہ بوتل جلدی خالی ہوتے دیکھ کر کہیں مالک کو شبہ نہ ہو۔ داتا دین نے یہ ترکیب سوچی کہ شہد لینے سے جتنی دور تک بوتل خالی ہو جاتی اُتنی دور تک وہ پانی بھر دیا کرتا۔

شہد کا گاڑھا پن کم ہوتا جا رہا تھا۔ ایک روز لڑکے نے پوچھا "شہد پتلا کیوں ہوتا جا رہا ہے؟"

داتا دین نے کہا "حضور موسم بدل رہا ہے"

ایک روز لڑکے نے غور سے دیکھکر کہا "اس میں تو کسی نے پانی ملایا ہے۔"

داتا دین نے بھی جھک کر شہد کو غور سے دیکھا اور آہستہ سے کہا "بڑی بہن بھی کبھی کبھی سے لیا کرتی ہیں"۔

لڑکے نے کہا "مگر پانی ملانے کی کیا ضرورت"۔

داتا دین خاموش رہا۔ اسکے کئی روز بعد میری بڑی لڑکی، جسے وہ بڑی بہن کہا کرتا تھا، ٹھیک اسی وقت داتا دین کے قریب سے ہوکر گزر رہی تھی جب وہ شہد چاٹ رہا تھا۔ وہ پکڑا گیا لیکن پوچھے جانے پر اس نے کہا "بوتل کے اوپر شہد لگا تھا وہ ہاتھ میں لگ گیا۔ میں اسی کو چاٹ رہا تھا۔"

لڑکی نے یہ حال اپنے بھائی سے کہا اور اس وقت سے گھر کے سب لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ داتا دین شہد چرا کر کھاتا ہے اور بوتل میں اتنا پانی ڈال دیتا ہے۔

میں الہ آباد سے آیا تو مجھے بھی داتا دین کی اس حرکت کی خبر ملی۔ میں نے کہا "داتا دین چوکیدار رہ چکا ہے چوری کرنا اور جھوٹ بولنا خوب جانتا ہے۔ اس سے ہوشیار رہا کرو۔"

اور داتا دین کو بلا کر میں نے کہا "دیکھو اب تم زندگی کے کنارے پہنچ چکے ہو۔ کچھ بھگوان سے بھی ڈرا کرو۔ تم کو کسی چیز کے کھانے کی ضرورت ہو تو مانگ لیا کرو۔"

داتا دین نے کہا "حضور کے گھر میں مجھے کمی کس چیز کی سب چیزیں بھری تو رہتی ہیں۔ مالکن دن میں کئی بار پوچھتی رہتی ہیں۔"

داتا دین کی اس حرکت سے مجھے اس سے نفرت ہونے لگی۔ لیکن میں اسکی چوری کی عادت چھڑانے کے وعدے پر اسے پولیس کے پنجے سے چھڑایا تھا۔ اور شہد کی چوری کی ذمہ داری تو ہمارے ہی اوپر تھی۔ کیونکہ باہر ہوتا تو وہ شہد کی چوری کیوں کرتا۔

میرا رخ ذرا سا اسکے خلاف دیکھکر گھر والوں نے اس کی شکایتوں کے پہاڑ کھڑے کر دیئے۔ کیونکہ اسکے لئے دونوں وقت سیروں کھانا پکاتے پکاتے سب عاجز آ گئے تھے۔

بیوی نے کہا "جب سے داتا دین آیا ہے، چینی اور گھی کا خرچ بڑھ گیا ہے۔ گھر کے سب لوگ کھا پی چکتے ہیں اور سونے چلے جاتے ہیں تو داتا دین باورچی خانے میں جاکر کھاتا پیتا ہے۔ اسی وقت وہ گھی چینی کے لڈو بنا کر کھاتا پیتا ہوگا۔"

میں نے کہا "گھی چینی کا لڈو اتنی آسانی سے اور تنہائی میں پاکر داتا دین اسے کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ غلطی تمہاری ہے۔ تم گھی چینی کو تالے میں بند کیوں نہیں رکھتیں اور داتا دین کو سب سے پہلے کھانا کھلا دیا کرو تو اسے باورچی خانے میں جانے کا موقعہ ہی نہ ملے۔"

بیوی نے کہا "اس وقت وہ اپنے کو کسی نہ کسی کام میں ایسا پھنسائے رکھتا ہے کہ بار بار بلانے پر بھی نہیں آتا۔"

میں نے داتا دین کو بلا کر کہا۔ "دیکھو تم بوڑھے ہو۔ ہر ہندو کا دھرم ہے کہ پہلے بوڑھوں اور بچوں کو کھلا کر پھر خود کھائے۔ تم سب سے پہلے کھا لیا کرو۔"

داتا دین نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "سرکار! مالک لوگ جب کھا لیں تب کھانا نوکر کا دھرم ہے۔ اور کھانا کھانے کے بعد اب مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا۔ اسی لئے دیر میں کھاتا ہوں۔ اس وقت تک آپ کی خدمت میں لگا رہتا ہوں۔"

میں نے سوچا کہ داتا دین تو ہم سب کا استاد نکلا۔ میں رات میں سرہانے دیا سلائی رکھکر سونے کا عادی ہوں۔ دیا سلائی کا ایک بکس مہینوں چل سکتا ہے۔ مگر سرہانے روزانہ نیا بکس رکھا جاتے دیکھکر مجھے گھر والوں کی فضول خرچی پر غصہ آیا۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دیا سلائیاں تو گھر میں سے غائب ہوتی رہتی ہیں۔

داتا دین پر شبہ ہوا۔ اپنی کھاٹ کے نیچے جس کے ایک پھٹے پرانے بکس میں اس نے اپنی تمام چیزیں جمع کر رکھی تھیں۔ میں نے اسکی تلاشی لی تو اس بکس میں دیا سلائی کے کئی بھرے ہوئے اور کئی خالی ڈبے ملے۔ ایک چمچہ، ایک کٹوری اور کچھ پرانے کپڑے بھی ملے جو میرے بچوں کے تھے۔

مجھے بہت غصہ آیا۔ داتا دین کو بلا کر ساری چیزیں اس کے سامنے رکھوا کر میں نے پوچھا "یہ کیا ہے بے چور؟"

داتا دین کے چہرے پر خوف کا نام نشان تک نہ نظر آیا۔ اس نے بڑی متانت سے جواب دیا "سرکار! اب میرا آب و دانہ آپ کے گھر سے اٹھ گیا۔ جب نوکر چاکر سب میرے پیچھے پڑ گئے ہیں تو میں کیسے یہاں رہ سکتا ہوں۔ میں بھگوان کی قسم کھاتا ہوں اپنے دو ناتیوں کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے چوری نہیں کی۔"

داتا دین نے ایک نئی چال چلی۔ اتنی قیمتی قسموں کے بعد اب اسکا مقابلہ کون کر سکتا تھا۔ سب الزامات درہم برہم ہو گئے۔

دوسرے دن داتا دین کو بلا کر میں نے کہا "دیکھو داتا دین! تم چوری چھوڑ دو، میں تمہاری تنخواہ دو کے بجائے تین روپے کئے دیتا ہوں۔"

میں نے اسے ایک کرتا اور ایک واسکٹ بھی پہننے کے لئے دی۔ میں نے سوچا کہ اب یہ اپنے کو بھلا آدمی سمجھنے لگے گا اور چوری کرتے ہوئے شرمائے گا۔ اگلے روز میں الہ آباد

چلاگیا۔ اسکے کئی روز بعد ایک دان وہ ایک گٹھری لیکر بستی کی طرف چلا۔ میرا گھر اور باغ جس میں میرے گھر کے لوگ رہتے ہیں بستی سے بالکل باہر ہے۔

داتا دین کو ایک گٹھری لئے ہوئے جاتے دیکھکر میرے بھانجے نے اُسے پکارا۔ داتا دین بھاگا۔ بھانجے نے دوڑاکر اُسے پکڑا اور اُسے پیٹا بھی۔ پھر وہ اس کی چوٹی پکڑکر دروازے گھر کے سامنے گھسیٹ لایا۔ گٹھری کھولی گئی تو اس میں شیشیاں، کٹوری، ایک بوتل، دیاسلائی اور کتنی ہی اس قسم کی چیزیں ملیں۔ وہ یہ سب چیزیں اپنے دوست بنئے کے یہاں رکھنے کے لئے لیجا رہا تھا۔

دوسرے روز داتا دین ملازمت چھوڑکر چلاگیا۔

کئی ماہ بعد میں گھر آیا تو داتا دین کا حال سُنکر افسوس کے ساتھ مجھے اطمینان بھی ہوا کہ چلو پیچھا چھوٹا۔

اگلے ماہ جب میں پھر گھر آیا تو ایک دن تیسرے پہر دیکھتا کیا ہوں کہ داتا دین جھکجھک سلام کرتا ہوا قریب آرہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ ”کیوں داتا دین کہاں چلے؟“

داتا دین نے نہایت عجز وانکسار کے ساتھ آنکھوں میں آنسو بھرکر کہا۔ ”سرکار! میں آپ کی پناہ میں آیا ہوں، نوکری چاہتا ہوں۔“

داتا دین کی چوری کی عادت چھڑانے کا عہد مجھے پھر یاد آگیا۔ میں نے پوچھا۔ ”اب تو چوری نہیں کروگے؟“

داتا دین نے کہا۔ ”کان پکڑتا ہوں حضور، اب کبھی کوئی چیز نہ چھوؤں گا۔“

میں نے اُسے پھر ملازم رکھ لیا۔ آموں کی فصل تھی۔ داتا دین کو ساتھ لیکر میں بازار گیا اور کچھ آم خرید کر اُس کے ہاتھ میں نے گھر بھیجدیئے۔ گھر کے سب لوگوں نے آم کھائے داتا دین کو بھی کافی آم ملے۔ اگلے دن اپنی کوٹھری کھلی چھوڑکر اور سخت دھوپ میں ننگے پیر وہ کسی کام سے بازار گیا تھا۔ کسی نے اُس کی کوٹھری میں جاکر دیکھا تو اُسکے دونوں جوتے برابر پٹ رکھے ہوئے تھے۔ جوتوں کو اس طرح پٹ رکھنے کا کوئی رواج نہیں ہے اسلئے جب جوتے پلٹ کر دیکھے گئے تو ہر ایک جوتے کے نیچے چار چار آم پڑے ملے۔ جوتے پھر اُسی طرح رکھوا دیئے گئے اور داتا دین سے کچھ نہ کہا گیا

اگلے روز میں نے بازار سے گڑ خرید کر داتا دین کے ہمراہ گھر بھیجا۔ بیوی نے گھر میں گڑ تولا تو وہ کم نکلا۔ داتا دین اپنی صفائی دینے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا تو اس کی دھوتی میں سے گڑ کی ایک بھیلی زمین پر گر پڑی میری بیوی نے کہا۔ ”تم بوڑھے ہوگئے، تم کو چوری کرتے ہوئے شرم نہیں آتی ہے۔“

بھیلی اُسکو دیدی گئی۔

داتا دین اکثر اپنی بیوی کی شکایت کیاکرتا تھا کہ وہ بڑی بدمعاش ہے۔ اُسے کھانے کو نہیں دیتی، چیلے سے مارتی ہے، باپ کی خوراک زیادہ ہے یہ سمجھ کر بیٹا اس کی تھالی میں ایک روٹی زیادہ رکھ دیتا تھا تو بہو اسکی تھالی میں سے روٹی نکال کر بیوی کی تھالی میں رکھدیتی تھی اور کہتی تھی کہ تم کو تو کل کام کرنا ہے پیٹ کاٹوگے تو کھڑے کیسے رہوگے وغیرہ وغیرہ۔

میں بھی سمجھنے لگا تھا کہ بہو واقعی بدمزاج ہوگی۔ مگر داتا دین کی حرکتیں دیکھکر مجھے شبہ ہوا کہ داتا دین ہی کا قصور رہوگا۔

اگلے روز میں نے چپکے سے اپنا دوسرا ملازم داتا دین کے گھر بھیجا اور اُسے ہدایت کی کہ راہ گیر بن کر داتا دین کے گھر پر شام کو ٹھہر جانا اور اسکے گھر والوں کے پورے حالات معلوم کرنا۔“

داتا دین کا گھر دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ نوکر شام کو داتا دین کے گھر پہنچا اور رات بھر ٹھہرنے کے لئے اس سے جگہ مانگی۔

داتا دین کا لڑکا گھر پر نہیں تھا۔ اسکی بہو نے نوکر کو دالان میں ٹھہرالیا اور لکڑی، برتن اور پانی کے لئے گگرہ بھی دیا۔ نوکر نے کھانا پکایا۔ بہو کھٹائی بھی دیگئی اور روٹیاں بھی پکادیں۔ ملازم نے گھر کے حالات پوچھنے شروع کئے بہو نے گھر کے ایک ایک آدمی کے متعلق مفصل حال کہہ سنایا اُسکی باتوں سے معلوم ہوا کہ بچوں کے لئے وہ ناشتہ رکھتی تھی تو داتا دین بہت صبح چپکے سے گھر کے اندر گھسکر روٹیاں نکال لے جاتا اور وہیں آڑ میں بیٹھکر کھاجایا کرتا تھا۔ بہو جب روٹیاں نہ پاتی اور شور مچاتی تو داتا دین کہتا کہ گھر کھلا چھوڑکر چلی جاتی ہو، کتے بلی کھاگئے ہونگے۔

جھگڑے کا خاص سبب یہی تھا۔ بہو بیچاری تو بہت نیک مزاج ہے۔ نوکر نے دوسرے روز لوٹ کر مجھے یہ رپورٹ دی۔ یہ سُن کر مجھے داتا دین سے اور زیادہ نفرت ہوگئی۔

گھر کی رکھوالی کے لئے میں نے ایک کُتیا پال رکھی ہے اسے صبح آدھ سیر دودھ ملتا ہے گھوسی کے یہاں سے دودھ لانے کا کام داتا دین کے سپرد تھا۔ داتا دین دودھ دوہاکر لاتا تو آدھ سیر دودھ راستے میں خود پی جاتا اور آدھا کُتیا کو دیتا۔ ایک دن کُتیا کو دینے سے پہلے اُس کا دودھ ناپا گیا تو کم نکلا اور یہ سمجھ لیا گیا کہ آدھا دودھ داتا دین پی جاتا ہوگا۔

میں نے حکم دے رکھا ہے کہ باغ میں باہر کا کوئی آدمی گھاس نہ چھیلنے پائے۔ مگر گھسیاروں کو داتا دین کی کمزوری کا علم ہوگیا۔ ایک چلم تمباکو داتا دین کو رشوت میں دیکر ہر آدمی گھاس چھیل سکتا تھا۔ چھلی ہوئی مینڈوں کو دیکھکر میں پوچھتا کہ

گھاس کون چھیل لے گیا تو داتادین کہتا۔ سرکار میں نے گائے کے لئے چھیلی ہے۔ میں سُنکر دل ہی دل میں کہتا کہ داتادین گھر کا کام کاج بھی کرتا ہے اور گائے بیلوں کا خیال بھی رکھتا ہے۔ بڑا اچھا آدمی ہے۔"

میرا باغ اسٹیشن کے بالکل سامنے ہے۔ ایک روز میں شہر سے اسٹیشن ہوکر باغ میں جا رہا تھا کہ داتادین ہاتھ میں ڈنڈا لئے ہوئے باغ کے دوسرے کونے کی طرف سے زور زور سے (تاکہ میں سُن لوں) یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ "بسسری مانتی نہیں۔ کھڑی رہ، آج تیری ہڈی توڑے بغیر نہ مانونگا" ساتھ ہی وہ آہستہ سے کہتا۔ "بابوجی آ رہے ہیں، جلدی نکل،" پھر زور سے کہتا "رکھ کھڑیا جھوا اور بھاگنے چل" پھر آہستہ سے کہتا "گھاس کو آڑ میں چھپا دے۔ پھر لیجانا۔ جب بابوجی گھر میں چلے جائیں۔"

میں جیسے جیسے قریب آتا جاتا، داتادین کی جھڑکیاں بڑھتی ہی جاتیں۔ جب تک میں دروازے پر پہنچتا اس وقت تک داتادین بھی گھسیارن کو باغ کے باہر کرکے آ پہنچتا۔

یہی ڈرامہ ایک روز داتادین پھر کر رہا تھا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ باغ کا ایک دوسرا ملازم قریب ہی ایک درخت کی آڑ میں تھالے میں جا رہا تھا۔ داتادین کی دورنگی بولی سُن کر اُس نے کہا "مالک کے ساتھ کیوں چھل کرتے ہو۔ گھسیارن کو چپکے سے بلاتے ہی کیوں ہو۔" داتادین شپٹا گیا۔ میں اتنے قریب آگیا تھا کہ میں نے دوسرے ملازم کی بات سُن لی۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

دونوں میں پٹتی نہیں تھی۔ دوسرے نوکر نے داتادین کی دورنگی بولیوں کا قصہ سُنایا۔

مجھے داتادین پر بہت غصہ آیا میں غضب آلود نگاہوں سے اُسکی طرف دیکھنے لگا۔ وہ زمین پر نظریں جمائے چپ کھڑا تھا۔ میں نے کہا "اب میں تم کو پولیس کے حوالے کر دونگا۔"

دوسرے دن داتادین نے گھر جانے کی چھٹی مانگی۔ میں نے خوشی سے دیدی۔ میں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ پھر لوٹ کر کب آؤ گے۔

کئی ماہ گزر گئے۔ گھر والوں کو داتادین کے بغیر کچھ تکلیف ضرور محسوس ہونے لگی لیکن میرا اندازہ ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں نے اطمینان ہی کی سانس لی۔ کیونکہ دونوں وقت داتادین کے لئے بھیم سین کی سی خوراک تیار کرنا ان کے لئے بہت بڑی مصیبت تھی۔ میرے چھوٹے بچے بسنت کو داتادین نے اپنی خدمتوں سے لوٹ لیا تھا ایک دن بسنت کو داتادین کے گاؤں کا کوئی آدمی ملا۔ اُس نے داتادین کا پیغام سُنایا کہ وہ بسنت کو بہت یاد کرتا ہے۔ بسنت نے موقع دیکھکر مجھ سے کہا "بابوجی! داتادین کو پھر بلا لیجئے!"

میں نے داتادین کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ دوسرے دن وہ داتادین کو لیکر واپس ہوا اور اس نے یہ قصہ سُنایا کہ دو تین روز ہوئے کہ داتادین مرنے کے لئے کنوئیں میں کود پڑا تھا۔ کسی نے دیکھا نہیں۔ کچھ دیر بعد وہ کنوئیں میں سے چلا کر کہنے لگا کہ کوئی سنتا ہو تو مجھے نکال لے۔ مجھ سے مرا نہیں جاتا۔

ایک بڑھیا ٹھکرائن نے اُسکی پکار سُنی اور اُس نے اُسے نکلوایا۔ اس وقت سے وہ اسی ٹھکرائن کے برآمدے میں پڑا تھا۔ مجھے داتادین پر ترس آگیا۔ میں نے کہا "داتادین! تم نے تو اپنے جسم کی سب گت کر ڈالی۔"

وہ کچھ بولا نہیں۔ میں تو سمجھ ہی گیا کہ اس نے بچوں کی روٹیاں چرائی ہونگی اور رہونے اسے پیٹا ہوگا۔

کھڑا کھڑا وہ آنسو بہاتا رہا۔ میں نے سمجھا کہ وہ پچھتا رہا ہے۔

مجھے دو تین مہینے کے لئے پنڈت مدن موہن مالویہ کے پاس بنارس میں رہنا تھا۔ اس بار داتادین کو میں اپنے ساتھ لیگیا۔

مالوی جی مہاراج کے بنگلے کے ایک کمرے میں میں ٹھہرا۔ داتادین کو میں نے سب ضروری کام سمجھا دیئے۔ کھانا ہم دونوں مہاراج کی رسوئی میں کھاتے تھے۔ میری بیوی اور لڑکیوں کی مصیبت اب مہاراج کے باورچی کے سر پڑی۔ مگر وہ ہوشیار تھا چاولوں کا پہاڑ داتادین کے سامنے رکھدیتا اور فرصت پا جاتا۔

مہاراج کے لئے دودھ شاید یونیورسٹی کی ڈائری سے آیا کرتا تھا۔ اسی میں سے آدھ سیر دودھ صبح اور شام کو مجھے بھی ملا کرتا تھا۔ مگر کبھی دودھ خالص ملتا اور کبھی پانی ملا ہوا۔ میں نے ایک دن داتادین سے اسکی شکایت کی۔ داتادین آنکھیں پھاڑ کر اظہار تعجب کرتا ہوا بولا۔ "دودھ والا پانی کا ایک گھڑا بھی ساتھ لاتا ہے۔ وہی ملاتا ہوگا۔"

مجھے داتادین پر بہت غصہ آیا۔ جی میں آیا کہ ایک تھپڑ لگا دوں مگر نہ جانے کیا سوچ کر خاموش رہ گیا۔ میں تو سمجھ ہی گیا کہ داتادین آدھا دودھ پیکر پانی ملا دیتا ہے۔

خیر، اُس دن سے میں ایک پاؤ دودھ میں چائے ملاکر ایک گلاس بھر کر داتادین کو دینے لگا۔ ایک پاؤ دودھ میں پینے لگا۔ اس رشوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اگلے روز سے خالص دودھ ملنے لگا

اب داتادین میوے کے ڈبے پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے ایک ڈبے میں کچھ میوے ناشتے کے لئے اور ملنے والوں کی خاطر تواضع کے لئے رکھ لئے تھے۔ اب یہ روز کم ہونے لگے۔ آج خرید کر لایا اور کل غائب۔ پوچھنے پر داتادین کہتا۔ "آپ کی غیر حاضری میں جو کوئی بھی اس کمرے میں آتا ہے وہی اس ڈبے کو کھول کر کھاجاتا ہے۔"

اُسکا جواب سُن کر میں دل ہی دل میں غصہ سے جل اُٹھتا۔ میرے دوست ایسے نہیں ہیں جو میری عدم موجودگی میں میرا ڈبہ کھولکر میوے کھاجائیں۔ اس دن سے میں نے میوہ رکھنا ہی چھوڑ دیا۔

بنارس سے میں الہ آباد آیا۔ داتادین بھی ساتھ تھا۔ الہ آباد میں وہ ایک اہیر کے یہاں سے دودھ لایا کرتا تھا۔ کبھی پانی ملا ہوا لاتا اور کبھی خالص۔ آٹھ ہی دس دن کے بعد ایکدن میں نے دیکھا کہ اہیر کی گائے میرے دروازے پر کھڑی ہے اور داتادین اُسکو باورچی خانے کا بچا ہوا کھانا ڈال رہا ہے۔ کئی دن میں نے اُسے ایسا کرتے ہوئے دیکھا مجھے شبہ ہوا کہ اتنا

کھانا روز بچتا کیوں ہے؟ اور آٹا اوپر کی گائیں روز کیوں آتی ہیں؟

میں نے دوسرے نوکر کو داتا دین کے پیچھے لگایا۔ اس سے پتہ لگا کہ داتا دین کا معمول روزانہ آدھ پاؤ دودھ داتا دین کو پلانا ہے اور اسکے عوض وہ میرے دودھ میں اتنا پانی ملا دیتا ہے اور داتا دین اُسکی گایوں کو روزانہ بچا ہوا کھانا دیتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ داتا دین روز کیوں زیادہ آٹا ماںگتا ہے۔ اور کیوں زیادہ چاول پکاتا ہے۔

میں داتا دین سے پریشان ہو گیا۔ ایک دن زیادہ کھانا کھانے سے اُسے دست آنے لگے تین پہر۔ وہ ہر وقت پاخانے جاتا۔ میں نے ڈاکٹر سے دوا منگوائی دوا کے بارہ لگے تو مجھے کھل گیا کہ یہ کھانا بھی خراب کرے اور پھر دوا کے دام بھی مجھے دینے پڑیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اسکا کیا کروں۔

دست بند ہوتے ہی داتا دین نے گھر جانے کی چھٹی مانگی۔ میں نے فوراً چھٹی دیدی۔

مہینے ڈیڑھ مہینے بعد میں گھر آیا تو داتا دین کو گھر پر کام کرتے ہوئے پایا۔ گھر میں گھوسی کے یہاں سے دودھ آتا ہے۔ میں نے ہدایت کر دی تھی کہ دودھ اپنے برتن میں دوہا کر لایا کرو۔ اور اپنے سامنے کھڑے ہو کر دوہا یا کرو۔

دودھ پانی ملا ہوا ملنے لگا میں نے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ ایک دن دودھ سیر کے بدلے سوا سیر آیا۔ میں نے پوچھا تو داتا دین نے کہا بھول سے گھوسی نے زیادہ دیدیا ہوگا۔

میں نے تفتیش کی تو یہ معلوم ہوا کہ داتا دین صبح تڑکے گھوسی کے گھر جاتا ہے۔ گھوسی چلم چڑھا کر داتا دین کو پینے کو دیتا ہے۔ اور رات کا رکھا ہوا باسی دودھ داتا دین کے لوٹے میں انڈیل دیتا ہے۔ داتا دین دودھ لیکر چلتا ہے اور راستے میں آدھا پی لیتا ہے پھر گھر آ کر دودھ چھانتے وقت اندازے سے اُتنا ہی پانی ملا دیتا ہے۔ اس روز اندازہ میں غلطی ہوئی اور دودھ سیر کا سوا سیر ہو گیا۔

آخر میں نے داتا دین کو بلایا اور ہاتھ جوڑ کر کہا۔ داتا دین۔ میں ہار گیا اور تم جیت گئے۔ اب میرا پیچھا چھوڑو۔

کمایوں سرکل میں سافٹ راٹ بیماری سے سیب کے پھلوں کی محافظت

(مسٹر اوم پرکاش بھان نگھم ریسرچ اسسٹنٹ مائیکالوجسٹ گورنمنٹ فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا کا انگریزی زبان میں)

مندرجہ بالا عنوان پر ایک دلچسپ اور قابل قدر مضمون انڈین جرنل آف اگریکلچرل سائنس ۱۹۴۱ء کے والیوم نمبر ۱۱ حصہ ۶ میں طبع کرایا جا چکا ہے جس کا ماحصل عوام الناس کی بہبودی اور منفعت کو مدنظر رکھ کر اردو زبان میں بھی شائع کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

اس سرکل میں یہ بیماری بکثرت ہوتی ہے جب پھلوں کو گودام میں محفوظ کر دیا جاتا ہے اُس وقت اس مہلک بیماری کے اثرات ان پھلوں پر نمایاں ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اسکی ایک خاص اہمیت ہے۔ اس بیماری کو سافٹ راٹ۔ بلو مولڈ۔ رین راٹ اور پنیلیم راٹ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسکی پہلی پہچان یہ ہے کہ پھلوں میں بجائے خوشبو کے ایک خاص قسم کی بدبو پیدا ہو جاتی ہے پھل کے جس جانب اور جس حصہ پر بھی اس بیماری کے اثرات ہو جاتے ہیں۔ وہ ملائم اور پلپلا ہو جاتا ہے اور یہی اس بیماری کی خاص شناخت ہے جس کی وجہ سے اس کو سافٹ راٹ کہا جاتا ہے پھلوں پر ہلکے زردی مائل داغ پڑ جاتے ہیں۔ اگر پھلوں کو ان نرم اور ملائم مقامات سے تراش کر دیکھا جائے تو پھلوں کے اندرونی حصوں میں رنگ ہلکا بھورا نظر آئیگا جس میں سے کچھ کچھ پانی بھی رستا ہوا دکھلائی دیگا۔ صرف پختہ اور پکے ہوئے پھل ہی اسکا شکار رہتے ہیں۔ بعض اوقات یہ پھپھوندی پھلوں کی ٹہنیوں کے ذریعہ بھی پھلوں کے اندرونی حصوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ یہ پھول کی چھوٹی ہری پتیوں کے ذریعہ پھل کے اندرونی حصوں میں داخل ہو جاتی ہو۔ ہر وقت اور ہر جگہ اس پھپھوندی کے جراثیم ہوا میں موجود رہتے ہیں۔ تجربہ سے اس امر کا یقین کامل ہو گیا ہے کہ یہ پھل کی اچھی سطح سے پھل کے اندر داخل نہیں ہو سکتی جس نے اس بات کو خوب واضح کر دیا کہ اس سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ پھلوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ چھوا چھیڑا جائے تاکہ پھل چوٹیلے نہ ہو جائیں حسب ذیل طریقوں سے اسکی روک تھام کی جا سکتی ہے۔

(۱) درخت سے پھل اُتارنے والے کے ناخن بڑے بڑے نہیں ہونے چاہئیں۔ اس موقعہ پر دستانے وغیرہ کا استعمال بہتر ہوگا۔

(۲) پھلوں کو ترتیب دیتے وقت چھلکے کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے اور ایک پھل دوسرے پھل سے نہ ٹکرائے۔

(۳) پیکنگ کے وقت اس بات کا ضرور لحاظ رہے کہ پھلوں کو دبانا نہ چاہئے۔ پھلوں کے درمیانی فاصلہ میں کاغذ وغیرہ رکھ دینا چاہئے۔ تاکہ پھل ایک دوسرے سے نہ ٹکرانے پائیں۔ دوبارہ اسی کے پکے ہوئے تیل کے کاغذ میں پھلوں کو اچھی طرح لپیٹ کر رکھ دینا چاہئے۔

(۴) جن پھلوں پر بیماری کے اثرات معلوم ہوں۔ انکو گودام سے فوراً علیحدہ کر دے۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو ان پھلوں کا خراب مادہ اچھے پھلوں پر منتقل ہو کر انکو بھی خراب کر ڈالیگا۔

میں امپیریل کونسل آف ایگریکلچر ریسرچ گورنمنٹ آف انڈیا کا نہایت ممنون و مشکور ہوں جس نے ملک کی بہبودی کو مدنظر رکھ کر گورنمنٹ فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا کے پھلوں کی اسکیم کے لئے ایک کثیر سرمایہ مرحمت فرمایا جس کی وجہ سے گورنمنٹ فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا میں پھلوں اور پھلدار درختوں کے متعلق معلومات اور تجربات حاصل کئے جا رہے ہیں جس کی بدولت آج یہ جدید معلومات اور تجربات تمام پبلک کے فائدہ کی غرض سے اُردو زبان میں شائع کئے جاتے ہیں۔

ماہ جون اور کھیتی و باغبانی کے کام

(مسٹر رام صورت سنگھ ٹیکنیکل اسسٹنٹ ٹو ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو۔پی لکھنؤ)

فصل خریف کی بوائی کے لئے کھیتوں کی تیاری۔

سنئی ہری کھاد کے لئے اور جوار ۰ کا کی فصل چارے کے لئے فوراً پانی برسنے پر بونا چاہئے۔ چری کی فصل کے ساتھ گوار بھی ملا کر بونا چاہئے۔ جس کا چارہ لذیذ اور طاقتور ہوتا ہے۔ اگر پانی کافی برس گیا ہے تو خریف کی اور فصلیں مثلاً مونگ پھلی، ارہر، جوار، دالوں کے لئے۔ مکا، دھان آرد وغیرہ بھی جلد بونا چاہئے۔

بہت بہتر ہوگا کہ جوار، ارہر اور کپاس و مونگ پھلی کی فصلیں قطاروں میں بوئی جائیں تاکہ نکائی، گوڑائی میں سہولیت ہو۔

اگنی دھان کی بیاوڑ (بیرن) اگر بارش نہ ہوئی ہو تو پانی دیکر بو دینا چاہئے۔

کھیتوں کی مینڈ بندی ضرور کر دینی چاہئے۔ تاکہ برساتی پانی بہنے نہ پاوے۔ خاصکر بارش کا پہلا پانی فصلوں کے لئے بہت فائدے مند ہوتا ہے۔

جون کے آخر مہینے میں سب سے بڑا کام بوئی ہوئی ایکھ کی فصل کی نگہداشت ہے جتنی کمائی آپ اس فصل کی بارش سے پہلے کر چکے ہیں اتنی ہی اساڑھ کے آخر تک کرلیں۔ اب گنا کافی بڑا ہوگا۔ اس پر مٹی ضرور چڑھا دینا چاہئے تاکہ بارش کی زیادتی اور ہوا کے جھونکوں سے گر نہ جائے۔

فصل خریف کی ترکاریاں مثلاً بھنڈی، کریلہ، سیتا پھل، لوکی، توری، چچرا وغیرہ کی بھی بوائی اسی وقت کیجاتی ہے۔ چونکہ ماہ جون کے دوسرے پکھواڑے میں بارش ضرور ہو جاتی ہے اس لئے اگر جون کے پہلے پکھواڑے میں بوائی نہیں ہوتی ہے تو خریف کی فصل کی بوائی بہت جلد کر دینی چاہئے۔ اگر فصل پہلے ہی پکھواڑے میں بوئی گئی ہے تو نکائی گوڑائی کا کام ہونا ضروری ہے۔ خالی کھیتوں کو مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوت دینا چاہئے اور کمپوسٹ کے گڈھوں کی پلٹائی بھی اسی ماہ میں ہونی چاہئے اور گڈھے کی مینڈ بندی بہت ضروری ہے تاکہ برساتی پانی اندر نہ جا سکے۔

مونگ پھلی، کپاس، ارہر، سنئی اور چری وغیرہ کے کھیت میں پانی بھرا ہو تو فوراً نکال دینا چاہئے۔

فصل ربیع کے بیجوں کو محفوظ طریقے سے غلہ گودام خوا۔ بکھاروں میں جمع کرنا۔

باغبانی

۱۔ نئے باغ کی ضروریات۔

پودوں کو کافی طور پر اور جلد جلد سینچنا چاہئے۔ تھالوں میں ایک مرتبہ گوڑائی کرکے پتی بھر دی جائے تاکہ نمی قائم رہے۔ جو پودے کمزور یا مریض ہوں اُن پر سایہ کر دینا چاہئے اور ہر دوسرے دن سورج ڈوب جانے کے بعد ان کے تھالوں کو پانی سے بھر دیا جایا کرے۔ پہلا پانی برس جانے پر فوراً تھالے کی نالیوں کو مٹی سے بھر دینا چاہئے۔

۲۔ یہ کہ اگر باغ کے چمنوں میں کوئی کاشت نہ ہوتی ہو تو ایسی حالت میں بہتر یہ مانا گیا ہے کہ زمین کو زمانے پر جتوا کر چھوڑ دینا چاہئے۔ تاکہ کھر پتوار نہ اُگنے پائے

۳۔ یہ کہ اگر ہڈی کی کھاد دینا ہو تو بارش کے شروع میں دینا چاہئے تاکہ اُس کی گرمی کو برساتی پانی کی کثرت ٹھنڈک سے بدل دے۔ پانس دیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کو تھالے میں ڈال کر مٹی کو اُلٹ پلٹ دیا جائے ایسا نہ ہو کہ اوپر چھڑک دیا جائے ورنہ برساتی پانی کے ساتھ کھاد بھی بہ جائیگا۔

۴۔ باغ کی گری پڑی کھائیوں کی مرمت اور مینڈ بندی کا انتظام لازمی ہے تاکہ برساتی پانی بہ نہ جاوے اور فالتو پانی کے نکاس کا مناسب راستہ و ڈھال وغیرہ بنانا۔

۵۔ یہ کہ موسم برسات میں پودوں کے تھالوں کو تین چار پانی برسنے تک کافی گہرا گوڑنا چاہئے تاکہ زمین تری کو روک سکے جس قدر زمین کی گوڑائی ہوگی اسی قدر زمین میں قوت بڑھتی ہے اور پودوں کی غذا آفتاب کی کرنیں طیار کرتی ہیں۔

۶۔ یہ کہ اس مہینے میں جب تک کافی بارش نہ ہو جائے اور موسمی ہوائیں نہ چلنے لگیں کوئی پودہ نصب نہ کرنا چاہئے۔ پانی کے بہاؤ کا راستہ بلند بنانا چاہئے۔

اگر کوئی نیا پودہ اس مہینے میں نصب کیا جائے تو سورج ڈوبنے کے بعد نصب کرنا چاہئے۔ نصب کرنے کے بعد ایک ہفتہ تک برابر شام کے وقت تھالے میں بھوال پانی دینا چاہئے۔

گنے کی کاشت میں خیال رکھنے کے قابل خاص باتیں

(از مسٹر رام برچھ رائے (ایم ایس - اے - ایس) کین ڈیولپمنٹ گورکھپور)

۱۔ گنا اونچے کھیتوں میں بونا چاہئے۔ جہاں پانی برسات میں نہ جمع رہتا ہو تھوڑے رقبے سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بہ نسبت زیادہ رقبہ بونے کے جس میں کمائی ترقی دادہ طریقہ سے اور وقت کے مطابق نہ ہو۔ دس بانس آدمی ہل کر گنا ایک جگہ بونے سے بہت سی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔

۲۔ کھیت کی جوتائی گہری اور مناسب وقت پر ہونی چاہئے۔ اچھی پیداوار حاصل کرنے کے لئے تین چار جوتائی لوہے کے مٹی پلٹنے والے ہلوں سے کرنی چاہئے۔ گنے کے لئے ۱۵ سے ۲۰ جوتائی کرنا ضروری ہے جیسا کہ مثل مشہور ہے۔

"دس باہوں کا ماڑا
بیس باہوں کا گاڑا"

۳۔ تقریباً ۳۰۰ من گوبر کی کھاد فی ایکڑ دینا چاہئے اگر گوبر کی کھاد کافی نہیں ہے تو کھیت میں سنئی کی ہری کھاد دیکر اس کمی کو پورا کر سکتے ہیں۔ سنئی کی ہری کھاد تقریباً ۱۵۰ من گوبر کے کھاد کے برابر ہوتی ہے۔ گوبر کی کمی کھلی، امونیم سلفیٹ وغیرہ سے بھی پوری کی جا سکتی ہے ایک من رینڈی کی کھلی = دس من گوبر کی کھاد = دو من ۵ سیر نیم کی کھلی = ۲۷ سیر مونگ پھلی کی کھلی = ۹ سیر امونیم سلفیٹ۔ گوبر کی کھاد ڈیڑھ دو ماہ پہلے کھیت میں ڈالنا چاہئے۔ کھلی ۱۵ دن پہلے اور امونیم سلفیٹ بونے کے وقت یا بعد میں سینچائی کے وقت ڈالا جا سکتا ہے۔

۴۔ گنا نالیوں میں یا ہموار زمین پر قطاروں میں بونا چاہئے۔ ایک قطار سے دوسری قطار کا فاصلہ ۲ ½ فٹ سے ۳ ½ فٹ زمین کی قوت زرخیزی (طاقت) کے مطابق ہونا چاہئے۔ نالیوں کے درمیان ۳ ½ فٹ سے ۴ فٹ کا فاصلہ ٹھیک ہوتا ہے۔ زیادہ زرخیز زمین میں فاصلہ زیادہ اور کم زرخیز میں کم ہونا چاہئے۔

۵۔ گنے کی بوائی ۱۵ مارچ تک ختم کر دینی چاہئے۔ صوبہ ہذا کے مغربی اضلاع میں آخر فروری کے آخر تک ہی بوائی ہو جائے تو اچھا ہے۔ یہ کہاوت مشہور ہے کہ۔

"روند باندھ کے پھاگ دکھاوے
سو کسان مور من بھاوے"

تین آنکھوں کی گینڈری (گانڑے) ایک سرا دوسرے سرے سے ملا کر بونا چاہئے۔ بوتے وقت گنے میں جن میں کسی بیماری کا اندیشہ ہو نکال دینا چاہئے۔

۶۔ مشرقی اضلاع میں جہاں پر آبپاشی ہوتی ہے تین سے چار آبپاشی اور مغربی اضلاع میں ۵ سے ۶ آبپاشی کرنا چاہئے بیج جمنے کے وقت پانی کم اور بعد میں زیادہ مقدار میں دینا چاہئے جہاں پر آبپاشی کی سہولیت نہ ہو زیادہ مقدار میں کھاد دینا مفید نہیں ہوتا۔

۷۔ ہر آبپاشی کے بعد دو تین دفعہ کھیت میں گوڑائی کرنا لازمی ہے

"تین کیاری تیرہ گوڑ
تب جانو اوکھ کے پور"

آخر جولائی و شروع اگست میں گنوں پر مٹی ضرور چڑھانا چاہئے اس سے گنے گرتے نہیں اور وزن بھی بڑھ جاتا ہے۔

۸۔ گنے جب پک جاتے ہیں تبھی کاٹنا چاہئے۔ بہت سے گنے پہلے اور بہت سے بعد میں پکتے ہیں۔ کوئمبٹور نمبر ۳۱۲ و نمبر ۳۸۵ و نمبر ۳۹۵ شروع میں کاٹ کر مل پر پرانا یا پیرنا چاہئے۔ کوئمبٹور نمبر ۲۱۳ و نمبر ۳۵۶ و نمبر ۳۷۰ و نمبر ۳۹۳ و نمبر ۴۲۱ درمیانی اور کوئمبٹور نمبر ۳۳۱ آخر میں۔

۹۔ اگر گڑ بنانا ہے تو اچھے کولھو میں گنا پیرنا چاہئے تاکہ زیادہ رس کھوئی میں نہ چلا جاوے۔ گڑ پکانے کی بھٹی بھی اچھی اور قاعدے سے بنانی چاہئے۔ رس کو دیولا وغیرہ سے صاف کر لینے سے گڑ اچھا و صاف ہوتا ہے۔ خاص معلومات کے لئے محکمہ گڑ یا محکمہ زراعت سے خط و کتابت کیجئے۔

۱۰۔ گنے کو بیماری سے بچانے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ گنے کی کاشت کی کارروائی وقت پر مناسب طریقے سے کی جاوے۔ اچھی فصل پر بیماری کا اثر کم ہوتا ہے۔ اگر کوئی بیماری بہت زور شور سے لگ جائے تو فصل کو بچانے کے لئے محکمہ جات کین ڈیولپمنٹ و زراعت سے صلاح لیجئے۔

۱۱۔ صرف پہلی پیڑی لی جانی چاہئے اور اس کی دیکھ بھال۔ کھاد پانی بوئی ہوئی فصل کے مطابق ہو ضروری ہے۔ لاپرواہی کے ساتھ پیڑی رکھنے سے گنے میں بیماریاں پھیلتی ہیں۔ جس کھیت میں پیڑی رکھنا ہو اس میں کا گنا فروری تک کاٹ لینا چاہئے۔

۱۲۔ گنا کاٹنے کے بعد، گنے کی پتی کو جلانے کے بجائے کمپوسٹ بنا لینا زیادہ مفید ہوگا۔

فصلوں کا دَور

(از قلم بابو جیوتی پرشاد)

اگر ایک آدمی دن بھر ایک ہی قسم کا کام کرتا رہے تو اُس کو تھکاوٹ معلوم ہونے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس کام کو چھوڑنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے اور اگر کوئی تبدیلی کام میں ہو جاتی ہے تو وہ برابر محنت کرتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مختلف قسم کے کام کرنے کے لئے مختلف حصوں سے کام لیا جاتا ہے۔ جس سے تھکاوٹ معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایک وقت بدن کا ایک حصّہ کام کرتا ہے تو تبدیلی سے اُس کو دوسرے وقت آرام مل جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حالت کھیت کی ہے اگر اس میں برابر ایک ہی قسم کی فصل پیدا کی جائے تو وہ کھیت اُس فصل کو پیدا کرتے کرتے تھک جاتا ہے یعنی اُس فصل کی پیداوار میں کمی پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ ایک قسم کی فصل کو ایک ہی طرح کی خوراک کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کو لگاتار بونے سے اُس کی خاص خوراک میں کمی ہو جاتی ہے۔

اس وجہ سے فصل کمزور ہو جاتی ہے۔ اسلئے کاشتکار کو کھیت میں کوئی خاص فصل کئی سال تک برابر نہ بونا چاہئے۔ قبل اسکے کہ اس مضمون کے بارے میں تفصیل وار بیان کیا جائے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ وہ قسم قسم کی فصلیں جو ہمارے ارد گرد پائی جاتی ہیں اُن کے پودوں میں مختلف خاصیتیں ہوتی ہیں۔ بعض اُن میں سے دال والا دانہ پیدا کرتے ہیں بعض بغیر دال والے دانہ۔

۲۔ بعض خوراک کی کسی خاص چیز سے رغبت رکھتے ہیں بعض دیگر چیز سے۔

۳۔ بعض اپنی خوراک زمین کی اوپری سطح سے حاصل کرتے ہیں بعض نیچے کی سطح سے۔

۴۔ بعض زیادہ عرصہ تک زمین میں رہتے ہیں اور بعض تھوڑے عرصہ تک۔

۵۔ بعض زمین کی طاقت کو کم کرتے ہیں اور بعض بڑھاتے ہیں۔

۶۔ بعض کی جڑیں جھانکردار اور بعض کی لمبی ہوتی ہیں۔

۷۔ بعض موسم سرما میں پیدا ہوتے ہیں بعض گرما میں اور کچھ موسم برسات میں۔

۸۔ بعض فضول گھاس زمین میں پیدا نہیں ہونے دیتے اور بعض کے ساتھ کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ انھیں طرح طرح کی خاصیتوں کو لے کر ذیل میں فصلوں کے دَور کے فائدے بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ زمین کمزور نہیں ہونے پاتی ہے۔ زمین کے اندر قدرتی طور سے پودوں کی خوراک کے لئے خزانہ موجود ہے جس میں مختلف اقسام کے اجزا شامل ہوتے ہیں۔ جن سے نائٹریٹ (شورے کی کھاد)۔ پوٹاش (جواخار) فاسفورک ایسڈ (ہڈی کی کھاد) چونہ۔ لوہا۔ گندھک وغیرہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ مختلف پودوں کے لئے مختلف خوراک کی ضرورت ہے یعنی کسی کو زیادہ نائٹروجن کی جیسے گیہوں۔ مکّا وغیرہ کو۔ کسی کو زیادہ پوٹاش کی جیسے آلو، تمباکو کو۔ کسی زیادہ فاسفورس کی جیسے پونڈا۔ ایکھ کو کسی کو چونہ کی جیسے چنا اور مٹر کو۔

فرض کرو کہ اگر گیہوں اور مکّا کو برابر ایک ہی کھیت میں بویا جائے۔ تو اس کھیت کی نائٹروجن بہت کم ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس میں گیہوں کی فصل بہت کم پیدا ہونے لگے گی۔ یہی حالت دیگر فصلوں کے ساتھ ہوگی۔ جن کو خاص خاص چیزوں کی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ان کو بدل کر بویا جائے تو زمین اُن خاص چیزوں میں کمزور نہیں رہ سکتی۔ علاوہ اس کے جب ایک فصل اوپری سطح سے خوراک حاصل کرنے والی اور دوسری فصل نیچے کی سطح سے خوراک لینے والی بوئی جاتی ہے تو اُس وقت بھی زمین کی طاقت بیکار نہیں ہونے پاتی۔

۲۔ زمین کی قوت بڑھتی ہے جب ایسی فصلیں جو کہ ہوا سے نائٹروجن کو زمین میں داخل کرتی ہیں اُن فصلوں کے ساتھ بولکر بوئی جاتی ہیں جو ہوا سے نائٹروجن کو زمین میں داخل نہیں کر سکتیں ہیں۔ زمین کی طاقت بڑھتی رہتی ہے۔ جنسوار فصل مثلاً گیہوں، جو، مکّا وغیرہ کے بعد اگر دالدار فصلیں جیسے ارہر، چنا، مٹر وغیرہ بوئی جائیں تو زمین کی طاقت میں اضافہ ہو جاتا ہے علاوہ اس کے ہیر پھیر کی صورت میں زمین کو خالی پڑا رہنے کا موقع ملتا ہے۔

۳۔ بیماری یا نقصان وہ کیڑے پیدا نہیں ہوتے۔ بعض بعض فصلوں پر بیماری اور کیڑے حملہ کرتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ کیڑے ان خاص فصلوں سے خوراک حاصل کرتے ہیں اگر ایسی فصلیں برابر بوئی جائیں تو ایک روز دہ ہوگا کہ یہ کھیت ان بیماریوں اور کیڑوں سے برباد ہو جائیگا۔ اور اگر ردّ و بدل ہوتی رہے تو وہ بیماری اور کیڑے بالکل تباہ و برباد ہو سکتے ہیں کیونکہ دوسری فصلوں کی حالت میں ان کو خاص رغبت نہ ہونے کی وجہ سے اُن کی پرورش نہ ہوگی۔

۴۔ خراب قسم کی گھاس پیدا نہیں ہونے پاتی۔ بعض فصلیں ایسی ہوتی ہیں جن سے کھیت میں کھر پتوار بہت زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر یہ متواتر بوئی جائے تو اسی قسم کا کھر پتوار برابر پیدا ہوتا رہیگا۔ اور اگر کسی ایسی قسم سے بدل کر بوئی جائے جو زیادہ گھنی پیدا ہوتی ہے تو وہ گھاس ہرگز نہ پیدا ہونے دے گی اور اُس کو جلا دیگی مثال کے طور پر رینڈی کی فصل لیجئے جو زیادہ کشادہ ہونے کی وجہ سے گھاس وغیرہ پیدا کرتی ہے۔ مگر سنئی کی حالت میں ایسا بالکل نہیں ہوتا۔

۵۔ مویشی اور مزدور سال بھر بیکار نہیں رہنے پاتے۔ یہ بات مانی ہوئی ہے کہ مختلف فصلوں کے لئے مختلف اوقات پر عمل

کاشتکاری کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اسلئے سال بھر تک مویشی اور مزدور کسی نہ کسی کام میں برابر مشغول رہ سکتے ہیں۔

۲۔ چارہ وغیرہ بھی سال بھر تک برابر مل سکتا ہے۔ چونکہ مختلف اوقات پر مختلف فصلیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اسلئے کاشتکار کو اپنی خرچ کے لئے روپیہ وغیرہ آسانی سے مل سکتا ہے۔ ان فائدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فصلوں کی ردو بدل کی ترکیب میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں۔ جن کے بغیر پورے طور پر فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اسلئے ان کو بھی ظاہر کرنا ضروری ہے۔

۱۔ بازار میں فصلوں کی قیمت اور اس کی ضرورت۔ یعنی فصل بونے وقت ہم کو خیال رکھنا چاہئے کہ بازار میں کس غلہ کی زیادہ قیمت مل سکتی ہے اور آج کل کسکی زیادہ ضرورت ہے۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے فصلوں کو ترتیب دیکر بونا چاہئے جس سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

۲۔ مویشی اور مزدور پر نظر۔ اپنی فصلوں کے انتظام میں یہ دیکھنا چاہئے کہ کون کون فصلیں کس وقت تیار ہوں گی اور ان کا پورا انتظام کرنے کے لئے مویشی اور مزدور وقت پر کافی مل سکتے ہیں یا نہیں۔ اور اُن کی پوری نگرانی کی جا سکتی ہے یا نہیں۔

۳۔ زمین اور بوائی کے وقت کا لحاظ مختلف فصلوں کے لئے مختلف موسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے فصلوں کی خاصیتوں کا پورا پورا خیال رکھنا ضروری امر ہے ورنہ نقصان کا ڈر ہے بعض فصلیں دومٹ مٹیار زمین میں ہی ہو سکتی ہیں اور بعض صرف بلوی زمین میں۔ اگر ان کو خلاف زمین ملتی ہے تو اس کا اثر پیداوار پر پڑتا ہے اور کاشتکار کو نقصان اُٹھانا پڑتا ہے اسی طرح بوائی کے وقت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے بعض فصلیں جلد بونے سے اچھی پیداوار دیتی ہیں اور بعض دیر میں

۴۔ فصل کی تیاری کا وقت۔ ہر فصل کے ساتھ دیکھنا چاہئے کہ کس کس فصل کے بونے سے زمین کو کتنا کتنا موقع خالی پڑا رہنے پر مل سکتا ہے۔ اگر تمام فصلیں ایسی ہی بوئی جائیں جو زیادہ دیر تک کھیت میں رہیں اور کھیت خالی نہ رہنے پاوے۔ اس سے یعنی کھیت کو کافی آرام نہ دیا جا سکے تو کمزور کر دینا چاہئے۔

میعاد پٹہ آراضی۔ اپنی میعاد کے مطابق کاشتکار کو فصل بونا چاہئے۔ اگر زمین چھوڑنے کی میعاد ختم ہونے والی ہو تو بلا اس خیال کے کہ زمین کی طاقت قائم رہے یا نہ رہے۔ اس میعاد کے اندر کوئی اچھی فصل حاصل کر لینی چاہئے۔

مثال کے طور پر ۴ سال والے ۵ دور نیچے کے نقشہ میں دئے جاتے ہیں۔

نمبر	پہلا سال	دوسرا سال	تیسرا سال	چوتھا سال
نمبر ۱	ارہر	اوکھ (کھاد دیا جائیگا)	سنئی جوتنے کے بعد گیہوں	چنا
نمبر ۲	ارہر جوار	جو	سنئی برائے سن	اوکھ (کھاد دیا جائے گا)
نمبر ۳	[illegible] آلو (کھاد دیا جائیگا)	سنئی جوتنے کے بعد گیہوں	جوار چار یا بیج کے واسطے	مٹر
نمبر ۴	ارہر بلا جوار	اوکھ (کھاد دیا جائیگا)	گیہوں پلیوہ کرکے	مونگ پھلی تمباکو
نمبر ۵	کپاس	گیہوں	ارہر دیر میں بونے والی	آلو (کھاد دیا جائیگا)

نوٹ: اس نقشہ سے صاحبان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان دوروں میں کل فائدے جیسا کہ اوپر بیان کئے گئے ہیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے خاص بات یہ ہے کہ چار سال کے اندر کاشتکار کو صرف ایک مرتبہ کھاد دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو اُن کے یہاں کافی جمع ہو سکتی ہے اور خریدنے کی بالکل ضرورت نہیں ہو سکتی۔

(ماخوذ از کسانو پکارک)

۱۹ ماہ سے فاقہ

نیٹال (افریقہ) کے الزبیتھ نامی مقام پر ایک سانپ کا باغ (اسنیک پارک) ہے جہاں مختلف قسم کے سانپ رکھے گئے ہیں۔ وہاں ۲۱ فیٹ کا ایک اجگر بھی ہے جس نے گذشتہ ۱۹ ماہ سے کچھ نہیں کھایا اور صرف ہوا پی کر جی رہا ہے۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ اس فاقہ سے اس کے جسم میں کسی قسم کی کمی یا کمزوری نہیں آنے پائی اور وہ پہلے ہی کی طرح تندرست ہے۔

گاؤں سدھار کے لئے مرکزی فنڈ

مختلف اسکیموں کی ترقی پر روشنی

مرکزی حکومت کی طرف سے دیجانے والی مالی امداد سے چلنے والے گاؤں سدھار کی کئی اسکیموں کے مطابق جو کام ہوا ہے اُسکے سلسلے میں مرکزی اسمبلی میں حال ہی میں ایک بیان دیا گیا ہے۔ یہ بیان دسمبر ۱۹۳۹ء سے مارچ ۱۹۴۱ء کے آخر تک کی مدّت کی مرتب تفصیل کی شکل میں ہے۔ نومبر ۱۹۳۹ء کے آخر تک ہونے والے کام کی تفصیل گذشتہ سال ماہ فروری میں اسمبلی میں پیش کی جا چکی ہے۔

موجودہ تفصیل کی مدت میں مرکزی حکومت کی طرف سے دوسری بار عطا کئے جانے والے روپئے میں مدراس، مبئی، بنگال، یو پی، پنجاب، بہار، سی پی اور برار، آسام، سرحدی صوبہ، اڑیسہ، اجمیر، مارواڑ اور کرگ کو امداد دی گئی۔

میعاد کے آخر میں ۴۵،۶۴،۵۶۹ روپے باقی تھے۔ جو حسب ضرورت صوبوں اور مقامی حکومتوں کو دینے کے لئے فراہم کئے جا رہے ہیں۔

۳۱ مارچ ۱۹۴۱ء تک عطا کئے جانے والے اور خرچ کئے جانے والے روپئے کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

گاؤں سُدھار

۱۹۳۵-۳۶ء کا بجٹ پیش کرتے ہوئے وزیر مال نے اپنی تقریر میں اعلان کیا تھا کہ ۱۹۳۴-۳۵ء کی آمدنی کی بچت میں سے ۱۰۰ لاکھ روپئے صوبوں کو دئے جائیں گے جو دیہاتی رقبوں کی اقتصادی ترقی اور اصلاح کرنے کی اسکیموں پر صرف کئے جائیں گے اس کام کے لئے کھولے جانے والے فنڈ میں بعد کو کچھ اور روپے دینے کی تجویز پیش کی گئی اور فنڈ کی رقم ۲۸۲ لاکھ روپئے کر دی گئی۔ ۱۹۴۰-۴۱ء کے آخر میں جو باقی روپیہ دیا گیا وہ ۵۲،۸۰،۲۹۹ تھا جس میں صوبہ جاتی حکومتوں اور دیگر مقامی حکومتوں کو دی جانے والی ۴۵،۶۴،۵۶۹ روپئے کی رقم بھی شامل ہے۔

فنڈ کا شروع کا بقایا، خرچ اور آخر کا بقایا آگے درج کیا گیا ہے۔

فنڈ کا مقصد

یہ فنڈ دیہاتی رقبوں کا اقتصادی اصلاح کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ "اقتصادی اصلاح اور ترقی" کا بہت وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مُراد اُن تمام اسکیموں سے ہے جنکے ذریعے دیہاتوں میں رہنے والوں خصوصاً کسانوں کی اقتصادی، تعلیمی حالت اور صحت و صفائی کے حالات کی اصلاح کی جا سکتی ہے اس فنڈ سے دیہاتی رقبوں میں جن اسکیموں کے لئے روپئے کا انتظام کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اُن میں سے خاص اسکیمیں یہ ہیں: درآمد و برآمد و ذرائع آب رسانی کے انتظامات میں اصلاح، صحت اور صفائی کی ترقی، زراعت اور صنعت و حرفت کی ترقی، تحریک امداد باہمی تعلیمی ترقی، نالیوں کا انتظام، آبپاشی کی سہولتیں، چکبندی، قرض سمجھوتہ اور علاج مویشیان کی سہولتیں۔ صوبہ جاتی حکومتوں کو مشورہ دیا گیا کہ بہت بڑے کام کے رقبے میں طاقت صرف کر کے اُسے مُفت میں خرچ کرنے کے بجائے اُنھیں کچھ خاص کام منتخب کر لینے چاہئیں۔ مثلاً دیہاتوں کے ذرائع آمد و رفت میں اصلاح، دیہاتوں کی صفائی اور پانی کا انتظام وغیرہ ایسی اسکیمیں ہیں جن پر چکبندی، مویشیوں کی ترقی اور بیجوں کی اصلاح کے علاوہ خاص توجہ دینی چاہئے۔

ہر ایک صوبہ جاتی حکومت کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے حالات کے مطابق دو تین ایسے کام منتخب کر لے جن پر وہ اس کام کے لئے ملنے والا اپنا سارا روپیہ خرچ کر سکے۔ قلیل مدت والی اسکیموں کو کام میں نہیں لانا چاہئے۔ ساری طاقت ایک متحدہ پالیسی پر صرف کرنی چاہئے اور تین یا پانچ سال کی اسکیموں پر روپیہ صرف کرنا چاہئے یہ بھی غور کیا گیا تھا کہ جن کاموں کا انتخاب کیا جائے اُن پر صرف کی جانے والی بیشتر رقم امداد دینے کے طریقے کی بنا پر صرف کی جانی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن دیہاتوں یا دوسرے رقبوں کو ان اسکیموں سے فائدہ ہو اُنھیں نقد روپیہ یا خدمت کی شکل میں کل خرچ کا کم از کم ایک تہائی حصہ خود دینا چاہئے اور اسی شرط پر بقیہ دو تہائی رقم اُس رقبہ میں خرچ کی جانی چاہئے لیکن صوبہ جاتی حکومتوں کو مکمل اختیار دیا گیا تھا کہ جہاں کہیں بھی وہ مناسب یا ضروری سمجھیں وہاں ایک تہائی خرچ دینے کی اس شرط کو عائد نہ کریں۔

اصلاحی اسکیموں کی ترقی

حکومت ہند کی اجازت سے حکومت یو پی تقریباً اپنی ساری طاقت گاؤں سدھار کی منظم خاص اسکیموں پر صرف کر رہی ہے۔ دیگر صوبہ جاتی حکومتیں بھی سرکاری امداد کی صورت میں ملنے والے روپئے کو خرچ کرنے کی پالیسی پر عموماً عمل کرتی رہی ہیں آب رسانی اور ذرائع آمد و رفت کا انتظام کرنے والی اسکیمیں سب سے زیادہ ہر دلعزیز ہیں۔

اِن دونوں میں بھی آب رسانی کی اسکیم کے لئے متعلقہ رقبوں کے لوگ ایک تہائی خرچ برداشت کرنے کو زیادہ تیزی سے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یو پی کی خاص اسکیم کے علاوہ اب تک کے خرچ کا تقریباً ۵۰ فی صدی اِن دونوں اسکیموں پر خرچ کیا گیا ہے۔ دیہاتوں میں صحت اور صفائی کے انتظام پر ۱۲ فیصدی اور صنعت و حرفت اور زراعتی اسکیموں پر بھی ۱۲ فی صدی خرچ کیا گیا۔ حسب ضرورت سرکاری افسران کے فیصلہ پر دی جانے والی امداد میں بھی ۵ فی صدی سے بھی کم خرچ ہوا حکومت پنجاب کو جو رقم دی گئی ہے اُس کا ایک بڑا حصہ چکبندی پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ حکومت سی پی و برار نے قرض سمجھوتے کے سلسلے

میں بہت کچھ کام کیا ہے۔

مارچ ۱۹۴۱ء کو ختم ہونے والے ۱۶ مہینوں میں کل ۳۳ لاکھ روپئے خرچ کئے گئے۔ جبکہ گزشتہ سال ۲۲ لاکھ روپئے خرچ کئے گئے تھے۔ تمام صوبے امداد کی پہلی قسط میں موصولہ رقم خرچ کر چکے ہیں۔

کئی صوبوں میں امداد دینے کا طریقہ بہت مقبول ہے۔ مثلاً یوپی کے کسانوں کے آب رسانی کے اشتیاق کو پیش نظر رکھ کر اس کام کے لئے اس صوبہ کے متعلقہ رقبوں سے ایک تہائی کی جگہ نصف خرچ وصول کیا جاتا ہے۔ بہار، آسام اور اڑیسہ وغیرہ جیسے صوبوں میں جہاں بہت بڑے رقبوں میں پسماندہ ذات کے لوگ رہتے ہیں ایک تہائی خرچ وصول کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔

روپئے (ہزاروں میں)

صوبہ	پہلی امداد	دوسری امداد	مارچ ۱۹۴۱ء کے آخر تک دیا جانے والا روپیہ	مارچ ۱۹۴۱ء کے آخر تک خرچ کیا جانے والا روپیہ	نومبر ۱۹۴۱ء میں شائع ہونے والی آخری تفصیل کے بعد کا خرچ
۱	۲	۲	۴	۵	۶
مدراس	۱,۰۳۷۳	۱,۵۰۰	۱,۰۴۲	۲,۰۹۸	۴۴۱
بمبئی	۵۶۲	۵۰۰	۷۶۳	۷۶۶	۱۶۸
بنگال	۱,۶۰۰	۱,۹۰۰	۳,۲۲۹	۳,۲۱۵	۶۲۸
یوپی	۱,۵۰۰	۱,۷۰۰	۲,۰۰۷	۲,۰۵۴	۷۶۷
پنجاب	۸۵۰	۸۵۰	۱,۵۷۹	۱,۴۴۲	۲۱۳
بہار	۹۶۸	۱,۲۰۰	۱,۱۲۳	۱,۱۰۲	۲۴۰
سی پی و برار	۵۰۰	۶۰۰	۸۹۱	۷۱۸	۲۰۲
صوبہ سرحد	۳۰۰	۳۰۰	۳۹۷	۳۹۴	۱۵۲
آسام	۵۰۰	۵۰۰	۸۸	۸۲۰	۱۹۵
اڑیسہ	۳۰۹	۴۰۰	۵۰۳	۵۰۵	۱۳۶
سندھ	۱۳۸	۳۰۰	۱۰۴	۲۱۸	۷۸
دہلی	۵۰	۵۰	۱۰۰	۱۰۰	۳
اجمیر مارواڑ	۵۰	۵۰	۹۱	۸۵	۱۳
کرگ	۵۰	۵۰	۱,۰۰۰	۶۸	۹
میزان	۸,۷۵۰ *	۹,۰۰۰ *	۱۳,۹۸۵	۱۳,۵۸۵	۳,۲۵۵

* دونوں امدادوں میں سے برما کو جو پانچ پانچ لاکھ روپئے دئے گئے ہیں انھیں اس میں شامل نہیں کیا گیا۔

	شروع کا بقایا	وصول	خرچ	آخری بقایا
۱۹۳۵-۳۶ء	۲,۸۱,۰۶۰,۴۰۹	”	۹۴,۲۲,۹۹۰	۱,۸۷,۳۷,۴۱۹
۳۶-۳۷ء	۱,۸۷,۳۷,۴۱۹	”	۶۰,۵۳,۷۸۴	۱,۲۶,۸۳,۶۳۵
۳۷-۳۸ء	۱,۲۶,۸۳,۶۳۵	”	۹,۵۴,۴۶۷	۱,۱۷,۲۹,۱۶۸
۳۸-۳۹ء	۱,۱۷,۲۹,۱۶۸	”	۱۹,۱۵,۲۳۴	۹۸,۱۳,۹۳۴
۳۹-۴۰ء	۹۸,۱۳,۹۳۴	”	۲۲,۲۳,۶۹۸	۷۵,۹۰,۲۳۶
۴۰-۴۱ء	۷۵,۹۰,۲۳۶	”	۲۳,۱۱,۹۳۷	۵۲,۷۸,۲۹۹

ہوائی حملوں سے بچاؤ کے انتظامات

شہری دفاع کی کانفرنس میں جو نومبر ۱۹۶۲ء میں بمقام دہلی منعقد ہوئی تھی یہ طے کیا گیا تھا کہ "سول ڈیفنس کمشنر" کی اصطلاح مسترد کر دی جائے اور پہلے اس دفتر کے ذمہ جو کام تھا وہ اب یا تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کرے یا ایک خاص طور پر نامزد کیا ہوا افسر جو اپنے حلقہ میں شہری دفاع کے تمام کاموں کا ذمہ دار ہو۔

صوبائی حکومتوں کی اکثریت نے یہ طے کیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور اے آر پی کنٹرولر ایک ہی شخص ہونا چاہئے اور عام طور پر اس کی امداد کے لئے ایک افسر دیا جائے۔

اس خیال سے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور اے آر پی کنٹرولر نیز ملے آر پی اور ضروری کاموں کے افسران اعلیٰ ہوائی حملہ میں متحدہ طور پر کام اور جلد سے جلد تصفیے کر سکیں۔ ایسے ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

(الف) جہاں وہ مل کر یہ تصفیہ کر سکیں کہ کیا کرنا چاہئے اور کسی کو مشورہ حاصل کرنا ہو تو وہ وہاں موجود رہیں۔

(ب) جہاں وہ حالات پر اثر ڈالنے والی تمام معلومات سے فوراً واقفیت حاصل کر سکیں۔

(ج) جہاں تمام متعلقہ افراد کے لئے احکامات اور اطلاعات بھیجنے کے وسائل موجود ہوں۔ اس ہیڈ کوارٹر کو "کنٹرول سنٹر" (نگرانی کا مرکز) یا رپورٹ اور نگرانی کا مشترک مرکز کہا جائے گا۔

وارڈن اور خبر رسانی کے دوسرے مجاز وسائل مثلاً پولیس ہوائی حملہ کے نقصان کی اطلاع رپورٹ سنٹروں کو مہیا کرتے ہیں۔ یہاں سے "اے آر پی" کے ان متحرک شعبوں (مثلاً رسالوں۔ ایمبولنس سروس فرسٹ ایڈ پارٹی سروس اور ریسکیو سروس) کے بھیجے جانے کے متعلق احکامات صادر ہوتے ہیں جو اس رپورٹ سنٹر کے علاقہ کے "اے آر پی" ڈپو میں متعین ہوں۔

اطلاعات کا مقابلہ اور ترتیب

رپورٹ سنٹروں میں وہ مختلف پیامات جو موصول ہوتے ہیں۔ مقابلہ کر کے مرتب کئے جاتے ہیں اور ضروری اطلاع متعلقہ شعبوں اور نگرانی کے سنٹر کو پہنچا دی جاتی ہے تاکہ وہاں کا عملہ عام صورت حال سے واقف رہے اور مزید امداد کے مطالبوں کو پورا کر سکے۔

اگر کوئی نگرانی کا سنٹر رپورٹ سنٹر سے ملحق نہیں ہے تو اسے وارڈنوں سے براہ راست اطلاعات موصول نہیں ہوتی ہیں بلکہ جیسے جیسے صورت حال بدلتی جاتی ہے اسے اس کے متعلق اطلاع ایک یا زائد رپورٹ سنٹروں سے ملتی رہتی ہے۔

نگرانی اور رپورٹ کا یکجائی مرکز

نگرانی اور رپورٹ کے یکجائی مرکز میں بیرونی پیام رسانی کا کمرہ (میسنجرز روم) پیام رسی کا کمرہ (میسیج روم) اور نقشے کا کمرہ (میپ روم) ہوتا ہے۔

میپ روم یعنی نقشے کے کمرے میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ "اے آر پی" آفیسر "اے آر پی" سروسز کے دوسرے افسر اور ان کے نائب ضروری محکموں کے نمائندے۔ افسر انچارج۔ انٹیلیجنس آفیسر۔ پلاٹنگ آفیسر۔ چارٹ رائٹر۔ ریکارڈ کلرک۔ ٹالی بورڈ کلرک ہوتے ہیں۔ اور ایک ٹالی بورڈ (جس میں "اے آر پی" اور دوسری سروسز کے متعلق یہ دکھلایا جاتا ہے کہ کون کون موجود ہیں اور کون کون کہاں کہاں تعینات ہیں) اور ایک بڑا نقشہ ہوتا ہے جس میں نشانات کے ذریعہ یہ بتایا جاتا ہے کہ کنٹرول سنٹر۔ رپورٹ سنٹر۔ اسپتال۔ فرسٹ ایڈ چوکیاں "اے آر پی" ڈپو۔ وارڈن چوکیاں۔ تھانے اور آگ بجھانے کی چوکیاں وغیرہ کہاں کہاں واقع ہیں۔

"میسیج روم" میں ایک میسیج سپروائزر اور آنے جانے والے پیغاموں کے لئے اکسچینج کی لائنوں پر ٹیلیفون آپریٹر ہوتے ہیں اور ایک ٹیلیفون کرنے والا ہوتا ہے جو براہ راست لائنوں (خطرہ کی اطلاع۔ پولیس اور آتش زدگی) پر کام کرتا ہے۔

افسروں کے فرائض منصبی

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور "اے آر پی" کنٹرولر ان تمام کارروائیوں کی عام نگرانی کرتا ہے جو ہوائی حملہ ہونے پر کی جاتی ہیں۔

اس خیال سے کہ نگرانی کے مرکز کی عمومی انتظامی ذمہ داریوں سے "ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ" "ایس۔ آر۔ پی" کنٹرولر اور "ضروری محکموں" کے افسران اعلیٰ کا اپنی دوسری ذمہ داریوں کے انجام دینے میں ہرج نہ ہونے پائے نگرانی اور اطلاعی مرکزوں کے عمل درآمد کا کام انجام دینے کی ذمہ داریاں عموماً افسر انچارج کے سپرد ہوں گی۔ جو براہ راست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور "اے آر۔ پی" کنٹرولر کے ماتحت ہوگا۔ اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی قائم مقامی کرسکے گا۔

افسر انچارج مرکز کی تنظیم۔ عملہ کی تربیت اور امداد کے سامان اور فرائض کا نقشہ اوقات رکھنے کا ذمہ دار ہوگا۔

پلاننگ افسر اس بات کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کسی خاص وقت تک جو اطلاع اس کو پہنچی تھی اس کے مطابق اس کے نقشہ سے صورت حال کا صحیح صحیح پتہ چلتا ہے۔

انٹیلیجنس آفیسر تمام اہم واقعات کو ڈائری میں درج کرے گا اور ہر واقعہ کو درج کرکے یہ بتائے گا کہ اس کے سلسلہ میں کیا کارروائی کی گئی۔

ٹالی بورڈ کلرک تمام "اندرونی" اور "بیرونی" پیغامات کو علیحدہ فائلوں میں رکھتا ہے۔

میسیج سپروائزر (پیغاموں کی نگرانی کرنے والا) موصولہ پیغاموں کا انچارج اور انچارج افسر کے روبرو

جوابدہ ہے۔ وہ "میسیج روم" کے سارے عملہ کی ڈیوٹیوں کا یومیہ نظام اوقات اس طریق سے مرتب کرتا ہے کہ مختصر عملہ ہمیشہ ڈیوٹی پر موجود رہے اور پورا عملہ نہایت مختصر نوٹس پر حاضر ہو سکے۔

مفید زراعتی کہاوتیں

(از رام دین ارورہ بی۔ اس، سی۔ اے۔ جی)

۱۔ باندھ کناری کھڑی ہاتھ   لاٹھی، ہنسیا راکھے ساتھ

کاٹے گھاس نراوے کھیت   پورا کسان وہی کہہ دیت

۲۔ تھوڑے کھاد جوتے گہرائی   تب کھیتی کا مزہ پائی

۳۔ کھیتی کرے سانجھ گھر سووے   کاٹے چور ہاتھ دھر روئے

۴۔ کھیتی کرے ادھیا   نہ بیل مرے نہ بدھیا

۵۔ کھیتی کرے اوکھ کپاس   گھر کرے بیوہر یا پاس

۶۔ ایکہ تک کھیتی   پاتھی تک بیج

۷۔ دس ہل راؤ، آٹھ ہل رانا   چار ہلوں کا بڑا کسانا

۸۔ ایک ہل ہتیا دو ہل کاج   تین ہل کھیتی چار ہل راج

۹۔ جو ہل جوتے کھیتی وا کی   اور نہیں تو جا لی تاکی

۱۰۔ کھیتی کھیتی نہ سے کاٹے   نہیں دیکھے تیکر جائے

کھاد دے تو ہووے کھیتی   نہیں تو رہے ندی کی ریتی

۱۱۔ تھوڑا جوتے بہت ہنگاوے   اونچی باندھے آڑ

اوپٹ پر کھیتی کرے   پیدا ہووے جھاڑ

۱۲۔ ایکہ کرے سب کوئی   جو بیچ میں جیٹھ نہ ہوئی

۱۳۔ ہل لگایا تال   تو لوٹ گیا کال

۱۴۔ جوتے کھیت گھاس نہ ٹوٹے   تاکر بھاگیہ سانجھ ہی پھوٹے

۱۵۔ اساڑھ ماس جو کھو ماکین   تاکی کھیتی ہووے ہین

۱۶۔ جو کپاس نہ گوڑی   اس کے ہاتھ نہ لاگے کوڑی

۱۷۔ ماگھ نہ بوئی اساڑھ نہ گوڑی   کا کرے نرائی نگوڑی

۱۸۔ جو تم دیو نیل کی جوٹھی   سب کھادوں میں رہے انوکھی

۱۹۔ ترکاری ہے ترکاری   یعنی پانی کی ادھکاری

۲۰۔ ساون بھادوں گہرا آئے   ماہ پوس میں پالا کھائے

(ماخوذ از پتر کرشی شاستر)

تحریک امداد باہمی اور گڑ کی تجارت

(از جناب مہیندر بہاری لال ماتھر ایم۔ اے انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز یوپی۔ کسیا)

ہندوستان کے گنا پیدا کرنے والے صوبوں میں یوپی کا خاص درجہ ہے۔ ۱۹۳۸ء میں ملک میں ۴۰ لاکھ ایکڑ زمین میں گنا بویا گیا تھا جس میں سے ۲۵ لاکھ ایکڑ زمین اسی صوبہ میں تھی اور گنے کا زیادہ تر گڑ ہی بنتا ہے۔ یہاں چینی کے کارخانوں میں حیرت انگیز اضافہ ہونے پر بھی صرف ۱۸ فی صدی گنا اس کام میں آتا ہے۔ تقریباً ۵۰ فی صدی گنا گڑ بنانے کے کام میں آتا ہے۔ ہر سال ۴ سے ۵ کروڑ من گڑ یہاں بنتا ہے۔ اگر گڑ کی اصلی قیمت ۴ روپیہ فی من مان لیجائے تو یہ گڑ تقریباً ۲۰ کروڑ روپئے کا ہوتا ہے قریب قریب یہ سب گڑ ہاتھ سے بنایا جاتا ہے۔ اس طرح ہمارے صوبے کی خانگی صنعتوں میں گڑ کا ایک خاص درجہ ہے۔ ہمارے دیہاتوں کے باشندوں کے ایک بڑے حصّہ کی اقتصادی زندگی اس صنعت سے متعلق ہے۔ موٹے حساب سے یہ ۵۰ لاکھ انسانوں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر تعلق رکھتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ گڑ ہمارے یہاں کافی یا کافی سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اب تک گڑ کا استعمال محض لذت کے لئے ہوتا رہا ہے لیکن جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا جا رہا ہے کہ گڑ ایک اعلیٰ غذا ہے۔ انگلستان اور دیگر مغربی ممالک میں ہر شخص اوسطاً ۲½ چھٹانک شکر روزانہ کھاتا ہے۔ ہمارے یہاں کا اوسط مشکل ½ چھٹانک ہوگا۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اگر ہم اپنی خوراک میں ۲ چھٹانک اناج کم کرکے اسکی جگہ شکر یا گڑ کھائیں تو خوراک کے طاقت بخش خواص پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ غریب ہندوستانی چینی کم خرید سکتے ہیں اور گڑ ہی زیادہ استعمال کرسکتے ہیں۔ خوراک میں اناج کی جگہ گڑ کے استعمال پر یوں زور دیا جا رہا ہے کہ ہمارے ملک میں اناج کے مقابلے میں گڑ کی پیداوار ایک ایکڑ میں اوسطاً دونی ہوتی ہے اگر اس مشورہ پر عمل کیا گیا تو گڑ کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جائیگا۔

گڑ کی تجارت اتنی اہم ہے پھر بھی افسوس کہ لوگوں کی پوری توجہ اس طرف مبذول نہیں ہوئی۔ گڑ بنانے اور فروخت کرنے کے وہی پرانے اور بھدے طریقے ابھی تک رائج ہیں جو پہلے تھے۔ ہمارے کسان انکی ترقی کے امکان پر بھی کبھی غور نہیں کرتا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسے جتنا فائدہ ہونا چاہئے، یا ہو سکتا ہے اُتنا نہیں ہو پاتا اور قومی آمدنی کو نقصان پہنچتا ہے۔

گنّے کے رس میں ۸۰ حصّہ پانی، ۱۸ حصّہ چینی اور دو حصّے دیگر مادوں کے ہوتے ہیں گڑ یا چینی کے لئے راب بنانے کا کام مختصراً پانی اور دیگر مادوں کو بغیر ۱۸ حصّہ چینی کو نقصان پہنچائے ہوئے نکال دینا ہے۔ چینی کے کارخانوں میں یہ کام سائنس کی مدد سے آسانی سے ہو جاتا ہے مگر ہمارے کسان تو ابھی زمانۂ قدیم ہی میں رہ رہے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے گنّے سے پورا فائدہ اُٹھانا ہے تو ہمیں کم از کم تین اطراف میں ترقی کرنی ہوگی۔ ہمیں عمدہ کولہوؤں، سائنٹفک بھٹیوں اور کڑھاؤ نیز گڑ کی فروختگی کے طریقوں کی اصلاح کی خاص ضرورت ہے۔

گڑ بنانے میں پہلا عمل ہوتا ہے گنّے سے عرق نکالنے کا۔ ہمارے کسان جو کولہو استعمال کرتے ہیں وہ سستا تو ہوتا ہے مگر بہت ردّی ہوتا ہے۔ وہ پچاس فیصدی یا اس سے بھی کم رس نکال پاتا ہے۔ اچھے کولہو مثلاً سلطان ۶۰۔۷۰ فیصدی تک رس نکال دیتے ہیں۔ ہمارا کسان غریب ہونے کے باعث ان عمدہ قسم کے کولہوؤں کو خریدنے سے معذور ہے۔ ان کولہوؤں کے ساتھ ایک دقّت اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ دیہات میں آسانی سے اُنکی مرمت نہیں ہوسکتی۔

محکمہ صنعت وحرفت یوپی نے ۱۹۳۵ء ایک گڑ سدھار اسکیم شروع کی تھی۔ اس اسکیم کے ذریعے کچھ اہم کام ہوئے ہیں۔ اب تک تقریباً ...، گاؤں اس اسکیم کے ماتحت آگئے ہیں ...، ۵ عمدہ قسم کے کولہو تقسیم کئے گئے ہیں جن کے لئے ۴ لاکھ روپئے کی تقاوی دیگئی ہے۔ محکمہ امداد باہمی نے بھی سوسائٹیوں کو ... کے قریب عمدہ کولہو تقسیم کئے ہیں۔ اس کام کے لئے خاص خاص کوآپریٹو بینکوں نے ایک لاکھ روپیہ قرض دیا ہے۔ مگر یہ نتیجہ کچھ زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ ہمارے صوبے میں کل تقریباً ۴ لاکھ کولہو کام کرتے ہیں ان میں سے صرف ...،۱۱ عمدہ قسم کے کولہو ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ان ۴ لاکھ میں سے ہر ایک کولہو جلد از جلد عمدہ قسم کے کولہوؤں میں تبدیل ہو جائے۔

رس نکالنے کے بعد کا کام ہے اسے بھٹیوں پر اونٹانا ہماری بھٹیاں بھی قدیم زمانہ کی غیر سائنٹفک ہیں۔ صوبہ بھر میں ہر کولہو کے تناسب سے ایک بھٹی کے قریب ہے۔ ہمارے کڑھاؤ بھی غیر سائنٹفک اور ناقص ہوتے ہیں۔ جدید قسم کے کڑھاؤ سے کسان کو فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ گڑ سدھار اسکیم کے ذریعے کچھ عمدہ قسم کی بھٹیاں تیار کی گئی ہیں، مگر ان کا بڑی تعداد میں استعمال

ہونا ابھی باقی ہے۔

گنے کے رس کو صاف کرنے کے طریقوں پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ رس صاف کرنے کے لئے کسان کئی چیزیں کام میں لاتا ہے۔ ان میں ہرا دیولا سب سے اچھا ہے اور اسکے بعد سنر بھنڈی کا ڈنٹھل۔ لیکن بھنڈی کا لعاب کمزور ہونے کی وجہ سے زیادہ مقدار میں ڈالنا پڑتا ہے اور اس لئے ایندھن کا خرچ بڑھ جاتا ہے۔ فالسہ مشکل سے ملتا ہے اور اس سے مال میں گرمی بھی آجاتی ہے۔ یہی خرابی سیل میں بھی ہے۔ دونوں ہر جگہ پر نہیں ملتے۔ شیشم کے پتے صفائی کے کام کے لئے مناسب نہیں۔ سکلائی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ سکھا کر رکھی جاتی ہے اور فصل کے آخر میں جبکہ دیولہ یا بھنڈی نہیں ملتے، کام میں لائی جاسکتی ہے۔ امپریل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں رس کی صفائی کے سائنٹفک طریقوں پر اہم تحقیقاتیں ہوئی ہیں۔ ان تحقیقاتوں سے معمولی کسان بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ ان تحقیقاتوں سے ثابت ہوا ہے کہ رس کو صاف کرنے کے لئے ایکٹیویٹڈ کاربن خاص طور سے مفید ہے۔ یہ کاربن گیہوں یا دھان کے جھلکوں سے بنایا جاسکتا ہے۔ محض ایک معمولی سی کاربن بنانے والی بھٹی کی ضرورت ہے جو رس اونٹانے کے کام میں بھی آسکتی ہے۔ گڑ سدھار اسکیم نے سہارنپور میں ایک گورنمنٹ گڑ اینڈ کاربن سنٹر کھولا ہے۔ اس سنٹر میں تحقیقات کے نتیجہ میں ایکٹیویٹڈ کاربن بنانے کا خرچ بہت کم ہوگیا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ خاص گڑ بنانے والے اضلاع میں چھوٹے چھوٹے کارخانے کھول دے جو سستے داموں کاربن ایکٹیویٹڈ کاربن فروخت کریں۔

اوپر ہم نے گڑ کی قسم میں اصلاح کرنے کی کچھ تدابیر بیان کی ہیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا کسان گڑ بنانے کے طریقے میں اس ترقی دادہ تدابیر کو کیسے کام میں لائے۔ یہ حقیقت ہے کہ انکے پاس اتنے ذرائع نہیں ہیں کہ وہ بغیر کسی مدد کے سائنٹفک مگر مہنگے طریقے اپنا سکے۔ ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ حکومت کی طرف سے اُسے ترغیب دیجائے۔ حکومت عمدہ کولہو اور کڑھاؤ خریدنے کے لئے تقاوی دے اور اچھی بھٹیاں بنانے میں کسانوں کی امداد کرے مگر صوبہ جاتی حکومت کبھی بھی اتنا روپیہ اس طرف نہیں لگا سکتی۔ کسانوں کو اپنے ہی پیروں پر کھڑا ہونا چاہئے اور امداد باہمی سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ امداد باہمی میں ہی اُنکی فلاح اور نجات ہے۔

امداد باہمی کے لئے گڑ جتنا شاندار ہی کوئی دوسرا کاروبار موزوں ہو۔ آج کل بھی کسان گنا بونے، سینچنے، کاٹنے، کولہو خریدنے دچلانے میں مل کر کام کرتے ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹی میں آکر وہ اس وقت مشکل معلوم ہونیوالے کام بھی آسانی سے کرسکیں گے۔ سوسائٹی اپنے ممبروں کو کولہو اور کڑھاؤ خریدنے کے لئے روپیہ اُدھار دیسکتی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سوسائٹی انھیں خرید کر ممبروں کو کرائے پر دیا کرے یا قسط پر فروخت کر دے۔ سوسائٹی اُنکی مرمت کا بھی پورا انتظام کرسکتی ہے۔ وہ عمدہ طریقہ سے رس صاف کرنیوالی اشیاء کی بہم رسانی کا بھی انتظام کرسکتی ہے۔

ابھی تک ہم نے گڑ سدھار کے مسئلے پر غور کیا ہے۔ اچھا گڑ پیدا کرنے کے بعد اُس کے فروخت کرنے کا بھی معقول انتظام ہونا چاہئے کیونکہ کسان کو پورا فائدہ اسی وقت ہوگا جبکہ گڑ کی فروخت کا ایسا انتظام ہو جس میں کسان کا منافعہ دوسرے لوگ نہ ہضم کرلیں۔ زیادہ تر گڑ کسان بازار کے لئے بناتا ہے حالانکہ وہ کل گڑ کا صرف دسواں حصہ رکھتا ہے کھیتی کی پیداوار کی فروخت کے عام نقائص کے علاوہ صنعت گڑ سازی کو کچھ اور بھی دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ گڑ کو جمع کر رکھنا بھی ایک سوال ہے۔ گنے کے موسم ہی میں سب گڑ نہیں فروخت کر دیا جاتا۔ اچھے داموں کی اُمید میں وہ رکھ لیا جاتا ہے۔ ہمارے کسان گڑ رکھنے کا مناسب انتظام نہیں کرسکتے اُنکا گڑ گرمی میں پگھل جاتا ہے اور برسات میں پسیج جاتا ہے۔ جس جگہ پر گڑ رکھا جائے وہاں سیل نہ پہنچنی چاہئے۔ گودام کے کمرے میں دروازوں اور کھڑکیوں کی تعداد کم ازکم ہونی چاہئے۔ چاروں طرف اور فرش پر بھوسے کی ایک فٹ موٹی تہہ جمی رہنی چاہئے تاکہ سیل نہ آسکے۔ بھوسے کے اوپر ٹاٹ بچھانا چاہئے تاکہ گڑ بھوسے میں مل کر خراب نہ ہو جائے۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں آسانی سے ایسے گودام بنوا سکتی ہیں یا منڈیوں میں انھیں کرائے پر لے سکتی ہیں۔ ایسے گوداموں میں ممبروں کا گڑ رکھا جا سکتا ہے۔ سوسائٹی اپنے ممبروں کو اُنکے اسٹاک کے بدلے روپیہ پیشگی دیسکتی ہے۔ اس طرح کوآپریٹو سوسائٹی کسان کو اچھی قیمت دلانے میں مدد کرسکتی ہے۔

محفوظ مقامات پر گڑ کو رکھنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ گڑ کو گڑ بننے کی جگہ سے خریداروں تک کیسے پہنچایا جائے۔ اس کام کے بھی دو حصے ہوسکتے ہیں۔ گڑ کو تھوک منڈیوں تک پہنچانا اور پھر اُسے تھوک منڈیوں سے چھوٹے چھوٹے بازاروں تک پہنچانا۔ گڑ کو منڈی تک کسان یا تو خود لیجاتا ہے یا گڑ کو بننے کی جگہ پر ہی فروخت کر دیتا ہے۔ کسان کو منڈی میں فروخت کرنے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اس طرح وہ درمیانی لوگوں کو فائدہ

بھی خود حاصل کرلیتا ہے۔ لیکن کسان کے لئے ہمیشہ منڈی تک گڑ لیجانا ممکن نہیں ہوتا کبھی کسان گاؤں کے بنئے سے پیشگی روپیہ لئے رہتا ہے۔ ایسی صورت میں اُسے اپنا گڑ بنئے ہی کے ہاتھ فروخت کرنا پڑتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گڑ کی مقدار کم ہونے کے باعث کسان کا منڈی تک خود جانا مفید نہ ثابت ہو۔ صوبہ کے مختلف مقامات پر مقامی حالات کے مطابق کسان کے ذریعے منڈی لیجائے جانے والے گڑ کا تناسب مختلف ہے۔ مغربی اضلاع میں جہاں سڑکیں اچھی ہیں اور کسانوں کی حالت مقابلتاً قابل اطمینان ہے، منڈیوں میں آنیوالے گڑ کا ۹۰ فیصدی کسان خود لاتے ہیں۔ وسطی، مشرقی اور جنوبی اضلاع کے لئے یہ مقدار بالترتیب ۳۰، ۱۰ اور ۷ فیصدی ہے۔

گڑ کو خود منڈی تک نہ لانے اور اُسے مہاجن یا گاؤں کے بنئے کے ہاتھ فروخت کرنے سے کسان کو کافی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ صوبہ کے مشرقی حصوں میں کسان اور گاؤں کے بنئے منڈیوں کے علاوہ چھوٹے بازاروں میں خوردہ بھی فروخت کرتے ہیں۔

منڈیوں میں گڑ کچے آڑھتیوں یا دلالوں کے ذریعے فروخت کیا جاتا ہے۔ کچے آڑھتئے کمیشن ایجنٹ ہوتے ہیں جو گاؤں والوں کا گڑ بازار میں فروخت کراتے ہیں۔ کچھ مقامات پر جہاں کچے آڑھتئے نہیں ہوتے اُن کا کام بیا لوگ کرتے۔ خریدنے والے پکے آڑھتئے ہوتے ہیں۔ یہ بھی کمیشن ایجنٹ ہوتے ہیں جو باہر کے تاجروں کی طرف سے خرید کرتے ہیں۔ گڑ کی مختلف قسمیں ہونے کے باعث کبھی کبھی تاجر مال دیکھنے کی غرض سے خود منڈی میں آتے ہیں۔ مگر وہ مال خریدتے ہیں پکے آڑھتیوں ہی کی معرفت کمیشن ایجنٹوں اور تھوک فروشوں سے مال چھوٹے چھوٹے تاجروں تک جاتا ہے جو اُسے خریداروں تک پہنچاتے ہیں۔

یوپی میں پیدا ہونیوالے گڑ کا ایک بڑا حصہ یہیں خرچ ہو جاتا ہے۔ صوبہ کے باہر دیگر صوبوں اور ریاستوں کو تقریباً ۴۲ لاکھ من گڑ بھیجا جاتا ہے۔ یہ مقدار ہندوستان کی صوبجاتی تجارت میں شامل ہونیوالے گڑ کی ۷۰ فیصدی ہے صوبہ کی کل پیداوار کی یہ مقدار صرف ۱۸ فیصدی ہے۔ برآمد ہونے والے گڑ کا ۴۷ فیصدی پنجاب اور سندھ جاتا ہے۔ ۲۴ فیصدی راجپوتانہ اور ممالک متوسط، ۱۵ فیصدی صوبہ متوسط اور بمبئی اور باقی بہار، بنگال اور آسام جاتا ہے۔ پنجاب کی گڑ کی مانگ ہمارے صوبے شمالی مغربی اضلاع کے بازاروں سے ہوتی ہے۔ راجپوتانہ، ممالک متوسط، سی پی اور بمبئی کی مانگ وسطی منڈیوں کے ذریعے اور بہار، بنگال، آسام کی مانگوں کی تعمیل مشرقی بازاروں سے ہوتی ہے۔

ہمارے صوبے سے برآمد ہونیوالے گڑ کی مقدار ابھی بہت تھوڑی ہے۔ گڑ کی برآمد کو وسیع اور مضبوط بنیاد پر منظم کرنا چاہئے۔ اگر کوشش کیجائے تو ان صوبوں میں گڑ کی کھپت بہت بڑھائی جا سکتی ہے جس طرح انڈین ٹی مارکیٹ اکسپینشن بورڈ نے چائے کی اشاعت کی ہے کچھ اسی قسم کی کوشش گڑ کی اشاعت کے لئے بھی ہونی چاہئے۔ اس طرح گڑ کی برآمد بڑھائی جا سکتی ہے۔ برآمد بڑھانے کے علاوہ صوبہ کے اندر گڑ کی اشاعت میں ترقی کرنے کی تدابیر بھی سوچی چاہئیں۔ گڑ کی قیمتوں کے سلسلے میں اشاعت تعلیم کا انتظام بھی ہونا چاہئے تاکہ گڑ کا رواج زیادہ ہو سکے۔

اب ہم گڑ کی فروخت کے سلسلے میں امداد باہمی پر نظر ڈالیں گے۔ کوآپریٹو سوسائٹی کسان کو جو سب سے بڑی مدد پہنچا سکتی ہے وہ گڑ فروخت کرنے کے سلسلے میں ہے۔ لیکن گڑ کی فروختگی میں امداد باہمی طریقہ پر جتنا عمل ہو سکتا تھا اُس کا سوواں حصہ بھی نہیں ہوا ہے۔ ابھی کوآپریٹو سوسائٹیاں کچے آڑھتیوں کی حیثیت سے کام کرتی ہیں۔ وہ ممبروں کے مال کو جمع کرنے اور پھر تقسیم کرنے میں جھجکتی ہیں۔ وہ تقسیم کے کام میں کمیشن کے طریقے پر بھی نہیں شریک ہونا چاہتیں۔

کوآپریٹو سوسائٹی کے ذریعے فروختگی کا کام نہ ہونے سے کسانوں کو بہت نقصان ہوتے ہیں۔ وہ دھوکے باز بنیوں اور مہاجنوں کے چنگل میں رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور دقت ہے۔ حکومت ہند کے محکمہ مارکٹنگ نے گڑ کو درجہ بند کرنے کی ایک اسکیم تیار کی ہے۔ مگر گڑ درجہ بند اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہر ایک کسان کے پاس کافی مقدار میں ہو۔ کسان تھوڑی مقدار میں پیدا کرتے ہیں اور تھوڑی ہی مقدار میں فروخت کرتے ہیں۔ اسلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ گڑ کو درجوں میں تقسیم کر سکیں۔ اس اسکیم سے ہمارا کسان اُسی وقت فائدہ اُٹھا سکتا ہے جب وہ اپنی پیداوار اجتماعی طور پر فروخت کرے۔ اُسے کوآپریٹو طور پر منظم ہو کر اپنا گڑ فروخت کرنے کا انتظام کرنا چاہئے۔

اس وقت میرٹھ، نینی تال، بریلی، مرادآباد، فرخ آباد، کانپور، لکھنؤ، بنارس، غازیپور اور بلیا میں گڑ سدھار اور گڑ مارکٹنگ سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ ان سوسائٹیوں کو مدد دینے کے لئے منڈیوں میں کوآپریٹو بیوپار منڈل بھی کھولے گئے ہیں۔ یہ جماعتیں محکمہ صنعت و حرفت کے افسروں کی نگرانی میں کام کرتی ہیں۔ یہ کام امداد باہمی کی بنا پر ہو رہا ہے۔ دیہاتوں میں بھی پرائمری گڑ سوسائٹیاں بھی بنائی جا رہی ہیں۔ ضلع غازیپور میں اس قسم کی ۵۹ سوسائٹیاں ہیں۔ ہمیں پوری اُمید ہے کہ محکمہ صنعت و حرفت امداد باہمی کا سہارا لیکر گڑ کی تجارت کو ترقی دیتا رہے گا۔

مُرغی پالنا

(از جناب [illegible] سنگھ)

ہندوستان زراعت پیشہ ملک ہونے ہوئے بھی نہایت غریب شمار کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ صحیح بھی ہے۔ اس کا خاص سبب ہماری جہالت اور وقت کا ناجائز استعمال ہے۔ ہم میں سے جو لوگ جو تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ بھی محض ملازمت کے لالچ میں۔ ہم اس خیال کے اتنے عادی ہوگئے ہیں کہ اپنے ملک اور فرائض زندگی سے بالکل غافل ہوگئے ہیں۔ علم کا زیادہ استعمال تو ہم لوگوں سے کوسوں پرے ہے اور [illegible] تجارتوں سے ہم نفرت کرتے ہیں لیکن کیا تو ہے نہیں اور یہ گناہ ہی دولت اور عزت کی تباہی کا خاص سبب ہیں۔ اس غریبی کو دور کرنے کے لئے متعدد کوششیں کیجا رہی ہیں۔ اب کی گورنمنٹ بھی اس سدھار دل میں [illegible] رکھتی ہے۔ لیکن ہمارے [illegible] فیصدی بھائی ایسے ہیں جن کی آمدنی بہت ہی کم ہے اور مشکل سے وہ اپنا خرچ برداشت کر سکتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ انسان جب تک خود اپنی مدد نہیں کرتا اس وقت تک وہ زندگی میں صرف دوسروں کی امداد سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

متعدد تجارتوں میں سے مُرغیبانی بھی ایک تجارت ہے جس پر گورنمنٹ زور دے رہی ہے اور مرغی خانے کھولے جا رہے ہیں ان میں سے سب سے آسان اور ترقی یافتہ تجارت گھر میں مُرغی پالنا معلوم ہوتی ہے۔ اس طریقے سے نہایت آسانی کے ساتھ مُرغیاں پالی جا سکتی ہیں اور کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ لوگ گھریلو مرغی خانے کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں استعمال میں لاکر اپنی غریبی دور کریں۔

کسان بھائیوں کے لئے یہ نہایت سہل اور نفع بخش تجارت ہے۔ اسکے علاوہ شہروں میں بہت سے ہمارے بھاری اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے شام کو ٹیوشن کرتے ہیں۔ میں انکو اس سے اچھا دوسرا سہل اور پیسے پیدا کرنے کا مفید طریقہ بتاتا ہوں۔ اسکے بجائے کہ دن بھر کی محنت کے بعد شام کے وقت گھر گھر ٹیوشن تلاش کریں اور [illegible] ہوری کریں۔ شام کو صرف ایک گھنٹہ وقت ان مُرغیوں پہ صرف کریں اور اپنی آمدنی بڑھائیں۔ [illegible] دن بھر وہ محنت کرنے کے بعد شام کو [illegible] دو [illegible] کو دانہ پانی دیں انکے رہنے کی جگہ کو صاف کریں تو اس میں اُن کا دل بھی لگیگا اور ورزش بھی ہو جائیگی اور [illegible] آرام ہے کہ اکثر انسان زیادہ تکلیف میں [illegible] سے دل ملاتے ہوئے پائے [illegible]

[illegible] مرغیوں کی تجارت بہت قلیل خرچ سے کیا [illegible] ہے اور آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے خاص خاص فوائد کیا ہیں اور یہ کس طرح شروع کی جائے۔ میرے خیال سے تو یہ کوئی زیادہ خلاف مذہب تجارت نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے جین [illegible] بھائی اسکے محض نام ہی سے بھڑکتے ہیں اسکے لئے آپ مکان کے صحن کا ایک مربع کونا [illegible] ان پرندوں کو رکھ سکتے ہیں۔ کوئی بڑی جگہ کی ضرورت نہیں۔ آپ انھیں مکان کی بالائی چھت پر جو عموماً خالی پڑی رہا کرتی ہے، رکھ سکتے ہیں۔ گائے بکریوں کے ساتھ یہ آسانی نہیں ہے۔

آپ مُرغیوں کے لئے بازار سے غلہ نہ خریدیئے اور نہ یہ خرچ کیجئے عموماً ہر ایک گھر میں تھوڑا بہت کھانا اور جھوٹا بچ ہی جاتا ہے۔ آپ وہی مُرغیوں کو کھلا دیں۔

مُرغیوں کے گھروں کو بہت صاف ستھرا رہنا چاہیئے۔ آپ کو چاہیئے کہ انکے برتنوں کو روزانہ صاف کریں اور خوب محنت و دلچسپی کے ساتھ اُنکا کام کریں۔ اس سے آپ کی اپنی تجارت ہو جائیگی جس کے باعث آپ کی تندرستی بھی اچھی رہے گی۔ ہمیں چاہیئے کہ مرغیوں کو صاف اور تازہ پانی دیں۔ اور اُنکے لوٹنے کا بھی معقول انتظام رکھیں تاکہ مرغیوں کو کوئی بیماری نہ ہونے پائے۔ انکے کھانے کے لئے اناج، سانی، سبزی اور گرٹ اور پینے کے لئے صاف اور تازہ پانی چاہیئے۔ جو سبزیاں انسان کھاتے ہیں وہی مُرغیاں کھاتی ہیں۔ اناج اور پانی برابر مقدار میں دینا چاہیئے تاکہ اُنکے انڈے میں زردی اور سفیدی برابر بنے۔

کھانے کے متعلق تفصیل کا بغور مطالعہ کریں۔ روزانہ کا کل جھوٹا اور بچا ہوا کھانا، چوکر اور پیاز کے مہین مہین ٹکڑے اور اگر کبھی کبھی تھوڑا آٹا بھی ملا دیں۔ جو روٹی پکانے کے بعد بچا ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ کبھی کبھی مٹھا اور اسٹیرم ملک بھی ملا دیں۔ اسکے علاوہ ایک مٹھی سانی و دانہ بھی دیں۔ مرغیوں کے حساب سے سانی کے خاص اناج۔ گیہوں یا جرہ، جو، چنا (دلیا) اور مکا وغیرہ مندرجہ ذیل حصے کے مطابق ہوں۔

گیہوں (دلیا)	۴ حصہ
مکا	۴ "
چوکر	۲ "
چنے کا دلیا	۱½ "

کھانے کے ساتھ پسا ہوا چونا، کنکر، گھونگھا۔ کوئلہ اور سیپ بھی ملا دیں۔ تو یہ دوا کا کام دینگے اور مُرغیاں کبھی بیمار نہ ہونگی یہ گرٹ کہلاتا ہے اور اس سے انڈے کا چھلکا تیار ہوتا ہے۔ سبزی اور پانی سے انڈے کا وزن بڑھتا ہے اور پانی اسلئے ضروری ہے کہ کھانے کو ہضم کرے اور قبض وغیرہ کی شکایت دور رہے۔

انڈے کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ کیونکہ غذاؤں کی تحقیقات کرنیوالوں نے اسے ایک بہت ہی ارزاں اور عمدہ مقوی غذا ثابت کیا ہے۔ اسلئے انڈے کے فروخت کرنے کا بار گھر پر انڈوں کی تجارت کرنیوالوں پر ہے۔ کیونکہ عموماً یہی لوگ بازار میں انڈے فروخت کراتے ہیں بڑی بڑی فرم والے تو اپنے خریدار پہلے ہی سے لگائے رہتے ہیں اور انکے پاس ملازم ہوتے ہیں جو انڈے لیجا کر گھروں پر دے آتے ہیں اس طرح انھیں بازار لانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ مغربی ممالک مثلاً امریکہ، فرانس وغیرہ ممالک میں انڈے موٹروں کے ذریعے گھر پر بھیجے جاتے ہیں لیکن یہ طریقہ ہمارے غریب دیہاتی بھائی عمل میں نہیں لا سکتے۔ انکے پاس کھانے کو بھی پورا نہیں۔

اور جو فاقے کیا کرتے ہیں۔ اسلئے وہ انڈے والوں کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں جو بازار میں دے آتے ہیں اور بازار میں ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ بکری ہوتی ہے۔ اگر ہمارے بھائی جو گھروں میں یہ تجارت کرتے ہیں اور اگر انڈے بازار میں نہ بیچائیں تو بازار بالکل بند ہوجائیں اور انھیں کہیں سے انڈے نہ ملیں۔ کیونکہ مرغی پالنے والے دوکانداروں کے ہاتھ نہیں فروخت کرتے بلکہ وہ خود دوسروں کے گھروں پر پہنچا دیتے ہیں جس سے انھیں اچھے پیسے ملتے ہیں۔ عام طور سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جناب ہم انڈے کھائیں کیا۔ ہمیں تو انڈے ملتے ہی نہیں اور جو ملتے ہیں اُن میں ۵۰ فیصدی خراب نکل جاتے ہیں۔ گورنمنٹ نے اسکے لئے گریڈنگ اسٹیشن کھولے ہیں۔ اُن میں وہ خود اپنا روپیہ خرچ کرتی ہے اور انڈے کا وزن مقرر کرتی ہے تاکہ مختلف وزن کے انڈوں کی قیمت مختلف ہو۔

مرغیوں کے سبزی کھانے کے لئے گرین فوڈ ریک ہونا چاہئے۔ پانی پینے کے لئے ایک برتن ہونا چاہئے اسکے لئے ایک کشتی نما پیالہ بنائے اور ایک ڈبہ میں سوراخ کرکے اس میں پانی بھر دیجئے اور پھر اسے اُلٹا کرکے رکھ دیجئے اس میں سے پانی خود تھوڑا تھوڑا بہہ کر نکلا کریگا۔ اور مُرغیاں پر وغیرہ نہ ڈال سکیں گی۔ پانی کا ڈھکا رہنا نہایت ضروری ہے۔

مُرغیاں کڑک ہوجایا کرتی ہیں۔ اسکے لئے ایک گہری اندھیری جگہ پر چاروں طرف سے گھری ہوئی جگہ ہونی چاہئے۔

ان سب باتوں کا خیال رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ گھروں میں مرغیاں پالنے کے کام کی ترقی میں پورا تعاون کریں، گھر گھر اسکی اشاعت کریں اور اپنے دیہاتی بھائیوں کو یا اُنھیں جو گھروں میں اسکی نسل بڑھائیں اور اُس میں اصلاح کی جو ضرورت ہو اُسے بالترتیب بتلائیں اور اسکی برائی اور بھلائی سے بھی آگاہ کریں۔ زمانۂ قدیم کے مذہبی ڈھونگیوں پر اعتبار کرکے اُنکی تقلید کرنا محض اپنے کو تکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔ صرف گناہ جھوٹ اور بدکاری کے علاوہ کوئی تجارت ذلیل اور قابل نفرت نہیں ہے اسکا مذاق اُڑانا اس نئے زمانے میں مذاق نہیں بلکہ رونا ہے۔ ہندوستان کی غریبی کو دور کرنے کا یہ ایک چھوٹا موٹا، نہایت سہل اور مفید ذریعہ ہے۔

م

ہندوستان میں امداد باہمی کی ضرورت

(از جناب کے۔ این بشریواستو، بی۔ ایس۔ سی)

قدیم قواعد اور اُمور زندگی میں یکایک تبدیل ہوجانے کے باعث باشندگان ہند کو ہر ایک پیشہ کو خیر باد کہہ کر زراعت کی طرف رجوع ہونا پڑا۔ غیر ممالک میں مال سستا اور عمدہ تیار ہونے لگا۔ لوگوں کو ملک کی بنی ہوئی معمولی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ صنعت وحرفت میں روز بروز کمی آتی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ ۹۰ فیصدی انسانوں نے دیہاتی زندگی بسر کرنی شروع کر دی اور صرف ۱۰ فی صدی انسانوں نے شہروں میں رہنا پسند کیا۔

کسانوں کی تنظیم

آبادی کے بڑھنے سے زمین کے ٹکڑے آپس میں تقسیم ہونے لگے اور کھیتی میں بھی کمی ہونے لگی۔ یورپ اور دیگر ممالک میں بازار کے نرخ اور کھیتی کی پیداوار کے دام بڑھا دیئے گئے جس سے بہت سی ایجنسیوں کو تو فائدہ ہوا مگر کسانوں کو کچھ بھی نہ مل سکا دوسری طرف کسانوں کو اپنے لئے دیگر اشیاء کے خریدنے میں زیادہ پیسے دینے پڑے۔ زمین اور کھیتی میں کمی اور بازار کے نرخ بڑھنے کے باعث کسانوں کے پاس حکومت کو مالگذاری دینے کے لئے کچھ بھی نہیں بچتا تھا۔ اس لئے مالگذاری ادا کرنے کے لئے کسانوں کو مہاجنوں کے پاس دوڑنا پڑا۔ اب یہ مہاجن کی مرضی پر منحصر تھا کہ وہ یا تو لمبے سود پر قرض دے یا کسان کی محنت سے پیدا کی ہوئی پیداوار کو سستے داموں خریدے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کسانوں کو اصل تو کیا سود ادا کرتے کرتے زندگی قرضدار ہی رہ کر گزارنی پڑتی تھی۔

اصلاح کے اصول

حکومت نے جب یہ دیکھا کہ کسانوں کی حالت اتنی افسوسناک ہے کہ وہ اپنی ساری زندگی قرض ادا کرنے ہی میں گزار دیتے ہیں تو ۱۸۷۹ء میں ڈیکن ایگریکلچرل ریلیف ایکٹ پاس کیا۔ اس ایکٹ کے مطابق زمین کے جھگڑے کچھ کم ہوئے۔ پھر کسانوں کے قرضہ کے متعلق ایسے قوانین پاس کئے جس سے اُن کو قرض کم لینا پڑے۔ ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۴ء میں بالترتیب لینڈ امپرومنٹ لونس ایکٹ اور ایگریکلچرسٹ لونس ایکٹ پاس ہوئے۔ پہلے ایکٹ کے مطابق حکومت سے قرض کم سود پر مشینیں خریدنے اور زمین کی ترقی کے لئے ملسکتا تھا۔ دوسرے ایکٹ کے مطابق قحط سالی سے پریشان کسانوں کو مالی امداد کی شکل میں بہت ہی معمولی سود پر قرض دیا جاتا تھا۔

مذکورہ بالا اصلاح سے حکومت نے یہ دیکھا کہ دیہاتی زندگی کو ترقی دیجا سکتی ہے سب سے پہلے ۱۸۹۲ء میں حکومت مدراس نے سوچا کہ کسانوں کے لئے کوآپریٹو سوسائیٹیاں قائم کیجائیں تو اُنکی زندگی بہتر ہوجائیگی۔ اسلئے حکومت مدراس نے سر فریڈرک نکلسن، آئی۔ سی۔ ایس کو یورپ بھیجا کہ وہ امداد باہمی کے متعلق رپورٹ دیں اور بتلائیں کہ ہندوستان میں یورپ کی طرح کوآپریٹو سوسائیٹیاں قائم کرنے کی کہاں تک ضرورت ہے اور ان سے کسانوں کو کتنا فائدہ ہوسکتا ہے۔ حکومت ہند کو یہ رپورٹ مسٹر نکلسن نے ۱۹۰۰ء میں دی۔ اسی عرصہ میں یوپی میں مسٹر ڈوپرنکس آئی۔ سی۔ ایس اور پنجاب میں مسٹر میکلیگن آئی۔ سی۔ ایس نے کچھ کوآپریٹو سوسائیٹیاں قائم کیں۔ ۱۹۰۱ء میں حکومت ہند نے سر ایڈورڈ لا کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی جس کا کام صرف ہندوستان میں کوآپریٹو سوسائیٹیاں قائم کرنا تھا۔

کوآپریٹو ایکٹ

تھوڑے دنوں بعد ۱۹۰۴ء میں سر ڈینزل ابٹسن

بل

نے لیجسلیٹو کونسل میں ایک بل پیش کیا۔ یہ بل پاس ہوا اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے بارے میں ایک ایکٹ بنایا گیا۔ یہ پہلا کوآپریٹو ایکٹ تھا۔ اس ایکٹ کے نتیجے سے دو ہی سال کے اندر ۸۰۰ کوآپریٹو سوسائٹیاں ملک میں کام کرنے لگیں اور دیہاتوں میں کافی ترقی ہونے لگی ۱۹۰۹ء میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تعداد بڑھ کر ۲۰۰۰ ہو گئی۔

۱۹۰۴ء کے ایکٹ کے مطابق صرف دیہاتی اقتصادی حالت کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ شہر میں ملازمت کرنیوالوں کو کوآپریٹو سوسائٹیوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا یہ کمی پوری کرنے کے لئے حکومت نے ۱۹۱۲ء میں ایک نیا کوآپریٹو ایکٹ پاس کیا جس سے شہر اور دیہات کے لوگوں کو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر ہو کر فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکا۔

تحریک کی اشاعت

نئے ایکٹ کا اثر یہ ہوا کہ ملک میں تحریک کے لئے نیا جوش پیدا ہوا۔ جدید قسم کی سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ پیداوار کی فروخت، آلات کشاورزی، کھاد خریدنے کی پرورش مویشیان، بیمہ، آبپاشی، چکبندی، زندگی سدھار، تعلیمی اور کفایت شعاری کی کوآپریٹو سوسائٹیاں بنائی گئیں۔ ۱۹۱۴ء میں ان سوسائٹیوں کی تعداد ۱۴،۸۸۱ ہو گئی تھی۔ ان میں ۶۹۵۹۹۸ ممبر تھے اور ان کا سرمایہ ۲۵،۳۱،۲۵،۷۲۵ روپے تھا۔ یونین اور سنٹرل بینکوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔

۱۹۲۳ء ہر قسم کی سوسائٹیوں کی تعداد تقریباً ۵۶،۱۴۲ تھی جن میں سے محض قرض دینے والی سوسائٹیوں کی تعداد ۴۹،۱۸۱ تھی۔ اس طرح تحریک کی اشاعت زراعت کی ترقی کی طرف پوری طرح بڑھ رہا تھا ۱۹۲۶ء میں زراعت کے لئے کمیشن مقرر ہوا۔ اس وقت قرض دینے والی سوسائٹیوں کی تعداد ۶۵،۱۰۱ تھی اور انکو ملا کر ہر قسم کی سوسائٹیوں کی تعداد ۷۱،۰۰۰ تھی جن میں ۲۱،۱۵،۷۴۶ ممبر تھے۔ اس طرح تحریک کی اشاعت بڑھتی ہی رہی۔ لیکن صرف قرض دینے والی سوسائٹیوں کے ذریعے کسانوں کی زندگی نہ سدھر سکی اور حکومت نے یہ ضروری سمجھا کہ ایک ایسی بھی سوسائٹی ہونی چاہئے جو کئی قسم کے کام کسانوں کے فائدے کے لئے کر سکے۔

کسانوں کو درمیان کے دلالوں اور دیگر لوگوں سے بچانے اور پیداوار کی فروخت کرنے میں امداد پہنچانے کی غرض سے کوآپریٹو مارکٹنگ سوسائٹیاں کھولی گئی ہیں پنجاب، بمبئی اور یوپی میں کوآپریٹو سوسائٹیوں نے کمیشن والی دوکانیں اور سپلائی یونین کھولدی ہیں۔ جن سے کسانوں کو بہت سی سہولتیں حاصل ہوئی ہیں۔ خریداری میں بھی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے بہت مدد پہنچائی ہے۔ کھیتی کی سینچائی میں پنجاب اور یوپی میں بہت کافی کام ہو رہا ہے ۱۹۳۶ء میں یوپی میں ۳۳ سوسائٹیوں نے آبپاشی کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ ان سوسائٹیوں نے کنوئیں کھدوائے تھے۔ چند ہی سال بعد آبپاشی کی سوسائٹیوں کی تعداد ۹۳۵ ہو گئی یوپی میں چکبندی کا کام بھی سوسائٹیاں کر رہی ہیں۔ مویشیوں کی تعداد بڑھانے اور انکے بیمہ کی سوسائٹیاں بھی اپنا کام بخوبی انجام دے رہی ہیں۔ زندگی سدھار سوسائٹیاں پنجاب میں کام کر رہی ہیں۔ کفایت شعاری کی سوسائٹیوں نے ہر ایک صوبے میں اچھا کام کر کے امداد باہمی کی کامیابی دکھلائی ہے۔ تحریک امداد باہمی سے ملک میں سماجی و اقتصادی اصلاح کی بہت امید ہے۔



کھرپتوار

بہت سے لوگ کھرپتوار کے نام سے ان پودوں کو پکارتے ہیں کہ جو اصل فصل کے ساتھ کہ جن تخم کو کسان اپنے کھیت میں بوتا ہے۔ خودرو پیدا ہو جاتے ہیں اور اصل فصل کے پودوں کی خوراک کو دھینگا مشتی سے کھانے لگ جاتے ہیں جسکی وجہ سے اصل فصل کے پودے کافی خوراک نہ ملنے کی وجہ سے کمزور رہ جاتے ہیں اور کچھ لوگ کھرپتوار کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

"کھرپتوار - اُن خودرو پودوں کو کہتے ہیں کہ جو عادتاً ایسی جگہ اُگ آتے ہیں جہاں اُن کی قطعی ضرورت نہ ہو"

کھرپتوار اُس ہر ایک مُضر۔ تکلیف دہ اور نامرغوب پودے کو کہتے ہیں جو مقابلتاً ناکارہ اور فضول ہو۔

ہندوستان کے کاشتکار عام طور پر اپنی فصل کو کھرپتوار سے پاک وصاف رکھنے اور کھیتوں سے اُسکو دور کرنے کی اتنی پروا نہیں کرتے کہ جتنی درحقیقت اُن کو کرنی چاہیئے۔ کھرپتوار کسانوں کا ایک بڑا زبردست دشمن ہے یا یوں کہیئے کہ ایک ایسا سینہ زور ڈاکو ہے جو اُنکے کھیتوں میں گھس کر دھینگا مشتی سے اُنکی فصلوں کے پودوں کی خوراک کو کھانے لگ جاتا ہے اور بوئی ہوئی فصلوں کی پیداوار کو گھٹا دیتا ہے اور زیادہ زور پکڑ جانے پر اُنکو پنپنے نہیں دیتا۔

اُن ممالک میں جہاں فارمنگ سسٹم یعنی یکجائی وسیع رقبوں پر کاشت کیجاتی ہے اور جہاں کے کسان تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے جدید ترقی دادہ سائنٹفک طریقوں پر کھیتی کرتے ہیں اور زمین کی جوتائی اور تیاری ترقی دادہ آلات اور مشینوں سے کرتے ہیں وہاں کھرپتوار جیسے ڈاکوؤں کا ہمیشہ کے واسطے دور کرنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کی جا رہی ہیں اور اُن سے کھیتوں کو پاک وصاف رکھنے کے لئے بہت سی ترکیبیں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔

کھرپتوار کا تخم حسب ذیل طریقوں سے کھیت میں آتا ہے:-

۱- ہوا کے ذریعہ سے:- ہوا کھرپتوار کے تخم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھینک دیتی ہے۔ اور ہوا کے ان اُڑائے ہوئے بیجوں سے چھوٹے چھوٹے پودے اُگ آتے ہیں مثلاً بتھوا۔ موتھا۔ پیازی۔ گیگلا وغیرہ۔

۲- پانی کے ذریعہ سے:- سیلاب نہروں کے پانی، بارش کے پانی کے بہاؤ اور دریاؤں کے چڑھاؤ کے ذریعہ سے۔

۳- جانوروں کے ذریعہ سے:- جیسے گائے، بیل، بھینس، گھوڑی، گدھا، خچر، بھیڑ، بکری وغیرہ۔ اور جانوروں کے بالوں، کھروں اور گوبر یا لید وغیرہ کے ذریعہ سے۔

۴- پرندوں کے ذریعہ سے۔

۵- انسان کے ذریعہ سے:- کھرپتوار کے تخم کو پھیلانے والا انسان بھی ہے اور وہ کئی طرح سے کھرپتوار کے تخم کو پھیلاتا ہے۔ جب اوس پڑنے کی حالت میں وہ ایک کھیت سے دوسرے کھیتوں میں جاتا ہے تو بہت سے تخم یا اُس کے کپڑوں اور جوتوں پر چمٹ جاتے ہیں اور جب یہ خشک ہو جاتے ہیں تو کھیت میں گر جاتے ہیں۔

۶- جب تجارتی طور پر غلہ منڈیوں میں یا دوسرے مقامات میں بھیجا جاتا ہے تو اُس میں کھرپتوار کے بیج مل جاتے ہیں۔ ایسے غلہ میں سے بیج لیکر جب کسان اپنے کھیتوں میں بوتے ہیں تو کھرپتوار پیدا ہو جاتا ہے۔

۷- کھاد کے ذریعہ سے:- اکثر کھاد میں کھرپتوار کے بیج ملے ہوئے ہوتے ہیں جس کے کھیت میں ڈالے جانے پر اُگ آتے ہیں۔

کھرپتوار سے نقصانات

۱- اصلی فصل کے پودوں کی خوراک کھا کر اُنکو کمزور کر دیتا ہے۔

۲- اُن کو نکالنے کے لئے نکائی وغیرہ کرنے میں فضول محنت اور لاگت خرچ ہوتی ہے۔

۳- پودوں کو کافی ہوا اور روشنی سے محروم کرتا ہے۔

۴- فصل کو بدشکل اور بدصورت بنا کر پیداوار کی قیمت کو گھٹا دیتا ہے۔

۵- بعض کھرپتوار زہریلے ہوتے ہیں چارہ میں مل جانے سے مویشی کو اکثر مرض بادِ سول اور بدہضمی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

۶- بعض کھرپتوار ایسے ہوتے ہیں کہ اگر دودھیل مویشی اُن کو کھا لیوے تو دودھ بدذائقہ اور کسیلا معلوم ہونے لگتا ہے۔

۷- کھرپتوار کا تخم فصل کی پیداوار میں مل جانے سے غلہ کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔

۸- بعض کھرپتوار تالابوں اور جھیلوں کے پانی کو خراب کر دیتے ہیں جیسے کائی۔

کھرپتوار کو دور کرنے کی چند ترکیبیں

۱- کھرپتوار کو کھیت میں پکنے نہ دیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے اُسکے تخم کھیت میں گریں۔

۲- فصلیں ادل بدل کر بونی چاہئیں۔ اس سے کھرپتوار بہت کم پیدا ہوتا ہے۔

۳- کھیت کی عمدہ گہری جوتائی کرنی چاہیئے۔

۴- کھیت کے قریب کوئی حصہ خالی نہ پڑا رہنے دینا چاہیئے کیونکہ خالی جگہوں میں کھرپتوار پیدا ہونے کے علاوہ بہت سے مضر کیڑے بھی پیدا ہوتے ہیں۔

۵- تخم ہمیشہ اس قدر صاف کرکے بو دیا جاوے کہ اُس میں کسی کھرپتوار کا تخم نہ ملنے پاوے۔

۶- گوبر کا کھاد جبتک خوب سڑگل نہ جاوے نہ ڈالنا چاہیئے۔ کیونکہ گوبر کے کچے کھاد میں اکثر کھرپتوار کے تخم صحیح وسالم حالت میں ملے رہتے ہیں۔

کھرپتوار کے کچھ فائدے

۱- بعض کھرپتوار انسان اور حیوان دونوں کی خوراک کا کام دیتے ہیں۔

۲- بعض کھرپتوار کا ریشہ کارآمد ہوتا ہے۔

۳- بعض کھرپتوار ادویات کا کام دیتے ہیں۔

۴- بعض کھرپتوار سے تیل نکالا جاتا ہے۔

۵- بعض کھرپتوار زمین کو بارش کے کٹاؤ سے روکتے ہیں۔

۶- کھرپتوار کی موجودگی سے کسان اپنے کھیت کی جوتائی اچھی کرتا ہے۔

(ماخوذ از کسان و پکارک)

ہماری کوآپریٹو سوسائیٹیاں

دیہی میلے میں کوآپریٹو کورٹ

ضلع مین پوری کے دیہی میلے میں ایک کوآپریٹو کورٹ بنایا گیا کورٹ میں ایک بیچ میں ایک کھلا ہوا پارک اور بازو میں دو پھاٹک تھے۔ پارک میں امداد باہمی کے متعلق مثالیں اور مقولے جگہ بجگہ لگے ہوئے تھے۔

اندر جانے والے پھاٹک کے داہنی جانب شعبہ صنعت و حرفت تھا جس میں کوآپریٹو سوسائٹیوں سے آئی ہوئی چیزیں رکھوائی گئی تھیں۔ لائبریری کے شعبہ میں کئی سو کتابیں گاؤں کی کوآپریٹو لائبریری سے آئی تھیں ان لائبریریوں سے دیہاتوں میں علم کی اشاعت خوب ہوتی ہے کورٹ میں روزانہ اخبارات کے پڑھنے کا بھی انتظام تھا۔

دوسرے شعبہ میں شکوہ آباد گھی یونین کی چیزیں تھیں۔ بہت سے اکبارگی کمی کے ٹین جن میں سوسائٹیوں سے اکٹھا کیا ہوا گھی تھا فروخت کیلئے رکھے گئے تھے نمائش میں گھی خوب فروخت ہوا۔ لیکن چونکہ زیادہ گھی مل نہ سکا اسلئے خریداروں سے وعدہ کیا گیا کہ انکو شکوہ آباد سے گھی بھیجا جائیگا۔ گاؤں کے کوآپریٹو دواخانے میں یہ دکھایا گیا کہ ضلع میں کوآپریٹو سوسائٹیاں کس طرح مریضوں کو دوا تقسیم کرتی ہیں۔

نمونے کے طور پر ایک کوآپریٹو گاؤں دکھلایا گیا جس میں مویشیوں کے رہنے کی جگہ کھاد کے گڈھے اور پارک، سڑک اور کھیل کود کے میدان کے ساتھ باشندگان موضع کے رہنے کے گھر دکھلائے گئے تھے۔ پوسٹر اور زمین پر چرائی اور چکبندی کے نمونے بھی دکھلائے گئے تھے۔

زراعت کے شعبہ میں ترقی دادہ بیج، بالی، پودے اور دیگر زراعتی پیداوار جو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں نے بھیجی تھیں دکھائی گئیں۔ اس میں تقریباً ۲۲۰ اشیاء تھیں جن میں سے ۲۰ کو انعامات دیئے گئے۔

محکمہ امداد باہمی کی اسکیمیں چارٹ اور پوسٹروں کے ذریعے عوام کو سمجھائی گئیں۔ کوآپریٹو کورٹ کو دیکھنے کے لئے کافی تعداد میں عوام جمع ہوئے۔ بہت سے افسران و معززین بھی آئے اور انھوں نے امداد باہمی کی کوششوں کی تعریف کی۔ نمائش میں آئی ہوئی چیزیں پچھلے سال سے بھی اچھی تھیں۔

صاحب ضلع مجسٹریٹ کی صدارت میں مین پوری میں ایک ڈسٹرکٹ کوآپریٹو کانفرنس ہوئی جس میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ عوام اور ممبران سوسائٹی نے حصہ لیا۔ ڈھائی بجے دن کو کانفرنس شروع ہوئی اور منیجنگ ڈائرکٹر بابو جگدیشور پرساد وکیل نے ایک تقریر کے ذریعے عوام کو امداد باہمی تحریک کے متعلق تمام باتیں سمجھائیں۔ اسکے علاوہ امداد باہمی کے مستقبل کوآپریٹو فارمنگ ٹڈیوں سے فصل کی حفاظت وغیرہ کے موضوع پر بہت سی تقریریں ہوئیں۔ موجودہ جنگ کے متعلق بھی ایک تقریر ہوئی۔ صاحب صدر نے امداد باہمی کی ضرورت پر روشنی ڈالی اور سماجی و اقتصادی برائیوں کو دور کرنے کے لئے کسانوں کو مشورہ دیا۔

۱۴۵ روپئے کے انعامات سوسائٹیوں کے اچھے کارکنوں کو اور نمائش میں اچھی چیزیں فروخت کرنے والوں کو دیئے گئے کھیل کود بھی خوب ہوئے اور انکو دیکھنے والوں کی تعداد بھی بہت کافی تھی۔

باندہ ضلع کوآپریٹو بینک

جون ۱۹۴۱ء تک ۱۵۰ نئی سوسائٹیاں رجسٹرڈ ہوئیں اور تقریباً ۲۰۰ سوسائٹیاں رپورٹ کے وقت تک کام کرتی رہیں۔ گیہوں سوسائٹیوں کی تعداد ۱۴ ہے ان سوسائٹیوں کو بینک سے روپیہ ملتا ہے۔ انھوں نے ۸۶ من گیہوں پیدا کیا اور فروخت کیا۔ فروخت کرنے پر انکو ۲۳۲۰ روپئے کا فائدہ ہوا ضلع میں ایک مرکزی گھی یونین قائم کی گئی ہے۔

ساری سوسائٹیوں میں سے ۲۲ سوسائٹیاں ۷۵ فیصدی ذاتی سرمایہ سے کام کر رہی ہیں ۸ ایسی سوسائٹیاں ہیں جو ضلع بینک سے قرض نہیں لیتیں اور اپنا کام ذاتی سرمایہ سے چلاتی ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنا روپیہ بینک میں بھی جمع کرتی ہیں۔

سال کے آخر میں ۲۱۲۸۴۶ ذاتی روپئے مرکزی بینک کے ۹۹۶۶ روپئے اور پرائمری سوسائٹیوں کے ۱۶۶۹۳ روپئے بینک میں جمع تھے بینک کی اقتصادی حالت کافی ترقی پذیر ہو چلی ہے۔

گو کہ ۴ مارکٹنگ یونین رجسٹرڈ ہوئی ہیں لیکن متعدد دقتوں کے باعث مثلاً ربیع کی فصل کا خراب ہو جانا، کانپور باندہ لائن کا ٹوٹنا کام شروع نہیں کیا جا سکا۔

کوآپریٹو اصولوں کی اشاعت کے لئے سال میں چار گروپ کانفرنسیں ہوئیں جن میں ۶۴ سوسائٹیوں کے ممبر شریک ہوئے ممبروں کی حوصلہ افزائی کے لئے بینک نے ۱۹۹ روپئے کے انعام تقسیم کئے۔ کروی وساندا اور پیہانی مواضعات میں ہیضے کے موقع پر بینک نے دوائیں تقسیم کرنے میں کافی محنت کی۔

بینک نے ۴۰۰ روپئے کے ڈیفنس سیونگ سارٹیفکٹ خریدے اور ۵۶۴ روپئے وار فنڈ میں دیئے۔

ٹانڈا سنٹرل کوآپریٹو بینک

۱۹۴۰-۴۱ء میں بینک کا جاری شدہ سرمایہ ۵۶۷۰۴ روپئے تھا پچھلے سال یہ سرمایہ صرف ۵۰۸۶ روپئے تھا۔ پرائمری اور سنٹرل سوسائٹیوں کو ۲۳۴۰۴۷ روپئے دیئے گئے اس سال قرض ۴۵۴۰۶ روپئے وصول ہوئے

جبکہ پچھلے سال صرف ۳۰۷۶، ۳۲۳۲ روپے وصول ہوسکے تھے۔ اس سال کے آخر میں سوسائٹیوں پر ۱۴۸۰۳ روپے باقی تھے۔ اس سال بینک کو سب کام کرنے پر ۵۲ ،۱ روپے کا فائدہ ہوا پچھلے سال صرف ۱۲۲۸ روپے کا فائدہ ہوا تھا ۱۲۲۱۰ روپیہ منافع تقسیم کرنے ریزرو فنڈ بلڈنگ فنڈ، پروپیگنڈہ فنڈ وغیرہ میں لگایا گیا۔

اس سال سوسائٹیوں کے ممبروں کی تعداد ۲۰۶۵ تھی۔ پچھلے سال صرف ۲۰۷۶ ممبر تھے۔ سوسائٹی سے قرض روپیہ، بیج مویشیوں اور چارہ خریدنے اور پرانے قرض ادا کرنے کے لئے دیا گیا۔ کثیر المقاصد سوسائٹیاں بھی روز بروز بڑھتی جاتی ہیں ۱۴ پرانی سوسائٹیاں ملٹی پرپز سوسائٹیوں میں تبدیل کر دی گئی ہیں اور ۱۴ جو نئی سوسائٹیاں قائم ہوئی ہیں وہ بھی اسی قسم کی ہیں۔

ٹانڈہ بیسکھیری اور رام نگر میں غلہ فروخت کرنے کے لئے یونین کھول دی گئی ہیں۔ ان یونینوں کے ذریعے ۵۷،۱ روپے کا غلہ فروخت کیا گیا۔ سپروائزروں کے سرکلوں میں ۶ گروپ کانفرنسیں ہوئیں۔ گذشتہ ماہ مارچ میں تحصیل کانفرنس ہوئی رجسٹرار صاحب کوآپریٹو سوسائٹیز یو۔ پی۔ ایس۔ پی فیض آبادی، ڈپٹی ضلع وار کمیٹی محکمہ امداد باہمی کے پبلسٹی افسر اور دیگر افسروں وغیر سرکاری معززین نے امداد باہمی کی ضرورت اور اصولوں پر تقریر کی۔ بینک اور سوسائٹیوں نے ۳۰۳۲ روپے وار فنڈ میں دیئے اور ۴۲۰۰ روپے کے ڈیفنس سیونگ سارٹیفکٹ خریدے۔

نواب گنج کوآپریٹو کانفرنس

نواب گنج میں درگا کیشری کے میلے کے موقع پر ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی دو دن کی کارروائی کا انتظام تھا پہلے دن چارٹ اور تصویروں کے ذریعے چکبندی کے کام اور دودھ کی سوسائٹیوں کے فائدے سمجھائے گئے۔ کھیل کود اور سبق آموز گیت گائے گئے۔

دوسرے دن ٹانڈہ ٹاؤن بینک کے چیرمین بابو بہاری لال نگم کی صدارت میں ایک کانفرنس ہوئی۔ گاؤں کے بینکوں کو آپریٹو مارکٹنگ اور پنچایت گھروں کے قائم کرنے کے متعلق تجاویز منظور کی گئی اسکے بعد مسٹر جے۔ پی۔ مسخر پبلسٹی افیسر بابو بیلادھر استھانہ ڈائرکٹر ٹاؤن بینک اور مسٹر کے سی۔ ورما انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز کی تقریریں ہوئیں۔ تقریریں سبق آموز تھیں اور ان کے ذریعے تحریک امداد باہمی کے فوائد عوام کے ذہن نشین کرا دیئے گئے۔

رسہ کشی، کبڈی اور کشتی وغیرہ کے بھی کھیل ہوئے۔ کوآپریٹو سوسائٹی کے ۶۴ ممبروں نے کھیل کود میں حصہ لیا۔ ٹورنامنٹ کے بعد کوآپریٹو سوسائٹی کیطرف سے کھوسے ہوئے اسکول کے چار طلبا کے گانے ہوئے۔ کانفرنس میں بہت سے ممبر اور غیر ممبر موجود تھے۔

کوٹ دوار سنٹرل کوآپریٹو بینک

یہ بینک نہ صرف ممبروں کی اقتصادی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ وہ اہل دیہات کی سماجی اور اخلاقی اصلاح میں بھی مدد کرتا ہے۔ ممبروں کی تعداد اب ۴۲۸ ہے۔ بینک کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ عمدہ کھیتی غلے کی فروخت صفائی اور بالغوں کی تعلیم کی ترقی ہو۔ آج کل ۲۰ زراعتی سوسائٹیاں اور ایک سنٹرل سوسائٹی بھی ہے جسکے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ ہے ممبروں کے حصوں کی تعداد ۲۹۱ ہے اور پیڈاپ شیر کی پونجی ۷۶۵ ۶ روپئے ہے انچھے حصہ داروں کی تعداد ۲۶ ہے اور انکے پاس سب ملاکر ۱۵۷ حصے ہیں ہر ایک حصہ ۲۵ روپئے کا ہے۔

بندھی ہوئی جمع شدہ رقم میں ۷۵۰۰ روپئے ہیں۔ بندھی ہوئی جمع شدہ رقم پر ۳½ فیصدی سود دیا جاتا ہے اور ۵ فیصدی پر قرض دیا جاتا ہے۔ سوسائٹیوں کو عام رقم پر ۲ فیصدی سود دیا جاتا ہے۔ پرائمری سوسائٹیوں سے ۹ فیصدی اور سنٹرل سوسائٹیوں سے ۶ فیصدی سود لیا جاتا ہے۔ ریزرو فنڈ ۳۰۵۳ روپئے سے ۳۱۵۶ روپئے ہو گیا ہے۔ یہ رقم پوسٹ آفس کے کیش سارٹیفکٹوں میں لگی ہوئی ہے۔

بینک کی مالی حالت اچھی ہے۔ بینک جاری شدہ سرمایہ ۲۶۰۳۲ روپئے ہے جس میں سے ۱۴۵۳۰ روپیہ کا ذاتی سرمایہ ہے۔ بینک سے تعلق رکھنے والی سوسائٹیوں کا کام میں لگا ہوا سرمایہ ۶۱۴۱۵ روپئے ہے جس میں سے ۳۲۴۴۰ روپئے ذاتی سرمایہ ہے۔

شیوراج پور اور دیورام پور کی سوسائٹیوں نے اپنے ممبروں کو گاڑھے کا کپڑا دیا مارکٹنگ یونین نے کپڑا، کمبل وغیرہ بھی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں کے ہاتھ فروخت کیا پولٹری فارمنگ اور صنعت و حرفت کے کام بھی سوسائٹیوں نے ہاتھ میں لئے ان کاموں کے علاوہ بارتھ کلچر، مویشیوں کی تعداد بڑھانے کے کام اور ملیریا سے بچنے کی تدابیر وغیرہ بھی سوسائٹیوں کے ذریعے کی گئی اس قسم کی ترقی کے باعث بینک روز بروز ہر دلعزیز ہو رہا ہے۔

کوٹ دوار سنٹرل کوآپریٹو مارکٹنگ یونین

یہ یونین ۱۹۴۰ء میں رجسٹرڈ ہوئی۔ اس یونین میں پہلے ۱۳ سوسائٹیاں شامل ہوئیں پھر بعد میں چار اور سوسائٹیاں ملائی گئیں۔

۱۹۴۱ء میں ماہ جون تک ممبروں کی سہولتوں کے مطابق یونین سرسوں خریدتی تھی۔ تقریباً ۱۵۱۲ من سرسوں ۵۷۶۳ روپئے میں خریدی گئی اور ۶۹۵۸ روپئے میں فروخت کی گئی جس سے ۱۱۹۵ روپئے کا فائدہ ہوا۔

یونین میں، سوسائٹیوں کے ممبروں کی ذمہ داری پر تقریباً ۷۴۸ من بیج رکھا گیا۔ اسکی قیمت ۲۰۸۰ روپئے تھی۔ سکھرو کوآپریٹو گرین سوسائٹی نے یونین کے پاس ۱۴ من گیہوں رکھا تھا۔ یونین نے اسکو اچھے بیج دیکر بدل لیا۔ بیج بونے کے وقت ممبروں کو تقسیم کیا گیا نند پور تہسراج کی فروخت کا کام بھی یونین نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

یونین نے ممبروں کو گیہوں، آلو اور سبزی

ونے کے لئے بیج تقسیم کئے ممبروں کو بار بری کے برے۔ کمبل دھوتی اور قمیض کے کپڑے بھی دیئے گئے۔ کوٹ دوارا سنٹرل کوآپریٹو بینک یونین کو ضرورت پڑنے پر قرض دیتا ہے۔ یونین نے بینک سے ۶ فیصدی سود پر ۶۵۰۰ روپئے قرض لئے اور سال کے آخر میں مع سود کے روپئے واپس کردیئے اسکے علاوہ یونین کو ۴۹۵ روپئے جمع کرنے کے لئے بھی ملے۔

یونین کو ۴۸۴ روپئے کا فائدہ ہوا۔ ۱۹۴۲ء میں یونین کا جاری شدہ سرمایہ ۹۴۰ روپئے تھا اور اسکا ذاتی سرمایہ ۱۲۰۰ روپئے تھا۔

پہاڑی آلوؤں کی فروخت

کوآپریٹو اسکیموں کی ترقی۔

اضلاع نینی تال اور المورہ کی بھوالی اور گرم پانی کوآپریٹو مارکٹنگ یونینوں کی طرف سے معمول ہوئی اور کھیت اور بلدوانی کی کمیشن کی دوکانوں سے تقریباً ۱۰۰۰ من آلو فروخت کئے گئے۔

آلو کی پیداوار کی ترقی اچھی کھیتی اور فروخت پر منحصر ہے کھیتی کی ترقی محکمہ زراعت کے ذریعے اور فروخت کی ترقی محکمہ امداد باہمی کے ذریعے کی جارہی ہے۔ ممبروں کو ۹۰۰ من بیج کچھ خرید کر اور کچھ محکمہ زراعت سے قرض لیکر دیئے گئے ہیں۔ اس کام کے لئے بھوالی میں ایک بیج کا اسٹور قائم کیا گیا ہے جو دیگر مقامات پر بھی بیج پہونچا سکےگا۔

مارکٹنگ یونینوں میں تین قسم کے ممبر بنائے گئے ہیں۔ گاؤں کی سوسائٹیوں کے وہ اشخاص جو حصے خریدتے ہیں اور وہ اشخاص جو صرف سالانہ چندہ دیتے ہیں مارکٹنگ یونینوں کے ممبر ہیں۔ سالانہ چندہ دینے والے ممبروں کو یونین کے ذریعے خرید فروخت کا اختیار ہے اور ان ممبروں کو جو حصے خریدتے ہیں بیج بونے کے لئے ملیگا اور فصل کے اوپر قرض بھی مل سکتا ہے جب کسی گاؤں میں یا دو تین دیہاتوں کے درمیان ۱۵ سے ۲۰ تک ممبر مل سکیں گے تو ایک کثیرالمقاصد امداد باہمی سوسائٹی قائم کی جائےگی۔

کھاڈگوجر کوآپریٹو کانفرنس

کھاڈگوجر میں ایک کوآپریٹو کانفرنس زیرصدارت مسٹر عبدالسلام چیرمین گاؤں سدھار ایسوسی ایشن مرادآباد ہوئی۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے بہت سے ممبر اور معزز اصحاب کانفرنس میں شریک ہوئے مسٹر بی۔ ایل۔ اگروال اسسٹنٹ رجسٹرار بریلی، مسٹر بی۔ پی۔ مشر پبلسٹی افسر محکمہ امداد باہمی، مسٹر آئی۔ ایس۔ کنسل سرکل افسر مرادآباد اور مسٹر کے۔ بی۔ سکسینہ بھی موجود تھے۔

مسٹر مہندر سنگھ چیرمین مجلس استقبالیہ نے ضلع کی تحریک کے بارے میں کئی باتیں بتلائیں۔ صدر کانفرنس نے اپنی تقریر میں گاؤں سدھار پر زور دیا اور فرمایا کہ کسانوں کی مالی حالت سدھارنے کیلئے صنعت و حرفت کی ترقی امداد باہمی کے ذریعے ہونی ضروری ہے۔ مسٹر بی۔ ایل۔ اگروال نے اس بات پر کافی زور دیا کہ سوسائٹیوں کے ممبران کو چاہئے کہ وہ امروہہ کین مارکٹنگ یونین کے ممبر بن کر اپنے گنے کو ملوں تک پہنچانے میں مدد لیں۔ پبلسٹی افیسر صاحب نے صوبے میں تحریک کی نئی ترقی کے بارے میں بتلایا اور فرمایا کہ دیہاتی زندگی کی اصلاح کرنے کے لئے کثیرالمقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں بنائی جارہی ہیں۔

امروہہ کین سپلائی سوسائٹی کثیرالمقاصد سوسائٹیوں، کھیتی کی پیداوار کے فروخت کرنے اور اکاؤنٹنگ کے متعلق تجاویز منظور ہوئیں۔

کانفرنس کے ساتھ ہی ساتھ ایک نمائش بھی ہوئی جس میں پبلسٹی سیکشن کی طرف سے تیار کئے ہوئے چارٹ و پوسٹر دکھلائے گئے تھے۔ تفریحی پروگراموں میں گھوڑے اور تانگوں کی دوڑ اور دیگر کھیل بھی تھے جن میں سوسائٹیوں کے ممبروں نے کافی حصہ لیا۔

لکھواٹی گروپ کانفرنس

موضع لکھواٹی ضلع بلندشہر میں ٹھاکر رام لعل سنگھ کی صدارت میں ایک کانفرنس ہوئی کانفرنس میں ۷ سوسائٹیوں نے حصہ لیا۔ ۸۵ ممبر اور غیر ممبر موجود تھے۔ کچھ لوگوں نے گانا بھی گایا۔ پرائمری اسکول کے ہیڈماسٹر چودھری رام سنگھ نے ترقی دادہ بیج بونے اور زراعت کو ترقی دینے پر زور دیا۔ جہالت دور کرنے پر بھی تقریروں میں زور دیا گیا کانفرنس کافی کامیاب رہی۔

کمہریا گروپ کانفرنس

موضع کمہریا ضلع جھانسی میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس میں سوسائٹیوں کے ممبران کافی تعداد میں شریک ہوئے۔ پربھات پھیری باجوں کے ساتھ ہوئی کھیل کود کا انتظام بھی اچھا کیا گیا۔ شام کو ہریشچندر نامی ڈرامہ کھیلا گیا کانفرنس میں سب سے پہلے پرارتھنا ہوئی۔ اسکے بعد سپروائزر حلقہ نے اپنے سرکل کی مختصر رپورٹ سنائی۔

ممبروں کی تفریح اور صحت کیلئے دیہاتوں میں اکھاڑے کھولنے کھیلوں کی ترقی وغیرہ کے متعلق تجاویز منظور ہوئیں۔

مسٹر پی۔ سی۔ مکرجی نے مویشیوں کے علاج اور مسٹر پی۔ سی گپتا نے امداد باہمی کے موضوع پر تقریریں کیں۔ جھانسی ڈسٹرکٹ بینک کے ڈائرکٹر منشی گوری دیال نے کانفرنس میں شامل ہونے والے اصحاب کا شکریہ ادا کیا۔

بھیڑ پالنے کا پیشہ

ہندوستان اپنی دریوں کے اون کے لئے دُنیا کے تجارتی مرکزوں میں ایک اہم درجہ رکھتا ہے۔ لیکن یہ خاص طور سے معلوم نہیں کہ یہ کافی مقدار میں عمدہ اون بھی پیدا کرتا ہے۔ ترمیم شدہ طریقہ سے کاٹنے اور ترتیب کے ساتھ چھانٹنے کے طریقے کو اپنانے سے جس کی تکمیل میں اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۳۳ء سے امپریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کی توجہ اس عمدہ قسم کے اُون کی طرف مبذول ہو رہی ہے۔ اس وقت ایک سب کمیٹی کے ذریعے جس میں شاہی نمائندوں کے علاوہ بیرونی اونی تجارت کے نمائندے بھی تھے۔ بخوبی ۵ قسم کی بھیڑوں کی نسل کی اصلاح پر غور کیا گیا۔

چنانچہ بھیڑ پالنے کی تین اسکیمیں اس وقت پنجاب، مدراس اور بمبئی میں عملی جامہ پہنا رہی ہیں اور نتیجہ اُمید افزا ہے۔ کونسل نے کشمیر، میسور اور بلوچستان میں بھیڑ پالنے والوں کو امداد دینے پر غور کیا گیا۔ ایک رقم بمبئی یونیورسٹی شعبہ آرٹ کو ہندوستانی اون کی خوبیوں کا تجزیہ کرنے کے لئے کونسل نے منظور کی ہے اس قسم کے تجزیہ کی ضرورت کا مقصد قدرتی اوصاف کا تجزیہ کرکے یہ ظاہر کرنا ہے کہ بھیڑوں کی کونسی نسل سے عمدہ ترین اون حاصل ہو سکتا ہے تاکہ اس نسل کی بھیڑیں پالنے کے لئے مناسب اور کارآمد ذرائع فراہم کئے جائیں۔

میرینوں کے بزرگ۔ بھیڑوں کی جن نسلوں کو آزمائش کے لئے کونسل نے منتخب کیا ہے اُن میں سے شمالی ہند کا موٹی دُم والا دُنبہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسٹریلیا کی میرینو کی پیدائش کے لئے استعمال میں لایا گیا ہے۔ میرینو جو غالباً بھیڑوں کی سب سے زیادہ مشہور نسل ہوتی ہے آسٹریلیا کی بھیڑوں کی خاص نسل ہے۔

آسٹریلیا کے بھیڑ پالنے کے پیشہ کا بانی جس سے کروڑوں پونڈ اون ہر سال پیدا ہوتا ہے، ہندوستان ہی کہا جا سکتا ہے۔

بھیڑ پالنے کا پیشہ ہندوستان میں اعلیٰ پیمانے پر گھومتے رہنے والے غریب گڈریوں کے ہاتھ میں ہے، جو اپنی بھیڑوں کے گروہ کے ساتھ ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ میں گھومتے ہیں اور قدیم طریقے سے اون کی کٹائی چھنٹائی کرتے ہیں۔

چنانچہ ہندوستانی اون کا بڑا حصہ جب تجارتی حلقوں میں پہنچتا ہے تو مختلف قسم کے اونوں کی ملاوٹ ہوتی ہے جس کی اچھی طرح صفائی نہیں کیجاتی۔ اسی لئے غیر ملکی تاجر ہندوستانی اون کا شمار میلے اور معمولی درجہ کے اون میں کرتے ہیں۔

یہی سوال ہندوستانی بھیڑوں کی نسل کی اصلاح کا موجب ہے۔ جب تک بھیڑ پالنے والوں کو اُن کے اُون کی زیادہ قیمت نہ ملے گی اُس وقت تک اعلیٰ نسل کی بھیڑوں کے پالنے میں روپیہ صرف کرنے کی کوشش بیکار ہوگی۔ اور جب تک ہندوستان کا اون غیر ممالک میں بھیجنے کے پہلے خالص اور اچھی طرح چھنٹا ہوا نہ ہوگا اُس وقت تک تاجر اُسکی زیادہ قیمت نہ دینگے۔

(ایک ساتھ ہی دو کاموں پر غور) کی مثال اسی طریقے پر صادق آتی ہے۔ اون پیدا کرنیوالوں کو ترمیم شدہ کٹائی اور چھنٹائی کا طریقہ منظور کرانا اور ساتھ ہی ساتھ چھنٹی ہوئی بھیڑوں کی نسل کی اصلاح کا سوال کونسل کی توجہ اپنی طرف جذب کر رہا ہے۔ کسی طرح بھی بھیڑ پالنے کا پیشہ نظرانداز کئے جانے کے قابل نہیں اسکو باقاعدہ کرنے اور اصلاح کرنے سے بہت اچھی پیداوار ہوسکتی ہے۔

۱۹۳۵ء کی بھیڑ شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ۰۰۰،۰۰۰،۵۰،۲ بھیڑیں ہیں۔ مدراس میں ۰۰۰،۰۰۰،۲۰،۱ پنجاب میں ۰۰۰،۰۰۰،۲۰ بمبئی ۰۰۰،۰۰۰،۴۵ یوپی میں ۰۰۰،۰۰۰،۱۵ اور بلوچستان میں ہر ایک میں ۰۰۰،۰۰۰،۱۰ اور بہار میں ۰۰۰،۰۰۰،۱۰ بھیڑیں ہیں۔ اوسطاً اون کی سالانہ پیداوار ۰۰۰،۰۰۰،۹۰ پونڈ ہے۔ باہر بھیجے جانیوالے اُون کی قیمت مندرجہ ذیل اعداد سے معلوم کیجا سکتی ہے۔

سال	باہر بھیجا جانیوالا اون لاکھ پونڈ میں	قیمت لاکھ روپیوں میں
۱۹۳۶-۳۷ء	۵۱٫۹	۲۸۶٫۱
۱۹۳۷-۳۸ء	۳۸٫۰	۳۹٫۰
۱۹۳۸-۳۹ء	۲۹٫۸۷	۵۵٫۴

۱۹۳۷-۳۸ء میں ہندوستان سے حسب ذیل مال باہر بھیجا گیا۔

	تعداد[1]	لاگت روپیہ
بھیڑ کا چمڑہ (ٹینڈ)	۱۷۲۱٫۳ ٹن	۱،۱۵۹،۸۱،۷۸۵
کچا بھیڑ کا چمڑہ	۸۰۰ ٹن	۱،۳۳،۷۱،۶۸۰
کچا اون	۳۰،۷۹،۸۹،۳۱۹ پونڈ	۲،۶۴،۵۵،۸۳۵
اونی پارچہ		۱۰۰۷،۸۱،۵۵۹

[1] اس میں برما بھی شامل ہے۔

اسکے علاوہ اوسطاً ۰۰۰،۰۰۰،۲۰ کھالیں ۰۰۰،۰۰۰،۱،۲۵۰ روپیہ قیمت کی فروخت۔ گذشتہ تین سال کی تجارتی ترقی کا ثبوت ہے کہ گذشتہ ۳ سال میں ۰۰۰،۰۰۰،۵۰،۳ روپے کا اون اور اونی مال باہر بھیجا گیا اور ۰۰۰،۰۰۰،۱۰،۳ روپے کا مال ممالک غیر سے آیا۔

غیر ممالک کو بھیجا جانیوالا اون کا بڑا حصہ دریوں کا اون ہے جس تجارت میں ہندوستان سے ایک اہم مقام!

حاصل کر لیا ہے۔ عمدہ درجہ کا اون جو غیر ممالک سے یہاں آتا ہے کمبل اور جوزری) وغیرہ کے کام میں آتا ہے ۱۹۳۶ء میں ۰۰۰ء۶۸۰ پونڈ اون ۱۹۳۷ء میں ۰۰۰ء ... پونڈ اور ۱۹۳۸ء میں ۰۰۰ء۳۰ ... پونڈ اون غیر ممالک سے آیا۔ امپیریل کونسل کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی اون کی اصلاح کر کے اس ضرورت کو پورا کیا جائے اور غیر ممالک سے اون منگانا بند کیا جائے جنگ کی حالت سے یہ سوال نہایت ضروری ہو گیا ہے ہندوستان میں بیشتر اون آسٹریلیا سے آتا ہے اور جہازوں کے ذریعہ اون کا آنا غیر یقینی سا ہو گیا ہے۔

دریوں کا اون اور ... دریوں کو غیر ممالک میں بھیجنے کے باعث ہندوستان کا درجہ اہم ہونے پر بھی ہندوستانی اون اور دریوں کی دنیا کے تجارتی مرکزوں میں وہ قیمت نہیں حاصل ہوتی جو فارس کی دریوں کی ملتی ہے۔ اس کا سبب دریوں کی بناوٹ میں معمولی اون کو کام میں لانا ہے۔ عمدہ درجہ کی دریاں بنانے کے لئے ہندوستانی کاریگروں کو چمکدار اون استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ زمانے میں یہ اون کم مقدار میں ہوتا ہے۔ اس اون کے بھیڑ کی ایک دو نسلیں کشمیر اور بلوچستان میں رہیں۔

غیر ممالک کو بھیجے جانیوالے حسب ذیل اون اور دریوں سے ہندوستان کی فوقیت ظاہر ہوتی ہے۔

ملک	۱۹۳۸ء میں دریوں کے اون کی لاکھ پونڈ میں پیداوار	باہر بھیجے جانیوالی دریوں کا اون لاکھ پونڈ میں
چین	۱۱۰٫۰	۸٫۴
ہندوستان	۱۰۰٫۰	۴۹٫۵
فرنچ شمالی افریقہ کی نوآبادی	۶۹٫۲	۲۰٫۵
ترکی	۶۹٫۷	۱۳٫۴
ایران	۴۴٫۰	۱۹٫۷
(۱۹۳۶-۳۷ء)		
عراق	۱۸٫۲	۱۰٫۱
شام اور لیبیا	۱۲٫۱	۳٫۹
میکسیکو	۱۰٫۳	نہیں کے برابر
(۱۹۳۸ء)		
منچوریا	۱۰٫۰	۳٫۲
میزان	۴۳۴٫۷	۱۳۹٫۶

۱۹۳۹ء میں ...۰۰۰ء۹۹ پونڈ دریاں اور ... غیر ممالک میں بھیجے گئے۔ نیویارک کے انڈین گورنمنٹ ٹریڈ کمشنر اپنی حال کی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ ہندوستانی دریوں کا اون امریکن دری بنانے والوں میں مقبول ہو رہا ہے کیونکہ دیگر اونوں کی بہ نسبت یہ کم سکڑتا ہے۔ روئیں بھی لمبے ہوتے ہیں اور رنگ بھی عمدہ ہوتا ہے۔ رپورٹ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ امریکہ اس اون کو زیادہ مقدار میں خرید سکتا ہے لیکن مندرجہ ذیل حالات میں

اگر ہندوستان سے غیر ممالک کو مال بھیجنے والے تاجر امریکہ کے تاجروں کی تجارتی اور کاروباری ضرورت پوری کرنے کو تجارت میں مستعدی دکھلائیں تو امریکن تجارتی مرکزوں میں ہندوستانی اون کو ترقی دیا سکتی ہے۔ ہندوستان امریکن تجارتی حلقوں میں چین، ارجنٹائن، ممالک متحدہ امریکہ، ایشیائے کوچک اور ایران کے ساتھ ساتھ حصہ لیتا ہے۔

۱۹۳۹ء میں ہندوستان نے امریکہ کو تقریباً ۰۰۰ء۰۰۰ء۵ ڈالر کی دریاں اور ۰۰۰ء۰۰۰ء۲۰ ڈالر کا اون آزادانہ طور پر بھیجا ۱۹۲۹ء میں اون، جوٹ اور جوٹ کی تیار شدہ اشیاء ممالک متحدہ امریکہ میں پہنچیں۔ ہندوستانی اون کا درجہ دوسرا رہا۔ ۱۹۳۰ء میں منگائے جانیوالے مال میں اس سے بھی ایک بڑا اضافہ ہوا۔

لمبی اور لچیلے اون والے بھیڑوں کے میل سے بھیڑوں کی نسل تیار کرنے کے سلسلے میں امپیریل کونسل آف ریسرچ نے باہر سے بھیڑیں منگا کر اون میں اصلاح کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن موجودہ بھیڑ پالنے کے کام میں ترقی شدہ اسکیموں کے نتیجے حاصل کر کے اور اسی عرصہ میں ایک وسیع بھیڑوں کی نسل چھانٹنے بھیڑوں کی بیماریاں اور دیگر قابل نظر انداز باتوں پر غور اور تحقیقات کی جائے۔ امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ نے ایک تجویز امپیریل ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ عزت نگر میں ایک اون کا سنٹر کھولنے پر غور کیا ہے۔

(انڈین انفارمیشن)



ہمارے جانور



صوبہ یو۔پی اور مویشی

(از جناب صورت سنگھ وٹرینری انسپکٹر سرکل مرادآباد)

یوپی کے اضلاع میں عام طور پر مویشی سقیم الحال دبلے اور کمزور نظر آتے ہیں۔ اگر ان کی خبرگیری اچھی طرح کی جائے اور چارہ مناسب دیا جائے تو یقین ہے اُن کی نشو و نما مکمل ہوگی۔ زیادہ قوی اور مزید العمر ہونگے۔ قدرتی طاقت مدافعت ان میں بڑھ جائے گی، بالفرض اگر وہ چھوت کے روکنے کے ناقابل ہونگے تاہم مرض کا مقابلہ بخوبی کر سکیں گے۔ جسمانی قدرتی طاقت مدافعت ایسی چیز ہے جس پر ہمیں بھروسہ کرنا چاہیئے اور اسی سے مرض کا استیصال ہوتا ہے۔ اگر خوراک و غور و پرداخت کی غفلت کے باعث جانور کمزور اور لاغر ہو جائیں گے تو یاد رہے کہ اگر قرابادین حیوانات کی تمام ادویات بھی مریض کو کھلائی جاویں گی تو وہ نہیں بچے گا۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ کاشتکاری کا دار مدار مویشیوں پر ہے۔ کاشتکاروں کے ذریعہ معاش یہی جانور ہیں۔ انھیں سے بہت سی ضروریات زندگی حاصل کرتے ہیں۔ ہندو مذہب کی رو سے ان پر شفقت و مہربانی کرنا لازم ہے بلکہ ان کا اعزاز و احترام واجب ہے۔ پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے جانور آئے دن مبتلا مرض رہتے ہیں۔ جب کاشتکاری کا وقت آیا تو بیل بیمار۔ جب بچہ کو دودھ کی ضرورت پڑی تو گائے ندارد۔ یہ مالکان کا قصور ہے۔ وہ مویشیوں کے ساتھ بے اعتنائی اور حد درجہ کی غفلت اور لاپرواہی برتتے ہیں۔

دیہاتوں میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ کثیر تعداد جانوروں کی پالتے ہیں جن کی کما حقہ نہ تو خبرگیری کر سکتے ہیں اور نہ خورد و نوش کا سامان مہیا کر سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُنکے جانور دبلے اور کمزور ہوتے رہتے ہیں جسب دلخواہ نہ تو اُن سے کام لے سکتے ہیں اور نہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ تھوڑے جانوروں کی نگہداشت اچھی طرح کی جا سکتی ہے اور اُن کا انتظام پرورش سہل اور سادہ ہوتا ہے۔ کمی تعداد کی وجہ سے ان میں کسی متعدی مرض کا اس قدر خطرہ یا اتفاقی حادثات کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا جس قدر کہ کثیر تعداد جانوروں کے باڑے میں رکھنے سے ہوتی ہے۔ مالکان کو چاہیئے کہ جانوروں کی تعداد اپنے پاس اُس درجہ رکھیں جن کی خاطر خواہ نگہداشت کر سکتے ہوں اُس وقت اُنکے جانور Standard جانور ہو سکیں گے اور حسب دلخواہ فائدہ اُٹھا سکیں گے۔

مویشیوں کی رہائش کا معقول انتظام ہونا چاہیئے یہ یاد رہے کہ جب مویشی شدت مینہ میں رہیں گے یا ایسے مقام پر باندھے جائیں گے جہاں پانی بھرا ہوا ہو۔ یا ایسی جگہ پر رکھے جائینگے جہاں گرمی کی فصل میں دوپہر کی دھوپ سے اور جاڑے کے موسم میں رات کی اوس اور سردی سے بچانے والی کوئی چیز نہ ہوگی تو لامحالہ وہ بیمار پڑ جائیں گے۔ مگر افسوس کہ مالکان مویشی اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک



جرسی گائے۔ یہ بہت دودھ دیتی ہے۔

کرتے ہیں ۔ جس مکان میں مویشی رکھے جائیں چاہیئے کہ اس کی زمین آس پاس کی زمین سے بلند ہو ۔ پانی اچھی طرح سے نکل جایا کرے روشنی بخوبی آسکے ۔ دروازے ایسے ہوں کہ آمد و رفت میں دقت نہ ہو ۔ ہوا صاف آئے اور فاسد نکل جائے ۔ مکان کے گرد و نواح کی زمین صاف ہو چاہیئے ۔ گوبر ہر وقت اٹھا ڈالا جایا کرے ۔

محکمۂ زراعت کی طرف سے قریب قریب بیل اور بھینسا ہر جگہ نسل کشی کے واسطے مہیا کئے گئے ہیں ۔ مالکان مویشی کو چاہیئے کہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور خاطر خواہ فائدہ اس وقت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ قرب و جوار کے گاؤں سے خراب نسل کے کمزور اور پستہ قد بیل کو خصی کرا دیں ۔ خراب نسل کے پیدا ہونے ۔ سانڈوں کے واسطے تھان مقرر کریں اور ان کی نگہداشت رکھیں ۔ ادھر ادھر مارے پھرنے سے قابو سے ہو جاتے ہیں کھیتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور باعث فساد ہوتے ہیں ۔

مویشیوں کی وبائی بیماریاں اکثر اوقات بڑی شدت سے پھیل جاتی ہیں جس کی وجہ سے بیشمار مویشی مرجاتے ہیں اگر مالکان مویشی تھوڑی احتیاط سے کام لیں تو بڑی حد تک نقصان سے بچ سکتے ہیں ۔ عام طور پر وبائی امراض میلوں اور منڈیوں سے پیدا ہوتے ہیں ۔ جب کوئی جانور ایسی جگہ سے خرید کیا جاوے تو اس کو دس روز تک اپنے اور گاؤں کے جانوروں سے علیحدہ رکھیں اور حفاظت کریں ۔ علیحدگی کا زمانہ مشتبہ متعدی مرض کے انکیوبیشن کا زمانہ ہوتا ہے ۔ اگر وہ کسی مرض میں مبتلا ہے تو علامات مرض کی ظاہر کرے گا ۔

بیمار ہو کر مرجائے تو اس کی لاش کتوں اور گیدڑوں کی ضیافت کے واسطے نہ چھوڑ دینی چاہیئے بلکہ اس کی لاش معہ چمڑہ ایسی جگہ دفن کر دینا چاہیئے جہاں مویشیوں کی عام گذرگاہ نہ ہو ۔ جب کسی

ـہ گاؤں میں وبائی مرض پھیل جائے ۔ مذکورہ بالا طریق پر لاشیں دفن کر دی جائیں اور اپنے مویشیوں کو دوسرے گاؤں میں نہ جانے دیں ۔ ڈاکٹر مویشی اور اسٹاک مین کو فوراً اطلاع دینی چاہیئے اور جو تدابیر وہ بتلائیں ان پر لوگ عمل کریں ۔



ایک مندرست ناگوری گائے

مویشیوں کی ترقی

(از جناب ... مدن کھیلاہان ... سپکٹر (الموڑہ)

انسان کی جسمانی ، اقتصادی ، سماجی ... ترقی کے لئے مویشیوں کی ترقی کا ہونا ضروری ہے ۔ چونکہ انسان کی تندرستی کا انحصار بھی مویشیوں کی تندرستی پر ہے اس لئے مویشیوں کے بارے میں انسان کی ذمہ داری بہت زیادہ اور اہم ہے ۔

جسمانی ترقی کے لئے مویشیوں کی ترقی کی ضرورت ۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ انسان کی بہترین غذا دودھ ہے ۔ بیماری حالت میں دودھ نہایت بہترین غذا ثابت ہوتا ہے خصوصاً ملیریا کی بیماری میں جب کنین سے علاج کیا جاتا ہے تو دودھ بہت مفید ثابت ہوتا ہے کیونکہ کنین ملیریا کے جراثیم کے ساتھ ساتھ جسم کے محافظ سفید ذرات کو بھی کچھ حد تک مار دیتی ہے جس سے بیمار کو بڑی کمزوری محسوس ہوتی ہے ۔ دودھ سفید ذرات کی کمی پوری کر کے بیمار کی کمزوری جلد دور کر دیتی ہے ۔ ترائی یا بھابھر میں رہ کر ہم یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس مویشیوں کی تعداد زیادہ ہونے سے دودھ کی افراط ہے ان کو ملیریا بہت کم ستاتا ہے ۔ مثلاً جاٹ و گوجر قوم کے لوگ جو اکثر اپنے مویشیوں کے ساتھ ترائی یا بھابھر کے جنگلوں میں رہتے ہیں ۔ اس واسطے جسم کو تندرست رکھنے کا واحد طریقہ مویشیوں کی ترقی ہے ۔

اقتصادی ترقی کا خاص سبب مویشیوں کی ترقی۔ گیتا میں اقتصادی ترقی چاہنے والوں کو بھگوان گوپال نے ہدایت کی ہے کہ جو لوگ مویشیوں خصوصاً گائے کے پالنے اور زراعت کی طرف سے غفلت برت کر صرف تجارت ہی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں اور مرتے وقت پچھتاتے ہیں۔ دنیا کا تجربہ بتلاتا ہے کہ دولت کی دیوی آخری پناہ وہیں لیتی ہے جہاں زراعت اور مویشیوں کی ترقی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ باقی لوگ کتابوں کی خیالی جنت کے خواب میں سردی بھوک برداشت کرکے دوسرے جنم کی آسائشوں کی امید میں اپنی جان دیتے ہیں یا اُن زراعت پیشہ یا مویشی پالنے والوں کو اپنی خیالی جنت کی تعریف سُنا کر اُنکے گھروں میں ڈاکہ ڈال کر فرار ہو جاتے ہیں اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے ایک خطرہ چھوڑ جاتے ہیں۔

سماج کی ترقی میں مویشیوں کی ترقی سے مدد:۔ دودھ، گھی، مکھن وغیرہ استعمال کرکے جو انسان اپنے جسم کو طاقتور بناتا ہے اور زراعت اور مویشیوں کی دولت جس کے پاس ہے وہی اپنے سماج اور ملک کی خدمت اچھی طرح کر سکتا ہے۔ کمزور اور مفلس انسان اپنے ملک اور سماج کے لئے ایک بار ہوتا ہے جس سماج میں غریب اور کمزور لوگ ہوتے ہیں اسکا وجود صرف دوسرے سماجوں کے لئے ہے نہ کہ اپنے لئے۔

روحانی ترقی۔ بھگوان شیو مہادیو کے سب سے بڑے دیوتا ہونے میں کسی ہندو کو کوئی عذر نہیں ہے۔ انھیں بھگوان شیو کی سواری قابل لوگوں نے نندی (سانڈ) کو تسلیم کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ بغیر نندی کی پوجا (خدمت) کے شیو کی پوجا نہیں ہو سکتی۔ جہاں نندی رہتا ہے وہیں شیو جی ہمیشہ خوش ہو کر رہتے ہیں اور منگل کرتے ہیں۔ اسلئے شیو سے منگل چاہنے والوں کو چاہئے کہ وہ نقلی نندیوں کی پوجا چھوڑ کر اصلی سانڈوں کی خدمت کریں اور دیکھیں کہ ایسا کرنے سے اُنکے گھروں میں کچھ برکت آتی ہے یا نہیں۔

ہمارا صوبہ آگرہ و اودھ کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ آگرہ میں متھرا برندابن ہے جہاں ایک بار بھگوان کرشن نے اپنے بچپن میں گائے کی خدمت کرکے گوپال نام حاصل کیا۔

اودھ میں رگھو ونش کے راجہ دلیپ ہوئے جنھوں نے نندنی (گائے) کی خدمت کرکے اپنا بنس بڑھایا اسی بنس میں کچھ پشتوں کے بعد ہندوستان کے اوتار رامچندر ہوئے جس صوبے کو رام اور کرشن جیسے اوتار پیدا کرنے کا فخر ہو اُسکو ایک بار پھر گایوں کی خدمت کرکے اس بات کی آزمائش کرلی چاہئے کہ ہم پھر اپنی شوکت و ثروت میں ترقی کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ وہی گنگا ہے وہی جمنا ہے اور وہی سرجو ہے۔ ہمالیہ کے میدان اور چوٹی بھی وہی ہے صرف ہم وہ انسان نہیں رہے جنھوں نے رام اور کرشن جیسی ہستیاں پیدا کیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ بیٹا اپنے بزرگوں سے جن کی ملکیت کا وہ استعمال کرتا ہے سانڈ کو گواہ کرکے شرادھ کرکے نجات پاتا ہے۔ اپنے اپنے بزرگوں سے شردھا اور بھگتی (عقیدت) ظاہر کرنے کو شرادھ کہتے ہیں اور شرادھوں میں سب سے اچھا شرادھ نندی مکھ شرادھ مانا جاتا ہے اسلئے انسان کی اپنی جسمانی، اقتصادی، سماجی اور روحانی ترقی کے لئے اور اپنے بزرگوں اور دیوتاؤں کے متعلق اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے مویشیوں کی ترقی ایک نہایت سہل طریقہ ہے۔

ذریعہ ۔ جس صوبہ میں ہردوار سے لیکر گورکھپور تک کی لمبی چوڑی ترائی ہو، جس میں ہاتھی سے لیکر خرگوش تک سبھی بڑے چھوٹے حیوان جنگلوں میں آرام سے رہتے ہیں۔ جس صوبے میں ہمالیہ کے میدان ہیں جن میں لاکھوں بھیڑ بکریاں پل کر صوبہ کے اون اور گوشت کی مانگ کو پوری کر سکتی ہیں۔ اس صوبہ کے باشندے مویشیوں کے لئے دوسرے صوبوں کا مُنہ دیکھتے رہیں تو اس لاپرواہی اور کمزوری پر اظہار تعجب کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں خرچ کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو صوبہ کروڑوں روپئے خرچ کرکے گنگا، جمنا اور شاردا جیسی بڑی ندیوں کو پلٹ سکتا ہے۔ وہ صوبہ اس حقیقی ترقی کی راہ میں بھی چند کروڑ روپئے خرچ کر سکتا ہے۔ جب پانی اور لکڑی بغیر کچھ خرچ کئے ہوئے ہم کو نہیں مل سکتی تو دودھ، مکھن، گھی، اون اور چمڑہ جیسی قیمتی چیزیں بغیر خرچ کئے ہوئے کیسے مل سکتی ہیں؟

مویشیوں کی ترقی کے لئے کام کرنیوالوں کا حوصلہ ہمارے صوبے نے ابھی تک نہیں بڑھایا اس لئے اس کام میں عوام کو دلچسپی نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ مذکورہ بالا اچھے اچھے ذرائع کے ہونے ہوئے بھی ہمارے صوبہ میں بیکاری اور غریبی اُڑیسہ کے علاوہ تمام صوبوں سے زیادہ ہے۔ اُن بچوں کے دماغ کی ترقی کی ہم کیسے ترقی کر سکتے ہیں جن کو کھانے کے لئے صرف تھوڑے سے چنے اور نمک ملتا ہے۔

ہمارے صوبہ میں کھیتی کرنے والوں اور گائے پالنے والوں کا درجہ سماجی لحاظ سے بہت پست سمجھا جاتا ہے اور کتابی تعلیم حاصل کرنیوالوں کو بہت اعلیٰ درجہ دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ ہل اور بیل کو چھوڑ کر کتابی علم میں فاضل بنکر سب کو بے بنیاد ویکنٹھ کی باتیں سناتے پھرتے ہیں عملی کام وہ کچھ نہیں کرتے۔

بھری (ضلع ہمیرپور) میں گرام سدھار

(از منشی پی۔ آئی۔ داس سرپنچ جیون سدھار سبھا بھری (ہمیرپور))

ہمارے ضلع میں گرام سدھار کی اسکیم پہلے پہل ۱۹۳۵ء میں شروع کی گئی۔ شروع ۱۹۳۶ء میں مجھے جیون سدھار سبھا کا سرپنچ چنا گیا۔ ابتدائی دور میں ذاتی طور پر مجھے اس اسکیم سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کیونکہ یہ قدرتی بات ہے کہ ہم دیہات والے بہت شکی واقع ہوئے ہیں جب تک ہم لوگ عملی طور پر کسی کام کو ہوتا نہ دیکھ لیں اس وقت تک اسکی خوبی ہمیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی ہمارے دل میں اس کام کے کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے مگر ہمارے قابل آرگنائزر منشی محمد اکبر صاحب بیگ کی ان تھک کوششیں ہمارے پرانے خیالات کو بدلنے میں برابر جاری رہیں۔ اور انھوں نے سب سے پہلے ہماری ضرورتوں کے مدنظر ایک ہفتہ وار جریدہ ... کا بازار لگوایا جسکی عدم موجودگی میں ہمیں دوسرے ضروریات زندگی کیلئے دو بڑے بازار کا محتاج بننا پڑتا تھا۔ حتیٰ کہ ترکاری بھی ہم ہر بار ادھر سے لاتے تھے جو کہ ہمارے گاؤں سے سات اٹھ میل کی دوری پر ہے غرضکہ اس قسم کے دوسرے بہت سے فائدے کے کام عملی طور پر ہمارے یہاں کئے گئے جنکا آگے چلکر میں اختصار کے ساتھ ذکر کرونگا۔ میری و دیگر باشندگان کی دلچسپی گرام سدھار کے ساتھ دن بدن بڑھنے لگی

دسمبر ۱۹۴۰ء میں پنڈت کاشی ناتھ جی گرام سدھار افسر ہمارے گاؤں میں تشریف لائے انکی ہمدردانہ بات چیت نے ہمارے دلوں میں پہلے سے زیادہ جوش بھر دیا جنوری ۱۹۴۱ء میں ہمارے سالانہ میلہ کے موقع پر بہ اہتمام بابو پرتاب بہادر چودھری آر۔ ڈی۔ انسپکٹر نمائش ہوئی اس میں ڈنگل ٹورنامنٹ اور دیہاتی دستکاریاں اور پیداوار کے نمونے دکھائے گئے۔ کلکٹر صاحب بہادر ضلع و دیگر افسران ضلع نے بھی اسکا ملاحظہ کیا اور فرمایا کہ انھوں نے اس سے پہلے دیہات میں ایسی نمائش کبھی نہیں دیکھی دیہات والوں نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا۔

ہم لوگوں کی خوش قسمتی سے پنڈت لکشمی چند پالیوال انگوٹھا ہمارے چیرمین اور پردھان جی سکریٹری مقرر ہوئے ان صاحبان نے ایسی دلچسپی سے کام کیا۔ کہ ضلع میں گرام سدھار کی دھوم ہو گئی۔ ہمارا گاؤں امسال پھر ایک شیلڈ کیلئے منتخب کیا گیا ہے ایک زرعتی بیج گودام قائم ہو گیا ہے جس سے ترقی شدہ بیج اور زیادہ ہر سال تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک اوشدھالیہ قائم ہو گیا ہے اس سے گاؤں والوں کو بہت فائدہ پہنچا ہے اسکے علاوہ دوائیوں کے بکس دوسرے مواضعات کو بھی دیئے گئے ہیں ایک لڑکیوں کا اسکول کھولا گیا ہے جس میں لڑکیوں کی تعلیم کے علاوہ بالغ عورتوں کو پڑھانے اور دستکاریاں سکھانے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اسکول کی ٹیچر مس جوزفین آبادرسے ٹریننگ پا کر آئی ہیں۔ لڑکیوں کی صفائی و تندرستی کی طرف بہت توجہ دیتی ہیں جن سے بچوں کی تندرستی پر اچھا اثر پڑ رہا ہے ترقی دادہ گاؤں بھٹیاں بنانیکا کام شروع کردیا گیا۔ ہے۔ اس کام سے دیہات میں بہت خوشی ہوئی۔ اور اتنا فائدہ ہوا کہ وہ ایک گھنٹہ میں جتنا گڑ بناتے تھے اس سے تین گنا بنانے لگے۔ اور جتنا ایندھن ایک کڑھاؤ میں لگتا تھا اتنے ایندھن میں چار کڑھاؤ تیار کرتے ہیں ہمارے گاؤں میں نئی ایک کنوئیں درست ہوئے۔ اور انکی صفائی ہوئی جسکا دیہات والوں کی تندرستی پر اچھا اثر پڑا۔ چالیس راشندان لگائے گئے۔ اور ابھی لگتے چلے جا رہے ہیں۔ گھورے باقاعدہ گڈھوں میں آبادی سے ہٹ کر رکھے جانے لگے ہیں اور اس کھاد سے پیداوار میں بہت ترقی ہوئی ایک پنچایت گھر بنانے کیلئے مقامی زمینداران سے جگہ لی گئی ہے اور محکمہ امداد باہمی کی سوسائٹی نے دو سو روپیہ بھی اسکے لئے منظور ہو چکا ہے۔ نابدانوں کا جو پانی عام راستوں پر بہتا تھا اور جس سے مختلف بیماریوں کے کیڑے پیدا ہوتے تھے اب کوئی بہتے ہوئے نظر نہیں آتے سب سوختہ گڈھے بنے ہوئے ہیں۔ جس سے گاؤں کی صفائی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ راستے عام طور پر صاف رہتے ہیں۔ اور انکی صفائی کا مستقل انتظام کردیا گیا ہے۔ گرام سدھار کے فنڈ میں اضافہ کرنے کے لئے اور گاؤں کی دوسری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے "دھرم گولا" کا طریقہ رائج کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح سے وہ اپنی مدد آپ کرنا کے اصول کو عملی جامہ پہنا سکیں گے۔ لوگوں نے اسکو بہت پسند کیا۔ اُمید ہے کہ ایک دو سال ہی میں ہمارے پنچایت فنڈ میں کافی رقم ہو جائیگی۔ اس گاؤں میں ترقی نسل مویشیان کیلئے تین سانڈ دیئے گئے ہیں جو بہت موزوں ثابت ہوئے ہیں۔ اس گاؤں میں یہ عام رواج تھا کہ لوگ مویشی اپنے گھر کے دروازے کے سامنے باندھتے تھے۔ جو تندرستی کے لئے بہت مضر تھا۔ لیکن اب انکو دروازے سے علحدہ باندھا جانے لگا ہے اور ان کے نیچے مٹی اور گھاس پھوس بچھا دی جاتی ہے، جو پیشاب میں ملکر کھاد کا کام دیتی ہے، چار اکھاڑے بنائے گئے ہیں۔ اور ایک کتب خانہ کھولا گیا ہے جس سے نہ صرف اس گاؤں والے بلکہ ارد گرد کے دوسرے مواضعات کے لوگ بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ مدرسہ بالغاں قائم ہے پڑھانے کے علاوہ اسکاؤٹنگ۔ والی بال۔ فٹ بال اور لاٹھی ڈنڈا وغیرہ سکھائے جاتے ہیں اور سامان کھیل بھی دیہات میں تقسیم کئے گئے ہیں ایک بھجن منڈلی بھی قائم ہے۔ اس سال جبکہ یہ اسکیم شروع ہوئی کہ اسکاؤٹوں کو وردی دی جائے اور معمولی پریڈ وغیرہ سکھائی جائے۔ پہلے تو گاؤں والے اس سے بہت گھبرائے کہ کہیں وہ لڑائی میں تو نہیں بھیجے جا رہے ہیں۔ مگر آرگنائزر صاحب جو کہ ایک قابل اور ہوشیار آدمی ہیں اور بہت محنت سے کام کرتے رہتے ہیں لوگوں کو سمجھا بجھا کر اس بات پر آمادہ کرلیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس وقت اس گاؤں میں بیس اسکاؤٹوں کا ایک ٹروپ ہے اور اُمید ہے کہ اس میں ترقی ہوجائے گی ہمیں اُمید ہے کہ ہم لوگ مقامی ضلع کے گرام سدھار کارکنان و افسران کی مہربانی سے مزید ترقی کرکے اپنے صوبے کے لئے ایک مثال بنیں گے۔

اپنے گھروں میں پناہ کے کمرے بنائیے

دیوار کے سہارے بھول کر بھی نہ بیٹھئے

حکومت ہند کے محکمہ شہری دفاع نے "ہوائی حملوں سے حفاظت" نامی کتابوں کے سلسلہ میں نمبر ۶ کا رسالہ شائع کیا ہے جس کا نام "ہوائی حملوں سے بچنے کے لئے گھروں میں پناہ گاہ" ہے۔ رسالہ کے پہلے حصہ میں اُن مختلف تدابیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کے ذریعے ہوائی حملوں کے وقت تقریباً ۱۲ نفوس کا کنبہ اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔ کثیر تعداد اشخاص کو پناہ دینے کے مسئلے پر اسی سلسلہ کے پانچویں رسالہ "ہوائی حملوں سے بچاؤ کے پناہ کے کمرے" میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا پہلے حصہ کی قیمت دو آنے ہے اور اس میں پناہ کے کمروں کے سلسلے میں خاص طور سے بتایا گیا ہے۔ دوسرا حصہ تیار ہو رہا ہے۔ اُس میں ہوائی حملوں سے حفاظت کی کھائیوں کا ذکر ہے۔ تیسرے حصے میں بتایا گیا ہے کہ ہوائی حملوں سے بچنے کے لئے گھروں میں زمین کے اوپر کس طرح انتظام ہو سکتا ہے۔ چوتھے حصے میں پناہ کے ایسے انتظام کا ذکر ہے جس میں آدھا حصہ زمین کے نیچے رہتا ہے۔

پہلے حصے کو نصادیر سے مزین کیا گیا ہے۔ اور اسکی کاپیاں تمام صوبہ جاتی حکومتوں کے پاس بھیجدی گئی ہیں۔ تمہید میں بالترتیب بتایا گیا ہے کہ جب ایک بڑا پھٹنے والا بم، جس میں فوراً جل اٹھنے والا پلیتہ لگا ہو، زمین پر گرتا ہے تو کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دیر سے جلنے والا پلیتہ جس بڑے بم میں لگا ہو وہ جب پھٹنے سے پہلے زمین میں گھس جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے۔

پناہ لینا

رسالہ میں سب سے پہلے ہوائی حملے کے وقت پناہ لینے کا سوال اٹھایا گیا ہے۔ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ پناہ لینے کے کمرے کا انتخا کس طرح کرنا چاہئے اور اسکے دروازوں اور کھڑکیوں کی حفاظت کا انتظام کس طرح دھوپ میں سکھائی ہوئی اینٹوں یا مٹی کی دیواروں کھڑی کر کے بانس، چٹائی یا پرانے صندوقوں کی ٹٹی تیار کر کے کرنا چاہئے۔

ہوائی حملوں کی رپورٹوں سے حاصل ہونیوالے تجربوں کی بناپر ایک تصویر تیار کی گئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ مختلف طریقوں سے پناہ لینے میں کتنا خطرہ رہتا ہے۔ پناہ لینے کے ان طریقوں میں خاص سڑک پر لیٹ جانا، کم گہرے نالوں یا دروازوں کے پیچھے کھڑے رہنا مکان یا کسی ایسی جگہ میں جس کا بالائی حصہ اور بازو کے حصے ڈھکے ہوئے ہوں چھپ جانا، پناہ لینے کے کمرے یا کسی باغ کی پناہ گاہ میں جانا وغیرہ ہے۔ یقیناً آخری تینوں طریقے بہترین ہیں۔

رسالے میں بتایا گیا ہے کہ پناہ گاہ میں اتنی ہی حفاظت ہو سکتی ہے کہ اگر ۵۰۰ پونڈ کا بم ۵۰ فٹ یا اس سے زیادہ فاصلے پر پڑے تو نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر نسبتاً چھوٹا بم کچھ اور قریب گرے تو حفاظت ہو سکتی ہے جاپانیوں نے اب تک جتنے بم برسائے ہیں اُن میں زیادہ تعداد انسانوں کو نقصان پہنچانیوالی ہوتی ہے اور انکے برسنے وقت جو لوگ کھائیوں میں چھپ گئے ہیں انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ کچھ بم کھائیوں سے صرف ۶ فیٹ کے فاصلے پر ہی گرے ہیں تو بھی کھائیوں میں چھپے ہوئے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا ہے۔

پناہ گاہ یا پناہ کا کمرہ

گھروں یا چھوٹی عمارتوں میں رہنے والے کو پناہ دینے کے دو طریقے ہیں۔

پہلا تو یہ ہے کہ گھر سے ملا ہوا یا علیحدہ ایک پناہ کا کمرہ بنوایا جائے۔ دوسرا یہ ہے کہ گھر کے باعث پناہ کی جو سہولتیں حاصل ہیں اس میں ایک حفاظت کا خاص کمرہ بنوا کر اضافہ کیا جائے۔

پہلا طریقہ دوسرے کی بہ نسبت کچھ اچھا ہے اور اس میں نسبتاً زیادہ پناہ ملتی ہے۔ لیکن زیادہ خرچ اور جگہ کی قلت کے باعث اس پر غور نہیں کیا جا سکتا۔

اگر پناہ کا کمرہ ہوشیاری سے تیار کیا جائے تو قریب قریب اُتنی ہی حفاظت ہو سکتی ہے جتنی کہ باہر والے پناہ کے کمرے میں ہو سکتی ہے۔ بیشتر کنبہ والے اشخاص اسی تدبیر پر عمل کرینگے۔ عام اشخاص اپنے گھر میں ہی رہنا پسند کرینگے۔ مکان کے اندر پناہ کا انتظام ہونے پر شہری آرام سے سو کر رات گزار سکتے ہیں۔ اور اگر دن میں ہوائی حملہ ہو تو وہ فوراً پناہ لے سکتا ہے۔

اگر پناہ کے کمرے کا انتخاب ہوشیاری سے کیا گیا ہے اور اُسے مفید بنانے کے لئے دیگر ضروری کارروائیاں کرلیگئی ہیں تو اُس میں شہری کی حفاظت کافی ہو سکتی ہے۔

ایک خطرناک فعل

پناہ کے کمرے یا کسی بھی پناہ گاہ میں پناہ لیتے وقت دیوار کے سہارے نہ بیٹھئے یا

کسی بھی شکل میں دیوار کے سہارے اپنی پیٹھ نہ لگائیے۔ یہ ایک بہت ہی خطرناک عمل ہے کیونکہ ایسی حالت میں قریب کے کسی بم پھٹنے کے باعث موجود زبردست دھکے سے آپ کو بھاری نقصان یا بہت ہی خطرناک صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ یہ اس حالت میں بھی ممکن ہے جب نہ تو دیوار کو کوئی نقصان پہنچا ہو اور نہ اس کے اندر ہی کسی نقصان کے پہنچنے کا کوئی احتمال نظر آتا ہے۔

اسلئے ہمیشہ دیوار سے دور بیٹھئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیوار اور آپ کے درمیان جو فاصلہ ہے اسکی وجہ سے دھکے کا اثر زائل ہو جائیگا۔

کھلے میدان میں کیا کرنا چاہئے؟

اسی رسالے کے پہلے حصے میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہوائی حملہ ہونے کے وقت اگر کوئی شخص کھلے میدان میں ہو تو اسے زمین پر کہنیوں کے بل لیٹ جانا چاہئے۔

رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ سب سے زیادہ یاد رکھنے کی یہ بات ہے کہ جب بم پھٹتا ہے تو بم کے اندر کے ٹکڑے اور ملبہ سب کچھ باہر اور اوپر کی طرف اڑتا ہے۔ اسی لئے اگر بڑے اور پھٹنے والے بم نیچے گر رہے ہیں اور پناہ گاہ قریب نہیں ہے تو اس حالت میں زمین پر رہنے کے بجائے اسکے نیچے کسی کھائی میں یا نالے میں رہنا اچھا ہے اور کھڑے رہنے کے مقابلے میں اس میں سمٹ کر بیٹھ جانا یا لیٹ جانا زیادہ اچھا ہے۔

سب سے اچھا طریقہ

سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ انسان کو چہرہ نیچے کی طرف کر کے کہنیاں ٹیک کر ہاتھ سر کے پیچھے لپیٹ کر زمین پر پڑے رہنا چاہئے۔ ایسی حالت میں سینے کو زمین سے کچھ اوپر رکھنا چاہئے تاکہ زمین کے دھکوں سے اندرونی صدمہ نہ پہنچے۔ دانتوں کے درمیان رومال یا ایسی ہی کوئی دوسری چیز دبا لینے سے جبڑے اور زبان کی حفاظت ہوگی۔ اگر بم کہیں قریب پھٹتا ہے تو اس کے ٹکڑے اتنے زیادہ دور تک جا سکتے ہیں کہ قریب کی عمارت کو زیادہ نقصان پہنچے یا وہ بالکل برباد ہو جائے لیکن انسان پر ٹکڑوں کا اثر نسبتاً کم ہوتا ہے۔ جسم پر بم کا ٹکڑا لگنے سے پھیپھڑوں یا دیگر اندرونی اعضا کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لیکن بم جب تک بہت ہی قریب نہ پھٹا ہو اس وقت تک اسکے ٹکڑوں سے زیادہ سنگین چوٹ نہیں پہنچ سکتی۔

اس خیال کی تردید کیجا چکی ہے کہ بم کے ٹکڑے منہ یا ناک کے راستے سے جسم کے اندر داخل ہو جاتے یا انکے ذریعہ منہ اور ناک سے ہوا نکل جانے سے اندرونی چوٹ پہنچتی ہے۔

بم کے پھٹنے سے کان کے پردوں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے کان کے پردوں کی حفاظت کان میں روئی لگانے سے ہوسکتی ہے۔ اگر ممکن ہو تو روئی کو وسلین میں بھگو لینا چاہئے اور پھر اسے آہستہ سے کانوں میں رکھ لینا چاہئے۔ اس سے آواز بھی زیادہ نہیں سنائی دیتی اور دھکے سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔

عمارتوں کے قریب حفاظت کا مسئلہ

دیوار یا محراب بم کے ٹکڑوں یا ہوائی جہاز شکن گولوں کے بجھے ہوئے ٹکڑوں سے حفاظت کرسکتی ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خواہ اندر ہوں یا باہر آپ کو دیوار یا زمین کے ذریعے لگنے والے دھکے سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسلئے دیوار یا کھائیں کے کسی حصہ کے سہارے بیٹھنا یا کھڑے رہنا بہت ہی خطرناک عمل ہے اگر کسی تکیئے یا کوٹ کا استعمال کیا جائے تو حفاظت ہوسکتی ہے۔

اگر کوئی سایہ دار جگہ نہ ملے تو سر اور جسم کے دیگر نازک اعضا کی حفاظت کسی موٹے کمبل، کوٹ یا اگر کچھ نہ ملے تو کسی کھلی کتاب ہی سے کرنی چاہئے۔

کھڑکیاں کھلی رکھئے

اندرونی دیوار کے پیچھے رہنا کسی بیرونی دیوار کے پیچھے رہنے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ ساتھ ہی دروازے یا کھڑکی سیدھی قطار میں رہنا چاہئے۔ کانچ کے ٹکڑوں کا جھٹک کر لگنا بھی خطرناک ہے۔ اگر کھڑکیاں کھلی رہیں تو ان پر دھماکوں کا کم اثر پڑتا ہے اور ان کے ٹوٹنے کا امکان کم رہتا ہے۔ جھٹک کر لگنے والے کانچ کے ٹکڑوں کے سلسلے میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں رسالہ میں تفصیل کے ساتھ بتلایا گیا ہے۔ اگر آپ پناہ میں پہنچ گئے ہیں تو وہیں موجود رہئے۔ یہ دیکھنے کے لئے باہر نہ نکل پڑیئے کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ کتنے ہی افراد باہر نکلنے پر بعد میں گرنے والے بموں سے مر چکے ہیں۔



فیض آباد گرل گائیڈوں کے درمیان مسٹر کنور جسبیر سنگھ سکریٹری گورنمنٹ یوپی اور جناب پنڈت کاشی ناتھ افسر محکمہ گاؤں سدھار یوپی۔

اسکاؤٹنگ اور گاؤں سدھار

(از جناب زنبیر ورما "پربھاکر" ٹیکنیکل افسر گاؤں سدھار یوپی)

ہندوستان کی نجات ہندوستان کے ساڑھے سات لاکھ دیہاتوں کے ازسر نو زندہ ہونے ہی میں مضمر ہے۔ ہندوستانی تمدن ملک کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں ہی میں پایا جاتا ہے لیکن ایک عرصے سے ہمارے دیہاتوں کی تنظیم کمزور ہو گئی ہے اور وہاں خدمت خلق اور امداد باہمی کے جذبات سرد ہوتے جاتے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں گاؤں کے دفاع کا بار گاؤں کے سردار کے ماتحت گاؤں کے نوجوانوں پر ہی ہوتا تھا۔ یہ ٹولیاں قیام امن سے لیکر گاؤں کے چھوٹے بڑے سبھی رفاہ عام کے کام انجام دیتی تھیں لیکن اب گاؤں میں یہ جذبات نہیں رہ گئے۔ اب تو چوری اٹھانے یا آگ لگ جانے باڑی پر ٹیڈیوں کے حملہ کر دینے پر بھی کسان سستی اور کاہلی کی وجہ سے خاموش بیٹھا رہتا ہے اور اس کے دل میں خدمت خلق کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا۔

"درگا شپت شتی" میں لکھا ہے کہ "کلجگ میں تنظیم ہی میں طاقت ہے"۔ نپولین نے بھی کہا تھا "حملہ کرنا ہو تو بڑی تنظیم کر دو۔ جہاں محض زندہ رہنا ہو وہاں غیر منظم بھی رہ سکتے ہو"۔ درحقیقت صرف زندہ رہنے کے لئے خاص تنظیم کی ضرورت نہیں ہے۔ مکمل انسان کی طرح زندہ رہنے اور دنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے خدمت خلق اور تنظیم کا جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے۔ جب تک دل میں دوسروں کی خدمت کرنے کا جذبہ نہ ہو اس وقت تک زندگی زندگی نہیں بلکہ موت ہے۔ کسی کا مقولہ ہے کہ اپنے لئے تو کتا بھی زندہ رہتا ہے لیکن کتوں میں اصلی تنظیم نہ ہونے کے باعث ہی انکو اس قدر ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے دیہاتوں میں جب تک لوگ خدمت خلق کے جذبہ میں سرشار نہ ہوں گے اس وقت تک ہماری زندگی بیکار سی ہے۔

ہمارے دیہاتوں میں ایسے رضاکاروں کی جماعتیں ہونی چاہئیں جو ذات پات اور مذہب کی تفریق کو خدمت خلق کے مقابلے میں ہیچ سمجھتے ہوں اور بڑے چھوٹے یا اعلیٰ ادنیٰ کی تمیز ان کی نظر میں گناہ عظیم سے کم نہ ہو۔ اس کے لئے ہمیں ہر دیہات میں اسکاؤٹوں کی جماعتیں بنانی چاہئیں۔ بچوں کی تعلیم کا انتظام گھر گھر میں ہونا چاہئے۔ اس تنظیم سے ہمارے دیہاتوں میں جسمانی قوت میں اضافہ ہوگا۔ سماج کی خرابیاں دور ہونگی۔ اتحاد اور اتفاق رہیگا۔ خدمت کا جذبہ ترقی کریگا۔ تعلیم کی اشاعت ہوگی، عام کاموں میں ہوشیاری آئے گی۔ اخلاق اور محبت بڑھے گی چھوت اچھوت کی لعنت ملک سے دور ہو جائے گی اور خود اعتمادی اور اصول و قوانین کا احترام کرنا آئیگا اسکاؤٹنگ کے کھیلوں سے تفریح کے علاوہ جسم اور دماغ میں تر و تازگی آئے گی قصہ کہانی، گانا بجانا، تفکرات سے دور رہنا اور عام تقاریب میں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لینا آئیگا۔ ہمارے یہی رضاکار مختلف طریقوں سے دیہات سدھار کا کام کر سکیں گے۔ انکا کام محض دلائل اور زبانی جمع خرچ تک ہی محدود نہ ہوگا بلکہ یہ خود کام کر کے دوسروں کے سامنے نیک مثال قائم کریں گے۔ فوری علاج، بیمار کی تیمارداری، ضرورت کے وقت گاؤں کی نگہبانی، آتش زدگی، طغیانی، ٹڈیوں وغیرہ کے حملوں کے وقت گاؤں کی حفاظت کرنا انھیں نوجوانوں کا کام ہوگا۔ گاؤں کی گندگی گاؤں سے دور کرنا، نالیوں اور کنوؤں کی صفائی کرنا۔ گلی راستے ٹھیک کرنا، گاؤں کی پرتی زمینوں میں درخت لگانا، کھیتی کی مویشیوں سے حفاظت کرنا، خونخوار جانوروں سے گاؤں کو بچانا وغیرہ



گاؤں میں اسکاؤٹوں کے کھیل



بکسر میں دیہاتی اسکاؤٹوں کی ایک ٹولی



فیض آباد میں گرل گائیڈوں کے کھیل

یہ سب کام ہماری یہی رضاکاروں کی جماعتیں انجام دیں گی۔

میلے تماشوں میں انتظام کرنا، مصیبت زدہ بھائی بہنوں کی امداد کرنا بھی انھیں رضاکاروں کے فرائض میں داخل ہوگا۔

آج ہمارا دیہاتی بھائی شہروں میں جاتا ہے تو وہاں کھویا کھویا سا گھوما کرتا ہے اُسے سڑک پر چلنے اور ریل وڈاک کے قواعد نہیں معلوم ہوتے اس لئے ان سبھی مقامات پر اُسے بہت زیادہ دشواریاں ہوتی ہیں اور وہ قدم قدم پر ٹھگا جاتا ہے۔ اگر وہ تھوڑی سی اسکاؤٹنگ کی تعلیم حاصل کرلے تو اسے ان سب دقتوں سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔

ہمارے ملک میں بدقسمتی سے خدمت خلق کی عظمت کو لوگ بھول گئے ہیں۔ اس لئے گاؤں سدھار کا بہت ضروری کام از سر نو لوگوں میں خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ یہ جذبہ کیسے پیدا ہوگا؟ صرف مقصد بنا لینے اور کوری نصیحتیں کرنے سے ایسا نہیں ہوگا۔ یہ مفید عام جماعت اُسی وقت بن سکتی ہے جب کہ سماج میں جو لوگ بہت بڑے سمجھے جاتے ہیں اور اعلیٰ شمار کئے جاتے ہیں وہ لوگ دوسروں کے سامنے خدمت خلق کی مثال پیش کریں۔ جو لوگ خدمت کرنے جائیں وہ اپنے ہاتھ میں پھاوڑا لیکر مٹی کھودیں، گاؤں کی سڑک بنانے کے لئے سر پر مٹی رکھ کر سڑک پر ڈالیں، گڈھے توڑیں، بیماری کے زمانے میں گاؤں میں جاکر خود زخم دھوئیں، غلاظت صاف کریں، مالش کریں اور اپنے بچوں کو خدمت خلق کے لئے اِن جماعتوں میں داخل کریں۔

حقیقی گاؤں سدھار کرنے کے لئے گاؤں میں اسکاؤٹ جماعتیں قائم کرنے کی سخت ضرورت ہے جو گاؤں کی سماجی، اقتصادی اور تمدنی ترقی کا بار اپنے سر لیں۔ صرف آرائش بڑھانے یا شوق پورا کرلینے کے لئے عہد کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے تن من دھن سے قربان کرنے ہوں گے۔ تبھی گاؤں مکمل گاؤں بن سکے گا اور گاؤں والے آرام واطمینان کی سانس لے سکیں گے۔

مگر خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہمارے محکمے نے خاص انتظام کیا ہے۔ جگہ بہ جگہ نوجوانوں کو حروف شناسی کے ساتھ اسکاؤٹنگ کی تعلیم دینے کے لئے بالغوں کے مدرس مقرر کئے گئے ہیں جو دن میں خالی وقت میں گاؤں والوں کو معمولی باتیں، اسکاؤٹنگ کے کام کھیل کود، خدمت خلق کی باتیں بتلاتے ہیں، رات کو اسکول چلاتے ہیں اور ہر ایک گاؤں میں رضاکاروں کی جماعت بنا کر مقابلہ کراکے جوش پیدا کرتے ہیں یہی ٹولیاں گاؤں سدھار کے کام کو سہارا دیتی ہیں ایسی تنظیم ہمیں ہر گاؤں میں کرنی چاہئے۔

خدمت خلق ہی زندگی کا بہترین مصرف ہے۔

گاؤں سدھار نمائش اور میلہ ڈھائی گھاٹ ضلع شاہجہانپور

(از قاضی حسن عسکری بی۔ اے گرام سدھار انسپکٹر ضلع شاہ جہاں پور)

نمائش قائم کرنے کا مقصد پبلک میں معلومات اور مشاہدات کے مادہ کو بڑھا کر اصلاح قائم کرنا اور تجربہ کو بڑھانا ہے اس سے مقابلہ اور مقابلہ میں جیتنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے جو فلاح عامہ کے لئے ترقی کی بہترین صورت ہے نمائش میں مفید اور سبق آموز چیزیں پیش کرکے لوگوں کا اشتیاق بڑھانا مقصود ہوتا ہے سننے اور پڑھنے کی بہ نسبت مشاہدہ کرنے سے بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے اسی بنا پر جُہلا کے لئے نمائش بہترین آلۂ کار ثابت ہوئی ہے۔

اس ضلع میں گنگا ندی کے کنارے ڈھائی گھاٹ نامی مقام پر جو شہر سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر ہے ایک نمائش کرنے کا انتظام ضلع گرام سدھار کمیٹی نے ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۴۱ء لغایت ۵ ر نومبر ۱۹۴۱ء کیا یہ وہ اہم موقعہ تھا جبکہ لاکھوں کی تعداد میں پبلک گنگا اشنان کے لیے جوق جوق آئی تھی اسی بات کو مد نظر رکھ کر نمائش ڈھائی گھاٹ پر کی گئی۔ نمائش کے سکریٹری ڈاکٹر جمیل الرحمٰن صاحب ڈسٹرکٹ میڈیکل افسر آف ہیلتھ مقرر کئے گئے تھے۔

نمائش ایک ایسے دور اور کوردہ مقام پر کی گئی تھی جہاں بر وقت موقعہ ضرورت ایک سوئی ایسی معمولی چیز کا ملنا دشوار تھا لیکن جناب سکریٹری صاحب گرام سدھار اور سکریٹری صاحب نمائش کی ہدایتوں کے مطابق صدر ہی کارکنان گرام سدھار کیل کانٹے سے درست ہو کر گئے اور ایک نہایت کامیاب نمائش پیش کی جسے پبلک دیکھکر دنگ رہ گئی۔

رسم افتتاح۔ ۲ ر نومبر ۱۹۴۱ء کو جناب ایم ساہی۔ بارلو صاحب آئی۔سی۔ایس کلکٹر بہادر ضلع نے اس نمائش کی رسم افتتاح کو ادا کیا اور احاطۂ نمائش کے اندر مختلف شعبوں میں گشت کرکے آپ نے فرمایا کہ نمائش بعد مشقت شاقہ نہایت کامیاب بنائی گئی ہے۔ احاطۂ نمائش کے اندر مختلف مدعو کئے ہوئے محکمات نے اپنے اپنے مشاہدات پیش کئے۔

محکمہ زراعت۔ ایک وسیع حصہ میں محکمہ زراعت کی طرف سے مندرجہ ذیل چیزیں کامیابی کے ساتھ دکھلائی گئیں۔

باغبانی:۔ مثلث نما و چوکور قسم کے طریقہ باغبانی کو پرانے طریقہ سے مقابلہ کرکے درختوں کی نشست اور دوری کو دکھلایا گیا پبلک نے مثلث نما اور چوکور قسم کے طریقہ کو نہایت پسند کیا۔

چک برائے مشاہدہ۔ ایک حصہ میں باقاعدہ ترقی دادہ آلات زراعت سے جوتائی و بوائی کرکے پبلک کو محظوظ و مستفید کیا گیا۔

ترقی دادہ آلات کشاورزی۔ اس حصہ میں زراعت سے تعلق رکھنے والے مختلف ترقی شدہ اوزرات کو پیش کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ اُنکے کام و صحیح مصرف اور فائدہ سے پبلک اور کسانوں کو مطلع کیا گیا۔

ترقی شدہ گڑ۔ ایک ترقی شدہ بھٹی بنا کر گڑ تیار کیا گیا اور اسکی صفائی و طریقہ تیاری کو بتا کر کسانوں کو ہدایت کی گئی۔

محکمہ حیوانات۔ اس میلہ میں جانوروں کا ایک بہت بڑا نخاسہ لگتا ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں جانوروں کی خرید و فروخت ہوتی ہے ایسے بڑے میلوں میں جانوروں کی بیماریاں اکثر ظہور پذیر ہو جایا کرتی ہیں۔ اس بات کا لحاظ کرکے محکمہ حیوانات کے سید ناظر حسن صاحب ویٹرنری انسپکٹر حلقہ و بابو راجکمار صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن جلال آباد نے معہ تین اسٹاک مینوں کے نخاسہ میں سرگرمی سے کام کرکے کسی حیوانی وبا کو پھیلنے و پیدا ہونے نہیں دیا اور کافی تعداد میں روزانہ جانوروں کے ٹیکے لگتے رہے۔

جناب سکریٹری صاحب گرام سدھار ضلع شاہجہانپور کی تحریک پر سپرنٹنڈنٹ صاحب حیوانات سرکل لکھنؤ نے ڈاکٹر پرکاش چندر صاحب جوہری کو بغرض پروپگنڈا کچھ ماڈلس دیکر نمائش ڈھائی گھاٹ کی رونق بڑھانے کے لئے بھیجا۔ نمائش کے پنڈال میں ان چیزوں کو سجا کر پبلک کو مفید باتیں سمجھائی گئیں۔

جناب انسپکٹر صاحب محکمہ حیوانات نے احاطہ نمائش کے اندر سٹر گیٹیش وارڈ ڈکٹیل شنڈ و فٹ باتھ اور سائیلو پٹ کا بہترین مظاہرہ کیا۔ اسٹاک مینوں نے تقسیم رسائل محکمہ کا کام کیا اور پبلک کو پیش کردہ نمائشی چیزوں کے فائدے سمجھائے۔

محکمہ حفظان صحت۔ جناب سکریٹری صاحب نمائش کی تحریک کی بنا پر ہامین پبلسٹی بورڈ کی طرف سے صندوقوں کے اندر ماڈلس آئے جو مختلف امراض انسانی کے متعلق تھے پبلک نے ان سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا جناب کلکٹر صاحب بہادر نے بھی ان ماڈلوں کو بہت پسند کیا۔

نمائشی پنڈال میں پبلک ہیلتھ چارٹس بھی لٹکائے گئے تھے جو بہت پسند کئے گئے اور سبق آموز تھے۔

بابو چاند بہاری لال صاحب سینٹری انسپکٹر تحصیل صدر نے میجک لالٹین کے ذریعہ مختلف امراض کے سلائڈس دکھلا کر پبلک کو بہرہ اندوز کیا۔

ایک خاص حصہ میں نمونہ کا کنواں و سوختہ گڈھا و نالی دکھائیں، پاخانہ و نہانے کے لیے مردانہ چبوترہ اور زنانہ غسل خانہ اور اچھے و بُرے تالاب دکھلائے گئے۔ پبلک نے ان چیزوں کو دیکھکر بہت کچھ سبق حاصل کیا۔

حصہ زچہ بچہ:۔ ایک خاص مقام پر ڈاکٹر کنھیا لال صاحب کی زیر نگرانی زچہ و بچہ کے سلسلہ کے ماڈلس رکھے گئے اور پبلک و خاص طور پر مستورات کو مفید باتیں بتلائی گئیں۔ مختلف امراض کے پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔

محکمہ گرام سدھار۔ یوں تو کارکنان محکمہ گرام سدھار نے ہر محکمہ سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا حتی الامکان انتظام کیا اور ہر ممکن طریقہ سے مدد کی لیکن اسکی خاص کارگزاری مندرجہ ذیل سطور سے ظاہر ہوتی ہے۔

کھاد کے گڈھے مختلف منظور شدہ ناپ کے بنا کر اور سوختہ گڈھا تیار کرکے پبلک کو سمجھایا گیا۔

نمونے کا گاؤں:۔ ایک خاص حصۂ نمائش میں نمونے کے گاؤں کا مظاہرہ نہایت دلچسپ پیش کیا گیا۔ گاؤں میں باقاعدہ سڑکیں نکال کر لکڑی کے نمونے کے مکانات رکھے گئے اس گاؤں میں ایک پنچایت گھر و مدرسہ اور ساتھ ہی ساتھ کھیل کا میدان بھی دکھلائے گئے سڑکوں پر روشنی کے انتظام کے لیے کاغذ کی بنی ہوئی لالٹینیں دکھلائی گئیں اور سڑکوں پر سایہ کے لئے چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لکڑیوں میں لگا کر بطور درخت پیش کی گئیں و ایک بازار معہ مختلف قسم کی دوکانات کے دکھلایا

گیا اور پانی کے لئے ایک ہینڈ پمپ بیچ گاؤں میں لگایا گیا۔ غرضیکہ گاؤں ایک عجیب دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔

گرام سدھار کے ایک موضع کے گلزاری نامی مستری نے آٹے کی چکی نمائش کے لئے بناکر بھیجی تھی، جو آدمی کے ایک ہاتھ کے معمولی اشارہ سے دن بھر میں چھ من آٹا تیار کر سکتی تھی جسے پبلک نے بہت پسند کیا۔ چکی بغیر تیل یا بھاپ کے خرچ کے چل سکتی تھی۔

نمائش پنڈال میں محکمہ جات صنعت و محکمہ حیوانات کے ماڈلوں کے علاوہ گرام سدھار مواضعات کی دستکاری کی مختلف چیزیں مثلاً ڈبیاں، پنکھے، غلاف تکیہ، پلنگ پوش، میز پوش، چادریں، کشیدہ کاری کے دیگر مختلف سامان، قالین، دری، پیٹاریاں، ٹوکریاں، رسیاں، سوت اور موچی کے کام کی مختلف چیزیں مشاہدہ کے لئے دیکھی گئی تھیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے بیسک اسکولوں سے بھی مختلف چیزیں نمائش کے لئے آئی تھیں۔

حصہ جنگ۔ اس نمائش میں سب سے زیادہ قابل تعریف چیز محکمہ گرام سدھار کا جنگی شعبہ تھا جس میں لکڑی کے آلات جنگ بطور نمونہ مثلاً ٹینک و موٹر بس و مختلف قسم کے ٹینک و ہوائی جہاز و موٹر ٹرک و فائر بریگیڈ و بیٹل شپ و موٹر بوٹ و آرمرڈ ٹرک و ٹار پیڈو بوٹ اور ہسپتال وغیرہ تھے۔ اس شعبہ کی تمام طوں کو مختلف جنگی کاغذات اور تصویرات سے مزین کیا گیا تھا اور "وی" کو دلکش طریقوں سے پیش کیا گیا تھا۔ ایک طرف خاص طور سے ایک پردہ کا انتظام جناب ڈپٹی بھگوان سروپ صاحب سکریٹری گرام سدھار اور سکریٹری نمائش نے کیا تھا اس پردہ پر برطانیہ کا ایک جہاز بنا ہوا تھا جس پر مسٹر چرچل وزیر اعظم سلطنت برطانیہ رونق افروز تھے جناب کلکٹر صاحب بہادر اور دیگر قدر دان حضرات نے اسی جنگی شعبہ کی سجاوٹ اور فراہمی نمونات کی خاص طور سے کارکنان گرام سدھار کو داد دی۔ اس شعبہ کے دروازہ پر جنگ سے تعلق رکھنے والے اشتہارات اور رسائل کو آرگنائزان برابر تقسیم کرتے رہے اور آلات جنگ پیش کردہ کے کاموں کو پبلک کو برابر سمجھاتے رہے۔ ہیکر وار فنڈ میں بسلسلۂ جنگ مختلف حضرات نے رقمیں بخوشی ڈالیں۔

گرام سدھار اسکاؤٹس :۔ ڈھکا اور راؤنتپور مواضعات کے آر۔ ڈی۔ اڈلٹ ٹیچرس کی زیر نگرانی دو باوردی ٹروپس نمائش کے انتظام اور محکمہ کی کارگذاری کا منظر پیش کرنے کے لئے بلائے گئے تھے۔ جنھوں نے نہایت سرگرمی سے کام کیا اور بروقت تقسیم انعامات جناب سکریٹری صاحب گرام سدھار نے ان ہردو ٹرویوں کو ایک ایک سلور کپ انکی ہمت افزائی کے لئے دئے۔ آر۔ ڈی۔ ... ماسٹر مسٹر ... سنگھ کی ماتحتی میں اسکاؤٹو ... کام کیا۔

... آرگنائزران اسرار حسین خاں و ... غلام حسین قریشی و ... اپنے فرائض کو نہایت حسن ... کیا۔ ... سکسینہ ... آرگنائزر ... صبح سے نمائش کے ... اور پنڈالوں کی ... زیب سجاوٹ کی مختلف شعبوں ... چیزوں کو آرگنائزران برابر سمجھاتے رہے ... ڈی کلرک نے نمائش کے دفتر میں نہایت مستعدی اور سرگرمی سے کام کیا۔

ٹورنامنٹ :۔ ضلع گرام سدھار کمیٹی نے ڈسٹرکٹ بورڈ کے ساتھ ایک ٹورنامنٹ بھی اس نمائش کے موقعہ پر کیا جس میں طلبا اور دیگر دیہاتیوں نے حصہ لیا۔ ہاکی و فٹ بال و والی بال اور رسا کشی کے مقابلوں کا مظاہرہ نہایت شاندار اور کامیاب رہا۔ ... گز و ۲۰۰ گز اور تین ٹانگ کی دوڑیں سینیرس اور جونیرس کی ہوئیں۔ فزیکل ڈرل و جمنازم و مکالمات و ڈرامہ و بیت بازی اردو بیت بازی ہندی و مشاعرہ و کوی سمیلن و اسکاؤٹ سگنلنگ و فرسٹ و کیمپ فائر اور ریڈ کراس وغیرہ سے کافی دلچسپی رہی۔

انتخاب انعامات :۔ انتخاب انعامات کا کام جناب ڈپٹی بھگوان سروپ صاحب سکریٹری گرام سدھار و ڈاکٹر جمیل الرحمن صاحب ڈسٹرکٹ میڈیکل افسر ہیلتھ اور سکریٹری نمائش اور پنڈت بیجناتھ صاحب ممبر ایگزیکیوٹیو کمیٹی نے مختلف شعبوں میں گھوم کر بہترین اشیاء نمائش کا انتخاب کیا اور مالکان اشیاء کو چھپے ہوئے سارٹیفیکٹ جناب کلکٹر صاحب بہادر کے دستخطی دلائے گئے۔

دعوت نامہ۔ سکریٹری گرام سدھار ضلع شاہجہانپور کی طرف سے صوبہ کے ہر ضلع کے گرام سدھار سکریٹریوں و ڈیویزنل سپرنٹنڈنٹوں وگرام سدھار صاحب افسر یو پی و ضلع گرام سدھار ایسوسی ایشن کے ممبران و ضلع کے رؤسا و کمشنر صاحب بہادر روہیلکھنڈ ڈیویژن و صوبہ کے مختلف محکمات کے افسران اعلیٰ کے پاس دعوت نامے معہ پروگرام کے بھیجے گئے۔ مختلف افسران و دیگر حضرات کے پیغامات آئے جن میں انھوں نے اپنی مصروفیتوں کا ذکر کرتے ہوئے عدم شرکت کا اظہار کیا اور نمائش کی کامیابی کے لئے خوشی ظاہر کی۔

جناب ایچ۔ ای۔ بارلو صاحب کلکٹر بہادر ضلع و ڈپٹی بھگوان سروپ صاحب خیلا افسر دنیا گی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس و خان بہادر مولوی فضل الرحمن صاحب ایم۔ ایل۔ اے وچیرمین میونسپل بورڈ شاہجہانپور و بابو برکاش نرائن صاحب سکسینہ چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ و ڈاکٹر جمیل الرحمن صاحب ڈی۔ ایم او۔ ایچ اور دیگر رؤسا ضلع نے آکر نمائش کی رونق کو دوبالا کر دیا۔

مختلف محکموں کے کارکنان نمائش نے اپنے اپنے شعبوں کو خوب سجا کر شکریہ ادا کرنیکا موقع دیا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے سید مقصود علی صاحب ٹیوب ویل انسپکٹر اور بابو مراری لال صاحب متل اوورسیر نے کارکنان نمائش کا ہاتھ بٹایا۔ سردار ہری سنگھ صاحب سرکل انسپکٹر پولیس و محمد عاشق صاحب سب انسپکٹر انچارج میلہ کوتوالی نے نہایت سرگرمی سے کارکنان نمائش کے کام اور انتظام میں دلچسپی لی۔ محکمہ گرام سدھار ان کا مشکور ہے۔

ایک دربار کے اندر جناب ڈپٹی بھگوان سروپ صاحب سکریٹری گرام سدھار رسم تقسیم انعامات کو ادا کر کے انعامات حاصل کرنے والوں کی ہمت افزائی کی اور نمائشی اشیاء میں جیتنے اور کامیاب ہونیوالوں کو کلکٹر صاحب بہادر ضلع کے دستخطی سارٹیفیکٹ اپنے دست مبارک سے تقسیم کئے۔ موصوف نے ناکامیاب طلباء اور دیہاتیوں کو سمجھایا کہ وہ ہمت نہ ہاریں اور آئندہ مشق کر کے مقابلہ میں کامیاب ہونے کی سعی بلیغ کریں۔

دیش بدیش کی بات



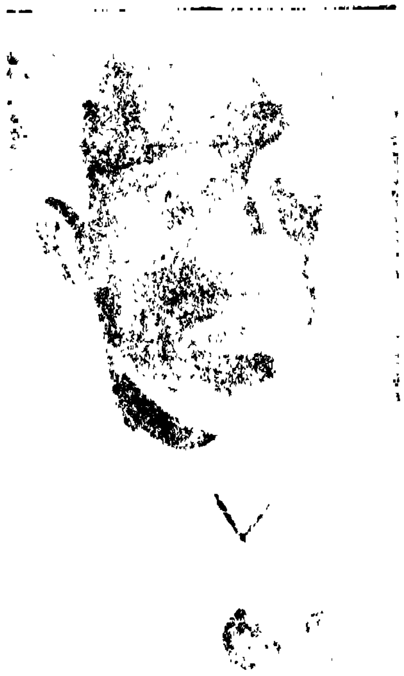
دُنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت تسکدیو بہاری مشر)

اس موضوع کا اپنا گزشتہ مضمون میں نے ۲۰ اپریل کو لکھا تھا اور آج مئی کی اُسی تاریخ کو یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔ اتنے دنوں واقعات رفتار معمولی رہی۔ جرمنی کا بہار والا حملہ ۸ مئی کے قریب شروع ہوا لیکن وہ درحقیقت کس طرف چلے گا یہ ابھی تک نہیں کہا جاسکتا۔ اُس نے جزیرہ نما کریمیا کے کرچ نامی مقام سے حملہ شروع کیا ہے۔ جرمنوں نے کرچ کا بندرگاہ تو نہیں پایا لیکن شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ روس نے ایک بار اُسے پھر چھینا لیکن جرمن پھر اسکے اپنے قبضے میں آنے کا اعلان کر رہے ہیں۔ جنگ خوفناک طور پر وہاں ہو رہی ہے لیکن جنگ کی حالت دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمن جلد ہی اُس پر قبضہ کر لیں گے۔ اُس طرف سے مشرقی روس کے درمیان میں سمندر کا تھوڑا ہی سا حصہ ہے لیکن اُدھر روس کے بحری بیڑے کی زبردست طاقت اور جرمنوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج وہاں بحری راستہ سے نہ اُتر سکے گی۔ خیال یہ کیا جاتا ہے کہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ جرمن فوج اُدھر اُترنے کی کوشش کرے گی۔ وہیں سے کاکیشیا والے روسی پٹرول کے چشموں کے علاقہ کا طویل راستہ ہے۔ پٹرول والے علاقہ کی خاص حفاظت عراق میں رہنے والی برطانی اور روسی فوج بھی کرے گی۔ ان فوجوں کا کچھ انتظام اُس طرف گذشتہ نومبر دسمبر میں بھی ہو چلا تھا۔ اُدھر جنرل تمی شنکو کے ماتحت روسی فوج بھی جرمنوں کے وہاں اُترنے اور قبضہ کرنے میں رکاوٹ ڈالے گی۔ کریمیا سے کچھ شمال میں خارکوف نامی روس کا ایک بڑا شہر ہے جس میں صنعت و حرفت اور تجارت بہت تھی لیکن جس شہر کو گذشتہ سال کے حملہ میں جرمنی نے لیا تھا کہا جاتا ہے کہ بہار کے حملہ کے لئے جرمنوں نے یہاں پر جرمنوں نے زبردست فوج اور سامان جنگ جمع کیا ہے اُدھر جا رہے ہیں روسیوں نے اسے واپس لینے کے لئے زبردست جنگ کی اور تین طرف سے گھیر بھی لیا لیکن پوری کامیابی نہیں ہوئی تھی اب جنرل تمیشنکو نے زبردست حملہ کیا ہے اور اُن کی فوج شہر کے بیرونی حصوں تک پہنچ بھی گئی ہے۔ جرمنوں کا زبردست نقصان ہو رہا ہے۔ اگر اس کوشش میں روسی فوج کامیاب ہو جائے تو اس کا بڑا کام بن جائے۔ کیونکہ ایسی



روس کے کمانڈر انچیف مارشل جنرل تیمی شنکو اور جنرل جارجی ژیخوف روسی سرحد پر بڑی بہادری سے فوج کی کمان کر رہے ہیں۔



خارکوف میں روس کے کمانڈر انچیف جنرل تیمی شنکو آگے بڑھ رہے ہیں۔

حالت میں نہ صرف ادھر سے جرمنی کے حملے کی کوشش ناکام ہو جائے گی بلکہ کریمیا پر بھی روس کا قبضہ ہو جانے کا امکان ہو جائیگا روسی اس بار شروع ہی سے زبردست کوششیں کر رہے ہیں اور ادھر جرمنوں نے بھی بچاؤ کا کافی انتظام کر لیا ہے۔ تاہم حالات کو دیکھتے ہوئے ادھر روس کے جیتنے کی امید زیادہ ہے۔ ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جرمنی کا خاص حملہ کس طرف ہوگا دونوں طرف کے مورچے تقریباً دو ہزار میل لمبے ہیں جن میں سے ابھی صرف ڈیڑھ دو سو میل تک زوردار لڑائی شروع ہوئی ہے۔ ممکن ہے کہ خاص حملہ خارکوف، ماسکو، لینن گراڈ، کاکیشیا، وغیرہ میں سے کسی طرف ہو۔

ادھر خاص جرمنی میں ہٹلر کے خلاف کچھ جرمن افسران اعلیٰ کو شکایات پیدا ہو رہی ہیں۔ رعایا کو تکلیف ضرور ہے اور روسی محاذ کی ناکامی سے کچھ مایوسی بھی بڑھ رہی ہے۔ لیکن ابھی تک وہ ہٹلر کی چالاکیوں کی وجہ سے فتح میں یقین رکھتی ہے۔ اس لئے جب تک جرمنی دسمبر تک روسی حملہ میں ناکامیاب نہ رہے اُس وقت تک عوام کی طرف سے کسی خاص مخالفت کے ہونے کا امکان کم ہے۔ تاہم جرمنی کے جنگی افسران پہلے بھی روس کے خلاف جنگ کرنے کے حق میں نہ تھے اور گذشتہ اکتوبر کے شروع سے تو قطعی خلاف تھے ان دونوں کی ان ناکامیوں نے اُنکے خیالات کو اور بھی پختہ کر دیا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے کہ ریشتاغ کے اجلاس میں ہٹلر نے یہ اختیار مانگ لیا ہے کہ وہ جرمنی میں جب چاہیں کسی عہدیدار کو اس کے عہدے سے الگ کر سکیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مخالف خیالات کے فوجی افسران پر عتاب نازل ہونے والا ہے۔ یہ بات جرمنی کے دشمنوں کے لئے بھی امید افزا ہے۔

وہاں آج کل ہٹلر کے ماتحت دو افسران بہت طاقت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں ہملر اور گورنگ ہیں۔ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ یہ دونوں نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں بلکہ ملک میں تمام حقیقی طاقت اپنے ہی ہاتھ میں رکھ کر ہٹلر کو برائے نام ڈکٹیٹر رکھنا چاہتے ہیں۔ ہملر محکمہ پولیس کا افسر اعلیٰ ہے اور گورنگ فوجی افسران سے بہت ربط رکھتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شائد ہٹلر ان دونوں کے دبانے میں کامیاب ہو جائے، جیسا کہ پہلے بھی ایسے حالات میں وہ کر چکا ہے لیکن اب معاملہ ذرا دشوار ہے۔ اگر یہ معاملہ طے نہ کیا جا سکا تو جلد یا بدیر معاملہ بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ ہٹلر نے ایسا



آسٹریلیا کے امریکن کمانڈر انچیف جنرل میک آرتھر

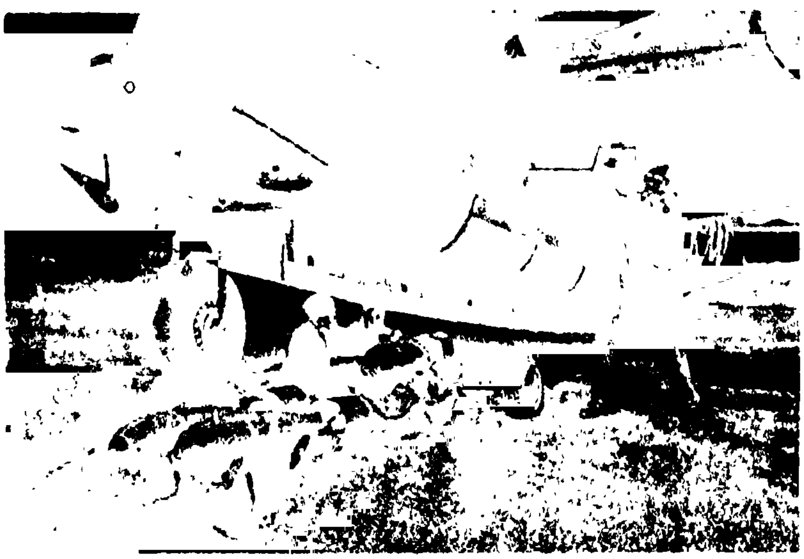
انتظام کیا ہے کہ فرانس اور اسپین سے بھی خفیہ یا علانیہ امداد مل سکتی ہے۔ ترکی کے راستے سے بخوشی یا حملہ کر کے جرمنی شاید کاکیشیا پر پہنچنے کی بھی شائد کوشش کرے۔ شمالی افریقہ کی طرف سے بھی جرمن افواج کو خاص امداد پہنچانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ لیکن وہاں اب صرف ایک ہی ماہ لڑنے کا موسم رہ گیا ہے۔ اس کے بعد اگست تک وہاں اتنی گرمی پڑتی ہے کہ اُدھر لڑائی نہیں ہو سکتی۔ برطانی فوجیں بھی وہاں تیار ہیں۔ ایران، عراق، سیریا اور لبنان میں بھی برطانی فوجیں موجود ہیں۔

فرانس پر لاول کا اقتدار ہوا ہے اُس وقت سے وہاں جرمن اقتدار زیادہ

ہو رہا ہے۔ اتحادیوں کو اب یہ اطمینان نہیں ہے کہ فرانس کے مقبوضہ ممالک کو جہازوں وغیرہ سے پورا فائدہ نہ پہنچے گا۔ اس لئے برطانیہ نے جنوبی افریقہ کے فرانسیسی جزیرہ مڈغاسکر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۲۵۰ لاکھ مربعہ میل ہے۔ اُدھر مارٹینک وغیرہ کئی فرانسیسی ایسے جزیرے امریکہ کے قریب ہیں کہ اگر اُن پر جرمنی کا حملہ ہو جائے تو امریکہ کو کافی نقصان ہو سکتا ہے۔ اس لئے امریکہ اُن پر قبضہ کرنے کی کوشش میں ہے اور مسٹر لاول اس کے ٹالنے کی کوشش میں ہیں۔ سامان جنگ تیار کرنے میں بھی امریکہ کافی کامیابی حاصل کر رہا ہے اور امریکن و کناڈین فوجیں مدد کے لئے انگلینڈ پہنچ رہی ہیں۔ کچھ امریکن فوجیں ہندوستان میں بھی آئی ہیں اور آسٹریلیا کی طرف بری بحری اور ہوائی فوجیں کافی تعداد میں پہنچ چکی ہیں۔ ڈچ ایسٹ انڈیز اور امریکن فلپائنس پر جاپان کا پورا قبضہ ہو چکا ہے۔ آسٹریلیا کے شمال میں نیوگنی نامی بڑا جزیرہ ہے جس میں جاپانی فوجیں اُتر چکی ہیں اور وہاں سخت جنگ ہو رہی ہے اِدھر بحر کورل میں جاپانی بحری بیڑے سے امریکن و برطانی بحری بیڑے کا زور دار تصادم ہوا جس میں ۱۸ جاپانی جنگی جہاز برباد ہوئے اور کئی دیگر جہاز زخمی ہوئے۔ کچھ تھوڑا سا نقصان اتحادیوں کو بھی ہوا۔ لیکن کئی وجوہ سے ابھی اس کی تفصیل نہیں شائع کی گئی۔ اس بحری فتح سے آسٹریلیا پر جاپانی حملے کا امکان کسی حد تک ختم ہو چکا ہے اور ہندوستان پر بھی شاید جاپانی بحری بیڑے کا حملہ جلد نہ ہو سکے۔ برما پر جاپان کا حملہ آگے بڑھ رہا ہے۔ برطانی اور چینی افواج وہاں محصور سی ہوئی جاتی تھیں لیکن اب یہ خطرہ دور ہو گیا ہے۔ ممکن ہے وہیں سے جاپانی آسام پر حملہ کریں لیکن آسام پر اُس طرف سے پہاڑوں کی وجہ سے حملہ شروع نہیں ہوا۔ آسام اور چٹاگانگ میں کچھ جاپانی ہوائی حملے ہوئے ہیں۔ جن میں کوئی خاص نقصان نہیں ہوا



لیبیا کے محاذ پر جنرل سر کلاڈ آکنلیک اور دو دیگر سپاہی



ہمبار میں چھوٹے چھوٹے بم چڑھائے جا رہے ہیں۔

ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی فتوحات کی رفتار کچھ سست پڑ گئی ہے۔ اتحادی طاقتوں کا زور بحر الکاہل اور بحر ہند میں بڑھ رہا ہے۔ اگر اکتوبر نومبر تک جاپان کوئی خاص فتح نہ حاصل کر سکے تو آئندہ کے لئے خطرہ دور ہو جائے گا۔ کیونکہ اُس وقت تک اتحادی بھی اِدھر کافی طاقتور ہو جائیں گے۔

جرمنی کو اُمید تھی کہ اس طرف جاپانی حملوں کو روکنے کے لئے برطانیہ، مصر، ایران وغیرہ سے تینوں قسم کی فوجیں اِدھر بھیجی جائیں گی۔ جس سے یہاں کی طاقت گھٹے گی۔ لیکن حکومت نے ایسا نہیں کیا۔ اُس نے اِدھر کا نقصان برداشت کر لیا لیکن اُدھر کو اپنی طاقت کم نہیں کی۔ پھر بھی ملایا اور برما کے علاوہ اِدھر بھی برطانیہ

کا زیادہ نقصان نہیں ہوا - چار چھ ماہ میں دیتھا دیوں کے حملے بھی جاپانیوں پر ہونے لگیں گے۔ ایسی صورت میں روس کی طرف بھی جاپان حملہ کرے یہ خواہش ...ن کی ہونا قدرتی ہے۔ کیونکہ ایسا ہونے سے ... کے یورپی روس پر حملہ کو ... مل سکتی ہے - روس نے سائبیریا کی طرف بھی کافی فوج جمع کر رکھی ہے ... فتح کرنا جاپان کے لئے مشکل ہے۔ چین، برطانیہ اور امریکہ سے جاپان لڑ رہا ہے۔ ایسی حالت میں روس سے بھی جنگ شروع کرنا اُس کے لئے ... ہے ... بھی بین الاقوامی مدبرین کا خیال ہے کہ ملایا ... جاپان اپنے قدم ... روس ... کا ضرور ... تک ... کام کرتی ہے ... روس جاپانی جنگ کا ان دنوں ہونا دور کی بات ہے۔ یورپ میں برطانیہ کی ... ہمیشہ زبردست رہی اور اب ہوائی طاقت بہت زیادہ ہو گئی ہے اور بری طاقت بھی کم نہیں ہے۔ روس کی خواہش ہے کہ اس طرف جنگ میں اگر برطانیہ اور امریکہ مغربی یورپ میں بھی خشکی سے جرمنی پر حملہ کریں تو روس کی فتح اور زیادہ یقینی ہو جائے گی - برطانیہ ہوائی حملے تو زور و ... سے کر رہا ہے اور خشکی پر بھی حملے کی کوشش کر رہا ہے۔

ہندوستان میں سر اسٹیفورڈ کرپس کی تجویز جو نامنظور کی گئی اس کے بارے میں اُنھوں نے پارلیمنٹ میں جو بیان دیا ہے وہ ہندوستانیوں کو اور بھی ناپسند ہوا - انگریزوں نے سمجھا کہ اُن کے ہندوستان کے سفر سے کم از کم اتنا ثابت ہو گیا کہ برطانیہ کا آزادی دینے کا ارادہ سچا اور پُر خلوص ہے - اُدھر مہاتما گاندھی نے فرمایا ہے سر کرپس کے سفر کے باعث اور وزیر ہند کی تقریروں سے اُن (گاندھی جی) کو برطانیہ کی طرف سے جو خوش فہمی تھی وہ ختم ہو گئی - یہ ظاہر ہے کہ ہندوستانی سرمایہ دار



جاپان سے لڑنے والے چینی سپاہیوں کا برما میں داخل ہوتے وقت خیر مقدم



ہندوستان کے کمانڈر انچیف جنرل ویول ابھی حال میں آسام گئے تھے
اُن کے ساتھ برما کے کمانڈر جنرل الیکزینڈر بھی
نظر آ رہے ہیں۔



ہندوستان میں سمجھوتے کی تجویز لانے والے سر گریس اور مسٹر راج گوپال آچاریہ

ہیں
حکومت برطانیہ کی سلامتی دل سے چاہتے ہیں۔ لیکن غریبوں کے خیالات پر مختلف لیڈروں کے اثر پڑتے رہتے ہیں جن کا نتیجہ کسی ملک میں کیا ہوگا یہ نہیں کہا جاسکتا سب لوگ یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح حکومت کا ہندوستان سے سمجھوتہ ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔ مدراس کے کانگریسی رہنما راج گوپال آچاریہ نے ادھر پاکستان کا حق تسلیم کر کے مسلمانوں سے سمجھوتہ کرنے کی تجویز کانگریس کے سامنے پیش کی جو زبردست اکثریت سے نامنظور ہو گیا۔ وہ اب بھی اس سلسلے میں کوشش کر رہے ہیں اور جتنے کانگریسی وقتاً فوقتاً اس جماعت سے علیحدہ ہو چکے ہیں اُن میں سے بیشتر زور لگا رہے ہیں کانگریس کے کچھ مسلمان بھی انکی تائید کر رہے ہیں۔ مسٹر راج گوپال آچاریہ مدراس میں کانگریس وزارت کے وزیر اعظم رہے ہیں۔ یہ صوبہ چار چھوٹے صوبوں میں تقسیم ہے جن کی زبانیں بھی علیحدہ ہیں اور عوام کے خیالات میں کافی اختلاف ہے۔ وہاں کا صوبہ آندھر سارے مدراس کے تقریباً نصف حصے پر پھیلا ہوا ہے۔ راج گوپال آچاریہ اور مسٹر ستیہ مورتی صوبہ تامل کے ہیں۔ مسٹر ستیہ مورتی بھی اس تجویز کے خلاف ہیں۔ تیلگو اور ملیالم صوبے بھی آندھر کی طرح مسٹر راج گوپال آچاریہ کے خلاف کہے جاتے ہیں۔ اُن کی وزارت صرف کانگریس کے اندر رسوخ کی وجہ سے تھی۔ کانگریس کے خلاف ہو کر ان تینوں صوبوں میں کوئی اثر باقی نہیں رکھ سکیں گے۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے خود صوبہ تامل میں بھی جب مسٹر ستیہ مورتی تلک خلاف ہیں تو بقیہ لوگ کیا کہیں گے یہ نہیں کہا جا سکتا پھر بنگال کے ہندو اور پنجاب کے سکھ اور ہندو کانگریس کے پاکستان کی تجویز منظور کر لینے پر بھی پاکستان کو مان لیں گے یہ نہیں کہا جاسکتا ان وجوہ سے ساجہ جی کی تحریک کامیاب ہوگی

اس کا کوئی امکان نہیں۔ کرنل جانسن صاحب ہندوستان میں مسٹر روزویلٹ صدر امریکہ کے ذاتی نمائندہ ہیں۔ وہ آجکل صدر امریکہ کو ہندوستانی معاملات سمجھانے کے لئے کچھ دنوں کے لئے امریکہ گئے ہیں۔ جب تک مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو پاکستان کو پسند نہ کریں اُس وقت تک کانگریس اسے نہیں منظور کر سکتی۔ بیشتر ہندوؤں کا خیال ہے کہ جب حکومت ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے خیال میں ہے تو پھر آزادی کیسے دے رہی ہے۔

آجکل بنگال میں ہندو مسلم رہنما مل کر ان دونوں کوشش میں مستقل اتحاد کرانے کی کوشش کر رہے ہیں اس میں مسلم لیگ شامل نہیں ہے۔ اگر یہ کوشش کامیاب ہوگئی تو بہت اچھا ہوگا۔ اٹلی اور فرانس دونوں کو جرمنی خوش رکھنا چاہتا ہے لیکن اٹلی فرانس کے کچھ حصے لینا چاہتا ہے اور یہ سوال جلد اُٹھنے والا ہے۔ اس کے بڑھنے سے جرمنی کے لئے مشکل سوال پیش ہو سکتا ہے لیکن اسے حل کرنے کی اہلیت ہٹلر میں کافی ہے۔ اگر ناکام ہو تو بہت اچھا ہے۔ جاپان آجکل برما اور رانڈو چائنا کی طرف سے چین پر اور اُدھر آسٹریلیا پر حملہ کرنے کی فکر میں نظر آتا ہے۔ اس سے فی الحال ہندوستان کی نجات ہوتی آتی ہے۔

تحریک امداد باہمی کے متعلق ڈاکٹر کاٹجو صاحب کے خیالات

جونپور بینک کی عمارت کا افتتاح

ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو سابق وزیر اعظم یوپی نے حال میں جونپور ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک کی عمارت کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر ڈائرکٹران بینک کی طرف سے پیش کئے جانیوالے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے موصوف نے فرمایا میں آنجہانی شری رادھا موہن جی کی وفات پر جو تحریک امداد باہمی کے رہنما اور بینک کی جان تھے اظہار افسوس کیا اور اہل جونپور سے اپیل کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں تحریک امداد باہمی میں شامل ہوکر اس نقصانِ عظیم کی تلافی کریں۔ ڈاکٹر کاٹجو نے بتلایا کہ یہ تحریک رفاہِ عام کے لئے ہے۔ اس کا مقصد خصوصیت کے ساتھ مفلس طبقے کی اقتصادی و سماجی ترقی کرنا ہے۔ خواہ اس میں کسی مذہب یا ذات کے لوگ شریک ہوں موصوف نے فرمایا کہ یوپی میں امداد باہمی کی ترقی کی سست رفتاری کی خاص وجہ یہ تھی کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں صرف لین دین کی جماعت سمجھی جاتی تھیں۔ انکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں زیادہ تر گاؤں کے غریب اور قرضدار لوگ شامل ہوئے ایسی حالت میں سوسائٹیوں کا کام اچھا نہ چلا اور وہ توڑی گئیں جس کے باعث تحریک کی بدنامی ہوئی اور وہ ہردلعزیز نہ ہوسکی۔ اب کچھ عرصے سے ان سوسائٹیوں نے دوسری صورت اختیار کی ہے اور وہ صرف لین کی مشین رہنے کے بجائے کثیرالمقاصد سوسائٹیاں بن گئی ہیں اور بن رہی ہیں انکا کام دیہات کے تمام مسائل مثلاً قرض، ترقی زراعت غلہ کی فروخت، اشاعت تعلیم، دواؤں کا انتظام اور باہمی جھگڑوں کا تصفیہ کرنا ہے۔

چنانکہ امداد باہمی کی اب یہی پالیسی ہے کہ ایسی سوسائٹیاں بنیں اور انکے کام کو بڑھایا جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کی طرف سے جنگ کے لئے کمبل، نیواڑ، مرہم پٹی کی چیزیں، ٹاٹ پٹی وغیرہ کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ ظاہر ہے اس سے بیکار آدمیوں کو کام مل گیا ہے اور انکی مزدوری بھی پہلے کی بہ نسبت اب بڑھ گئی ہے لیکن انھوں نے اس بات پر خاص زور دیا کہ جنگ کے بعد بھی یہ کام جاری رہیں۔ موصوف نے اس سلسلے میں جنگ کی وجہ سے قائم ہونیوالی کوآپریٹو سوسائٹیوں کا ذکر کیا جنھوں نے صنعت و حرفت کو بڑی ترقی دی ہے۔

آخر میں موصوف نے بینک کے ڈائرکٹروں سے اپیل کی کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ بینک کا کام صرف سود وصول کرنا اور منافع تقسیم کرنا ہے بلکہ انکا سب سے بڑا کام غریب کسان اور مزدور بھائیوں کی خدمت کرنا ہے۔ ڈائرکٹروں کو چاہئے کہ وہ بینک کے ماتحت دیہاتی سوسائٹیوں کا معائنہ کیا کریں اور انکے ممبروں سے زیادہ سے زیادہ قریبی تعلق رکھیں۔

ضلع جونپور کی انسداد منشیات کمیٹی کی طرف سے بھی ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں اڈریس پیش کیا گیا۔ اسکا جواب دیتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ منسٹری کی حالت میں مجھے تحریک امداد باہمی اور انسداد منشیات سے دلی دلچسپی تھی۔ نشہ کا انسداد امیروں سے زیادہ غریب کے لئے ضروری ہے۔ موصوف نے فرمایا کہ ملک کی ازسرنو ترقی میں انسداد امیروں کا درجہ بہت بلند ہے۔ ایک ایسے عظیم کام میں ذرا بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ ہر ایک انسان کا خواہ وہ ہندو، مسلمان سکھ یا عیسائی ہو یہ فرض ہے کہ اس کام کو اپنائیں اور اسے بڑھانے میں پوری مدد دیں۔

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے باجے گاجے کے شور میں بینک کی عمارت کا افتتاح فرمایا اور ڈائرکٹروں سے اپیل کی کہ وہ عمارت کا کم از کم ایک کمرہ دیہاتی سوسائٹیوں کے ممبروں کے اٹھنے بیٹھنے کے لئے علیحدہ کردیں۔ اس موقعہ پر ضلع کے تمام افسران اعلیٰ اور سرکاری وغیرسرکاری کارکنان موجود تھے۔ افتتاح کے قبل ایک کوآپریٹو کانفرنس بھی کیگئی اور کھیل کود وامداد باہمی کے کاموں میں مشاقی دکھانیوالے ممبروں کو انعامات دیئے گئے۔

لطیفے

باپ:۔ "میرے قلم کا نب کون خراب کردیتا ہے؟"
بچہ:۔ ابا جان "نب کل تو بہت اچھا تھا۔ رات میں خود بخود خراب ہوگیا۔"
باپ:۔ خود بخود "کوئی چیز خراب نہیں ہوتی۔"
بچہ:۔ تو میں نے تختی پر نقش بنائے۔

ماں:۔ "اگر تم کھیلنے کے لئے باہر جانا چاہتے تھے تو تم نے مجھ سے پوچھا کیوں نہیں؟"
بچہ:۔ "اس لئے کہ میں جانا چاہتا تھا۔"

موہن:۔ "اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ دنیا میں تمہاری زندگی صرف ایک دن اور باقی ہے تو تم کیا کروگے؟"
سوہن "بہت سا روپیہ قرض لے لوں۔"

اشیاءِ خوردنی کی پیداوار بڑھانے کی ضرورت

صوبوں اور ریاستوں میں "پیداوار بڑھاؤ" کی تحریک کی جائے

حکومت ہند کے محکمہ تعلیم، صحت و زمین کے ممبر آنریبل مسٹر این آر سرکار کی صدارت میں گذشتہ ۶ر اپریل کو نئی دہلی میں پیداوار اشیاءِ خوردنی کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کانفرنس نے سفارش کی ہے کہ حکومت ہند کو ایک مرکزی اشیاءِ خوردنی مشاورتی کمیٹی قائم کرنی چاہیئے۔

مندرجہ بالا سفارش کرتے وقت کانفرنس نے یہ منظور کیا کہ اشیاءِ خوردنی اور چارے کی پیداوار کی تحریکوں کو چلانا صوبہ جاتی اور دیسی ریاستوں کی حکومتوں کی وسیع تنظیم پر منحصر ہے۔ یہ توقع ظاہر کیگئی ہے کہ یہ حکومتیں اس کام کے لئے مناسب تنظیم کرینگی۔

کانفرنس نے جس کمیٹی کے قیام کی سفارش کی ہے وہ رابطہ قائم کرنیوالی کمیٹی کی شکل میں کام کریگی۔ اس کمیٹی کے خاص کام حسب ذیل ہونگے۔

(۱) اس معاملے سے متعلق تمام موصولہ معلومات جمع کر کے اُنکا مطالعہ کرنا اور مختلف صوبوں وغیرہ کو اُن سے مطلع کرنا۔

(۲) کل ہند طور پر مختلف صوبوں کے لئے اشیاءِ خوردنی اور چارے کی پیداوار کی اسکیم تیار کرنا اور اُسے عمل میں لانے کے سلسلے میں مشورے دینا اور

(۳) ملنے والی اشیاءِ خوردنی کی مساوی تقسیم کے لئے متعلقہ افسران کو مشورہ دینا۔

منظور شدہ تجاویز

کانفرنس نے مندرجہ ذیل تجاویز بھی منظور کیں۔

ذرائع آمد و رفت کی مشکلات، درآمد بند ہونے اور مختلف مقامات میں بارش نہ ہونے کے باعث گیہوں اور چاول کی کمی ہونے سے سال آئندہ میں ملک میں اشیاءِ خوردنی کی کمی پڑنے کا جو اندیشہ ہے اس کا ہندوستان کے شہری عوام اور ملک کے انتظام حکومت پر جو ردِ عمل ہو سکتا ہے اسکے لئے یہ کانفرنس اظہار تشویش کرتی ہے کانفرنس یہ ضروری سمجھتی ہے کہ آئندہ خریف اور ربیع کی فصلوں میں اور اسکے بعد کے سالوں میں اشیاءِ خوردنی کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے فوراً ایک موثر اور منظم اسکیم عمل میں لانی چاہیئے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے یہ کانفرنس صوبہ جاتی اور دیسی ریاستوں کی حکومتوں، ہندوستانی رائے عامہ کی رہنمائی کرنیوالے غیر سرکاری لیڈروں اور اُن تمام غیر سرکاری وسائل سے جو مفید امداد کر سکتے ہیں، بڑے اعتماد کے ساتھ اُنکے دلی تعاون کے لئے اپیل کرتی ہے۔

کانفرنس کی رائے میں کم پیداوار کے ہر ایک حلقے کی پیداوار بڑھائی چاہیئے تاکہ جہاں تک ممکن ہو وہ اشیاءِ خوردنی اور چارے کی اپنی ضروریات کے سلسلے میں اپنی کفالت کر سکے۔ لیکن کانفرنس یہ منظور کرتی ہے کہ جن حلقوں کی حالت اچھی ہے وہ ان اشیاء کو اتنی زیادہ مقدار میں پیدا کریں کہ جہاں تک ممکن ہو کم پیداوار کے حلقوں کی بالخصوص اس قسم کے قریب کے حلقوں کی ان اشیاء کی ضروریات کی بھی وہ تلافی کر سکیں۔ اگر کسی چیز کی تمام ملک میں کمی ہو تو ذرائع آمد و رفت کی سہولتوں کے مطابق اس چیز کی تقسیم حتی الامکان اس طرح کر دینی چاہیئے کہ ہر ایک حلقے کے استعمال کنندگان کو مساوی طور پر ایثار کرنا پڑے۔

پیداوار بڑھانے کے لئے سفارشیں

اشیاءِ خوردنی اور چارے کی فصلوں کے لئے زیادہ سے زیادہ زمین کام میں لائی جا سکے اور اس میں فی ایکڑ زیادہ سے زیادہ پیداوار ہو سکے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے کانفرنس نے سفارش کی ہے کہ صوبہ جاتی حکومتیں حسب ذیل تدابیر کریں۔

(۱) مختلف علاقوں میں "مزید اشیاءِ خوردنی پیدا کرو" تحریک چلانے کے لئے وسیع پروگرام تیار ہونا چاہئیں اور ان پروگراموں پر عمل کرنے کے لئے اخبار، ریڈیو اور معلومات و حوصلہ بڑھانیوالے اخبارات کے ذریعے نشر و اشاعت کا انتظام ہونا چاہیئے۔

(۲) مختلف قسم کی فصلوں کے لئے بیج حاصل کرنے کا مناسب انتظام ہونا چاہیئے۔

(۳) کھاد خصوصاً کھلی، ہڈی اور پتیوں کی کھاد کے لئے خاص انتظام ہونا چاہیئے جہاں ممکن ہو وہاں کھیتوں سے ملنے والی کھاد کو مندرجہ بالا طریقہ سے جمع کرنے اور ملی ہوئی کھاد بنانے کے لئے بھی ترغیب دینی چاہیئے۔

(۴) آبپاشی کے موجودہ انتظام میں اصلاح کرنے، ٹھیک وقت پر پانی دینے، اور کنوئیں باندھ اور نالے بنا کر آبپاشی کے لئے ذرائع کا انتظام ہونا چاہیئے۔

(۵) تقاوی قرض دینے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ اور بیج، کھاد اور آبپاشی کے لئے پانی دینے کے لئے رعائتی شرح مقرر کرنی چاہئیں۔

(۶) جو زمین حال ہی میں کھیتی کے لئے تیار کی گئی ہے اور اس زمین میں غلہ اور چارے کی فصل تیار کرنے کا خیال ہے تو اس زمین پر مالگزاری اور لگان ایک خاص میعاد تک بالکل نہ لیا جانا چاہیئے۔

(۷) اشیاءِ خوردنی اور چارے کی فصلوں کی زمین کا رقبہ بڑھانے کی غرض سے چھوٹے ریشے والی کپاس اور دیگر غیر خوردنی اشیاء کی فصلوں میں لگی ہوئی زمین کو کم کر کے ایسی زمین کا رقبہ بڑھانا چاہیئے جس میں سال میں دو فصلیں بوئی جا سکتی ہوں جوٹ کے سلسلے میں موجودہ کنٹرول قائم رکھنا چاہیئے اور ضرورت پڑنے پر اوسر زمین کو کھیتی میں لگانا چاہیئے۔

(۸) چاول کی فصل ہونیوالی مقدار زیادہ

ہل

عرصہ تک کام میں آسکے اس غرض سے ہل میں کٹے ہوئے جاولوں کی جگہ پر ہل کے دھو کئے یا ڈھینکلی سے کٹے ہوئے چاولوں کے استعمال پر زور دینا چاہئے۔ اشیاء خوردنی کی موجودہ تحریک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسانوں کو بھی بتانا چاہئے کہ اسکے لئے طاقت بخش غذا کیا ہے

اس اندیشے کو دور کرنے کے لئے کہ اشیاء خوردنی کی پیداوار میں اضافہ کرنے کی کوشش سے کہیں غلہ کا اسقدر بکا یک اتنا بڑھ نہ جائے کہ اسکی فروخت میں کمی ہونے لگے۔ کانفرنس نے حکومت ہند سے سفارش کی ہے کہ ایسی حالت پیدا ہونے پر اسے کھلے بازار میں اتنا غلہ خرید لینا چاہئے کہ جسکے سے انسان کی تمنوں پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔

اشیاء خوردنی کی کمی

کانفرنس نے سفارش کی ہے کہ مخصوص اشیاء خوردنی میں کمی نہ ہونے پائے اور وہ فراہم ہو سکے اسلئے لوگوں کو اپنے گھروں کے آس پاس کی زمین کا استعمال ہری ترکاریوں اور جلد اگنے والے پھل مثلاً پپیتا، کیلا، خربوزہ وغیرہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دودھ زیادہ مقدار میں پانے کے لئے لوگوں کو اپنے گھروں کے آس پاس ہرا چارہ (گھاس وغیرہ) پیدا کرنے کا بھی انتظام کرنا چاہئے۔ کانفرنس نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ آبپاشی کے نالوں کے قریب جو کھیتی کے کام میں آنیوالی زمین ہو اسکا استعمال اشیاء خوردنی سبزی اور چارے کی فصلیں اگانے کے لئے کرنا چاہئے۔

کانفرنس نے یہ سفارش بھی کی ہے کہ ذرائع آمدرفت کی دشواریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے دیسی ذرائع آمدرفت۔ دیسی کشتی، بیل گاڑی، اونٹ گاڑی اور مویشیوں کے ذریعے سامان کی ڈھلائی پھر سے جاری کرنی چاہئے۔ آمدورفت کے ان ذرائع کی جنھیں ریل اور موٹروں نے پس پردہ ڈال دیا ہے، حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

مختلف فصلوں کے لئے کتنا پانی چاہئے؟

تجربہ کی سہ سالہ اسکیم

بمبئی پریسیڈنسی کے پڈگاؤں نامی مقام پر اس بات کے تجربے کئے جا رہے ہیں کہ مختلف فصلوں کے لئے کھیتوں میں پانی کی کتنی کتنی مقدار کی ضرورت پڑتی ہے

پڈگاؤں کے گنے کے تحقیقاتی مرکز میں ایک اس اہم مسئلہ پر بھی غور ہو رہا ہے کہ مختلف حالات میں موسموں میں گنے کی فصل میں لگنے والے پانی کی مقدار کی کس طرح پیمائش کی جائے۔ پانی کی مقدار ناپنے کے جو مروجہ طریقے رائج ہیں انھیں اس خاص کام کے لئے ناموزوں سمجھا گیا۔ اسکے لئے خود بخود پانی کی مقدار دکھلانے والے اور گھومنے والے میٹر کی تجویز کی گئی۔ لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی گئی کہ مذکورہ بالا آلے کا استعمال صرف اسی حالت میں کیا جائے جبکہ وہ ضروری مقامات پر لگایا جا سکے۔ اور جہاں پانی کی مناسب مقدار حاصل ہو سکے۔

اسی سے ملتا جلتا ایک مسئلہ یہ تھا کہ نلوں میں سے پانی روکنے اور جاری کرنے کے لئے چھوٹی نالوں اور نالیوں کے راستوں کا ڈھانچہ کیسا تیار کیا جائے۔ پڈگاؤں میں گنے کی فصل کو نپا ہوا پانی دینے کا جو انتظام کیا گیا ہے اس میں زمین کے ۲۰۰ ٹکڑے الگ کر دیئے گئے ہیں جنھیں آلہ پیمائش (میٹر) کی مدد سے مختلف مقداروں میں پانی دیا جاتا ہے۔ پانی کو پہلے نالی کی شاخ کے ذریعے ایک حوض میں لیجایا جاتا ہے اور اسکے بعد ایک نل کے ذریعے وسطی حوضوں میں لیجایا جاتا ہے یہ حوض زمین کے ٹکڑوں کے سامنے ایک قطار کی شکل میں بنے ہیں اور انکے فاصلے بھی سہولت بخش رکھے گئے ہیں۔ انھیں حوضوں سے میٹروں کے ذریعے پانی زمین کے مختلف ٹکڑوں کو دیا جاتا ہے۔ ہر ایک حوض دو ٹکڑوں کو پانی پہنچاتا ہے سہ سالہ اسکیم کے لئے ۱۰۰ حوض اس طرح تیار کئے گئے ہیں کہ ہر ایک قطار میں ۱۰ حوض آتے ہیں۔

آبپاشی کے لئے باندھ

قحط کے سالوں میں اچھی فصل پیدا کرنے کی غرض سے باندھ تیار کر کے اسکے اندر نال بنانے اور ان نالوں میں فاضل پانی کو بہا کر لانے کی ایک اسکیم کا کام صوبہ بمبئی کے کئی اضلاع میں ہاتھ میں لے لیا گیا ہے۔

ان اضلاع کے کئی حصوں میں وقتاً فوقتاً قحط پڑتا رہتا ہے اور بارش کے علاوہ دیگر مہینوں میں جو پانی برستا ہے وہ زمین کے ڈھالو ہونے کے باعث بہہ جاتا ہے اور پانی کے ساتھ ہی مٹی کے اہم اجزا بھی ہر سال بہہ جاتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کھیتی کی زمین کی عمدگی میں کمی ہوتی جاتی ہے اور کہیں کہیں اس عمل کے باعث اسکی زرخیزی بھی ختم ہوتی جاتی ہے۔

اسکا کنٹرول کرنے کے لئے نیچے باندھ بنائے جاتے ہیں۔ ان سے نالوں کی زمین کی اصلاح ہو جاتی ہے اور بارش کا پانی اور اسکے ساتھ کی مٹی اور ریت دور دور تک پھیل جاتی ہے اس سے قحط کے سالوں میں بھی اچھی فصل ہونے کی امید ہو جاتی ہے

صوبے کے کونے کونے سے

ضلع دہرہ دون میں اسکاؤٹنگ کیمپ

رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ افسر محکمہ گاؤں سدھار یوپی اپنے اس ضلع کے ماہ فروری کے دورے میں یہاں پر اسکاوٹنگ کیمپ کرنے کا مشورہ دے گئے تھے اس لئے سکریٹری صاحب نے حکم کے مطابق فروری کے آخری ہفتہ میں گاؤں سدھار کے پورے اسٹاف نے دہرہ دون آکر اس ٹریننگ میں حصہ لیا۔

یہ اسکاوٹنگ مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۴۲ء سے مورخہ ۲۸ر فروری ۱۹۴۲ء تک رہی۔ ٹریننگ کے لئے کلکٹر ضلع کی مہربانی سے پولیس چوکیدار مقرر کر دیا گیا تھا۔ صبح و شام دو گھنٹہ کی پوری ڈرل و مارچنگ کی تعلیم دی گئی۔ ہوائی حملوں سے بچنے کے کچھ طریقوں کی بھی تعلیم دی گئی۔ ان عملی کاموں کے علاوہ دوپہر میں کچھ تجربہ کار اصحاب کے لیکچروں کا بھی انتظام کیا گیا تھا جس میں مسٹر ظہور احمد ایڈوکیٹ مسٹر معین الدین۔ دون اسکول اور مسٹر طر مشن اسکول کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان اصحاب نے اسکاوٹنگ آرگنائزیشن پر اہم تقریریں کیں اور کچھ اچھے اچھے کھیل بھی دکھلائے۔ گاؤں سدھار کے ریفریشر کورس کا بھی انتظام کر دیا تھا۔ پورے اسٹاف کو محکمہ کے تمام قواعد از سر نو تبلائے گئے۔ ہمارے چیرمین صاحب پنڈت دیودت شرما نے اپنی ایک موثر تقریر میں آرگنائزروں اور ماسٹروں سے اسکاوٹنگ پر زور دینے کی اپیل کی۔ آخری روز ہمارے سابق سکریٹری مسٹر معین الدین احمد صاحب نے اپنے کنووکیشن ایڈریس میں پورے اسٹاف کو محنت اور استقلال کے ساتھ کام کرنے کی تعلیم دی موصوف نے اسکاوٹنگ پر خاص زور دیتے ہوئے آرگنائزروں اسکاوٹ ماسٹروں کو ایک پندرہ روزہ رپورٹ بھیجنے کے لئے حکم دیا جس میں وہ لوگ اپنے بنائے ہوئے اسکاوٹوں اور پیش آنیوالی دشواریوں کو دور کرنے کیلئے اپنی اپنی رائے لکھکر بھیجیں۔

اس ٹریننگ میں ڈرل کا انتظام کلکٹر صاحب کی مہربانی سے ایک آنریری حوالدار کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ لیکچر کا انتظام گاؤں سدھار کے دفتر میں کیا گیا تھا۔ آرگنائزروں اور ماسٹروں کے ٹھہرنے کا انتظام گاؤں سدھار افسر صاحب نے گاؤں سدھار کے دفتر اور شہر میں کر دیا تھا۔ اس طرح اس ٹریننگ میں کچھ بھی خرچ نہیں ہوا اور اسکاوٹنگ کیمپ کامیابی کے ساتھ ختم کیا

سورج کمار دویدی

گاؤں سدھار انسپکٹر دہرہ دون

دہرہ دون میں گاؤں سدھار نمائش

اس سال دہرہ دون میں جھنڈے کے میلے کے موقع پر گاؤں سدھار نمائش کافی کامیاب رہی۔ میلے کا گاؤں سدھار کیمپ ایک قابل دید چیز تھا تماشائیوں سے کیمپ کا احاطہ ہر وقت بھرا رہتا تھا۔ اس موقعہ پر گاؤں سدھار پبلسٹی گاڑی کے آجانے سے چہل پہل اور بھی بڑھ گئی تھی رات کے وقت میجک لالٹین سے تصویریں دکھلاتے وقت پنڈال بھیڑ سے کھچا کھچ بھرا رہتا تھا اور تماشبین جن میں زیادہ تر دیہاتی تھے کافی اطمینان و سکون سے دیکھتے تھے۔ عورتوں کے بیٹھنے کے لئے علیحدہ انتظام تھا۔ کیمپ میں موضع گھورن کے رضاکاروں نے کافی دلچسپی کے ساتھ کیمپ کی نگرانی، مجمع کو ہٹانے گاؤں سدھار کی نمائشی اشیا کے بارے میں لوگوں کو سمجھانے اور کیمپ دیکھنے کے لئے ترغیب دینے کا کام کیا۔ یہ نمائش چار دن یعنی ۷ر مارچ سے ۱۰ر مارچ تک رہی دوسرے محکموں نے بھی اس نمائش کو کامیاب بنانے میں کافی مدد دی اسکے سات شعبے تھے۔ پہلا شعبہ لاری کی اشاعت تقریر اور گانے اور رات کے وقت میجک لالٹین دکھلانے کے لئے تھا۔ دوسرا شعبہ گاؤں سدھار اسٹور، تیسرا گاؤں کی دستکاریوں کے لئے چوتھا شعبہ زراعت، پانچواں شعبہ نیشکر، چھٹا شعبہ ویٹرنری اور ساتواں شعبہ محکمہ امداد باہمی کا تھا۔ ہر ایک محکمہ کی طرف سے کافی تعداد میں نمائشی اشیا فراہم کی گئی تھیں جنھیں دیکھنے سے تماشبینوں کی معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔ اور گاؤں سدھار کے پروگرام کے سلسلے میں لوگوں کو سب باتیں معلوم ہوئیں۔ مورخہ ۷ر مارچ کو چار بجے شام کو گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے چیرمین پنڈت دیودت شرما نے نمائش کا بڑی دھوم دھام سے افتتاح فرمایا۔

اس نمائش کا انتظام غیر سرکاری ممبرں کی ایک سب کمیٹی کے ہاتھ میں تھا۔ اس میں رائے بہادر موہر سنگھ جی پنڈال انچارج بابو لالتا پرساد ضلع اسکاوٹ ماسٹر اور بابو شیام لال جی کیمپ انچارج نے بہت دلچسپی کے ساتھ نمائش کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ ان حضرات کا یہ کارنامہ قابل تعریف ہے

این۔کے۔بہوگنا آرگنائزر

ہریجن آشرم الہ آباد

ہریجن آشرم الہ آباد کے صنعتی اسکول کا سالانہ نتیجہ امتحان ۸۵ فیصدی رہا ہے طلبا کی بیشتر تعداد فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئی ہے۔ کامیاب طلبا کو برسر کار کرنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔

اسکول کا داخلہ یکم جولائی ۱۹۴۲ء سے شروع ہوگا۔ آشرم میں (۱) بیت کا کام (۲) چمڑے کا کام (۳) چمڑہ پکانے اور رنگنے کا کام اور (۴) درزی کا کام سکھانے کا اچھا انتظام ہے۔ تعلیم مفت دی جاتی ہے باہر سے آنے والے لڑکوں کے لئے ہوسٹل ہے جہاں غریب ہریجن کو کھانا، کپڑے، کتابیں، روشنی، صابن وغیرہ مفت ملے گا۔ داخل ہونے والے کی عمر ۱۳ سے کم اور ۱۸ سال

سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔ وہ مڈل پاس یا درجہ ۷ کی تعلیم رکھتا ہو۔ [illegible] ہوئے قواعد وضوابط فارم داخلہ [illegible] آشرم [illegible] سے منگایا جاسکتا ہے۔ درخواستیں ۲۰ جون تک یہاں پہنچ جانی چاہئیں۔ آشرم میں [illegible] سوال تعلیم کا داخلہ [illegible] سے [illegible] لڑکیوں کے رہنے کھانے پینے اور کپڑے وغیرہ کا انتظام آشرم کی طرف سے ہے۔ لڑکیوں کی عمر [illegible] سے کم اور ۱۴ سال سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔

[illegible] آشرم
الہ آباد

ضلع متھرا میں گاؤں سدھار اسکاؤٹ ریلی

ضلع متھرا میں [illegible] ۱۴ فروری سے محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے تحصیل وار سرکل اسکاؤٹنگ ریلیاں ہو رہی ہیں۔ اس سلسلے میں [illegible] گاؤں سدھار حلقہ [illegible] میں ۲۱ فروری سے ۲۳ فروری تک اسکاؤٹ ریلی ہوئی۔

۲۱ فروری کو یوم [illegible] کی [illegible] سے منایا گیا۔

۲۲ فروری کو تحصیل [illegible] کی ریلی ہوئی۔ اس میں اسکاؤٹنگ کا خاص [illegible] رہا۔ کھیلوں کے علاوہ اسکاؤٹنگ کھیل اور گانے ہوئے۔ رات کو مقامی اسکاؤٹوں نے ایک نصیحت آموز سماجی ڈرامہ کھیلا۔ ڈرامہ میں پردے اسٹیج پوشاک وغیرہ کا بہترین انتظام اہل کمبھا کی طرف سے تھا جو قابل تعریف ہے۔ ڈرامہ میں دیہاتی سماج کی چھوٹی موٹی خرابیوں کو دور کرنے پر نکات بھی ہوئے۔ اسے تقریباً ۲۰۰۰ مرد و عورتوں نے دیکھا۔

۲۳ فروری کو گاؤں سدھار لڑکیوں اور بالغوں کے اسکول [illegible] کی اسکاؤٹنگ ریلی ہوئی۔ شام کو ریلی کے کامیاب لوگوں اور ڈرامہ کے اداکار اسکاؤٹوں کو انعامات تقسیم کئے گئے۔ جنمیں ۱۰۰ روپیہ خرچ ہوا۔ یہ خرچ محکمہ کی طرف سے ۵۰ روپیہ اور مقامی پنچایت سے ۵۰ روپیہ

ملا تھا۔

چندن سنگھ سرپنچ
گاؤں سدھار پنچایت گھر کمبھا

سید آباد ضلع الہ آباد میں گاؤں سدھار

گذشتہ ۹ فروری ۱۹۴۲ء کو موضع سید آباد [illegible] ٹرنک روڈ سے ملا کر بازار تک گاؤں سدھار کی کوشش سے ایک نئی سڑک بنائی گئی جسکی بنیاد [illegible] حاکم پرگنہ صاحب تحصیل [illegible] رکھی۔ اس گاؤں میں ایک جلسے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں حاکم پرگنہ تحصیل دار صاحب اور گاؤں سدھار انسپکٹر نے اپنی اپنی تقریروں کے ذریعے گاؤں سدھار کے فوائد بتلائے اور اسکو کامیاب بنانے و منظم ہونے کی نصیحت فرمائی۔ اسی تاریخ کو آرگنائزر کے اہتمام سے ایک ڈرامہ بھی کھیلا گیا۔ اس میں بھی یہ دکھلایا گیا کہ گاؤں سدھار کے کیا کیا کام ہیں اور ان سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ کافی عوام جمع ہوئے اور جلسہ [illegible] رہی۔

امر بہادر سنگھ وشارد
آرگنائزر سید آباد الہ آباد

غلہ کا نرخ

یوپی کے شہروں کیلئے کوآپریٹو اسٹور

غریبی اور تکلیف کے باعث ہی امداد باہمی کا ظہور ہوا۔ آج کل خاص طور سے یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔ جبکہ عوام کو بازار میں اشیاء خوردنی کی کمی دور کرنے کے لئے کوآپریٹو اسٹوروں اور دوکانوں کا سہارا لینا پڑتا ہے یوپی کے شہروں میں کوآپریٹو اسٹور کھول دئے گئے ہیں۔ ان کا مقصد مکمل طور پر اشیاء خوردنی برابر عوام کے لئے مہیا کرتے رہنا ہے۔ اسٹور کا نرخ بازار کے نرخ سے کم ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس اسٹور کی خرید و فروخت میں دلالوں اور درمیان کے دیگر لوگوں کا ہاتھ نہیں رہیگا۔ کوآپریٹو اسٹور کا مقصد ممبروں کی خدمت ہے نہ کہ تجارت سے فائدہ

حاصل کرنا۔

بہت سے اسٹور اور دوکانیں کھل چکی ہیں۔ سب سے پہلے میرٹھ اور کنٹونمنٹ میں گیہوں اور آٹا فروخت کرنیکی کوشش کی گئی۔ مختلف محلوں میں آٹے کی ۴ کوآپریٹو دوکانیں میرٹھ کے ضلع مجسٹریٹ کی امداد کے ساتھ میرٹھ کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے اسسٹنٹ رجسٹرار نے ان دوکانوں کا انتظام کیا ہے۔ شہر میرٹھ اور کنٹونمنٹ میں کافی گیہوں اسسٹنٹ رجسٹرار کے زیر انتظام رکھا گیا ہے۔ اسے مقررہ نرخ پر ۲ روپئے اور ۸ آنے تک فروخت کیا گیا ہے۔ اسکو انا کتالیہ [illegible] پولیس لائن اور دیگر مقامات کے عوام کو کھانے کے لئے آٹا پورے پوروں میں پرمٹ کے حساب سے دیا گیا ہے اس طرح یہ طریقہ کامیاب رہا۔ عوام کو پورا یقین ہوگیا کہ اشیاء خوردنی بخوبی حاصل ہوسکتی ہیں۔

الموڑہ میں ایک کوآپریٹو اسٹور کھولا گیا ہے جس میں ۳۰۰ ممبر ہیں اور جسکی حصوں کی پونجی ۲۰ ہزار روپئے سے زیادہ ہے ڈائرکٹران میں کئی محکموں کے ممبر پبلک جماعتوں، کلکٹری [illegible] ایسوسی ایشن ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ اور عوام کے نمائندے ہیں روزانہ تقریباً ۴۰۰ روپئے کی فروخت ہوتی ہے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسکی شاخیں ضلع کے دیگر حصوں میں کھولی جائینگی۔ حال ہی میں ایک برانچ رانی کھیت میں کھولی گئی ہے فیض آباد میں آٹے اور شکر کی دوکانیں کھولی گئی ہیں۔ اس طرح پرتاپ گڑھ میں بھی سہولتیں رکھی گئی ہیں۔

کوآپریٹو کین ڈیولپمنٹ اور مارکٹنگ یونین کے ذریعے ضلع گورکھپور میں گیہوں کی متفرق فروخت کیلئے دوکانیں کھولی گئی ہیں گورکھپور شہر میں گیہوں کا کاروبار کوآپریٹو مارکٹنگ فیڈریشن کے ذریعے ہوگا۔ ایک مقامی ایڈوائزری کمیٹی کے ذریعے ضلع میں ۳ سرکل بنائے گئے ہیں اس کمیٹی کا کام خرید کا نرخ، اسٹور کا مقام اور مارکٹنگ یونین کے لئے فنڈ کا انتظام کرنا ہے مقامی کمیٹی ضلع کمیٹی کے ساتھ ملکر کام کریگی۔

ضلع کمیٹی میں ضلع پرائز کنٹرولنگ آفیسر کین ڈیولپمنٹ آفیسر مقامی ایڈوائزری کمیٹیوں سے ایک ایک ممبر اور دیوریا اور گورکھپور کے بینکوں کے مینجنگ ڈائریکٹر ممبر ہونگے۔

صوبوں کے دیگر شہروں میں اسٹور کھولنے کی کوشش پبلک لیڈروں اور افسران محکمہ امداد باہمی کی طرف سے کی جائیگی۔ کچھ جگہوں سے رجسٹری کے لئے درخواستیں آچکی ہیں یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ خاص خاص منڈیوں کی کوآپریٹو مارکٹنگ یونین اپنے پاس جمع کئے ہوئے غلہ کو شہروں کی دوکانوں اور اسٹور میں بھیجیں۔

جرولی میں جلسہ

جرولی میں مسٹر ایس ایس حسن آئی سی۔ ایس کے خیر مقدم کے موقعہ پر ایک جلسہ کیا گیا۔ تقریباً ۳۰۰۰ افراد جمع تھے جلسے میں دنگل کبڈی رسہ کشی دوڑ وغیرہ کھیل ہوئے خانگی دستکاریوں کی ایک نمائش ہوئی مویشیوں کی بھی ایک نمائش ہوئی۔

جلسے کے لئے ایک پنڈال سجایا گیا تھا۔ پنڈال میں سب سے پہلے بچوں کی پرارتھنا ہوئی۔ اسکے بعد مسٹر رام سنگھ نے گانا گایا۔ گانے کے بعد پنڈت برجموہن لال نے ایک نظم امداد باہمی کے متعلق پڑھی آخر میں مسٹر ایس ایس۔ حسن۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی نے تقریر فرمائی۔ موصوف نے دیہاتی بھائیوں سے پوری پوری ہمدردی ظاہر کی اور عوام کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی تعلیم دی۔ جلسہ کی کامیابی کا سہرا راجہ بہادر کشلپال سنگھ صاحب اور جرولی بینک کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر گنگارام کی وجہ سے ہوئی۔

جرولی کلاں کا جلسہ

موضع جرولی کلاں ضلع آگرہ میں بھی ایک جلسہ ہوا۔ رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ افسر محکمہ گاؤں سدھار یوپی نے جلسہ میں شرکت فرمائی آپکے ساتھ راجہ بہادر کشلپال سنگھ

آف کوٹلہ ٹھاکر منشی سنگھ سکریٹری اور گاؤں سدھار انسپکٹر وسپرنٹنڈنٹ موجود تھے۔ مسٹر گنگارام مینجنگ ڈائریکٹر، مسٹر لائق سنگھ اور بینک کے اسٹاف نے رائے بہادر کاشی ناتھ کا خیر مقدم کیا۔

سجے ہوئے پنڈال میں ۵۰۰ کے قریب افراد جمع تھے جلسہ میں سب سے پہلے بچوں نے پرارتھنا کی۔ پھر شری رام سنگھ نے بھجن سنایا زندگی سدھار سوسائٹی کی رپورٹ شری عیوض سنگھ نے سنائی۔ آخر میں رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ نے دلچسپ اور موثر تقریر فرمائی۔

نشترِ سخن

(از جناب نشتر سلونی)

سوزِ دل سے آشنا ہر ساز ہے — ہر ترنم ترجمانِ راز ہے
دل میں کوئی زمزمہ پرداز ہے — ہر رگِ جاں مثلِ تارِ ساز ہے
دل یہی کہہ کہہ کے کوئی لے گیا — دو قدم پر جلوہ گاہ ناز ہے
گونجتی ہے جو رگِ جاں کے قریب — ہائے کس کافر کی یہ آواز ہے
سبزہ بیگانہ، صبا نا آشنا — کتنا سربستہ چمن کا راز ہے
بن گیا ہر ذرہ جس سے برقِ طور — کس کی وہ شمع حریم ناز ہے
اس کو چھیڑے ناخنِ مضراب کیا — سازِ دل مدت سے بے آواز ہے
مسکراتی ہیں جو کلیاں زیرِ لب — اس تبسم میں حیا کا راز ہے
کام لو اب لن ترانی سے نہ تم — چھوڑ دو یہ دل شکن آواز ہے

بن کے نشتر پر توِ حسنِ ازل
ذرہ ذرہ اک طلسم راز ہے

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت ۶ بجے سے ۷ بجے تک (شام کو)

۱ر جون ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بسیں گیت کیلاش پرساد بنواری ۔ بھوٹ کے رام سنگیت ڈرامہ ۔ قلم بنانا ۔ مکالمہ ارجن لال اور مستانہ ۔ ہفتہ کا پروگرام ۔ خبریں ۔

۲ر جون ۱۹۴۲ء بھجن کرتا کرشن اور بیماری ۔ کھیال بات چیت ۔ کرتار سنگھ ۔ دھان کی کاشت ۔ ارجن لال اور ۔ نظم راجہ رام شرما ۔ خبریں ۔

۳ر جون ۱۹۴۲ء چوری کی عادت ۔ بات چیت ۔ چودھری بنسی کی تان ۔ سجاد حسین ۔ لڑائی کا حال چال ۔ سننے والوں کی درخواستیں خبریں ۔

۴ر جون ۱۹۴۲ء دادرا اور غزل ۔ عبدالحفیظ قدوائی ۔ طلوع آفتاب ۔ ناٹک اپنا بھروسہ ۔ مکالمہ ۔ چودھری اور پنچ خبریں ۔

۵ر جون ۱۹۴۲ء نعت ۔ قوالی ۔ غزل مرتضیٰ حسین ۔ کھاد کا استعمال ۔ بات چیت مستان اور ارجن لال دنیا کا حال چال مقدمہ بازی نظم ۔ اسحاق حسین ۔ خبریں ۔

۶ر جون ۱۹۴۲ء ۔ پنگھٹ ۔ گیت رسیا اور بھجن ۔ چندریکا کماری شری واستو ۔ بچوں کی شادی ۔ مکالمہ ساوتری کھتا حلوا بنانا ۔ بات چیت ۔ کرانت وتی سکینہ اور پاروتی ۔ بہنو تمہارا خط ملا ۔ خبریں ۔

۷ر جون ۱۹۴۲ء ۔ بچوں کی سبھا ۔ روزمرہ کی سائنس ہوا اور پانی ۔ مکالمہ چندر بھوشن گجریا ۔ مباحثہ جنگ بہادر اور شیام ۔ دیس بدیس کی باتیں ۔ پنچو ں تمہارا خط ملا ۔ خبریں ۔

۸ر جون ۱۹۴۲ء ۔ بھجن اور گیت ۔ کالکا پرشاد ۔ نئی روشنی ۔ غنائیہ ۔ چندر بھوشن پربھات چنتن ۔ دلچسپ نظم بھابیر پرشاد شکل گرداور مت کرو ۔ ہفتہ کا پروگرام اور خبریں ۔

۹ر جون ۱۹۴۲ء بھجن اور کیرتن ۔ جنگ بہادر اور پنچ اخبار کا مکالمہ بی ۔ این ۔ مشر وشومتر کی کتھا ۔ چندر پرکاش ودیارتھی ۔ خبریں ۔

۱۰ر جون ۱۹۴۲ء بچوں کی سبھا کہانی (کہانی) ماما کا سرود ۔ بدھی بھدر ۔ لڑائی کا حال چال ۔ سننے والوں کی درخواستیں ۔ خبریں ۔

۱۱ر جون ۱۹۴۲ء کورس ۔ بلدیو پرساد اور جنگ بہادر ۔ بدری ناتھ کی تیرتھ یاترا ۔ ناٹک ۔ سوداگر ۔ کہانی ۔ خبریں ۔

۱۲ر جون ۱۹۴۲ء ۔ قوالی ۔ نعت اور غزل ۔ مرتضیٰ حسین ۔ سیٹھ جی مان گئے ۔ مکالمہ ۔ اطہر علی ۔ دنیا کے حال چال بات چیت خبریں

۱۳ر جون ۱۹۴۲ء ۔ پنگھٹ ۔ عورتوں کا مشاعرہ ۔ حسب ذیل ہندی مشاعرہ خواتین کے شامل ہونے کی توقع ہے تورن دیوی شکل ۔ للی ۔ سمترا کماری سنہا ۔ دھسوتی مشر ۔ بہنوں تمہارا خط ملا ۔ خبریں ۔

۱۴ر جون ۱۹۴۲ء ۔ بچوں کی سبھا ۔ گڑبڑ جھالا ۔ کاکا ۔ کورس اور گیت ۔ راجی داس اور جنگ بہادر ۔ دیس بدیس کی باتیں پنچو تمہارا خط ملا ۔ خبریں ۔

۱۵ر جون ۱۹۴۲ء آلہا اندل ہرن رام ہزاری تیواری ۔ چٹنی رساں ۔ کھیل ۔ بی بھدر ۔ بھیڑ پالنا ۔ وشنو ناتھ پرساد ہفتہ کا پروگرام ۔ خبریں ۔

۱۶ر جون ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر پردیسی کی بات ۔ اپنی مدد آپ کرو ۔ اور ترقی ۔ مکالمہ ۔ بھجن اور کیرتن مراری لعل معہ پارٹی ہری کھاد ۔ بات چیت بھوشن اور ارجن لال خبریں ۔

۱۷ر جون ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر ۔ بچوں کا جلسہ ۔ پرندے پالنا ۔ سبق آموز بات چیت ۔ لچاری اور سمرن ۔ جنگ بہادر اور پنچ ۔ سننے والوں کی درخواستیں ۔ دیس بدیس کی باتیں ۔ خبریں ۔

۱۸ر جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت گھر دادرا اور غزل الطاف حسین بولی (مکالمہ) رسول احمد ابودہ ۔ راجہ پریکشت کی کتھا ۔ تنی کاکا ۔ خبریں ۔

۱۹ر جون ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر نعت ۔ خمسہ اور قوالی ۔ مرتضیٰ حسین پھل کی فروخت ۔ مکالمہ ۔ شہنشاہ ۔ رحم برساتی ۔ کہانیاں ۔ بات چیت ۔ بھوشن اور ارجن لال ۔ دیس بدیس کی باتیں ۔ خبریں

۲۰ر جون ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت گھر پنگھٹ ۔ برہ گیت ۔ اُرملا بھجن یشٹکنہ دیوی ۔ بہنوں تمہارا خط ملا ۔ خبریں ۔

۲۱ر جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت گھر بچوں کی سبھا آم ۔ سبق آموز بات چیت ۔ پربی گنے ۔ راجی داس ۔ دیس بدیس کی باتیں ۔ تمہارا خط ملا ۔ خبریں

۲۲ر جون ۱۹۴۲ء ۔ ہمارا پنچایت بندیل کھنڈی گانے جنگ بہادر بازار بات چیت آنند سروپ سنہا اور پنچ بدھی بھدر ۔ آئندہ ہفتہ کا پروگرام ۔ برہم پیارے اور گھستو کی چوری کی باتیں ۔ نظم مہیش چندر مشر ۔ خبریں ۔

۲۳ر جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت گھر گوپی چند (منگل گان) بلدیو پرساد پنچ ۔ دیہات میں کوآپریٹو سوسائٹی مکالمہ ۔ بی ۔ این مہتہ ۔ ادسر کو کھیتی قابل بنانا ۔ بات چیت ۔ چودھری اور بکرماجیت ۔ کہانی ۔ خبریں ۔

۲۴ر جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت بچوں کی سبھا ۔ جغرافیہ مہینے اور سال مکالمہ ۔ اجودھیا پرشاد وکشت ۔ دادرا اور غزل مرتضیٰ حسین ۔ دیس بدیس سننے والوں کی درخواستیں خبریں ۔

۲۵ر جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت

بھجن۔ سلنگ کوہی موسمی موسیقی (غنائیہ)
جے۔ پی۔ مشر۔ خبریں۔

۲۶ / جون ۱۹۴۲ء۔ ہمارا پنچایت گھر۔
قوالی۔ نعتیہ اور حقانی۔ رحمت اللہ معہ پارٹی۔ گاؤں میں اسکاؤٹنگ۔ مکالمہ۔ عبد القیوم دلیش بدیش کی باتیں۔ طلب نظم۔ چندر بھوشن۔ خبریں۔

۲۷ / جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت گھر۔
پنگھٹ۔ کورس۔ بھجن۔ اور گیت۔ کملا جوشی۔ خوراک اور صحت۔ بات چیت سوبھاگیہ وتی اور بہنیں۔ بجنوں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۲۸ / جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت گھر۔
بچوں کا جلسہ۔ اچھی عادتیں بات چیت بھوشن۔ اودھی گانے۔ رام آسرے دیش بدیش کی باتیں۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۲۹ / جون ۱۹۴۲ء۔ ہمارا پنچایت گھر۔ برج کے گانے۔ جنگ بہادر دلال کھیل۔ چندر کماری شری واستو۔ ستار پر دھن۔ خان آئندہ ہفتہ کا پروگرام

۳۰ / جون ۱۹۴۲ء ہمارا پنچایت گھر
راجہ بھرتھری۔ چیر ہرن (کتھا) شنکر شکل۔ اودھی لٹریچر۔ مکالمہ۔ کاکا اور چودھری سسرال۔ نظم جگناتھ پرساد۔ خبریں۔

لطیفہ

ایک آدمی پڑوسی سے گدھا مانگنے گیا۔ کہ کسی کام کے لئے درکار ہے پڑوسی بگڑا بیٹھا تھا کہا کہ طویلے میں نہیں ہے۔ اتنے میں گدھے نے رینکنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا۔ آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ گدھا تو طویلے میں ہی ہے۔

"عجیب آدمی آپ ہیں یا ہم کہ گدھے کی آواز پر تو اعتبار کر لیا اور میری بات نہیں مانی۔"

تاثّرات

از جناب احمد ندیم قاسمی بی۔ اے

(حضرت احمد ندیم قاسمی کے قطعات کا حسین مجموعہ اُردو اکیڈیمی لاہور کی طرف سے شائع ہوگیا ہے۔ آئندہ کسی اشاعت میں ہم اس مجموعہ پر مفصل اظہار خیال کریں گے یہاں ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے اس مجموعہ کے چند قطعات شائع کر رہے ہیں (اڈیٹر)

(۱)

جوانی کے نشاط انگیز نغمے — نہ گاؤ۔ بس نہ گاؤ۔ اب نہ گاؤ
میں آوازِ شکستِ دل سنوں گا — کوئی ٹوٹا ہوا بربط بجاؤ

(۲)

رہی اک عمر سے جس کی تمنّا — مجھے وہ کام کرنا آگیا ہے
تیری اُمّید میں جیتا رہا ہوں — مجھے واللہ مرنا آگیا ہے

(۳)

اُڑا جاتا ہوں سپنوں کی فضائیں — خموشی کے سروں میں گا رہا ہوں
وہ آنکھیں مند گئیں وہ سانس اُکھڑی — مجھے آواز دو ــــ میں جا رہا ہوں

(۴)

نہیں معلوم کیا پستی کی باتیں — فلک پر یہ چمک کیا۔ یہ دمک کیوں
ستارو۔ اے ستارو۔ اے ستارو! — چھڑکتے ہو مرے دل پر نمک کیوں

(۵)

تمہارا کام ذکرِ لاالہ سے، — عقیدت ہے مجھے اُس رشکِ مہ سے
یہ اپنا اپنا اندازِ نظر ہے، — کبھی دیکھو اُسے میری نگہ سے

(۶)

نہیں یہ کاروبارِ آشنائی — کہ تیرا ناز ہے مجھ سے جدائی
مجھے اپنا پتہ بتلا کے چُھپ جا — مبارک ہو تجھے ساری خدائی

ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار

مارچ ۱۹۴۲ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ کے چند ہفتہ میں تقریباً صوبے کے ہر ضلع میں بوندا باندی رہی۔ پتہ سے باقی حصے میں الموڑہ اور گڑھوال سے علاوہ کہیں پانی نہیں برسا۔ ربیع کی فصل کی مڑائی سبھی جگہ ہو رہی ہے۔ کتنے ہی اضلاع میں گنا اور فاضل فصلوں کی بوائی شروع ہو چکی ہے گنا اور کچھ فاضل فصلیں جو پہلے بوئی گئی تھیں انکی سینچائی ہو رہی ہے۔ اور کچھ اضلاع میں گنا اور فاضل فصلوں کی بوائی کے لئے زمین تیار کی جا رہی ہے۔

کچھ اضلاع میں اولوں سے فصلوں کو معمولی نقصان پہنچا اور جو کسان خوراک کی اشیاء کی قیمت بڑھ جانے سے پُر امید نظروں سے اپنی فصلوں کو دیکھ رہے تھے وہ اس سے بہت متفکر ہو گئے۔ کارکنان گاؤں سدھار نے کسانوں کو اپنے غلہ کا اچھے سے اچھا استعمال کرنے کے لئے راضی کرنے کی کوشش کی۔ دھرم گولہ کھلوانے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ ہر گاؤں میں ایک پنچایتی اشاف جمع ہو جائے جس سے گاؤں والوں کو ترقی دادہ بیج مل سکیں اور ان کی خاص ضروریات پوری ہو سکیں۔

۱۹۴۲ء کے لئے ذاتی گاؤں سدھار ایسوسی ایشن بنایا گیا اور گاؤں سدھار سے دلچسپی رکھنے والے لوگ اس میں شامل کئے گئے۔

گاؤں سدھار سنٹروں میں اسکاؤٹ فوج کے بنانے پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ۶۰، سیوادل بنائے گئے اور ۳،۳۹۲ اسکاؤٹ ٹرینڈ کئے گئے

گاؤں سدھار حلقوں میں صحت عامہ کی حالت اچھی بتائی جاتی ہے۔ ۱۳۵ دواؤں کے صندوق پھر سے بھرے گئے اور ۷،۳۶۸ ناگہانی موسمی بیماریوں کا آرگنائزروں کے ذریعے علاج کیا گیا۔ جس مقامات پر وباؤں کے پھیلنے کا اندیشہ تھا اُن میں ۲،۰۶۲ اشخاص کو ٹیکہ لگایا گیا۔

۴۰،۴۰۰ سور اب سے آبادی سے باہر کئے گئے۔ اور ۱،۶۱۴ کھودے گئے۔ ۵،۳۲۳ غسلخانے بنائے گئے ۳،۵۰۶ گز لمبی نالیاں بنائی گئیں ۱۷۱ پختہ غسلخانے اور ۲،۰۰۰ پاخانے بنائے گئے ۵۷۵ اشخاص کو فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی اور ۱۱ ڈسپنسری ویٹرنری سنٹر کھولے گئے۔

۰۰۰ کنوؤں کی مرمت کی گئی اور ۶۴ نئے کنوئیں کھدوائے گئے۔ ۹۲ ترقی دادہ آلات کا استعمال دیہاتوں میں ہوا اور ۱۶ عمدہ نسل کے سانڈ چھوڑے گئے۔ اسکے علاوہ گاؤں والوں کے ذریعے ۶۴۴ اصلاح شدہ نسل کے جانور خریدے گئے۔ ۴۵ اور ۱۲ سانڈ آختہ کئے گئے اور ۶،۳۵۶ بیمار مویشیوں کا آرگنائزروں کی طرف سے ویٹرنری اشاف کی مدد سے علاج کیا گیا۔

۱۴۱ ۵،۳۰ جلسے کئے گئے اور ۴۳ نمائشیں ہوئیں جن میں صنعت و حرفت اور زراعت کی چیزوں کے علاوہ گاؤں کی فاضل پیداوار کا بھی مظاہرہ کیا گیا ۱۳۵ ناٹک کھیلے گئے اور ۲۰۷ بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں میرٹھ میں نوچندی کے میلے کے موقع پر نمائش کی گئی جو بہت کامیاب رہی۔ ہز ایکسلنسی گورنر بہادر نے ۱۶ مارچ ۴۲ء کو اسکاؤٹ کیمپ کا معائنہ فرمایا اور اسکی ترقی سے بہت خوش ہوئے۔ دہرہ دون کے جھنڈا میلے میں جو نمائش کی گئی تھی اُسے گاؤں والوں نے بیحد پسند کیا۔

اس ماہ ۲۵ پنچایت گھر بنائے گئے اور متعدد پنچایت گھر ابھی زیر تعمیر ہیں۔

بالغ اسکاؤٹوں کی تعداد

ذیل میں ہم یوپی کے بالغ اسکاؤٹوں کی تعداد شائع کر رہے ہیں۔ کچھ اضلاع نے اپنی تعداد نہیں بھیجی اور کچھ کی تعداد غلط تھیں اسلئے وہ اس فہرست میں شریک نہیں ہیں۔ رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ صاحب افسر محکمہ گاؤں سدھار نے اس سلسلے میں ایک سرکلر گذشتہ ۲۰ مئی کو جاری کیا جس میں موصوف نے سب اضلاع سے درخواست کی ہے کہ وہ آئندہ ماہ میں اور بھی ترقی کریں۔ آئندہ ماہ کی تعداد ۱۰ جون تک گاؤں سدھار افسر کے دفتر میں پہنچ جانی چاہئے۔

نمبر	ضلع	گذشتہ ماہ میں بھرتی ہونے والے اسکاؤٹوں کی تعداد	اس سے پہلے بھرتی ہونے والے اسکاؤٹوں کی تعداد	میزان
۱	گورکھپور	۲۳۶۰	۹۱۰	۳۲۴۰
۲	بلیا	۵۱۰	۱۷۳۶	۲۲۴۶
۳	فیض آباد	۵۰۰	۱۳۲۰	۱۸۲۰
۴	بارہ بنکی	۱۱۵۷	۳۸۱	۱،۵۳۸
۵	اعظم گڈھ	۶۷۱	۶۸۴	۱،۳۵۵
۶	غازی پور	۳۶۲	۸۶۰	۱،۲۲۲
۷	فتحپور	۱۴۶	۱۰۵۴	۱،۲۰۰
۸	جونپور	۵۹۶	۵۸۷	۱،۱۸۳
۹	جالون	۴۵۲	۷۰۰	۱،۱۵۲
۱۰	بستی	۳۱۴	۷۱۵	۱،۰۲۹
۱۱	ہردوئی	۲۵۱	۸۰۰	۱،۰۵۱
۱۲	بہرائچ	۷۴	۷۵۴	۸۲۸
۱۳	الہ آباد	۳۵۰	۴۲۵	۷۷۵
۱۴	مرزاپور	۷۰۳	۰۰	۷۳۰
۱۵	میرٹھ	۳۲۰	۳۵۱	۶۷۱
۱۶	باندہ	۳۱۰	۳۳۰	۶۴۰
۱۷	فرخ آباد	۵۰۷	۱۳۰	۶۳۷
۱۸	ایٹہ	۱۵۶	۴۵۷	۶۱۳
۱۹	مین پوری	۱۳۰	۴۴۰	۵۷۰
۲۰	دہرہ دون	۳۱۱	۱۹۵	۵۰۶
۲۱	سہارنپور	۱۴۹	۳۵۵	۵۰۴
۲۲	سلطانپور	۳۴	۴۶۴	۴۹۸
۲۳	بریلی	۱۳۴	۳۴۹	۴۸۳
۲۴	اناؤ	۰۰	۴۷۶	۴۷۶
۲۵	متھرا	۳۱	۴۲۴	۴۵۵
۲۶	الموڑہ	۶۱	۳۹۱	۴۵۲
۲۷	سیتاپور	۲۰۲	۱۶۳	۳۶۵
۲۸	گونڈہ	۱۳۳	۲۰۰	۳۳۳
۲۹	نینی تال	۳۵	۲۹۶	۳۳۱
۳۰	رائے بریلی	۱۲۹	۲۰۰	۳۲۹
۳۱	آگرہ	۱۸۳	۱۲۰	۳۰۳
۳۲	بنارس	۶۶	۲۳۴	۳۰۰
۳۳	پرتاب گڈھ	۱۱۰	۱۷۷	۲۸۷
۳۴	کانپور	۱۱۵	۱۵۸	۲۷۳
۳۵	پیلی بھیت	۱۵۱	۹۶	۲۴۷
۳۶	ہمیرپور	۱۹	۲۲۳	۲۴۲
۳۷	بلندشہر	۱۵۱	۷۶	۲۲۷
۳۸	مظفرنگر	۰۰	۲۰۰	۲۰۰
۳۹	اٹاوہ	۰۰	۱۶۸	۱۶۸
	میزان	۱۱،۸۷۴	۱۷،۷۲۹	۲۹،۶۰۳

"کیا آپ کے گھر میں دیمک ہے؟"

جنگلی کیڑے مکوڑوں سے حفاظت

کیا آپ کے گھر فیکٹری یا احاطہ میں دیمک ہے؟ دیمک کی کارروائیوں سے بہت سے لوگ بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ انہیں پتہ بھی نہیں چلنے پاتا اور گھر کی تمام چیزیں دریاں، قالین، کپڑے اور کتابیں ستیاناس ہو جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لکڑی کا سامان دیکھنے میں بالکل ٹھیک معلوم ہو مگر صرف اوپر کی تہ باقی رہ گئی ہو اور اندر سے کھوکھلا ہو۔ دیمک کی یہ عادت ہے کہ نیچے ہی نیچے چھپ کر اپنا کام کرتی ہے۔

لکڑی کے سامان کو نقصان سے بچانے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ لکڑی کے آس پاس دیمک کو گھر بنانے یا انڈے بچے دینے کا موقع نہ دیا جائے۔ دیمک کو لکڑی تک پہنچنے سے اسی طرح روکا جا سکتا ہے کہ ساخت ہی میں خاص قسم کی رکاوٹیں بنا دی جائیں کہ انہیں دیمک پار نہ کر سکے اس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو ایسی لکڑی استعمال کی جائے جسے دیمک نہیں کھاتی یا جسے دواؤں کے ذریعہ دیمک سے محفوظ بنا دیا گیا ہو۔

دیمک کے چھتوں کو برباد کرنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ زمین کے اوپر کے تودے توڑ ڈالے جائیں اور دیمک کی "ملکہ" کو مار ڈالا جائے کیونکہ اسکی جگہ لینے کے لئے دوسری ملکہ پیدا ہو جاتی ہے۔ دیمک کے ہر چھتے کو زہر ڈال کر یا دھونی دیکر ناس کر دینا چاہئے۔ اس کام کے لئے سفید سنکھیا بہت عمدہ چیز ہے۔ ہر تودے کے لئے ایک یا دو چمچے کافی ہیں۔ دھونی کے لئے ایک حصہ کریزوٹ اور تین حصہ مٹی کے تیل یا پٹرول کا مرکب۔ کاربن ڈائی سلفائڈ یا کاربن ڈائی سلفائڈ کا تیل یا ٹرائی کلوروبنزین یا ڈائی فینیلامن استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان رقیق ادویات کو تھوڑی تھوڑی مقدار میں گڑھے کھود کر چھڑک دیتے ہیں پھر ان گڑھوں پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور ان تمام سوراخوں کو جن میں سے بخارات نکل سکتے ہیں کیچڑ سے بند کر دیتے ہیں۔ اس کام کے لئے صرف پٹرول بھی کافی ہے۔ کیلسیم سائنائڈ کا سفوف بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

بعض جگہ کی دیمک تودے نہیں بناتی جو دکھائی دیں وہ زمین کے اندر ہی سرنگیں اور چھتے بناتی ہے۔ اس دیمک کو تباہ کرنا اس وقت تک آسان نہیں جب تک کہ وہ سوراخ کر کے اوپر نکلنے کی کوشش نہ کرے۔ زنک کلورائڈ یا کاپر سلفیٹ کی ۲۰ فیصدی طاقت کے محلول سے زمین کو اچھی طرح تر کیا جائے مگر اس سے صرف وقتی طور پر نجات مل جاتی ہے بہتر یہ ہے کہ لکڑی کا سامان اور دیواریں خاص طریقہ پر دیمک سے محفوظ بنا دی جائیں۔

عام طور پر غلطی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دیمک کی ایک ہی قسم ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں دیمک کی کوئی سو سے اوپر قسمیں دریافت ہو چکی ہیں اور بہت سی دریافت ہونگی۔ ہر قسم کی دیمک کی جدا جدا عادتیں ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ کچھ تو زمین سے تعلق باقی رکھتی ہیں اور کچھ لکڑی ہی میں رہتی ہیں۔ ان سب کے حالات اور طور طریقے معلوم کرنے ضروری ہیں تاکہ کامیابی کے ساتھ انکی روک تھام کی جا سکے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سی۔ ایف۔ سی۔ بیسن کی کتاب "جنگلی کیڑے مکوڑے" مطالعہ کے قابل ہے اور فارسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دہرہ دون سے منگائی جا سکتی ہے۔

سوتی کپڑے کی حرفت کے لئے مشاورتی جماعت

سوتی پارچہ بافی کی حرفت کی ایک مشاورتی جماعت بنائی گئی ہے جس کا تعلق کاٹن ٹکسٹائل ڈائرکٹریٹ بمبئی سے ہوگا۔

اس جماعت کی تشکیل حسب ذیل طریق پر ہوگی۔

بمبئی۔ احمد آباد اور جنوبی ہند کی مل اونرز ایسوسی ایشنوں کے دو دو نمائندے۔ اپر انڈیا چیمبر آف کامرس کانپور کے دو نمائندے۔ بنگال بڑودہ اور اندور کی مل اونرز ایسوسی ایشنوں کا ایک ایک نمائندہ۔ اس طرح اس جماعت کے ارکان کی تعداد ۱۱ ہوتی ہے۔

اس جماعت کا کام یہ ہوگا کہ وہ سوتی پارچہ بافی کی حرفت کے متعلق جملہ امور میں جنگ کے پیدا کردہ مطالبات کو خصوصیت کے ساتھ پیش نظر رکھ کر ڈائرکٹریٹ جنرل آف سپلائی کو مشورہ دے۔ حرفتی پیداوار بڑھانے کے بہترین طریقوں حرفت کے مختلف اداروں میں جنگی سامان کی فراہمی کے آرڈروں کی تقسیم اور قیمتوں کے مقرر کرنے کے اصولوں کے متعلق اس جماعت سے خاص طور پر مشورہ کیا جائے گا ڈائرکٹر آف سپلائی وقتاً فوقتاً اس جماعت کو طلب کیا کریگا۔ ان تمام مباحث میں جو مرکزی حکومت نمائندوں اور اس جماعت کے درمیان ہونگے مرکزی حکومت کا وہ نمائندہ صدارت کریگا جو سینیر ہوگا۔

کاگ کا بدل کلکتہ میں بنایا جانے لگا

تجارت کے لئے کاگ کا بدل جوٹ کے ایک خاص طرح کے فضلہ سے کلکتہ میں بنایا جانے لگا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ طبی عہدیداروں اور رانجینئروں نے اس کے نمونے طلب کئے ہیں۔



عورتوں اور بچوں کی دنیا

لیڈی چرچل کون ہیں؟

مسز چرچل وزیر اعظم برطانیہ کی اہلیہ

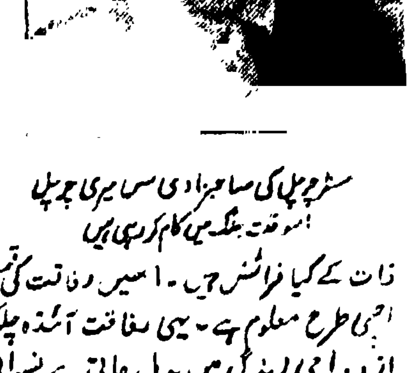
از جناب گایتری پرساد [illegible] ایم۔ اے

کیا کبھی آپ نے مسٹر چرچل کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ میری شادی میری زندگی کا اہم ترین اور مسرت بخش واقعہ ہے مسٹر چرچل نے صاف صاف اپنی خود نوشت سوانح حیات میں لکھا ہے کہ مسز چرچل بہترین زندگی کی بہترین رفیقہ ہیں جنھیں پاکر انکی روح مسرور ہو گئی۔ ان کا نوجوان دل مسرت سے کھل اٹھا اس طرح کھلا گویا وہ کبھی نہ مرجھائے گا۔

مسز چرچل ایک مکمل عورت ہیں انھوں نے اپنے شوہر کے دل پر پورا قبضہ کر لیا ہے اور مسٹر چرچل کو ان پر پورا اعتماد ہے۔ اپنے شوہر کی طرح ایک کامیاب مقررہ ہیں اور سیاسی معاملات میں خاص دلچسپی رکھتی ہیں۔ وہ آج برطانیہ کی مشہور ترین مقررہ سیاست داں خاتون ہوتیں۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ ایسے شخص کی رفیقہ حیات رہ کر وہ ملک کی زیادہ خدمت اور اپنے فرائض زیادہ کامیابی کے ساتھ ادا کر سکتی ہیں جو آج برطانیہ کا وزیر اعظم ہے۔

شادی سے قبل مسز چرچل کا پورا نام کلیمنٹائن ہوزیر تھا۔ وہ اسکاٹ لینڈ کی مشہور ترین ہیری خاندان کی لڑکی ہیں۔ انکی ماں کا نام لیڈی بلانش ہوزیر تھا لیڈی بلانش ہوزیر کی مسٹر چرچل کی ماں لیڈی رینڈولف چرچل سے گہری دوستی تھی ان دونوں ماؤں کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب انکے بچوں نے ایک دوسرے کو شادی کے رشتہ میں جکڑ لینے کا فیصلہ انھیں سنایا۔

ابھی سال ہی میں انکے بارے میں کسی نے کہا کہ مسز چرچل کا مزاج بہت اچھا ہے۔ جو کوئی انکے رابطہ میں آتا ہے وہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کامیابی کی وجہ ان کی قابلیت ہے کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ عورت



مسز چرچل کی صاحبزادی مس میری چرچل
اسوقت جنگ میں کام کر رہی ہیں

ذات کے کیا فرائض ہیں۔ انہیں رفاقت کی قیمت اچھی طرح معلوم ہے۔ یہی رفاقت آئندہ چلکر ازدواجی زندگی میں بدل جاتی ہے نسوانی طاقت کا اثر زندگی کے ہر ایک پہلو پر پڑتا ہے خصوصاً سیاست اور تدبیر پر پڑتا ہے۔

غیر معمولی طاقت گویائی پاکر بھی مسز چرچل سیاست کے میدان کارزار میں نہیں آئیں لیکن یہ مسٹر چرچل کے ہر ایک کام میں ہمیشہ ہاتھ بٹاتی رہیں۔ اور اپنی رائے دیتی رہیں۔ وہ ہمیشہ پارلیمنٹ کے اجلاس میں موجود رہتی ہیں اور مسٹر چرچل جب کبھی تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے انکی نگاہ حاضرین کی ان قطاروں پر پڑتی ہے جہاں انکی رفیقہ حیات عموماً بیٹھا کرتی ہیں۔ آنکھ ملتے ہی مسز چرچل کی جنبش اور مسکراہٹ مسٹر چرچل کو وہ طاقت اور زندگی بخشتی ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے تمام ممبران کو پر زور تقریر سے مرعوب کر لیتے ہیں۔

پہلے مسز چرچل اپنے شوہر کے لئے عام میں تقریریں کرتیں اور سیاسی جلسوں میں انکی نمائندگی کرتی تھیں۔ اس میں انھیں اچھی کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ لیکن آگے چلکر انھوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ ابھی کچھ سال قبل وہ پھر اپنے لڑکے کی مدد کے لئے جو پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے کھڑا تھا عوام میں تقریریں کیں۔ انکے لڑکے رینڈولف چرچل نے کہا۔ ماں میں نے تمہیں آج پہلی بار تقریر کرتے ہوئے سنا کیا تم واقعی اتنی کامیاب تقریر کرتی ہو۔

جب سے موجودہ جنگ چھڑی ہے مسز چرچل پبلک کاموں میں بہت ہاتھ بٹاتی ہیں انھیں پہلے سے لکھی ہوئی تقریر کبھی پسند نہیں آتی۔ وہ ہمیشہ اختصار کے ساتھ بولتی ہیں انکی تقریر کا عوام کے دل پر فوراً اثر پڑتا ہے اور انھیں وہ اپنی طرف متوجہ

کرلیتی ہیں - آج کل وہ عیسائی عورتوں کی جماعت کی صدر ہیں اور ابھی حال ہی میں انھوں نے سپاہیوں کو ٹریٹی ہاؤس میں دلیرانہ کارناموں کے صلے میں سارٹیفکٹ دئے ہیں روس کی امداد کے لئے انھوں نے تھوڑے دن ہوئے ریڈیو پر ایک چھوٹی سی تقریر کی اور ۳۰۰۰۰ پونڈ کی رقم تھوڑے ہی عرصے میں جمع کر لی - (اپنے شوہر مسٹر چرچل کے ساتھ وہ کئی بار جرمن طیاروں کے ذریعے تباہ کئے جانے والے برطانی شہروں کو دیکھنے گئی ہیں جہاں کہیں آپ جاتی وہاں سب نے اظہار ہمدردی کرتیں - انکے بات کرنے کا طریقہ اتنا انوکھا ہے کہ سبھی انکے گرویدہ ہوجاتے ہیں اُنھیں جنگ کے زخمی سپاہیوں کی خدمت میں بہت لطف آتا ہے -

آجکل وہ نمبر دس ڈاؤننگ اسٹریٹ میں اپنے شوہر کے ساتھ وزیر اعظم کے سرکاری محل میں رہتی ہیں - ان کی خانگی زندگی بہت ہی پر مسرت ہے وہ ہمیشہ اپنے بچوں میں مصروف رہتی ہیں - ان کی سب سے بڑی لڑکی ڈائنا کی شادی مسٹر ڈنکن سے ہوئی ہے - وہ آجکل جنگ میں نرس کا کام کر رہی ہیں - اُنکا لڑکا ریڈ الف مشرق قریب میں ایک اہم فوجی عہدے پر ہے انکی دوسری لڑکی سیرا ایک کامیاب ایکٹریس ہے لیکن ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ اس نے برطانیہ کی آزکری ایرفورس میں کام کرنا شروع کر دیا ہے ان کی سب سے چھوٹی لڑکی میری جسکی پیدائش ۱۹۲۲ء میں ہوئی تھی لڑائی میں لینس کارپورلیس کے عہدے پر ہے -

مسز چرچل دراز قد کی ایک خوبصورت عورت ہیں - دوسری عورتوں کی طرح وہ اپنے کمرے کو کرسیوں اور میزوں سے بھرنا نہیں پسند کرتیں - انھیں پرسکون ماحول سے زیادہ دلچسپی ہے ان کی مذاق پسندی کی تو عام شہرت ہے جنگی کاموں میں مصروف، تھکے ہوئے مسٹر چرچل کے لئے ذرائع تفریح بہم پہنچانا وہ اپنا خاص فرض سمجھتی ہیں - اس میں انکی مذاق پسندی بہت معاون ہوا وہ اپنے شوہر کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتی



میڈم چیانگ کائی شیک خود چینی سپاہیوں کی مرہم پٹی کر رہی ہیں



انگلینڈ میں ہوائی حملے سے حفاظت کا کام کرنے والی دو انگریز خواتین

چین کی فوجی خواتین

مترجمہ جناب لکشمی ناتھ شریواستو

آج ۵۰ ہزار چینی عورتیں میدانِ جنگ میں کام کر رہی ہیں۔ چینی بڑائی جنگی پوشاک ہی ہے وہ اپنی ستر پوشی کرتی ہیں جنھیں انھوں نے میدانِ جنگ میں کام آنے ہوئے بہادروں سے چھین لیا ہے جس میدانِ جنگ میں انکے بھائی اور شوہر بہادری کے ساتھ لڑتے رہے موت کی نیند سو گئے ہیں اسی جگہ بار بار وہ ان کے کپڑے اتار لاتی ہیں اور انھیں اپنی پوشاک کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ دوسری پوشاک انھیں مل ہی کہاں سکتی ہے۔

چینی خواتین کا جوہر

وہ میدانِ جنگ میں جا جا کر لڑتی ہیں اور مر رہی ہیں انکے نام لوگوں کو نہیں معلوم مگر مادرِ وطن انھیں اپنے دل میں جگہ دیتی ہے اور انھیں یاد رکھتی ہے۔ عورتوں کے دستہ کو انگلش لیڈیز فوج، جیلیانگ لیڈی گوریلائیں وغیرہ نام چین کی جنگ آزادی کی تاریخ غیر فانی ہو گئے ہیں۔ عورتوں کی فوج کے اس دستہ کو وہاں کی رعایا کبھی نہیں بھول سکتی جس دستے نے کئی جنگوں میں غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کیا وہاں کے لوگ فخر سے ان دو سو عورتوں کی فوج کے بارے میں باتیں کرتے ہیں جو اپنے کو غیر مسلح اور جاپانیوں کے ہاتھ میں گھری ہوئی پا کر خودکشی کر کے مر گئیں۔ دشمنوں کو پیٹھ دکھلانے کے مقابلے میں انھوں نے مر جانا اچھا سمجھا۔

وہ بتلاتے ہیں کہ کس طرح ان بہادر عورتوں نے اپنے دستہ کو دو جماعتوں میں منقسم کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ کسی خاص اشارے کے پاتے ہی ایک دوسرے پر حملہ کر کے وہ آپس میں کٹ مریں گی مگر اپنے کو دشمن کے ہاتھ میں نہیں پڑنے دیں گی۔ اور جب جاپانیوں نے مورچے توڑ دیئے تو صرف لاشوں کے ٹکڑے ہی انھیں ملے۔

چینی عوام چیسین شانسی کی عورتوں کو کبھی نہیں بھولیں گے جنہوں نے چینی فوجوں کا ساتھ دیا تھا۔ مارچ کرتی ہوئی وہ جاپانیوں کی لگائی ہوئی آگ کے خوفناک شعلوں کے درمیان خاموش چلی گئیں اور جل کر راکھ ہو گئیں۔

اس قسم کی عورتیں برابر فوج میں بھرتی کی جا رہی ہیں کیونکہ چین کے لئے یہ انتہائی جد و جہد کا وقت آ گیا ہے۔

میڈم چاؤ کے کارنامے

ساٹھ سال کی عمر کی ایک عورت اس کام کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ سفید بالوں والی اس ضعیفہ کو پکڑنے کیلئے جاپانیوں نے متعدد کوششیں کیں، اسے گرفتار کرنے کیلئے انعام مقرر کیا ہے اسلئے کہ میڈم چاؤ جنرل چیانگ کائی شیک کی سب سے ہوشیار اور قابل ریکروٹنگ ایجنٹ ہے۔

میڈم چاؤ نے اپنے جھنڈے پر ایک نعرہ لکھ لیا ہے اور یہی الفاظ آج تمام چین میں دہرائے جا رہے ہیں۔ "موت کا انتظار کرنے سے موت کے منہ میں جانیکا کام کہیں شاندار ہے"۔ شاید ہی کوئی دوسری عورت اس فقرے کی اہمیت اتنی سمجھتی ہو جتنی میڈم چاؤ سمجھتی ہے۔ کیونکہ اسکے دل میں انتقام و آزادی کی آگ دہک رہی ہے اس نے بیشمار قربانیاں کی ہیں جاپانیوں کے خلاف لڑتے ہوئے اسکے دو لڑکے اور ایک لڑکی ماری گئی ہے اس نے



جمہوریت چین کی محافظ میڈم چیانگ کائی شیک



محترمہ سنگ ہائی ایران پونا بورڈ کی ممبر منتخب ہوئی ہیں

اپنے بچے ہوئے تین لڑکوں اور دو لڑکیوں کو بھی میدان جنگ میں بھیجدیا ہے چونسیا اور شمالی چین میں وہ خود چیانگ کائی شیک ہی کیطرح مشہور ہے اور ہزاروں کی تعداد میں طلبا کسان اور کاریگر اسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہیں۔ جاپانیوں نے اسکی تمام ملکیت چھین لی اور ادھر سے ادھر اسکی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں لیکن میڈم چاؤ پر اسکا اثر دوسرا پڑا ہے وہ انکی اور زیادہ کٹر دشمن ہوگئی ہے

تین ماہ کی ٹریننگ

یوں تو فوج میں تیزی سے عورتیں داخل ہوتی جاتی ہیں مگر میدان جنگ میں وہی بھیجی جاتی ہیں جو جسمانی لحاظ سے اس کام کیلئے موزوں سمجھی جاتی ہیں جیسی سخت ٹریننگ ان فوجی خواتین کو دیجاتی ہے اُس میں بہت سے یورپین سپاہی بھی شاید نہ ٹھہر سکیں۔ انھیں تین مہینے کی ٹریننگ دیجاتی ہے اسکے بعد یہ میدان جنگ میں بھیج دیجاتی ہیں۔

عورتوں کے ان ٹریننگ کیمپوں میں لپسٹک اور ناخونوں پر پالش کرنے کیلئے وقت نہیں ملتا۔ صبح چار بجکر دس منٹ پر بگل بجتا ہے لباس درست کرنے کیلئے صرف پانچ منٹ کا وقت ملتا ہے۔ جسکے بعد قواعد شروع ہوجاتی ہے۔ ایسی حالت میں کنگھی کرنیکا وقت بھی نہیں ملتا اس لئے بہت سی عورتیں اپنے سر کے بال ہی منڈوا ڈالتی ہیں۔ صبح ساڑھے چار بجے سے ساڑھے چھ تک انھیں بہت سخت ورزش کرنی پڑتی ہے جسکے بعد وہ ایک پیالہ پانی اور سوکھی روٹی کے ایک ٹکڑے کا ناشتہ کرتی ہیں اس کے بعد فوجی تعلیم دیجاتی ہے اس میں گھوڑے کی سواری، بندوق چلانا مشین گن چلانا وغیرہ سب شامل ہیں۔ کھانے کے وقت تک یہ مشق جاری رہتی ہے۔

انکا کھانا کیا ہے یہ بھی سنئے۔ صرف ایک کٹورا شوربہ اور ایک کٹورہ چاول دن کا اور رات کا کھانا بھی ایسا ہی سادہ اور سستا ہوتا ہے۔

رات کے وقت بھی بناؤ سنگھار کرنے کی قطعی فرصت نہیں ملتی ایسے کاموں کےلئے کوئی وقت ہے کہاں ہیں۔ وہ اکثر جوتے پہنے ہوئے سوجاتی ہیں اور کبھی کبھی تو تمام رات بندوق کندھے پر رکھے ہوئے ہی آرام کرنا پڑتا ہے۔

اس طرح تین ماہ کی سخت ٹریننگ کے بعد تقریباً ۸۰ فیصدی عورتیں جنگ کیلئے موزوں سمجھکر لے لی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ دوہ چینی عورتیں بھی ہیں جو ہلوں اور محکمہ زراعت میں کام کرکے اور زخمیوں کی خدمت کرکے جنگ میں مدد پہنچاتی ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ہر ایک طبقہ کی عورتیں فوجی جماعتوں میں آکر ہاتھ بٹا رہی ہیں خواتین کی مشاورتی کمیٹی کے ذریعے وہ بھرتی کیجاتی ہیں۔ میڈم چیانگ کائی شیک کیطرف سے چلائی جانیوالی نئی زندگی نامی جماعت نے خواتین ہر ایک کام کو اپنایا ہے۔ اس جماعت کیطرف سے ایمبولنس ڈرائیوری زخمیوں کی دیکھ بھال اور جنگ کی وجہ سے ہونے والے یتیم اور لاوارثوں کی دیکھ بھال کے کام وغیرہ سب سکھلائے جاتے ہیں۔ ان عورتوں میں ایثار وقربانی کا جیسا بلند جذبہ ہے اسکی مثال ملنی مشکل ہے۔ خوراک کے لحاظ سے انھیں تھوڑا کھانا کھانے کو مل بھی جاتا ہے اور وردی کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا اور نہ کچھ



محترمہ رنا باقی ستیہ فولا پور میونسپل بورڈ کی منتخب کی گئی ہیں۔

ہوتا ہی ہے انکے پاس جو کچھ رہا بھی ہے وہ تمام کا تمام قومی کاموں کیلئے چندوں میں چلا گیا ہے۔

تحریک نئی زندگی کی اسکیم کیمطابق عورتوں کو پروپیگنڈہ کی بھی تعلیم دیجاتی ہے اس قسم کی عورتوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم کے اخلاق معیار کو بلند رکھیں۔ پروپیگنڈے کے کام کرنے والی عورتوں کا کام بہت خطرناک ہوتا ہے۔ موقع بہ موقع انھیں ایسے خطرناک مقامات پر جانا ہوتا ہے جہاں جاپانیوں کے حملوں سے لوگوں میں بھگدڑ اور پریشانی ہوتی ہے ایسی عورتوں کے کئی طبقے ہیں۔ معمولی کسان عورت سے لیکر تینگ لنگ یا مسی پگ پنگ کی طرح مشہور ناول نگار خواتین تک۔

ان سب کاموں کے علاوہ دیہات کی عورتوں میں تعلیم کی اشاعت کا کام بھی عورتوں کے ذمہ ہے تقریباً چار لاکھ کسان عورتیں اس طرح تعلیم یافتہ بنائی گئی ہیں۔ انھیں جنگ کی سب خبریں بتائی جاتی ہیں اور دشمن پر فتح حاصل کرنے کے طریقے بتلائے جاتے ہیں۔ اس قسم کی عورتیں جہاں جاتی ہیں وہاں دیہاتوں کو منظم کرنیوالی جماعتیں قائم کرتی جاتی ہیں اور سب کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ موت کا انتظار کرنے سے کہیں اچھا ہے اسکا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنا۔ اور اس بات کو چین کی عورتیں اچھی طرح سمجھ گئی ہیں۔



اپنے خیالات

جنگ اور گاؤں

جنگ کے شعلے ہندوستان کی سرحد پر بھی اب اٹھنے لگے ہیں اور یہ بات اب تسلیم کر لی گئی ہے کہ ہندوستان کے اندر بھی جنگ کی حالات پیدا ہو گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں جہاں کروڑوں لوگ رہتے ہیں کتنی ہی ضروری چیزوں کا قحط ہو گیا ہے۔ کتنے ہی شہروں کے لوگوں کو دور دراز کے دیہاتوں میں جاکر رہنا پڑا ہے۔ یہ تو شروعات ہے جنگ کا زور بڑھنے پر ایسی حالات زیادہ خوفناک شکل میں ہمارے سامنے آ سکتی ہیں۔ ہمیں ان سب کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اگر ہندوستان پر ہوائی حملہ ہوا تو وہ بڑے بڑے شہروں پر ہی ہوگا لیکن صرف اسی ایک بات سے یہ خیال کر لینا کہ دیہاتوں پر اسکا کوئی اثر ہی نہ پڑیگا عقلمندی نہیں ہوگی۔ گاؤں اور شہر سے گہرا تعلق ہے۔ شہری باشندوں سے گاؤں والوں کے کام کی چیزیں دیہات میں آتی ہیں اور گاؤں میں جو کچا مال تیار ہوتا ہے وہ شہروں میں آتا ہے اگر شہروں کا انتظام قائم نہ رہ سکا تو دیہاتوں اور شہروں کی آمد و رفت فوراً بند ہو جائیگی اور دیہاتوں میں بھی بہت سی چیزوں کے لئے لالے پڑ جائینگے۔ چینی، مٹی کا تیل، نمک، کاغذ اور بہت سی دیگر اشیا نہ مل سکیں گی۔ انکے علاوہ شہروں پر حملہ ہونے کی صورت میں شہری آبادی کا دیہاتوں میں تقسیم ہو جانا ضروری ہے۔ اس حالت میں جہاں دیہاتوں میں یوں ہی چیزوں کی کمی ہے وہاں اور زیادہ کمی ہو جائیگی۔ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے دیہاتی بھائی ابھی سے ان تمام مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہوشیار ہو جائیں۔ وہ اپنی، اپنے دیہاتوں کی اور اس طرح اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جو کچھ بھی کرینگے اسکے اوپر انکا اور انکے گاؤں کے مستقبل کا انحصار رہے گا۔ سب سے بڑی جو بات دیہاتی کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ جیسا کہ گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے ایک خط میں کہا ہے کہ وہ فوراً ایک دیہاتی فوج بنا لیں۔ اس فوج کو فوجی طریقہ سے مارچ کرانا چاہئے اور اسکاؤٹ کے طریقے سے اجتماعی طور پر خدمت کرنے کی اہلیت رکھنی چاہئے۔ یہ فوج حملہ آوروں سے دیہات والوں کی حفاظت کر سکتی ہے۔ شہری باشندوں کے گاؤں میں پناہ لینے کی حالت میں انکی بہت آسانی سے رہائش و قیام کا انتظام کر سکتی ہے اور گاؤں میں بھی بہت سے امدادی کام کر سکتی ہے۔ اس فوج کی تنظیم کس طرح کی جا سکتی ہے اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر برابر سرکلر جاری کر رہے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ انہیں غور سے پڑھیں اور اس کام کے لئے مستعد ہو جائیں۔

دوسرا اہم کام ہے پھل اور ساگ سبزی کا پیدا کرنا جتنی بھی ہماری خالی اور بیکار جگہیں ہیں ان سب میں معمولی پھل کے درخت اور ساگ سبزی لگائی جا سکتی ہے۔ ہمارے صوبے کے گورنر صاحب خود گورنمنٹ ہاؤس میں اپنی ضرورت کے لئے اس سال بارش شروع ہوتے ہی سبزیوں کی کھیتی شروع کرینگے۔ ہم دیہاتی بھائیوں کے لئے انھوں نے یہ ایک نیک مثال قائم کی ہے۔ ہم سب دیہاتی بھائیوں کو بھی خالی جگہوں میں ساگ سبزی لگانی چاہئے جو لوگ کچھ نہیں کر سکتے وہ کم از کم اپنے گھروں کے کھپریلوں پر لوکی۔ کمہڑا اور سیم کی بیل تو چڑھا سکتے ہیں۔ پپیتے اور کیلے کے درخت بھی آسانی کے ساتھ تھوڑی سی جگہ میں اور کفایت کے ساتھ لگائے جا سکتے ہیں۔ شہریوں کے دیہاتوں میں پہنچ جانے پر اپنی یہ فصل انکے ہاتھ مہنگے داموں فروخت کرکے اپنی آمدنی بڑھا سکتے ہیں اور اس طرح انکی خدمت بھی کر سکتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ گاؤں کے بھائیوں کو گاؤں کی صفائی پر بہت توجہ دینی چاہئے۔ انھیں اپنے گاؤں کے راستے اور گھر بہت صاف ستھرے رکھنے چاہئیں۔ اس سے انکی صحت اچھی رہیگی اور اگر انکے گاؤں میں آبادی بڑھ گئی تو صفائی کی وجہ سے گندگی اور بیماری کے پھیلنے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

کاغذ بنانا سوت کاتنا اور اس قسم کی دیگر خانگی صنعتیں جو لوگ دیہاتوں میں شروع کر سکتے ہیں انھیں ابتدا کر دینی چاہئے تاکہ جو چیزیں گراں ہو رہی ہیں یا نہیں ملتی ہیں انکے نہ ملنے پر تکلیف نہ ہو۔

جن دیہاتوں میں گاؤں سدھار کا کام ہو رہا ہے اور جن دیہاتوں کی پنچ میں کارکنان گاؤں سدھار ہیں انھیں تو ہمیشہ ہی یہ جاننے کے لئے مشتاق رہنا چاہئے کہ موجودہ حالت میں کیا کرکے وہ اپنے گاؤں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکتے ہیں اور کن طریقوں پر عمل کرنے سے وہ جنگ کے خطرات کا بخوبی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

یہ بات بھی پورے یقین کے ساتھ نہیں کی جا سکتی کہ دیہاتوں پر ہوائی حملہ کا خطرہ ہی نہیں ہے۔ بڑے پیمانہ پر لڑائی شروع ہونے کی حالت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دیہاتوں پر بم گرینگے ہی نہیں اور جب کہ دشمن کا مقصد لوگوں میں دہشت اور بدنظمی پیدا کرنا ہوتا ہے تو وہ اندھا دھند بم گرانا شروع کر دیتا ہے۔ ایسی حالت کے لئے دیہات والوں کو ابھی سے تیار ہونا چاہئے رات کو انھیں اپنے گھروں میں روشنی ذرا بھی نہیں کرنی چاہئے اور ہوائی حملے سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں سرکاری بیانات انھیں برابر پڑھتے سنتے رہنا چاہئیں۔ کچھ بیانات ہم 'ہل' کی گذشتہ اشاعتوں میں شائع کر چکے ہیں اور آئندہ جو موصول ہونگے انھیں بھی شائع کرینگے۔

مندرجہ بالا حالت میں ضبط سے کام لینا چاہئے افواہوں پر کبھی یقین نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس سے سوا نقصان کے کبھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

جنگ اور زراعت

اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان زراعت پیشہ ملک ہے۔ اگرچہ موجودہ جنگ کے خراب نتائج سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستانی زراعتی تجارت کو اور بھی زیادہ وسعت دی جائے۔ ولایت وغیرہ میں تو یہاں تک ہوا ہے کہ کوئی بھی بیکار زمین نہیں رہنے پائی

ہے۔ جن جگہوں پر صدیوں سے ہل نہیں چلا تھا وہ جگہیں بھی انگلینڈ وغیرہ میں جوت دیگئی ہیں۔

آمد و رفت میں دشواری ہونے کے باعث بھی یہ ضروری ہے کہ ملک کے ہر حصے میں جہانتک ہو سکے ہم اپنی ضرورت تک کا غلہ، پھل پھول اور سبزی پیدا کریں۔ ہر شہر کے گرد کے باشندگان دیہات کو یہ سنہری موقع ملا ہے کہ وہ شہروں کے کام آنیوالی اشیاء خورد و نوش کی پیداوار کو بڑھائیں اور اُن سے فائدہ اٹھائیں اتنا ہی نہیں شہروں کے بڑے بڑے احاطے گھیر کر بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہنے والے لوگ بھی اس طرف متوجہ کئے جا رہے ہیں وہ اپنے احاطے میں ساگ سبزی اور پھل وغیرہ کی کاشت کریں۔

اس سلسلے میں حال ہی میں ایک گشتی مراسلہ گاؤں سدھار افسر صاحب یو پی نے بھی گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی سب سکریٹریوں کے نام جاری کیا ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ وہ گاؤں کے زراعتی رقبوں کو مزید وسعت دینے کی کوشش کریں۔ گورنر صاحب یو پی نے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے۔ ”میں خود گورنمنٹ ہاؤس کے احاطے کے ایک حصے میں ہل چلانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اگر مانسون موافق ہوا تو میں ایک اچھی فصل کی اُمید رکھوں گا۔ زمین کے ہر ایک سنٹے بیگھہ پر کھیتی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان اور دنیا کو رسد پہنچائی جائے۔“

گاؤں سدھار افسر صاحب نے تمام کارکنان گاؤں سدھار کی توجہ اس طرف مبذول کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر ایک ضلع کے گاؤں میں پھل اور ساگ سبزی کی کاشت کی اشاعت بڑھانے میں اس سال ۲۵۰ روپیہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔

گاؤں سدھار افسر صاحب نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ آرگنائزروں کو اس طرف خاص طور سے توجہ کرنی چاہئے۔ اور یہ رقم اس سال پوری طرح صرف ہونی چاہئے۔ پھل اور ساگ سبزی کے لئے ضروری بیج حکومت کی طرف سے منظور شدہ فرموں سے خریدے جا سکتے ہیں۔ جن میں سیڈ اسٹور لکھنؤ امریکن سیڈ فیض آباد اور ایل۔ آر۔ برادرس سہارنپور خاص ہیں ان میں سے کہیں سے بھی آپ اپنی ضرورت کے بیج منگا سکتے ہیں۔

اشیاء خورد و نوش کے گراں ہو جانے سے کھیتی میں کسان جتنی زیادہ محنت کریگے اُتنا ہی وہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور اپنی غریبی کو بڑی حد تک دور بھی کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو چیز وہ ہمیشہ سے بوتے چلے آئے ہیں وہی بوئیں جن چیزوں کی بازاروں میں زیادہ مانگ ہو انھیں بھی بونا چاہئے۔ جو گاؤں کسی گاؤں سدھار مرکز کے ماتحت ہیں اُن کے باشندوں کو تو زراعت میں ترقی کرنے کا اور زیادہ موقع ہے۔ کیونکہ آرگنائزروں سے انھیں کافی مدد اور مشورہ مل سکتا ہے۔

عورتوں کا ٹریننگ کیمپ

محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے فیض آباد میں دومن ویلفیر ٹریننگ کیمپ کھولا گیا ہے۔ اس نے قلیل عرصے میں خاص کامیابی دکھلائی ہے۔ جولائی ۱۹۴۸ء سے چھ مہینے کے لئے نئی طالبات کا کلاس شروع ہو جائیگا۔ اس میں ہر ایک ضلع سے کیمپ میں شامل ہونے کا شوق رکھنے والی عورتوں کی درخواستیں پہنچ گئی ہونگی اور ان کا انتخاب بھی ہو گیا ہوگا۔ اُمید ہے کہ پہلے کی طرح یہ کیمپ بھی کامیاب ہوگا۔

دیہاتی اسکاؤٹ فوج

ہر گاؤں میں ایک دیہاتی اسکاؤٹ فوج بنانے پر گذشتہ چند ماہ سے برابر زور دیا جا رہا ہے گاؤں سدھار افسر صاحب نے پچھلے دنوں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری کیا جس میں موصوف نے یہ فرمایا تھا کہ اس بات کی طرف فوراً سب کا دھیان جانا چاہئے۔ گاؤں میں جلد از جلد دیہاتی اسکاؤٹ فوجیں بنائی چاہئیں۔ ایک معمولی گاؤں میں ۳۰ اسکاؤٹ تو مل ہی سکتے ہیں۔ اسکاؤٹوں کی تعداد اس سے زیادہ جتنی بھی بڑھ سکے بڑھنی چاہئے۔ محکمہ گاؤں سدھار نے اسکاؤٹوں کی وردی کے لئے ہر ضلع کو ۱۰۰ روپئے خرچ کرنے کی اجازت دی تھی اب محکمہ نے انھیں اسکے علاوہ ۵۰۰ روپئے مزید خرچ کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ گاؤں سدھار افسر صاحب اپنے سرکلر میں لکھتے ہیں کہ اسکاؤٹ فوج قائم کرنے کے لئے یہ رقم کافی ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ایک ضلع کا خود دورہ فرمایا تھا۔ اس ضلع کے چیرمین نے جو بہت زیادہ غریب اسکاؤٹ تھے انھیں دو دو روپئے وردی کے لئے دیئے تھے۔ بیشتر کو صرف ایک ایک روپیہ ملا تھا اور کتنے ہی ایسے تھے جو اپنے خرچ سے وردیاں بنوا سکتے تھے۔ انکو کچھ نہیں دیا گیا تھا۔ کچھ متمول اصحاب نے بعض اسکاؤٹوں کو اپنی طرف سے وردیاں بنوا دی تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ کل ۱۰۰ روپئے میں دیہاتی اسکاؤٹوں کی ایک بہت بڑی فوج باوردی کھڑی ہو گئی۔

گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے اس سرکلر میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر ہر ضلع میں جوش خروش کے ساتھ کام ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہاں کم از کم ۳۰۰۰ اسکاؤٹ بوقت ضرورت تیار نہ ملیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ سب کے لئے وردیاں نہ ملیں۔ اس حالت میں ہاتھوں پر باندھنے کی پٹی وغیرہ سے ہی کام چلایا جا سکتا ہے۔ اس کام میں افسران ضلع سے ہر قسم کی امداد مل سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جو گاؤں والوں میں خود حفاظتی کا جذبہ پیدا کریگا اور وہ بوقت ضرورت اپنی حفاظت کر سکیں گے۔ اسلئے اس کام میں ذرا بھی تاخیر نہ ہونی چاہئے۔

دیہاتی اسکاؤٹوں کی ٹریننگ

دیہاتوں میں اسکاؤٹ فوجیں قائم کرنے کے سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب کے کئی سرکلر ہل کی گذشتہ اشاعتوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک نوٹ ہم اسی اشاعت میں دوسری جگہ شائع کر چکے ہیں جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ دیہاتوں میں اسکاؤٹ فوجیں بنانے کا کام جلد از جلد شروع کر دینا چاہئے۔

دیہاتوں میں اسکاؤٹوں کو تعلیم دینے کا سوال خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسکے لئے سب سے پہلے ہر ضلع کے کل آرگنائزروں اور بالغوں کے مدرسوں کو کسی ایک جگہ پر فوجی یا پولیس حوالدار کے ذریعے دس دن تک ٹریننگ دلانی چاہئے۔ یہ کام تقریباً ہر ضلع میں ہو چکا ہے۔ یہ بالغوں کے مدرس اور آرگنائزر ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے گاؤں میں لوٹ جائینگے اور وہاں اسکاؤٹوں کو ۵ دن تک ٹریننگ دینگے۔ اسکے بعد وہ اپنے گاؤں میں لوٹ جائینگے۔ وہاں اسکاؤٹوں کو ہفتہ میں دو دن ڈرل کرنی ہوگی تاکہ وہ جو کچھ سیکھ چکے ہیں وہ بھول نہ جائیں جن دیہاتوں میں آرگنائزروں کے ہیڈکوارٹر ہیں وہاں تو وہ مکمل ٹریننگ دے سکتے ہیں۔ لیکن اپنے مرکز کے دیہاتوں میں بھی وہ ایک بار دو بار جا سکتے ہیں جن دیہاتوں میں بالغوں کے مدرس

نہیں ہے۔ یا جہاں آرگنائزر بھی نہ پہنچ سکتے ہوں وہاں ڈسٹرکٹ بورڈ کے ماسٹر یا وہاں کوئی فوجی پنشنر سپاہی رہتے ہوں تو انکے ذریعہ یہ کام ہونا چاہئے۔ پھر بھی کچھ گاؤں ایسے رہ سکتے ہیں جہاں ان میں سے کوئی نہ ہو اسلئے گاؤں سدھار افسر صاحب نے ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں موصوف نے یہ مشورہ دیا ہے کہ ہر ضلع میں گاؤں سدھار کے ماتحت جتنے گاؤں ہوں ان سب کی ایک فہرست بنالینی چاہئے اور ہر گاؤں کے سامنے ایک شخص کا نام لکھ دیا جائے جسکے چارج میں وہ گاؤں ہو۔ اس طرح کافی گاؤں ایسے چھوٹ جائینگے۔ جو نہ تو کسی آرگنائزر کے ہیڈ کوارٹر ہونگے نہ وہاں کوئی بالغوں کا مدرس رہتا ہوگا نہ پولیس یا فوج کا پنشنر حوالدار اور اسکول ہوگا۔ ایسے گاؤں میں بالغوں کے مدرسوں کو کم از کم سات دن جاکر رہنا چاہئے اور وہاں کے باشندوں کو ٹرینڈ کرنا چاہئے اس طرح کچھ ہی ہفتوں میں سب گاؤں ٹرینڈ کئے جا سکتے ہیں۔ جو بالغوں کے مدرس اپنے ہیڈ کوارٹر کے علاوہ دوسرے دیہاتوں میں جائیگا اسے قاعدے کے مطابق مناسب سفر خرچ ملے گا۔ یہ سفر خرچ انھیں تعلیم بالغان کے فنڈ سے دیا جائیگا۔ اسکے بعد یہ سب گاؤں بھی آرگنائزروں کی نگرانی میں رہیں گے۔ جو کہ اسبات کا خیال رکھینگے کہ اسکاؤٹ فوج قابلیت کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے یا نہیں۔

رائے بریلی کی تقلید کیجئے

ضلع رائے بریلی میں آئندہ ۵ جولائی سے ۱۲ جولائی تک ہفتہ باغبانی منایا جانیوالا ہے اس ہفتہ میں تمام ضلع کے لوگ خاص طور سے پھلوں وغیرہ کے پودے لگائینگے۔ اسکا ذکر گاؤں سدھار افسر صاحب ایک گشتی مراسلہ میں کرتے ہوئے ہر ضلع کے کارکنان گاؤں سدھار سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے ضلعوں میں پھلوں وغیرہ کے پودے لگانے کی ابھی سے کوشش کریں۔

عام پھلوں کے پودوں کے علاوہ ایسے پھلوں کے درخت لگانے چاہئیں جو بہت جلد بڑھتے ہیں اور سال ہی دو سال کے اندر پھل دینے لگتے ہیں مثلاً کیلا اور پپیتا انکے ساتھ ہی مزید ساگ سبزی بھی اگر نیکی طرف بھی کسان بھائیوں کو توجہ کرنی چاہئے۔ ساگ سبزی کے بیج آرگنائزر گاؤں والوں کو منظور شدہ فرموں سے خریدوا سکتے ہیں۔ اس کام کیلئے گاؤں سدھار کے ... دیہاتوں میں بڑی فیاضی سے تقسیم ہونا چاہئے آم وغیرہ کی جگہ پر سستے دیسی ساگوں کے لئے ترغیب دینی چاہئے۔ ... اور ... وغیرہ چھپر پر چڑھائی جا سکنے والی سبزیاں ہیں ... ہر ضلع کے گاؤں سدھار آرگنائزروں کا اور خاصکر کسان بھائیوں کا دھیان گاؤں سدھار افسر صاحب کے اس سرکلر کیطرف جائیگا اور وہ اپنے اپنے ضلع میں اسی برسات میں اس قسم کی سبزی کی کھیتی شروع کر دینگے۔

ہل اور انگریزی الفاظ

ہل کے مضمون نگاروں سے درخواست ہے کہ وہ ہل کیلئے مضمون لکھتے وقت انگریزی الفاظ کا کم سے کم استعمال کریں۔ صرف ایسے انگریزی الفاظ انھیں لکھنے چاہئیں جنھیں وہ سمجھتے ہوں کہ دیہات کے رہنے والے انکے معنی سمجھ سکتے ہیں جو انگریزی لفظ لکھا بھی جائے اسے انگریزی خط میں لکھنے کے بجائے اردو یا ہندی خط میں لکھنا چاہئے کیونکہ ہل کے بہت سے قارئین ایسے ہیں جو انگریزی کا ایک حرف بھی نہیں پڑھ سکتے۔ دواؤں وغیرہ کے نام جنھے عام طور سے لوگ انگریزی ناموں سے ہی سمجھتے ہیں انھیں ہندی اور اردو زبان میں اسطرح نہ بدلدینا چاہئے کہ مطلب خبط ہو جائے اس قسم کے جو انگریزی الفاظ آئینگے وہ قارئین کیلئے مفید ہی ثابت ہونگے۔ کیونکہ وہ اُن دواؤں کا استعمال کرنا چاہینگے جو قریب کے شہروں یا قصبوں کے دواخانوں سے بکفایت مل سکتی ہیں۔

ہل کا انعامی مقابلہ

اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ ہم پنڈت رام نریش ترپاٹھی کی کہانی داتا دین کے عنوان سے شائع کر رہے ہیں۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے اس کہانی پر ترپاٹھی جی کو پہلا انعام عطا فرمایا ہے ترپاٹھی جی کے علاوہ دو دیگر افسانہ نگاروں کو انعام ملے ہیں اور انکے افسانے بھی ہم آئندہ اشاعتوں میں شائع کرینگے۔

پچھلی بار جو سوال شائع ہوا تھا اسکے جواب بھی موصول ہوئے ہیں۔ انکو ہم آخری فیصلے کے لئے گاؤں سدھار افسر صاحب کے پاس بھیج رہے ہیں۔ انکا فیصلہ آجانے پر ہم اسے ہل کی آئندہ اشاعت میں شائع کر دینگے۔

آرگنائزروں سے درخواست

آرگنائزروں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے مرکز کی دیہاتوں سے تعلق رکھنے والی دلچسپ خبریں شائع کرنے کیلئے بھیجیں۔ اسطرح سب آرگنائزروں کو یہ معلوم ہوتا رہیگا کہ صوبہ میں کہاں کیا ہو رہا ہے اور وہ کہاں تک پیچھے یا آگے ہیں۔ اس قسم کی خبریں ہم ہل میں بڑی خوشی سے شائع کرینگے۔ ایسی خبروں میں افراد کی تعریف کے بجائے حقیقت حالات کا ذکر ہونا چاہئے۔

ٹکٹ کے داموں میں اضافہ

یکم اپریل ۱۹۴۲ء سے ڈاک خانے کے ٹکٹوں کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے لفافہ پر پہلے پانچ پیسے کا ٹکٹ لگتا تھا لیکن اب چھ پیسے کا ٹکٹ لگنے لگا ہے پچھلے دنوں گاؤں سدھار کے دیہات کے دفتروں سے کچھ ایسے خطوط صدر دفتر میں پہنچے جنپر بجائے چھ پیسے کے پانچ ہی پیسے کے ٹکٹ تھے چنانچہ وہ خطوط بیرنگ ہوگئے اور صدر دفتر کو انکی قیمت ادا کرنی پڑی۔ اسلئے گاؤں سدھار افسر صاحب نے ایک سرکلر کے ذریعے کارکنان گاؤں سدھار کی توجہ اسطرف مبذول کی ہے۔ عوام کو بھی ٹکٹوں کی قیمت میں اضافہ کا خیال رکھنا چاہئے اور انھیں مناسب ٹکٹ ہی لگانے چاہئیں تاکہ انکا خط بیرنگ نہ ہو جائے پیکٹ بھیجتے وقت یا تار وغیرہ دیتے وقت نئی شرح کا پتہ لگا لینا چاہئے تاکہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو۔

جولائی سنہ ۱۹۴۲ء   جلد ۴ نمبر ۳

حکومت یو۔پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔پی۔ لکھنؤ

اڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سنہ ۱۹۴۲ء

سالانہ قیمت ۸ر   ایک پرچہ ۸ر

باہتمام کالی۔ کے متراپرنٹر و پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ الٰہ آباد

باتصویر ماہوار رسالہ

جولائی ۱۹۴۲ء جلد [illegible] نمبر ۱

تجلّیات اختر

حضرت علی اختر حیدرآبادی

موجِ نوائے عیش کیا نالۂ بے قرار کیا
عشق کے چند خواب ہیں کیسی خزاں بہار کیا

عشق حریفِ جاں سہی، فکرِ مآلِ کار کیا
دانشِ خود فریب کون؟ ہوش کا اعتبار کیا

میرے لئے ہے کائنات اُف رے فریبِ گفتگو
کیجئے ظلم کیجئے جبر پہ اختیار کیا

ہجرِ تباہ کار کا میری بلا کرے خیال
رونقِ بزمِ دل نہیں جلوۂ یادِ یار کیا

تیرے ادا شناس درد مست ہیں اپنے حال میں
عہدِ نشاط وصل کیا عالمِ انتظار کیا

پھیلے ہوئے ہیں ہر طرف دامِ فریب پیچ کے مل
معنیِ اعتبار بن صورتِ اعتبار کیا

اختر زار جب حیات خود ہے تصوّرِ غلط
عشرتِ روزگار کیوں، عبرتِ روزگار کیا

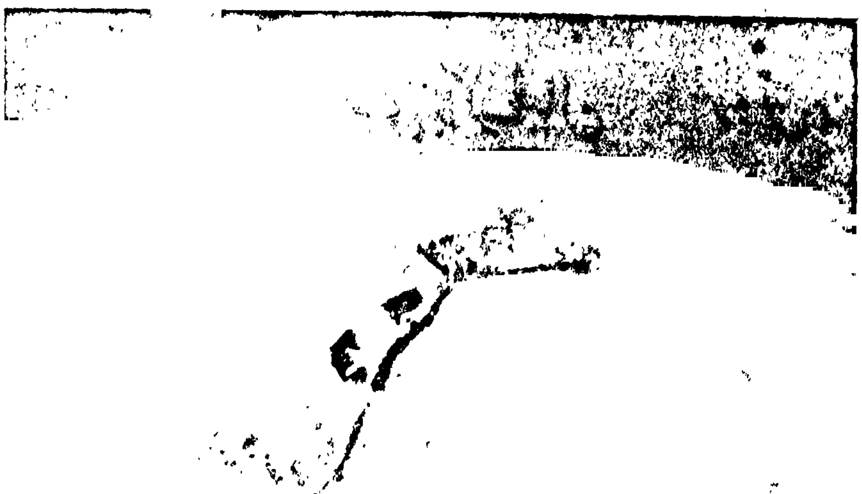


خلیج منار میں شام کے وقت موتیوں کی سیپیاں لیکر کشتیوں کا بیڑہ واپس آرہا ہے

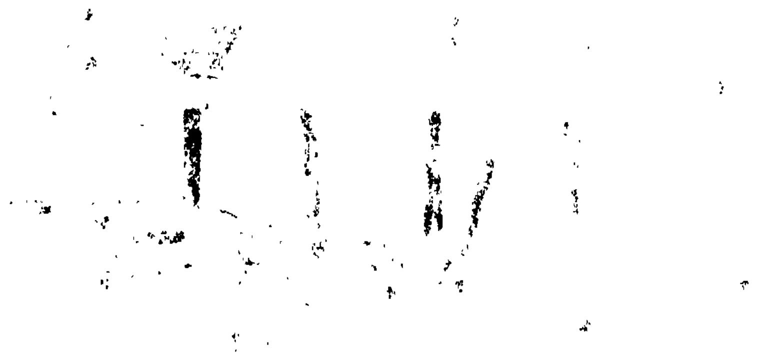
لنکا

کسی نے کہا ہے کہ نقشے میں ہندوستان کے نیچے لنکا ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کوئی موتی ہندوستان سے سمندر میں گر پڑا ہے ۔ اور یہ جزیرہ ہے بھی ایسا جو موتیوں کے لئے مشہور ہے ۔

رامچندر جی کی لنکا وجے کی داستان سے اس ملک میں کون ناواقف ہے؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم سے ہندوستان اور لنکا کے تعلقات قائم ہیں ۔ کچھ ماہران سائنس کی رائے میں تو لنکا جزیرہ نما ہندوستان کا ایک حصہ ہے جو بیچ کی زمین بیٹھ جانے کے باعث خاص حصہ زمین سے علٰحدہ ہو گیا ہے ۔ لیکن اب نئے سائنس دانوں کی رائے دوسری ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ لنکا اور ہندوستان میں جو چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں وہ سمندر میں بیٹھتے نہیں بلکہ سمندر سے اُبھر رہے ہیں ۔ بہر حال لنکا سے ہندوستان کا تعلق بہت پرانا ہے ۔ ۵۴۳ قبل مسیح مدورا کے راجہ کا راجکمار ۔ جس کا نام وجے سنگھ تھا، لنکا گیا اور اس نے وہاں اپنا قبضہ کر لیا اس نے انورادھا پور نامی شہر آباد کیا اور اُسے اپنا دارالسلطنت بنایا ۔ اس کے بعد جو اہم واقعات پیش آئے وہ اس وقت کے ہیں جب ہندوستان سمراٹ اشوک حکومت کر رہا تھا ۔ اشوک کے لڑکے مہیندر اور اس کی لڑکی سنگھ مِترا بودھ سنیاسی (بھکشو) ہو گئے تھے ۔ وہ گیا سے بودھ مذہب کی اشاعت کی ایک شاخ لیکر لنکا گئے اور وہاں انھوں نے بودھ مذہب کی اشاعت کی ۔ آج لنکا میں تقریباً ساٹھ فی صد افراد بودھ ہیں ۔ بارھویں صدی میں وہاں پراکرم باہو نامی ایک مشہور راجہ ہوا جس کا عہد حکومت لنکا کی تاریخ میں سنہرا عہد کہلاتا ہے ۔ اس نے برما کے صوبہ پیگو پر حملہ کیا تھا ۔ ایک بار چین کے بادشاہ نے بھی لنکا پر حملہ کرکے وہاں کے راجہ کو قید کر لیا تھا ۔ سولھویں صدی



کوہ آدم کی چوٹی ۔ لنکا



لنکا کے پولنارو نامی قدیم شہر میں ۴۶ فٹ لمبا بودھ کا مجسمہ



لنکا میں کوہ نونیا کے قریب ساحل سمندر کا ایک منظر

میں پرتگیزیوں نے اس جزیرہ پر حملہ کیا اور کولمبو میں اپنا قلعہ بنایا۔ وہ تقریباً ۱۵۰ سال تک اُس کے ساحل سمندر پر حکومت کرتے رہے۔ اُنھوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے طرح طرح کے مظالم کئے ان کو لنکا کے ڈچ لوگوں نے نکالا۔ اہل ڈچ نے بھی اس جزیرے پر ۱۵۰ سال تک حکومت کی۔ لیکن ان دونوں کے عہد میں اندرونی حصہ میں کچھ ریاستیں آزاد تھیں ان میں ریاست کینڈی خاص تھی ۱۷۹۶ء میں انگریزوں نے مدراس سے ایک فوج بھیج کر اہل ڈچ کو لنکا سے نکال دیا اور اُس وقت سے ابتک وہاں انگریزی حکومت قائم ہے۔ وہ برطانیہ کی ایک نوآبادی سمجھی جاتی ہے۔

لنکا کی آبادی ۱۹۳۶ء میں تقریباً ۵۸ لاکھ تھی ان میں ۶۰ فی صدی بودھ، ۲۰ فی صدی ہندو، ۱۰ فی صدی عیسائی اور بقیہ مسلمان وغیرہ ہیں۔ یہاں کے قدیم باشندے ویڈا نامی نسل کے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد کم ہے اور یہ اندرونی پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں بیشتر باشندے سنہالی ہیں۔ ان کی زبان سنہالی پالی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ ہندوستانیوں میں بیشتہ صوبہ مدراس کے تامل ہیں جو

شمالی حصہ میں آباد ہیں۔ بودھ لوگوں میں عیسائی مشنریوں کی غلطی اور سلوک کے باعث بہت زیادہ مذہبی بیداری ہوئی ہے اور وہاں بھی وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے نمونے پر ینگ مین بدھسٹ

ایسوسی ایشن بن گیا ہے۔ جو نوجوان بودھوں میں مذہبی بیداری پیدا کرتی ہے۔ اسی مذہبی تحریک کے نتیجہ میں دھرم پال نامی ایک سنہل بودھ نے مہابودھی سوسائٹی نامی جماعت قائم



انرادھا پور میں بودھی برکش



لنکا کا یہ کاریگر موتیوں میں سوراخ کرتا ہے

کی تھی جس کا صدر دفتر کلکتہ میں ہے اور جسکا مقصد
بودھ مذہب کی اشاعت کے ساتھ بودھ تیرتھوں
کی مرمت بھی ہے۔ اسی جماعت نے کاشی
سارناتھ میں مولگندھ کٹی بہار کی قائم کی ہے۔

لنکا خط استوا کے قریب ہے اس سے وہاں
بہت گرمی پڑتی ہے۔ کولمبو میں اوسط حرارت
۸۰ ڈگری ہے۔ اس کے کنارے پر بہت کم
پہاڑ ہیں۔ زیادہ تر ریت کے میدان ہیں۔ دریا
کئی ہیں مگر چھوٹے ہیں۔ سب سے بڑے دریا
کا نام مہابلی گنگا ہے جو ۲۰۶ میل لمبا ہے اور
درمیان کے پہاڑوں سے نکل کر ترنکو مالی
کے قریب مشرق کی طرف سمندر سے ملتی ہے
دو اور ندیاں ہیں جو کچھ کچھ اہم ہیں۔ ایک
ہے کالا گنگا اور دوسرے کیلانی گنگا۔ یہ کیلانی
گنگا کولمبو کے پاس ہے۔ یہ ندیاں آمدورفت
کے کام کی نہیں ہیں کیونکہ یہ گہری نہیں ہیں
اور ان کا بیشتر حصہ پہاڑی ہے۔ یہاں جھیلیں
بہت ہیں جن میں کچھ تو قدرتی ہیں اور کچھ یہاں
کے راجاؤں نے بنوائی تھیں۔ ان میں بعض
جھیلیں تو بہت بڑی ہیں۔ جائنٹ جھیل
کوئی ۶۰۰۰ ایکڑ زمین پر ہے۔ کینڈی میں
جو دلکش جھیل ہے وہ بھی وہاں کے راجاؤں
کی بنوائی ہوئی ہے۔ منوریا جھیل ۳۰ میل کے
دائرے میں ہے اور کالو یا جھیل اس سے کچھ
ہی چھوٹی ہے یہ سب جھیلیں سنہالی راجاؤں
نے بنوائی تھیں۔

لنکا میں ہر ایک حالت میں سمندر سے
۴۵ سے ۷۰ میل تک تو میدان ہے اور اسکے
بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ جزیرہ
کا وسطی حصہ پہاڑی ہے اس میں اونچی نیچی
پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں جو گھنے جنگلوں سے



کینڈی کی دلکش جھیل

چھپی ہیں۔ بیشتر پہاڑی سلسلے شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف جاتے ہیں۔ یہاں کے پہاڑ آتش فشاں پہاڑوں سے نکلے ہوئے پتھروں سے بنے ہیں۔ یہ پتھر شمالی ہند کے پتھروں سے جو ندیوں کے باعث ہیں زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ ان پہاڑوں میں جگہ جگہ چھوٹے بڑے غار بن گئے ہیں۔ کہیں کہیں ان قدرتی غاروں میں سادھو سنیاسی رہتے ہیں۔ آدم شرنگ یہاں کی مشہور چوٹی ہے۔

جو ۷,۳۵۳ فیٹ اونچی ہے۔ لیکن سب سے اونچی چوٹی ویدرونلا گلا ہے جس کی بلندی ۸,۲۹۶ فیٹ ہے۔

لنکا نباتات کی جنت ہے۔ تاڑ کی یہاں بیسوں نسلیں ملتی ہیں۔ ناریل تو یہاں بہت ہوتا ہے۔ ایک قسم کے تاڑ کے رس سے شکر بنائی جاتی ہے۔ بانسوں کے کنج بھی یہاں بہت ہوتے ہیں۔ لیکن محکمہ جنگلات یہ کوشش کر رہا ہے کہ یہاں جنگلوں میں ایسے درخت

لگائے جائیں جنکی لکڑی ایندھن اور مکان میں لگانے کے کام آسکے یہاں ساگون لگایا گیا ہے جو خوب ہوتا ہے۔ مہوگنی یہاں پہلے ہی سے ہوتی تھی! ملی بھی بہت ہوتی ہے۔ پھولوں کے درخت اور پودے بھی یہاں بہت ہوتے ہیں۔ دھتورا سوبلا وغیرہ یہاں جنگلوں میں خود بخود پیدا ہوتے ہیں تالابوں میں بیشمار سرخ و سفید کنول اُن کی خوبصورتی دوبالا کرتے رہتے ہیں۔

لنکا میں پہلے کافی بہت بوئی جاتی تھی لیکن



انورادھا پورا کا ایک قدیم مندر جو پتھر کاٹ کر بنوایا گیا ہے۔



کولمبو کے ایک بندرگاہ کا منظر

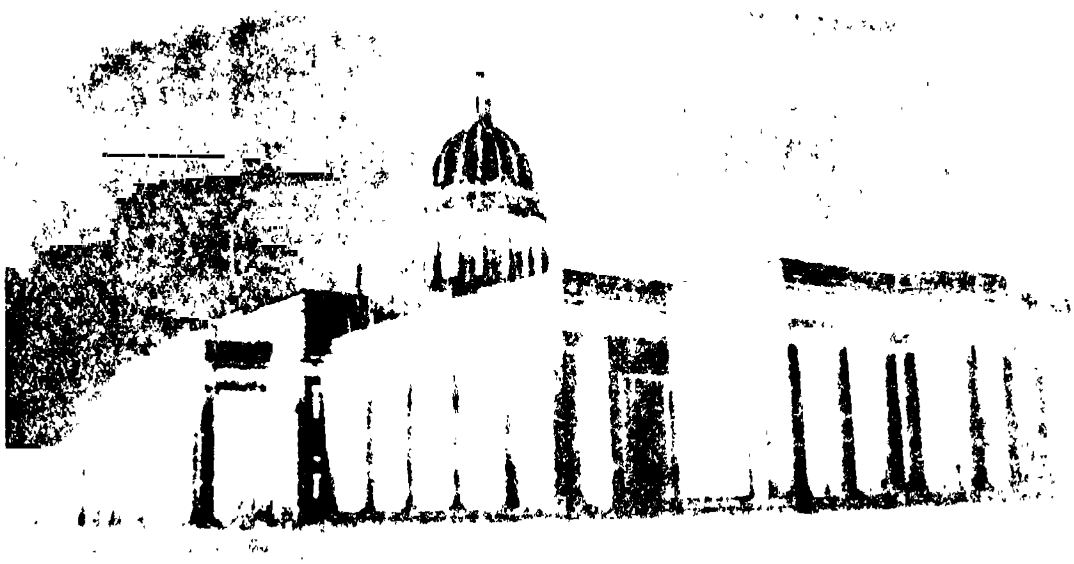


کولمبو کی ایک خاص سڑک

۱۸۶۹ء میں اس میں ایک کیڑا لگ گیا جس سے کافی کی کاشت چوپٹ ہو گئی۔ اس سے کسانوں اور تاجروں کو بہت نقصان ہوا۔ اس کے بعد لوگوں نے سنکونا لگانا شروع کیا۔ سنکونا وہ درخت ہے جس سے کونین بنتی ہے۔ اسکے بعد یہاں چائے کی کاشت شروع ہوئی اور آج لنکا کی چائے دنیا کے ہر حصے میں استعمال کی جاتی ہے۔ پہاڑوں کے دامنوں میں جنگل کاٹ کر چائے کے باغ تیار کئے جاتے ہیں اور یہ باغ لنکا میں لاکھوں ایکڑ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں ۱۸۷۶ء میں یہاں پہلے پہلے ربر کے درخت کا بیج لگایا گیا اور اس وقت سے وہاں کی آب و ہوا میں ربر کی کاشت نے بھی اچھی ترقی کی ہے۔ لوگوں کی خاص غذا چاول ہے اور جہاں کہیں بھی ممکن ہوتا ہے دھان بویا جاتا ہے۔ لیکن لنکا میں اپنے لئے کافی چاول نہیں پیدا ہوتا۔ اس لئے برما اور ہندوستان سے اُسے چاول منگانا پڑتا ہے۔

لنکا کی زمین میں جواہرات بکثرت ہیں۔ یہاں دریاؤں کے پاس نیلم، چینی وغیرہ جواہرات پائے جاتے ہیں لیکن یہ جزیرہ موتیوں کے لئے سب سے زیادہ مشہور ہے۔ موتی ایک قسم کے گھونگے سے نکلتا ہے جس کو سیپ کہتے ہیں۔ یہ سیپ خلیج منار کے نیچے سمندر میں ہوتے ہیں چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر ملاح اس جگہ جاتے ہیں وہ غوطہ لگا کر سمندر کی تہ سے سیپوں کو لے آتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر سیپوں میں تو بہت چھوٹے موتی نکلتے ہیں لیکن کسی میں بڑے موتی بھی مل جاتے ہیں۔ یہاں ان موتیوں میں سوراخ کرنے کے لئے خاص کاریگر ہوتے ہیں

دارالحکومت اور خاص شہر کولمبو ہے۔ مغربی ساحل پر واقع ہے۔ یہ شہر نیا آباد ہوا ہے یہاں کا بندرگاہ قدرتی نہیں ہے۔ لاکھوں روپئے صرف کرکے اسے اس قابل بنایا گیا ہے کہ بڑے جہاز کنارے تک آسکیں۔ یہ شہر بہت خوبصورت ہے اور اس میں سمندر کے کنارے سرکاری دفاتر، تجار اور دولتمند لوگوں کی خوبصورت اور عظیم الشان عمارتیں بنی ہیں یہاں بودھ اور ہندوؤں کے متعدد مندر ہیں۔ کانڈی یہاں کا قدیم دارالحکومت ہے جہاں کولمبو سے تین یا چار گھنٹے میں ریل یا موٹر کے ذریعے پہنچا یا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک نہایت دلکش



کولمبو کا ٹاؤن ہال

مصنوعی جھیل ہے۔ اس کے کنارے ایک مشہور مندر ہے جس میں مہاتما بودھ کا ایک دانت محفوظ ہے۔ اس کے باغ کا شمار دنیا کے بہترین باغوں میں کیا جاتا ہے۔ انورادھ پور یہاں کا قدیم دارالحکومت ہے جہاں سنہل راجاؤں کے محلوں اور مندروں کے آثار اب بھی ملتے ہیں۔ یہیں اشوک کے لڑکے مہیندر نے گیا کے بودھ برکش (درخت) کی شاخ لگائی تھی جسے وہ لنکا لے گیا تھا، اس درخت کی نسل اب بھی وہاں موجود ہے اور ہر سال لاکھوں یاتری اس کے درشن کے لئے وہاں آتے ہیں۔ مشرق میں ترنکو مالی نامی بندرگاہ ہے۔ یہاں بندرگاہ قدرتی اور محفوظ ہے۔ شہر جافنا بھی ساحل سمندر پر ہے اور اس کا بندر بھی اہم ہے۔ نیورِلیا یہاں کا مشہور پہاڑی شہر ہے جہاں لوگ منصوری و نینی تال کی طرح گرمی سے بچنے کے لئے جایا کرتے ہیں یہاں کینڈی سے ریل گئی ہے۔ یہاں کے قدرتی مناظر قابل دید ہیں۔

لنکا کا بین الاقوامی آمد و رفت کے رستے میں اہم درجہ ہے۔ یورپ سے آسٹریلیا، چین، جاپان، ملایا، کلکتہ، برما یا جاوا جانے والے جہازوں کو کولمبو میں کوئلہ، پانی، لینے کے لئے ٹھہرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے بہت سے جہاز ہندوستان کے کسی بندرگاہ میں نہیں ٹھہرتے اور ان میں جو مسافر یا سامان ہندوستان کے لئے ہوتا ہے اس کو کولمبو میں اُتر جانا پڑتا ہے۔ کولمبو سے منار تک ریل ہے وہاں سے اسٹیمر میں بیٹھ کر ایک گھنٹے میں دھنش کوٹی نامی ہندوستانی بندرگاہ میں پہنچا جا سکتا ہے دھنش کوٹی رامیشور سے کچھ ہی میل دور ہے۔

اگرچہ لنکا کی حکومت ہندوستان کے ماتحت نہیں ہے لیکن اس جنگ میں لنکا چونکہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتا اور اگر اس پر دشمن کا قبضہ ہو جائے تو ہندوستان کے لئے بڑا خطرہ ہے اسلئے لنکا کی حفاظت کا بار ہندوستان کے کمانڈر انچیف کے سپرد کیا گیا ہے۔ کولمبو اور ترنکو مالی پر جاپانی طیاروں نے حملہ بھی کیا تھا لیکن انھیں زبردست نقصان اُٹھانا پڑا۔ اس جنگ میں لنکا ہمارے ملک کے قلعہ کا دروازہ ہے اور اس کی حفاظت میں ہندوستانیوں کا بڑا فائدہ ہے۔

(دنیا با تصویر سے)



یہ تاجر سیپ کھول کر موتی نکال رہے ہیں سامنے سیپوں کا ڈھیر ہے۔

۲

ہوائی حملے اور زخمیوں کی مدد

(از ڈاکٹر اے۔ واہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف پبلک ہیلتھ یو۔ پی)

فرسٹ ایڈ یعنی پہلی مدد کی باتوں کو جاننا بہت ضروری ہوگیا ہے ان باتوں کو جاننے والے اپنے گھر والوں کو اور باہر دوسروں کو بہت مدد دے سکیں گے جتنے زیادہ آدمی اس کام کو سیکھیں اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ کیونکہ حملہ کی صورت میں لوگوں میں گھبراہٹ پیدا ہوگی اور ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔ پہلی مدد کو پوری طرح سکھانے کے لئے سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کی شاخ (سنتر) ہر شہر میں ہے۔ اس مضمون میں پہلی مدد کی ان خاص باتوں کا بیان دیا جاتا ہے جنکا جاننا ہوائی حملہ میں بہت ضروری ہے۔ امن اور چین سے زندگی بسر کرنے والوں پر ہوائی حملہ کرکے دشمن ان میں بے چینی اور ڈر پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ اس سے مقابلہ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو۔ ہوائی جہاز سے دشمن دو قسم کے بم گھنی آباد جگہوں پر پھینکتے ہیں۔ ایک تو آگ لگانے والے ہوتے ہیں جن سے جابجا آگ لگنے کی وجہ سے لوگوں کے جلنے کا اور دھواں سے دم گھٹنے کا خطرہ ہے۔ دوسرے پھٹنے والے بم ہوتے ہیں۔ یہ بہت وزنی ہوتے ہیں اور جب زمین پر گرتے ہیں تو انکے پھٹنے سے اتنی زور کا طوفان اٹھتا ہے اور زلزلہ کی حالت پیدا ہوتی ہے کہ قریب کی عمارتیں گر پڑتی ہیں اور انکی چھتوں۔ دیواروں دروازوں و کھڑکیوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے دروازوں و کھڑکیوں سے شیشوں کے ٹکڑے کمرے کے اندر لوگوں کو گھائل کر دیتے ہیں۔ مکانوں کے گرنے کی وجہ سے اکثر لوگ ملبہ میں دبکر زخمی ہو جاتے ہیں اور ملبہ سے باہر نکالنے کے بعد انکو پہلی امداد دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس طوفان کے اندر آنے والے لوگوں کے پھیپھڑوں میں اکثر سخت اندرونی صدمہ پہنچتا ہے جو لوگ گھبرا کر گھر کے باہر سڑکوں پر نکل آتے ہیں ان پر دشمن مشین گن سے گولیاں برساتے ہیں ان جراحات سے جن کو چوٹیں لگتی ہیں انکے زخم سے خون بہتا ہے۔ ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور اکثر دماغی صدمہ پہنچتا ہے۔ جس سے جان جانے کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اب ہم چھوٹی چھوٹی دفعات کے بارے میں بیان کرینگے جن کا تعلق ہوائی حملہ سے ہے اور انکا ابتدائی علاج بھی بتلائیں گے

۱۔ صدمہ

صدمہ اس دماغی یا عصبی کمزوری کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی چوٹ یا حادثہ کے بعد مریض میں پیدا ہوتی ہے جس میں غشی یا بیہوشی ہو جاتی ہے۔ صدمہ کا اصلی سبب چوٹ سے جسم میں بدن ٹھنڈا ہو جاتا ہے اس لئے گھائل کو گرمی پہنچانے سے ہی یہ صدمہ دور ہو جاتا ہے مگر بڑی بڑی چوٹوں میں جیسے پھٹ جانا ہے۔ پیٹ کی چوٹیں زیادہ آگ سے جل جانا ایسی باتیں ہیں جن میں صدمہ بہت خطرناک قسم کا ہوتا ہے اور بعض درد سے اور خون کے بہنے سے فکر اور صدمہ بڑھ جاتا ہے۔ ہڈی ٹوٹنے یا خون بہنے ان دونوں حالتوں میں موت صدمہ کی وجہ سے ہوتی ہے اسلئے صدمہ کی حالت کو پہچاننا ضروری ہے۔

صدمہ کے علامات یہ ہیں چہرہ اور ہونٹوں کا پیلا پن ماتھے پر ٹھنڈے پسینہ کا آنا۔ جلد کا ٹھنڈا ہو جانا۔ نبض میں تیزی کمزوری سانس کا اتھلا ہو جانا۔ غشی معلوم ہوتی ہے اور قے ہو جاتی ہے اگر حالت بڑھ گئی تو غفلت اور بیہوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ صدمہ کا فوری علاج (۱) مریض کو آرام سے چت لٹا کر فرسٹ ایڈ دیا جائے۔ سر سے تکیہ نکال دیا جائے تاکہ سر نیچا ہو جائیگا اور سر کی طرف خون جائے سر کو ایک طرف تھوڑا سا موڑ دینا چاہئے۔

۲۔ گردن سینہ اور کمر پر کے کپڑوں کو ڈھیلا کر دینا چاہئے۔

(۳) کھڑکی اور دروازہ کھول دیا جائے تاکہ تازہ ہوا پہنچے مگر بدن میں گرمی قائم رکھنے کے لئے کمبل یا رضائی اڑھا کر بدن گرم رکھنا چاہئے اور اگر ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے ہیں تو گرم پانی کی بوتل سے گرمی پہنچانا چاہئے۔

۴۔ اگر خون شدت سے جاری ہے تو اسکو فوراً بند کیا جائے۔

۵۔ مریض کی تسلی اور تشفی کرنی چاہئے

۶۔ اگر مریض ہوش میں ہو تو گرم تیز چائے بہت سی شکر ملا کر پلائی جائے لیکن اگر اندر کے کسی عضو میں چوٹ ہو تو نہ پلانا چاہئے۔ برانڈی یا شراب ہرگز نہیں دینا چاہئے۔

۲۔ غشی اور بے ہوشی

ہلکے قسم کی غشی میں آدمی کو کچھ دیر میں ہوش میں لا سکتے ہیں ایسی حالت میں آنکھ کی پتلیاں روشنی کا اثر لیتی ہیں مگر بیہوشی میں ایسا نہیں ہوتا پہلی حالت میں آنکھ کے ڈھیلے چھونے سے آنکھ بند ہو جائے گی لیکن دوسری حالت میں ایسا نہیں ہوگا۔

فوری علاج۔ اگر سانس آتی ہو تو وہی علاج کیا جائے۔ جو صدمہ کا ہے۔

۳۔ بیہوشی جسمیں سانس بند ہو

جب عرصہ تک تازہ ہوا نہیں ملتی تو اس سے جو حالت پیدا ہو جاتی ہے اسکو دم کا گھٹنا کہتے ہیں جس کے اثر سے بیہوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ دھویں، زہریلی گیس و بجلی کے تار میں پھنس کر یہ حالت پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ باتیں سانس لینے میں رکاوٹ پیدا کر دیتی ہیں اور پھیپھڑوں میں تازہ ہوا نہ پہنچنے کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا ہے۔

دم گھٹنے کا فوری علاج۔ جس سبب سے دم گھٹ رہا ہے اس سے مریض کو ہٹا لینا چاہئے۔ جیسے دھویں یا زہریلی گیس کے مقام سے دھویں سے بھرے ہوئے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے پانی سے بھیگا ہوا رومال یا کپڑا ناک اور منہ پر باندھ لینا

چاہیئے اور جلدی و ہوشیاری سے مریض کو باہر گھسیٹ لانا چاہیئے اور باہر سینہ کو بار بار دبا کر سانس لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۴۔ پھیپھڑوں کی ضرب

جب پھٹنے والے بم کی تیز ہوا کا دھکا سینہ پر لگتا ہے تو اکثر اس کے دباؤ کی وجہ سے پھیپھڑوں میں بہت سے چھوٹے چھوٹے زخم بن جاتے ہیں جس سے خون نکلکر ان میں بھر جاتا ہے اس چوٹ کی علامتیں کئی دن میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور جب شروع ہوتی ہیں تو کھانسی کے ساتھ جھاگ دار بلغم نکلتا ہے جس میں خون کے دھبے ہوتے ہیں اور دم پھولنے لگتا ہے دبیچینی کی شکایت ہوتی ہے اور پھر سانس بند ہو جاتی ہے۔ بدن پر بلا کسی چوٹ کے نشان کے یہ ضرب پھیپھڑوں میں آ سکتی ہے یہ ضرب خطرناک ہے اور اکثر لوگ سانس پھولنے یا بند ہو جانے کی حالت دیکھکر مصنوعی سانس معمولی طریقہ پر دینا شروع کر دیتے ہیں جس سے تکلیف ہوتی ہے اور نقصان بھی پہنچتا ہے۔

علاج۔ اس حالت کو پہچانتے ہی مریض کو بہت آرام سے رکھنا چاہیئے۔ چلنے پھرنے نہ دینا چاہیئے اگر سانس بند ہے یا رک کر چلتی ہے تو معمولی طریقہ سے مصنوعی سانس دلانے کی کارروائی ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ مریض کے منہ پر ایک رومال ڈھک دینا چاہیئے اور اس کی ناک پکڑ کر اپنے منہ سے ہوا ناک کے اندر پھونکنی چاہیئے اور پھر آہستہ آہستہ باہر کھینچی جائے اور جب تک کہ مریض کو خود سانس نہ آنے لگے یہ کارروائی جاری رکھنا چاہیئے مریض کا صدمہ کم کرنے کا علاج کرنا چاہیئے پھیپھڑوں کی اس ضرب سے بچنے کے لئے جب بم گرے تو اپنے منہ میں رومال یا کوئی کپڑا دبا لینا چاہیئے تاکہ منہ کھلا رہے اور پیٹ کے بل زمین پر لیٹ جانا چاہیئے۔

۵۔ ہوائی حملہ کیوجہ سے ہسٹریا یعنی دوران کی بیماری

ہوائی حملہ کی وجہ سے زخمیوں میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے کوئی چوٹ نہیں لگتی مگر خوف اور صدمہ کی وجہ سے سہم جاتے ہیں اور اپنے احساسات اور افعال کے اختیار کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس قسم کے دورے زیادہ تر عورتوں کو ہوتے ہیں مگر مرد بھی اس میں مبتلا ہوتے ہیں اس کا مریض چلاتا ہے۔ روتا ہے یا ہنستا ہے اور زمین پر ادھر ادھر گرتا پڑتا ہے۔ اکثر غش کھا کر مریض زمین پر گر پڑتا ہے لیکن کامل بیہوشی نہیں ہوتی۔ مریض کو یہ جان پڑتا ہے کہ اسکا دل دھڑکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں میں ازحد کمزوری ہو جاتی ہے اور دم گھٹنے کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ جان پڑتا ہے کہ مریض مرنے والا ہے بہت سے مریض گھبرائی حالت میں باہر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض لوگوں میں بولنے کی قوت یا بینائی جاتی رہتی ہے اور بعض حالتوں میں صدمہ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

علاج۔ زیادہ نرمی کا برتاؤ غصہ ور لوگوں کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے مریض اچھے ضرور ہو جاتے ہیں اسلئے ان سے سلوک اس طرح کرنا چاہیئے جیسے ڈرے ہوئے آدمی کے ساتھ کرتے ہیں انکو اطمینان دلانا چاہیئے کہ ان کے گھر کے لوگوں کے آرام کا انتظام ہو گیا ہے ان کو لیٹا رکھنا چاہیئے اور اگر صدمہ کی حالت پیدا ہو گئی ہے تو کمبل اوڑھا کر جسم گرم رکھنا چاہیئے اور زیادہ دودھ اور شکر پڑی ہوئی تیز چائے پینے کو دینا چاہیئے۔ ایسے مریضوں کو فرسٹ ایڈ پوسٹ پر علاج کی غرض سے لے جانا غیر مناسب ہے کیونکہ یہ لوگ اصلی زخمیوں کو دیکھکر زیادہ پریشان ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے پوسٹ پر کام کرنے والوں کا وقت بھی فضول ضائع ہوتا ہے۔

۶۔ ہڈی کا ٹوٹنا

جب کسی شدید ضرب جیسے بندوق کی گولی بم کے ٹکڑے یا کسی چیز کے دباؤ کی وجہ سے ہڈی اوسی مقام پر ٹوٹتی ہے جہاں ضرب لگے تو اسکو ہڈی ٹوٹنا کہتے ہیں اگر ہڈی ضرب کے مقام سے کچھ دور ٹوٹے تو اس کو ہڈی ٹوٹنا کہتے ہیں۔ پٹھوں کے یک لخت سکڑنے کی وجہ سے بھی بعض وقت بازو یا چینی کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔ ہڈی کی ٹوٹ سادہ۔ مرکب یا پیچیدہ ہو سکتی ہے سادہ جب اردگرد کے گوشت کو بہت کم ضرب پہنچے۔ مرکب جب ٹوٹ کے ساتھ اردگرد کا گوشت اور کھال زخمی ہو جائے اور ہڈی کے ٹوٹے ہوئے سرے زخم میں دکھلائی پڑیں پیچیدہ جب ہڈی ٹوٹنے کے بعد کسی اندرونی عضو مثلاً دماغ پھیپھڑے یا کسی خون کی رگ بانس کو نقصان پہنچے۔

ہڈی ٹوٹنے کے علامات یہ ہیں

۱۔ ٹوٹنے کے مقام پر یا اس کے نزدیک درد ہوتا ہے۔

(۲) عضو کی طاقت جاتی رہتی ہے۔

(۳) ٹوٹنے کی جگہ بے ڈول ہو جاتی ہے اور بعض وقت عضلات کے سکڑنے سے عضو لمبائی میں چھوٹا دکھائی دینے لگتا ہے۔

علاج (۱) ہڈی ٹوٹنے کی فوری امداد اسی مقام پر کرنا چاہیئے اور عضو کو کھپاچیوں یا کسی دوسری بندش کی چیز کے بلا سادھے ہوئے مریض کو حرکت دینے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے۔

(۲) اگر ہڈی ٹوٹنے کے ساتھ خون بھی بہنا شروع ہو جائے تو اوّل خون بند کرنے کی طرف توجہ کرنا چاہیئے اور زخم کو کسی صاف کپڑے سے ڈھک دینا چاہیئے۔

(۳) نہایت احتیاط کے ساتھ اور

بلا ضرورت ہوئے عضو کو قدرتی حالت اور جگہ پر رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور جب عضو سیدھا کر لیا جائے اسکو کھپاچیوں سے باندھ کر مضبوط کر دینا چاہئے۔ کھپاچیاں اتنی لمبی ہونی چاہئیں کہ ہڈی ٹوٹے ہوئے مقام کے اوپر اور نیچے کے جوڑوں کو بے حرکت کر دیں۔ اس طور پر مریض کو سادھنے کے بعد اسپتال یا ڈاکٹر کے حوالہ کرنا چاہئے۔

۷۔ گھاؤ یا زخم اور اُنسے خون بہنا

زخم جسم کے ملائم حصوں یا گوشت پر چوٹ لگنے سے ہوتے ہیں زخم یا تو بند ہوتے ہیں یا کھال زخمی ہونے کی وجہ سے کھلے ہوتے ہیں، بند گھاؤ کو عام طور سے نیل کو کہتے ہیں۔ ایسے گھاؤ میں درد۔ سوجن اور بدرنگی ہوتی ہے اوّل رنگ کالا ہوتا ہے۔ پھر کچھ روز میں بھورا اور ہرا رنگ بدلتا ہے اور یہ دو ہفتہ کے اندر پیلا رنگ اختیار کرکے غائب ہو جاتا ہے۔

نیل گو کا علاج - جس حصہ میں چوٹ ہو اسکو مکمل آرام دینا چاہئے اور اس پر ٹھنڈے پانی کی گدی فوراً رکھنی چاہئے اگر درد بہت زیادہ ہے تو حصہ کو سینکنا چاہئے۔

کھلے زخم جن سے خون جاری ہو۔ انکا فوری علاج (۱) مریض کو لٹا رکھنا چاہئے کیونکہ لیٹنے کی حالت میں خون کی رفتار میں کمی ہو جاتی ہے۔ (۲) زخم کی جگہ سے بدن کا کپڑا ہٹا کر اسکے اوپر خون بند کرنے کے لئے صاف انگوٹھے سے دبانا چاہئے۔ (۳) زخم کے اوپر ایک صاف کپڑے کی گدی رکھکر زور سے پٹی باندھنا چاہئے اگر زخم کے نیچے ہڈی ٹوٹی ہے یا اس میں کوئی باہر کی چیز پھنسی ہو یا زخم بہت بڑا ہے تو اس مقام پر دباؤ دینا مناسب نہیں اس حالت میں ہاتھ اور ٹانگ کے زخم کے لئے اس کے اوپر ایک بندش باندھنی چاہئے جب اس بندش سے خون بند ہو جائے تو زخم کو ٹھنڈے اُبلے ہوئے پانی سے صاف کرنا چاہئے۔ یہ بندش ہر پندرہ یا بیس منٹ کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ڈھیلی کر دینا چاہئے جب تک کہ مریض ڈاکٹر کی سپردگی میں نہ پہنچ جائے۔

۸۔ جلنا یا جھلسنا

جب کسی آدمی کے کپڑے میں آگ لگ جائے تو جو لوگ اس کے نزدیک ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اسکو ادھر اُدھر نہ دوڑنے دیں بلکہ اسکو فوراً زمین پر لیٹ جانے کی ہدایت کریں جیوں ہی مریض لیٹ جائے آگ کی لو کو کمبل یا کسی دوسری چیز سے دبانے کی کوشش کرنا چاہئے جب آگ بجھ جائے تو مریض کو گرم مقام پر جہاں سرد ہوا نہ آتی ہو چار پائی پر آرام سے لٹانا چاہئے۔ جلی ہوئی جگہ پر کوئی اسیل چیز جیسے آٹا۔ کا میل۔ تیل وچکنائی وغیرہ لگانا چاہئے اور نہ مریض کو ریندی کا تیل یا کوئی دوا پلانا چاہئے۔ جلی ہوئی جگہ کو کسی صاف کپڑے یا روئی کے پھائے سے ڈھک دینا چاہئے۔ اور پھر مزید علاج کے لئے فرسٹ ایڈ پوسٹ یا قریب کے اسپتال میں پہنچا دینا چاہئے بدن کے کپڑوں کو اُتارنے کی کوشش نہ کرنا چاہئے اگر کپڑا چپک گیا ہے تو چپکے ہوئے حصہ کو چاروں طرف کاٹ کر چھوڑ دیا جائے اور باقی کپڑے ہٹا دیں۔ اگر چھالے پڑ گئے ہیں تو ان کو توڑنا نہ چاہئے۔ اگر کسی وجہ سے فرسٹ ایڈ پوسٹ یا اسپتال میں لے جانا ممکن نہیں تو معمولی جلنے کی حالت میں چہرے پر ٹیلے کی سفیدی لگا سکتے ہیں اور جسم کے دیگر حصوں پر گہرے رنگ کی تیز چائے کے پانی کو ٹھنڈا کرکے کپڑے کی گدی میں بھگا لیں اور اسکو جلے مقام پر رکھیں اور جب گدی خشک ہونے لگے تو بدلتے جائیں۔ اس علاج سے جلن کم ہو جاتی ہے۔

نفاق

(دیپک)

آنکھوں سے ٹپک رہے ہیں آنسو ۔۔۔ دل غم سے فگار ہو گیا ہے
بھائی ہے کہ بھائی کا ہے دشمن ۔۔۔ بیٹا ہے کہ باپ سے جدا ہے
کچھ لبس ہے بھرا ہوا دلوں میں ۔۔۔ کچھ لبس میں بھری ہوئی ہوا ہے

رسوائے زمانہ ہیں تو ہم ہیں
دنیا میں فسانہ ہیں تو ہم ہیں

منجدھار میں ہے ہماری کشتی ۔۔۔ ہے دُور ابھی بہت کنارا
پھر بھی ہمیں صلح سے ہے نفرت ۔۔۔ پھر بھی ہمیں پھوٹ ہے گوارا
ہم کو تو نفاق نے ڈبویا ۔۔۔ آپس کی عداوتوں نے مارا

دل چاک ہوا کلی کلی کا
برہم ہے نظام زندگی کا

(پنچایت)

ماہ جولائی میں کھیتی اور باغبانی کے کام

مسٹر رام صورت سنگھ ٹکنیکل اسسٹنٹ ٹو ڈائرکٹر محکمہ زراعت یوپی لکھنؤ

کسانوں کے یہاں برساتی دن اکثر بیٹھکی کے دن کہے جاتے ہیں یہ صحیح ہے مگر اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ پانی برس رہا ہے آپ چوپال میں بیٹھے حقہ پی رہے ہیں یا چادر تانے سو رہے ہیں بلکہ برسات کے دن بیٹھکی کے دن اس وجہ سے کہے جاتے ہیں کہ ان دنوں میں کھیتی باری کے کاروبار کی وہ دھوم دھام نہیں ہوتی کہ صبح ہوئی ہل کندھے پر رکھا اور بھاگے - کبھی خاص خاص موقوں پر کدال، پھاوڑے اور ہل کی ضرورت ہوتی ہے - اس وجہ سے اس کو بیٹھکی کے دن کہتے ہیں - برسات کے دنوں میں سب سے بڑا کام جو کرنا ہے وہ محنت کے پھل کی دیکھ بھال ہے یوں تو دن میں دو تین دفعہ آپ کھیت پر چکر ضرور لگائیں گے - مگر دن میں جب کبھی بارش ہونیکا اندیشہ ہو تو کھیتی کی جانچ پڑتال اور یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کہیں کھیت میں پانی لگنے کا ڈر تو نہیں ہے اور اسکا انتظام کرنا ضروری ہے - اس کے علاوہ برسات میں ہمیشہ یہ دستور العمل بنا لینا چاہیئے کہ روز شام کو آرام کرنے سے پہلے ایک گہری نظر سے کھیت کو بخوبی دیکھ لینا چاہیئے کہ اگر رات کو بارش ہونے لگے تو کوئی بات ایسی تو نہیں ہے کہ جس سے فصل کو نقصان پہنچ جائے -

۱- کنواری دھان، رینڈی، سویابین، ارد مونگ، لوبیا، موٹھ، کاکن اور سانوا ں وغیرہ کی بوائی کر دیجئے -

۲ - بوئی ہوئی خریف کی فصلوں کی نکائی اور گوڑائی کیجئے -

۳ - کمپوسٹ کھاد کے ڈھیروں کو پلٹ دیجئے -

۴ - فصل ربیع کے لئے خالی یعنی چومس کھیتوں کو جب جب موقع ملے مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوتائی کیجئے -

۵ - مونگ پھلی - اگہنی کپاس اور گنے کی فصلوں میں نکائی اور گوڑائی کیجئے کپاس کی پھنگی توڑ دیجئے - مکا اور گنے کی فصل میں مٹی چڑھائیے -

۶ - جڑہن دھان کی بیاوڑ کھیت میں لگائیے -

۷ - کھیت میں سنئی بویا ہے اگر کچھ حصہ سنئی فصل ربیع میں سبز کھاد کی غرض سے بویا ہے تو ساون کے ختم سے پہلے اسکو کھیت میں جوتنا لازمی ہے یہ وہ وقت ہے جبکہ سنئی پانی کے زور سے کھیت میں فوراً سڑ کر ایک جان ہو جائیگی اگر ایسا نہیں ہے تو کچھ روز کے بعد پھر سن کے واسطے سنئی کاٹ کر دبانا ضروری ہے اس سے فارغ ہو کر آپ کو باجرے کے بونیکی طیاری کرنی ہے جب ساون کا آخری لہرا برس جائے کھیت میں ذرا خشکی آئی تیار کر کے باجرہ بو دیجئے۔

۸ - مرچا اور بینگن کی بیاوڑ کھیتوں میں لگا دیجئے۔

۹ - محنتی اور ہوشیار کسان برسات کے دنوں میں سُتلی اور رسیاں، کھانچیاں - جھوسے ٹوکرے اور سکوپے وغیرہ بٹتے اور بنتے ہیں - کھیتی کے آلات کی درستی کرتے ہیں - اپنے گھروں کی مرمت کرتے ہیں - کھیتوں کی نکائی، گوڑائی کر کے مویشیوں کے واسطے سبز چارہ کا انتظام کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ -

باغبانی

لیچی کی قلم میں کھاد دینا - آم کے پودوں کو گملوں میں لگانا - نوکاٹ کی قلم باندھنا بیجو پودوں کو گملوں میں لگانا - لیچی کی گوٹی کو کاٹ کر گملوں میں لگانا - پودوں کی پلیائی -

اول یہ کہ جب پہلا پانی پڑ جائے تو پودوں کے تھالوں کی گہرائی کو مٹی سے بھر دینا چاہیئے تھالوں کو برابر کر دینے کے بعد پودوں کی جڑوں کے چاروں طرف مٹی کا تودہ گھیر دینا چاہیئے -

دوئم یہ کہ باغ باغیچہ کی زمین کو گہرا جتوا دینا چاہیئے باغ کے اندر کوئی بلند اور جھاڑ دار جنس کاشت نہ کی جائے -

سوئم یہ کہ اس ماہ میں پودھ کے تھالوں میں پانس نہ دیجائے اور پانسی ہوئی زمین کو دو تین مرتبہ جوت دینا چاہیئے -

چہارم یہ کہ اگر پودے ۳ - ۴ فٹ بلند ہوں تو بارش ہونے پر یہ احتیاط برتی جائے کہ باغ کے چمنوں میں اتنا پانی نہ رہے کہ وہ ڈوب جائیں اور باغ کی اراضی کا ڈھال جس طرف ہو اس طرف نالیاں بنا دیجائیں تاکہ فالتو پانی نکل جائے -

پنجم یہ کہ باغ کے کنوئیں اکثر برسات میں کم توجہی کے باعث گر جاتے ہیں لہذا بارش شروع ہونے سے پہلے وہ محفوظ کر دئے جائیں پرانے باغات کی چمن بندی کر دیجائے اور پانی کے بہاؤ کے راستے بند کر دئے جائیں اونچے پیڑوں کے لئے جس قدر پانی روکا جائیگا اتنا ہی اچھا ہوگا - خالی تھالوں میں نئے پودے لگا دئے جائیں -

بارش کے دو پانی گر جانے کے بعد جب موسمی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں اور زمین میں نمی قائم ہو جائے اس وقت چھوٹے پودے لگائے جا سکتے ہیں - چھوٹے پودوں کو سہ پہر کے وقت جب حرارت آفتاب کم ہو جائے لگانا چاہیئے - اگر پودھ لگانے کے بعد بارش رک جائے، گرمی بڑھ جائے - گرم ہوا چلنے لگے تو کمزور پودوں کو ٹٹیوں سے گھیر کر ان پر سایہ کر دینا چاہیئے -

بھنڈی کی کھیتی

(بابو رام سروپ سنگھ ڈیکہ زراعت)

پرماتما نے انسان کی خوراک کے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کی ہیں۔ ان چیزوں میں سبز ترکاریاں ساگ پات وغیرہ بھی شامل ہیں جو انسان کی روز مرہ کی ضروریات زندگی میں ان کو شمار کیا جاتا ہے۔ جس طرح انسان کو کھانے کے لئے دال کی ضرورت ہے اسی طرح سبز ترکاریوں کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ سبز ترکاریاں بھی خوراک کا ایک جزو ہیں ہمارے یہاں سبز ترکاریاں کی بہت کمی ہے جہاں تک غور کرنے سے معلوم ہوا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بونے والوں کو سوائے چند ترکاریوں کے زیادہ کا علم نہیں ہے اور ان چند ترکاریوں میں بھی کسی قسم کی ترقی نہیں ہوئی اگر ہم تھوڑی سی توجہ اس طرف بھی رکھیں تو ہم کو اعلیٰ قسم کی ترکاریاں با سانی دستیاب ہوسکتی ہیں الگ اصول پر بھنڈی کی کاشت کے بارے میں چند سطریں تحریر کی جاتی ہیں

بھنڈی کے کئی نام مشہور ہیں مثلاً ہندوستانی نام بھنڈی۔ بھنڈی توری، یا بھنڈا توری رام توری۔

موسم کاشت۔ بھنڈی کے بونے کا وقت شروع مارچ یعنی اخیر ماہ پھاگن سے لیکر آخر جولائی یعنی آخر ماہ اساڑھ تک رہتا ہے۔

قسم۔ ویسے تو بھنڈی کی قسم بہت سی ہیں لیکن دو قسمیں جو امریکہ کی ہیں نہایت خوبصورت اور خوش ذائقہ شمار کی گئی ہیں

(۱) وہائٹ ویلوٹ

(۲) ڈوارف پرائی فک یا ڈن سٹی

زمین۔ اسکی فصل کے لئے ہلکی دومٹ دومٹ زمین کی ضرورت ہے۔ تاکہ جڑیں زمین کے اندر آسانی سے جاسکیں۔ تراتی کی زمین نہ ہونی چاہئے کیونکہ زیادہ پانی سے اس کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔

تیاری کی حالت۔ سب سے پہلے کھیت کو خوب اچھی طرح ہموار کر دینا چاہئے تاکہ پانی سب جگہ یکساں پہنچ سکے۔ اگر گرمی کے موسم میں کاشت کرنا ہو تو پہلے کھیت کو پلیوہ کر کے دو تین روز کے بعد خوب جوتائی کرنی چاہئے جس سے کھیت کی مٹی باریک ہو جائے

کھاد۔ گوبر کی سڑی ہوئی کھاد اس فصل کے لئے بہت اچھی کھاد ہے۔ پندرہ بیس گاڑی ایک بیگہ پختہ کے لئے کافی ہے۔

تخم۔ تقریباً دو ڈھائی سیر تخم فی بیگھ کافی ہے۔

طریقہ بوائی۔ اگر برسات سے پہلے بونا منظور ہے تو دو دو یا ڈھائی ڈھائی فٹ کے فاصلہ پر نشان لگاکر ایک ایک فٹ چوڑی نالیاں بنا دی جاتی ہیں۔ ان نالیوں میں دونوں طرف ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر کھرپی سے تخم گاڑ دئے جاتے ہیں۔ نالیاں بنانے سے یہ بھی فائدہ ہے کہ پانی کی کفایت رہتی ہے اور بیج کو حسب ضرورت نمی پہنچتی رہتی ہے اس کے بونے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شروع برسات میں جبکہ پہلی بارش ہوتی ہے تب کھیت کو خوب جوت کر بیج کو چھٹکوا بو دیتے ہیں اور پھر پہلی نرائی میں جہاں جہاں زیادہ پیڑ ہوتے ہیں نکال دیئے جاتے ہیں۔

آبپاشی۔ گرمی کے دنوں میں ہر دسویں روز پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

نرائی گوڑائی۔ اس کے لئے صرف دو تین نرائی گوڑائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

استعمال۔ بھنڈی زیادہ تر بطور ترکاری استعمال کیجاتی ہے اور ملائم ملائم و چھوٹی چھوٹی بھنڈیوں کا اچار بھی ڈالا جاتا ہے اس کے پودوں سے سن کی طرح ریشہ بھی نکالا جاتا ہے جو کہ ریشم کی مانند بہت ملائم ہوتا ہے اس کے پتوں کو جلاکر باغیچہ کے لئے عمدہ کھاد تیار کی جاتی ہے۔ اس کے پودوں کو معہ جڑوں کے کوٹ کر اور پانی میں بھگو کر جب یہ اچھی طرح لعاب دے آدے۔ اس لعاب کو کپڑے میں چھان کر تھوڑا سا پکتے ہوئے ایکھ کے رس میں ڈال دیتے ہیں جس سے رس کا میل کٹ کر بالکل صاف ہوجاتا ہے اور گڑ و راب بہت عمدہ تیار ہوتی ہے۔

(ماخوذ از کسان اوپکارک)

دلچسپ باتیں

نقلی کوئلہ

کارنیگی انسٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے ڈاکٹر رنٹ پرل کا دعویٰ ہے۔ کہ انھوں نے ایک ایسا ذریعہ کھوج کر نکالا ہے کہ ایک گھنٹہ کے اندر کوئلہ تیار کیا جاسکتا ہے ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کے کوئلے میں بھی وہی خصوصیت ہوگی جو عام کوئلہ میں ہوتی ہے۔ یہ کوئلہ گھاس پھوس وغیرہ چیزوں کو بھوسے کے ذریعے دباکر تیار کیا جاتا ہے۔

خط

برٹش میوزیم میں دنیا کا سب سے بڑا عشقیہ خط رکھا ہوا ہے جس میں ۴ لاکھ دس ہزار الفاظ ہیں۔ اور باریک باریک سطروں میں لکھا ہوا ہے۔ اور چار سو صفحوں میں ختم ہوا ہے۔ ملکہ الزبتھ کے ایک درباری نے اپنی محبوبہ کو یہ خط لکھا تھا۔

کمایوں سرکل میں پھلوں اور درختوں کی پھپھوندی کی چند مہلک بیماریوں سے محافظت

مسٹر اودے بھان سنگھ۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ایسوس۔ آئی۔ اے۔ آر۔ آئی۔ گورنمنٹ فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا یو۔ پی

کمایوں سرکل میں باغبانی کی کاشت پھپھوندی کی چند مہلک بیماریوں کی وجہ سے کچھ نمایاں ترقی حاصل نہیں کر سکی حقیقت ہے کہ اس سرکل کے بیچارے باغبانوں کو ان بیماریوں کی وجہ سے ہر سال ایک سخت نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے درختوں کو ان بیماریوں سے محفوظ اور سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے چند موثر اور کفایتی نسخے ایجاد کئے گئے ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ یہ جدید ایجاد فری لیف لیٹ کے ذریعے ان باغبانوں تک پہنچادی جائیں تاکہ وقت ضرورت بیمار درختوں کے معالج وہ خود ہی بن جائیں اور اس طرح ان نئی معلومات سے بآسانی اور بہ کفایت پورا پورا فائدہ اٹھاسکیں۔

سیب کے درخت کی اسٹم بلیک اور اسٹم براؤن بیماریاں:- اس سرکل میں سیب کے درخت پر کالے تنے (اسٹم بلیک) کی بیماری بکثرت ہوتی ہے جس کے سبب تقریباً ۶۰ فیصدی درخت اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس پھپھوندی کا نام جس کی وجہ سے درخت اس بیماری میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ کونو تھیسیم کچونیا سپورم کارڈا ہے درخت کی موٹی شاخوں پر مقابلتاً جلد اثر کرتی ہے جس کی وجہ سے ہری بھری شاخیں سوکھ کر تباہ اور برباد ہو جاتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فصل کے وقت درخت پر بہت کم پھل لگتے ہیں۔ اس طرح باغبانوں کو سالانہ کافی مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سرکل کے تقریباً سبھی باغات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس بیماری کا نشوونما وسط جولائی سے شروع ہو جاتا ہے اور وسط اگست تک پورے طور پر پھیل جاتی ہے۔ یہ بیماری ہمیشہ درخت کے سالانہ چھانٹے اور تراشے ہوئے حصوں سے شروع ہو کر شاخ کے نیچے حصہ کی جانب پھیلتی ہے اور شاخ پر ایک گہرا سیاہ خط قائم کر دیتی ہے جو رفتہ رفتہ تمام شاخ پر چہار جانب پھیل جاتا ہے چند روز بعد شاخ میں دراریں پڑ جاتی ہیں اور اس طرح وہ شاخ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔ تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ اس بیماری کے اثرات پتلی شاخوں کی بہ نسبت موٹی شاخیں جلد قبول کر لیتی ہیں۔

بھورے تنے (اسٹم براؤن) کی بیماری سیب کے درخت کی دوسری مہلک بیماری ہے جس سے اس سرکل کے تقریباً ۱۰-۱۵ فیصدی درخت کی شاخیں اور تنے خراب ہو جاتے ہیں جس پھپھوندی کے سبب یہ بیماری ہوتی ہے۔ اسکا نام ربوٹریا مفیریاریس ہے کالے تنے (اسٹم بلیک) کی بیماری کی طرح یہ بھی سالانہ چھنٹے ہوئے حصوں سے شروع ہو کر شاخوں کے نیچے کی جانب پھیلتی ہے۔ درخت کے اوپری حصہ اس کا زیادہ شکار رہتے ہیں۔ اس بیماری کی پہچان یہ ہے کہ درخت کی چھال ڈھیلی، بھوری اور کاغذی پڑ جاتی ہے جو جابجا شکستہ ہو کر اوپر کی جانب مڑنے لگتی ہے۔ ایسے مقامات پر چھال سے نیچے لکڑی کا رنگ گہرا بھورا ہو جاتا ہے اور لمبائی چوڑائی دونوں میں متوازی دراریں قائم ہو جاتی ہیں عموماً اپریل کے آخری ہفتہ سے شروع ہو کر وسط مئی تک خوب پھیل جاتی ہے۔ درخت کے اچھے حصوں پر اس پھپھوندی کے اثرات قریب قریب بالکل نہیں ہوتے۔

مندرجہ بالا بیماریوں میں چونکہ پھپھوندی کا نشوونما درخت کے اندرونی حصوں میں ہوتا ہے اسلئے درختوں کو ان بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی رقیق دوا کا چھڑکاؤ یا کسی ایسی دوا کا استعمال جو سفوف کی صورت میں ہو کسی طرح کارگر نہیں ہو سکتا۔ جب بیماری اچھی طرح نمایاں ہو جائے تو ایسی حالت میں ان مقامات سے جہاں تک بیماری پہنچ گئی ہو تقریباً ۶ انچ نیچے سے شاخ کو کاٹ دینا چاہئے۔ صرف یہی ایک ایسی صورت ممکن ہے جو ایسے نازک وقت پر کارگر ہو سکتی ہے۔ شاخ کو حسب ہدایت کاٹ دینے کے بعد ذیل میں دیا ہوا مرہم (سیندر۔ کاپر کاربونیٹ لینولن میں) لگا دینا چاہئے تاکہ درخت آئندہ کے خطرات سے محفوظ ہو جائیں سالانہ چھنٹائی کے بعد بھی ضروری ہے کہ درخت کے تراشے ہوئے سروں پر اس مرہم کا استعمال کیا جائے۔ کیونکہ ان دونوں بیماریوں کے لئے یہ مرہم اکسیر ثابت ہوا ہے۔ (فری لیف لیٹ نمبر ۱۰۵)

مرہم

سیندر	۲ آونس
کاپر کاربونیٹ	۲ 〃
لینولن	۲½ 〃

اس مرہم کو مٹی، شیشہ یا چینی کے برتن میں تیار کرنا ہوگا۔ دھات کے برتن کا استعمال قطعی طور پر ناجائز ہے۔ یہ ایک ایسا عمدہ اور سستا نسخہ ہے کہ صرف ایک پیسہ کا مرہم سیب کے دو بڑے بڑے درختوں کیلئے کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ چھوٹی اور بڑی سبھی شاخوں پر ان بیماریوں کے اثرات ہوتے ہیں۔ اسلئے لازم ہے کہ درخت کی ہر چھنٹی ہوئی اور تراشی ہوئی سطح پر اس کا استعمال کیا جائے۔

سیب۔ ناشپاتی اور خوبانی کے درختوں کی پنک ڈزیز۔

اس بیماری کا سبب کارٹیسیم سیلیکولر ہے۔ عموماً اس بیماری کے اثرات درخت کی موٹی موٹی شاخوں پر زیادہ ہوتے ہیں۔ اس پھپھوندی کو وہ مقامات جہاں دو یا دو سے زیادہ شاخیں ملتی ہیں نہایت مرغوب ہیں۔ کبھی کبھی یہ شاخوں کے چھنٹے ہوئے سروں سے بھی شروع ہو جایا کرتی ہے۔ اسکی پہچان یہ ہے کہ پتیاں مرجھا کر کچھ عرصہ تک درخت پر اسی حالت میں لگی رہتی ہیں۔ شروع میں گلابی دانے ایک بہت بڑی تعداد میں چھال پر نمایاں ہوتے ہیں۔ جو کچھ دنوں کے بعد کھلنے لگتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک سفید یا گلابی پپڑی جم جاتی ہے جو شل چونے کی پتائی کے خشک ہو جانے پر پھٹی پھٹی دکھلائی دیتی ہے۔ اس بیماری کا سب سے زیادہ خطرناک وقت یہی ہے اس لئے کہ مادہ اسوقت بالکل تیار اور پکا ہوا ہوتا ہے۔ جو بذریعہ ہوا یا پانی دوسری شاخوں اور درختوں پر بآسانی منتقل ہو سکتا ہے۔ مرطوب اور سایہ دار مقامات میں اس کی نشوونما خوب ہوتی ہے۔ ستمبر کا آغاز اسکی بہار کا زمانہ ہے۔ اس سے محافظت کے حسب ذیل طریقے ہیں۔

(۱) درخت کے پھٹے ہوئے سروں پر اوپر لکھے ہوئے مرہم (سیندور۔ کاپر کاربونیٹ لینولن مین) کا استعمال۔

(۲) درختوں پر برسات سے قبل ذیل میں دیا ہوا مرہم (سیندور کاپر کاربونیٹ۔ کچے السی کے تیل میں) لگا دینا چاہیئے۔

مرہم

سیندور ۴ آونس

کاپرکاربونیٹ ۴ "

کچا السی کا تیل ۲½ "

(۳) جن شاخوں پر بیماری اپنا اثر قائم کر چکی ہو۔ اُن کو اُن مقامات سے جہاں تک بیماری پہنچ گئی ہو ۲ انچ نیچے سے کاٹ کر جلا دینا چاہیئے۔

(۴) چکنی اور ریتلی زمینوں پر درختوں کی یہ اقسام نہ لگائی جائیں کیونکہ ان زمینوں میں یہ پھپھوندی بکثرت ہوتی ہے۔ (فری لیف لیٹ نمبر ۱۱۸)

سیب کے پھل پر سوٹی بلاچ اور فلائی اسپک کی بیماریاں :- یہ بیماری پھلوں کو نہایت بدشکل اور بھونڈا کر ڈالتی ہے جس کی وجہ سے وہ خریداروں کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ اس پھپھوندی کا نام (لیپٹو تھائریم پومی) ہے جس کی وجہ سے پھلوں پر یہ سیاہ دو وڑیاں اور چھوٹے چھوٹے سیاہ داغ پڑ جاتے ہیں۔ دو وڑیاں تو صرف چھلکے ہی سے تعلق رکھتی ہیں مگر یہ سیاہ نشانات پھل کے اندرونی حصے میں بھی اپنے زہریلے اثرات پھیلا دیتے ہیں حسب ذیل طریقوں سے اس بیماری کی روک تھام کیجا سکتی ہے

"لائم سلفر سولیوشن" کا درخت پر چھڑکاؤ۔

اس سلوشن کو اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ ۴۰ گیلن پانی۔ ایک گیلن خالص لائم سلفر سلوشن میں ۳۲ بو سے اور ۱.۲۸۴ اسپفک گریوٹی پر ملایا جائے۔ اس سلوشن کو درخت پر ۴ مرتبہ چھڑکنا چاہیئے۔

۱- پھول سے قبل۔ ۲- جب پھولوں کی تیلیاں گر جائیں۔ ۳- جب پھل نمایاں ہونے لگیں۔ ۴- اس وقت جبکہ پھل پکنے کا وقت قریب آجائے۔

(۲) پھلوں کی تعداد درخت سے جو وہ کافی نمایاں ہوجائیں اس قدر کم کردینا چاہیئے کہ ایک کیوبک فٹ میں درخت پر صرف دو پھل رہ جائیں۔

(۳) سب سے بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ جس وقت درخت سے پھل توڑے جائیں اُن کو یا تو ۵ فیصدی بیکنگ پوڈر سلوشن میں یا ۲ فیصدی سوڈیم تھایو سلفیٹ سلوشن میں ایک منٹ کے لئے چھوڑ دیا جائے سلوشن سے نکال کر پھلوں کو ۱۰ منٹ تک ہوا میں رکھ دینا چاہیئے اور پانی سے دھو ڈالنے کے بعد کپڑے سے خشک اور صاف کر دینا چاہیئے اس طرح جو دو وڑیاں یا داغ پھلوں کو بدنما اور بدشکل بنائے ہوئے ہیں دور ہو جاتے ہیں اور پھل آئندہ کے خطروں سے بھی محفوظ اور بری ہو جاتے ہیں (فری لیف لیٹ نمبر ۱۲۲)

سیب کے پھل کی سافٹ راٹ بیماری:

پھل گودام میں رکھے جانے کے بعد اس بیماری میں گرفتار ہو جاتے ہیں جس کا سبب پینی سیلیم ایکسپینسم ہے۔ اس بیماری کی شناخت یہ ہے کہ پھلوں پر ہلکے یا زردی مائل بھورے بھورے داغ پڑ جاتے ہیں جس میں سے پانی رستا رہتا ہے اور ایک قسم کی ناقابل برداشت بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر گودام کسی مرطوب مقام پر ہوگا تو پھل کی سڑی ہوئی سطح پر سبزی مائل نیلگوں بھوبی نمایاں ہونے لگتی ہے۔ اس بیماری سے بچاؤ کی بہتر صورت یہی ہے کہ جس وقت پھلوں کو درخت سے توڑا جائے اور ادھر اُدھر رکھنے کی ضرورت پیش آئے تو اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ پھل چوٹیلے نہ ہو جائیں۔ السی کے پکے ہوئے تیل سے باریک کاغذ میں پھلوں کو لپیٹ کر رکھدینا چاہیئے۔ پیکنگ کے وقت اس بات کا لحاظ رہے کہ پھلوں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ پھلوں کے درمیان کاغذ وغیرہ اچھی طرح رکھدینا چاہیئے تاکہ پھل چوٹ کھانے سے محفوظ رہیں۔ پھلوں کو گودام میں رکھ دینے کے بعد وقتاً فوقتاً اُن کی دیکھ بھال ضروری ہے اگر کسی پھل پر کسی طرح کا نقصان معلوم ہو تو اس کو فوراً گودام سے علیحدہ کر دے تاکہ اچھے پھلوں پر اُن بیماریوں کے اثر نہ ہو جائیں (فری لیف لیٹ نمبر ۱۲۲)

ناشپاتی۔ خوبانی۔ آلو بخارہ اور بلوط کے تنوں اور شاخوں کی سن سلیڈ بیماری :-

یہ بیماری درخت کی شاخوں اور تنے سے ہی تعلق رکھتی ہے سورج کی سیدھی اور تیز کرنوں کے سبب ان درختوں کے تنے اور شاخیں پھٹنے لگتی ہیں۔ بعض شاخوں اور تنوں کی لمبائی میں متوازی نالیاں قائم ہوجاتی ہیں جس کا علاج صرف یہ ہے کہ شاخوں اور تنوں پر چاروں طرف پتیل یا لمبی لمبی خشک گھاس باندھ دیجائے۔ پھٹے ہوئے تنوں کو بھی اسی طرح محفوظ کر دینا ضروری ہے۔

مَیں امپیریل کونسل آف ایگریکلچر ریسرچ گورنمنٹ آف انڈیا کا نہایت مشکور ہوں جس نے ملک کی بہبودی کو مدنظر رکھ کر فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا یو۔پی کے پھلوں کی اسکیم کے لئے ایک معقول رقم عطا فرمائی جس کی وجہ سے پہاڑی علاقوں کے پھلوں اور پھلدار درختوں کے متعلق گورنمنٹ فروٹ ریسرچ اسٹیشن چوبٹیا پر کچھ تجربات حاصل کئے جا رہے ہیں اور جن کی بدولت مندرجہ بالا چند تجربات پبلک کے فائدہ کی غرض سے شائع کئے جاتے ہیں۔ آخر میں۔ مَیں مسٹر پی۔ کے ڈے پلانٹ پیتھولوجسٹ گورنمنٹ آف یو۔پی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنھوں نے انتہائی کوشش فرما کر اپنی اعلیٰ قابلیت سے اس معلومات اور ان تجربات کے حاصل کرنے میں ہر امکانی صورت سے میری اعانت فرمائی۔

برسیم کے بیج میں بکٹیریا ملاکر چارے کی پیداوار بڑھانا

(از ٹھاکر۔ کے۔ سنگھ اسسٹنٹ ٹو پلانٹ پیتھولوجسٹ، کان پور)

ہمارے ملک میں جاڑے کے دنوں میں ہرے چارے کی کمی رہتی ہے۔ جس سے مویشیوں کو اکثر آدھا پیٹ ہی خوراک ملتی ہے۔ اور اسکی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ گائے، بھینسوں کا دودھ کم ہو جاتا ہے جس کا اثر ہماری تندرستی پر بھی آجاتا ہے۔

چارے کے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش میں اس ملک کے اکثر سبھی صوبوں کے محکمۂ زراعت بہت دن سے لگے ہوئے ہیں۔ ریسرچ (کھوج) سے یہ معلوم ہوا کہ مصر کے ملک میں برسیم کی کھیتی سے چارے کا یہ مسئلہ ایک حد تک حل ہو گیا ہے۔ اسی کی تقلید کر کے ہمارے ملک میں بھی برسیم کی کاشت شروع ہونے کی تجویز ہوئی۔

سب سے پہلے ۱۹۰۴ء میں پونہ میں برسیم کی کاشت کی گئی۔ لیکن فصل بالکل خراب رہی۔ ۱۹۰۶ء میں اسکی کاشت میرپور خاص (سندھ) میں پھر کی گئی وہاں بھی فصل خراب رہی۔ ۱۹۱۲ء میں لاہور میں بھی اسکی کاشت کی گئی۔ لیکن وہاں بھی وہی نتیجہ رہا۔ اسی طرح دیگر مقامات پر بھی برسیم کی کاشت کرنے کی کوشش کی گئی اور ہر ایک مقام میں پہلی فصل خراب رہی لیکن ان کوششوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اگر اسی کھیت میں جس میں پچھلے سال برسیم کی کاشت کی گئی ہو۔ یہ دوبارہ بوئی جائے تو اسکی فصل سال بہ سال اچھی ہوتی جاتی ہے۔ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس کی وجہ برسیم کی جڑیں ہیں۔ اسکی جڑوں میں چنا۔ مٹر۔ اُرد۔ مونگ وغیرہ کی جڑوں کی طرح سیکڑوں گٹھلیاں ہوتی ہیں۔ جس کھیت میں برسیم کبھی نہیں بوئی گئی ہو اُس کھیت میں اسکو بونے سے اسکی جڑوں میں یہ گٹھلیاں نہیں پائی جاتی ہیں اور اسی وجہ سے یہ پودے کمزور رہ جاتے ہیں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ پودوں کے لئے نائٹروجن ایک خاص خوراک ہے۔ یہ خوراک عام طور پر پودے اپنی جڑوں کے ریشوں کے ذریعہ زمین سے کھینچتے ہیں۔ لیکن چنا، مٹر، ارد وغیرہ اقسام کے پودے اس طریقے سے زمین سے نائٹروجن نہیں کھینچ سکتے بلکہ وہ اسے اپنی جڑوں کی گٹھلیوں کی امداد سے حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ برسیم بھی اسی قسم کا ایک پودا ہے۔ اسلئے اسکی تندرستی و بالیدگی کے لئے اسکی جڑوں میں گٹھلیوں کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

خوردبین سے جانچ کرنے پر یہ بہت آسانی سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ان گٹھلیوں میں لاکھوں بکٹیریا بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ بکٹیریا ہوا سے نائٹروجن کھینچکر اپنی خوراک کے کام میں لاتے ہیں۔ تھوڑی مدت میں جب وہ مرجاتے ہیں تو انکے جسم میں اکٹھا ہوئے نائٹروجن کو برسیم کے پودے اپنے واسطے استعمال کر لیتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب تک یہ بکٹیریا زمین میں موجود نہ ہوں۔ برسیم کی جڑوں میں یہ گٹھلیاں نہیں بن سکتی ہیں۔ اگر کسی طرح سے یہ بکٹیریا زمین میں چھوڑ دیئے جائیں تو البتہ یہ برائی دور ہو سکتی ہے۔

اس بات کی جانچ کرنے کے لئے ۱۹۲۱ء میں لائل پور (پنجاب) میں ایک تجربہ کیا گیا ایک بڑے کھیت کے کئی برابر ٹکڑے کئے گئے۔ کچھ ٹکڑوں میں بکٹیریا سے ملا ہوا بیج بویا گیا اور اتنے ہی ٹکڑوں میں بغیر بکٹیریا ملا ہوا بیج بویا گیا۔ فصل کی پیداوار سے یہ معلوم ہوا کہ جن ٹکڑوں میں بیج کے ساتھ بکٹیریا پہنچائے گئے تھے اُن میں چارے کی پیداوار بہت اچھی رہی اور بغیر بکٹیریا ملے ہوئے بیج سے چارے کی پیداوار بہت ہی کم رہی اور اس سے نکلے ہوئے پودے بھی بالکل چھوٹے، پیلے، دبلے تھے دیگر مقامات میں بھی ایسے ہی بہت سے تجربے کئے گئے سب تجربوں کا نتیجہ یہی رہا۔

مذکورہ بالا باتوں کو مد نظر رکھکر محکمہ زراعت پنجاب نے برسیم کی کاشت کرنیوالوں کو ان بکٹیریا کو پال کر یعنی کلچر بنا کر بیچنا شروع کیا۔ دو ایک سال ہمارے صوبے میں بھی وہاں سے یہ کلچر خرید کر برسیم کی تھوڑی کاشت کی گئی۔ لیکن ۱۹۳۶ء سے گورنمنٹ یو پی کے پلانٹ پیتھولوجسٹ نے کانپور کے اپنے لیبوریٹری میں برسیم کے بکٹیریا پالنے کا کام شروع کر دیا ہے اور اب صوبہ کے سب سرکاری فارموں اور کسانوں کو یہ کلچر مفت مل رہا ہے۔ اس کلچر کو بوتے وقت بیج کے ساتھ ملانا پڑتا ہے۔ ڈپٹی ڈائرکٹران کی رپورٹوں سے ظاہر ہوا ہے کہ اس کلچر کے استعمال سے ہر جگہ فصل کافی اچھی ہو رہی ہے۔

گذشتہ جاڑے کے موسم میں کانپور کے سرکاری فارم پر بھی اس کلچر کے اثر کی پوری جانچ کی گئی ہے۔ قریب ایک بیگھہ کھیت کو ۲۰ برابر ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا۔ ۱۰ ٹکڑوں میں کلچر ملا ہوا برسیم کا بیج بویا گیا اور باقی دس ٹکڑوں میں بغیر کلچر ملا ہوا بیج بویا گیا۔ جنوری سے اپریل تک چارے کی ۴ کٹائی کی گئی۔ جن ۱۰ ٹکڑوں میں کلچر ملایا گیا تھا اُن میں چارے کی کل پیداوار ۱۸۶ من ۱۶ سیر ۸ چھٹانک ہوئی اور جن میں کلچر نہیں ملایا گیا تھا اُن ۱۰ ٹکڑوں کی پیداوار کل ۴۶ من ۳۴ سیر ہوئی۔

۱۹۳۶ء سے جب تک پلانٹ پیتھولوجسٹ کی لیبوریٹری سے ۴ ہزار سے زیادہ کلچر سرکاری فارموں و کسانوں میں تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ہمارے ڈائرکٹر صاحب ہرے چارے کی کاشت پر مناسب زور دے رہے ہیں۔ امید ہے کہ قریب مستقبل میں اس صوبہ میں ان کلچرس کے ذریعے برسیم کی کاشت بہت بڑھ جائیگی اور جاڑے میں جانوروں کو ہرا چارہ ملتا رہے گا۔

یہ کلچر کیا ہے؟ کیسے بنایا جاتا ہے؟ کیسے استعمال کیا جاتا ہے؟ اور کیسے مل سکتا ہے؟ ان سوالات پر دو چار باتیں کہہ دینا ضروری ہے۔

جیسا پہلے کہا جا چکا ہے کہ برسیم کی جڑوں میں گٹھلیاں ہوتی ہیں اور اُن میں لاکھوں بکٹیریا رہتے ہیں۔ ان بکٹیریا کو لیبوریٹری میں سائنٹفک طریقوں سے الگ کر کے خاص طور سے بنائی گئی خوراک میں پرورش کی جاتی ہے۔ اس خوراک میں کئی چیزیں شامل رہتی ہیں جیسے مٹی کا گھول۔ ڈائی پوٹاشیم فاسفیٹ۔ چینی اگر وغیرہ بہت ہی صفائی کے ساتھ اس خوراک کو کانچ کے برتنوں میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس میں گٹھلیوں سے الگ کئے ہوئے بکٹیریا ایک بڑی سوئی کے ذریعہ ملا دیئے جاتے ہیں۔ کچھ دنوں میں یہ بکٹیریا اس خوراک میں بڑھ کر بے شمار

۳

ہوجاتے ہیں۔ اسی کو بکٹیریا کا کلچر کہتے ہیں۔ اب اس کلچر کو خاص طریقے پر بنی ہوئی مٹی کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ جب اس مٹی کو ہاتھ سے اچھی طرح ملا کر ڈبوں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ مٹی ایک ڈبے میں قریب ایک پاؤ رہتی ہے۔ اس صورت میں برسیم کے بکٹیریا کا کلچر برسیم بونیوالوں کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ ایک کلچر دس سیر بیج یعنی ایک ایکڑ زمین کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس کلچر کے بنانے میں قریب ۱۵ دن لگ جاتے ہیں۔

کلچر کے استعمال کا طریقہ

(۱) آدھ سیر پانی میں ایک چھٹانک شکر یا گڑ کا گھول بناؤ۔

(۲) اس گھول میں ڈبے میں بند کیا ہوا کلچر ملا دو۔

(۳) اب دس سیر برسیم کے بیج کا ایک ڈھیر لگاؤ۔ اس ڈھیر پر کلچر ملا ہوا گھول چھڑکو اور ہاتھ سے بیج کو اُلٹتے جاؤ تاکہ ڈھیر کا ہر ایک بیج بھیگ جائے۔

(۴) بھیگے ہوئے بیج کو سایہ میں پھیلا دو۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد بیج کو ہاتھ سے پلٹتے رہو۔ جب اچھی طرح سوکھ جائیں تو بیج کو اکٹھا کر لو۔

(۵) جس کھیت میں برسیم بونا ہو اس میں کیاریاں بنا کر پانی بھر دو۔ پھر ان میں بیج چھڑک دو۔

کلچر کے ملنے کا ذریعہ

جس کسان کو برسیم کی کاشت کرنا ہو اُسے اس کلچر کے لئے اپنے سرکل کے ڈپٹی ڈائریکٹر خواہ پلانٹ پیتھولوجسٹ نواب گنج کانپور کو لکھنا چاہئے۔ اس بات پر دھیان دینا ضروری ہے کہ برسیم بونے سے تقریباً ۲۰ دن پہلے اوپر دیئے گئے پتوں پر اطلاع پہنچ جانی چاہئے تاکہ کلچر ٹھیک وقت پر مل جائے۔ اس کلچر کے لئے کچھ بھی قیمت نہیں دینی پڑتی ہے۔

بارش کی کہاوتیں

۱۔ ایک بوند جیٹھ میں پرے۔
سہس بوند ساون میں ہرے۔

۲۔ چیت ماس جو بیج بھگوئے،
بھر بیساکھ ٹیسو دھوئے۔
جیٹھ ماس جو تپے نراسا،
تو جانو برسا کی آسا۔

۳۔ چیت ماس جو بجلی ہووے،
پھر بیساکھے ٹیسو دھوئے۔
جیٹھ ماس جب تپے تپنا،
تب جانو برسا کا ہونا۔

۴۔ جیٹھ انت تتھ رات میں،
میگھ جو چھائے۔
کہے گھاگھ ہتی سال میں،
جل دے بھومیہ بہائے۔

۵۔ جے دن جیٹھ چلے پُروائی،
تے دن ساون سوکھا لائی۔

۶۔ اساڑھ ماس آٹھیں اندھیاری،
جو نکلے چندا جل دھاری۔
چندا نکلے بادر پھور،
ساڑھے تین ماس برشا کا زور۔

۷۔ اساڑھ ماس پونو دیوس،
بادر گھیرے چند۔
تو بھڈری جوشی کہیں،
ہووے پرم آنند۔

۸۔ دھورا اساڑھی بیجری،
چمک نرنتر جو نئے۔
سوم شکرا اور گرو پرے،
بھاری برشا ہوئے۔

۹۔ اساڑھی پونو دنا،
گاج بیج برسنت۔
بھاکھے لکھمر کا لکا،
آنند مانو سنت۔

۱۰۔ شدی اساڑھ کی پنچمی،
گج دھم دھما ہوئے۔
تو یوں جانو بھڈری،
مدھورا میگھا جوئے۔

۱۱۔ ساون کیرے پرتھم دن،
اُگت نہ دیکھے بھان۔
چار مہینہ برسے پانی،
یا کو ہے پرمان۔

۱۲۔ ساون پہلی چوتھ میں،
جو میگھا برسائے۔
تو بھاکھے یوں بھڈری،
ساکھ سوائی جائے۔

۱۳۔ ساون پہلی پنچمی،
چندا چھٹک کرے۔
کہ جل دیکھے کوپ میں،
کہ سمندر تیر بھرے۔

۱۴۔ ساون پہلی پنچمی،
گرم اُدے جو بھان۔
برکھا ہوگی اتی گھنی،
اونچے جانو دھان۔

۱۵۔ ساون پہلے پاکھ میں،
دسمی روہن ہوئے۔
مہنگا ناج اور سولپ جل،
برلا بلسے کوئے۔

۱۶۔ ساون بدی اکادشی،
بادل اُوگے سُور۔
تو بتلا وے بھڈری،
گھر گھر باجے تُور۔

۱۷۔ ساون کرشن اکادشی،
جے تو روہن ہوئے۔
تے تو سمیا جانیو،
کھری کھیمے جن کوئے۔

۱۸۔ ساون شکلا سپتمی،
چھپ کے اُدگے بھان۔
تب لگ دیو برسیہن،
جب لگ دیو اُٹھان۔

۱۹۔ ساون اُکھ میں میہہ،
برسے بھادوں جاڑ۔

۲۰۔ ساون ماس بہے پروائی،
بردا بیچ لیہا دھینو گائی۔

۲۱۔ بن بھادوں کے برسے،
بن ماتا کے پرسے۔

۲۲۔ بھادوں بدی اکادشی،
جو نا چھٹکے میگھ۔

چار ماس برستے نہیں،
یہ بھا کیں سہدیو۔

۲۳- بھادوں سے اوبری،
گھونول رب دار۔
تویوں بھا کے بھڈری،
سکھی بھلی نرہار۔

۲۴- بھولو بادل پھرے گھواڑا،
کاتک ماگھے ینہہ۔

۲۵- اگھن برسے بولڑہ بیاسے،
تو یئے دیس رسائل جائے۔

۲۶- دھنیہ وہ راجہ دھنیہ وہ دیس،
جہواں برسیں اگھن سیس۔
پوس میں دونا ماگھ سوائی،
پھاگن برسے گھر سے جائی۔

۲۷- پانی برسے آدھا پوس،
آدھا گیہوں آدھا بھوس۔

۲۸- پوس ماس کی سیتمی،
جو پانی نہی دیسے۔
اذرا پھر برسے سبہی،
جل تھل ایک کریسے۔

۲۹- پوس ماس دسویں اندھیاری،
بدلی گھور ہوئے اندھیاری۔
ساون بدی دسمی دن آسے،
بھر سے مگھ چو حد برساسے

۳۰- پھوس ماس دسویں اندھیاری،
بدری ہوئے گھوا اندھکاری۔
کاہے پنڈت پڑھو پڑھو مرو،
پوس اماوس کی سدھ کرو۔

۳۱- پوس اندھیری سپتمی،
بعن بعن بادل ہوئے۔
ساون شدی پورنماشی،
برکھا اچھی ہوئے۔

۳۲- پوس اندھیری تیرسی،
چھو ندس بادل ہوئے۔
ساون پونوماؤ سے،
جل دھرنی میں ہوئے۔

۳۳- پوس اُنجیری سپتمی،
اشٹم نومی گاج۔
میگھ ہوئے تو جان لو،
اب شبھ ہوں ریں کاج

۳۴- ماگھ بدی آٹھے دن درسے
سو گمدھا بھر ساون برسے

۳۵- ماگھ میں بادل لال دھرنے
تب جانو بیچ پاتھر پڑسے

۳۶- اَدرا برسے پونربس جائے،
دین ان کوؤ نہ کھائے۔

۳۷- اَدرا، بھرنی، روہنی،
مگھا اوترا تین۔
ان منگل آندھی چلے،
تب لوں برسا چھین۔

۳۸- آوت نہ آدر سکئے،
جات نہ دیسئے ہست۔
ئے دونوں پچھتائیں گے،
پاہن اور گرہست۔

۳۹- اوتر چلکے بجری،
پورب بہے جو باؤ۔
گھاگھ کہیں بھڈر سے،
بردھا بھیتر لاؤ۔

۴۰- اندر دھنش جو پورب دکھی
پچ اوپچ عقل ایکے لکھی
سانجھے دھنش بہانے پانی،
کہے گھاگھ سن پنڈت گیانی۔

۴۱- اُترا اُتر دے نئے،
ہست گئے مکھ موڑ۔
آئے سمیا پھر سلے،
چیتن سلے بھور۔

۴۲- اُسلے گرگٹ اونچے چڑھے۔
برشا ہوئے بھو میہ جل بڑھے۔

۴۳- اک پانی جو برسے سواتی،
کرمی پہنے سونے کی پاتی۔

۴۴- کرک میں منگل ہوئے بھوانی،
دیودھول برسیں گے پانی۔

۴۵- کل سے پانی گرم ہو،
چڑی نہا وسے دھور۔
انڈا لے چیونٹی چڑھے،
تو برشا بھرپور۔

۴۶- کالا بادر ڈراؤنا،
بھورا برسن ہار۔

۴۷- چڑھتے برسے اَدرا،
اُترت برسے ہست۔
کتنو راجہ ڈنڈسے،
سُکھی رہے گرہست۔

۴۸- چلکے پچھم اوتر اودر،
نت جانو پانی ہے زور۔

۴۹- چیت کے برسے تین جائے
موٹھی ماشش اد کھار۔

۵۰- چیترا برسے ماٹی مارسے
آگے سے گیبروٹی کے کارسے

۵۱- جب برشا چترا میں ہوئے،
سگری کھیتی جیسے کھوئے۔

۵۲- جب برسے گا اوترا،
ناج نہ کھاوے گترا۔

۵۳ جب برسے تب باندھ کیاری،
پور کسان جو ہانتھ کداری۔

۵۴ ڈھیلے پر جب چیل بولے،
گلی گلی میں پانی ڈولے۔

۵۵- تپے مرگسرا جوئی،
تب پورن برشا ہوئی۔

۵۶- تیتر پنکھی بادری،
بدھوا کجل دیکھ۔
وہ برسے یہ گھر کرسے،
یا میں مین نہ میکھ۔

۵۷- تیتر برنی بادلی،
رہے گگن پر چھائے۔
کہے بھڈر سن بھڈلی،
بنو برسے نہی جائے۔

۵۸- دکھن کا بادر۔ سوم کا آدر۔

۵۹- دھنش بڑے بگالی۔ میہے سانجھ سکالی۔

۶۰- پانی برسے بہن نیاوسے
تب کھیتی کو مزہ دکھاوسے۔

۶۱- دیکھ پونرس بھرسے نہ تال،
پھر برسے گا لوٹ اساڑھ۔

۶۲- پروا پولو گرسبے - دنا بہتر برسے۔

۶۳- پروا بادر پچھم جاسے،
داسے برسٹ آدھک برسائے۔

۶۴- پورب دھنو ہی پچھم بان،
گھاگھ کہیں برکھا نیران۔

۶۵- بایو میں جب بایو سمائے،
کہیں گھاگھ جل کہاں سمائے

۶۶- بولی لومڑی پھولی کاس،
اب ناہی برکھا کی آس۔

۶۷ گھما گرجے - ہست لرجے۔

۶۸ گھما کے برسے من بلسائے،
پانی کے برسے بھی اکھائے۔

۶۹- گھما بھبئ اگھا -

۷۰- مرگسیر بایو نہ بادرا،
رو ہن تپے نہ جیٹھ -
اَدرا جو برسے نہی،
تو سبھے کون السیٹھ۔

۷۱- میگھ جو برسے سواتی،
چرکھا چلے نہ بولے تانتی۔

۷۲۔ مورپنکھ بادل اُٹھے،
اور رانڈا کا جر یکھ۔
وہ برسیں یہ گھر کریں،
یہی ماں نا تی سیکھ۔
۷۳۔ رات دنا گھر چھائیں،
گھاگھا کہیں برکھا ب ناہی۔
رات نبد ر دن کو گھٹا،
گھاگھ کہیں ئے برکھا ہٹا۔
رات نبد ر دن پر چھائیں،
کہیں سہدیو برسے ناہی۔
رات نرملی دن کو چھائیں،
کہیں بھدر رشی پانی ناہی۔
۷۴۔ سانجھ دھنش سکارے موا،
ناہی بہت تو تھوڑے تھوڑا
۷۵۔ شکر دار کی بادری رہ رہے سنیچر چھائے۔
کہیں گھاگھ سن گھاگھنی بنو برسے نہ جائے۔
۷۶۔ ہتھیا پونچھ ڈولا وے،
گھر بیٹھے گیہوں آوے۔
۷۷۔ ہتھیا برسے چتر امنڈرائے،
گھر بیٹھے کسان رریائے۔
۷۸۔ ہست کے برسے تینوں ہوئے شالی شکر مانس
ہست کے برسے تینوں جائے تل، کودوں، دکپاس

نوٹ:- ۷۔ جوسی = جوتشی ۸۔ دھور = دھوا۔ شکل کچھ۔ ۹۔ گاج = بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی چمک کے ساتھ بارش ہوئے۔ ۱۰۔ گن = بادلوں کی گڑگڑاہٹ۔ ۱۴۔ گز بعد آدسے = بادلوں سے گھرا ہوا۔ اوسے۔ ۱۶۔ تور = توڑ نکا ۔ ۱۸۔ دیو اٹھان = دیو تھان (کا دشی (کا تک شکل ۱۱) ۱۹۔ ساون = ساون میں گرمی بھادوں میں جاڑا پڑنے سے بارش ہوگی ۔ ۲۰۔ دھینو = ایسی گائے جو حال ہی میں بچہ دیا ہو۔ ۲۳۔ مول = اتوار کو مول نکشتر پڑے۔ سکھی۔ آدمیوں کو کافی بھوجن ملے گا۔ ۲۴ بھوبو = کسان پاگل ہوکر بھوکا بھٹکتا پھریگا۔ ۲۹۔ ساون = تو ساون بدی دسمی کے دن آکر جل سے بھرے ہوئے میگھ چاروں طرف پانی برسیں گے۔ ۳۱۔ بھن ۔ بھن۔ الگ الگ۔ ۳۴ بدرسے = بادل دکھائی دیں یعنی دن در سے دن کو صاف صاف دکھائی دیتے دبدلی نہ ہو۔ ۳۵۔ لال دھرے = لال رنگ ہو جائے۔ ۳۶۔ جائے = بلا برسے ختم ہو جائے دین۔ دیا ہوا۔ ۳۷۔ ادرا دغیرہ نکشتر ہوں اور منگل کا دن ہو اُسی دن آندھی چلے تو بارش کم ہوگی۔ ۳۹۔ اس کا مطلب مہان اور گرہست

(کسان) دونوں پر موزوں ہوتا ہے اگر ادرا کے آتے ہی بارش نہ ہو (اگر مہمان کے آنے پر اسکی کچھ عزت نہ کیجائے) اور گرہست کے ختم ہوتے ہوتے پانی نہ گرے (جاتے وقت مہمان کے ہاتھ میں بھینٹ وغیرہ کچھ نہ کیا جائے) تو گرہست (کسان) اور مہان دونوں کو دکھ ہوگا۔ ۴۲۔ ... کیے گئے ... بارش ہی سے ختم ہوگئے۔ ... میں پھر بارش ہونے پر سب ٹھیک ہو جائیگا ۴۳ ... (ساون میں) ... راس ... ۴۳ ... ماش ... ۴۰ ... ۴۹ ... بھی = ... کے ... ۵۵ ... بنگالی = بنگال کی ... میں ... شام کو بارش

ہوگی یا دوسرے دن سویرے۔ ۶۱۔ اساڑھ = اگلے اساڑھ میں۔ ۶۵۔ بایو میں = بایو کے اوپر بایو چلے۔ ۶۶۔ لوبھے = زیادہ بارش کی وجہ سے کسان کا پیں گے۔ ۶۸۔ جمی = زمین۔ ۔ دلیشہ تکلیف۔ رکاوٹ۔ ۷۱۔ چرکھا = کپاس کی فصل اچھی نہ ہوگی۔ ۷۳۔ گھم چھانہی = کچھ کچھ بادل ہوں ۷۶۔ ہتھیا = ہست نکشتر میں کچھ بارش ہو جائے تو۔ ۷۷۔ رریانہ = خوشی ظاہر کرنیوالا۔ ۷۸۔ شالی = چاول۔ مانس = اُرد۔

(منقول از کتاب
کرشی رتناولی)

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں ٹڈیوں کا حملہ

(از ڈاکٹر ... لال۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن) اٹومولوجسٹ ٹو گورنمنٹ یو پی کانپور)

ٹڈیوں کا حملہ اس صوبہ میں اُتر یا اُتر پچھم کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی طرف انکے بسنے کی جگہ یعنی راجپوتانہ، بلوچستان، ایران، عرب اور اتری افریقہ کے سمندر کی کنارے کے میدان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان جگہوں میں ٹڈیاں تھوڑی بہت ہمیشہ رہتی ہیں۔ مگر جب بارش کے بعد یہ اپنی رہنے کی جگہوں میں بہت بڑھ جاتی ہیں تو یہ دل باندھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو اُڑنا شروع کر دیتی ہیں۔

خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ایسی جگہیں ہمارے صوبہ میں کہیں نہیں ہیں۔ لیکن ٹڈیوں کے حملے کے دنوں میں انڈوں کا دیا جانا بچہ کنے والی ٹڈیوں کا یکایک کہیں دکھلائی پڑ جانا کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ یہ خطرہ اس وقت بہت کم ہے۔ لیکن کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ اس صوبہ میں ٹڈیاں جہاں بھی جائیں اُن کا پتہ ہر وقت چلتا رہے تاکہ انکے روک تھام کی تدبیریں جلد سے جلد کام میں لائی جا سکیں۔

جنوری کے پہلے دو ہفتے بعد سے اس صوبہ کے کسی ضلع سے انکے حملے کی خبر نہیں ملی ہے پھر بھی سب لوگوں کو ہر وقت ان کے حملے کا سامنا کرنے کے لئے ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ اگر کسی طرح کی بھی ٹڈیاں کہیں دکھلائی پڑیں تو فوراً گاؤں کے پٹواری یا جہاں پٹواری نہ ہوں، گاؤں کے چوکیدار کو خبر کر دینی چاہئے۔

ٹڈیوں کی تعداد اس وقت بہت کم ہوگئی ہے لیکن اب بھی وہ راجپوتانہ، سندھ، اور بلوچستان کے ریتیلے میدانوں میں موجود ہیں۔ اگر اگلے چند مہینوں میں ان جگہوں پر اچھی بارش ہوگئی تو یہی ٹڈیاں پھر بہت بڑھ جائینگی اور ہمارے اور اور صوبوں میں آکر حملہ کرینگی۔ اس لئے آجکل مختلف سلطنتوں کی طرف سے جس میں ہمارا صوبہ بھی شریک ہے۔ یہ کوشش ہو رہی ہے کہ ٹڈیاں بڑھنے کے قبل ہی ریتیلے علاقوں میں ہلاک کر دیجائیں۔ اُمید ہے کہ اگر اس طرح آئندہ بچہ کنے والی ٹڈیاں مار ڈالی گئیں تو ٹڈیوں کے آئندہ حملے کا اندیشہ یو پی اور دیگر صوبوں میں بہت کم ہو جائیگا۔

انار کی کھیتی

از قلم ٹھاکر رتن سنگھ بسٹ بی ۔ ایس ۔ سی ۔ اے ۔ جی سرکاری باغ سہارنپور

تعریف ۔ ہندوستان میں انار کی کھیتی بہت قدیم زمانہ سے ہوتی ہے ۔ کچھ پہاڑی ملکوں میں یہ ایک قدرتی خوشنمائی کے لئے بویا جاتا ہے اور یہ اپنے خوبصورت پھول پھلوں کے پیدا کرنے کے باعث بہت قیمتی سمجھا جاتا ہے ۔ اس کے پھل نہایت خوبصورت ہوتے ہیں ۔ سجاوٹ کے خیال سے کوئی بھی پھل اسکے مقابلے میں نہیں سمجھا جاتا ۔ اگر انار کے لئے کچھ برائی ہے تو اس کے گودے میں اس کے بیجوں کا قائم رہنا ہے ۔ انار کی ایک قسم ایسی ہے کہ جسمیں بیج بالکل نہیں ہوتے ۔ پہاڑوں میں انار ہر سال برابر پھل دیتا ہے ۔ اور بہت کم دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے ۔ یہ ہر قسم کی زمین میں پیدا ہو سکتا ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ یہ پھل کیونکر اتنا تجارتی پھل ہو سکیگا پانی اور چینی کی ملاوٹ سے اور اسکے گودے دار بیجوں سے ایک نہایت ذائقہ دار شربت بنتا ہے ۔ بخار وغیرہ میں اسکا استعمال خاصکر مفید ہوتا ہے اسکی چھال کو اُبال کر اکثر بیماریوں کے واسطے دوا بنائی جاتی ہے اور اس سے لکھنے والی سیاہ روشنائی بھی تیار کیجاتی ہے ۔

زمین کی حالت ۔ پہاڑوں میں میں نے ان پانی لگے ہوئے گڈھوں میں بھی اس پھل کو اچھی طرح پیدا ہوتا ہوا دیکھا جن مقامات میں انگور بالکل مر گیا ہو ایسی جگہوں میں اکثر پہاڑوں میں یہ پھل بہت زیادہ ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ اسکی باڑھ عجیب ہو جاتی ہے انار ہر ایک طرح کی زمین میں اچھی طرح پیدا ہو سکتا ہے لیکن تجارتی صورت میں پیدا کرنے کیلئے انھیں گرم ممالک میں بونا چاہیئے ایسے ممالک میں یہ اپنی نہایت خوبصورت شکل میں ہو سکتا ہے یہ کسی خاص قسم کی زمین کو نہیں چاہتا اور یہ پانی لگی ہوئی زمین میں بھی اچھی طرح ہو جاتا ہے خاصکر وہ کہ جن میں راکھ ملایا ہو اور جن میں دوسرے پیڑ مر جاتے ہوں یہ گہری چونے والی زمین میں بھی اچھی طرح پیدا ہوتا ہے

کھاد ۔ دسمبر کے مہینے میں جڑیں کھول دینی چاہیئے اور کچھ عرصہ کے لئے انھیں سورج کی روشنی میں کھلے چھوڑ دینا چاہیئے ۔ اور بعد کو مٹی کے ساتھ اچھی سڑی ہوئی کھاد اور سرخی ملاکر جڑوں میں بھر دینا چاہیئے

پودوں کا بڑھانا ۔ پودوں کو یا تو بیج سے پیدا کرتے ہیں یا جنوری فروری میں کٹنگ لگاکر ورنہ فروری میں داب قلم بناکر سب سے مناسب تدبیر یہ ہے کہ پہلے پود تیار کی جائے ۔ جب اسمیں باڑھ اونچی ہو جائے تو اچھے قسم کے پیڑوں سے ان پر قلم لگانی چاہیئے ۔

کاشت ۔ یہ ہموار زمین و پہاڑوں میں دونوں جگہ پیدا ہو سکتا ہے اور اچھا پھل دیتا ہے لیکن اکثر پہاڑوں پر پھل اتنے بڑے نہیں ہوتے جتنے کہ ہموار زمین میں ۔ اسکے لئے زمین کو خوب اچھی طرح کھود لینا چاہیئے اگر زمین میں چونے کی مقدار نہ ہو تو زمین میں چونے کی کھاد دیدینی چاہیئے اس کے لئے ۳ فٹ گہرے ۳ فٹ چوڑے گڑھے کھودنے چاہئیں ۔ مٹی میں سڑی ہوئی گوبر کی کھاد ملانی چاہیئے پیڑوں کو گڑھوں کے ٹھیک بیچ میں لگانے چاہئیں ۔ یہ پیڑ لگانے کے ٹھیک پانچ سال بعد پھل دینگے

پودے لگانا اور انکی کاٹ چھانٹ

اکثر لوگ اس پھل کو بغیر دیکھ بھال کے ہی اگانے کے عادی ہو گئے ہیں ۔ کیونکہ وہ سوچتے ہیں کہ ایسے چھوڑ دینے پر بھی بہت اچھی پیداوار ہو سکتی ہے یہ سخت غلطی ہے اچھی سے اچھی پیداوار لینے کے لئے اسکو ۱۲ - انچ ایک ہی تنے پر پیدا کرنا چاہیئے اگر اس میں زمین سے کئی شاخیں نکلتی ہوئی حالت میں لگایا جائے تو اس کی جھاڑی کو بہ نسبت اکیلے تنے کے اچھی شکل میں لانے و قابو میں رکھنے میں زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے پیڑ سڈول ہونا چاہیئے اگر بہت سی شاخیں مٹی کے اوپر یا نیچے سے نکلی ہوتی ہیں تو پیڑوں کا مناسب صورت میں لانا مشکل معلوم ہوتا ہے ۔ پہلے تین برس تک جھاڑی کو ٹھیک شکل میں لانے کے لئے ہر سال کی کچھ شاخوں کو نکال دینے سے کچھ چھوٹی کر دینا ضروری ہے جب جھاڑی کا سر ٹھیک ہو جائے یعنی ٹھیک بنجائے تب کاٹ چھانٹ کرتے وقت صرف شاخوں کا کم کرنا و شکل ٹھیک بنانا رہ جاتا ہے ۔ اس کو ۱۲ فٹ سے نزدیک کبھی نہ لگایا جاوے گہری دومٹ زمین میں ۱۵ فٹ رکھنا اچھا ہے نئی شاخوں کے سروں میں پھل آنے کے بعد اور انھیں توڑنے کے بعد نومبر کے مہینے میں انھیں کاٹ ڈالنا چاہیئے ۔ اسی موقعہ پر مردار و خشک شاخوں کو بھی نکال دینا چاہیئے ۔ انار کے پیڑ جڑوں کے پاس سے چھوٹی شاخیں و چھوٹے کلے پیدا کرتے ہیں ان کلوں کو جیوں ہی وہ دکھلائی دیں فوراً کاٹ دینے چاہئیں ۔ انار کو برسات یا جاڑوں کے بعد لگانا چاہیئے ۔

پھل اکٹھا کرنا :۔ چونکہ اسکا چھلکا موٹا ہوتا ہے جس سے یہ ہر قسم کی آب و ہوا میں خراب نہیں ہوتا اسکے پھلوں کو توڑنے کے لئے یہ خیال رہے کہ بارش کے پہلے توڑ دیں ۔ کیونکہ بارش ہونیکے بعد پھل پھٹ جاتے ہیں جسکی وجہ سے وہ باہر بھیجنے کے قابل نہیں رہتے پھل توڑنیکے بعد اگر انھیں کسی ٹھنڈی و خشک جگہ میں رکھا جاوے تو مہینوں تک خراب نہیں ہوتے ہیں ۔ یہ ضرور ہوتا ہے کہ اسکی چھال کا عمدہ رنگ اتر جاتا ہے اور پھل سکڑ جاتا ہے لیکن پھل کی خوشبو اور اسکے اوصاف میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے ۔

قسم :۔ پیشتر ۔ شاہی (سیریں) ترکی بصری ۔ دیسی ہیں

کیڑے مکوڑے ۔ ایک بال والی سونڈی اسکی سخت چھال میں جسوقت پھل چھوٹا ہوتا ہے داخل ہو جاتی ہے اور اندر کا کچھ حصہ کھانیکے بعد باقی حصے کو سڑا دیتی ہے اسکی روک تھام کیلئے جب پھل چھوٹے ہوں اسوقت انکو ایک ململ کے کپڑے سے باندھ دینا چاہیئے ۔

بگڑ یا بھابھر گھاس

(محکمہ اصلاح دیہات)

بگڑ یا بھابھر گھاس رسی بنانے آم کو ٹوکریوں میں بند کرنے اور کاغذ بنانے کے کام آتی ہے یہ گھاس کو شوا ایک ضلع ہوشیار پور میں قریباً ۵۰۰۰ من سالانہ پیدا ہوتی ہے جس کا ایک تہائی حصہ رسی بنانے اور آم بند کرنے کے کام آتا ہے اور دو تہائی حصہ جگادھری کا کاغذ بنانے والا کارخانہ خرید لیتا ہے اس لئے کہ اس سے اعلیٰ قسم کا کاغذ بنتا ہے۔ دسوہا۔ ہوشیار پور۔ جیجوں گڑھشنکر اور روپڑ کے ریلوے اسٹیشنوں پر اس کارخانہ کے ایجنٹ چودہ آنے فی من کے حساب سے گھاس خریدتے ہیں اگر کوئی شخص ان اسٹیشنوں پر گھاس نہ لا سکے تو وہ گاؤں ہی میں چھوٹے ٹھیکیداروں کے ہاتھ جو اس کام کے لئے مقرر ہیں فروخت کر سکتا ہے۔ تمام ضلع ہوشیار پور کے لئے ایک ہی نرخ مقرر ہے۔ تاکہ ایجنٹ اور ٹھیکیدار لوگوں کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ اس کی فروخت سے ضلع کو قریباً ۴۵۰۰ روپے سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔

بگڑ گھاس کے فائدے۔ جگادھری کے کاغذ بنانے والے کارخانہ کو ہر سال پانچ لاکھ من گھاس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس میں سے دو لاکھ من گھاس ضلع ہوشیار پور انبالہ۔ ریاست سوانی۔ ریاست کالسیا۔ کلیر جنگلات اور پنجاب کے دیگر مقامات سے خریدی جاتی ہے۔ اور تین لاکھ من گھاس نیپال سے منگوائی جاتی ہے۔ مگر یہ کارخانہ پوری کی پوری گھاس پنجاب سے خریدنے کو تیار ہے۔ اور اگر سنہ ۱۹۴۵ء تک یہ ممکن ہو سکے تو وہ نیپال سے کاروبار بالکل بند کر دیگا۔ اگر اس سال تک ایسا نہ ہوا تو کارخانہ جگادھری ضلع ہوشیار پور کی بگڑ گھاس خریدنا بند کر دیگا۔ اور اپنی تمام ضروریات نیپال سے پوری کریگا۔ اس صورت میں ساری کی ساری گھاس صرف رسی اور ٹوکریاں بنانے کے کام آسکے گی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی قیمت بہت گر جائے گی اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ اس گھاس کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے سنہ ۱۹۳۹ء میں بگڑ گھاس ۶۴۰ ایکڑ رقبہ زمین میں لگائی گئی تھی اور اس سال ۱۰۰۰ ایکڑ میں کاشت کی گئی ہے۔

کہاں اور کب لگائی جائے۔ بنجر اور ریتلی زمینوں اور کھیتوں کی مینڈوں یعنی وٹوں پر یہ گھاس خوب پھلتی پھولتی ہے۔ ڈھولبا ہا کی اس ریتلی زمین میں جہاں کوئی فصل نہیں ہو سکتی۔ وہاں کھیتوں کو ہموار کر کے سنہ ۱۹۴۰ء کے موسم برسات میں بگڑ گھاس کاشت کی گئی۔ اور ایک ہی سال میں نہایت عمدہ پیداوار ہوئی۔

اس کے لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ موسم برسات میں اس کو جنگل سے جڑ وں سمیت اکھاڑا جاتا ہے۔ اکھاڑتے وقت چھوٹے پودوں کو ترجیح دینی چاہئے۔ جہاں اسے لگانا مقصود ہو۔ وہاں ایک چھوٹا سا گڑھا بنایا جاتا ہے۔ جو چھ یا نو انچ گہرا اور چار سے چھ انچ تک چوڑا رہنا چاہئے۔ اس گڑھے میں جڑ مٹی سمیت رکھ دی جاتی ہے، اور اوپر والا حصہ اتنا ہی زمین کے باہر رہنے دیا جاتا ہے، جتنا کہ اکھاڑنے سے پہلے زمین سے باہر تھا۔ پھر گڑھے کو مٹی سے بھر دیا جاتا ہے۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ اس کو موسم برسات میں اسی دن لگایا جائے جس دن بارش سے زمین تر ہو۔ یا بارش ہو رہی ہو یا بادل ہوں۔ دھوپ میں لگانے سے پودے مرجھا جاتے ہیں۔

بگڑ گھاس کی کٹائی۔ چارہ کے لئے گھاس کی کٹائی ماہ جولائی سے شروع ہو جاتی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ بگڑ گھاس چارہ کے لئے نہ کاٹی جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ گھاس نرم ہونے کے باعث جولائی اور اگست میں چارہ کے طور پر کام آسکتی ہے۔ مگر اسے اکتوبر اور ستمبر میں کاٹا جائے۔ تو اس صورت میں اس سے زیادہ آمدنی حاصل ہوتی ہے چارہ کی گھاس شہروں میں چھ آنے فی من فروخت ہوتی ہے مگر یہ اس سے دگنی قیمت پاتی ہے اس لئے بگڑ گھاس کو چارہ کی گھاس کے ساتھ کاٹ لینا اپنی آمدنی کو کم کرنا ہے۔

زمینداروں کو چاہئے کہ اپنے ان کھیتوں میں جو بہت ڈھالو ہیں اور جن کی زمین قابل کاشت نہیں۔ اپنے دوسرے کھیتوں کے ارد گرد مینڈوں پر اور جنگلوں میں جہاں صرف چارے کی گھاس پیدا ہوتی ہے۔ بگڑ گھاس لگائیں اور اس طرح اپنی آمدنی میں اضافہ کریں۔

(پنچایت)

کھیتی کے لئے مویشیوں کی ترقی کا سوال

از مسٹر پر اتما شرن بی - اے - ایل - ایل - بی

مہابھارت کے بن پرب میں شری ویدبیاس نے کہا ہے کہ جو لوگ اپنے جیون - دھن - مویشیوں اور تجارت کی اچھی طرح حفاظت نہیں کرتے وہ نشٹ یعنی برباد ہو جاتے ہیں - مہارشی بیاس کا یہ قول جتنا ان کے زمانے میں صحیح تھا اتنا ہی اب بھی ہے - اس دنیا میں خوشحال ہونے کے لئے طاقتور جسم کی ضرورت ہے اور جسم کو طاقتور بنانے کے لئے عمدہ کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت ہے - ہر ایک ملک کے سیاست داں اس وقت اسکی کوشش میں ہیں کہ اپنے ملک میں کھانے کی اشیاء اس قدر پیدا کر سکیں کہ اُن کو ممالک غیر کا محتاج نہ ہونا پڑے - پرانے زمانہ میں ہندوستانیوں نے جو ترقی حاصل کی تھی اسکا اصلی راز یہی تھا کہ ہمارے بزرگوں نے ملک کو دھن دھانیہ سے بھرپور کر دیا تھا - اور یہ ملک کھانے کی چیزوں کے لئے کسی اور ملک کا محتاج نہ تھا - بلکہ دوسرے ممالک ہی ان اشیاء کے لئے اسکا منہ دیکھا کرتے تھے -

لیکن رفتار زمانہ نے اور موجودہ ترقی تمدن اور روشنی نے ہندوستانیوں کو ایسا کاہل وجود بنا دیا ہے کہ وہ کھیتی کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے اور دن بدن اس ملک میں اناج مہنگا ہوتا چلا جا رہا ہے کوئی کوئی تعلیم یافتہ تو اس اقتصادی پہلو سے دیکھتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ جس قدر کسی ملک میں روپیہ زیادہ بڑھ جاتا ہے - ہر چیز مہنگی ہو جاتی ہے لیکن ایسے اصحاب کہ جنکی مالی حالت اچھی ہے کبھی اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اناج کی مہنگی اوسط درجہ کے لوگوں اور مزدور پیشہ کے لوگوں کو پیسے ڈال رہی ہے اور کتنے پلیٹ فارم سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس بدنصیب ملک میں کروڑوں آدمیوں کو ایک وقت بھرپیٹ روٹی بھی نہیں ملتی - جو لوگ انگریزی تعلیم حاصل کرکے سرکاری ملازمت تجارت یا وکالت کے ذریعہ کافی رقم پیدا کر لیتے ہیں اُن کو یہ مہنگی معلوم نہیں ہوتی لیکن کتنے ماں باپ اس بھارت ورش میں ایسے ہیں جنکے بچے روٹی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر جان دیدیتے ہیں - کیا کبھی تعلیم یافتہ لوگوں نے اپنی آرام کرسیوں پر بیٹھکر ان غریبوں کی حالت پر غور کیا ہے - در اصل بات یہ ہے کہ کھیتی کا کام اس ملک میں ان پڑھ اور ناواقف کسانوں کے ہاتھ میں ہے جو تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے کھیتی میں ترقی نہیں کر سکتے اور اس کا نتیجہ ہے کہ دن بدن آبادی کے لحاظ سے اناج کی پیداوار کم ہوتی چلی جا رہی ہے اور اگر یہی رفتار رہی تو ایک دن آئیگا کہ ملک میں اناج دستیاب نہ ہو سکیگا - اور یہ ملک جس میں اناج کروڑوں من پیدا ہو کر اپنے خرچ سے بچکر دوسرے ملکوں کو جاتا تھا دوسرے ملکوں کا محتاج ہوگا - اس لئے مناسب ہے کہ ہم کو ان باتوں پر غور کرنا چاہئے جس سے موجودہ حالت کو سنبھالا جائے اور ملک کو کم از کم کھانے کی چیزوں کے لئے خود مختار بنایا جائے اسی پر ہماری زندگی کا دار ومدار ہے اور ہم پیٹ بھر کر ملکی وسائل میں حصّہ لے سکتے ہیں -

کچھ لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہندوستان میں کافی اناج پیدا کرانے کی ذمہ دار حکومت ہے عوام اس بات میں کیا کر سکتے ہیں یہ کتنی بڑی بھول ہے اور اس سے کس قدر نقصان ہم کو اب تک پہنچا ہے عالموں کا قول ہے کہ ہمت مرداں مدد خدا - اگر ہم یوں سوچ کر کہ حکومت خود انتظام کریگی ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جائیں تو یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے اس سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حکومت کا یہ فرض ہے کہ نوالا بھی ہمارے منہ میں ڈال دے - ہم کو اس زرکشا اصول پر کاربند ہونا چاہئے اور مردانہ وار تمام آفتوں کا مقابلہ کرکے ملک میں کھیتی کو ترقی دینی چاہئے -

آج کل یہ عام طور پر شکایت کیجاتی ہے کہ کھیتی کا پیشہ فائدے مند نہیں رہا ہے ممکن ہے ایسا ہو لیکن کیا یہ خیال کرکے کہ ہم اس پیشہ کو ترک ہی کر دیں اور بھوکوں مرنے لگیں -

ہمارے بزرگوں نے کھیتی کو ہر ایک پیشہ سے افضل قرار دیا ہے پھر کیا وہ لوگ ایسا کرنے میں غلطی کر رہے تھے - در اصل بات یہ ہے کہ کھیتی کے اصولوں کو ہم بھول رہے ہیں اس لئے اس پیشہ میں منافع کم ہوتا چلا جا رہا ہے - کھیتی کا دار ومدار زیادہ تر عمدہ طاقتور مویشیوں پر ہے ایک دن تھا جب یہ کہا جاتا ہے کہ اس ملک میں دودھ گھی کی ندیاں بہا کرتی تھیں سب لوگ خوشحال تھے - آج دودھ گھی ہم کو دوا میں بھی میسر نہیں آتا - اسکی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے مویشیوں کی حفاظت اور ترقی نسل کو بالکل بھلا دیا - ہندوستان کے کسی صوبہ میں چلے جائیے - کسانوں کے بیلوں کو دیکھکر رونا آتا ہے کس قدر دبلے پتلے اور کمزور ہوتے ہیں پھر بھی ان سے مار مار کر محنت لیجاتی ہے پیٹ بھر کھانا نہیں دیا جاتا - نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت جلد وہ بیل مر جاتے ہیں اور وہ روپیہ جو ان کی قیمت پر صرف کیا گیا تھا نقصان کی مد میں شمار کیا جاتا ہے - گائے بیل ہمارے لئے عزت اور فخر کا باعث ہیں اور ان کی بدولت ہم کو دودھ اور روٹیاں ملتی ہیں - افسوس ہے کہ ہم اُن کا بھی خیال نہیں کرتے - جتنا کہ معمولی خانگی استعمال اشیاء کا کرتے ہیں اس سے زیادہ بیتی ہماری اور کیا

ہوسکتی ہے کہ ہمارے بیلوں اور گایوں کو پیٹ بھر چارہ نہیں ملتا۔ مویشیوں کی وبا آئے دن سیکڑوں مویشیوں کو تباہ کرتی رہتی ہے۔ ہم ان کی بیماریوں سے واقف نہیں ہیں جس سے وقت پر علاج کر کے وبا کو روک سکیں۔ ایسی حالت میں کیا کھیتی کا پیشہ ہم کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یورپ کے ممالک میں مویشیوں کی تندرستی اور حفاظت کے لئے روزانہ نئی نئی تدبیر نکل رہی ہیں۔ ان ممالک کے لوگ مویشیوں کو نہایت شوق سے پالتے ہیں اور ان کی قدر کرتے ہیں عمدہ چارہ اور صاف پانی اُن کو پینے کے لئے دیتے ہیں۔ اچھے مکانات میں ان کو رکھتے ہیں اور ہر قسم کی بیماری سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان ممالک کے مویشی نہایت تندرست رہتے ہیں۔ کام میں اچھے ہوتے ہیں اور زیادہ دن تک زندہ رہتے ہیں پھر ان لوگوں کو کس طرح کھیتی میں نقصان ہو سکتا ہے۔ ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ یورپ میں بہت دودھ دینے والی گائیں ہیں۔ ہندوستان جو ایک زراعتی ملک رہا ہے اور جہاں دودھ وگھی کی کبھی کمی نہیں رہی اب ایسی گایوں سے خالی ہے۔ اسکی وجہ صاف ہے کہ ہندوستان میں لاپروائی ورلاعلمی سے مویشیوں کی نسل خراب ہوگئی اور جب تک کہ ہم لوگ اس طرف دھیان نہ دینگے مویشیوں کی نسل دن بدن کمزور اور خراب ہوتی چلی جائیگی اس لئے مناسب ہے کہ اب ہم کو خواب خرگوش سے بیدار ہوجانا چاہئے اور اس طرف توجہ دینی چاہئے ورنہ جب وقت ہاتھ سے نکل جائیگا تو سوائے ہاتھ ملکر افسوس کرنے کے اور کچھ نہ رہیگا۔

ہمارے غریب کسان غریب تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے مویشیوں کی نگہداشت اور پرورش کے صحیح اصولوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ ہماری سرکار عالیہ کی طرف سے بڑی کوشش اس بات کی ہو رہی ہے کہ اُن کو کم از کم ہندوستان کے مویشیوں کے مہلک امراض۔ انکے پیدائش کے اسباب اور انکے تدارک کے موٹے موٹے قاعدے بتادئے جائیں۔ جسکو ہمارے کسان بھائی اچھی طرح سے سمجھ سکیں اور اس پر عمل پیرا ہوکر فائدہ اٹھا سکیں۔ گشتی ویٹرنری ڈاکٹروں۔ سلوتریوں اور محکمہ زراعت کے کارکنوں اور سرکاری و نیم سرکاری رسالوں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے یہ مفید مطلب باتیں اب گاؤں گاؤں میں کسانوں کے کانوں تک پہنچائی جاتی ہیں اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اب ہمارے کسان بھائی ان پر کافی توجہ دیکر ایک حد تک فائدہ اُٹھانے لگے ہیں اپنے مویشیوں کی طرف سے ہماری لاپرواہی ہے جسکا انسداد ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے اس لئے اور تمام باتوں کو چھوڑکر ہم کو اپنے مویشیوں کی حفاظت خوراک اور ترقی نسل کے ذرائع سوچنا چاہئے اور دوسرے ممالک سے سبق حاصل کرکے ان کے تجربات پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اگر ہم نے اس طرف کافی توجہ دی تو ایک دن پھر ملک میں خوشحالی نظر آئیگی اور آنے والی نسلیں ہماری شکر گذار ہوں گی۔

(ماخوذ از کسان اُپکارک)

دیسی

(از جناب۔ اے۔ احمد)

گانے جا جوگی گائے جا۔ پریم بھکاری گائے جا
رام کا نام جپے جا جوگی۔ پائے وہی جو لِس دن کھوجی
سب نے مندر دیکھا۔ تجھ کو ہر راہ کو ہر پھیر دیکھا
ساری ڈگر پر چھائے جا۔ گائے جا . . . . .

سُن سُن گیت کلی مسکاویں۔ سندر روپ سے جی للچاویں
موت جیون کے پاؤں ڈگاویں۔ تجھ سے پھر بھی پار نہ پاویں
ایسی ڈگر ٹھکرائے جا۔ گائے جا . . . . .

کاہے تو اپنی آس کو چھوڑے۔ ہردے سے وشواس کو توڑے
پھول نہ اپنی باس کو چھوڑے۔ بھگون اپنے داس نہ چھوڑے
گیت اسی کے گائے جا۔ گائے جا . . . . .

پریم کا پتھر البیلا ہے۔ کنکریلا ہے پتھریلا ہے
کانٹوں سے بھر اگر بیلا ہے۔ اس پریم کی یوں ہی لیلا ہے
جب چوٹ پڑے مسکائے جا۔ گائے جا . . . .

آپسمیں کیوں رار مچائی۔ جھوٹ پھر تکرار بڑھائی
دل کے کلے بیوہار بڑھائی۔ ہردے کے سنسار جگائی
پریت کے بھاگ اڑائے جا۔ گائے جا . . . .

جھوٹا ہے سنسار کہے جا۔ بھگون سب ستار کہے جا۔
جگ میں یہی پرچار کئے جا۔ دھندہ نگر اجیار کئے جا
اک راہ نئی دکھلائے جا۔ گائے جا . . . .

مسجد آپن مندر آپن۔ تن کا بھرے پرکاش ہے اڑچن
روگ ہے پورا جات کا بندھن۔ پریت ملن میں کیسا ٹھن گن
پریم کے تار اڑائے جا۔ گائے جا . . . .

یہ دیہاتی گیت آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے دیہاتی پروگرام میں براڈ کاسٹ ہوچکا ہے۔ یہاں ڈائرکٹر صاحب کی اجازت سے شائع کیا گیا۔

زمانۂ جنگ میں فصلوں کی پیداوار

۱۸ فروری ۱۹۴۲ء کو نئی دہلی زراعت و رجاعت پرورش مویشیان کے شعبۂ فصل اور آراضی کے چوتھے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے حکومت ہند کے محکمہ جات تعلیم صحت اور آراضی کے ممبر آنریبل مسٹر این آر۔ سرکار نے فرمایا کہ ہندوستان مشرق کا خزینۂ حرب بن گیا ہے جنگی مساعی کے لئے جن اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے وہ زمانۂ امن کی ضروریات سے مختلف ہوسکتی ہیں۔ زمانۂ جنگ کی ضروریات کی تکمیل کے لئے فصلوں میں اس طرح کی تبدیلیاں کرنے کے لئے جن سے امن قائم ہونے پر بغیر کسی دشواری کے پرانی فصلوں کو پھر سے بویا جاسکے۔ آپ کا مشورہ بہت قیمتی ہوگا۔

فصلوں کے سلسلے کے مذکورہ پہلو کے علاوہ مسٹر سرکار نے انجمن کی توجہ اس بات کی طرف بھی مبذول کی کہ ہندوستانی فوجوں کی صحت اور لڑنے کی ہمت برقرار رکھنے کے لئے انکے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ اشیاء خورد و نوش بہم پہنچانے کی بڑی ضرورت ہے۔ موصوف نے اس مسئلہ پر بھی زور دیا کہ جن کھیتوں میں چھوٹے ریشے کی کپاس، جوٹ، یا مونگ پھلی کی کھیتی بند کر دی گئی ہے ان کے لئے اقتصادی نکتہ نظر سے زیادہ مفید فصلوں کی تلاش کرنی چاہیئے۔

موصوف نے فرمایا کہ اشیاء خوردنی کی فصلوں کی پیداوار کا کام اور بھی زوروں سے شروع کر دینا چاہیئے اور کسانوں کو یہ دکھانا چاہیئے کہ جن فصلوں کا پرانے پیمانے پر پیدا کرنا اقتصادی نکتہ نظر سے مفید نہیں رہا ہے انکی جگہ دیگر اچھی اشیاء خوردنی کی فصلیں بونی چاہئیں۔

تقریر کے ابتدائی حصہ میں موصوف نے فرمایا۔

"حکومت ہند کے ممبر کی حیثیت سے اپنے

۴

عہدے کا چارج لینے کے بعد مجھے آج پہلی بار آپ سے ملنے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ اس موقع پر میں اپنی اور حکومت ہند کی طرف سے آپکا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں میرے ایک پیشرو نے آپکی انجمن کیلئے یہ بالکل صحیح کہا تھا کہ یہ ہندوستان کی زرعی پارلیمنٹ ہے۔ ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے اسکے ممبروں سے ملکر آج مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے

زراعت کی اہمیت

جنگ کے دوران میں آپ دوسری بار اپنے اجلاس میں جمع ہوئے ہیں۔ یہ جنگ بڑی تیزی سے دنیا میں پھیلتی جا رہی ہے اس جنگ میں ہمیں یہ سبق مل رہا ہے کہ کوئی بھی اپنی طاقت کو خطرے میں ڈالکر ہی اپنی کھیتی کو نظرانداز کر سکتی ہے ایسے زمانے میں ہر ایک ملک کے اور بالخصوص اس ملک کے پیش نظر جو اس قسم کی خوفناک جنگ میں آگے بڑھکر لڑ رہا ہے، خاص مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے سپاہیوں کے لئے اچھی سے اچھی اشیاء خوردنی پیدا کرسکے تاکہ انکی صحت اور طاقت برقرار رہ سکیں۔

گذشتہ جنگ عظیم میں ناکہ بندی کے ذریعے دشمن کی مورچہ پر لڑنے والی فوجوں اور اسکے باشندوں کے لئے اشیاء خوردنی نہ پہنچنے دی گئی اور اس طرح فتح حاصل کی گئی تھی۔ موجودہ عالمگیر جنگ میں اشیاء خوردنی کی کمی نہ پڑنے پائے اسبات سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کمی کے باعث شہری باشندوں میں بے اطمینانی اور پست ہمتی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے شہریوں کے لئے عمدہ قسم کی اشیاء خوردنی ملنے کا انتظام کرنا سب سے بڑی جنگی کوشش ہے۔

اپنے زمانۂ جنگ کے زرعی انتظام کے بارے میں میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس میں ایک خاص نقص یہ ہے کہ ہمارا اقتصادی نظام بڑی حد تک برآمد کے لئے پیدا کی جانے والی اشیاء خوردنی پر منحصر ہے ملک کا ہر شخص یہ تسلیم کرے گا کہ اگر ہمیں ایک طاقتور قوم کی شکل میں زندہ رہنا ہے اور اگر ہمیں مناسب طریق سے خوراک نہ حاصل کرنے والے اپنے کروڑوں ہموطنوں کے رہنے سہنے کے معیار کو بلند کرنا ہے تو ہمیں اپنی قومی آمدنی کئی گنی بڑھانی پڑے گی۔ یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہماری زرعی اور صنعتی پیداوار میں معقول تناسب نہ قائم کیا جائیگا میں ہمیشہ سے ملک کی صنعتی ترقی کا خواہاں رہا ہوں لیکن میں ایک لمحہ کے لئے زراعت کی اہمیت کو کم نہیں سمجھتا۔

دیہی اور شہری توازن

میرا عقیدہ ہے کہ جنگ کے بعد کے دشوار حالات کا ایسا کوئی بھی ملک مقابلہ نہ کر سکیگا جس نے صنعت و حرفت یا زراعت کسی ایک طرف بھی اپنی پوری طاقت نہ لگا دی ہوگی۔ درحقیقت جس بات کی ضرورت ہے اسے دیہی اور شہری توازن کہا جاسکتا ہے۔ اس توازن کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل ملک کے لئے ضروری مقدار میں اشیاء خوردنی پیدا کرنے کے بعد ان چیزوں کی کاشت کیجائے جو ملک کو اقتصادی نظام کے مطابق سب سے زیادہ مفید صنعتوں کے لئے خام مال کی شکل میں ضروری ہوں۔

اس کے علاوہ اپنے قومی مقصد کے حصول کے لئے میں اس بات کے لئے بہت بیچین ہوں کہ ہمارے ملک کے حالات کے مطابق جہاں تک سائنٹفک کاشت ہمارے لئے مناسب ہو، ہمارے ملک کے کسانوں کے طریق کار ان ترقی یافتہ ممالک کے طریق کار سے پیچھے نہ رہیں جہاں کھیتی کے تمام سائنٹفک طریقے کام میں لائے جاتے

ہیں ہندوستانی کسانوں کو نہ صرف ہماری کوششوں میں امداد دینی چاہئے بلکہ اگر صنعتوں کے مزید اضافے یا بیرونی صنعتوں کے مقابلے کے باعث اسے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو زراعت میں اسکا مقابلہ کرنے کی اہلیت ہونی چاہیئے۔ مجھے یقین ہے اس مقصد کی تکمیل کے لئے آپکی انجمن بہت کچھ کرسکتی ہے۔

زمانۂ جنگ میں بہت سے غیر ملکی بازاروں میں ہمارا مال جانا بند ہوگیا ہے جسکا نتیجہ ہماری بہت سی تجارتی پیداواروں کے بچے ہوئے حصہ کو کام میں لانے کا مشکل مسئلہ پیش ہوگیا ہے۔ جاپان کے جنگ میں کود پڑنے سے ہمیں خاص نقصان پہنچا ہے کیونکہ وہ ہماری چھوٹی ریشہ والی کپاس کا بہت بڑا خریدار تھا۔ اسوقت حکومت اس بات پر غور کررہی ہے کہ چھوٹے ریشے کی بچی ہوئی کپاس کا کیا استعمال کیا جائے۔ اسی طرح مونگ پھلی اور دیگر تیلہنوں کے بچے ہوئے ذخیرہ موجود ہیں جنھیں خاص طور سے برآمد کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔

فصلوں میں تبدیلی

آپ کو معلوم ہے کہ اس مسئلہ کے باعث کتنے ہی ملکوں کے سیاست داں اور ماہرین فن پریشان ہیں بچے ہوئے مال کے استعمال کا انتظام کرکے ہی مسئلہ نہیں حل ہوجاتا مستقبل میں بچے ہوئے مال کا سوال پھر پیدا ہونے اور قیمت میں کمی ہونے کو بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ فصلوں کے سلسلے میں مناسب تبدیلیاں کی جائیں۔ لیکن اسوقت جن فصلوں کی پیداوار سے کسانوں کو زیادہ روپیہ ملتا ہے ان کی جگہ پر ایسے موزوں بدل بتانا آسان کام نہیں ہے جنھیں کسان منظور کرلیں اگر اپنے تبادلۂ خیال کے نتیجہ میں آپ ان کھیتوں کے لئے جنھیں پہلے چھوٹے ریشے کی کپاس، جوٹ یا مونگ پھلی وغیرہ کی کاشت ہوتی تھی۔ اقتصادی نکتۂ نظر سے یقینی طور پر نفع بخش کچھ ایسی فصلیں بتا سکیں جنکی کھپت کے بازار یا تو پہلے ہی سے موجود ہیں یا جنکی آسانی کے ساتھ کھپت ہوسکے تو ملک کی تاریخ کے اس نازک عہد میں آپ کسانوں کی حقیقی مدد کرسکیں گے۔ میں آپکے ساتھ تبادلہ خیال کے نتیجے کا بیچینی کے ساتھ انتظار کروں گا۔

اشیاء خوردنی کی فصلیں

اشیاء خوردنی کی قیمت کی شرح اور موجودہ حالات کو پیش نظر رکھکر میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ اگر تجارتی فصلوں سے خالی ہونے والی کھیتی میں احتیاط کے ساتھ اشیاء خوردنی کی کاشت کی توسیع کی پالیسی پر زور دیا جاسکے تو کوئی بڑا خطرہ نہیں ہے اس طرح ہم نازک وقت کے لئے اشیاء خوردنی کا جمع شدہ ذخیرہ جمع کرسکیں گے۔ اور اشیاء خوردنی کے لحاظ سے ہندوستان کو خود اعتماد بنا سکیں گے۔

جنگ کے بعد کا زمانہ

لیکن یہ سب تو تھوڑے عرصے کے سوالات ہیں مستقبل بعید کو پیش نظر رکھکر جس معاملہ میں آپکا مشورہ وقتاً فوقتاً بہت اہم ہوگا وہ ہے جنگ کے بعد ہندوستان کی از سر نو تعمیر کے کام کے لئے کوئی پالیسی طے کرنا اس اہم مسئلہ کے ایک پہلو کی طرف تقریر کے آغاز میں میں آپکی توجہ مبذول کرچکا ہوں اسوقت یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ جنگ کے بعد اسوقت دنیا کی کیا حالت ہوگی جب محوری طاقتوں کی زبردست طاقت کے خلاف اتحادی مکمل فتح حاصل کرچکے ہونگے اس وقت جو بھی حالات ہوں ہمیں جنگ کی تباہ کاری سے منتشر ہوجانے والی تنظیم کو از سر نو منظم کرنے اور دنیا کے کمزور اقتصادی نظام کی اصلاح کے عظیم الشان کام کے لئے تیار رہنا چاہیئے جنگ شروع ہونے پر ہم اونگھو رہے تھے۔ امن قائم کرنے کے وقت تو ہمیں بیدار رہنا ہی چاہئے۔

اسلئے آپ لوگوں سے جو زراعت کی مختلف شاخوں کے ماہر ہیں، میری درخواست ہے کہ آپ ابھی سے اس آنے والے عظیم الشان سوال پر غور کرنا شروع کردیں آپ میں سے ہر ایک کو یہ غور کرنا چاہیئے کہ جنگ کے بعد کے زمانے میں زراعت کی از سر نو تنظیم کا سب سے اچھا طریقہ کون سا ہے جس کے ذریعے ہماری زمین کا جو ہماری سب سے قیمتی موروثی ملکیت ہے بہترین طریق پر استعمال ہو اور ہمارا زرعی نظام دنیا کے اس نئے نظام میں جسکے لئے ہم سب مشتاق ہیں معقول جگہ حاصل کرلیں۔

حضرات! ان الفاظ کے ساتھ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنا کام شروع کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اپنے صدر کی رائے سے آپ جو بھی فیصلے کریں گے وہ مفید ثابت ہوں گے۔

غزل

از سید قاضی ارتضی حسین خطیر رضوی ردولوی

بولسئے شوق ٹکرانی ہے سر سے
چھڑی ہے اب جبیں اور سنگ در سے
تپش کچھ تو نکل جائے جگر سے
الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے
رواں ہیں اشک خونیں چشم تر سے
یہ طوفاں اور تم جلتے ہو گھر سے
چلا تو ہوں مگر تقدیر جانے
کوئی لوٹا نہیں اس رہگزر سے
تری زلف سیہ سے آسرا ہے
گھٹا آئے مگر برسے نہ برسے
تمنا ساتھ لے کر زندگی کو
میں کاٹونگا متاع مختصر سے
مرا جوش جنوں یوں رنگ لایا
دھواں اٹھتا ہے وہ دیوار و در سے
صبح او رشام میں بھی تفرقے ہیں
خطیر اس زلف برہم کے اثر سے

ہندوستانی کسان اور دیہی صنعتیں

(از جناب ایس۔ این۔ چترویدی۔ ٹیننگ، ونشارد موڈ لکھنؤ)

۱۸۸۸ء میں سر چارلس ایلیٹ چیف کمشنر سام نے کہا تھا کہ "مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں کہ نصف سے زیادہ ہندوستانی کسان سال کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک یہ بھی نہیں جانتے کہ پیٹ بھر کھانا کیسے کہتے ہیں"۔ شاید کچھ لوگ یہ کہیں کہ یہ ذکر ۵۵ پچپن سال قبل کا ہے۔ اب ہمارے ملک کے کسانوں کی حالت ویسی ہرگز نہیں ہے۔ جو لوگ خود کاشتکاری کرتے ہیں یا جو کسانوں کے ربط میں رہتے ہیں وہ ضرور یہ منظور کریں گے کہ ہمارے ملک کے کسانوں کی حالت اور زیادہ خراب ہوگئی ہے اس سے زیادہ اور کیا افسوسناک بات ہوسکتی ہے کہ جو کسان دوسروں کو پیٹ بھر غلہ دیتا ہے اسی کو پیٹ بھر کر غلہ نہ ملے۔ جو دوسروں کو کپڑے پہنائے اسی کو ننگا رہنا پڑے۔ جو دوسروں کے لئے طرح طرح کے جوتے، چپل تیار کرے اُسے ننگے پیر رہنا پڑے۔ جو دوسروں کے لئے طرح طرح کی دریاں، قالین، چادر تیار کرے اُسی کو بچھانے کے لئے پھٹی کملی بھی نہ ملے اور جو دوسروں کے لئے محل کھڑا کرنے میں مدد دے اُسے ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی رہنے کو ملے۔ جو گاڑیوں اناج پیدا کرتا ہے اس کے حصے میں کیا آتا ہے۔ قرض!

یہ سبھی کو معلوم ہے کہ دیہاتی کسانوں کے لئے اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے معاون صنعتیں نہایت ضروری ہیں۔ ہمارے ملک کی بے حد غریبی کی خاص وجہ یہ ہے کہ اہل دیہات کے لئے کوئی معاون پیشے نہیں ہیں۔ وہ زیادہ تر زراعت ہی کے ذریعے بڑی مشکل سے زندگی گذارتے ہیں۔ ان کے لئے کھیتی کے علاوہ دوسرے بھی پیشے ہونے چاہئیں۔ یہ ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ غریب آدمی کی سب سے بڑی دولت وقت ہے۔ اُسے چاہئے کہ وہ اپنا وقت فضول کاموں میں یا خالی بیٹھکر نہ گزارے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کو آرام نہ کرنا چاہئے اور دیہاتی تیوہاروں یا تقریبوں میں حصہ لیکر خوشی نہ منانی چاہئے یا ان مواقع پر بھی برابر کام میں معروف رہنا چاہئے۔ کسانوں کا بہت سا وقت ایسا گزرتا ہے جس میں وہ کوئی کام نہیں کرتے انھیں اس وقت کا استعمال کرنا چاہئے۔ یہ انکی مرضی ہے کہ مختلف صنعتوں میں سے وہ کسی ایک کو اپنائیں۔

اگر لوگ بیچنے کے لئے بلکہ اپنے اپنے گھروں کے استعمال کے لئے اپنے بچے ہوئے وقت میں سب ضروری چیزیں تیار کریں تو ان کو بہت فائدہ ہوگا۔ اگر وہ روزانہ صرف ایک گھنٹہ چرخہ کات لیا کریں تو کم از کم ایک سال میں وہ اتنا سوت تیار کرلیں گے جس سے تین چار گز کپڑا بنا جاسکتا ہے۔ اسی لئے ملک کے بڑے بڑے رہنماؤں کی رائے ہے کہ ہر گھر میں کئی چرخے رہیں تاکہ گھر کے سب مرد، عورت اور بچے فرصت کے وقت چرخا کات سکیں۔ اس سے کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ گھر میں جھگڑا تو نہیں پیدا ہوگا جو کہ اہل ہند کے لئے کوڑھ میں کھاج کے مصداق ہے خانگی جھگڑوں کی خاص جڑ عورتیں ہوتی ہیں اور فرصت اوقات میں اُنکے لئے کوئی کام نہیں رہے گا تو وہ ایک دوسرے کی بُرائی اور لڑائی جھگڑا کرینگی انگریزی کی ایک مثل ہے کہ خالی دماغ شیطان کا گھر ہے، مذکورہ بالا طریقہ اختیار کرنے سے آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام بھی وصول ہوجائینگے۔ ایک طرف تو گھر میں عورتوں میں پھوٹ نہیں پیدا ہوگی دوسری طرف گھر کے لئے کچھ کپڑے تیار ہوجائیں گے۔ ایسی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کو کرنے سے ہر گھر میں آرام سے زندگی گزرے گی اور برائیاں دور ہوجائیگی۔ جن چیزوں کو بازار میں خریدنے میں کافی روپیہ صرف ہوتا ہے اس کو بازار میں خریدنے کے بجائے ہر ایک انسان خود فرصت کے وقت بنا سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے اُنکے گھر کا وہ روپیہ جو کہ اُن چیزوں کے خریدنے میں خرچ کیا جاتا ہے انکے گھر ہی میں رہجائیگا۔ ہر ایک شخص کو گھر میں کام آنیوالی ہر ایک چیز کا بنانا سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ مختلف دیہاتوں کے مختلف گھروں میں مختلف قسم کی چیزیں تیار کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ایک گھر میں سوت کتا، دوسرے میں کپڑا بُنا گیا تیسرے میں گڑ تیار ہو، چوتھے میں دودھ گھی تیار ہو، پانچویں میں مٹی کے برتن بنیں، چھٹے میں مختلف قسم کے چمڑے تیار کئے جائیں ساتویں چمڑے کے طرح طرح کے سامان تیار ہوں، آٹھویں میں صابن بنیں، نویں میں ٹوکریاں تیار ہوں، دسویں میں مختلف قسم کے تیل تیار کئے جائیں، گیارھویں میں کپڑے رنگے اور چھاپے جائیں، بارھویں میں کاغذ بنیں تیرھویں میں کرسی، میز اور چارپائیاں وغیرہ تیار ہوں۔ گاؤں کے پنچ کچھ قاعدے بنا دیں جس کے مطابق ایک چیز دوسری چیز کے بدلے میں لی اور دی جاسکے۔ اس انتظام سے پورے گاؤں کو فائدہ ہوگا۔ ایسا ہونے سے گاؤں میں کام آنیوالی چیزیں گاؤں ہی میں بن جائینگی اور ساتھ ہی بازار میں سامان فروخت کرنے کی مشکلات دور ہونے کے علاوہ دیہاتوں کی آمدنی اور اُنکے گھروں کی زینت بھی بڑھ جائیگی دیگر ممالک سے آئی ہوئی سستی، گھٹیا درجے کی اور صرف دیکھنے میں اچھی چیزوں کے عوض اپنا اچھا مال دے ڈالنے میں نہ مالی فائدہ ہے اور نہ یہ کوئی دانشمندی ہے آئندہ نسلوں کے لئے تو بہت زیادہ نقصان دہ ہے آج اس دُنیا میں یہ خوفناک جنگ کیوں ہورہی ہے؟ محض اپنے اپنے ملک کی بنی ہوئی چیزیں دوسرے ممالک میں فروخت کرنے کے بازار کے لئے مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ فروخت کا کام کتنا دشوار ہوتا ہے۔ ہماری حکومت خانگی صنعت وحرفت کو ترقی دینے کے لئے جو کچھ بھی کرسکتی ہے، کر رہی ہے محکمہ صنعت وحرفت نے خانگی صنعت وحرفت کو ترقی دینے کے لئے کافی کوشش کی اور کرتا آرہا ہے تاکہ کسانوں کی آمدنی کچھ اور بڑھ جائے اور دیہات کے کاریگروں کی ترقی ہو۔ اس محکمہ سے کسانوں کو فائدہ ضرور ہوا ہے۔ یہ بات

دوسری ہے کہ عوام ابھی اُسکے کاموں سے مطمئن نہ ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ دیہاتوں میں تنظیم نہ ہونے کے باعث زیادہ سے زیادہ کسانوں کو فائدہ نہ پہنچ سکا اور ہر ایک محکمہ کے الگ الگ کام کرنے سے اُن کی پوری زندگی کے اوپر اثر نہ پڑا۔

تقریباً ہر ضلع میں محکمہ صنعت وحرفت سے حسب ذیل صنعتوں میں سے کسی نہ کسی صنعت کا اسکول کھول رکھا ہے جہاں پر اہل دیہات کو مفت تعلیم دیجاتی ہے۔ وہ صنعتیں یہ ہیں۔ (۱) گھر میں تیل پیرنا (۲) گڑ بنانا (۳) چمڑا بنانا (۴) مٹی اور کارڈ بورڈ کے کھلونے بنانا۔ (۵) ٹوکریاں بنانا (۶) نیواڑ بننا (۷) شہد کی مکھیاں پالنا۔ (۸) لکڑی کا کام (۹) صابن بنانا (۱۰) رنگائی چھپائی (۱۱) مٹی کے برتن بنانا۔ (۱۲) ہیٹ بنانا۔ (۱۳) مرغی پالنا وغیرہ یہ اسکول انھیں موضوعوں کے ماہرین کی نگرانی میں کھلے ہیں۔ دیہی مصنوعات کو فروخت کرنے کے لئے محکمہ صنعت وحرفت نے تقریباً ہر ضلع میں ایک ایک صنعتی اسٹور اور ڈیویژنوں میں ڈیویژنل اسٹور کھول دیئے ہیں تاکہ دیہاتی کاریگروں کو سامان فروخت کرنے کی بھی دقت نہ ہو۔ یوں تو اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہی اشیاء فروخت کرنے کا سارا انتظام کر دیتا ہے لیکن اسٹوروں سے بھی دیہاتی دستکاریوں کو کافی فائدہ ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس طرح جب حکومت گاؤں والوں کو اُنکی خاص خاص صنعتوں کو سیکھنے اور انکی چیزوں کو فروخت کرنے کے کام میں ہر طرح کی مدد کرنے کی کوشش کر رہی ہے تو صرف دیہاتیوں ہی کا یہ کام ہے کہ وہ خود اپنی مدد کریں اور اس طرح کی صنعتوں کو سیکھ کر فائدہ اُٹھائیں۔

تعلیم بالغان

(از جناب رنبیر ورما ٹیکنیکل افیسر، گاؤں سدھار یوپی)

گاؤں سدھار کی خاص کنجی ہے تعلیم دیہاتی عوام میں علم کی روشنی پھیلانا۔ خواندگی کی اشاعت، جہالت دور کرنا۔ گاؤں میں مدرسے قائم کرنا۔ مفید اور ضروری علوم کا ہر فرد تک پہنچانا جدید سائنٹفک ایجاد کو عوام تک پہنچانا اور زندگی کی بے کیفی کو کیف میں بدل دینا۔ سستی اور کاہلی کو چستی اور مستعدی میں تبدیل کر دینا، دوسروں کو سہارا تکنے والوں کو خود اعتماد اور خود اپنی راہ بنانے والا بنا دینا ہے۔

علم کی اشاعت کے ذریعے انھیں اپنی اہمیت سے واقف کرا دینا ہی ایسا آبحیات ہے جو ہمارے ملک کے تمام امراض دور کر سکتا ہے۔

غیر ممالک میں جو ترقی ہو رہی ہے اُس کا واحد سبب ملک گیر اشاعت تعلیم ہی ہے۔ علم اور سائنس کے بوتے پر اپنے مقابل کو کمزور بنا دینے کی بات سوچی جا سکی جا رہی ہے۔ وہ آلات حرب سے اپنے ملک کو قوی بنا رہے ہیں۔ صنعت وحرفت کے ذریعے غیر ممالک کی منڈیوں کو پاٹ دینے کی ترکیب سوچی جا رہی ہے۔ زراعت میں سائنس کے زور سے نئی نئی مفید ایجادیں ہو رہی ہیں۔ چھوٹے بڑے جدید ترین قسم کے جہاز، ریڈیو، موٹریں، ہوائی جہاز، تباہ کن زہریلی گیس، تارپیڈو، غوطہ خور کشتیاں، بم، ہوائی جہاز شکن توپیں اور دیگر جدید ترین آلات حرب تیار ہو رہے ہیں۔ اپنے ملکوں کو منظم کیا جا رہا ہے۔ تعلیم، سائنس اور ترقی کو معراج کمال تک پہنچایا جا رہا ہے۔ سماجی اقتصادی، مذہبی، تمدنی انقلاب ہو رہے ہیں خواہ آئندہ کچھ بھی ہو لیکن زندگی میں زبردست تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔

لیکن ہندوستان میں ۳۵ کروڑ انسانوں کے ملک میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے صرف دس فیصدی انسان پڑھے لکھے دکھائی دیتے ہیں۔ ہیضہ، طاعون وغیرہ وباؤں کے بعد جو حالت کسی گاؤں کی ہو جایا کرتی ہے ٹھیک وہی حالت ہمارے ملک کے ۷ لاکھ دیہاتوں کی ہے۔ مردہ دلی، بے عملی، کاہلی، کمزوری، پست ہمتی، فکرمندی اور غفلت ہمارے دیہاتی سماج کے رگ رگ میں پیوست ہو گئی ہے۔ زندہ دلی اور بے لوثی کہیں چراغ لیکر تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتی۔ جہالت اقتصادی نقصان پہنچا رہی ہے۔ دیہاتی سماج میں خود اعتمادی نام کو بھی نہیں نظر آتی۔ قحط، وبا، بیکاری کسانوں کے چھپر پھاڑ کر گھروں میں جم گئی ہے۔ جہالت کی تاریکی میں ظلم وستم دن دھاڑے لوٹ کھسوٹ، سماجی برائیوں کی کھیتی لہلہا رہی ہے۔ جوا، شراب، افیون، گانجہ، بھنگ، زناکاری نے دیہاتی زندگی کا امن وسکون غارت کر رکھا ہے تندرستی کا یہ حال ہے کہ جسم ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے ہیں اوسط عمر گھٹتے گھٹتے ۲۳ سال رہ گئی ہے۔ باپ کے زندہ رہتے ہوئے جوان لڑکے کا گھر میں کمسن بیوہ چھوڑ کر مرجانا روزمرّہ کی زندگی کا ایک جزو بن گیا ہے۔ ان سب بیماریوں کی جڑ جہالت

ہی ہے۔ اور اس کا علاج ہے ہر ایک بوڑھے بچے، مرد عورت کو تعلیم دینا۔

دیہاتوں میں جو طریقہ تعلیم رائج کیا جائے وہ ماحول کے مطابق ہونا چاہئے اور دیہاتو کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہونا چاہئے تعلیم کا وسیع اور ہمہ گیر مقصد یہ ہونا چاہئے کہ علم کی طاقت سے انسان کو اپنی طاقت معلوم ہو جائے۔ مگر حالات حقیقی شکل میں سامنے آجائیں۔ اس کے دل میں بھی یہ احساس ہو کہ رات دن چلنے والی خودغرضی کی لڑائی بہت بری چیز ہے۔ تعلیم سے دل فراخ اور کشادہ ہو جائے اور زندگی تندرست محنتی مسرور اور ایثار پسند ہو جائے۔ زندگی میں اطمینان و مسرت ہو۔ دیہاتی زندگی پُر مسرت اور خوشحال ہو جائے۔ اپنے لئے، اپنے کنبہ کے لئے، اپنے گاؤں اور اپنے ملک کے لئے اُسے ادائیگئے فرض کا احساس ہو جائے۔

آجکل جو شہری طرز کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ وہ بہت زیادہ خرچ والی اور بیکار ہے۔ آج کی تعلیم کو لوگ اس لئے اپناتے ہیں کہ اُس میں شان ہے، دولت خرچ کرنے کا موقعہ ہے، عزت ہے اور عیش کرنے کا موقع ہے۔ لیکن وہ مذہبیت اور اخلاق سے خالی ہے۔ کسانوں کے بچوں کو زیادہ تعلیم بابو بنا دیتی ہے۔ کسان کا لڑکا مدرس اور مصنف بننے کی خواہش میں برسوں گنوا دیتا ہے۔ یا اپنے آپ کو تعلیم یافتہ کہہ کر مقدمہ بازی میں گاؤں والوں کو وکیلوں کی طرح مشورے دیتا ہے۔ کھیتی باڑی گھر کے کام کاج سے اپنے آپ کو بری سمجھنے لگتا ہے جہاں اس کا باپ کسان ہاتھوں سے پانی بھرنے، بیلوں اور دیگر مویشیوں کی خدمت کرنے لکڑی کاٹنے میں اپنی عزت سمجھتا ہے وہاں بیٹا موقع پڑنے پر قلی کی تلاش کرتا پھرتا ہے۔ ذاتی کاموں سے اسے نفرت ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم کی اشاعت ہم اپنے دیہاتوں میں نہیں کرنی چاہتے۔ تعلیم کیا ہے؟ اگر اسکے معنی صرف حروف شناسی ہی ہے تو وہ ایک حربہ ہے جس کا اچھا اور برا دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ جس چاقو سے آپریشن کر کے زخم اچھا کیا جا سکتا ہے اُس سے جان بھی لی جا سکتی ہے۔ عقل کی ترقی سے اگر انسان اپاہج، دوسروں کے بھروسے رہنے والا اور مفت خور بن جائے تو یہ کہاں کا انصاف ہے گاؤں میں رہنے والوں کے لئے ایسا انصاب تعلیم ہونا چاہئے جس کے ذریعے سماجی ذمہ داری، روحانی آدرش، رفاہ عام کا جذبہ، صنعت و حرفت، خدمت خلق، دوسروں کی خندہ پیشانی سے خدمت کرنا وغیرہ آئے اور انسان باہمت و حوصلہ مند بنے۔ ہمارے محکمہ گاؤں سدھار نے مذکورہ بالا باتوں کا خیال رکھتے ہوئے دیہاتی باشندوں کے لئے ایسا طریقہ تعلیم جاری کیا ہے جس سے آسانی کے ساتھ دولت اور وقت کو زیادہ خرچ کئے بغیر تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس نے ایسی کتابیں نصاب کی شکل میں مقرر کی ہیں جن میں مذہبی کہاوتوں اور گانوں کے ذریعے زراعت اور زندگی کے لئے دیگر مفید اور آسان باتوں کا بالغ مطالعہ کر سکتا ہے۔ بچے تو دن میں پڑھ لکھ سکتے ہیں لیکن بالغ اپنے کام کرنے کا وقت دیگر دن میں نہیں پڑھ سکتے۔ اُن کے لئے شبینہ مدارس کا انتظام کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ضروری حساب کتاب کی معمولی قابلیت حاصل کرنے کے لئے مفت تعلیم کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے۔ چھ مہینے تک جی لگا کر پڑھ لینے کے بعد کسان تعلیم بالغان کے اخبار، اپنی مذہبی کتابیں، رامائن، مہابھارت، کتھا کہانی وغیرہ آسانی سے پڑھ لکھ اور سمجھ سکتا ہے۔ پڑھائی کے اس سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے اخبار اور رسالے خریدنے کا بھی انتظام کیا گیا ہے اور صوبے کے مختلف دیہاتوں میں ۲۵۰ کتب خانے بھی قائم کئے گئے ہیں جن میں مذہب و اخلاق، تاریخ و سائنس، عام معلومات اور زراعت و صنعت و حرفت و حفظان صحت وغیرہ کے لئے موضوع کتابیں دی گئی ہیں۔ ایسے مفید کتب خانے ہر ضلع میں ۵ یا چھ کھولے گئے ہیں۔ اجتماعی طور پر معلومات بڑھانے کے لئے گاؤں کے پڑھے لکھے لوگ بحث کر سکتے ہیں اور اُن میں گاؤں کی بھلائی کی تدبیریں سوچ سکتے ہیں۔

گاؤں سدھار اور تمدنی اصلاح کے لئے یہ ضروری ہے کہ گاؤں کا ہر ایک نوجوان مطالعہ کرے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے علم کی اشاعت کرے اپنی دنیا کے ساتھ عاقبت بھی بنائے اور اقتصادی کمزوریوں اور سماجی خرابیوں کو دور کرے۔

ہماری دیہاتی زندگی کی ترقی کے لئے ناگزیر طور پر تعلیم بالغان جاری کرنا ایک عظیم کام ہوگا۔ تعلیم بالغان سے دیہاتوں میں تنظیم ہوگی۔ آئندہ نسلوں کی اصلاح ہوگی، گاؤں کا سماج خوشحال ہوگا اور دیہاتی باشندوں میں نئی زندگی کی لہر پیدا ہوگی۔



وہ کون تھی؟

از محترمہ چندرا وتی رشیمہ سسیر جین

(۱)

مسلمانوں کے عہد حکومت میں تحصیل سہارن پور میں ایک گاؤں تھا "بھیڑا"۔ اور آج وہ "صندل سنگھ کا بھیڑا" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ صندل سنگھ کون تھا؟

صندل سنگھ ایک معمولی کسان تھا اور معلوم نہیں کب "بھیڑا" سارے علاقہ میں "صندل سنگھ کا بھیڑا" کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ گاؤں کے نام اکثر زمینداروں کے نام پر مشہور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ نہیں جانتے وہ صندل سنگھ ہی کو زمیندار سمجھتے تھے اور یہ بات گاؤں کے بڑے زمینداروں کے دلوں میں کانٹے کی طرح چبھتی تھی۔

مکھیا اور نمبردار کہتے "میاں کے پاس ڈھائی بیگھہ تو زمین نہیں ہے اور بن بیٹھے ہیں گاؤں کے مالک۔ ہوں۔ صورت تو دیکھو کمبخت کی"۔

گاؤں کے کسان بھی اس سے خوش نہ تھے۔ وہ کہتے "صندل سنگھ کے پاس دو ہل ہیں۔ اس سے زیادہ خوش حال کسان یہاں گاؤں میں پڑے ہیں۔ پھر اس کے نام ہی ایسا کیا سرخاب کا پر لگا ہے کہ اس کا نام گاؤں کے ساتھ چپک جائے؟

مگر صندل سنگھ نے کبھی یہ درخواست نہیں کی تھی کہ اس کا نام گاؤں کے نام کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ اور پھر نام کوئی ایسی چپکنے والی چیز بھی نہیں کہ کوئی کہے بھی تو اس کے کہنے سے چپک جائے۔

کچھ خاموش طبیعت لوگ ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہتے "کمبخت ہے قسمت کا دھنی رعایا ہو کر بھی راجہ بن بیٹھا ہے"۔

غرض یہ کہ گاؤں کا ہر شخص صندل سنگھ کو کنکھیوں سے دیکھتا اور اس سے کڑھتا تھا۔ مگر صندل سنگھ یہ سب جان کر بھی گویا کچھ نہیں جانتا تھا۔ جس سے ملتا ہنس کر جس سے بولتا پیار سے اور سب کے چار کام کر کے چلتا۔

(۲)

گلابی سردیاں شروع ہو گئی تھیں۔ رات کے وقت سب کسان اپنے کاموں سے فارغ ہو کر مکھیا کے چوپال میں جمع تھے۔ اور حقے کا دور چل رہا تھا۔ غپ شپ ہوتے ہوتے بات صندل سنگھ پر آ گئی۔

مکھیا نے اپنے دل کی بےچینی کو ہونٹوں کی ہنسی میں چھپاتے ہوئے کہا "ہمارا صندل بھاگ وان ہے۔ جہاں جا ہو اس کا نام سن لو ہم محض نام کو مکھیا ہیں مگر ہمیں کوئی جانتا بھی نہیں"۔

نمبردار نے کھانستے ہوئے کہا "بھائی اپنوں میں سے کسی کی عزت بڑھے تو وہ اپنی ہی ہے غریبی امیری تو قسمت کی بات ہے۔ مگر شہرت بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے"۔

دوسرے نمبردار نے پہلے نمبردار کی تائید کرتے ہوئے کہا "اس میں کیا شک ہے؟ بہت سے امیر آدمی محض نام کے لئے کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے"۔

مکھیا نے پوری بات پر پالش کرتے ہوئے کہا "کہتے تو سب ہیں مگر جانتا ہے صرف ہمارا صندل ہی کہ کیسے ہینگ اور پھٹکری لگے بغیر ہی رنگ گاڑھا آتا ہے"۔

جھنگا چودھری دور بیٹھا خاموشی سے سب کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ خوش تھا کہ صندل پر اعتراض ہو رہے ہیں۔ مگر اس بات کا اُسے رنج تھا کہ جوتے مخمل میں لپیٹ کر کیوں مارے جا رہے ہیں۔ صندل سنگھ غریب کسان ہو کر بھی شہرت اور عزت کے میدان پر قبضہ کرے۔ اس قصور کی کیا اتنی معمولی سزا ہونی چاہئے؟

صندل سنگھ بھی سب کچھ سن رہا تھا۔ تعریف کے پردے میں ہونے والا اظہار رشک اُسے صاف صاف نظر آ رہا تھا۔ مگر اس کا ضبط ایسے پہاڑ کی مانند تھا جس کے سامنے یہ تمام باتیں ہیچ تھیں۔

یوں ہی بات چیت میں رات کے دس بج گئے

(۳)

"نائی! جا مکھیا جی کے گھر جا۔ کہنا کہ ۵-۶ مہمان آئے ہیں۔ کھانا پکا دیں۔ دیکھ مقدر میں جو سچ بولتا ہے وہ تباہ ہو جاتا ہے اور جو سچوں میں جھوٹ بولتا ہے وہ بھی برباد ہو جاتا ہے مکھیا جی کے گھر سے جو جواب ملے وہ بالکل ٹھیک ٹھیک یہاں کہہ دینا۔ جا"

نائی سوچتا چلا گیا۔ سب صندل کی طرف دیکھنے لگے۔ صندل سنگھ نے کہا: "آپ روز جاننا چاہتے ہیں کہ اس غریب کا چاروں طرف کیوں شہرہ ہے۔ یہ نائی آج اس بات کا جواب دیدے گا۔"

بوڑھے چودھری کی پُراسرار نگاہیں ایک ساتھ صندل سنگھ کے چہرے پر جم گئیں۔ مگر اُس میں نہ کوئی اشارہ تھا نہ شوخی۔

نائی واپس آگیا۔ اُس نے کہا: "مکھیانی نے کہا ہے کہ آئے ہوں گے مہمان۔ تمام دن محنت کرکے اب ذرا کھاٹ سے پیٹھ لگائی ہے تو اب پھر چولھے میں جلوں۔ مجھے مکھیا گیری کے لئے یہ مصیبت نہیں سہنی۔"

اب نائی نمبردار کے یہاں بھی پیغام لے کر گیا اور واپس آکر بولا: "نمبردارنی نے کہا ہے کہ آدھی رات ہوگئی اب تو جانور بھی جانور بھی سو گئے مگر نمبردار کے مہمان ابھی گھوم ہی رہے ہیں۔ کہدینا کہ آٹھ دس روٹیاں رکھی ہیں مگر ساگ نہیں ہے، میٹھے سے کھائیں تو کھلا دیں۔"

دوسرے نمبردار کے گھر سے بھی نائی واپس آیا تو یہ جواب لیکر: "گھر میں سوت نہ کپاس جولاہے سے لٹھم لٹھا۔ آٹا گھر میں دو آدمیوں کے لئے نہیں اور مہمان بُلالئے ہیں۔ دودھ رکھا ہے تھوڑا سا۔ ایک ایک گلاس پلا کر کہدینا کہ چادر اُڑھادیں اپنے مہمانوں کو۔"

صندل سنگھ بولا۔ "نائی! اب ذرا میرے گھر چلا جا بھائی۔ کہنا آٹھ دس مہمان آئے ہیں۔ مگر رات بہت ہوگئی ہے اس لئے چودھری نے انہیں کھلانے کو نہیں کہا۔ پوچھا ہے کہ گھر میں تھوڑا دودھ تو نہیں ہے؟"

نائی صندل سنگھ کے گھر سے لوٹ آیا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں دو اُپلے تھے اور دوسرے میں ایک پڑیا۔ اُسنے کہا: "چودھرانی نے کہا ہے کہ کھانے کو ضرور پوچھیں۔ جس کے گھر مہمان بھوکے سوتے ہیں اُن سے بھگوان کبھی خوش نہیں ہوتے۔ تھوڑی دیر میں سب کو لے آئیں، میں کھانا پکا رہی ہوں، اور یہ تمباکو اور اُپلے دئے ہیں اور مجھ سے کہا ہے کہ چاہے جتنک چلم بھردے۔"

اب تمام راز لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گیا سب شرمانے سے صندل کی طرف دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر صندل اب بھی ویسا ہی سنجیدہ تھا۔ اس کے چہرے پر نہ مسرت کے نشان تھے نہ فخر کے۔

(۴)

صندل سنگھ کی بیوی — ہندوستانی مہمان نوازی اور خدمت کی مورت۔ مگر اُسکا راج صرف گھر کی چاردیواری میں تھا۔ وہ روح تھی اور صندل سنگھ جسم تھا۔ وہ محسوس کرنے والی چیز تھی اور صندل دیکھنے کی۔ بھیڑا کا نام یاد آتے ہی کبھی ایک بار بھی اُس راستے سے گزرنے والوں کو صندل سنگھ کا نام یاد آجاتا ہے۔ گویا اُن کے لئے بھیڑا اور صندل سنگھ دونوں جواہرات مل کر ایک ہوگئے تھے اور یوں ہی آہستہ آہستہ بھیڑا صندل سنگھ کا بھیڑا بن گیا تھا۔

آج نہ صندل سنگھ ہے نہ اُس کی بیوی مگر بیوی کے جذبہ خدمت نے شوہر کو غیر فانی بنا دیا ہے اور آج بھی اُس کا نام سرکاری ڈاکخانے کی مہروں میں روزانہ بیشمار خطوط پر چھپتا ہے۔

اور صندل سنگھ کی بیوی! ہندوستانی عورتوں کا مقدس نمونہ ہمارے سماج کی خاموش ہستی۔ جسے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھی۔ مگر پھر بھی اُس کی بنیاد پر ہی صندل سنگھ کی شہرت کا غیر فانی محل کھڑا ہے۔

جاننے کی باتیں

کنگرو صرف براعظم آسٹریلیا ہی میں ہوتے ہیں۔ یہ چوپایہ جانور ہے۔ اس کی دو ٹانگیں بہت بڑی اور دو بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ جب یہ چاروں ٹانگوں پر کھڑا ہوتا ہے تو دو سے ڈھائی گز تک اونچا ہوتا ہے۔ مادہ، نر کے مقابلہ میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور بچوں کو پالنے کے لئے اس کے ایک قدرتی جھولی ہوتی ہے۔ خطرے کے وقت بچے ماں کی جھولی میں چلے جاتے ہیں۔ چھلانگیں مارتا ہوا دوڑتا ہے۔ بڑی سے بڑی چھلانگ سات گز کی ہوتی ہے۔ اس کی قسمیں ۵۶ ہیں۔

دنیا میں فلم سازی میں امریکہ نے سب سے بڑھ چڑھ کر ترقی کی ہے۔ اس کام پر ۸۰۰۰۰۰۰ پونڈ کا سرمایہ لگا ہوا ہے۔ برطانیہ میں اس پر صرف $\frac{1}{10}$ سرمایہ سے کام چل رہا ہے۔

پھانسی دینے کے دنیا میں مختلف طریقے ہیں۔ فرانس، بلجیم، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی کے کچھ حصہ میں مشین سے گردن کاٹی جاتی ہے اور امریکہ میں بجلی سے خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔

پروں میں سب سے مہنگے پر شتر مرغ کے ہوتے ہیں عام طور پر ایک پونڈ کے ایک چھٹانک فروخت ہوتے ہیں۔

”گاؤں میں بھی....“

از محترمہ موہن کماری سیٹھ

شہر سے ۱۵ میل دور سڑک کے کنارے ہندوستان کے غریب کسانوں کی ایک بستی تھی جسکا نام تھا رامپور۔ یہاں کے زمیندار سیٹھ دھنی رام راجہ کی طرح مانے جاتے تھے ان کے دل میں کئی بار شہر جاکر وہاں آباد ہونے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن وہ گاؤں میں اپنے اقتدار اور شاہانہ رعب داب کا خیال کرکے شہر جانے سے ہمیشہ ہچکچاتے رہے گاؤں میں رہتے رہتے دیہاتی زندگی سے انھیں دلچسپی اور ہمدردی پیدا ہوگئی تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ہر ایک دیہاتی خوشحال اور مطمئن ہو۔ انکے لاکھ کوشش کرنے پر اور گاؤں کے ہر ایک شخص کا پورا تعاون حاصل ہونے پر بھی وہ اس چھوٹی سی بستی کو اپنی حسب مرضی ترقی یافتہ بنانے میں ناکام رہے اس کمی کی تکمیل کے لئے وہ ہر ایک تقریب کے موقع پر سارے گاؤں کی دعوت کرتے اور انھیں آسودہ دیکھکر خوش ہوتے

آج بھی سیٹھ دھنی رام کے محل میں خوب چہل پہل تھی۔ باہر شہنائی بج رہی تھی، پنڈال میں گاؤں کے لوگ جمع ہورہے تھے اور چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکر بات چیت کر رہے تھے۔ لیکن سیٹھ دھنی رام اس وقت گاؤں کے باہر سوامی کیشوانند کی کٹی میں بیٹھے سوامی جی سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ بھی چلکر اس تقریب کی رونق دوبالا کیجیے۔ آپ کے قدم پہنچنے سے ہماری تکلیفیں دور ہوجائینگی۔

”سیٹھ جی! اب کتھا کہنے کا وقت گزر گیا جسکے سننے سے دکھ درد نہیں دور ہونگے جسکے لئے مردانگی عزم و استقلال کی ضرورت ہے“

”سوامی جی! آپ ٹھیک کہتے ہیں میں نے اپنے لڑکے رام بہاری کو امریکہ بھیجا تھا آج شام کو وہ علم اور فن کی اعلیٰ ترین ڈگریاں حاصل کرکے واپس آ رہا ہے کیا آپ اسے آشیرواد دیکر اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرینگے“

”ضرور“

”پھر تو آپ جلسے میں شامل ہونگے ہی۔“

”ہاں سیٹھ جی میں آج ضرور آؤں گا مگر کوئی دھرم ویاکھیان (وعظ) نہیں دونگا سیٹھ جی! ہم اعتدال کے ساتھ زندگی گزارنے پر غریب اور مصیبت زدہ ہیں کافی کوشش کرنے پر بھی ہم ترقی نہیں کرسکتے۔ کیوں سیٹھ جی کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے؟“

”سوچا ہے سوامی جی لیکن جب تک آپ لوگوں کی نظر عنایت نہ ہوگی ہماری حالت سدھرنی مشکل ہے“

”مایوس کرنے والے جواب سے آپ کی نجات نہیں ہوگی سیٹھ جی۔ ترقی اور پست ہمتی کی تو پرانی دشمنی ہے۔ اپنے کو حوصلہ مند بنائیے۔“

سیٹھ جی یہ بات سوچتے ہوئے گاؤں واپس آگئے۔

(۲)

گرمجوشی کے ساتھ باپ نے بیٹے کا خیر مقدم کیا۔ رام بہاری نے اسٹیشن پر ہی باپ کے قدم چومے۔ جلسہ بخیر خوبی ختم ہوا۔ سب لوگ خوش خوش واپس لوٹے

اس روز ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک نے کہا ”کیا رام بہاری گاؤں میں رہیں گے؟“

دوسرا بولا ”کیوں رہنے لگے یہاں۔ شہر جائیں گے گاؤں تو ہم جیسے بدنصیبوں کے لئے ہے۔“

تیسرا بولا ”بھائی بات تو ٹھیک ہے جو ایک بار شہر گیا وہ تو لوٹ کر گاؤں آتا نہیں پھر یہ تو امریکہ ہو آئے ہیں۔ انھیں گاؤں کیوں پسند آئے گا“

چوتھا بولا ”کیا گاؤں اتنی بری چیز ہے؟“

پانچواں بولا ”کیا معلوم۔ مگر شہر والے تو یہی سمجھتے ہیں۔“

× × × × ×

رات کو نو بجے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے سیٹھ دھنی رام، سوامی کیشوانند اور رام بہاری آپس میں مصروف گفتگو تھے۔ دھنی رام بولے ”بیٹا تم آگئے۔ اب میں آرام سے زندگی بسر کروں گا۔ تم طے کرلو کہ تم کو زندگی میں کیا کرنا ہے؟“

کیشوانند بولے ”ہاں بیٹا یہ فیصلہ کرنا ہی اچھا ہے کہ تم گاؤں میں رہنا پسند کروگے یا شہر میں؟“

رام بہاری بولا ”گروجی گاؤں کی آب و ہوا کو دیکھتے ہوئے تو گاؤں میں رہنے کو جی چاہتا ہے۔ شہر کے شور و غل اور گندے ماحول کے مقابلے میں تو یہ گاؤں خاص طور سے بہت اچھے ہیں۔ لیکن دیہاتوں میں انتظام کی کمی کے باعث جہاں روزانہ کھانا بھی ایک اہم سوال ہے اور اس کے ذرائع آمد و رفت کی دشواریوں کے باعث کبھی کبھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ شہر ہی میں رہوں“

دھنی رام بولے ”بیٹا! یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہمارے گاؤں کی حالت اتنی قابل رحم ہے۔ لیکن میرے خیال میں اس پست حالت کی کچھ ذمہ داری اس تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقے پر بھی ہے جس نے ہمیشہ سے دیہاتی زندگی اور اس کے مسائل سے لاپروائی برتی ہے۔ اگر وہ گاؤں کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ کرتے تو ہماری حالت اتنی افسوسناک نہ ہوتی“

رام بہاری بولا ”پتا جی میں اپنے گاؤں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن جس وقت میں

ل

ندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی کمی سے دقت محسوس
رتا ہوں تو شہر میں جاکر رہنے کو جی چاہتا ہے
ر تھوڑی سی بھی سہولتیں ہو سکیں تو گاؤں میں
رہنا میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"
سوامی کیشوانند دھنی رام کو بولنے کا موقعہ
نہ دیکر بولے "واہ بیٹا۔ اتنے برسوں کی تعلیم
کا یہ نتیجہ۔ دقتوں اور دشواریوں سے ڈر گئے
دشواریوں پر قابو حاصل کرنا چاہیئے نہ کہ ان
سے ڈر کر بھاگنا چاہیئے۔ ذرا سوچو تو کہ شہر
جو اتنے آرام و آسائش کے مرکز سمجھے جاتے
ہیں کیا ان کے آباد کرنے والوں کو کم دشواریوں
کا مقابلہ کرنا پڑا ہوگا۔
رام بہاری پہلے تو کچھ جھنجھلایا پھر ہمت
کرکے بولا "دشواریوں اور مصیبتوں سے
گھبرانے کا سوال نہیں لیجئے میں گاؤں ہی میں
رہوں گا اور اسکی از سر نو تنظیم اس طرح
کروں گا کہ لوگ اس گاؤں کو دیکھکر اپنے
شہروں کو حقیر سمجھنے لگیں گے۔"
رام بہاری اپنی بات ختم بھی نہ کر پایا
تھا کہ یکایک کسی موٹر کے چلنے کی آواز سنائی
دی۔ سب لوگ باہر نکلکر دیکھنے لگے انکی خوشی
کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے رام بہاری
کے خسر اور انکی ہونہار لڑکی کو دیکھا۔ برجموہن
گٹھیلے جسم کے تندرست آدمی تھے خود اعتماد
اور غالباً کچھ خوددار طبیعت آدمی تھے۔
انگریزی لباس میں ملبوس برجموہن سب
کے ساتھ کمرے میں چلے گئے کملا اپنے شوہر
کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتی اور مسکراتی
ہوئی گھر کے اندر چلی گئی۔
برجموہن بولے "معاف کرنا مجھے آنے
میں دیر ہوگئی۔ آج ہی کمشنر صاحب سے
ملنا تھا بات چیت میں دیر ہوگئی" پھر فوراً
بات کا رخ بدلکر بولے "سناؤ بھائی رامو
ہو تو مزے میں۔ امریکہ خوب دیکھا۔ سنتے
ہیں بڑا دلچسپ ملک ہے۔
رام بہاری بولا۔ بڑا اچھا ملک ہے۔"
برجموہن بولے "میری خواہش تھی کہ آپ
سب کو شہر میں رہنے کی دعوت دوں لیکن
میں خود ہی باہر جا رہا ہوں۔ دیکھئے کب

۵

ملنا ہوتا ہے۔
دھنی رام نے پوچھا کہاں جا رہے
ہیں آپ؟
"سرکار نے مجھے ایک ضروری کام کے
لئے لنکا بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں نے
سوچا کہ ایسے موقعہ بار بار نہیں ہاتھ آتے
اس لئے جانے کو راضی ہوگیا۔
کتنے عرصہ کے لئے جانا ہوگا دھنی رام
نے پوچھا۔
برجموہن بولے۔ غالباً دو تین سال
لگ جائیں گے۔ کل رات ہی کی گاڑی سے
جاؤں گا۔
کیشوانند نے کہا "تو یوں کہئے کہ آپ
اپنی جدائی کی اطلاع سنانے آئے ہیں
برج موہن بولے نہیں سوامی جی۔
یہ بات تو نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ کہنے
آیا تھا کہ اگر رامو میرے دوست پربھودیال
سے ملتے رہیں تو ضرور وہ انکو کوئی اچھا
عہدہ دلا دینگے۔
رام بہاری بولا "نہیں، نہیں۔ اب
میں اسی گاؤں میں رہوں گا۔ آپ بےفکر
ہو کر لنکا جائیں۔
برجموہن نے بڑے اصرار کے ساتھ
پربھودیال کے نام رام بہاری کو ایک
سفارشی خط دیا اور لنکا کے لئے رخصت
ہوئے۔ رام بہاری ملازمت کی خواہش
رکھتے ہوئے بھی گاؤں کی تنظیم میں مصروف
ہوگیا۔ اس کی بیوی نے بھی اسکے اس
کام میں ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔ دھنی رام
سوامی کیشوانند، رام بہاری اور کملا
ہر ایک اسکیم کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے
اسے سارے گاؤں کے سامنے رکھدیتے
تھے۔ گاؤں والوں کے اعتراضات اور
مشوروں کو سنتے حتی الامکان ان کے
شکوک کا ازالہ کرتے تھے شروع میں تو
ابتدائی دشواریوں اور معمولی رکاوٹوں
سے گھبرا کر رام بہاری کئی بار مایوس ہوگیا
مگر آہستہ آہستہ حالات پر قابو پا لیا گیا۔
اسی طرح تین سال گزر گئے۔

(۳)
کملا آج جشن بہار ہے۔
"جی ہاں میں نے سب انتظام کرلیا ہے
پتا جی خود سارے گاؤں کو دعوت دے آئے
ہیں ابھی کہار نے آکر اطلاع دی ہے کہ
شامیانہ بھی لگ گیا ہے۔
"اسکول کا بھی تو آج ہی افتتاح ہے
"جی اس کا بھی سب انتظام کرلیا گیا ہے
چلئے وقت ہوا ہی چاہتا ہے۔
"چلو چلیں"
ابھی یہ دونوں گھر سے باہر نکلے ہی تھے
کہ ایک موٹر گھر کے سامنے آکر رکی۔ موٹر میں
برج موہن اور پربھودیال کو دیکھکر دونوں
کو تعجب ہوا۔ سلام دعا کے بعد نوواردوں
کو بھی رام بہاری اور انکی بیوی پنڈال
کی طرف لے چلے۔
تم ملازمت کے لئے پربھودیال کے پاس
کیوں نہیں گئے۔ برجموہن نے چلتے چلتے یکایک
رام بہاری سے پوچھا۔
گاؤں کی طرف توجہ دینے کے باعث
رام بہاری کے بجائے کملا نے جواب دیا
اب گاؤں کتنا اچھا ہوگیا ہے پتا جی۔"
"گاؤں میں یہ حیرت انگیز تبدیلیاں دیکھکر
میں حیران ہوں۔ یہ کتنے دنوں کی کوششوں
کا نتیجہ ہے؟ پربھودیال نے پوچھا۔
"ڈھائی سال کی کوششوں کے بعد
ہم گاؤں کو اس قابل بنا سکے ہیں۔" رام
بہاری بولا۔
"اتنے قلیل عرصے میں؟ ہمارا محکمہ تو اتنے
عرصے سے کوشش کر رہا ہے۔ پھر بھی پوری
کامیابی نہیں ہوئی۔
کملا نے کہا۔ ہمارے کام کے دو حصے
ہیں روزانہ شام کے وقت گاؤں کے
سب کسان یہاں کے مندر میں جمع ہوتے
ہیں اور یہ (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر
کے) کھیتی وغیرہ کے مسائل پر مغربی ممالک
کے اپنے تجربات اور تحقیقات کی بنا پر
ایک چھوٹی سی تقریر کرتے ہیں۔ پھر سب
کسان اپنے اپنے تجربے بیان کرتے ہیں۔

اس طرح تجربہ اور تحقیقات کے بہت سے نقطے سامنے آجاتے ہیں۔ مگر گاؤں والوں کو اس کا یقین نہیں آتا۔ انھیں یقین دلانے کے لئے ہم نے ایک چھوٹے سے کھیت میں عملی تجربہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس عمل سے نئے نئے تجربے ہوئے ہیں۔ ان سب باتوں کو میں سلسلے وار لکھتی آئی ہوں۔ اب یہ تمام کتابی صورت میں جمع ہو گیا ہے۔ کسانوں کا اصرار ہے کہ اسے شائع کر دیا جائے۔ اس کے چھاپنے سے کیا فائدہ ہے؟ رگھو نے پوچھا۔

"یہ کتاب انکی اپنی زبان میں ہے اس لئے وہ اسے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں سرکاری تحقیقات رپورٹیں انگریزی زبان میں شائع ہوتی ہیں اس لئے ان سے عام کسان کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے اس کتاب کی اشاعت سے گاؤں والے تعلیم حاصل کرنے کی طرف بھی متوجہ ہو گئے ہیں اس مانگ کو پورا کرنے کے لئے آج سوامی کیشوانند جی زراعتی اسکول کا افتتاح کر رہے ہیں۔ اسکول میں زراعت کے مختلف موضوعوں کی تعلیم دی جائیگی۔

"تمہارا کام واقعی قابل تعریف ہے۔" پربھو دیال بولے "میں کوشش کروں گا کہ زراعت کے متعلق سب تحقیقاتی رپورٹیں وغیرہ تمہیں مفت مل جایا کریں۔ اگر ہو سکے تو ضروری اور مفید رپورٹوں کا ہندی ترجمہ کروانے کا بھی انتظام کروں گا۔

یہ لیجئے۔ افتتاح کی رسم ادا ہو چکی۔

سوامی جی چلے آرہے ہیں" کملا نے کہا۔

رام بہاری کو دیکھکر سوامی جی نے کہا۔ "اب تو گاؤں تمہیں پسند آتا ہے یا نہیں"

"کیوں نہیں گرو جی۔ یہاں کا ماحول کافی پاکیزہ ہو گیا ہے اور ہم نے سماجی زندگی میں کافی ترقی کر لی ہے جس سے گاؤں میں شہروں کی تمام خوبیاں آگئی ہیں۔ میں اب کبھی خیال بھی نہیں کر سکتا کہ گاؤں میں رہنے سے دنیا سے میرے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ مجھے اب تجربہ ہوا کہ پہلی حالت ہماری لاپروائی کا نتیجہ تھی۔

جلسے سے لوٹتے وقت گاؤں والے بات چیت کرتے جا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اب تو گاؤں کے دن بھی پھرنے لگے"

دوسرا بولا "بھائی علم بڑی چیز ہے جہاں یہ رہتا ہے وہیں امرت کی بارش ہوتی ہے"

تیسرے نے کہا "بابو جی نے کافی تیاگ (ایثار) کیا۔ خود ہل جوتتے ہیں۔"

چوتھا بولا "ہمارے لڑکے جب پڑھ لکھکر آئیں گے تو انھیں ہم کھیتی ہی میں لگائیں گے نوکر نہ بنائیں گے"



پرورش گاؤ کی کوآپریٹو سوسائیٹیاں

ازجناب ستیہ پرکاش ایم۔ اے۔ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائیٹیز یوپی

ہمارے ملک میں گائے کو ایک فرقہ گئو ماتا کہتا ہے۔ زمین کو بھی اکثر لوگ دھرتی ماتا کہتے ہیں۔ یہاں ماتا کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ماں اپنے بچے کی پرورش کرتی ہے اُسی طرح زمین اور گائے کے سہارے بھی ہم سب زندہ رہتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ دونوں ہماری زندگی کا سہارا ہیں۔ گائے نہ ہو تو ہم سب بھوکوں مر جائیں۔ کیونکہ کھیتی ہی سے ہمارے سب کام چلتے ہیں اور ہمارے ملک میں بیلوں کے بغیر کھیتی نہیں ہو سکتی۔ یہ گایوں ہی کے بچھڑے ہیں جو ہمارے کھیت جوتتے ہیں، سینچائی کرتے ہیں اور گاڑی کھینچتے ہیں۔ ان کے گوبر اور پیشاب سے ہمارے کھیتوں کو کھاد ملتی ہے اور اس کا دودھ ہمارے بچوں کے لئے بہترین غذا ہے۔ مرنے کے بعد بھی یہ ہمارے لئے کام آتی ہے۔ اسکی کھال کے جوتے، چرسے اور دیگر چیزیں ہمارے کام آتی ہیں انھیں سب باتوں کی وجہ سے ہمارے یہاں گائے کو اتنا اعلیٰ درجہ دیا گیا ہے۔ کہیں کہیں تو لوگ سال میں ایک دن اس کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ گائے کے ساتھ لوگوں کو اتنی زیادہ عقیدت ہے کہ گائے تو کیا نیل گائے جو بڑی فصلیں چر جاتی ہیں اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں اُن کو بھی اگر کوئی مارنے لگے تو لوگ لاٹھیاں لیکر پہنچ جاتے ہیں اور مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

یہ سب باتیں صحیح ہیں مگر ہم پوچھتے ہیں کہ جن گایوں کا ہم اتنا زیادہ احترام کرتے ہیں جو ہمیں اتنا فائدہ پہنچاتی ہیں، جن کے سہارے ہم زندہ رہتے ہیں، جن کے بھروسے ہم کھاتے ہیں اُن کی حالت ہمارے یہاں کیا ہے؟ ہم اُن کو کیا آرام دیتے ہیں۔ ہم اُن کی کیا خدمت کرتے ہیں۔ کتنی گائیں ہمارے یہاں پیٹ بھر چارہ پاتی ہیں۔ ہمارے دیکھنے میں تو دیہاتوں میں ایسی گایوں کی تعداد زیادہ ملتی ہے جنکی ہڈیاں دور ہی سے گنی جا سکتی ہیں۔ جنکو چمڑے سے منڈھی ہوئی ہڈیوں کا ڈھانچہ کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔ گوشت تو بہت کم گایوں کے جسم میں نظر آتا ہے۔ یہ بیچاری بھوکی پیاسی کس مصیبت سے اپنے دن کاٹ رہی ہیں یہ اُن کا دل ہی جانتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ زندہ نہیں ہیں بلکہ سچ پوچھو تو سسک سسک کر اپنی جان دے رہی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا درحقیقت یہ گایوں کی خدمت ہے؟

چاروں طرف یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہم پرتی زمین سب جوتتے چلے آرہے ہیں۔ تال تلیاں پاٹ پاٹ کر کھیت بنائے جا رہے ہیں جن کے باعث ہمارے مویشیوں کو جنگلوں میں نہ کھانے کو گھاس ملتی ہے اور نہ پینے کو پانی۔ کہیں کہیں تو گاؤں کے باہر اب کھڑے ہونے کی بھی زمین نہیں رہ گئی ہے۔ اور گھر پر گایوں کے کھلانے کا اتنا انتظام نہیں رہتا۔ بہت ہوا تو اُن کے آگے تھوڑا سا خشک پوال ڈالدیا گیا یا بیلوں، بھینسوں کی بچی ہوئی سڑی گلی سانی اُن کے ڈالدی گئی۔ اس وقت کوئی سی مصیبت باقی ہے جو گائیں ہمارے یہاں نہیں پا رہی ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بڑھ کر گایوں کو ستانے والا مشکل ہی سے کہیں اور ملے گا۔

شاہی زراعتی کمیشن نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ ہندوستان میں پالتو مویشیوں میں گائے سے زیادہ کسی اور جانور کے ساتھ بُرا سلوک نہیں ہوتا۔ اب آپ بتلائیں کہ اگر قدرت ہمیں اس کی سزا دیتی ہے تو اس میں بُرائی کیا ہے۔ بھگوان ہماری سب کی پکار سنیں یا نہ سنیں لیکن ان بے زبان گایوں کی مصیبت وہ نہیں دیکھ سکتے۔ گائے اُن کو کتنی پیاری ہے یہ شری کرشن جی مہاراج گوپال کا روپ دھارن کرکے ہم لوگوں کو بتلا چکے ہیں۔ کس نے نہیں سُنا کہ وہ بانسری بجا کر ان سب کو خوش کرتے تھے اور ہمارا یہ حال ہے کہ جو گائیں بھگوان کو اتنی پیاری تھیں اُنھیں بھوکی پیاسی مار رہے ہیں۔ اُن کی نسلوں کو تباہ کر رہے ہیں یہ اُسی پاپ کا پھل ہے کہ دُکھ اور غریبی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ہمارا تو پختہ اعتقاد ہے کہ گایوں کی مصیبت ہی کسانوں کی تباہی کا ایک خاص سبب ہے۔ کیونکہ ہم سب گایوں کے سہارے جیتے ہیں جس طرح کہ اگر گھر کا کمانے والا بھوکا رکھا جائے اُس کو پیٹ بھر کھانے کو نہ دیا جائے تو وہ کیسے محنت کرے گا اور کس طرح گھر والوں کا پیٹ بھر سکے گا۔ یہی حال گایوں کا ہے۔ جب تک گائے مصیبت میں رہے گی کسان آرام نہیں پا سکتا۔ ہمارے یہاں گائے کو اتنی اہمیت جو دی گئی ہے اُسکا خاص یہی سبب ہے۔ اس لئے گائے کی حفاظت ہندو مذہب کا ایک خاص قانون بنا دیا ہے۔ ہمارے یہاں لوگوں کو یہ یقین ہے کہ گئو دان (گائے کی خیرات) کرنے سے بڑی بڑی مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔ سانڈ دغا کر چھوڑنے سے مُردہ بیترنی پار کر جاتا ہے۔ کیا اِن سب باتوں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کیا اس دنیا میں اور کیا اُس دنیا میں سب جگہ ہندوؤں کی نجات گایوں ہی کی معرفت ہوگی۔ اگر یہ سچ ہے تو بتائیے کہ یہ ہماری کتنی بڑی غلطی ہے کہ ہم نے اپنے پیٹ کی فکر میں پڑ کر اُن کو بھلا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں تباہ حال ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اپنی فکر چھوڑ کر گایوں کا پیٹ بھرنے میں لگ جائیں تو ہمیں خود بخود آرام ملنے لگے گا۔ اس لئے اس معاملہ کو خواہ آپ مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھیں خواہ اپنے مفاد کے خیال سے غور کریں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کسانوں کا اوّلین فرض یہی ہے کہ وہ گائے کی معقول خدمت کریں اور ہر طرح اُن کی ترقی کی باتیں سوچیں۔

اب سوال یہ ہے کہ گائے کو ترقی کیسے دی جائے۔ اس کے لئے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ (۱) عمدہ سانڈ۔ (۲) پیٹ بھر چارے کا انتظام۔ ہمارے یہاں اِن دونوں کی کمی ہے۔ اچھی دودھ دینے والی نسل کے مضبوط سانڈ بہت کم ملتے ہیں۔ یہ ملیں بھی کیسے۔ ہمارے یہاں جو سانڈ چھوڑے جاتے ہیں وہ اپنے ڈیڑھ دو روپئے کے بچھڑے ہوتے ہیں جن سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ بڑے ہو کر اچھے بیل بن سکیں گے۔ ایسے سانڈوں سے گائے کی نسل اگر خراب ہوتی ہے تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے بچھڑے اور بچھیاں چھوٹے اور کمزور ہوتے ہیں۔ کیونکہ جیسا بیج ہوتا ہے ویسا ہی آگے پھل پیدا ہوتا ہے۔ رہا سوال چارے کا۔ وہ اس وقت ہمارے یہاں اتنا نہیں ہوتا کہ سب مویشیوں کے لئے سال بھر کھانے کو ہو جائے۔ انسانوں کی طرح مویشی بھی ہمارے ملک میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ دنیا کے ایک تہائی مویشی یہاں شمار کئے ہیں۔ کھیتوں کو پرتی چھوڑ کر اگر ہم چارے کی کمی پوری کرنی چاہیں، تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تجربہ کرکے یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک بیگھہ کھیت میں ہم جتنا چارہ پیدا کر سکتے ہیں اتنا پرتی زمین میں پانچ چھ بیگھے سے بھی نہیں مل سکتا۔ اس لئے اسکا ایک ہی علاج ہے کہ چارے کی کاشت خوب بڑھائی جائے۔ اور جب گایوں کو پیٹ بھر چارہ ملے گا تو وہ ہم سب کو بھی پیٹ بھر کھانے کو بھی دے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ہر کسان اگر ایک اچھی گائے رکھے اور اُس کی باقاعدہ خدمت کرے، عمدہ نسل کے سانڈ سے بچے پیدا کرائے تو پانچ سال کے اندر اُن کی سب غریبی دور ہو جائے۔ اُن کے پاس گھر کے بچھڑوں کی جوڑی ہو گی جن سے کھیتوں کی گہری جتائی کے باعث پیداوار بڑھے گی بچے گائے کا دودھ پی کر تندرست ہونگے۔ اور اپنی پیاری گایوں کو خوش حال دیکھ کر بھگوان بھی خوش ہو کر ہماری مدد دینگے۔

اب آپ پوچھیں گے کہ یہ سب کام کیسے ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تنہا کسی کے بس کا یہ کام نہیں۔ لیکن اگر گاؤں بھر مل کر کوشش کرے تو کامیابی ہونے میں کوئی شبہ بھی نہیں۔ اس کے لئے گاؤں میں ایک انجمن قائم کی جائے جس میں وہ سب کسان شامل کئے جائیں جن کے دل میں یہ بات جم گئی ہے کہ اُن کی نجات گایوں کی نجات کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے اور اس لئے وہ گائے کی اچھی طرح پرورش کرنا اور باقاعدہ خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس قسم کی گائے پالنے کی سوسائٹیاں ضلع پرتاب گڑھ میں تین چار جگہ قائم ہو چکی ہیں۔ قریب کے پانچ سات گاؤں مل کر ایک سوسائٹی بناتے ہیں اور سوسائٹی کے انتظام کے لئے اپنے میں سے چند آدمیوں کی ایک پنچایت بنا لیتے ہیں۔ پنچایت سرکاری فارموں سے عمدہ سانڈ منگاتی ہے، اُن کی دیکھ بھال اور چارے کا انتظام کرتی ہے۔ کیونکہ سانڈ منگا کر اُن کو کھلا چھوڑ دینا کھیتی کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ ان کا کھیت چرنا کسانوں کو بہت بُرا لگتا ہے۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی ان کی ٹانگ توڑ دیتا ہے، کوئی آنکھ پھوڑ دیتا ہے اور کوئی ان پر ظلم چلاتا ہے۔ ایک گاؤں میں تو ہم نے سنا کہ لوگوں نے گھیر کر سانڈ کو کوئیں میں گرا دیا جو پھر بڑی مشکل سے باہر نکالا گیا۔ یہ ہے وہ سلوک جو ہم اُس سانڈ کی کرتے ہیں جس کی شنکر بھگوان سواری کرتے ہیں۔ پھر چاہتے ہیں کہ سال میں ایک دن لوٹا بھر پانی چڑھا کر ہم اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کریں۔ شنکر بھگوان بہت سیدھے بتلائے جاتے ہیں لیکن وہ اتنے سیدھے نہیں کہ ہمارے کارنامے نہ دیکھتے ہوں جب ہم جس چیز کو وہ چاہتے ہیں اُس سے اتنی بدسلوکی کرتے ہیں تو بتائیے کہ وہ ہماری فکر کیوں کریں۔ پہلے ہم اُن کے سانڈوں کی خوب خاطر کریں بعد میں اُن سے صلہ پانے کی توقع کریں۔

گائے پالنے والی سوسائٹی یہ انتظام کرے گی کہ دن کو تو سانڈ مویشیوں کے ساتھ چریں گے اور شام کو ایک جگہ باندھے جائیں گے اور وہاں اُن کو چارہ اور بھوسا دیا جائے گا۔ اس کے لئے سوسائٹی ہر ایک ممبر سے ربیع میں ایک ٹوکرہ بھوسا اور خریف میں ایک گٹھا کربی لے گی اور دانے کے لئے سال میں چار آنے چندہ لیگی۔ سوسائٹی ممبروں کے لئے باہر سے اچھی گائے منگائے گی اور جو بھائی گائے نہیں خرید سکتے اُن کے لئے معمولی شرح سود پر روپئے کا انتظام کیا جائے گا جو آہستہ آہستہ دو چار سال میں وصول کیا جائیگا۔ سوسائٹی چارے کی کاشت بڑھانے کے لئے باہر سے اچھے بیج منگائے گی۔ گایوں کی ترقی کے لئے ہر قسم کے مشورے دے گی اور بیماری کے وقت علاج کا انتظام کرے گی۔ اگر ممبران کی خواہش ہوئی تو دودھ اور گھی جمع کرکے اُن کو اچھے داموں سے باہر فروخت کرنے کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کوشش کرنے سے حکومت سے بھی کچھ تھوڑی بہت مالی امداد ان سوسائٹیوں کو مل سکے گی۔

اس معاملے میں مزید معلومات یا مشورے کے لئے اپنے ضلع کے محکمہ امداد باہمی یا محکمہ گاؤں سدھار کے انسپکٹر سے خط کتابت یا بات چیت کرنی چاہئے۔

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

از جناب راج ناتھ سنگھ ایم۔ایس۔سی۔بی۔ایس۔سی۔اے۔جی لیکچرار بلونت راجپوت کالج۔آگرہ

ہندوستانی کسان غریب اور دکھی ہیں۔ اُنکی غریبی دور کرنے کی اور اُنکو آرام پہنچانے کی کوشش میں ہمارے بہت سے رہنما مصروف ہیں۔ ہماری کوشش بیکار ہوگی اگر ہم چاہیں کہ کہیں باہر سے دولت لاکر اُن میں تقسیم کردی جائے۔ اور اگر ایسا کیا جانا ممکن بھی ہو تو وہ دولت عارضی ہوگی۔ اپنے پاس تو اپنی کمائی ہی رہ سکتی ہے۔ اسی طرح سکون و مسرت بھی کہیں سے خرید کر یا اُدھار لیکر گاؤں والوں کے لئے نہیں لایا جاسکتا۔ اُسے تو اپنے ہی یہاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یعنی حقیقی امداد اُنکی ہوگی اگر اُنکی دولت پیدا کرنے کی طاقت بڑھائی جاسکے اور انھیں سکون و مسرت کی شکل بتلاکر اُسے رکھنے اور بڑھانے کا طریقہ بتایا جائے۔ پتہ لگایا جائے کہ ان کسانوں اور زمینداروں کے پاس کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو ابھی تک بیکار ہیں اور جن کا استعمال بڑھاکر کچھ دولت پیدا کی جاسکتی ہے۔ اگر ہم اپنے تمام ذرائع کا جو قدرت نے عطا کئے ہیں استعمال کریں تو ہمارے ملک کی آمدنی کافی بڑھائی جاسکتی ہے۔ اور ہمارے کسانوں کا بھی کافی فائدہ ہو سکتا ہے

اس مضمون میں ہم دو ایسی چیزوں کی طرف اپنے کسان بھائیوں کی توجہ مبذول کرنی چاہتے ہیں جو ہمارے ملک میں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں اور جن کا استعمال بھی ہوتا ہے مگر برائے نام۔ اور اُتنا نہیں جتنا کہ ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے۔

پہلی چیز ہے نیم کا پھل، اسے نمبولی یا نیبکوڑی کہتے ہیں۔ پکنے پر کچھ لوگ اس کا گودہ جو کچھ میٹھا ہوتا ہے کھاتے ہیں۔ ہزاروں من پھل ہر سال پیدا ہوتا ہے اور بیکار جاتا ہے پھل مارچ میں لگنا شروع ہوتا ہے جون جولائی میں پکتا ہے اور گر جاتا ہے۔ دیہات میں غریب لوگ کچھ پھل اکٹھا کر لیتے ہیں اور اسکا تیل نکالتے ہیں۔ اسی کو ہم نیم کا تیل کہتے ہیں۔ نیم کے تیل کا فائدہ بتلانا اس مضمون کا مقصد نہیں ہے مگر اتنا کہہ دینا نامناسب بھی نہ ہوگا کہ اگر کسی طرح اس تیل سے اس کی بو نکالی جاسکے تو غالباً آجکل کے عام تیلوں سے یہ کہیں اچھا اور مفید ہوگا۔ تیل نکالنے کے بعد جو کھلی نکلتی ہے وہ عموماً بیکار جاتی ہے۔ کھلی کا استعمال محکمہ زراعت نے کیا ہے لیکن وہ دیہاتوں سے کھلی اکٹھا کرنے کی یا نمبکولیوں کو جمع کرنے کی کوئی کوشش نہیں کراسکا ہے۔ اوّل تو یہ ہوتی ہی کم ہیں دوسرے اگر ہوتی بھی ہیں تو اس کا پورا استعمال نہیں ہوتا۔ جو تیل نکالا بھی جاتا ہے وہ گاؤں کے کولھو سے نکالا جاتا ہے اور تیل کا کافی حصہ کھلی کے ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ اگر گاؤں کی یہ سب نمبکولیاں جمع کرائی جاسکیں اور سڑک کے کنارے کے نیم کے ہزاروں درختوں کے سب پھل اکٹھا کرائے جاسکیں تو کافی نمبکولیاں اکٹھا کی جاسکیں گی اور ہزاروں من نیم کی کھلی اور سیکڑوں من نیم کا تیل، جو صابن وغیرہ بنانے میں استعمال کیا جاسکتا ہے پیدا کیا جاسکے گا۔

نیم کی کھلی، جو ہمارے پودوں کی حقیقی خوراک نائٹروجن، میں کافی مقوّی ہے اور جس میں ہماری ہندوستانی زمین کافی کمزور ہے، کھاد کے طور پر استعمال کیجائیگی۔ گاؤں کے لوگوں کو اسکا استعمال کرنے کا طریقہ بتانا ہوگا اور ان سے کہنا ہوگا کہ اُنکی اچھی سے اچھی گوبر کی کھاد سے بھی یہ کھلی پانچ گنی اچھی ہے۔ اور اُن جگہوں پر جہاں دیمک کی کثرت ہو، یہ کھلی دیمکوں کو مارنے کے لئے اکسیر ہے۔

نیم کا درخت ہر قسم کی آب و ہوا میں ہوتا ہے درحقیقت جہاں آم، اشوک، مولسری اور دیگر درخت نہیں ہو پاتے یا اُنکے لئے بڑی احتیاط رکھنی پڑتی ہے۔ نیم کا درخت کامیابی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس درخت کے ہزاروں فائدے بتلانے کی ضرورت نہیں۔ اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ ہندوستان میں نیم کا درخت ایک نعمت ہے

دوسری چیز بتلانے کے پہلے ہم قارئین کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دنیا کے ہر ایک کارخانے میں کچھ ایسی چیزیں نکلتی ہیں جنھیں ہم فاضل چیزیں کہتے ہیں۔ یعنی ہم کارخانے میں تیار کوئی اور ہی چیز کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ایک آدھ چیز اور بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً شکر کے کارخانے میں خیرہ، کارخانے کی آمدنی بہت بڑھ سکتی ہے اور بڑھ جاتی ہے اگر یہ فاضل چیزیں بھی فروخت ہوجایا کریں۔

ہمارے گھروں میں بہت سی چیزیں گھورمیں ڈال دی جاتی ہیں اگر ہم ان کا استعمال کریں تو ممکن ہے ہماری آمدنی بڑھ جائے یہاں ایک ایسی ہی چیز کا ذکر کرنا ہے۔ ہمارے یہاں کروڑ من آم ہر سال پیدا ہوتا ہے۔ کسی کسی سال تو یہ اس کثرت سے ہوتا ہے کہ اس کا استعمال نہیں ہو پاتا اور لاکھوں من آم سڑ جاتا ہے ہم اُس کے بارے میں بھی نہیں کہنا چاہتے ہمارا مطلب ہے آم کے بیجوں سے۔ گاؤں میں ہم نے دیکھا ہے کہ آم کھا لینے کے بعد اُن کی گٹھلیاں ایک جگہ پھینک دی جاتی ہیں اور وہ سڑکر بیکار ہوجاتی ہیں۔ اسکے ساتھ ہی ہم نے دیکھا ہے کہ برسات کے دنوں میں کچھ لوگ ان گٹھلیوں کو توڑکر کھاتے ہیں۔ اس کے کھانے کے بعد پانی بہت میٹھا معلوم ہوتا ہے۔ برسات میں ان گٹھلیوں سے پودے بھی نکل پڑتے ہیں اور کچھ کو بیچے توڑکر اُنھیں گھس کر باجہ بھی بناتے

ہیں۔ باقی گٹھلیاں بیکار ہو جاتی ہیں۔
انھیں کھاتے جاتے دیکھکر یہ خیال آیا کہ ان سے کوئی ایسی چیز تیار ہو سکتی ہے جو کھانے میں لذیز ہو اور فروخت کی جا سکے۔ ضرورت ہے ماہران طب اور تحقیق اس پر غور کریں۔ کچھ کھانے کی چیزیں تیار کر کے کسی اچھے نام سے خوبصورت ڈبوں میں بند کر کے غیر ممالک کو بھیجی جائے۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ اس کے خریداروں کی کمی نہ ہوگی اور اگر یہ اشیاء بنائی جا سکے تو مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ اشاعت کی ضرورت پڑیگی اس میں حیاتین کی تلاش بھی کرنی پڑیگی اور پتہ لگانا ہوگا کہ اس میں اور کون کون سے زندگی بخش اجزا موجود ہیں اس وقت اسے استعمال کرنا ہوگا۔ یعنی تازہ یا [illegible] ایک اگر ان گٹھلیوں سے کچھ پیدا کیا جا سکے تو ہم یہ مثل صادق کر دکھائیں گے کہ آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔ یہ بہت ممکن ہے کہ ہمیں آم سے زیادہ انکی گٹھلیوں سے پیسہ مل سکیں۔ بنا دیتا بہت سے کسان ان باتوں پر بہت کم [illegible] کی توجہ اس جانب مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ جرمنی میں گاؤں گاؤں اور گھر گھر کھانا پکانا سکھانے کی موٹریں چلا کرتی ہیں۔ انکے ذریعہ بتایا جاتا ہے کہ اگر لڑائی میں ہمیں کوئیں سے کھانا نہ ملے تو ہم اپنے یہاں کی فضول چیزوں سے مثلاً لیموں یا سنگترے کے چھلکے سے کس طرح لذیز کھانے تیار کر سکتے ہیں جس سے ہماری صحت درست رہ سکے۔

اگر ان کا کچھ استعمال ہو گیا تو ممکن ہے ہمارے کسان بھائی ایسی ایک آدھ اور چیزوں کی طرف بھی متوجہ کر سکیں آم اور نیم دونوں ہی پھلوں کی اس وقت بہار ہے۔ اگر توجہ کی گئی تو کم از کم ہزاروں من کھلی اسی سال تیار کرائی جا سکے گی اور تحقیقات کے لئے بیج جمع کیا جا سکے گا۔

ضرورت ہو تو نیم کا تیل نکالنے کا دیہاتی طریقہ دوسری بار لکھا جا سکتا ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ کھیتوں کی چکبندی

(از جناب [illegible] انسپکٹر چکبندی میرٹھ)

اب [illegible] چکبندی کے کام کو محکمہ کی طرف سے جاری [illegible] تقریباً [illegible] سال ہو چکے ہیں [illegible] یا [illegible] ضرورت نہیں رہی [illegible] اس اسکیم سے [illegible] فائدہ ہوتا ہے [illegible] اب ہر شخص [illegible] بات بھی اسکے خلاف [illegible] یا [illegible] پہلے یہ کام صرف بجنور اور سہارنپور کے علاقوں میں بطور تجربہ کے کیا گیا۔ ۱۹۲۳ء [illegible] سو بہت سے اضلاع میں شروع کیا گیا اور اب صرف یہ کام محکمہ [illegible] میرٹھ، بلند شہر، سہارنپور اور بجنور کے اضلاع میں بھی کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک اسکیم کی کامیابی کا سوال ہے بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی ہے اور اب میرٹھ و بلند شہر میں جیسا کام گاؤں میں ہوا اس کی افسران اعلی نے بڑی تعریف کی جس کے باعث اس سال سرکل میرٹھ میں اسٹاف کی تعداد بہت زیادہ کر دی گئی ہے اور کام کافی اعلی پیمانے پر شروع کر دیا گیا ہے۔

ان اضلاع کے کاشتکار اچھی طرح جان گئے ہیں کہ چکبندی سے بیشمار فائدے ہیں اور لوگ درخواست دیتے ہیں کہ پہلے ہمارے ہی گاؤں کا کام کیا جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ان لوگوں میں آپس میں مقابلہ ہو۔ میں اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ ذیل میں یہ صاف طور سے کھول کر بتلا دوں کہ چکبندی سوسائٹی کس طرح اپنا کام بخوبی انجام دیتی ہے سوسائٹی کو کامیاب بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جس کا تعلق گاؤں کی زمین سے اسکو سوسائٹی کا ممبر بننا چاہیئے۔ سوسائٹی کا ممبر بننے سے حسب ذیل فائدے ہوتے ہیں۔

(۱) سرکاری خرچ سے بچت ہو جاتی ہے کورٹ فیس وغیرہ میں کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔

(۲) ہر ایک ممبر کو پنچایت یا جلسۂ عام کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا پورا موقع حاصل ہوتا ہے۔

(۳) ہر ایک ممبر قسط بندی، زمین اور چکبندی کے موقعہ پر اپنی رائے دیسکتا ہے فیصلہ میں پورا پورا حصہ لے سکتا ہے۔

(۴) بغیر پیسے خرچ کئے ہوئے آربیٹریشن کے ذریعہ انصاف پا سکتا ہے۔ عدالت خود موقعہ پر پہنچکر مقدمہ فیصل کرتی ہے اور کسی وکیل پر روپیہ خرچ نہیں ہوتا۔

(۵) ہر ایک ممبر کو پورا پورا موقعہ اسکی رائے ظاہر کرنے کا دیا جاتا ہے۔ اور وہ محسوس کرتا ہے کہ سوسائٹی میں اس کا ایک خاص درجہ ہے۔ سوسائٹی کے ہر ایک ترقی پسند کام میں وہ شامل رہتا ہے اور اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

جو شخص سوسائٹی کا ممبر نہیں ہے اس کو مندرجہ بالا سہولتوں سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ اور گاؤں میں وہ ایک اچھوت کی طرح رہتا ہے، اسکے کھیت کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے وہ بہت زیادہ پریشان رہتا ہے اور سب لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے میرے خیال میں ہر شخص کو سوسائٹی کا ممبر بننا چاہیئے اس کا یہ خیال کرنا کہ، اگر ہم ممبر نہیں بنیں گے

چکبندی نہیں ہوگی، یا ہوگی تو ہم کو خوش رہنے کی کوشش کیجائیگی اور ہم اپنی اکرڈ اینٹھ سے اچھا چک پاجائینگے، غلط ہے۔ لہذا اسکے برعکس اسکو ہر قسم کی دقتوں ہی کا سامنا کرنا پڑیگا یہ باتیں دیہاتی باشندوں کو بخوبی سمجھائی جاتی ہیں۔ لیکن ناواقفیت کے باعث ہر ایک گاؤں میں دو چار ایسے اشخاص ضرور نکل آتے ہیں جو اس قسم کا برتاؤ کرنے میں بڑی مستعدی دکھاتے ہیں۔ اس سے کام میں دیر اور رکاوٹ ضرور پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بھی گاؤں میں اپنا ایک گروہ بنا لیتے ہیں اور ہر ممکن و غیر ممکن حرکت سے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے باعث اکثر دیہاتوں میں بڑے جھگڑے پیدا ہوجاتے ہیں جن پر قابو پانا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس بات کو روکنے کے لئے اگر قانون چکبندی استعمال کر لیا جائے تو بہت بہتر ہو۔ چکبندی کا قانون کہتا ہے کہ اگر گاؤں کے رقبہ کے ⅔ کے مالکان یا کاشتکاران چکبندی چاہیں تو اس گاؤں کی چکبندی ہوسکتی ہے خواہ ⅓ گاؤں والے چاہیں یا نہ چاہیں۔ پورے گاؤں پر چکبندی کا قانون نافذ ہوجائیگا۔ یہاں سوسائٹی میں یہ ہوسکتا ہے کہ اگر ⅔ ممبران ایک اسکیم کو مانتے ہیں اور وہ اسکیم دوسروں کو بھی سہل اور منصفانہ معلوم ہو تو اُسے گاؤں میں شروع کر دیا جائے۔ اس سے بڑی سہولیت ہوجائیگی اور مہینوں کی محنت ضائع نہ ہوگی۔

سب سے پہلے سوسائٹی اپنی ایک مجلس انتظامیہ کا انتخاب کرتی ہے جس کا ہر ایک فیصلہ جلسہ عام میں غور کے بعد منظور ہوتا ہے۔ وہ کمیٹی پہلے قسم بندی زمین طے کرتی ہے اور پھر چک بناتی ہے۔ دیگر کام ترقی وغیرہ کے اپنے ہاتھ میں لیتی ہے۔ ہر ایک گاؤں کی چکبندی جلسہ عام میں منظور کی ہوئی زمین پر ... چکبندی کے مطابق کی جاتی ہے۔ کیونکہ قسم بندی زمین کے ساتھ ہی ساتھ طے کر دیا ... ہے۔ اس کے خلاف نہ پنچایت کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی اور اپیل ہوسکتی ہے۔ ہر ایک سوسائٹی سے چار آنہ فی پختہ بیگہ گاؤں کو ترقی دینے کے لئے چندہ لیا جاتا ہے۔

جس گاؤں کی چکبندی ہوئی ہو وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اُسے لکھ کر نہیں سمجھایا جاسکتا۔ بڑے بڑے قابل افسران معائنہ کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کرتے ہوئے نہیں جھجکے کہ کام بہت اچھا ہوا ہے اور اس میں بہت فائدہ ہے۔

ایک بات اور ہے جس پر میں خاص زور دینا چاہتا ہوں۔ وہ ہے سوسائٹی کا ایمانداری سے کام کرنا۔ اسی ایک بات پر سوسائٹی کی کامیابی اور ناکامیابی کا انحصار ہے۔ اگر گاؤں کی قسم بندی زمین اچھی طرح طے ہوجاتی ہے تو اگلا کام چک بنانے کا بہت سہل ہوجاتا ہے۔ قسم بندی کے وقت ہر ایک کسان یہ چاہتا ہے کہ اسکی زمین عمدہ قسم کی ہو اور وہ غلط بات کرانے پر زور دیتا ہے۔ لیکن چکبندی کے وقت وہ وہی خراب زمین اچھی پاتا ہے تو اصلی بات منظور کرتا ہے۔ پہلے ہی سے سچی بات کیوں نہ کہی جائے۔ پنچایت اور سوسائٹی کے ہر ایک فیصلہ کی اپیل آربٹریشن کے ذریعہ طے ہوتی ہے اور انقطاعی فیصلہ جبشرار کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس طرح ہر شخص کے ساتھ انصاف ہوتا ہے اور بغیر کسی خرچ کے اسکا کام ہوجاتا ہے۔

خمریات

(از حضرت اختر بارہ بنکوی)

قبضے میں نہ اب سر ہے نہ قابو میں جبیں ہے — بیتابیٔ سجدہ یہ وہ کوچہ تو نہیں ہے

وہ پاس اگر ہے وہ اگر پاس نہیں ہے — جنّت بھی یہیں اور جہنّم بھی یہیں ہے

یہ عشق کا صدقہ ہے جو اس درجہ حسیں ہے — کہتے ہیں جسے حسن وہ خود کچھ بھی نہیں ہے

اللہ رے تصوّر کی ستائی ہوئی آنکھیں — وہ سامنے ہیں اور یقیں مجھ کو نہیں ہے

رہنا ترے کوچے میں خوشی پر تری مرنا
ہم عشق کے ماروں کی یہ دُنیا ہے وہ دیں ہے

کھیتی باری

زراعت میں سرگرمی

محکمہ زراعت و گرام سدھار نے آپس میں ملکر اور بہت اشیار خوردنی چارہ اور تہن پیدا کرنے کے لئے بڑی سرگرمی سے زراعت کرنے کی ایک مشترکہ اسکیم بنائی ہے اسے ہم ذیل میں شائع کرتے ہیں۔ محکمہ گاؤں سدھار کے آرگنائزروں اور بالغوں کے مدرسوں کی خدمات اسلئے استعمال کی جائیں کہ زرعی کاموں کی ترقی ہو اور غلہ و چارے کی پیداوار بڑھے۔ وہ دیہاتوں ہی میں رہتے ہیں اسلئے اسکا پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اس گاؤں میں جس میں کہ وہ رہتے ہیں کسانوں کو بڑی سرگرمی سے زرعی کاموں میں مصروف ہونے کے لئے ترغیب دینگے اس طرح ہر ضلع میں جتنے آرگنائزر اور بالغوں کے مدرس ہوں گے اتنے ہی دیہاتوں میں یہ کام شروع ہوجاویگا۔ جو گاؤں قریب کے بیج گودام سے چار یا پانچ میل سے زیادہ فاصلے پر ہوں وہ اس کوشش میں شامل نہیں کئے جاسکتے۔

زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کے لئے جن تدابیر پر عمل کرنا ضروری ہے وہ ذیل میں دی جانے والی ماہوار جنتری میں ملیں گی۔ محکمہ زراعت کے سپروائزروں، گرام سدھار آرگنائزروں، مدرسوں کا مداروں کے پاس گاؤں میں کام پر جاتے وقت اس جنتری کا ایک نسخہ ضرور رہنا چاہئے۔ ہندی اردو میں چھپے ہوئے نسخے عام کام کرنے والوں کو جلد ہی دی جائینگی۔

گاؤں سدھار سکریٹری جون کے شروع میں آرگنائزروں اور بالغوں کے مدرسوں کی ایک میٹنگ بلائینگے۔ ضلع کے انسپکٹر زراعت میٹنگ کی تاریخ مقرر کریں گے اور اسمیں ضرور شامل ہونگے۔ وہ کام کرنیکی اسکیم کو سمجھائینگے اور اسکا ترجمہ مدرسوں اور آرگنائزروں کو لکھا دینگے وہ ایگریکلچرل سپروائزروں کو بھی میٹنگ کیوقت ان طریقوں کو سکھائینگے۔ یہ کام جلد شروع ہوجانا چاہیئے۔

علاقہ کے ایگریکلچرل سپروائزر کو مہینے میں ایک بار اس کام کے لئے چنے ہوئے گاؤں کو ضرور دیکھتے رہنا چاہئے۔ وہ جنتری میں دی جانے والی تدابیر کے فوائد کسانوں کو ذہن نشین کرا سکتے ہیں اور کچھ کاموں مثلاً سنئی کا بونا کمپوسٹ (ملی ہوئی کھاد) بنانا اور اوزاروں کے کام کو عملی طور سے کرکے دکھانا چاہئے۔ انکو چاہئے کہ اس کام کو کرنے کے بعد جو کچھ انھوں نے کیا ہے آرگنائزروں یا مدرسوں کی کتاب میں لکھدیں۔

ضلع کے انسپکٹر زراعت یا ان کے ماتحت کو بھی ان دیہاتوں کو جتنی بار ہوسکے دیکھتے رہنا چاہئے۔ انھیں پہلے معائنہ میں مقامی حالات کا غور سے مطالعہ کرنا چاہئے اور ماہوار جنتری میں یہ دکھاتے ہوئے کہ ان دیہاتوں کے لئے کون سے طریقے مناسب ہونگے ایک نوٹ دیدینا چاہئے۔ وہ اپنے اسٹاک کو دیکھتے ہوئے عمدہ بیج بدستور سوائی کے طریقے پر دینگے اگر ضروری ہوگا تو وہ گاؤں سدھار سکریٹری سے کہہ کر کھاد، اوزار اور رہٹ کنوئیں بنوانے کے لئے تقاوی دلوانے کا انتظام کرینگے۔

آرگنائزر اور مدرس نئی اسکیم کے فائدے گاؤں کے کسانوں کو سمجھائینگے۔ یہ ان کا کام ہوگا کہ وہ کسانوں کو زیادہ سے زیادہ تدبیروں پر عمل کرنے کے لئے ترغیب دینگے۔ زرخیز اور آبپاشی والی زمین پر سب سے پہلے کام شروع کیا جانا چاہیئے۔

آرگنائزروں اور مدرسوں کو محکمہ زراعت کے سپروائزروں سے برابر ربط قائم رکھنا چاہئے اور انکے تعاون سے کام کرنا چاہئے۔

اور ان کو دیکھتے رہنا چاہئے کہ جنتری میں دی جانے والی اسکیم کے مطابق ٹھیک سے کام ہو رہا ہے۔

کاشی ناتھ
گاؤں سدھار افسر
یو پی

سی مایا داس
ڈائرکٹر محکمہ زراعت
یو پی

وہ جنتری جسکے مطابق کام کرنے سے زیادہ غلہ، چارہ اور تہن پیدا کیا جاسکتا ہے

جون

(۱) خریف کے اچھے اور اصلاح شدہ بیجوں کو پہلے ہفتے میں کسانوں کو تقسیم کرنا۔

(۲) گوہان اور زرخیز کھیتوں میں کھانے کے لئے مکا بونا۔ اسکے بعد ربیع میں پانچھن بینڈی اور نیم کی کھلی دیکر گیہوں بونا۔

(۳) گنا بونے سے پہلے کھیت کو پورے سال تک پرتی چھوڑنے کے رواج کو بند کرانا ایسے کھیتوں میں جلد پکنے والا دھان یا مکا بونا چاہیئے۔ ربیع میں ان کھیتوں میں مٹر بوئی جائے۔

(۴) اگر کچھ بارش ہوگئی ہو تو پرتی کھیت کو مٹی الٹنے والے ہل سے جوتنا چاہیئے۔

(۵) روئی کی کھیتی کو کم کرکے بچے ہوئے کھیتوں میں جوار باجرہ یا مکا بونا۔

(۶) ایسے کھیتوں میں جو ربیع میں گیہوں بونے کے لئے پرتی چھوڑ دی جاتی ہوں، جانوروں کے چارے کے لئے اُرد، گوار، مونگ بونا۔

(۷) ملی ہوئی کھاد (کمپوسٹ) کی تیاری کے لئے پتیاں اور دوسرے کیمیاوی اجزا جمع کرنا اور تالاب کی ریت یا مٹی جو پانی سے بہکر اکٹھا ہوئی ہو کھیتوں میں ڈالنا۔

(۸) پہلی ہی بارش میں ہری کھاد کے لئے سنئی بونا۔

جولائی

(۱) بیکار زمین کو جس پر کھیتی ہو سکتی ہے، پھاؤڑے سے کھود کر اسکے بعد اُسے مٹی اُلٹنے والے ہل سے جوت کر ربیع کی فصل کے لئے تیار کیجئے۔

(۲) برسات کا پانی روکنے کے لئے کھیت کی مینڈھوں کو اونچی کرنا۔

(۳) بارش کے پانی کے بہاؤ اور اس کے ذریعے مٹی کی کٹان کو روکنے کے لئے ڈھال کے آرپار آڑی مینڈیں باندھئے۔

(۴) جانوروں کے پیشاب کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے ان کے نیچے سوکھی مٹی ڈالئے یا انھیں پرتی کھیتوں میں باندھئے۔

(۵) آسان طریقے سے جمع کی ہوئی چیزوں سے ملی ہوئی کھاد بنانا (دیکھئے محکمہ زراعت کا پرچہ نمبر ۱۴۴)

(۶) مٹی اُلٹنے والے ہل سے تھوڑے تھوڑے وقفے پر جوتائی کیجئے۔

(۷) دسمبر میں دیر سے پکنے والے دھان کی کھڑی کھیتی میں لتری، یعنی چپٹی مٹری بونے کے لئے بیجوں کا انتظام کیجئے۔

اگست

(۱) پہلے پندرہ دنوں کے اندر اگر ہری کھاد کے لئے سنئی بوئی گئی ہو تو اُسے جوتئے۔

(۲) سوائی کے عہد نامے والے فارم پر اصلاح شدہ ربیع کے بیجوں کا اینڈینٹ جمع کیجئے۔ ضلع کے انسپکٹر زراعت کو جانئے پر۔ اپنے دستخط سے لکھ دینا چاہئے کہ کس زمین کے لئے کونسا بیج مفید ہوگا جسے وہ دیں گے۔

(۳) دوسرے سال کے لئے طے شدہ فارم پر تقاوی کے انڈینٹ جمع کیجئے۔

(۴) کمپوسٹ بنانا اور جانوروں کے نیچے مٹی چھڑکنا یا ان کے گوبر و پیشاب کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے انھیں پرتی کھیتوں میں باندھنا۔

(۵) ترکاریوں کے بارے میں محکمہ کے پرچوں کو دیکھئے اور رگا جڑا مول، شلجم وغیرہ دیگر بوئیے۔

ستمبر

(۱) ربیع کے بیج اور تقاوی کی مانگوں کو سکریٹری گاؤں شدھار کے پاس یکم ستمبر تک بھیجئے۔

(۲) دیسی ہل سے ربیع کی بوائی کے لئے کھیت تیار کیجئے۔

(۳) جلد پکنے والے دھان کی کٹائی کے بعد جب کھیت خالی ہو جائے تو اُسے مٹی اُلٹنے والے ہل سے جوتئے۔

(۴) ستمبر کے آخری ہفتے میں دیر سے پکنے والے دھان کی کھڑی فصل میں لتری یا چپٹی مٹری بوئیے۔

(۵) جاڑے میں بوئی جانے والی ترکاریوں کے بیج کا انتظام کیجئے۔

(۶) کمپوسٹ اور پیشاب ملی ہوئی مٹی کی کھاد تیار کرنا جاری رکھئے۔

(۷) برسیم کے بیج جہاں ممکن ہو بوئیے۔

اکتوبر

(۱) جن کھیتوں میں گیہوں بویا جانے والا ہو اُن میں کمپوسٹ کھاد، گوبر کی کھاد اور کھلی شروع ہی میں ڈالئے۔

(۲) کسانوں کو ربیع کے بیج پہلے ہفتے میں دیجئے۔

(۳) گیہوں، جو، چنے میں زیادہ تلہن ملا کر بوئیے۔

نومبر

(۱) رتوں گنّے کی پیرائی شروع کیجئے اور اس طرح کھیت کا جو حصہ خالی ہو اُس میں اخیر ماہ تک مٹر بوئیے۔

(۲) کمپوسٹ بنانے کے لئے چیزیں جمع کیجئے اور جانوروں کا پیشاب ضائع ہونے سے بچانے کے لئے انکے نیچے مٹی ڈالئے۔

(۳) دوسرے پندرہ روز میں پیاز کی بیہن دیجئے۔

دسمبر

(۱) دسمبر کے پہلے ہفتے میں گنا کٹ جانے سے خالی ہونے والے کھیت میں مٹر کی بوائی کیجئے

(۲) کمپوسٹ بنانے کے لئے چیزیں جمع کیجئے۔ اور پیشاب ملی ہوئی مٹی کو رکھنے کا کام جاری رکھئے۔

جنوری

(۱) پہلے پندرہ دنوں میں پیاز کے پودوں کو اکھاڑ کر لگائیے۔

(۲) کمپوسٹ بنانے کے لئے چیزیں جمع کیجئے اور پیشاب ملی ہوئی مٹی کو رکھنے کا کام جاری رکھئے۔

فروری

(۱) ساواں، چینا یا گرمی کے موسم کی ترکاریوں کی بوائی کے لئے گنے کی فصل سے خالی ہونے والے کھیتوں کو سینچئے اور تیار کیجئے

(۲) چینا، ساواں اور گرمی میں پیدا ہونے والی ترکاریوں کے بونے کے لئے ترائی کے اضلاع میں جہاں دیر سے پکنے والا دھان بویا جاتا ہے، کچی مٹی میں عارضی کنوئیں بنائیے

(۳) کمپوسٹ بنانے اور جانوروں کی پیشاب ملی ہوئی مٹی کو جمع کیجئے۔

(۴) ایکھ بوئے جانے والے رقبے کو کم کرکے ایک چوتھائی کر دیجئے۔

مارچ

(۱) ساواں، چینا اور گرمی کی ترکاریاں بوئیے۔

(۲) خریف کے اصلاح شدہ بیجوں کے لئے اینڈینٹ جمع کیجئے۔ ضلع کے انسپکٹر زراعت کو جانئے پر اپنے دستخط سے لکھ دینا چاہئے کہ کس زمین کے لئے کون سا بیج موزوں ہوگا۔ جسے کہ وہ دینگے۔

(۳) کمپوسٹ بنانے اور پیشاب کی کھاد بنانا جاری رکھئے۔

اپریل

(۱) گنے کی قطاروں کے درمیان کم بڑھنے والی گرمی کی ترکاریاں اور چارے کے لئے گوار بوئیے۔

(۲) نہر والے رقبوں میں ملیوا نکے ساتھ ساتھ چارے کے لئے گوار اور مکا بوئیے۔

(۳) پہلی اپریل تک خریف کے بیجوں کا اینڈ نیٹ گاؤں سدھار سکریٹری کے پاس بھیجئے۔

(۴) تالابوں میں جمع شدہ ایسی ریت کو جو پانی سے بہکر جمع ہوئی ہو دھان کے کھیتوں یا ہلکی پیداوار کے کھیتوں میں گاڑی سے ڈالئے۔

(۵) برسات میں کمپوسٹ بنانے کے لئے پتیاں یا دوسرے سڑے ہوئے کیمیاوی اجزا جمع کیجئے۔

مئی

(۱) آبپاشی کرکے چارے کے لئے جلد پیدا ہونے والا مکا اور گوار بوئیے۔

(۲) نہر والے حصوں میں سینچائی کرکے ہری کھاد کے لئے سنئی بوئیے۔

(۳) برسات میں کمپوسٹ بنانے کے لئے چیزیں جمع کیجئے۔

(۴) گنے کے کھیت میں کنارے کنارے رینڈی کے اصلاح شدہ بیج بوئیے۔

السی اور سرسوں کی فصلوں کی سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کی آخری رپورٹ

جناب سی مایاداس ڈائریکٹر محکمہ زراعت یوپی نے السی اور سرسوں کی سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کی فصلوں کی آخری رپورٹ شائع کی ہے جو درج ذیل ہے۔

گذشتہ ۵ سالوں میں سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء یوپی میں السی سرسوں اور رائی کی کھیتی کا اوسط ہندوستان میں انھیں فصلوں کی کھیتی کے کل رقبہ کا بالترتیب ۹ر۶ اور ۴ر۴۲ فیصدی رہا۔

اس سال السی کی کاشت کا رقبہ ۸۰۲۸۵ ایکڑ یعنی ۵ر۱۳ فیصدی کم رہا۔ لیکن سرسوں اور رائی کے کھیتوں کا رقبہ ۲۲۴۱۸ ایکڑ یا ۸ر۶ فیصدی زیادہ رہا۔

اس سال السی اور سرسوں آزادانہ طور پر کتنی بوئی گئی اور اس کے مقابلے میں گذشتہ سال کتنی بوئی گئی تھی یہ فہرست ذیل سے معلوم ہو جائیگا۔

	سنہ ۱۹۴۰-۴۱ء ایکڑ	سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء ایکڑ
السی	۲۵۵-۴۴ (ترمیم شدہ)	۱۷۴۹
سرسوں	۲۶۲۱۹۸ (" ۴۷۶۱ ایکڑ حسب دستور اندازہ کئے ہوئے رقبہ کو ملاکر)	۲۸۴۵۸۵ (جس میں ۴۷۶۱ ایکڑ حسب دستور ترمیم شدہ رقبہ کا شامل ہے)

السی اور سرسوں کی عام پیشنگوئی جو دوسری فصلوں کے ساتھ ملاکر کنارے کنارے اور قطاروں میں بوئی گئی ۶۴۶۰۰۰ اور ۲۸۱۶۰۰۰ ایکڑ بالترتیب ہے جو پچھلے سال کے مقابلہ میں ترتیب وار ۵۸۵۴۰۰۰ اور ۲۴۶۷۰۰۰ ایکڑ ہے۔

السی اور سرسوں دونوں کی تھوڑا بہت اولے سے اور پانی کی کمی کے باعث نقصان اٹھانا پڑا۔ گذشتہ سال کا ترمیم شدہ اندازہ ۴۹۰۰۰ ٹن تھا۔ اور سرسوں کا اندازہ ۵۳۰۰۰ ٹن کیا گیا۔ گذشتہ سال کا اندازہ ۵۴۰۰۰ ٹن تھا۔ دونوں سال کی سرسوں کی پیداوار میں حسب دستور بوئی جانے والی سرسوں کی ۵۵۶ ٹن پیداوار بھی شامل ہے۔

السی اور سرسوں کی دوسری چیزوں کے ساتھ ملی ہوئی پیداوار کا اندازہ خوخاص طور سے خانگی ضروریات کے لئے بوئی گئی بالترتیب ۱۰۷۰۰۰ اور ۵۳۳۰۰۰ ٹن ہے۔

علیحدہ سے بوئی جانے والی اور دیگر فصلوں کے ساتھ بوئی جانے والی ان فصلوں کا اندازہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں گذشتہ سال کی پیداوار کے اعداد بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

السی

	سنہ ۱۹۴۰-۴۱ء ٹن	سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء ٹن
خالص	۴۹۰۰۰ (ترمیم شدہ)	۲۹۰۰۰
ملی ہوئی	۱۱۲۰۰۰	۱۰۷۰۰۰

سرسوں

	سنہ ۱۹۴۰-۴۱ء ٹن	سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء ٹن
خالص	۵۴۰۰۰ (ترمیم شدہ)	۵۳۰۰۰
ملی ہوئی	۵۱۷۰۰۰	۵۳۳۰۰۰

صوبہ کے منتخب بازاروں کے لئے سرسوں کی قیمت اوسطاً ۳۰ر اپریل سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء کو حسب ذیل تھی۔

دام - ۸۲ ۲/۷ پونڈ کے فی من کے حساب سے -

سنہ ۱۹۴۱ء	سنہ ۱۹۴۲ء
۴ روپئے ۶ آنے ۱۱ پائی	۴ روپئے ۷ آنے ۔ پائی

سنہ ۱۹۴۲ء میں گیہوں کی چوتھی (آخری) رپورٹ

گذشتہ ۵ سال سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء تک یوپی میں گیہوں بوئی جانے والی زمین کا رقبہ سارے ہندوستان میں گیہوں کی فصل کے رقبہ کا ۴ر۲۱ فیصدی رہا۔

گذشتہ ۵ سال سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء تک آبپاشی کرکے بوئے جانے والے گیہوں کے کھیتوں کا رقبہ (الف) برطانی ہند کے رقبہ کا ۳ر۴۵ فیصدی اور یوپی کے رقبہ کا ۱ر۳۵ فیصدی بالترتیب رہا۔

رقبہ - فصلوں کی سرکاری پیشگی رپورٹ کے مطابق کچھ حصوں میں جہاں بند وبست اور کاغذات کی دیکھ بھال کی وجہ سے پیداوار کی تفصیل تیار نہیں کی جا سکی۔ علیحدہ نیز

جَو اور چنے کے ساتھ ملا کر بوئے جانے والے گیہوں کے رقبہ کی سرکاری رپورٹ گذشتہ سال کے ۷،۹۵۷،۹۲۳ ایکڑ کے مقابلہ میں اس سال ۷،۸۱۹،۳۰۱ ایکڑ کی ہے۔ گذشتہ سال کا رقبہ (دونوں میں حسب دستور ۱۴۸۴۶۱ ایکڑ کا تخمینہ کیا ہوا رقبہ شامل ہے) ۱۳۸۶۲۲ ایکڑ یا ۱،۷ فیصدی کی کمی ظاہر کرتا ہے۔ یہ کمی میرٹھ، سہارنپور، بلند شہر، گورکھپور، فیض آباد اور نینی تال کے اضلاع کو چھوڑ کر سبھی اضلاع میں ہوئی ان اضلاع میں بالترتیب ۷۲۵۱۷، ۳۵۳۵۲، ۴۱۳۴۲، ۱۴۱۵۷ اور ۷۵۰۴ ایکڑ کا اضافہ ہوا۔

پیداوار۔ فروری سنہ ۱۹۴۲ء تک کی موسمی حالت کی تفصیل اس سال کی گذشتہ موسمی پیشینگوئی میں دی جا چکی ہے۔ مارچ کے پہلے ہفتے میں ادھر اُدھر کچھ ہلکی بارش ہوئی اور اپریل کے چوتھے ہفتے کے علاوہ جو خشک گزرا چاروں طرف بارش ہوئی۔

کئی اضلاع سے خشکی، چوہوں، پودوں کی بیماریوں اور اولوں سے کچھ نقصان پہنچنے کی خبر ملی ہے کہا جاتا ہے کہ دانہ عام طور پر سکڑ گیا اور انکا رنگ بگڑ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فصل کی پیداوار کی تیسری پیشینگوئی ۸،۷ فیصدی سے گھٹ کر ۴،۷ فیصدی ہو گیا۔ پچھلے دس برسوں میں عام حالات میں یہ اوسط ۹،۷ فیصدی رہا۔

علٰحدہ بوئے جانے والے گیہوں کی پیداوار کا تخمینہ اس سال ۲۰۲۴۰۰۰ ٹن کیا گیا ہے۔ پچھلے سال یہ تخمینہ ۲۱۹۲۰۰۰ ٹن کیا گیا تھا جو اور چنے کے ساتھ ملا کر بوئے جانے والے گیہوں کا تخمینہ ۵۳۲۰۰۰ ٹن ہے اس طرح کل میزان جس میں ۵۲۰۰۰ ٹن حسب دستور کی جانے والی پیداوار کا تخمینہ شامل ہے ۲۵۹۸۰۰۰ ٹن ہوتا ہے۔ پچھلے سال اسی وقت ۲۸۴۰۰۰۰ ٹن کا تخمینہ کیا گیا تھا۔ آخری ترمیم شدہ تخمینہ ۲۸۲۶۰۰۰ ٹن تھا۔ (دونوں میں) ۵۲۰۰۰ ٹن حسب دستور تخمینہ کی ہوئی پیداوار شامل ہے، گیہوں جو جَو اور چنے کے ساتھ ملی ہوئی فصل بوئی جاتی ہے خاص طور پر مستقل طور پر کھپ

جاتا ہے اور باہر بھیجے جانے والے اسٹاک میں شامل نہیں ہوتا۔

دام۔ پچھلے سال کی بہ نسبت اس سال گیہوں کے دام میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ یہ بات نقشہ ذیل سے ظاہر ہو جائیگی۔ یہ نقشہ یوپی کے منتخبہ بازاروں کے نرخ کا ہے جس میں فصل کے وقت (۱۵ مارچ) کی قیمت کا اوسط معلوم ہوتا ہے۔

گیہوں کا نرخ ۸۲ ۲/۷ پونڈ فی من کے حساب سے

سنہ ۱۹۴۱ء روپیہ	آنہ	پائی	سنہ ۱۹۴۲ء روپیہ	آنہ	پائی
۳	۵	۷	۶	۰	۱۰

ریاست رامپور میں بوئے جانے والے گیہوں کے کھیت کا رقبہ اور پیداوار بالترتیب ۱۲۸۳۶۹ ایکڑ اور ۴۹۰۰۰ ٹن ہے۔ پچھلے سال یہ رقبہ اور پیداوار (ترمیم شدہ) بالترتیب ۱۱۱۶۸۱ ایکڑ اور ۳۵۰۰۰ ٹن تھی۔

صوبائی زراعتی پیداوار

جب سرجان رسل نے سنہ ۱۹۳۶-۳۷ء میں ہندوستان کا دورہ کیا تو اُنھوں نے مختلف صوبوں میں پیدا ہونے والی اشیاء خوردنی کی ایک فہرست مرتب کی جس میں ان اشیاء خوردنی کی تفصیل ٹنوں میں دیکر مقابلہ کیا گیا تھا۔ اگر ہم اس فہرست کو مکمل کرلیں تو اس سے ہم مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچینگے

پنجاب

پنجاب میں خاص خاص اشیاء خوردنی ساٹھ لاکھ من پیدا ہوئیں۔ اسکا ۷۳ فیصدی ربیع کی فصل میں پیدا ہوا اور باقی ۲۷ فیصدی خریف میں پیدا ہوا۔ ربیع کی پیداوار کا تناسب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

گیہوں	۵۸	فیصدی
چنا	۱۲	"
جو	۳	"
کل	۷۳	فیصدی

مختلف قسم کی خریف کی پیداوار

چاول	۸	فیصدی
مکا	۷	"
گڑ	۶	"
باجرہ	۵	"
جوار	۱	"
کل	۲۷	فیصدی

پنجاب میں عموماً ۳ کروڑ ایکڑ زمین پر کھیتی کی جاتی ہے دو فصلی رقبہ صرف ایک ہی فیصدی ہے مگر نہر سے سینچا جانے والا رقبہ کاشت کے رقبہ کا ۷۵ فیصدی ہے۔ صوبہ کی آبادی دو کروڑ اسی لاکھ ہے۔

یوپی

اس صوبہ میں پیدا ہونے والی خاص اشیاء خوردنی کا وزن تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ ٹن ہے۔ اس میں سے تقریباً ۵۰ فیصدی زمین میں ربیع کی فصل پیدا کی جاتی ہے۔ گیہوں ۲۴ فیصدی، چنا ۱۴ فیصدی اور جو ۱۲ فیصدی پیدا ہوتا ہے۔ خریف کی پیداوار میں چاول ۱۸ فیصدی، مکا ۶ فیصدی اور باجرہ و جوار ۴ فیصدی پیدا ہوتی ہے۔

یوپی میں ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ ایکڑ زمین پر کھیتی ہوتی ہے لیکن ایسی زمین جسپر دونوں فصلیں پیدا ہوتی ہیں ۸۰ لاکھ ایکڑ یا ۲۳ فیصدی سے کم نہیں ہے۔ سینچی جانے والی زمین ۳۴ فیصدی ہے۔ صوبہ کی آبادی ۴ کروڑ ۵۰ لاکھ ہے

صوبہ متوسط

صوبہ متوسط کی حالت پنجاب کے بالکل برعکس ہے اور راگھنی فصل کہیں بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے۔ یہ کل پیداوار کی ۶۷ فیصدی ہوتی ہے لیکن ربیع کی فصل صرف ۲۴ فیصدی ہی پیدا ہوتی ہے۔ چاول ۴۵ فیصدی جوار ۳۰ فیصدی ہوتی ہے لیکن گیہوں صرف ۱۸ فیصدی ہوتا ہے۔ آبادی کا اندازہ ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ہے۔ اشیاء خوردنی کی پیداوار کا اندازہ ۴۰ لاکھ ٹن ہے۔

بہار

اُپہن کی فصل یہاں بھی زیادہ ہوتی ہے جو کل پیداوار کی ۷۰ فیصدی ہوتی ہے اس میں سے دھان ۱۵ فیصدی اور گیہوں ۶ فیصدی ہوتا ہے۔ آبادی ۳ کروڑ ۶۰ لاکھ ہے۔

بنگال

بنگال زراعتی صوبہ ہے۔ چاول خاص فصل ہے جو اشیاء خوردنی کا ۹۰ فیصدی ہوتا ہے۔ ربیع اور خریف کی فصلوں کے مقابلہ کا یہاں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ کچھ اضلاع میں دھان کی کم از کم ۳ فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ آبادی ۶ کروڑ ہے۔

یوپی میں اُپہنی فصلوں کے لئے جو رقبے مقرر کئے گئے ہیں وہ بہت ہی مناسب ہیں میرٹھ ڈیویژن کو چھوڑ کر ایک مشرق میں اور ترائی کی اُس پٹی میں جو شمال بجنور سے لیکر گورکھپور کے جنوب تک پھیلی ہے بہت ہی بھرپور ہے۔

جوار کا ۲ تہائی حصہ جھانسی، الہ آباد اور آگرہ کی کمشنریوں میں پیدا کیا جاتا ہے۔ جھانسی کمشنری کے چار اضلاع تو جوار کی پیداوار کے خاص مقامات ہیں۔ کانپور الہ آباد اور فتح پور کے اضلاع میں جوار خاص تجارتی غلہ ہے۔

آگرہ کمشنری میں باجرہ بھی خوب ہوتا ہے لیکن زیادہ تر بدایوں، مراد آباد، اٹاوہ اور الہ آباد کی ہلکی مٹی میں بویا جاتا ہے۔

دوسری طرف مکا خاص مشرقی اضلاع میں عموماً ہوتی ہے۔ خصوصاً گونڈہ اور بہرائچ کے اضلاع میں جہاں یہ بغیر سینچائی کے بوئی جاسکتی ہے۔ میرٹھ، بلند شہر اور علیگڑھ کے اضلاع میں یہ نہر سے سینچائی ہونے والے حصوں میں بوئی جاتی ہے اُن رقبوں کے علاوہ یہ جونپور، سیتاپور اور کھیری میں بہت رائج ہے۔

چاول مشرقی اضلاع خصوصاً اودھ اور سب ہمالیہ کی ترائی کے ضلعوں میں خوب پیدا ہوتا ہے۔ یہ مانسون سے پیدا ہونے والی فصل ہے اور مجموعی طریقوں کو ملا کر صرف ۸ فیصدی کھیتی کی سینچائی ہوتی ہے۔ یہی خاص سبب ہے کہ فصل گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور اچھی فصل کا ہونا مسلسل اور کافی بارش پر منحصر ہے۔

اشیاء خوردنی کی پیداوار بڑھانے کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کسانوں کو ایسی فصل پیدا کرنے کے لئے لالچ دینا مناسب نہیں ہے جو مقامی حالات کو دیکھتے ہوئے مناسب نہ ہو۔ فصلیں ایسے رقبوں میں بوئی جائیں جو اس قسم کی آب و ہوا کو بھی برداشت کر سکیں۔ اس لئے ہمیں بندیلکھنڈ میں جوار، آگرہ میں باجرہ اور مذکورہ بالا اضلاع میں مکا بونے کے لئے ترغیب دینی چاہئیے۔

بلاشبہ محکمہ آبپاشی اس بات کی پوری کوشش کر رہا ہے کہ اگر کسانوں کو پانی کی قلت کے باعث مانسون کی راہ دیکھنی پڑے تو آبپاشی کے ذریعہ سینچائی اور بیج کی بوائی کا جس طرح ممکن ہو معقول انتظام کر دیں۔ مشرقی اور مغربی دونوں صوبوں کے نہروں کے سرکاری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد تیار ہونے والی خریف کی فصل کا رقبہ اس سال گذشتہ برسوں کے عام حالات کے مقابلہ میں زیادہ سینچے گئے۔

اعداد شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۱ء کی بہ نسبت اس سال گنا بویا جانے والا رقبہ چالیس فیصدی زیادہ سینچا گیا اور گنا بویا جانے والا رقبہ گذشتہ برسوں کے رقبوں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ ہوگا۔

ملوں میں اور زیادہ سفید شکر پیدا کرنے کے سوال کے علاوہ صوبہ میں گڑ کی تجارت بھی ایک خاص چیز ہے۔ گڑ غریب آدمیوں کے کھانے کی چیز ہے۔ خصوصاً دیہات میں کام کرنے والے لوگوں کے لئے۔ اگر عام حالات میں گڑ کی مجموعی پیداوار میں ۵۰ لاکھ ٹن سالانہ کا اضافہ ہو جائے تو اس طرح کسان کو بڑھی ہوئی پیداوار منافعہ پر فروخت کرنے کا موقع ملے گا اور اسی طرح کام کرنے والے لوگوں کو ترغیب ملے گی۔

روئی بونے کے لئے سوائے ان علاقات کے جہاں اس کے اصلاح شدہ بیجوں کے بونے کی سفارش کی گئی ہے ہر جگہ اسے بونے کے لئے لوگوں کو منع کیا گیا اس کے بجائے تیلہن بونے کی ترغیب دی گئی۔

صوبہ کا محکمہ مال ریونیو بورڈ سے لیکر ۲۷۰۰۰ پٹواریوں تک زیادہ سے زیادہ اشیاء خوردنی پیدا کرنے کے بارے میں لوگوں کو مشورہ دے رہے ہیں۔ ریونیو بورڈ کو ہدایت ملی ہے کہ وہ بیج وغیرہ کے لئے حکام ضلع کے حکم کے مطابق تقاوی تقسیم کریں۔ اور اگر زیادہ روپئے کی ضرورت ہو تو محکمہ مال سے روپیہ مانگنے میں ذرا بھی نہ جھجکیں اسی طرح گاؤں سدھار افسر صاحب نے بھی گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں اور آرگنائزروں کو ہدایت دے دی ہیں اور وہ اپنے محکمہ کے لوگوں کو اس قسم کے پروپیگنڈے کے فوائد سمجھانے کے لئے اضلاع کا دورہ کرینگے۔

رجسٹرار صاحب محکمہ امداد باہمی نے بھی اسی قسم کے کام شروع کر دیئے ہیں۔

محکمہ زراعت نے اپنے محکمہ کے ملازموں کے نام ہدایات جاری کی ہیں۔ ڈائریکٹر صاحب و ڈپٹی ڈائریکٹران محکمہ زراعت نے بیجوں کے لئے جو پیشگی جاری کی وہ ۵۵ لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔

کورٹ آف وارڈ کے پریسیڈنٹ نے خود سب اضلاع کے منیجروں کو ان ریاستوں میں جن کے وہ انچارج ہیں، سمجھا دیا ہے کہ غلہ پیدا ہونے والی زمین پر زیادہ سے زیادہ غلہ فروخت کیا جائے۔

برطانی ہند ایسوسی ایشن، آگرہ زمیندار ایسوسی ایشن اور مظفر نگر زمیندار ایسوسی ایشن سے بھی ایسا ہی کرنے کو کہا گیا ہے۔

ہی،

زیادہ سے زیادہ اشیاء خوردنی پیدا کرنے کی سب سے بڑی دلیل وہ زیادہ قیمت ہے جو کسانوں کو نہ صرف اگلی پچھلی خریف کی فصل سے ملی تھی بلکہ جو موجودہ ربیع کی فصل سے انھیں ملی ہے کسانوں کو اتنا دام، جتنا انھیں اس بار ملا ہے بارہ سال قبل تک کبھی نہیں ملا۔ معمولی غلّوں کے علاوہ ہر قسم کے پھلوں، ترکاریوں اور آلو کا نرخ کافی بڑھ گیا ہے۔ بازار سے تعلق رکھنے والا ہر بالی جانتا ہے کہ اگر وہ صرف زیادہ ترکاری اور آلو کی کاشت کرے تو اُسے اسکا بدلہ بہت جلد ملے گا۔

اگر ہم خریف اور ربیع کی فصلوں کو ملا کر دیکھیں تو ہم صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ دونوں فصلوں کی کاشت کا رقبہ اس فصلی سال میں ۳ کروڑ ۸۰ لاکھ ایکڑ سے کم نہ ہونا چاہئے۔ اور خریف کی فصل کا رقبہ اگر مانسون موافق ہو تو ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ایکڑ سے کم نہ ہونا چاہئے۔ اشیاء خوردنی کا خیال کرتے ہوئے اس صوبہ کے لئے سب سے بڑی آسانی کی بات یہ ہے کہ دونوں فصلوں میں سے ہم مکمل طور پر کسی ایک کے بھروسے پر نہیں ہیں۔ اگر دھان کی فصل ماری گئی تو ہم جوار، باجرہ اور مکا کی اچھی پیداوار کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ اگر جوار کی فصل نہ ہوئی کیونکہ پہلے کی بارش کے باعث وہ وقت پر بوئی نہیں جا سکتی تو جلد پکنے والی دھان کی اچھی فصل ہونی چاہئے۔ اگر بارش اوسط سے کم ہوئی تو ہم سینچائی کے ذریعہ گنے کی فصل کا کافی حصہ بچانے کی اُمید رکھتے ہیں جھانسی اور آگرہ کی کمشنری میں چارے کی کمی کا اثر اس میں شبہ نہیں کہ ہل چلانے والے جانوروں پر بُری طرح پڑا ہوگا۔ لیکن ان صوبوں کے کمشنروں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ دیکھیں کہ افسرانِ ضلع ہل میں جوتے جانے والے بیلوں کی تعدادی کا اینڈ نٹ وقت پر بھیجا جائے اور تحقیق و تفتیش کے بعد وہ یہ بھی دیکھیں کہ

صرف اُنھیں کسانوں کو پیشگی دی جائے جو اس کے مستحق ہیں۔

اکثر یہ سوال ہوتا ہے کہ قحط کے زمانے میں کاشت کی آراضی کا رقبہ بڑھایا کیوں نہیں جاتا۔ اس سوال کا جواب اتنا آسان نہیں ہے۔ موجودہ زمانے میں ۴۵ میدانی اضلاع میں سے ۱۲ اضلاع ایسے ہیں جو اپنی قابل کاشت زمین کے ۸۰ فیصدی رقبہ پر کھیتی کر رہے ہیں۔ دس ضلع ۷۵ سے ۸۰ تک، ۱۳ اضلاع ۷۰ سے ۷۵ اور ۸ ضلع ۵۵ سے ۷۰ فیصدی رقبہ پر کاشت کرتے ہیں صرف دو ضلع ۵۰ فیصدی سے کم زمین پر کھیتی کرتے ہیں۔

ان آٹھ مؤخر الذکر اضلاع میں سے ۴ اودھ میں ہیں۔ وہ رائے بریلی، اناؤ بہرائچ اور کھیری ہیں۔ ان اضلاع میں پرتی پڑی ہوئی بیکار زمینیں ہیں جو آجکل کے نرخ پر منافع پر تو نہ کر تیار کی جا سکیں گی۔ آگرہ میں باندہ، جھانسی، میرپور اور مرزاپور کے اضلاع میں بھی زیادہ تر قابل کاشت اسی قسم کی زمین ہے۔ اگر بارش موافق ہوگئی تو ایسی زمین پر کھیتی ہوگی۔

یہ بات مد ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جانوروں کے مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے مصنفین گاؤں میں ۸۰ فیصدی سے زیادہ رقبہ پر کھیتی کرنے کے خلاف ہیں وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کم از کم ۲۰ فیصدی رقبہ چرائی کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں یو پی میں ہر قسم کے مویشیوں کی تعداد ۳ کروڑ ۲۰ لاکھ تھی۔ بیشتر مصنفین کا خیال ہے کہ دو ایکڑ دودھ دینے والے فی جانور کے چرنے کے لئے زمین چھوڑنا کم از کم ہے۔ سنہ ۱۹۳۵ء میں ۳ سال سے زیادہ عمر کی دودھ دینے والی بھینسوں اور گایوں کی تعداد ایک کروڑ سے زیادہ تھی دودھ کا کافی انتظام، اشیاء خوردنی کے انتظام کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے۔

اس لئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء خوردنی زیادہ پیدا کرنے کا مطلب دو فصلی رقبوں میں پیدا ہونے والی فصلوں کا بڑھانا ہے اس طرح دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو فصلی رقبہ کی پیداوار بڑھانے والے لوگ پہلے ہی سے بارش کی کثرت اور آبپاشی کی سہولت کے متعلق غور کریں گے ۱۴ اضلاع میں ۳۰ فیصدی یا اس سے زیادہ زمین دو فصلی کاشت کی ہے۔ ۲۰ اضلاع میں ۲۰ فیصدی یا اس سے زیادہ لیکن ۳۰ فیصدی سے کم اور ۱۱ اضلاع میں ایسی زمین ۲۰ فیصدی سے کم ہے۔ آبپاشی کی توسیع کرتے ہی خواہ وہ نہر کے ذریعے ہو یا ٹیوب ویل یا معمولی پختہ کنوئیں سے ہو، اس سلسلے میں ترقی کیجا سکتی ہے۔

رموز و نکات

از جناب سردار جلیل سنتہ میر کوٹی

برقِ نظر نے خرمنِ ہستی جلا دیا
اچھا ہوا کہ روز کا جھگڑا مٹا دیا

دیکھا جہاں جہاں پہ ترا نقشِ پا وہیں
ہم نے ہجوم شوق میں سر کو جھکا دیا

کیفِ شرابِ نابِ محبت تو دیکھئے
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بیخود بنا دیا

اس واسطے کہ رازِ محبت نہ ہو عیاں
پہلو میں ہم نے دردِ محبت دبا دیا

میں تو سمجھ رہا تھا تمہیں درد کی دوا
تم نے تو اور دردِ محبت بڑھا دیا

ملتی ہوئی جہاں کہیں دیکھی زکوۃ حسن
ہم نے وہیں پہ دستِ طلب کو بڑھا دیا

ان سے تو مشتِ خاک تلک بھی نہ دی گئی
میں نے انھیں فدائے محبت بنا دیا

دیکھا جہاں پہ آپکا عرق جبین ناز
ہم نے وہیں پہ خونِ جگر کو بہا دیا

انکا جلیل سحرِ تبسم نہ پوچھئے
وہ مسکرا دئے کہ جہاں مسکرا دیا

چھاچھ یا مٹھا

(سید محمد ذکی حیدر نقوی امروہوی۔ آرڈی آرگنائزر ضلع الہ آباد)

دودھ میں سے گھی نکال لینے کے بعد جو حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ چھاچھ یا مٹھا کہلاتا ہے۔ اونچے طبقے کے لوگ اسکو فضول ہی خیال نہیں کرتے بلکہ مضر صحت تصور کرکے اسکے استعمال سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن ایک کسان جس کے یہاں چھاچھ ہوتی ہے وہ اسکو دال اور ترکاری کی جگہ ہر وقت استعمال کرتا ہے۔ اسکے لئے ناشتہ میں چائے کے بجائے خواہ کوئی موسم کیوں نہ ہو یہی ہوتی ہے۔ صبح کو جب کھیت پر اسکے لئے کھانا جاتا ہے تو اس میں روکھی روٹی چٹنی اور چھاچھ ہی ہوتی ہے جس کو وہ کھاکر ایک لوٹا چھاچھ نہایت مسرت کے ساتھ پی لیتا ہے اور تمام دن کام کرتا رہتا ہے۔ گھر میں بچہ سے لیکر بوڑھے تک ہر وقت اسی کا مشغلہ رکھتے ہیں۔ اسکے یہاں ہفتوں ترکاری نہیں پکتی مہمانوں کی تواضع بھی اسی سے کرتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اس قدر کثرت استعمال پر وہ اسکی خوبیوں سے ناواقف ہوتا ہے اور اسکو وہ اپنی غربت کا سہارا خیال کرکے استعمال کرتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ انکو اس کی خوبیاں بتلاکر ان کے دل سے یہ خیال مٹادیں اور خوب اچھی طرح یہ ذہن نشین کردیں کہ یہ ایک بڑی بیش قیمت چیز ہے جس کو وہ حقیر اور غربت کا سہارا خیال کر رہے ہیں۔

تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے اندر ایسے جراثیم پائے جاتے ہیں جو بدن میں داخل ہوکر مختلف بیماریوں کے جراثیم جو انسان کے جسم پر حملہ کرتے ہیں ان کا یہ نہایت دلیری سے مقابلہ کرکے نیست و نابود کردیتے ہیں۔ اس وقت یہ قلعۂ جسم انسانی کے محافظ اور پاسبان ہوتے ہیں جہاں قوی سے قوی دشمن کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے جس کے سبب انسان ہر بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہ نسبت شہر کے دیہات والوں کی تندرستی اچھی ہوتی ہے۔ باوجودیکہ دیہا میونسپل بورڈ ڈسٹرکٹ بورڈ تندرستی قائم رکھنے کے اصولوں پر کافی توجہ دیتے ہیں اور کثیر رقم اس میں صرف ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جگہ جگہ حکیم اور ڈاکٹر موجود ہیں جنھوں نے اپنی دکانوں پر بڑے بڑے سائن بورڈ لگائے ہیں جن پر موٹے حروف سے تحریر ہے "کشتی انسانی کے ناخدا" اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم اس کشتی کو زندگی کے سمندر میں صحیح سلامت پار لگادیں گے لیکن اس پر بھی نوے فیصدی کشتیاں اسکے پانی میں جھکولے کھاتی نظر آتی ہیں۔ صبح کو اگر کسی روز انکے یہاں جاکر دیکھا جائے تو دوکان پر اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ انکو بات کرنیکی فرصت نہیں ہوتی۔ جن لوگوں کو اپنی تندرستی پر ناز ہے وہ بھی کسی نہ کسی پوشیدہ بیماری کے شکار ضرور ہیں۔ برخلاف اسکے دیہات میں نہ کوئی صفائی کا انتظام ہے نہ اطبا کی امداد۔ انکے تنگ اور چھوٹے مکانات ہوتے ہیں انھیں میں یہ خود بھی رہتے ہیں اور مویشی بھی۔ پھر بھی انکی تندرستیاں نہایت عمدہ ہوتی ہیں۔ ایک سن رسیدہ شخص وہ کام انجام دے لیتا ہے جو وہاں کے نوجوانوں کے امکان سے باہر ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ ہر بیماری پیٹ اور معدہ سے پیدا ہوتی ہے اور چھاچھ معدہ کے اصلی فعل کو قائم رکھنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ ہر ثقیل سے ثقیل غذا کو فوراً ہضم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکے قریب بیماری نہیں آتی۔

اب اسکی تصدیق میں ہم چند برگزیدہ حکما کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ انکا قول ہے کہ ہر خوردنی شئے ہضم کرنے کے لئے چھاچھ نہایت مفید چیز ہے جسم میں مانع السرایت مواد کے جراثیم پیدا کرتی ہے۔ بعض گرہنتوں میں تحریر ہے کہ یہ اندر کو بھی حاصل نہیں ہوئے۔ ویدک گرنتھ اس کی تعریف سے پُر ہیں۔ ایوروید میں اسکو مرض سنگرہنی کا قاتل بیان کیا گیا ہے اور حکما کا یہ تجربہ ہی ہے کہ بیماری مذکور بغیر چھاچھ کے دور نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے بہت سے امراض کا تریاق اور اکثر دواؤں سے افضل سمجھی گئی ہے۔ اس میں الکٹک ایسڈ موجود ہے جس کے باعث پیٹ میں گیس پیدا کرنیوالے جراثیم پر اسکا نہایت عمدہ اثر ہوتا ہے۔ اس میں گوشت پیدا کرنیوالے پروٹین کے نہایت لطیف ذرات پائے جاتے ہیں۔ ثقیل اور ناقابل انہضام غذاؤں کے ہضم ہونے میں مدد ملتی ہے۔ اس میں کیلسیم میگنیشیم پروٹین سوڈیم فاسفورس کلورین گندھک وغیرہ نمک ہوتے ہیں جو گوشت اور ہڈی کی پرورش کرتے ہیں۔ اسکے پینے سے انتڑیوں میں خون کا دورہ بڑی تیزی سے ہونے لگتا ہے جس سے غذا کا غیر منہضم حصہ جو انتڑیوں میں سڑنے لگتا ہے نیز دیگر تمام غلاظتیں صاف ہوجاتی ہیں۔ رطوبت ہاضمہ پیدا ہوکر قوت ہاضمہ کو بڑھاتی ہے۔ آلات و براز کے افعال کو طاقت ملتی ہے۔ ایک خاص خوبی اس میں یہ ہے کہ اس کے استعمال کرنیوالے کو زائل شدہ بیماری پھر کبھی عود نہیں ہوتی۔ فرانس کے ڈاکٹروں کا تجربہ ہے کہ چھاچھ پینے والوں کو بڑھاپا جلد نہیں آتا۔ تازہ اور میٹھی چھاچھ پینے سے انتڑیوں میں زہر پیدا کرنے والے کیڑے نیست و نابود ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ پیٹ میں داخل شدہ زہروں کو دفع کرنے کے لئے چھاچھ ایک امرت ہے۔

ناظرین! چھاچھ کی خصوصیات پر مفصل طریقہ سے روشنی ڈالدی گئی ہے۔ ایسی صورت میں اس سے پرہیز کرنا اس کے فوائد سے محروم رہنا ہے حکما کی رائے میں گائے کے دودھ کی چھاچھ نہایت مفید ہے نیز اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ بھینس کے دودھ کی چھاچھ میں سونٹھ۔ سیاہ مرچ۔ پیپل۔ سیندھا نمک کا سفوف ڈال کر پیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جنگل کا اثر پانی پر

(محکمہ اصلاح دیہات)

جب بارش ہوتی ہے تو اس کی بوندیں درختوں جھاڑیوں اور گھاس کے پتوں پر پڑتی ہیں۔ پھر ٹہنیوں اور تنے کے ساتھ ساتھ بہتی ہوئی زمین تک جا پہنچتی ہیں۔ کچھ پتوں اور ٹہنیوں سے زمین پر ٹپکتی ہیں۔ اس طریقہ سے ان بوندوں کی طاقت زائل ہو جاتی ہے اور وہ کچھ نقصان نہیں کر سکتیں۔

درختوں کے نیچے زمین پر گلی سڑی پتیوں کا بچھونا بچھا ہوتا ہے جس کو نباتاتی کھاد کہتے ہیں۔ جو بوندیں پتیوں اور ٹہنیوں سے نیچے ٹپکتی ہیں۔ اس میں جذب ہو جاتی ہیں۔ نباتاتی کھاد کی اس تہ کے ذریعہ جو اسفنج کا کام دیتی ہے۔ بارش کا پانی زمین کے اندر جذب ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ برسات کا تمام پانی درختوں، جھاڑیوں، گھاس اور زمین پر بچھی ہوئی نباتاتی کھاد کی بدولت زمین کے اندر جذب ہو جاتا ہے۔

یہی پانی زمین سے چشموں کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ جو سال بھر بہتے رہتے ہیں۔ اور نالوں میں پانی مہیا کرتے ہیں۔ جس سے انسان کے کئی کام چلتے ہیں۔ ایسے بہت سے نالوں کا پانی ملتا ہے تو بڑے نالے اور پھر ان سے دریا بنتے ہیں۔

جن دریاؤں کے طاس پر جنگل بکثرت ہوتے ہیں۔ اُن میں اور اُن کے معاون ندی نالوں میں سال بھر کافی پانی رہتا ہے جو نہ صرف پہاڑی علاقہ میں زراعت کے لئے آب پاشی کے کام آتا ہے۔ بلکہ نیچے نہروں کو بھی متواتر پانی بہم پہنچاتا ہے۔

برہنہ زمین کا منظر

نہ درخت موجود ہیں نہ جھاڑیاں اور نہ گھاس۔ زمین پر نباتاتی کھاد ندارد۔ بارش کی بوندیں اپنے پورے زور سے زمین پر پڑتی ہیں اور جہاں جہاں گرتی ہیں زمین کی سطح کو کاٹتی جاتی ہیں۔ زمین میں پانی جذب نہیں ہوتا بلکہ اوپر ہی اوپر بہنا شروع ہو جاتا ہے چونکہ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی اس لئے اس کی رفتار رفتہ رفتہ تیز ہوتی جاتی ہے، پھر ان نالوں کا پانی مل کر ندیوں اور دریاؤں میں مل جاتا ہے۔

بارش شروع ہونے سے چند گھنٹے بعد ندیوں اور دریاؤں میں طغیانی آ جاتی ہے اور جب تک بارش رہتی ہے پانی زیادہ مقدار میں تیزی سے بہتا رہتا ہے۔ ادھر بارش بند ہوئی اُدھر چند گھنٹوں کے بعد طغیانی ختم بلکہ پانی بہنا بھی بند ہو گیا۔ کھڈوں کی تہ خشک ہو گئی۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کبھی بارش ہی نہیں ہوئی جب کھڈوں کی یہ حالت ہو تو دریاؤں میں پانی سال بھر کیسے مہیا ہو سکتا ہے۔ برسات کے ختم ہوتے ہی دریاؤں میں پانی کم ہونا شروع ہوا۔ حتیٰ کہ موسم سرما میں بہت کم ہو گیا۔ جو نہریں چلتی تھیں بند ہو گئیں۔ فصل خشک ہونے لگی۔

چنانچہ ضلع ہوشیارپور کی بالکل یہی حالت ہے ادھر بارش ہوئی اُدھر چو (کھڈ) میں طغیانی آئی۔ جب بارش بند ہوئی تو چو خشک ہو گئی۔ وہ چو جن میں آج سے قریباً سو سال پہلے سارا سال پانی چلا کرتا تھا اور جن سے ہزاروں ایکڑ زمین کی آبپاشی ہوتی تھی اب بالکل خشک ہیں اور زمین ناقابل کاشت ہو چکی ہے۔

پہاڑی دریاؤں کے پانی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ جب پہاڑوں میں پانی نہ ہو تو نیچے والے رقبہ بہنے والی چو اور کھڈوں میں پانی کہاں سے آئے۔ وہ خشک ہو گئیں۔ اس وجہ سے چشمے اور کنویں خشک ہونے لگے اور ان میں پانی کی سطح گرنے لگی چنانچہ اب یہ افسوسناک حالت ہے کہ ہزارہا کنویں خشک ہو چکے ہیں اور بے شمار چاہی زمینیں بارانی ہو چکی ہیں۔

اس کی وجہ کیا ہے؟

جب ہندوستان میں انگریزی عملداری قائم ہوئی تو دیہات۔ قصبوں اور شہروں کی آبادی بڑھنے لگی۔ اس نسبت سے لکڑی اور ایندھن کی مانگ بھی بڑھتی گئی۔ لوگوں نے جنگلوں سے درخت اور جھاڑیاں کاٹ کر شہروں میں فروخت کر دیں۔ مال مویشی زیادہ رکھنے لگے۔ ان کی بے حد چرائی کے سبب گھاس بھی ختم ہو گئی اور زمین برہنہ ہو گئی۔

لیکن تمام ضلع کی یہ حالت نہیں ہے۔ پتہ جات۔ پنجل۔ لوہار اور دھروئی میں ۱۸۷۵ء سے ہی تقریباً دس ہزار ایکڑ رقبہ جنگل حکومت زیر نگرانی ہے۔ یہ تیس میل لمبا ہے اور ایک خاص خطہ کی شکل میں واقع ہے۔ یہ خطہ کہیں ایک میل کہیں دو میل یا اس سے بھی زائد چوڑا ہے۔ اور سولہ سنگی پہاڑ کی مغربی جانب ہے۔ اس میں مال مویشی۔ بھیڑ۔ بکری اور اونٹ کی چرائی بالکل بند ہے۔ درختوں اور گھاس کی کٹائی بھی حکومت کے زیر انتظام ہے جب اس میں سے گزریں تو ہر ایک کھڈ میں کافی پانی چلتا ہوا ملتا ہے۔ جو اس جنگل کی بالائی حد سے شروع ہوتا ہے اور جب جنگل سے باہر نکلتا ہے۔ تو کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ موسم گرما میں یہی پانی کافی رہتا ہے اور نیچے والے گاؤں اس سے پن چکیاں چلاتے ہیں اور زمین کی آب پاشی کرتے ہیں۔ مگر یہ ایک میل نیچے جا کر خشک ہو جاتا ہے اس خطہ کے پاس جو جنگل عوام کی ملکیت تھے کلہاڑوں کی نذر ہو چکے ہیں اور وہاں کے کھڈوں میں کوئی پانی نہیں ہے۔

علاج

کیا اس کا کوئی علاج بھی ہے، ہاں ضر[ور] ہے، بن بنجر اور کھڈوں کے رقبہ میں مال م[ویشی] بھیڑ۔ بکری اور اونٹوں کو ہرگز نہیں چرنا [...] چند سال بعد گھاس پیدا ہو جائے گی۔ جو ...

ڈھانپ سکے گی۔ پھر درخت اور جھاڑیاں لگائی جائیں جس سے برسات کا پانی زمین میں جذب ہوگا۔ کھڈوں میں طغیانیاں کم ہوں گی اور ان میں پانی دیر تک چلے گا۔ کنوؤں میں بھی پانی اُمڈ آئے گا۔

مویشی کی سالانہ نمائش

مویشی کی پہلی سالانہ نمائش فروری ۱۹۳۸ء میں بمقام نئی دہلی ہوئی تھی۔ اگرچہ اس کی حیثیت محض ایک تجربے کی تھی۔ لیکن یہ تجربہ اس قدر کامیاب ہوا کہ حکومت ہند نے اس کے لئے ۲ لاکھ ۵۵ ہزار روپئے منظور کر دئے۔ اس نمائش میں ۸۸۴ مویشی شامل ہوئے تھے۔

دوسری نمائش ۱۳ فروری سے ۱۸ فروری ۱۹۳۹ء تک رہی۔ اس میں ۶۳ مویشی تھے۔ تیسری نمائش ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ اگرچہ اس سال ہندوستان کے بعض حصوں میں قحط پھیلا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ جنگ بھی چھڑ چکی تھی پھر بھی یہ نمائش بے حد کامیاب ہوئی اور مویشی کی تعداد ۷۰۶ تک پہنچ گئی۔ چوتھی نمائش میں جو ۱۹۴۱ء میں ہوئی تھی۔ ۸۱۹ مویشی شامل کئے گئے۔ اس کے علاوہ مرغی خانہ کو نمائش میں شامل کر لیا گیا۔ اس نمائش میں ساڑھے بیس ہزار روپئے انعام کے طور پر تقسیم کئے گئے۔ پانچویں سالانہ نمائش ۱۶ فروری سے ۲۱ فروری ۱۹۴۲ء تک نئی دہلی میں ہوتی رہی ہے۔ اس سال صرف ۵۰۰ مویشی نمائش میں شریک ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکے بھاؤ نگر اور بنگلور میں دو الگ نمائشیں ہو چکی ہیں۔

ہز ایکسیلنسی وائسرائے لیڈی لنلتھگو کے ساتھ ۱۸ فروری کو نمائش دیکھنے تشریف لائے۔ چونکہ نمائش کی آخری تاریخ کو موسم خراب تھا اسلئے ہز ایکسیلنسی خود انعام تقسیم نہ کر سکے۔ اس نمائش میں بعض لوگوں کو کپ ملے۔ بعض کو نقد روپیہ جن لوگوں کے مویشی انعام کے لائق نہ سمجھے گئے ان میں بھی کچھ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ تاکہ انھوں نے نمائش میں شامل ہونے کے لئے جو تکلیف اٹھائی ہے۔ اس کا کچھ معاوضہ انھیں مل جائے۔

(پنجابت)

مالٹ

(از جناب بھارتن کمارپّا)

چونکہ مالٹ جلد ہضم ہو جاتے ہیں اسلئے وہ اکثر کمزور انسانوں اور بچوں کو کھلائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر مثلاً اوولٹین، ہارلکس میلنس فوڈ، ہورلکس اور مالٹ ایکسٹریکٹ غیر ممالک سے آتے ہیں۔ مگر اب ذرائع آمد و رفت کی دقتوں کے باعث ان کی قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں اور کچھ دنوں کے بعد ممکن ہے کہ ان کا ملنا بھی مشکل ہو جائے۔ اس لئے جو لوگ صرف انھیں پر گزارہ کر سکتے ہیں وہ انھیں زیادہ سے زیادہ قیمت دے کر زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ یہ چیزیں ہم خود نہیں بنا سکتے یہ ہم نے یقین کر لیا ہے۔ مشینوں کی تیار کی ہوئی اشیاء استعمال کرنے کا عادی ہو جانے پر انسان کس طرح مجبور و بیچارہ ہو جاتا ہے۔ یہ مذکورہ بالا رضا جوئی سے ظاہر ہے۔ تیار چیزیں خریدنے کی اُسے ایسی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ خود اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے اور خود کچھ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مالٹ بنانا کوئی عجیب و غریب بات نہیں۔ چھوٹے پیمانہ پر بسنے والے کسی بھی اناج سے وہ آسانی سے بنایا جا سکتا ہے۔ صرف ضبط و استقلال کی ضرورت ہے۔

جنوبی ہند میں کئی اشخاص نے راگی (منڈل یا اکورا) سے بہت اچھا مالٹ بنانے میں کمال حاصل کیا ہے۔ ہمارے ایک ممبر مسٹر این راجگوپلن میل شانکمپم، پوسٹ انور بہت اعلیٰ پیمانے پر یہ تیار کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے مالٹ بنانے کا طریقہ حسب ذیل ہے:۔

عمدہ قسم کی راگی کے چھ پیمانے لیکر اُسے سولہ گھنٹے تک پانی میں بھگو کر رکھئے مگر ہر چار گھنٹے کے بعد پانی بدلتے رہئے۔ اسکے بعد سب پانی نکال دیجئے اور راگی سوکھنے کے لئے کمرے میں پھیلا دیجئے۔ ایک اندھیرے کمرے میں چٹائی پر راگی پھیلائی جاتی ہے اور اسکے اوپر ایک سفید کپڑا پھیلا دیا جاتا ہے۔ اندھیرے کے باعث جلد کونپلیں پھوٹ آتی ہیں جب کونپلیں تقریباً آدھ انچ لمبی ہو جائیں تو اُسے دھوپ میں سکھا ڈالئے۔ راگی کو سنہرا رنگ آنے تک بھوننا ہی مالٹ تیار کرنے کے عمل میں اہم کام ہے اور نہایت ہوشیاری سے ساتھ کرنے کا کام ہے۔ بھوننے کے بعد راگی کو احتیاط کے ساتھ پیسنا چاہئے اور باریک چھلنی سے چھان کر ڈبوں میں بھر دینی چاہئے۔ چائے کا چمچہ بھر کر یہ سفوف ایک پیالہ گرم پانی یا دودھ میں ملا حسب مرضی شکر ملا کر پیا جاتا ہے۔

اس مالٹ کا رنگ۔ روپ اور خوشبو غیر ملکی مالٹ سے بہت کچھ ملتی جلتی رہتی ہے۔ ٹھنڈے پانی میں بھی یہ بہت جلد گھل جاتا ہے اور اس طرح بنے ہوئے غیر ملکی مالٹ کی آمیزش سے یہ کسی قدر ہلکا نہیں ہوتا یعنی گرم پانی میں یہ اچھی طرح گھلتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے علیحدہ تجزیہ کرنے سے یہ معلوم کیا گیا ہے کہ اس میں اسٹارچ کافی ہے مگر وہ بہت زیادہ مقدار میں نہیں ہے۔

حکومت مدراس کے محکمہ صنعت و حرفت کی طرف سے چولم (جوار) سے مالٹ بنانے کے کامیاب تجربہ کئے گئے۔ اس کا طریقہ مندرجہ بالا طریقہ ہی جیسا ہوتا ہے اس میں ۱۔ پانی میں بھگونا۔ ۲۔ سکھانا۔ ۳۔ بھوننا۔ اور ۴۔ پیسنا۔ یہ چار خاص عمل ہوتے ہیں۔ صرف پانی میں بھگونے کا عمل ۳۰ سے ۴۰ گھنٹے تک کرنا پڑتا ہے اور معقول لمبائی کی کونپل نکلنے کے لئے چار پانچ روز تک سکھانی پڑتی ہے۔ بھوننے کا عمل دھیمی آنچ پر تقریباً ۶۰ سنٹی گریڈ گرمی میں کرنا پڑتا ہے اور وہ گرم رہتے ہوئے ہی اُسے ٹاٹ پر رگڑ کر اسکی کونپلیں جھاڑ دینی چاہئیں اسکے بعد وہ دانے کافی کی چکی یا دوسری پتھر کی چکی میں پیسے جاتے ہیں۔

اناج کی کونپل پھوٹنے کے عمل میں کئی کیمیاوی ہیر پھیر ہو جاتے ہیں جس سے آسانی سے ہضم ہونے والی کئی قسم کی شکریں اور دیگر مادے پیدا ہوتے ہیں اور وہ خوراک کو جلد ہضم ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ اسلئے مالٹ بھی جلد ہضم ہوتا ہے ہمیں امید ہے کہ ملک کے نوجوان مرد اور عورتیں ایسی غلوں سے مالٹ بنانے کا طریقہ اپنائینگے اور وہ ایک ایسی چیز بن جائیگی جسے ہر شخص استعمال کریگا۔ آج تو اُسے صرف اُمراء ہی استعمال کر سکتے ہیں۔

(ماخوذ از گرام اُدیوگ)



عورتوں اور بچوں کی دنیا

عورت مرد کے لئے کیا کر سکتی ہے

ایک ڈاکٹر کے تجربات

میں اُن لوگوں سے کچھ نہیں کہنا چاہتا جو عورت کا نام سُن کر اُسی طرح بھڑکتے ہیں جس طرح سُرخ رنگ کو دیکھ کر سانڈ۔ میں یہ سطور اُن لوگوں کے لئے لکھ رہا ہوں جو دُنیا میں عورت کے وجود کی اہمیت سمجھتے ہیں اور عورت کو دُنیا کے لئے رحمت سمجھتے ہیں۔

میں اپنی بیوی کو پا کر اپنے کو کتنا خوش قسمت سمجھنے لگا ہوں، اسکا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جنھیں کوئی اپنا کہنے والا نہیں ہے۔ دو عورتوں میں گفتگو ہو رہی ہو، دونوں ایک دوسرے کے دل پر یہ بات جما دینے کی کوشش کر رہی ہوں کہ اُنھیں جیسا شوہر ملا ہے ویسا کسی کو نہ کبھی نصیب ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اُس وقت اُن کی باتیں سُنئے باتیں سُننے کا پورا لُطف اُس وقت آتا ہے جب باتیں کرنے والیوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ آپ کہیں قریب ہی ہیں۔ ایک کہتی ہے "ہمارے وہ ایسے خوش مزاج ہیں کہ بہن، بس کچھ نہ پوچھو۔ گھر بار کی تو اُنھیں فکر ہی نہیں ہے۔ پیسے کو تو وہ مٹی سمجھتے ہیں"۔ اُس کی بات ختم بھی نہیں ہو پاتی کہ دوسری کہنے لگتی ہے "بہن میرے تو پچھلے جنم کے پُنیہ (نیکیاں) کام آئے ہیں ورنہ بھلا دیوتا کا سا آدمی بلا پچھلے جنم کی نیکیوں کے ملتا۔"

میری رائے بھی یہی ہے کہ ہم دیوتا ہوں یا نہ ہوں مگر ہماری بیوی ہمیں دیوتا مانتی ہے۔ کسی قسم کے دباؤ یا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت کے باعث۔ ڈاکٹر کا پیشہ ٹھہرا۔ ذرا بھی اگر دیر ہو جائے تو دروازے پر مریضوں کا مجمع ہو جائے۔ ابھی تو غنیمت ہے کہ ڈاکٹروں کو فیس دے کر لوگ ٹھہر نے جاتے ہیں۔ اگر کہیں حکومت کی طرف سے یہ حکم جاری ہو جائے کہ ڈاکٹروں کو دیہاتوں میں جا کر مریضوں کا مفت علاج کیا جائے تو یقین ہے کہ ہر ڈاکٹر کی جان پر آ بنے۔ ابھی تو ساڑھے پانچ بجے سو کر اُٹھتا ہوں۔ پھر تو شائد ہفتہ میں ایک ہی دو روز سونے کی مہلت ملے گی۔ ہاں تو میں آپ لوگوں کے سامنے یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ عورت کے رہنے سے مجھے کتنا آرام ہے۔

صبح جیسے ہی چارپائی پر سے اُٹھتا ہوں، میرا حقہ بھرا ہوا ملتا ہے۔ حقہ کے دو تین کش کھینچ کر میں ہسپتال کی طرف چلا جاتا ہوں۔ وہاں اپنے سامنے ہسپتال کھلواتا ہوں اور جہاں کہیں صفائی کرانی ہوتی ہے، وہ نوکروں کو بتلا کر اندر گھر میں چلا آتا ہوں۔ گھر میں قدم رکھتے ہی پانی کا بھرا ہوا لوٹا رکھا ملتا ہے۔ پاخانے سے لوٹ کر آنے پر ہاتھ میں لوٹا لئے ہوئے کوئی ہاتھ دُھلانے کے لئے تیار ملتا ہے۔ ہاتھ دھوتا جاتا ہوں اور وہ اپنی خانگی باتیں کرتی جاتی ہیں۔ لوٹا مانج کر جب تک میں دو چار کُلیاں کرتا ہوں اور مُنہ پر ہاتھ پھیرتا ہوں اُس وقت تک بُرش پر دانت صاف کرنے کا مرہم لگا دیا جاتا ہے میں دانت صاف کرتا ہوں اور وہاں سے اپنے کمرے میں جاتا ہوں۔

میرے پاس ایک چھوٹی سی میز ہے کمرے میں پہنچتے ہی مجھے میز پر حجامت بنانے کا سب سامان رکھا ہوا ملتا ہے۔ یہاں بھی مجھے بُرش میں صابُن تک لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اِدھر اُدھر دو تین ہاتھ کھینچ کر داڑھی صاف کرکے میں غسل خانے میں چلا جاتا ہوں۔ اگر سردی کے دن ہوئے تو مجھے گرم پانی ملتا ہے اور اگر گرمی کے دن ہوئے تو ٹھنڈا۔ غسل خانے میں جا کر میں آرام کے ساتھ غسل کرتا ہوں اور اپنی دھوتی، تولیا وغیرہ وہاں چھوڑ کر پھر اپنے کمرے میں پہنچ جاتا ہوں۔ وہاں پر چارپائی کے اوپر میرے پہننے کے سب کپڑے قرینے سے سجائے ملتے ہیں۔ اور روزانہ پینٹ پر استری بھی کی ہوئی ملتی ہے۔

کپڑے سب باقاعدہ رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کوٹ کی جیب میں فاؤنٹن پن، اور رومال دونوں موجود رہتے ہیں۔ رومال میں کوئی خوشبو بھی لگی رہتی ہے۔ میں نے اپنی بیوی کے آنے کے بعد سے آج تک کبھی ایسا موقعہ نہیں



برما سے بخیریت تمام واپس آنے والی کچھ پنجابی خواتین اپنے بچوں کے ساتھ - یہ تصویر لاہور پہنچنے کی ہے -

پاپا جب فاؤنٹن پن میں سیاہی نہ بھری ہو یا میرا کوئی کپڑا میلا ہو - کپڑوں کے بنوانے یا پھٹ جانے کی مجھے کوئی خاص فکر نہیں - کیونکہ جب کبھی میں لکھنؤ جاتا ہوں تو مجھے ایک فہرست بنا کر دیدی جاتی ہے کہ بچے کے لئے دو بنیائنیں، میرے لئے دو قمیصوں اور ایک کوٹ کا کپڑا، اپنے لئے ساری وغیرہ وغیرہ -

کپڑے پہن کر میں پھر میز کے سامنے آکر بیٹھ جاتا ہوں - یہ وہی میز ہے جس پر بیٹھ کر میں حجامت بناتا ہوں - مگر جتنی دیر میں میں کپڑے پہنتا ہوں اتنی ہی دیر میں ٹیبل کا نقشہ بدل جاتا ہے - حجامت بنانے کے سامان کی جگہ میز پر ناشتہ آجاتا ہے - میں کرسی پر بیٹھ کر ناشتہ کر لیتا ہوں اور ایک پیالی چائے پی کر ہسپتال کی طرف چلا جاتا ہوں - ہسپتال میں جا کر مریضوں کے مجمع کو دیکھتا ہوں کسی کی آنکھ میں درد ہے کوئی دردِ سر سے پریشان ہے - کوئی بخار سے پریشان ہے - ان سب کی شکائتیں غور سے سنتا ہوں اور انھیں دوا کے نسخے لکھ کر دیتا جاتا ہوں - یہ کام تقریباً ۱۲ $\frac{1}{2}$ بجے تک ہوتا رہتا ہے - مریضوں کا مجمع ہٹ جاتا ہے اور میں ایک تھکے ہوئے سپاہی کی طرح گھر واپس ہوتا ہوں - میں سچ کہتا ہوں کہ جس وقت میں گھر میں قدم رکھتا ہوں اور میری بیوی خندہ پیشانی سے میرا خیر مقدم کرتی ہے اس وقت میں اپنی تمام تکلیفیں بھول جاتا ہوں -

ہمارے گھر میں صرف تین نفوس ہیں - میں، میری بیوی اور میرا پانچ چھ سال کا ایک بچہ - بچہ دوپہر میں اسکول چلا جاتا ہے اس لئے اُس وقت ہم دونوں میاں بیوی ساتھ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں - کھانے کے بعد میں اپنی پلنگ پر جا کر لیٹ جاتا ہوں - میری بیوی اخبار کا ریپر پھاڑ کر اخبار میرے سینے پر رکھ کر چلی جاتی ہے - اخبار پڑھتے پڑھتے میں سو جاتا ہوں - جب گھڑی میں چار بجتے ہیں تو میں جگا دیا جاتا ہوں میں منہ ہاتھ دھو کر تھوڑا سا ناشتہ کر کے پھر ہسپتال چلا جاتا ہوں صبح کی بہ نسبت شام کو مریضوں کا ہجوم کم رہتا ہے اس لئے میرے کچھ دوست



لاہور میں ہوائی حملے سے حفاظت کے کام میں عورتیں بھی
حصہ لے رہی ہیں - اس تصویر میں ایک گیس کے بم
کو جو پھٹا نہیں ہے بیکار بنایا جا رہا ہے -

گپ شپ کرنے کے لئے آ جاتے ہیں - لیکن اُن کا آنا اُسی وقت ہوتا ہے جب مریضوں کی تعداد تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے - کچھ ہی دیر بعد ٹینس کا وقت ہو جاتا ہے - گھڑی میں وقت دیکھ کر میرے حکم کا انتظار کئے بغیر گھر سے ٹینس کا ریکٹ بھیج دیا جاتا ہے - گھنٹہ آدھ گھنٹہ دوستوں کے ساتھ ٹینس کھیلنے کے بعد میں پھر گھر کی طرف چل پڑتا ہوں - اس بار دروازے پر خیر مقدم کے لئے بیوی نہیں موجود ہوتی بلکہ میرا پھول سا نازک بچہ اُچھلتا کودتا ہوا آتا ہے اور مجھے دیکھتے ہی چلانے لگتا ہے - "میرے بابوجی آگئے، میرے بابوجی آگئے" میں اُسے اُٹھا کر سینے سے لگا لیتا ہوں - رات کے وقت میں بچے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں - بیوی کھانا لاتی جاتی ہے اور ہم دونوں کھاتے جاتے ہیں - اس کھانے میں مجھے لطف آتا ہے وہ کسی بڑے ہوٹل میں سیکڑوں روپے خرچ کر کے بھی نہیں حاصل ہو سکتا -

شادی کے بعد سے ہم دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں اس لئے ہم ایک دوسرے سے خوب واقف ہو گئے ہیں - میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی میری اتنی زیادہ خدمت کرے لیکن میرے لاکھ کوشش کرنے پر بھی اُس کی خدمت کرنے کی عادت چھوٹتی نہیں - گھر میں نوکر کے رہتے ہوئے بھی وہ کبھی بھی میرا کوئی کام اُسے نہیں کرنے دیتی - اُسے میری خدمت میں جو آرام ملتا ہے اُس کا ذکر سُن کر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچپن سے اُس نے جو رامائن پڑھی تھی وہ اُس کی نس نس میں سما گئی ہے - میرا بچہ، میری بیوی اور میرا وہ سرکاری مکان ہی میری دُنیا ہے - اس چھوٹی سی دنیا کو پا کر میں اتنا خوش ہوں کہ شاید کوئی کسی سلطنت کو پا کر بھی خوش نہ ہوگا - رات کو کھانا کھا چکنے کے بعد کبھی کبھی جب میں گراموفون پر ریکارڈ چڑھا دیتا ہوں اور ریکارڈ بجنے لگتا ہے تو میرا بچہ اُسے سن کر فرطِ مسرت سے اُچھلنے لگتا ہے - وہ پوچھتا ہے -

"بابوجی اس میں کون ہے ؟"

میں کہتا ہوں" تیری ماں!"

وہ سہم کر گردن نیچی کر لیتی ہے اور ذرا سا مسکرا دیتی ہے -

چند ماہ قبل میں ایک امتحان دینے کے لئے باہر جانے والا تھا - میرے بچے کو یہ معلوم ہوا کہ میں پڑھنے کے لئے باہر جانے والا ہوں تو اُسے بڑی حیرت ہوئی - شام کو جب وہ میرے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھا تو کہنے لگا "بابوجی! آپ پڑھنے کے لئے باہر کیوں جاتے ہیں - میرے اسکول ہی میں چلئے نا - میرے ماسٹر صاحب بالکل نہیں مارتے"

اُس کے نازک جذبات اور بھولی باتوں نے مجھے ہنسا دیا - وہ بولا "نہیں تو میں بھی چلوں گا"

میں نے کہا - "ہاں ضرور - تیرے بغیر وہاں پڑھے گا کون - میں اس عمر میں اب کیا پڑھوں گا"

میں سچ کہتا ہوں - میری رائے میں جس کے پاس فرمانبردار عورت نہیں اُس کے پاس کچھ نہیں - دنیا میں ایسی عورتیں مرد کے لئے نعمت ہیں -

ہماری بکریاں

(از مسٹر ہیرانا کس)

ڈاکٹر بار بار زرد اور بھوک سے پریشان بچّے کو دیکھا اور پریشانی میں اپنے سر کو کھجلاتے ہوئے کہا "اگر ہمارے پاس ایک پرانی بکری ہوتی ...."

بچّے کے باپ نے بےچینی سے کہا "آپ کا کیا مطلب ہے ڈاکٹر؟"

"میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر ایک بکری ملتی تو ہم بچے کو اُس کا دودھ دیکر دیکھتے ہم نے بچوں کو دئے جانے والی ہر قسم کی غذا کا استعمال کرایا لیکن کسی سے کوئی فائدہ ہوتا نہیں نظر آتا۔ ایسا دیکھا گیا ہے کہ کمزور معدہ جبکہ وہ کچھ ہضم نہیں کر سکتا بکری کا دودھ ہضم کر لیتا ہے۔"

"اچھی بات ہے ڈاکٹر" بچّے کے باپ نے کہا۔ "مجھے ٹھیک سے نہیں معلوم کہ ہمارے صوبہ یا پڑوس کے علاقہ سے کوئی بکری مل سکتی ہے۔ لیکن اگر آپ اسے ضروری سمجھتے ہیں تو میں کوشش کروں گا۔"

خوش قسمتی سے بوڑھے چچا نلسی پوپ کے پاس ایک بکری اور اُس کا بچّہ تھا۔ وہ 'پارلی کی پہاڑی' پر رہتے تھے۔ اِس بچے کے۔ ڈبلیو ہوورڈ، کارٹرس کریک اسے دوڑتے ہوئے پارلی ہل پہنچے۔

لیکن چچا نلسی اُن کو بیچنا پسند نہ کرتے تھے اُنھوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا "خواہ کوئی اپنا شکاری کتا، بینجو باجا یا پلنگ بیچ ڈالے لیکن بکری کیسے بیچ سکتا ہے" مگر بچّہ کی تکلیف سے بےچین باپ بھی ایک ہوشیار تاجر تھا۔ اُس نے بچّہ کو خرید لیا اور ہرنی جیسے خوبصورت بکری کے بچّہ کو ایک ڈالر ماہوار کرایے پر لے لیا۔

اُس روز بچّے نے چائے کی نصف پیالی جتنا دودھ پیا۔ ماں باپ، رشتہ داروں، ڈاکٹر اور نرسوں نے نتیجہ کا انتظار کیا۔ دودھ کو نصف گھنٹے میں پھوٹ کرنے کے ذریعہ باہر نکل جانا چاہئے تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ لیکن بجائے اس کے کہ دودھ باہر آجائے بچّہ کا چہرہ کھل اُٹھا۔ اُس کے والدین نے کہا "وہ ایک مُرجھائے ہوئے پھول کی طرح تھا جو بارش ہونے سے کھل اُٹھا۔" اس کے بعد بچّہ سو گیا اور سب لوگ نرس نتی (بکری کے بچّہ) کو کھلانے چلے گئے۔

اُس رات بچّہ کو دوسری بار نصف پیالی دودھ جو بکری نے دیا پلایا گیا اور ویسی ہی کامیابی ہوئی۔ دوسرے روز صبح مسٹر ہوورڈ دوسری بکری کی تلاش میں نکل پڑے۔ کیونکہ ایک بکری کے دودھ سے بیچارا دُبلا پتلا بچّہ تندرست و توانا اور گلاب کی طرح سرخ گالوں والا نہیں ہو سکتا تھا۔

ڈارک ہل نامی جگہ پر ایک شخص کے پاس بارہ بکریاں تھیں۔ اُن میں سے ایک خوب دودھ دینے والی تھی۔ جس کا دودھ نتی کے دودھ کو ملا کر بچّہ کے لئے کافی ہوتا لیکن اس کے مالک نے وہ بکری نہ فروخت کی دیہاتی بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔ اگر وہ کوئی چیز نہ فروخت کرنی چاہیں گے تو پھر کبھی نہ کریں گے۔ ان بکریوں کا مالک صرف ایک بکری نہیں بیچنا چاہتا تھا۔ وہ سب بکریاں ایک ساتھ فروخت کرنی چاہتا تھا اس لئے مسٹر ہوورڈ نے سب بکریاں خرید لیں۔

اُنھوں نے کہا "یہ بکریاں بڑی جنگلی ہیں۔ ان سے دودھ نہیں دوہا گیا اور نہ انھوں نے کبھی دودھ دیا۔ لیکن انھوں نے ان بکریوں کو گھاس کے میدان میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور پودوں کے ڈنٹھل خوب کھلائے۔ وہ اُس ڈرے ہوئے میمنے کے پاس ہر چار گھنٹے کے بعد ایک گلاس دودھ کے لئے ہاتھا پائی کرنے جاتے۔

اس عرصہ میں بچّہ تندرست ہو گیا اُس کے چہرے پر رونق آگئی اور وہ مزید دودھ کے لئے بڑی بےچینی سے شور مچانے لگا۔ باپ پھر تلاش میں نکلا اور دوسرا جتھہ خرید لایا جب اُن کا دودھ دینا بند ہو گیا تو اُس نے تیسرا جتھہ خریدا۔ وہ اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ اُس کے پہاڑی پر سَو سے زیادہ بکریاں ہو گئیں۔ باپ کہتا تھا کہ ان بکریوں کو خریدنے اور کرایہ پر لینے سے اُسے کوئی نقصان نہیں ہے۔ اُدھر بچّہ دودھ پیتا ہے اِدھر ان سے دولت ملتی ہے۔

نینا جو اسی عرصہ میں دوسرا بچّہ پیدا ہوا۔ دو سال بعد نینا جو، ماں نتی کا دودھ پی پی کر بڑھنے اور تندرست ہونے لگا۔ ہوورڈ کے لوگوں نے سمجھا تھا کہ یہ بکریاں اچھی نسل کی نہیں ہیں ان میں سے کچھ ہی دودھ دینے والی ہیں۔ 'پیپرس کریک' سے 'ٹوگن برگ' نسل کی دو دودھی بکریاں لائی گئیں۔ وہ دودھ دینے میں پرانی معمولی بکریوں سے اُتنی ہی آگے تھیں جتنی آگے ایک اچھی نسل کی جرسی گائے لمبی سینگ والی گائے سے ہوتی ہے۔

جب بچّے تندرست و توانا اور طاقتور کھلاڑی ہو گئے تو چند سال بعد بکریوں کی تعداد کم ہو گئی۔ لیکن عمدہ نسل کی بکریوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اب اس گروہ میں ٹوگن برگ، نسل کی اچھی بکریاں ہیں بلکہ اُنہیں کچھ خاندانی رجسٹرڈ 'سائنس' بھی ہیں۔

سُوَر تو سُوَر ہی ہے۔ لیکن بکریاں، خصوصاً دودھ دینے والی بکریوں۔ بس دوسری ہی بات ہوتی ہے۔ ان کی کئی نسلیں ہوتی ہیں۔ آلپائن، نبین اسانس اور ٹوگن برگ۔ یہ ذاتوں کے نام ہیں۔ بکریوں کے نام جو امریکہ کے ملٹ گوٹ ایسوسی ایشن نے رجسٹرڈ کئے ہیں وہ لینے میں بہت آسان ہیں۔ اُن میں سے کچھ یہ ہیں۔ ہیپی لیڈی۔ (خوش دل ملکہ) اگواما سکنگ (اگواماس کا بادشاہ)۔ بیز اوڈ کلکو۔ سپریم ران ایوری وے (ہر طرح عمدہ) کاؤنٹیس اسپانزا (اسپانزا کی ملکہ) روساریو وغیرہ یہ دودھ دینے والی اور خطاب یافتہ نیلی نسل کی بکریاں ہیں۔ بکری اور گائے کے دوہنے میں صرف یہ فرق ہے کہ گائے کو تو قریب کھڑا کر کے آدمی اسٹول یا تپائی پر بیٹھ جاتا ہے لیکن بکری

دوہتے وقت بکری اسٹول پر کھڑی کر دی جاتی ہے اور آدمی کھڑا ہو کر دودھ دوہ لیتا ہے بکری کے بارے میں تو ایک بات خاص اہمیت رکھتی ہے۔ دُم چھوٹی رہتی ہے اس لئے وہ اُسے دوہنے والے کے منہ کے سامنے لاکر دودھ دوہنے سے نہیں روک سکتی۔

لوگ کہتے ہیں کہ گائے اور بکری کے دودھ میں یہ فرق ہے کہ بکری کے دودھ میں چربی کے بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے کمزور معدے والے بھی آسانی سے ہضم کر لیتے ہیں۔ پیٹ میں پہنچنے گیس بننے کے بجائے یہ اُس کے بُرے اثر کو زائل کرتے ہیں اور بات خود دودھ کے ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے۔ اس میں اشیائے خوردنی مثلاً نمک، پروٹین اور ایسے مادے جن کا دودھ میں ہونا ضروری ہے زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں اور ٹی بی دق کے جراثیم سے تو یہ قطعی پاک ہے۔ کیونکہ بکریاں دق کے جراثیم نہیں قبول کرتیں۔ پیٹ نامی ایک آرٹسٹ نے ایک مثال کے ذریعہ یہ بات اس طرح سمجھائی ہے دو بکریوں کی بو اُنھیں دق کے جراثیم سے بچاتی ہے۔ یہ جراثیم آتی ہوئی بکری کو دور سے سونگھ لیتے ہیں اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے چمٹ کر مر جاتے ہیں۔

لیکن بکریوں کے مداحوں اور اُن کے پالنے والوں کا بیان ہے کہ بکری کے دودھ یا دودھ دینے والی بکریوں میں کسی قسم کی بدبو یا خرابی نہیں واقع ہو سکتی اگر دودھ دینے والے جانور اور اُن کے باندھنے کی جگہ کافی صاف ستھری ہو۔ دودھ دینے والی بکریاں صفائی پسند ہوتی ہیں اور جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے وہ گندی چیزیں اور گندی جگھوں پر اُگی ہوئی چیزیں نہیں کھاتیں وہ عموماً وہی چیزیں کھاتی ہیں جو ایک اچھی گائے کھاتی ہے۔ مگر ایک گائے کی خوراک کا چھٹا حصہ اُن کے لئے کافی ہوتا ہے۔ نئے طور طریقوں سے واقف بکری پالنے والا اپنی بکری کو جھوٹا یا بچا کھچا کھانا کبھی نہ دیگا۔ اگر آپ نیپولی، میمفس، انڈیانا پولس، شکاگو یا ڈینور وغیرہ مقامات میں رکھی جانے والی اشیاء خوردنی کے نقشے کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ بکریاں معمولی بکریوں سے اچھی حالت میں رکھی جاتی ہیں ان کا دودھ گائے کے دودھ سے تین گنے یا چوگنے دام پر فروخت ہوتا ہے مگر بیمار دیہاتی اور بیمار بچوں کے والدین اس کے فوائد کے لحاظ سے زیادہ دام دینا بخوشی پسند کرتے ہیں۔

ایران میں قدیم رواج تھا کہ بکریوں کے جھنڈ سڑک پر ہانک دئے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ ایک باجا بھی رہتا تھا۔ جب لوگ باجے کی آواز سنتے تو دودھ لینے کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑتے شاید دودھ دینے والے جانور دن خریداروں تک براہ راست دودھ پہنچنے کی یہ پہلی تجارت تھی۔ بکریاں روزانہ دو کوارٹ سے لے کر ۴ کوارٹ تک دودھ دیتی ہیں یا اس سے بھی زیادہ۔ ایک گیلن دودھ دینے والی بکریاں ویسی ہی کمیاب ہیں جس طرح کہ چار گیلن دودھ دینے والی گائیں۔ لیکن آزمائش کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ بعض بکریاں نو کوارٹ یا اس سے بھی زیادہ دودھ ایک روز میں دیتی ہیں یہ کہنا فضول ہے کہ وہ بہت داموں والی ہیں کچھ بکریاں ایک ہزار شلنگ میں فروخت ہوئی ہیں۔ اسی طرح ایک بکری کا دام ۱۵۰۰ شلنگ تھا۔ کیا آپ کی بکری اتنے داموں میں نہیں فروخت ہو سکتی؟ کسی پرانی وتنی، کو اچھی طرح دیکھئے۔ اگر وہ آپ کی زبان میں بول سکتی تو کہتی کہ اگرچہ اس کے اسلاف 'کیرا' خاندان کا شمار 'میفلاور' والوں کے ساتھ نہیں مگر وہ مدت سے یہیں ہیں۔ وہ کولمبس کے ساتھ آئے۔ پرانی دنیا میں اُن کا خاندان اتنا ہی پرانا ہے جتنی آدم و حوا کی قدیم قیام گاہ 'ایڈن'۔ وہ رواداری برتنے والے انسان سے محبت کرنے والی اور صدیوں سے اُن کی مظلوم خدمت گزار رہی ہیں۔

اہل مصر بکریوں کی پرستش کرتے تھے۔ یہودی ان کو قربان کرتے تھے، 'مینڈیلیسنس' ان کے مرنے پر غم مناتے تھے۔ فراعنہ مصر مصر کے اہرام پر ان کے چہروں کی تصویر بناتے۔ خاندانی پیران پر گناہوں کی گٹھری لاد دیتے تھے اور انھیں ویرانوں میں ہانک دیتے تھے۔ نجومی انھیں جنت میں بٹھاتے تھے۔

عمدہ اور باقاعدہ لباس پہننے والے لوگ بکری کے کھال کی لنگوٹی پہنتے تھے۔ آج کل کی عمدہ پوشاک پہننے کی شوقین خواتین اپنے پیر کے انگوٹھے اور انگلیوں کے پاس بکری کے بچوں کا چمڑا استعمال کرتی ہیں۔ مندر کی دیواریں اور بوڑھی عورتیں اپنے کو بکری کے بالوں سے سجاتی ہیں۔ مندر میں بالوں کے اس طرح لٹکانے کو ہم پردہ کہتے ہیں اور عورت کے پاس جب وہ ہوتا ہے تو ہم اسے کشمیری شال کہتے ہیں لیکن یہ سب بنتے ہیں اسی بکری کے بالوں سے۔ بکری کے چمڑے سے ہماری کتابوں کی اچھی سے اچھی جلدیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ جلد ساز انھیں مراکو کہتے ہیں لیکن یہ بکری کے سکھائے ہوئے چمڑے کے لئے محض ایک خوبصورت نام ہے۔

نیرد کی خاتون کی خوبصورتی اور مہاتما گاندھی کی طاقت و سینی کا کرشمہ بھی بکری کے دودھ میں پوشیدہ ہے۔ وہ اسے بیرونی استعمال سے یعنی غسل کے ذریعے استعمال کرتے ہیں اور گاندھی جی جب برت نہیں رکھتے تو اس کو پیتے ہیں۔

بکریوں کی دنیا (گوٹ ورلڈ) نامی رسالہ سے معلوم ہوا ہے کہ ہم اپنی صبح کی کافی کے لئے بھی 'ولیم بلیٹ' یا کچھ خاندانی بکریوں کے شکر گزار ہیں۔

ایک زمانہ میں عرب کے باشندے اپنی بکریوں کو کافی کے درختوں میں باندھ دیتے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ منچلے بوڑھے بکرے جو اچھل کر کافی کے چھوٹے پھل توڑ لیتے ہیں اور ان کی جگالی کرتے تھے وہ بہت چست معلوم ہوتے تھے۔ یہی دیکھ کر اہل عرب نے اپنے شوربہ میں کافی کے پھل ڈالنا شروع کئے انھیں کی تقلید میں ہم سب لوگوں نے بھی کافی کا استعمال شروع کر دیا اور یہ سب کچھ انھیں منچلے بکروں کی بدولت ہے

(گوٹ ورلڈ)

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت ۷ بجے سے پونے آٹھ بجے تک (شام)

۱؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ ہمارا پنچایت گھر۔ ہمارا تیسرا سالانہ جشن (خاص پروگرام) اے بھگوان (کورس)، پنچ منڈلی تیسری سالگرہ (بات چیت) ایس۔ این تیواری۔ یوم پیدائش پھر آشیرواد (نظم) بھوشن۔ پرچے۔ نیک خواہشات۔

۲؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ غزل۔ ٹھمری اور بھجن۔ بابا مست رام۔ ہری کھاد۔ مکالمہ۔ بھوشن۔ اور پنچ۔ دادر مو پپیہا۔ نظم۔ خبریں۔

۳؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ نعت۔ توحید اور قوالی۔ مرتضیٰ حسین۔ گاؤں میں مزدور جیون۔ بات چیت رسول احمد آلودہ۔ کرنے کر (حفظان صحت) مکالمہ چودھری اور پنچ۔ دیش بدیش کی باتیں خبریں۔

۴؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ پنگھٹ۔ بھجن۔ دھیرے بہو ندیا۔ منظوم۔ مکالمہ۔ شانتا اور رشیا ما۔ کھلیو دستکاری۔ بات چیت۔ سنیہہ لتا۔ بچے کی حفاظت۔ مکالمہ۔ دھنوتی مشرا اور دیدی۔ بہنوں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۵؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ موسم کا ہیر پھیر۔ مکالمہ۔ بھجن۔ بی۔ جے۔ جوشی۔ مانڈو کی لڑائی۔ آلہا۔ رام ہزاری تیواری۔ تمہارا خط ملا۔ دیش بدیش کی خبریں۔

۶؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ دیہاتی گیت۔ راجی داس۔ پیرو پکار۔ تمثیلیہ۔ متفرق خرچ مکالمہ۔ پنچ اور بھوشن۔ دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں۔

۷؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ آرتی، بھجن اور کیرتن۔ جنگ بہادر اور پنچ۔ جاوا میں گنے کی کاشت۔ کے۔ سی۔ بنرجی۔ خبریں۔

۸؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ۔ کورس بچوں کی طرف سے۔ راس لیلا کے بھجن۔ پنڈت کنہیا لال۔ برساتی ترکاری۔ ارجن لال اور پنچ۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ دیش بدیش کی باتیں۔ خبریں۔

۹؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بھرم گیت۔ جنگ بہادر بھیک۔ ڈرامہ۔ پنچ کی تیاری۔ مکالمہ۔ چودھری اور پنچ۔ خبریں۔

۱۰؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ حقانی۔ قوالی اور دادرا۔ جنگ بہادر اور پنچ۔ گاؤں والوں کے عزیز موضوع۔ بات چیت۔ احمد حسین۔ دیش بدیش کی باتیں۔ کالی بدنیاں۔ خبریں۔

۱۱؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ پنگھٹ۔ دیہاتی گیت۔ تنکا دیوی۔ تو کی بہن۔ (ڈرامہ) پھول چند۔ بہنوں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۲؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ گھنٹہ (۲) بات چیت۔ مانڈو کی لڑائی۔ آلہا۔ رام ہزاری تیواری۔ تمہارا خط ملا۔ دیش بدیش کی باتیں۔ خبریں۔

۱۳؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ سرود پرودھن۔ بدھی بھدر۔ بھجن۔ جنگ بہادر۔ سو سوائی کوتیا۔ بھوشن۔ ہفتہ کا پروگرام۔ کتھا کہانی۔ کاکا۔ خبریں۔

۱۴؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ راماین اور بھجن۔ راجی داس اور پنچ۔ رسم و رواج۔ بات چیت۔ ڈی۔ آر۔ جین۔ دیش بدیش کی باتیں۔ خبریں۔

۱۵؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ پہیلیاں اور چٹکلے۔ راجہ رام شرما۔ دادرا اور غزل مرتضیٰ حسین۔ باڑھ لگانا۔ مکالمہ۔ ارجن لال اور پنچ۔ سننے والوں کی درخواستیں خبریں۔

۱۶؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ ساون اور بجلی۔ کالکا پرساد۔ دشالہ۔ مزاحیہ۔ مکا کی کاشت۔ بھوشن اور پلٹو۔ (بات چیت) خبریں۔

۱۷؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ قوالی۔ نعت اور غزل مرتضیٰ حسین۔ گنے کی پیداوار (بات چیت) محمد حشتی۔ دیش بدیش کی باتیں۔ اندر دھنش۔ نظم۔ گاما پانڈے۔

۱۸؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ پنگھٹ۔ کجریا۔ بھجن اور ساون۔ ایچ۔ ایس۔ ماتھر اور پارٹی۔ کفایت شعاری۔ سوشیلا اور پدما دیدی (بات چیت) دردو پی کی کہانی۔ لیلا نیلے۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۹؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ ہوائی جہاز (بات چیت) بی۔ ڈی۔ مشر۔ کاری بدریا (کورس اور گیت) بلدیو پرساد شری واستو اور پنچ۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ دیش بدیش کی باتیں۔ خبریں۔

۲۰؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ دادرا، غزل اور گیت۔ عبدالحفیظ قدوائی۔ فتح کے لئے زیادہ غلہ پیدا کرو (بات چیت) بھوشن اور چھیٹے۔ بلیدان (کہانی) کرم چند سندھی۔ دوسرے ہفتے کا پروگرام۔ خبریں۔

۲۱؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ انگد راون (کہانی) جنگ بہادر گھی کا کاروبار (بات چیت) این۔ کے مہاگوتا خبریں۔

۲۲؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ۔ نانی کی کہانی۔ کاکا۔ ریداسی بھجن۔ پنچم اور پارٹی۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ دیش بدیش کی باتیں۔

۲۳؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ گھر آئی بدریا (کورس اور گیت) جنگ بہادر اور پنچ۔ گیان مالا۔ محکمہ جنگلات۔ پلٹو اور بھوشن۔ مینڈ بنانا (بات چیت) چودھری اور چھیٹے۔

۲۴؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ نعت۔ قوالی اور غزل۔ مرتضیٰ حسین۔ فصلوں کی برساتی بیماریاں (بات چیت) ایس۔ این۔ نقوی۔ دیش بدیش کی باتیں۔ بارش نظم۔ بھوشن اور خبریں۔

۲۵؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ پنچایت، جھولا۔ برکھا بہار۔ گیت۔ سوشیلا دید معہ پارٹی۔ سنار (مزاحیہ) رام لکھن۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۲۶؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ نند یارانی۔ کاکا خاص پروگرام۔ ملار اور ساون۔ راجی داس۔ تمہارا خط ملا۔ دیش بدیش کی باتیں خبریں۔

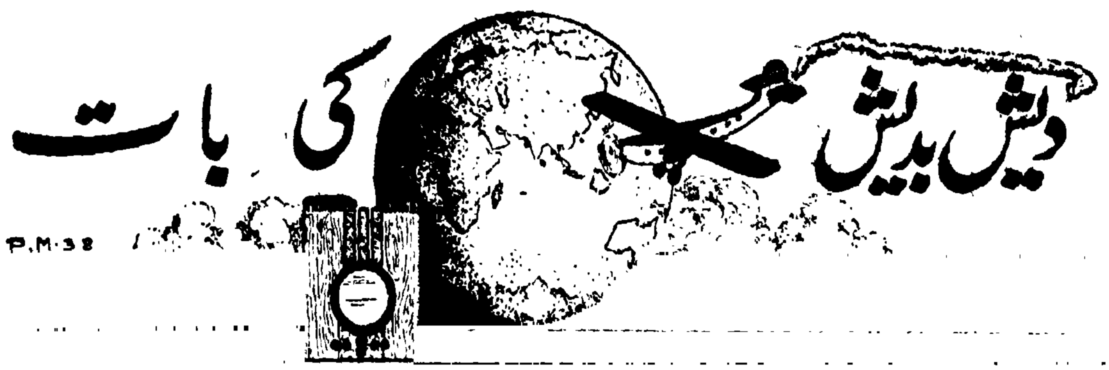
۲۷؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ برج کی رتیا اور بھجن۔ متھرا پرساد گوڑ۔ فتح کے لئے درخت لگاؤ۔ پلٹو اور بھوشن (مکالمہ)، پربھجی سادھو۔ نظم۔ بھوشن۔ دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں۔

۲۸؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ ندی بیتوا (آلہا) درگا چرن ترویدی۔ صوبیدار کی لڑکی (کہانی) جے۔ کے۔ جوشی۔ خبریں۔

۲۹؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ زلزلہ۔ بات چیت۔ بھوشن۔ ندی بیتوا۔ (۲) آلہا۔ درگا چرن ترویدی۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ دیش بدیش کی باتیں۔

۳۰؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ تلسی جینتی (خاص پروگرام) تو ہی سمرت سدھی ہوسکے۔ (راماین سے) مہاکوی تلسی داس (بات چیت) روپ نرائن پانڈے۔ بھگت تلسی داس۔ (منظوم مکالمہ) خبریں۔

۳۱؍جولائی ۱۹۴۲ء۔ قوالی، غزل اور دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔ ہمایوں (بات چیت) فصیح احمد انصاری۔ دیش بدیش کی باتیں۔ خبریں۔



دنیا کے اہم واقعات

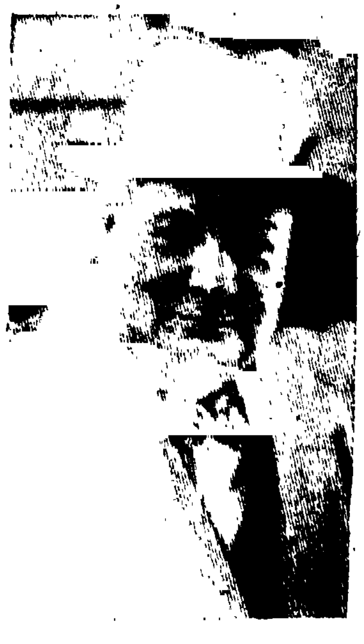
از رائے بہادر پنڈت شک دیو بہاری مشر

گذشتہ ماہ اس موضوع پر میں نے ۲۰ مئی کو مضمون لکھا تھا اور ٹھیک ایک ماہ بعد آج پھر لکھ رہا ہوں۔ جرمنی آج کل روس اور شمالی افریقہ پر حملہ کر رہا ہے افریقہ میں پہلے اسکی فوج ایسی پھنسی ہوئی معلوم ہوتی تھی کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یا تو وہ پیچھے جائیگی یا کافی نقصان اٹھائیگی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ کمک کے لئے اس کے سپہ سالار جنرل روميل کے پاس کافی طاقت تھی جس سے اس نے بیر الحکیم اور نائٹس برج چھین لئے اور اب غزالہ پار کر کے جنگ ہو رہی ہے روميل کی خواہش اس جگہ کو گھیرنے اور طبروق تک پہنچنے کی تھی۔ اس کی یہ خواہش پوری نہو سکی اور اب پھر وہاں سخت معرکہ ہو رہا ہے۔ طبروق بھی گھر گیا ہے۔ اس جنگ میں برطانیہ کو کچھ نقصان ضرور ہوا ہے اور دشمن کو بھی۔ ابھی جنگ کا نتیجہ غیر یقینی ہے روميل نے صرف تھوڑی سی جگہیں پائی ہیں مصر ابھی دور ہے۔

روس میں جرمنی نے کرچ پر تو قبضہ کر لیا ہے لیکن سبسٹا پول کا قلعہ اور بندرگاہ اسے نہیں مل رہا ہے۔ اس کے لئے دو تین ہفتوں سے خوفناک جنگ ہو رہی ہے۔ یہ جگہ دونوں طاقتوں کے بڑے کام کی ہے۔ جنوب کیطرف سے سمندر کے ذریعہ فوج اور سامان بھیج کر روس اس کی مدد کر رہا ہے قلعہ پہاڑوں کے ذریعہ بھی محفوظ ہے اور اس کا فتح ہونا بہت مشکل ہے۔ ادھر جرمنی ہر قسم کے نقصانات برداشت کرتے ہوئے بھی اسے لینے کے لئے تلا ہوا ہے۔ دیکھنا ہے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

جزیرہ نما کریمیا کے شمال مشرق میں خارکوف کا زبردست شہر ہے جس میں پتھر پر بہترین نقاشی کے کام ہیں۔ گذشتہ سال جرمنوں نے اسے چھین لیا تھا۔ اس سال اسی جگہ سے وہ اپنا گرمی کا حملہ شروع کرنا چاہتا تھا۔ اتنے ہی میں روسی سپہ سالار جنرل تیموشنکو نے اس پر حملہ کر دیا تھا اور امید تھی کہ شاید واپس لے لیا جائے۔ جب اس کو بچانے میں جرمنی کی دوسری تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اس نے اس کے جنوب مشرق کی طرف بردنیکو اور ازیوم پر زبردست حملہ کر دیا اور یہ کوشش شروع کی کہ یہاں کا دریائے دونز پار کر کے روسی فوج کا تختہ الٹ دے۔ اس کوشش میں بھی جرمنی ناکام رہا اور اسکا نقصان بھی بہت ہوا لیکن خارکوف بچ گیا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ یہاں زبردست جنگ کے بعد دونوں فریق تھک گئے۔ اب جرمنی کچھ سستا کر یہاں دوسرا حملہ کرنے لگا ہے۔ ادھر شمال میں مرمانسک پر بھی جنگ ہو رہی ہے ان مقامات کے درمیان جنگ ہوتی رہتی ہے اور دو چار ہزار سپاہی روزانہ کام آتے ہیں ابھی ان مقامات پر کوئی بڑی لڑائی نہیں ہو رہی ہے۔ جرمنوں کی خواہش کسی طرح پیٹرول کے علاقہ (کوہ قاف) میں پہنچنے کی ہے۔ اس کوشش میں وہ ابھی تک ناکام رہا ہے کرچ سے کچھ فوج اس نے مشرقی روس میں اتاری تھی۔ لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ بہت کم تعداد میں تھی اور محض حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔

اٹلی کی کوئی خاص کوشش نہیں رہی جرمنی کی مذکورہ بالا افریقہ اور روس کی کوششوں میں اٹلی، ہنگری، رومانیہ اور بلغاریہ کی فوجیں شامل ہیں زیکوسلاویکیا کے کچھ حصوں میں عوام اب بھی جرمنی کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پولینڈ، یونان زیکوسلاویکیا، یوگوسلاویہ، ہالینڈ، بلجیم اور ناروے وغیرہ پر جرمنی نے جو قبضہ کیا ہے وہاں کے باشندوں اور بالخصوص یہودیوں پر وہ بہت ظلم کر رہا ہے۔ اٹلی پر بھی بڑی حد تک جرمنی ہی کا قبضہ ہے فرانس پر جب سے موسیولاول برسر اقتدار آئے ہیں اس وقت سے خیال تھا کہ فرانس اعلانیہ طور پر جرمنی کا ساتھ دینے لگے گا۔ اسی خوف سے انگریزوں نے فرانس کے بہت بڑے جزیرے مڈگاسکر پر قبضہ کر لیا اور امریکہ کا قبضہ مارٹینک وغیرہ پر ہو چکا ہے۔ مغربی افریقہ کے کچھ فرانسیسی بندرگاہوں کے سہارے جرمن آبدوز کشتیاں اس طرف کام کرنے لگی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر ان مقامات کے چھیننے کی دھمکی فرانس کو دی جا رہی ہے۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی اتحادیوں کے لئے فرانس ابھی دشمن طاقت نہیں ہے اور موسیولاول کا اقتدار ہوتے ہوئے بھی ادھر اتحادیوں کے ساتھ فرانس کے تعلقات کم ہونے



مسٹر چرچل وزیراعظم برطانیہ

کے بجائے کچھ بڑھتے ہیں ۔ دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے ۔ اسپین جرمنی سے ملا ہوا ہے اور سامان و فوجوں سے اس کی کسی حد تک امداد کرتا آیا ہے ۔ لیکن ابھی تک نہ تو صاف صاف وہ جرمنی سے ملا ہے اور نہ اتحادیوں سے قطع تعلق کیا ہے جاپان نے برما فتح کرنے کے بعد ہندوستان کی طرف آنے کے بجائے چین پر حملہ کر دیا ۔ اس سے چین کا کافی نقصان ہوا مگر جنگ جاری ہے اور چین جاپان سے دب کر صلح کرنے کو تیار نہیں ۔ آسٹریلیا کی طرف جاپان برابر بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ مارسوی اور ڈربن کے بندرگاہوں پر کافی ہوائی حملے ہو رہے ہیں ۔ لیکن جاپان نے ابھی ادھر کوئی کامیابی نہیں حاصل کی ۔ مکاسر، بحر کورل اور جزیرہ مڈوے پر امریکہ نے بحری جنگوں میں جاپان کو کافی نقصان پہنچایا ہے ۔ آخری جنگ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے جب ہوا تھا ۔ خیال ہے کہ جاپان کی بحری فوجوں کو اتنا نقصان پہنچ چکا ہے کہ آسٹریلیا کا اب ادھر وہ کچھ نہ کر سکے گا ۔ امریکہ کی تینوں قسم کی فوجیں واقعی بڑی تعداد میں وہاں پہنچ چکی ہیں ۔ ہندوستان پر جاپانی حملے کا خطرہ ادھر کم از کم پانچ چھ ماہ کے لئے ٹل گیا ہے ۔

امید ہے کہ اُس وقت تک برطانی طاقت اتنی بڑھ جائیگی کہ ہندوستان کے اُوپر یہ مصیبت نہ آنے پائیگی یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جزیرہ جاپان پر جاپان نے جو کوشش کی تھی وہ آخر میں روسی سائبیریا پر حملہ کرنے کے لئے ہے ۔ جرمنی کی خواہش ہے کہ ادھر یورپ میں روس کو وہ دبائے اور ایشیا میں جاپان ۔ تاکہ دونوں کے بیچ میں دبنے کی وجہ سے روس کچھ نہ کر سکے ۔ ادھر اتحادیوں کا خیال ہے کہ سائبیریا میں بھی روسی فوج اتنی مضبوط ہے کہ جاپان اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکتا ۔ جنگ کا خطرہ ضرور ہے مصر، سیریا، لبنان، عراق، ایران، وغیرہ میں برطانی فوجیں پوری طرح تیار ہیں افغانستان نے ادھر پھر غیر جانبداری کا اعلان کیا ہے ۔

ہندوستان میں جب سے سر کرپس کی تجاویز نامنظور کی گئیں اس وقت سے کانگریس والے کچھ مایوس سے نظر آتے ہیں انھیں معلوم ہوتا ہے کہ جب ایسے زمانہ میں بھی حکومت معاملہ طے نہیں کرتی تو ایسے وقت میں کیا کرے گی ۔ ادھر حکومت نے جنگ کے بعد زیادہ آزادی دینے کا



لیبیا کے محاذ پر جرمنی کا سپہ سالار جنرل رومیل



مسٹر روزویلٹ صدر امریکہ

وعدہ کیا ہے اس پر بھی شبہ کو وہ جھگڑے کی بات سمجھتی ہے ۔ حضور والسرائے کی وزارت میں ہندوستان کی تعداد بڑھانے کے مسئلے پر غور ہو رہا ہے ۔ ابھی کچھ طے نہیں ہوا کانگریس کہتی ہے کہ جب تک آزادی کا معاملہ طے نہ ہو جائے اُس وقت تک ایسی باتیں بیکار ہیں ۔ ادھر لبرل یہ اُمید لگائے بیٹھے ہیں کہ کچھ نہ کچھ ترقی ہونی چاہئے ۔

امریکہ اور برطانیہ میں سامان جنگ بڑی تیزی سے تیار ہو رہا ہے امریکن فوجیں بہت بڑی تعداد میں انگلستان پہنچ رہی ہیں ۔ کچھ ہندوستان بھی آئی ہیں ۔ برطانیہ نے ایک ہزار بمبار طیارے بھیج کر جرمنی کے کئی شہروں کے کارخانوں کو برباد کر دیا اور شہروں کو بھی کافی نقصان پہنچایا ایک ایک حملہ میں ہزاروں تک مرنے اور زخمی ہونے والوں کی تعداد پہنچ گئی ایسے حملے اب بھی ہو رہے ہیں اور خیال ہے کہ ان سے جرمنی کی ہمت پست ہو جائیگی روس کی خواہش ہے کہ اگر امریکہ اور برطانیہ مغرب کی طرف سے جرمنی پر حملہ شروع کر دیں تو روس کی فتح یقینی ہو جائے ۔ ادھر امریکہ روس اور برطانیہ میں مستقبل کے لئے سمجھوتے بھی ہوئے ہیں جن کے ذریعے جنگ کے بعد بھی



لیبیا کے میدان جنگ میں نئے برطانی سپہ سالار جنرل رچی
بڑی بہادری سے فوجوں کی کمان کر رہے ہیں

۲۰۰ - ۳۰ سال تک کے لئے دوستی قائم رکھنے کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا جاچکا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ کہیں جرمنی پر حملہ کریں۔ ایسا کہاں ہوگا یہ ابھی طے نہیں ہوا ۔مغربی فرانس، ہالینڈ، ناروے، یا ڈنمارک پر حملہ ہوسکتا ہے۔ مغربی فرانس کے لئے ایسا بھی کہا جاچکا ہے۔ پھر بھی ابھی تک باہر والے نہیں جان سکتے کہ کس طرف حملہ ہوگا کچھ عرصہ وزیر اعظم برطانیہ آج کل معاملات سلجھانے کے لئے امریکہ گئے ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں آج کل کانگریس سوچ رہی ہے کہ حکومت اس کے حقوق پر حملہ کرتی جاتی ہے۔ جس کے باعث اگر وہ کچھ بھی نہ کرے تو رفتہ رفتہ ملک پر سے اسکا اثر زائل ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ اسی لئے تین سوالوں کو لیکر وہ ہندوستان میں نئی تحریک جاری کرنی چاہتی ہے کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اگرچہ کانگریس جرمنی، جاپان وغیرہ کے خلاف ہے پھر بھی اس موقعہ پر ملک میں اگر تحریک شروع کریگی تو اس سے دشمنوں کو فائدہ پہنچنے کا امکان ہے۔ ادھر مسلم لیگ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس تحریک سے کانگریس لیگ کا اثر کم کرنے کی کوشش کرے گی جس کے باعث وہ اس کی مخالفت کرے گی۔ اس موقع پر یہ تحریک اکثر لوگوں کو بے موقع معلوم ہوتی ہے۔

شمالی افریقہ میں پہلے تو ایسی خبریں آئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں جرمن فوجیں بری حالت میں تھیں لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شائد حکومت طبروق کی حفاظت بھی ضروری نہ سمجھے اخبار پائنیر کو ان الٹی خبروں سے بڑی تکلیف پہنچی ہے امریکہ کے کچھ اخبار لکھ رہے ہیں کہ جلد یا بدیر ہندوستان پر جاپانی حملہ ہوگا ضرور۔ لہٰذا آج کل ہندوستانیوں کو سیاسی معاملات اور حکومت کی مخالفت بالائے طاق رکھکر اپنی حفاظت کی تیاری کرنی چاہئے۔ اس مشورہ میں بھی ہے تو بہت کچھ اصلیت لیکن ہندوستانی سیاسی جماعتیں جو کچھ سوچ رہی ہیں ان کے پیش نظر اس پر عمل کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ جب تک ہندوؤں کا یہ شبہ دور نہیں ہوتا کہ حکومت ان کے مخالفوں کے ساتھ طرفداری کرتی ہے اس وقت تک ہندوستانی مسئلہ کا آسانی سے حل ہونا مشکل ہے۔

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

مارکنواں میں گروپ کانفرنس

تحصیلدار صاحب گرو ٹھاکر کی صدارت میں موضع مارکنواں میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس میں تقریباً ۵۰۰ سوسائٹیوں کے ممبر موجود تھے۔ کانفرنس امداد باہمی، صحت، دیہاتی بینک اور سوسائٹیوں کی اصلاح کے سلسلے میں کی گئی۔

کانفرنس میں حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

(۱) جہاں جہاں دیہاتی بینک ہیں وہاں وہاں کھیل کود کے لئے لوگوں کو ترغیب دی جائے اور کھیل کود کا سامان منگایا جائے۔

(۲) مارکنواں میں محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے ایک لائبریری قائم کی جائے

(۳) گاؤں کے کنوؤں میں سوسائٹیوں کی طرف سے لال دوا ڈالنے کا انتظام کیا جائے۔

(۴) مارکنواں پنچایت گھر میں ایک ریڈیو لگا دیا جائے۔

اعظم گڑھ ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک

سنہ ۱۹۴۰-۴۱ء میں بینک کو ۲۲،۷۵۰ روپئے کا فائدہ ہوا۔ کل سوسائٹیوں کی تعداد سال کے آخر میں ۲۱۸ تھی۔ اُن میں سے ۱۲۳ سوسائٹیاں بینک کی حصہ دار تھیں اور بینک کے ساتھ لین دین کا کام کرتی رہیں۔ بقیہ ۹۵ سوسائٹیاں اپنا کام الگ کرتی تھیں۔

ڈسٹرکٹ کین ڈیولپمنٹ اینڈ سیل کوآپریٹو سوسائٹی اعظم گڑھ نے سال کے اندر پھولپور اور رانی کی سرائے ریلوے اسٹیشنوں پر کام کیا۔ سوسائٹی نے اوکھ کے کاشتکاروں کو مدد دی۔ سوسائٹی کو ۱۷۰۴ روپئے کا فائدہ ہوا۔ گزشتہ سال بینک کے ساتھ کام کرنے والی سوسائٹیوں میں کل ۲۴۱ نئے ممبر بڑھے اور سال کے آخر میں ممبروں کی تعداد ۴۸۲۱ رہی

بینک کے کام سے کلکٹر صاحب اعظم گڑھ نے بڑی دلچسپی ظاہر کی اور اُنکی رائے سے بینک کو کافی مدد ملی۔

للولی گروپ کانفرنس

موضع للولی ضلع فتحپور میں رائے صاحب دلیپ مان سنگھ چیرمین ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک کی صدارت میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس میں تقریباً ۲۰۰ اشخاص نے شرکت کی۔

کانفرنس کی کارروائی کا آغاز پرارتھنا سے ہوا۔ صنعت و حرفت، دیہاتی بینکوں کی تنظیم، ہکاؤنٹنگ اور غلہ کی فراخت پر تجویزیں منظور ہوئیں۔ یہ بھی طے پایا کہ جنگ میں کام کرنے والے ممبروں کی سالانہ چھوٹ منظور ہو۔ رائے صاحب دلیپ مان سنگھ ایس۔ ڈی۔ او۔ تحصیل فتحپور اور دیگر ممبران نے تقریریں کیں۔

صاحب صدر نے اپنی تقریر میں عوام کو سمجھایا کہ امداد باہمی کے قواعد و اصولوں پر عمل کرنے پولٹری سوسائٹی کے قائم کرنے، شہد کی مکھی پالنے، تسلی بنانے اور رنگنے سے دیہات کی آمدنی بڑھ سکتی ہے۔ صاحب صدر کی دلچسپ تقریر کے بعد کانفرنس ختم ہوئی۔

یو۔پی کی کوآپریٹو اینشیل سوسائٹی

یو۔پی کی اینشیل کوآپریٹو سوسائٹی کا سالانہ جلسہ ۲۰ مئی کو سینٹ جوزف ہائی اسکول لکھنؤ میں ہوئی۔ مسٹر آئی۔ ایچ۔ موسوی اسسٹنٹ رجسٹرار لکھنؤ نے صدارت فرمائی۔

مسٹر این۔ جی۔ جھنگرن آنریری سکریٹری سوسائٹی ہذا نے سنہ ۱۹۴۰-۴۱ء کی سالانہ رپورٹ اور بیلنس شیٹ پیش کی۔ اس میں ۶½ فی صدی منافعہ تقسیم کرنے کا اعلان تھا۔ جسے سب نے منظور کیا۔

رپورٹ میں سوسائٹی کی ہر قسم کی ترقی کا ذکر تھا۔ ممبروں کی تعداد ۵۰۲ تھی اور کام کرنے کا سرمایہ سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں ۱۳،۵۰۰ تھا بلکہ سنہ ۱۹۴۱ء ممبروں کی تعداد ۶۵۱ اور روپئے کی تعداد ۵۳،۴۰۰ ہوگئی۔ اسی کے مطابق حصّوں کی پونجی بھی ۲۰،۸۰۰ روپئے سے بڑھ کر ۲۳،۹۰۰ روپئے ہوگئی لین دین میں سود کی شرحیں بالترتیب ۳ سے ۴ فی صدی اور ۴½ سے ۶ فی صدی رہی۔

ممبروں نے فائیڈیلٹی بانڈ بزنس کے لئے ۱۲۸۷ روپئے دیئے۔ ۳۰ جون سنہ ۱۹۴۱ء کو اس فنڈ میں ۱۳،۹۱۱ روپئے کی رقم تھی چندہ دینے والے ممبروں کو ۳۲۱ روپئے چھوٹ کے طور پر واپس ہو جائیں گے۔

سوسائٹی میں میوچوئل بینی فیٹ فنڈ کو انشورنس کے نئے قانون کے باعث بند کر دیا گیا سال کے شروع میں ۴۶ پالیسیاں تھیں۔ اُن میں سے ۶ اسی سال ادا کر دی گئیں اور ۷ بعد میں۔

سرائے عاقل کوآپریٹو کانفرنس

ضلع الہ آباد میں سرائے عاقل کے مڈل اسکول میں ایک گروپ کانفرنس جناب ٹھاکر چندربھان سنگھ کی صدارت میں ہوئی۔ کانفرنس کے ساتھ ایک نمائش کا بھی انتظام تھا۔ کانفرنس میں تقریباً ۵۰۰ اشخاص شریک ہوئے جن میں سے ۴۰۰ اشخاص کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبر تھے۔

کانفرنس میں سب سے پہلے پرارتھنا ہوئی۔ اسکے بعد سرکل انسپکٹر نے جنگ کے زمانے میں امداد باہمی کے فوائد بتلائے اور اسسٹنٹ ہیلتھ افیسر نے چھوت کی بیماری سے بچنے کی تدابیریں بتلائیں۔

ضلعے میں بیج کے لئے ایک گودام قائم کرنے، سینچائی کے لئے نہر کا استعمال کرنے اور گاؤں کی حفاظت کے لئے کئی تجاویز منظور ہوئیں۔

اسکے بعد اچھے کام اور نمائشی اشیاء وغیرہ پر انعام دینے کے بعد کانفرنس کی کارروائی ختم ہوگئی۔

ضلع کوآپریٹو کانفرنس غازیپور

اس ضلع کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ایک کانفرنس سید پور میں بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ ڈاکٹر ایس۔ ایس۔ نہرو آئی۔ سی۔ ایس کمشنر بنارس ڈویزن اس کانفرنس کے صدر تھے۔

اس موقع پر کئی کوآپریٹرس اور تحریک کوآپریٹو سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب موجود تھے جن میں چیرمین رورل ڈیولپمنٹ ایسوسی ایشن غازیپور، مینیجنگ ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بنک غازیپور، ڈویزنل سپرنٹنڈنٹ محکمہ

زراعت بنارس۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسر، چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ، چیرمین ایجوکیشن کمیٹی ڈسٹرکٹ بورڈ، ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس۔ حاکم پرگنہ سید پور۔ حاکم پرگنہ محمود آباد۔ اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز بنارس۔ انسپکٹر رورل ڈولپمنٹ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز اور انسپکٹر محکمۂ زراعت کے نام قابل ذکر ہیں۔

کانفرنس کا خاص اجلاس ۲۲ فروری کو ۲ بجے شام کو شروع ہوا۔ قریب سو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ حاضرین کی تعداد کسی صورت میں تین ہزار سے کم نہیں تھی۔ کانفرنس کی کارروائی گرل اسکول کی لڑکیوں کی پرارتھنا سے شروع ہوئی۔ اس کے بعد انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز نے ایک مختصر رپورٹ پڑھکر سنائی جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس ضلع میں اس تحریک نے اور خاص کر مارکٹنگ اور ریفنڈ مارکیج بینکنگ نے کس قدر ترقی کی ہے۔ رپورٹ پڑھی جانے کے بعد اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز بنارس، امینجنگ ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک غازی پور۔ جناب اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب اور جناب مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب کی تقریریں ہوئیں۔

مسٹر عظیم الدین ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک نے کوآپریٹو تحریک اور موجودہ جنگ پر ایک نہایت اچھی نظم پڑھکر سنائی جس کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل تجویزیں پیش ہوئیں اور پاس کی گئیں۔

۱۔ اس کوآپریٹو کانفرنس کی رائے میں موجودہ لڑائی کے زمانے میں غریب جنتا کی امداد کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ڈسٹرکٹ بینک غازی پور ہر قصبہ اور بازاروں میں غلہ و دیگر روزانہ خرچ کی چیزوں کی ایک ایک دوکان کھولے جس میں سرکاری نرخ پر سب چیزیں مل سکیں۔ اس سے جہاں غریب پرجا کا کشٹ دور ہوگا وہاں سہکاری اندولن کی طرف جنتا کا رجحان بھی ہوگا۔

۲۔ یہ سہکاری کانفرنس صوبہ کی سرکار و نیز ڈسٹرکٹ بورڈ غازی پور سے اس بات کی درخواست کرتی ہے کہ ضلع میں مویشیوں کی وبائی بیماری روکنے اور ان کی تکلیفوں کے دور کرنے کا کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا ہے جس سے ہر سال سیکڑوں مویشی بلا موت مر جاتے ہیں اور غریب پرجا کا بیحد مالی نقصان ہو جاتا ہے۔ اسلئے اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے بہت جلد ہر تحصیل میں کم سے کم ایک ایک مویشیوں کا ڈاکٹر مقرر کیا جائے جو سینیٹری انسپکٹروں کی طرح خبر پاتے ہی بیماری پھیلے حلقوں میں فوراً پہنچکر بیماری کی روک تھام کر سکے۔

سوسائٹیوں کی طرف سے گورنر کے لڑائی کے چندہ کے فنڈ کے لئے صدر کو ۱۵۰ روپیہ کی ایک تھیلی نذر کی گئی۔ کانفرنس کی کارروائی ختم کرتے ہوئے ڈاکٹر ڈنہرو نے اس ضلع میں تحریک کوآپریٹو کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کیا۔ آپ نے دیہاتی دستکاریوں کو ترقی دینے کے لئے اور خاصکر ٹوکریاں بنانے کے لئے کاشتکاروں کی توجہ دلائی۔ آپنے کہا کہ جتنی ٹوکریاں اس ضلع میں کار بنائیں گے وہ سب اے۔ آر۔ پی خرید لیگا۔ آپ نے اپنی تصویروں میں ہوائی حملوں سے بچنے کے طریقوں کو بھی واضح طور سے سمجھایا۔

آخر میں شریمتی نہرو صاحبہ نے اچھے کام کے کرنے والوں اور کھیل میں جیتنے والوں کو انعامات بانٹے۔

کانفرنس کی کارروائی ختم ہونے کے بعد دیہاتی تنظیم کوآپریٹو یونین سید پور کے ایک ممبر مسٹر شری ناتھ لال نے جناب کمشنر صاحب بہادر اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کو چائے کی دعوت دی۔

اس موقع پر ایک شاندار نمائش بھی کی گئی جسمیں مختلف ترقیات کے محکموں نے حصہ لیا تھا۔ کوآپریٹو کی طرف سے "اتحاد الانصار" کرگھا کوآپریٹو اسٹور غازی پور کی دوکان بھی نمائش میں منگوائی گئی تھی۔ اس دوکان پر غازیپور کے جولاہوں کے مختلف قسم کے بنے ہوئے خوشنما کپڑے کثرت سے دکھائی دیتے تھے۔ نمائش میں اس دوکان کی بکری قریب سو روپیہ کے ہوئی۔

۲۲ فروری کو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کھیل ہوئے اور ۲۳ اور ۲۴ فروری کی رات کو سید پور سہکاری ناگرک بستکالیہ کی طرف سے دو نہایت اچھے ڈرامے کھیلے گئے۔

کوآپریٹو ڈولپمنٹ یونین بھنان

کین ڈولپمنٹ اسکیم کے فوائد دیکھتے ہوئے ۱۹۳۸ء میں حکومت صوبہ متحدہ نے ہمارے صوبہ کے دیگر اضلاع میں بھی اس اسکیم کی توسیع کی۔ اسی وقت بھنان (ضلع گونڈہ) میں یہ سوسائٹی بھی قائم ہوئی۔ پہلے سال سوسائٹی میں صرف ۳۶ ہی گاؤں شامل ہوئے۔ اور ممبروں کی تعداد ۷۰۰ تک ہی رہی۔ لیکن جون ۱۹۴۱ء میں ممبروں کی تعداد ۲۰۸۹ تک پہنچ گئی۔ یونین اس وقت فیکٹری رقبہ کے ۵۵۹ دیہاتوں میں سے ۲۲۷ دیہاتوں کی خدمت کر رہی ہے۔ اس قلیل عرصہ کی کامیابی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک گاؤں یونین میں شامل ہو جائیگا۔ یونین کا خاص مقصد ملوں کو کافی تعداد اور مناسب قیمت میں اچھا گنا سپلائی کرنا ہے لیکن اس کے علاوہ ممبروں کی دوسری فصلوں کی فروخت وغیرہ کا بھی یہ انتظام کرتی ہے اسکے لئے یونین نے سابق بائیلاز کو رد کرکے نئے بائیلاز کی رجسٹری کرالی ہے۔

پچھلے سال لوگوں نے یونین کے منع کرنے پر بھی گنے کی کاشت کا رقبہ بڑھا کر پانچ ہزار ۶ سو ایکڑ کر دیا اس سے قبل صرف ۲،۹۰۰ ایکڑ زمین پر گنا بویا گیا تھا۔ سوسائیٹی کے ممبروں کو ۵،۶۰۰ من گنے کا عمدہ بیج سستے داموں میں دیا گیا۔ اس طرح کچھ خسارہ ہوا جسے محکمۂ اصلاح نیشکر نے پورا کیا۔ گوبر اور کمپوسٹ کی کھاد اور ہری کھاد وغیرہ کا بھی معقول انتظام کیا گیا۔

یونین نے گنے کے علاوہ دوسری چیزوں کے بیج بھی ممبروں میں تقسیم کئے۔ گیہوں پوسا نمبر ۵۲ تقریباً ۲۵۲ من ۱۹ سیر، چنا (ٹائپ ۲۵) ۱ من ۷ سیر، امٹر (جونپور) ۳۵ من ۱۸ سیز ارہر۔ ایک من ایک سیر چار چھٹانک دھان (سریا) ۲۴۲ من ۳۸ سیر تقسیم کیا گیا تھا۔ ممبروں نے ۲۵ گرجرل خریدے۔ مویشیوں کی نسل سدھارنے کے لئے، عمدہ نسل کے سانڈ اور مرہ بھینسوں کا انتظام کیا گیا۔ ممبروں کو بیل خریدنے کے لئے بھی یونین نے ۶،۴۸۷ روپیہ قرض دیا۔ بلوں میں گنے کی پوری کھپت نہ ہونے سے ۵۷ کولھو اور ۹ ترقی دادہ کڑھاد خریدے گئے۔

اس سال ۱۱،۴۷۹ روپئے ۱۲ یونین کو کمیشن کی شکل میں ملے۔

۲۲۷ دیہاتوں میں کوآپریٹو سوسائیٹیاں اور پنچائیتیں قائم کی جا چکی ہیں۔ تقریباً ۱۰۰ بالغوں کو خواندہ بنایا گیا۔ سال میں بورڈ آف ڈائرکٹر کے ۱۲ جلسے ہوئے سوسائٹی کے کاموں میں ایس۔ ڈی۔ او صاحب منکاپور، مسٹر سی۔ بی۔ دوبے کین ڈولپمنٹ افسر۔ بابو مہادیو پرشاد ڈپٹی سی۔ ڈی۔ او۔ سیٹھ بیجناتھ پرساد جی راج گڑھیا اور پنڈت سندر لال دھدیت نے خاص طور سے امداد کی۔ ہم آئندہ سال میں اس سوسائیٹی کی مزید ترقی کی توقع کرتے ہیں اور اسکے کارکنوں کو ان کی مستعدی پر مبارکباد دیتے ہیں۔

رپورٹ ضلع کوآپریٹو کانفرنس سید پور ضلع غازی پور

یہ اس ضلع کی خوش نصیبی ہے کہ آجکل کی ضلع کوآپریٹو کانفرنس کے صدر جناب ڈاکٹر ایس ایس نہرو صاحب ہیں۔ جناب نے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے یہاں آنے کی تکلیف گوارا فرمائی اسکے لئے یہ کانفرنس آپکا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

اس ضلع میں تحریک امداد باہمی سنہ ۱۹۰۹ء میں شروع ہوئی۔ سنہ ۱۹۱۵ء تک بہت کم ترقی ہوئی اس سال ضلع کوآپریٹو بینک قائم کیا گیا جس نے اس تحریک کو ترقی دینا شروع کیا۔ تکمیہ گرام سدھار نے بھی زندگی سدھار سوسائیٹیاں کوآپریٹو ایکٹ کے مطابق بنائیں۔ اس طرح پر کل کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی تعداد ۴۷۸ تک پہنچ گئی ہے جو ہمارے ضلع کے گاؤں کی تعداد کا ۱/۴ سے کچھ زیادہ ہے ان سبھاؤں میں قریب ۲۸۵۹۰ ممبران شریک ہوچکے ہیں۔

ہماری کوآپریٹو سوسائیوں میں صرف کاشتکاروں کو قرضہ دینے والی جماعتیں ہی نہیں ہیں بلکہ اسمیں ایک سنٹرل بینک۔ ایک ضلع کین ڈولپمنٹ سوسائیٹی ایک ضلع گڑ ڈولپمنٹ سوسائیٹی۔ ایک زمین رہن بنک۔ ۵ مارکٹنگ یونین۔ ایک کرگھا کوآپریٹو اسٹور ایک اسکول اسٹور ایک کنزیومرس کوآپرٹو اسٹور ۲ سیلری ارنرس اور تھرفٹ سوسائیٹیاں ۳ جولاہوں کی سوسائیاں۔ دو آبپاشی کی سوسائیٹیاں ۳۰ ہریجن سوسائیٹیاں ۵۰ اگرام بنک اور ۱۰۳ دیہاتی قرضہ دینے والی اور ۱۷۱ زندگی سدھار سوسائیٹیاں ہیں۔

ضلع کوآپریٹو بنک غازی پور جوان سوسائیوں کو قرضہ دینے کا انتظام کرتا ہے اسکا کاروباری سرمایہ قریب ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے ہے اور نجی سرمایہ ساٹھ ہزار سے کچھ زاید ہے اسکا قرضہ سوسائیٹوں پر ۱۱ ہزار روپیہ کے قریب ہے جس میں سے صرف ۲۲۸ روپیہ بقایا ہے۔ وصولی کا اوسط قریب ۹۹٫۷ فیصدی رہاہے۔ بنک کا کوئی روپیہ ناقابل یافتنی یا مشکوک نہیں ہے۔ حالت قابل اطمینان ہے۔

ایک ضلع کین ڈولپمنٹ اینڈ سیل کوآپریٹو سوسائٹی اس ضلع میں قایم ہے اسکی رجسٹری سنہ ۱۹۴۰ء کے قریب ہوئی تھی اور اسی سال قریب ۱۰ لاکھ من گنا یو پی اور بہار کی ملوںکو سپلائی کیا گیا جس پر سوسائٹی کو قریب ۲۰ ہزار روپیہ کمیشن سے آمدنی ہوئی اور تمام خرچہ نکالنے کے بعد ۱۰ ہزار روپیہ سے زاید خالص منافع سوسائٹی کو ہوا سنہ ۱۹۴۱ء میں شکر کی کوئی خرید نہیں ہوئی موجودہ سال میں صرف تین ایجنٹوں سے گنا سپلائی کیا جا رہا ہے۔

سرکار نے اس سال گنے کی جو کم سے کم قیمت مقرر کی ہے وہ موجودہ چینی یا گڑ کے بھاؤ کو دیکھتے ہوئے بہت کم ہے جسکی وجہ سے کاشتکار گنے کو بیچنے کے بجائے اسکو پیرنا زیادہ پسند کر رہے ہیں۔

ایک زمین رہن بنک اس ضلع کے زمینداران و بڑے بڑے کاشتکاران کو انکے پرانے قرضہ کی ادائگی ونیز ترقی زراعت کے کاموں کے واسطے روپیہ دینے کے لئے قائم ہے اسمیں قریب ۱۵۰ ممبران شریک ہیں کل قرضہ بذمہ ممبران ۵۶ ہزار سے کچھ زائد ہے جسمیں قریب ساڑھے تین سو روپیہ بقایا ہے۔ وصولی کا اوسط قریب ۹۶ فیصدی رہاہے۔ اس کام میں جناب تحصیلدار صاحب تحصیل سید پور۔ جو اس سوسائٹی کے آنریری سیکرٹری ہیں کافی امداد سوسائٹی کو ملی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم یہ بات بھی آپکے گوش گذار کرنا چاہتے ہیں کہ اس سوسائٹی کا کام تھوڑی مدت کی امانتوں سے چل رہاہے اس قسم کی امانتیں لیکر اور بڑی مدت کیلئے روپیہ بطور قرضہ کے تقسیم کردینا خطرہ سے خالی نہیں ہے یہ مشکل تب ہی دور ہوسکتی ہے جب ایک صوبجاتی بنک کی تنظیم ہو جہاں سے زیادہ مدت کیلئے کم سود پر ان بنکوں کو روپیہ ملنے لگے ایسا ہوجانے سے اس صوبہ میں اس تحریک کی ایک بڑی کمی دور ہوسکتی ہے۔

مارکٹنگ یونین اس ضلع میں اسی سال قائم ہوئی ہیں غلہ کے مارکٹنگ کا کام فی الحال بنک کرتا ہے بنک کیطرف سے ضلع کے اندر ۴ مارکٹنگ سنٹر کھلے ہوئے ہیں جنمیں سے دو بنک کی آرٹ شاپ ہیں۔ سال کے اندر ۳۵۰۰ من سے زاید کا غلہ ۱۱۷۴۸۵ روپیہ کی قیمت کا خرید کیا گیا خرید کا طریقہ ممبران کا اپنے غلہ کمیشن پر بکوانا یا آئندہ اچھے نرخ کا فائدہ اٹھانے کیلئے انکا غلہ بطور امانت کے بنک کے گودام میں رکھکر ۷۵ فیصدی تک رقم پیشگی دیدینا یا پھر انکا غلہ بازار بھاؤ پر خود خرید لینا تھا۔ غلہ جو خود خرید کیا جاتا تھا اسکو جلد سے جلد مقامی یا باہری بازاروں میں فروخت کرنیکی کوشش کیجاتی تھی اس سال اس کام سے بنک کو قریب ۴۰۰ روپیہ کے خالص منافع ہوا ہے۔

کرگھا اسٹور غازی پور اپنے ممبران کو کچا مال سپلائی کرتا ہے اور پکا مال بازار بھاؤ سے خرید کر مقامی بازاروں ونیز باہر کی نمائشوں میں لیجا کر فروخت کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ اس ضلع کے جولاہوں کو اس اسٹور سے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اسٹور میں قریب ۳۰۰۰ روپیہ لگا ہوا ہے۔

ملازم پیشہ والوں کی جماعتیں ضلع کے مڈل اسکولوں میں میونسپلٹی میں کلکٹری اور پولیس میں کام کر رہی ہیں۔ ان جماعتوں کا کاروباری سرمایہ قریب دس ہزار روپیہ کے ہے اور قریب ۴½ ہزار روپیہ ان کو ممبران سے وصول کرنا ہے۔

دیہات کی قرضہ والی سوسائٹیوں میں ممبران پر قریب ڈیڑھ لاکھ روپیہ لگا ہوا ہے جس میں سے قریب ۱۶ ہزار روپیہ بقایا ہے۔ وصولی کا اوسط قریب ۹۰ فیصدی رہاہے۔

گذشتہ جنگ کے سلسلہ میں ہمارے ضلع کی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے جو کام کیا ہے وہ بھی قابل بیان ہے۔ لڑائی کے بارے میں صحیح خبریں دیہات میں پہنچانے کی حتی الامکان کوشش کی گئی۔ مرکزی جگہوں میں جلسے اور کانفرنس کرکے جنگ کی صحیح اور سچی خبریں بتائی گئیں اور غلط افواہوں کو دور کرنے کیلئے کافی پرچار کیا گیا۔ اسکے علاوہ اس ضلع کی کوآپریٹو سوسائیٹوں کیطرف سے ۳۰ جون سنہ ۴۱ء تک قریب ۱۲۰۰ روپیہ لڑائی کے چندہ میں محکمہ کے ذریعہ گورنمنٹ کو بھیجا گیا اور قریب ۹۰۰۰ روپیہ کے ڈفنس سیونگ سارٹیفکٹ خرید کئے گئے۔

یہ اس ضلع کی خوش قسمتی ہے کہ مسٹر ایس۔ ایس نہرو آئی سی۔ ایس ضلع کے افسر ہیں اور ضلع کوآپریٹو بنک کے چیرمین ہیں۔ آپ تحریک امداد باہمی میں کافی دلچسپی لیتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت اس تحریک کی ترقی میں صرف کرتے ہیں اور ہر طرح کی امداد کرتے ہیں ضلع کی یہ کوآپریٹو تحریک آپکا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

سکرٹری ضلع کوآپریٹو کانفرنس
سید پور ضلع غازی پور

کام کی کتابیں



نئی زندگی

یہ ماہوار رسالہ ڈاکٹر سید محمود کی سرپرستی اور جناب انیس الرحمٰن کی ادارت میں تقریباً ایک سال سے پابندیٔ وقت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ ایک بلند و پاکیزہ مقصد لیکر میدان صحافت میں جلوہ گر ہوا ہے۔ ہندوستان کی سب سے بڑی بدبختی یہاں کا ہندو مسلم نفاق ہے۔ اس نفاق کو دور کر کے ان دونوں قوموں میں مستقل اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہی اس کے اجرا کا مقصد ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آسان نہیں لیکن دھن کے پکّے اور دِل کے سچّے کام کرنے والے اپنی ہمّت و محنت سے ہر ایک کام آسان بنا لیتے ہیں۔ ابھی تک ہندو مسلم اتحاد کے لئے جو کوششیں ہوئیں وہ محض اسلئے ناکام رہیں کہ ہم نے مسئلہ کی بنیاد پر غور نہیں کیا اگر ہم موجودہ خامیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اُن تاریخی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی کرتے جاتے جن کے مطالعہ نے ہم ہندو مسلمانوں کو ایک دوسرے سے متنفر بنا دیا ہے تو یقیناً آج اس سلسلے کی ہمارے رہنماؤں کی کوششیں کامیاب نظر آتیں اور ملک سے ہندو مسلم نفاق کی لعنت دور ہو چکی ہوتی۔

نئی زندگی کے تمام مضامین میں ہندو مسلم اتحاد، مشترکہ زبان، مشترکہ تمدن اور متحدہ قومیت پر ہندوستان کے بہترین لکھنے والوں کی طرف سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ چند مضامین اور انکے لکھنے والوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ اس سے قارئین کو اسکے مضامین کی افادیت کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا۔

مسلم عہد حکومت میں ہندوؤں کی حالت۔ از ڈاکٹر سید محمود تمام مذاہب عالم کی حیرت انگیز یکسانیت۔ از پنڈت سندر لال۔ مہاراجہ ہمیشہ حکمران فرقہ پرست نہ تھے۔ از راؤ بہادر گووند سکھا رام سردیسائی۔ ہندوستان کے مشترکہ تمدن میں اسلام کا حِصّہ۔ از راج کمار رسنہا۔ ہندو اور مسلم کلچروں کا امتزاج۔ از سیّد عبد اللہ بریلوی۔

کبھی کبھی کوئی نظم بھی شائع ہو جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں اس طرف خاص توجّہ دی جانی چاہیئے۔

کتابت و طباعت اعلیٰ۔ کاغذ عمدہ قیمت سالانہ پانچ روپیہ۔

پتہ:۔ ۴۹/۱ سپلیمنٹری زیرو روڈ، الہ آباد۔

عالمگیر (سالانہ نمبر) رسالہ عالمگیر اُردو کا مشہور ادبی رسالہ ہے جو حافظ محمد عالم اور مسٹر عبد الرحیم شبلی کی ادارت میں قابل رشک ترقی کر رہا ہے۔ حسب دستور اس سال بھی جون میں اس نے اپنا سالانہ نمبر خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ کاغذ کی گرانی کے باعث اکثر رسائل عام نمبر بھی وقت پر نہیں نکال رہے ہیں۔ کارکنانِ عالمگیر کی یہ جرأت قابل داد ہے۔

سالانہ نمبر کے مضامین کے انتخاب میں کافی محنت کی گئی ہے۔ علمی و تحقیقی مقالات میں، منصور حلّاج سلاطین دہلی کے عہد میں آفتاب علم کی ضیا پاشیاں، لاہور کا ایک بدنصیب بادشاہ، امیر مینائی کوچۂ زلف و گیسو میں اور شاد کا مرثیۂ شباب بہت کاوش سے لکھے گئے ہیں۔ افسانوں میں میرزا ادیب کا افسانہ ’پرندے‘ بہترین نفسیاتی افسانہ ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانہ ’بگلی‘ میں آج کل کے نوجوانوں کی ذہنیت بڑی خوبی سے بے نقاب کی ہے اور سالانہ نمبر میں ترقی پسند افسانہ کی کمی پوری کردی ہے۔ شفیق الرحمٰن نے اپنے افسانہ میں ایک نئی بیماری کا بڑے دلچسپ انداز میں انکشاف کیا ہے احسان علی شاہ اور سالک لکھنوی کے افسانے بھی خوب ہیں۔ ترجموں میں قلوبطرہ کی ایک رات جس کا ترجمہ جناب شبلی نے کیا ہے اس لحاظ سے بہت کامیاب ہے کہ فاضل مترجم نے اصل کی تمام ترخوبیاں نقل میں برقرار رکھی ہیں۔

حِصّہ نظم میں حضرات جلیل، سیماب اکبر آبادی، شفق عماد پوری، نوح ناروی، امجد حیدر آبادی، فراق گورکھپوری اور ماہر القادری کی شرکت اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔

سالانہ نمبر کی ضخامت ۲۰۰ صفحات سے زیادہ ہے اور قیمت صرف ۱۲/ جو اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں بے حد کم ہے۔

پتہ :۔ منیجر عالمگیر۔ لاہور



اپنے خیالات

ہندوستانی ادب (سالگرہ نمبر)

خاص نمبروں کی اشاعت میں ہمارا یہ نوخیز معاصر بھی کسی پرانے پرچے سے پیچھے نہیں بلکہ کافی آگے ہے۔ کاغذ اور سامان طباعت کی گرانی سے اس زمانے میں جبکہ پرانے رسالے بھی زندگی کے دن گن رہے ہیں کسی نئے رسالہ کا اجرا اتنا حیرت انگیز نہیں جتنا اس کا زندہ رہنا ہے۔ اور ہم اس کے مدیر غلام محمد خاں کو مبارک باد دیتے ہیں کہ انھوں نے نہ صرف اپنے رسالہ کو زندہ رکھا بلکہ اسے روز بروز ترقی دیتے رہے۔ ایک سال میں تین خاص نمبر پیش کرنے کے بعد اب اس کے لائق مدیر نے سالگرہ نمبر پیش کیا ہے جو نہ صرف ضخامت کے لحاظ سے بلکہ مضامین کے لحاظ سے بھی ایک امتیازی شان کا حامل ہے۔

مضامین میں " ہندوستانی افسانہ نویسی کے ستارے "، " تنقید نگاری " از نیاز فتحپوری "، فارسی نثر میں ناولوں کی تحریریں "، اور " ادبی چٹخارے "، خوب ہیں۔ محشر عابدی کا افسانہ " سماج کا شکار "، اور آوارہ کا ڈرامہ " صحرا کا جنون " اچھی چیزیں ہیں۔ حصۂ نظم بھی بہت کامیاب ہے۔

ہم اتنے کامیاب خاص نمبر شائع کرنے پر اس کے مدیر غلام محمد خاں صاحب کو ایک بار پھر مبارک باد دیتے ہیں۔ اور اردو داں حضرات سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ہندوستانی ادب کی زیادہ سے زیادہ سرپرستی فرمائیں۔

اس کی سالانہ قیمت چار روپیہ اور سالگرہ نمبر کی قیمت ۲؍ امر۔

پتہ :۔ چینچلگوڑہ۔ حیدرآباد (دکن)

زمانۂ جنگ میں کھیتی کی ترقی

زمانۂ جنگ میں زراعت کی ترقی پر بہت زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ انگلینڈ میں تو یہ تحریک شروع ہوگئی ہے کہ فتح حاصل کرنے کے لئے ہل اتنا ہی ضروری ہے جتنی کہ مشین گن۔ ہوائی جنگ کے باعث درآمد بند ہوجانے سے اسی ملک کی فتح کا زیادہ امکان رہتا ہے جو زیادہ سے زیادہ اشیاء خوردنی پیدا کر سکتا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں جرمنی اگر ہارا تھا تو اسی سبب کہ وہاں اشیاء خوردنی کا توڑ پڑ گیا تھا۔ اس جنگ میں بھی جرمنی اور اس کے مقبوضہ ممالک میں کھانے پینے کی چیزوں کی بہت کمی ہو رہی ہے اور اس بات کا بھی اس چیز کا اثر جنگ پر پڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ضرورت پڑنے پر اشیاء خوردنی کی کمی نہ ہو اسلئے انگلستان میں ابھی سے زیادہ سے زیادہ اشیاء خوردنی پیدا کرنے کی تحریک جاری ہے۔ ہمارا ملک اگرچہ زراعت پیشہ ملک ہے پھر بھی ہر جگہ ہر چیز نہیں پیدا ہوتی اور ملک سے غلہ کی برآمد اب بھی جاری ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے یہاں بھی کھیتی میں زیادہ سے زیادہ ترقی کیجائے حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ کسان زیادہ سے زیادہ اور نئی چیز پیدا کر کے اپنی ساری غریبی دور کر سکتے ہیں اور مالا مال ہو سکتے ہیں۔

پیداوار کیسے بڑھائی جا سکتی ہے؟ ایک ہی زمین میں ایک سال میں کئی فصلیں کیسے بوئی جا سکتی ہیں؟ وغیرہ وغیرہ باتیں بتلانے کے لئے صوبہ کی حکومت نے ایک اسکیم جنتری کے ساتھ شائع کی ہے۔ ہم اس اسکیم کو شائع کر رہے ہیں۔ یہ اسکیم ان سب دیہاتوں میں خصوصیت کے ساتھ جاری کی جائیگی جو گاؤں سدھار اسکیم کے ماتحت ہیں اور جن میں آرگنائزر اور بالغوں کے مدرس رہتے ہیں۔ لیکن دیگر دیہاتوں کے باشندے بھی اس اسکیم کو پڑھ کر اور اس کے مطابق کام کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ قارئین 'ہل' اس اسکیم کو بغور مطالعہ کرینگے اور اسی ماہ سے اس اسکیم کے مطابق کام شروع کر دیں گے۔

'ہل' کا انعامی مقابلہ

'ہل' کے انعامی مقابلہ کے سلسلہ میں آخری سوال جو کسی عجیب و غریب منظر کے بیان کرنے کے سلسلے میں تھا۔ مئی کے 'ہل' میں شائع ہوا تھا اس کا فیصلہ گاؤں سدھار افسر صاحب نے فرما دیا ہے مندرجہ ذیل اصحاب کو اوّل، دوئم، سوئم انعامات

سلے ہیں۔

(۱) جناب بلونت سنگھ راوت۔ گھنڈیال، ڈاکخانہ نوتھانہ، گڑھوال۔

(۲) جناب ستیہ نرائن پرساد وشارد ہیڈ ماسٹر پبلک ٹاؤن اسکول گھند۔ ڈاکخانہ بیلوا بازار، بستی۔

(۳) مس کرشن کماری سیٹھ ۱۶۶۳ گلی حکیم بقا۔ حوض قاضی دہلی۔

یہ انعامات ان اصحاب کے پاس گاؤں سدھار افسر صاحب یو پی کے لکھنؤ کے دفتر سے بھیجے جائیں گے۔

امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ کے تین رسالے

عمدہ گڑ اور راب وغیرہ بنانا بہت کچھ اچھی بھٹیوں پر منحصر ہے۔ اس سلسلے میں امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ کی طرف سے برابر تحقیق ہوتی رہی ہے کہ کیا تدبیر کی جائے کہ اس جلد پکنے ایندھن کم سے کم لگے اور بھٹی زیادہ سے زیادہ وقت تک کام دے۔ کم سے کم خرچ ہو اور ہوا کے رُخ کا کوئی اثر نہ ہو۔ اس کا بلاری میں ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے۔ وہاں گڑ بنانے والی بھٹیاں بڑی تحقیق کے بعد بنائی گئی ہیں۔ جس کے بارے میں امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ کی طرف سے حال ہی میں تین رسالے بھی شائع ہوئے ہیں۔

یہ رسالے ہمارے پیش نظر ہیں۔ پہلے میں ترقی یافتہ روہیلکھنڈ بیل، جس میں گرم ہوا وغیرہ کا ذکر بھی شامل ہے، بلاری میں ۱۹۳۱ء اور اسکے بعد ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۱ء تک جو سائنٹفک طریقہ پر جو تجربہ کیا گیا ہے یہ بیل اس کی مدد سے تیار کئے گئے ہیں۔ دیسی بیلوں کی خامیاں ان میں نہیں رہنے پائی ہیں اور اس کے ذریعہ ہر روز تین سو من گنے سے راب بنائی جا سکتی ہے۔ رسالہ میں اس بیل کے بنانے کا طریقہ، بیل چلانے کا طریقہ، رس پکانے کی مقدار، ایندھن کی مقدار، اس کے فائدے وغیرہ باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرے رسالہ میں بلاری کے بیلوں کا ذکر ہے۔ بلاری ریسرچ اسٹیشن پر مختلف قسم کی دو نئی بیلیں پوری تحقیق کے بعد بنائی گئی ہیں جنہیں بلاری بیل نمبر ۱ اور بلاری بیل نمبر ۲ کہتے ہیں۔ اس رسالہ میں بھی ان بیلوں کے بارے میں ان کے بنانے، چلانے کا طریقہ، آزمائش کا نتیجہ اور فوائد وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ بنانے کا طریقہ دو تصویروں کے ذریعہ اچھی طرح سمجھایا گیا ہے۔

تیسرا رسالہ آگ دینے کا برتن یا کریشر لائنر کے متعلق ہے اس میں بھی کریشر لائنر کے بنانے، چلانے کا طریقہ اور فائدہ کا ذکر ہے جو کسان یا زمیندار کافی تعداد میں گنا بوتے ہوں اور گڑ وغیرہ کی تجارت کرتے ہوں انھیں ان رسالوں سے بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ان کو اس کا ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھنا چاہئے۔ ان رسالوں کی قیمت بالترتیب چار آنے، پانچ آنے اور چار آنے ہے اور یہ منیجر آف پبلیکیشنز امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ دہلی کو لکھنے سے مل سکتے ہیں۔

ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ یو۔ پی کا سرکلر

دیہاتوں کو جنت کہا گیا ہے مگر بعض دیہاتوں میں بڑی گندگی رہتی ہے۔ رہنے والے اپنے دروازوں پر کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگائے رہتے ہیں۔ گھروں کا گندہ پانی باہر بہتا رہتا ہے، مکھیاں اُن پر بھنبھناتی رہتی ہیں، برسات میں کہیں کہیں تو اتنی کیچڑ ہو جاتی ہے کہ ان سب کو دیکھنے سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر ان دیہاتوں کو جنت کہا جائے تو دوزخ کسے کہا جائے۔ تھوڑی سی توجہ اور احتیاط رکھنے سے یہ خرابیاں دور کی جا سکتی ہیں اور دیہاتوں کو واقعی جنت بنایا جا سکتا ہے۔ صحت کے لحاظ سے دیہاتوں کی صفائی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ یو پی نے گذشتہ ۲۱ فروری کو یو پی کے تمام میڈیکل افسران ضلع کے نام جو سرکلر جاری کیا تھا اُس کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں اس سرکلر میں موصوف نے اس بات پر زور دیا تھا کہ پبلک ہیلتھ اور محکمہ گاؤں سدھار کے اشتراک سے دیہاتوں کی صفائی کے سلسلے میں جو فیصلہ ہوا ہے وہ حوصلہ افزا ہے اسلئے انھوں نے اس سرکلر میں خاص طور سے زور دیا ہے کہ یہ کام پوری مستعدی سے ہو۔ اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے گاؤں سدھار کے دیہاتوں کو تین درجوں میں تقسیم کر دیا ہے الف۔ ب اور ج ان تینوں قسموں کے دیہاتوں میں صفائی کا کام ہونا چاہئے لیکن درجہ الف میں پورا کام ہونا چاہئے سینٹری انسپکٹروں کو چاہئے کہ وہ درجہ الف کے دیہاتوں کا زیادہ خیال رکھیں، دیہاتوں کی صفائی کا پروگرام تیار کریں۔ اس پروگرام میں صفائی کے متعلق جتنی بھی اصلاحات ہو سکتی ہیں وہ سب ہونی چاہئیں محکمہ گاؤں سدھار سے جن کاموں کے لئے امداد کی ضرورت ہے انکا ذکر ہونا چاہئے ضلع کا میڈیکل افسر مقامی گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر ہوتا ہے اور وہ محکمہ گاؤں سدھار سے اس حیثیت سے خرچ کرنے کے لئے فنڈ منظور کرا سکتا ہے۔ دوسرے کام سینیٹری انسپکٹر آرگنائزروں کی مدد سے اور مقامی پنچائتوں کی مدد سے کر سکتے ہیں۔ اگر اس پروگرام کے مطابق سرگرمی سے کام کیا جائے تو گاؤں کی صحت اور صفائی میں کافی ترقی ہو سکتی ہے۔ اگر مقامی باشندے ایسے کاموں کی مخالفت کریں تو موجودہ ربائیلاز کے ماتحت اُن پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔

اس سرکل کو ایک دوسرے سرکل میں اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ گاؤں سدھار افسر نے تمام اضلاع کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک مقررہ پروگرام بنا لیں اور اس کام میں لگ جائیں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر پوری توجہ اس طرف صرف کی جائے تو بغیر کسی فاضل خرچ کے یہ کام ہو سکتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ سینیٹری انسپکٹر کی مدد سے ہر ایک گاؤں میں کام کرنے کے لئے پروگرام بنا لیا جائے۔ اس پروگرام میں ان سب اصلاحات کا ذکر کر دیا جائے جو اس خاص پروگرام کے لئے ضروری ہے۔ پروگرام سے نہیں کہ بات بلکہ کیا کیا کام کرنا ہے یہ واضح ہے۔ مثلاً کلو کے مکان کے دروازہ کی کھاد ہٹوانا یا اسکول کے جنوب کا گڈھا پٹوانا یا اٹھا کر سر گوبند سنگھ کے کنوئیں سے سینچائی کے پانی کے لئے نالی بنوانی ہے وغیرہ وغیرہ۔ آرگنائزر ان کا یہ فرض ہوگا کہ وہ سینیٹری انسپکٹروں کی مدد کریں اور پنچایت کے ذریعہ یہ کام کرائیں۔ اگر کوئی کام پورے طور پر نہ ہو یا اس میں رکاوٹ ہوتی ہو تو ڈسٹرکٹ میڈیکل افیسر کو ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔

صحت اور صفائی کے اعتبار سے گاؤں والے بہت پیچھے ہیں۔ کتنے ہی لوگ گندی جگہ میں رہنے سے عموماً بیمار رہتے ہیں اور اپنی بیماری کا الزام کبھی بھوت پریت اور کبھی قسمت اور کبھی کسی اور پر لگاتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ہمارے کسان بھائی صحت اور صفائی کی اہمیت سے واقف ہوں اور اس کام میں خود لگ جائیں۔

ضلع مرزاپور میں گاؤں سدھار افسر

مسٹر شیو شنکر سنگھ گاؤں سدھار انسپکٹر مرزاپور سے لکھتے ہیں:۔

رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ ایم۔ اے۔ ایم۔ بی۔ ای گاؤں سدھار افسر صاحب یو۔ پی ۱۶ر جون ۱۹۴۲ء کو ضلع مرزاپور میں تشریف لائے ۱۷ر تاریخ کو صبح موصوف نے جموا سرکل کے موضع کوربی کا معائنہ فرمایا۔ اس گاؤں میں اب تک کل سات کنوئیں اور تین چرنیاں گاؤں سدھار کی مدد سے اور چار چرنیاں گاؤں والوں نے خود بنوا دی ہیں۔ اس گاؤں میں اسکے علاوہ گاؤں میں جانے کی سڑک اور کھرنجہ بھی بن چکا ہے۔ آپ نے ۲۵۰ اسکاؤٹوں کو وردی میں پریڈ دیکھی اور دیہاتی بھائیوں کو اسکاؤٹنگ کے فوائد بتلاتے ہوئے انکے حوصلہ کی تعریف کی۔

۱۸ر تاریخ کو آپ نے کترن کے موضع سیولی کا معائنہ فرمایا۔ وہاں بھی آپ ۲۵۰ اسکاؤٹوں کی پریڈ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور گاؤں کے کام کی تعریف کی۔ اس گاؤں میں بھی کھرنجہ جڑ گیا ہے۔

۱۹ر تاریخ کو موضع بکھوڑا کا معائنہ فرمایا اور وہاں خود گاؤں والی کی بنائی ہوئی پختہ سڑک، پنچایت گھر اور اسکاؤٹ ریلی دیکھی۔ گاؤں کے تعمیری کام اور ان کا حوصلہ اسکاؤٹنگ میں غیر معمولی دلچسپی ایسی تھی جو کہ گاؤں سدھار افسر صاحب کی توجہ اپنی طرف مبذول کئے بغیر نہ رہ سکی۔ آپ نے صرف نیر پورہ سرکل کے موضع ... کا معائنہ نہیں کر پائے جہاں دو سو اسکاؤٹوں کی ریلی منظم کی گئی تھی۔ موصوف نے دفتر کا بھی معائنہ فرمایا۔ دیگر محکموں کے عہدیداروں اور ضلع مجسٹریٹ سے بھی گفتگو فرمائی اور کمیٹی کے ممبروں سے بھی تبادلۂ خیال کیا۔ اس موقعہ پر یہ کہدینا بیجا نہ ہوگا کہ اس ضلع میں اب تک ۴۰۰ اسکاؤٹوں کا اضافہ ہو چکا ہے اور پہاڑی ضلع میں آمد و رفت کے ذرائع نہ ہونے سے دیگر مواضع جہاں کے باشندے آپ کے انتظار میں تھے آپ کو نہ دکھائے جا سکے۔ ہر جگہ پنڈت جی کے ساتھ مسٹر ایل۔ بی۔ سنگھ۔ ایم۔ اے۔ بی۔ سی۔ ایس سکریٹری بھی رہے۔

اودھ میں سینچائی کی سہولت

گورنر صاحب یو۔ پی کے محکمہ مال کے ریڈ وائزر کے بیان کے مطابق اودھ میں نہر شاردا کے ذریعہ سینچائی کی جو سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں اس سے کسانوں کو پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئیے اور خریف کی ابتدائی فصل بونی چاہئیے۔ دھان کی بوائی کی شرح صرف ۳ روپئے فی ایکڑ ہے اور محکمہ آبپاشی اس سال کافی آبپاشی کی گارنٹی کرتا ہے۔

غلّہ بوئیے

اس سال کسان غلّہ کی بوائی بڑے زور شور کے ساتھ کرنے جا رہے ہیں اور وہ یہ نعرے لگا رہے ہیں:۔

غلّہ بو و بہت امسال
ہو جاؤ گے مالا مال
غلّہ جو بوؤ اب کی سال
دولت سے ہو مالا مال
بونے میں مت کرنا دیر
آگے ہے دولت کا ڈھیر
فصل کرو پیدا امسال
ہو جاؤ گے مالا مال
اب کی غلّہ پیدا کرو
دولت سے گھر اپنا بھرو
جو کوئی بوئے اب کی اناج
سدھ ہو جائیں سب اسکے کاج

اگست ۱۹۴۲ء جلد ۵ نمبر ۸

حکومت یو، پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔ پی۔ لکھنؤ

اڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

۱۹۴۲ء

سالانہ قیمت صہ۸ر

ایک پرچہ ۸ر

باہتمام کالی۔ کے متر اپرنٹر وپبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

باتصویر ماہوار رسالہ

اگست ۱۹۴۲ء جلد ۴ نمبر ۸

نوائے ندیم

از جناب احمد ندیم قاسمی

میری نگاہ کا مقصود روئے یار نہیں
فدائے جلوہ ہوں، دیوانۂ بہار نہیں

میں تیرے خوابِ جوانی کی تابشوں پہ نثار
کوئی چراغ سرِ راہ انتظار نہیں

یہ کیسا حشر سا پنہاں ہے قلبِ گیتی میں
جو ذرّے ذرّے میں پنہاں مرا مزار نہیں

دلِ حزیں ہے مری پست ہمتی کا ثبوت
تیری بلند نگاہی کی یادگار نہیں

یہ التفات نہیں۔ میرے دل کی کروٹ ہے
یہ میرا ذوقِ نظر ہے۔ جمالِ یار نہیں

تیرا بہار کا وعدہ درست ہے، لیکن
مجھے بہار کے رنگوں پہ اعتبار نہیں

نہ کر تلاش میری۔ دل نہ ٹوٹ جائے تیرا
کہ ایک شمع بھی روشن سرِ مزار نہیں

میری فسردہ نصیبی سے کھیلنے والے
ندیم خاک نشیں آزمودہ کار نہیں

یوپی میں کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی نگرانی، تعلیم اور ان کے حساب کی جانچ

از جناب ایس۔ ایس۔ س۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائیٹیز یو۔پی

یوپی میں کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی نگرانی یو پی کی کوآپریٹو یونین کے ذمہ ہے جو ایک رجسٹری شدہ غیر سرکاری جماعت ہے اور جسکے صدر رجسٹرار صاحب کوآپریٹو سوسائیٹیز ہیں۔ یونین کے خاص مقاصد سوسائیٹیوں کی پوری نگرانی کا انتظام کرنا اور اس تحریک سے تعلق رکھنے والے اشخاص کو امداد باہمی کی تعلیم دینا ہے۔ اس کام کے لئے یونین سپروائزروں کے عملہ کا تعلق رکھتی ہے اسکو ٹریننگ دیتی ہے اور اس کے رکھنے کا خرچ برداشت کرتی ہے۔

ڈسٹرکٹ اور سنٹرل بینک، بڑی بڑی علیحدہ سوسائٹیاں اور دیگر کوآپریٹو سوسائٹیاں یونین کی ممبر بن سکتی ہیں۔ تقریباً سبھی بڑے بینک اور بڑی سوسائٹیاں اس یونین میں شامل ہو چکی ہیں۔ یونین کی ایک عام جماعت ایک صوبہ کمیٹی جو فیصلہ کرنے والی کمیٹی ہوتی ہے اور ایک مجلس عاملہ ہے جسے روزمرہ کے انتظام کے لئے کافی اختیارات دیئے گئے ہیں۔

بھرتی

سپروائزروں کی بھرتی ان درخواست دہندگان میں سے کی جاتی ہے جو یوپی کے رہنے والے ہوں اور جنکی عمر ۲۰ سال سے ۲۷ سال کے درمیان کی ہو۔ اس کے لئے کم سے کم قابلیت ورناکیولر کا فائنل امتحان ہے۔ لیکن ان امیدوارں کو بھرتی کے لئے زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے جنھوں نے انٹرنس یا اسکے برابر کا کوئی اور امتحان پاس کیا ہو۔ امیدواروں کے انتخاب میں اس بات کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے کہ درخواست دہندہ کا رجحان دیہاتی زندگی کی طرف ہو اور جو سماجی کاموں سے دلچسپی رکھتا ہو۔ ابتدائی انتخاب ڈیویژنل کمیٹیاں کرتی ہیں جن میں سرکل کے اسسٹنٹ رجسٹرار اور دو غیر سرکاری ممبران امداد باہمی رہتے ہیں۔

ان لوگوں کو جنھیں یہ کمیٹیاں منتخب کرتی ہیں دو ماہ کی ابتدائی ٹریننگ حاصل کرنی پڑتی ہے صوبہ کوآپریٹو یونین یوپی کی مرکزی انتخابی کمیٹی انکا آخری انتخاب کرتی ہے۔ آخری انتخاب ہونے کے بعد درخواست گزاروں کو پھر ۲ ماہ تک اپنے خرچ سے ٹریننگ حاصل کرنی پڑتی ہے ۷ ماہ کی میعاد ختم ہونے پر امتحان لیا جاتا ہے اور امتحان میں کامیاب ہونے پر درخواست گزار سپروائزر کے عہدے کے لئے قابل سمجھا جاتا ہے اگر وہ ڈاکٹری امتحان میں بھی کامیاب ہو جائے۔

دیکھ بھال کرنے کا عملہ

سپروائزر یونین کا تنخواہ دار ملازم ہے یونین میں اس وقت تقریباً ۵۰۰ سپروائزر ہیں۔ یونین کی کل سرکاری آمدنی جس میں سرکاری مالی امداد اور وہ روپیہ شامل ہے جو ممبر بینک اور سوسائٹیاں دیکھ بھال کے خرچ کا ۵۵ فیصدی دیتی ہیں۔ تقریباً ۴۷ء۳ لاکھ روپئے ہے اس تحریک کی توسیع کے ساتھ ساتھ یونین کے ماتحت سپروائزروں کی تعداد بہت جلد بڑھ رہی ہے اور اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں۔

کنٹرول

عام طور سے سپروائزر سرکل افسر کی ماتحتی میں کام کرتا ہے اور بالائی کنٹرول کا اختیار اسسٹنٹ رجسٹرار کے ہاتھ میں رہتا ہے اسے کوآپریٹو بینک سے جس سے اسکا تعلق رہتا ہے گہرا تعلق رکھنا پڑتا ہے اور بینک کے ان لین دین کے کاموں میں جو بینک سے ملحق سوسائیٹیوں سے ہوتے ہیں، اس کی مدد کرنی پڑتی قبل اس کے کہ سپروائزر کا تبادلہ کیا جائے عموماً اسسٹنٹ رجسٹرار اور ملحقہ بینک کے مینجنگ ڈائریکٹر کا مشورہ لیا جاتا ہے۔ سزا کے معاملات میں جرم کی تحقیقات مقامی کمیٹی کرتی ہے جس میں اسسٹنٹ رجسٹرار اور متعلقہ بینک کا ایک ڈائریکٹر رہتا ہے اور جس کی رپورٹ پر یونین کی مجلس عاملہ غور کرتی ہے۔

سپروائزر کے فرائض

سپروائزروں کے فرائض مختصراً یہ ہیں — معائنہ کرنا، ٹریننگ دینا اور تنظیم کرنا۔ سپروائزر کی حیثیت سے اُسے تقریباً ان ۳۰ سوسائٹیوں کا جو اس کے ماتحت ہوتی ہیں، معائنہ کرنا پڑتا ہے اور انکے ممبروں کو تعلیم دینی پڑتی ہے۔ ایک آرگنائزر کی حیثیت سے وہ نئے حلقوں میں سوسائٹیوں کو منظم کرتا ہے اور خالی جگہوں میں سوسائٹیاں قائم کرتا ہے اسے مہینے میں تقریباً ۲۰ روز گاؤں میں رہنا پڑتا ہے اور سوسائٹیوں کے کاموں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔

۱۔ کام کا معائنہ

سپروائزر کے کام کا معائنہ انسپکٹر کرتا ہے جو اس سرکل کی سوسائٹیوں کا معائنہ کرتا ہے سپروائزر کو ضروری ہدایات دیتا ہے اور اس بات کو دیکھتا ہے کہ اس کی ہدایتوں پر بخوبی عمل ہوتا ہے یا نہیں۔ سپروائزر کے دورے کی اور دوسرے کام کی دیکھ بھال پندرہ روزہ ڈائریوں کی مدد سے اور سوسائٹیوں کی ترقی کے سلسلے میں ان ماہوار رپورٹوں کی بنا پر کی جاتی ہے جو ہر سپروائزر کو دینی پڑتی ہے

وقتاً فوقتاً اسسٹنٹ رجسٹرار بھی سپروائزر کے ماتحت سوسائٹیوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ سوسائٹیوں کے حساب کی سالانہ تحقیقات اور بالخصوص ان سرکل رپوٹوں سے، جنھیں گوڈٹ پیش کرتے ہیں سپروائزر کے کام کے جاننے میں کافی مدد ملتی ہے۔

بینک کے ڈائرکٹر اور صوبہ کمیٹیوں کے ممبران بھی ان سوسائٹیوں کا معائنہ کرسکتے ہیں جو انکے بینکوں سے متعلق ہوں لیکن عمل میں ایسا کم آتا ہے۔

۲۔ تعلیم

یوپی میں کوآپریٹو سے متعلق سوسائٹیوں کی تعلیم چار خاص درجوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

۱۔ عملہ کی ٹریننگ۔
۲۔ ممبران کی تعلیم۔
۳۔ عوام کو دی جانے والی تعلیم۔
۴۔ بالغوں اور خصوصاً نوجوانوں کی تعلیم

ان سب تعلیموں کا ایک عام طریقہ ہے جو کوآپریٹو تعلیم کو عام اسکول تعلیم سے علحدہ کرتا ہے۔ امداد باہمی کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ وہ امداد باہمی کے کاموں کی رہنمائی کرتی ہے۔

۱۔ ملازمان کی تعلیم

محکمہ کے گزیٹیڈ افیسروں کو امداد باہمی کی اصولی اور عملی تعلیم اس طرح دی جاتی ہے کہ انھیں پرانے اسسٹنٹ رجسٹراروں کے ساتھ کر دیا جاتا ہے اور دوسرے صوبوں میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے طریق کار کے موازنہ کے مطالعہ کے لئے بھیج دیا جاتا ہے حلقہ میں کام کرنے والے انسپکٹروں، آڈیٹروں اور سپروائزروں کو اصولی تعلیم کوآپریٹو انسٹی ٹیوٹ پرتاب گڈھ میں دی جاتی ہے جو محکمہ زراعت کے ڈپٹی ڈائرکٹر کا صدر مقام ہے اور جہاں انسٹی ٹیوٹ کے قریب ہی کھیتی باری کا فارم بھی ہے اس انسٹی ٹیوٹ میں تعلیم دینے کا کام محکمہ کے دو انسپکٹر کرتے ہیں ان دو انسپکٹروں کا حلقہ میں کام کرنیوالوں کیساتھ وقتی تبادلہ کرنیکے طریقہ سے تعلیم کی عملی شکل قائم رکھی جاتی ہے انجمن میں عام طور سے سپروائزروں کو تعلیم دیجاتی ہے انسپکٹروں اور آڈیٹروں کو اس وقت ٹریننگ دی جاتی ہے جب کبھی نئی بھرتی ہوتی ہے انسپکٹروں آڈیٹروں اور سپروائزروں کے حلقوں میں عملی تعلیم دی جاتی ہے بینک کے منیجروں اور اکاؤنٹنٹوں کے کلاس اس وقت لئے جاتے ہیں جب ان افسران کی کافی تعداد ٹریننگ کے لئے آجاتی ہے ان کی ٹریننگ کے لئے انسٹی ٹیوٹ میں باقاعدہ کوئی درجے نہیں لگتے۔

ریفریشر کلاسز

وقتاً فوقتاً ہر ایک اسسٹنٹ رجسٹرار کے حلقے میں انسپکٹروں آڈیٹروں اور سپروائزروں کے فائدے کے لئے انکی معلومات کو تروتازہ رکھنے کے لئے اور امداد باہمی کے میدان میں نئی نئی باتوں سے انھیں باخبر رکھنے کے لئے ریفریشر کلاسز ہوتے ہیں۔ عموماً یہ درجے ستمبر سے نومبر کے مہینوں میں لگتے ہیں اور ۸ دس روز کے لئے ہوتے ہیں ان میں عملی دقتوں پر بھی غور کیا جاتا ہے کام میں اصلاح کے لئے تجاویز پیش کیجاتی اور مستقبل کے لئے پروگرام طے کیا جاتا ہے

۲۔ ممبر کی تعلیم

تحریک امداد باہمی میں سب سے بڑا مسئلہ ممبروں کی تعلیم کا رہا ہے۔ حکومت ہند اس گرانٹ کے لئے شکریہ کی مستحق ہے جو اس نے امداد باہمی کی ٹریننگ اور تعلیم کی وسیع اسکیم کے لئے ۱۹۳۶ء میں اس محکمہ کو ۱۰۰۹۵۰ روپے دیئے تھے گذشتہ ۴ سال کے اندر ۴۰۰۰ سے زیادہ سوسائٹیوں کے ۲۷۴، سکریٹریوں اور ۲۷۵۷۲ پنچوں کو تعلیم دی گئی۔ اس طرح اب سوسائٹیوں میں ٹرینڈ لوگ ہوگئے ہیں، جس سے انکے کام پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ حکومت ہند نے سکریٹریوں اور پنچوں کی ٹریننگ کی اسکیم کے لئے جو روپے دیئے تھے وہ سب خرچ ہوگئے ہیں۔ مقامی حکومت کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس کام کے لئے صوبہ کے محکمہ مال سے اس اقتصادی دشواری کے وقت روپیہ دے۔

۳۔ عوام کی تعلیم

عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے محکمہ نے ۱۹۳۹ء میں ایک محکمہ نشر واشاعت قائم کیا جو پبلسٹی افیسر کے ماتحت رہے گا۔ اشاعت کے چار خاص ذرائع پریس، پلیٹ فارم، ریڈیو اور تصاویر کے مظاہرہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ صوبہ کے ہندوستانی اور انگریزی اخبارات میں امداد باہمی اور اس سے متعلق موضوعات پر مضامین اور نوٹ شائع کئے جاتے ہیں۔ پبلسٹی کے کام سے لئے جو جلسے اور کانفرنسیں کی جاتی ہیں۔ کوآپریٹو کے متعلق چارٹ، پوسٹرس اور سلائیڈیں تیار کی جاتی ہیں اور نمائشوں، میلوں وغیرہ میں تماشبینوں کو دکھائی اور سمجھائی جاتی ہیں۔ لکھنؤ میں ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ کرنے کا انتظام بھی وہاں کے حکام کی مدد سے کیا جاتا ہے اور سرکاری وغیر سرکاری لوگ تحریک کے مختلف پہلوؤں پر ہندوستانی میں تقریریں کرتے ہیں۔

۴۔ بالغوں اور نوجوانوں کی تعلیم

محکمہ میں ایک تعلیم بالغان کا انسپکٹر ہے جو بالغوں میں سے ناخواندگی کے مسئلہ کو حل کرنے کا کام کرتا ہے۔ کچھ عرصہ کے لئے گورکھپور میں محکمہ کی خاص نگرانی میں ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا تھا جہاں مدرسوں کو تعلیم بالغان کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ بہت سے مدرسوں کو ٹریننگ دی گئی۔ وہ مختلف اضلاع میں بالغوں کے مدرسوں کو چلا رہے ہیں جن کا خرچ سوسائٹیاں برداشت کرتی ہیں اس وقت اقتصادی دشواری کے باعث اس انسٹی ٹیوٹ کا کام ملتوی کیا گیا ہے۔

طالب علموں میں اس تحریک سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً اسکولوں

اور کالجوں میں امداد باہمی پر تقریریں کیجاتی ہیں۔ انہیں امداد باہمی کا شوق پیدا کرنے کے لئے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ان کے درمیان کفایت شعاری کی سوسائٹیاں قائم کی جائیں تجربہ حاصل کرنے پر خاص کام کی اشاعت دیگر حلقوں میں بھی کی جائے گی مثلاً کاغذ، پنسل کتابیں وغیرہ اور کھیل کے سامان اور دیگر تفریحی سامانوں کی فروخت وغیرہ۔

۳۔ حساب کی جانچ

یوپی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے حساب کی جانچ محکمہ کے آڈیٹروں کا عملہ کرتا ہے جو خاص طور سے اسی کام کا ماہر ہوتا ہے۔ یہ رجسٹرار کے ماتحت کام کرتے ہیں اور اپنی تنخواہ حکومت سے پاتے ہیں۔ آڈیٹروں کا کام صرف حساب کی جانچ کرنا ہے اور انکا سوسائٹیوں کے روزمرہ انتظام یا معائنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوسائٹی کے آڈٹ کے کام کی تقسیم

اس وقت محکمہ میں ۸۱ آڈیٹر ہیں جو انتظام کے خیال سے مختلف اسسٹنٹ رجسٹراروں کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں۔ یارش کے ختم ہوتے ہی ہر ایک اسسٹنٹ رجسٹرار یہ دیکھتا ہے کہ آڈٹ کا کل کام جو سال آئندہ میں اسکے سرکل میں ہوگا کتنا ہے اور پھر اپنے آڈیٹروں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے ایک آڈیٹر کو ایک سنٹرل بینک اور ۱۲۰ پرائمری سوسائٹیاں آڈٹ کے لئے دیدی جاتی ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ وہ انکے حساب کی جانچ ایک سال کے اندر کرلیگا۔ وہ خاص سوسائٹیوں (محدود ذمہ داری والی سوسائٹیوں اور اسٹوروں) کے حساب کی بھی جانچ کرتے ہیں۔ آڈٹ کے کام کی تقسیم کام کی کمی یا زیادتی کے مطابق کیا جاتا ہے۔

آڈٹ کی فیس مقرر کرنا

سوسائٹیوں سے ہر ۱۰۰ روپے جاری شدہ سرمایہ پر ۳ آنہ ۶ پائی آڈٹ فیس کے لئے جاتے ہیں۔ ان سوسائٹیوں کو چھوڑ کر جو اپنے سرمایہ کے ۷۵ فیصدی یا اس سے زیادہ سے کام کرتی ہیں حساب کے جانچ کی فیس سنٹرل بینک دیتے ہیں جن سے پرائمری سوسائٹیاں ملحق ہیں۔ سنٹرل بینک سے ۱۰۰ روپئے کے جاری شدہ سرمایہ پر ۲ آنے آڈٹ کے لئے جاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ۲۰۰۰ روپئے سے زیادہ نہ ہو۔ اوسطاً طور پر آڈٹ کا تقریباً نصف خرچ سوسائٹیوں اور بینکوں سے پورا ہوتا ہے اور نصف حکومت کی طرف سے ملنے والے روپئے سے پورا ہوتا ہے۔

اسی مقام پر جاکر حساب کی جانچ کرنا

آڈیٹروں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سپروائزروں کو کم از کم ۱۵ دن قبل اپنے دورے کی اطلاع دیدیں تاکہ ضروری کاغذات جانچ کے لئے ٹھیک کئے جا سکیں اور تیار رہیں۔ ہر ایک سوسائٹی کے حساب کی جانچ اسی مقام پر کی جاتی ہے۔ آڈیٹر ایک رات رک کر حتی الامکان سوسائٹی کا جلسہ کرکے اپنے سامنے غلطیوں کو دور کرا دیتا ہے۔

آڈٹ کا الگ ہونا

سوسائٹیوں کے حساب کی جانچ اور انکی دیکھ بھال کا کام بھی کچھ دن ہوئے کہ ایک دوسرے سے علٰحدہ نہیں کیا گیا اور آڈیٹروں کو اپنے آڈٹ نوٹ انسپکٹر کے پاس بھیجنے پڑتے تھے اسسٹنٹ رجسٹرار کے پاس بھیجنے سے قبل انسپکٹر کو ان پر نظر ثانی کرنی پڑتی تھی۔ انسپکٹروں کو آڈیٹروں کے ذریعے آڈٹ کی ہوئی ۱۰ فیصدی سوسائٹیوں کے حساب کی جانچ پھر سے کرنی پڑتی تھی۔ کچھ عرصہ سے سوسائٹیوں کے حساب کی جانچ اور معائنہ کی تقسیم محکمہ کے زیر غور تھی اور اب ہم نے آڈٹ کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جسے یونٹری سسٹم کہتے ہیں۔ اس کے مطابق ہر ایک اسسٹنٹ رجسٹرار کے صدر مقام پر ایک سینیر آڈیٹر رہتا ہے جس کا فرض اسسٹنٹ رجسٹرار کی جگہ حساب کی از سر نو جانچ کرنا اور نظر ثانی کرنا ہے اس طریقہ سے نہ صرف حساب کی جانچ زیادہ بے لاگ اور آزاد ہو گئی بلکہ اس سے انسپکٹروں کا کافی وقت بچ گیا جسے وہ معائنہ اور دیکھ بھال میں لگا سکتے ہیں۔

رجسٹرڈ اکاؤنٹنٹوں کے ذریعے حساب کی جانچ

موجودہ آڈٹ کا عملہ سوسائٹیوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد کے حساب کی جانچ کے لئے کافی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ موجودہ آڈٹ کے عملہ میں مناسب اضافہ نہیں کیا جا سکا ہے اس لئے رجسٹرار کچھ سنٹرل بینکوں اور علٰحدہ سوسائٹیوں کے حساب کی جانچ کو رجسٹرڈ اکاؤنٹنٹ اور فیس لینے والے آڈیٹروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ تاہم بہت سی سوسائٹیوں کے حساب کی جانچ نہیں ہو پاتی اور زیادہ آڈیٹروں کی بڑی ضرورت ہے۔

ماہ اگست میں کھیتی اور باغبانی کے کام

(رام مورت سنگھ صاحب ٹکنیکل اسسٹنٹ ٹو ڈائریکٹر محکمۂ زراعت یو۔ پی۔ لکھنؤ)

اگست کا مہینہ بھی مثل جولائی کے کھیتی کے کاموں کے لحاظ سے کچھ فرصت کا کہا جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس مہینے میں کھیتی کا کچھ کام ہی نہیں ہوتا۔ اتنا ضرور ہے کہ اور مہینوں کی بہ نسبت کھیتی کے کئی ایک کام ایک ہی ساتھ نہیں ہوتے چونکہ کسانوں کو اسی مہینے میں دیگر گھریلو کاموں کی دیکھ بھال اور تیاری جو سال بھر کے لئے کرنی پڑتی ہے۔ اسکے لئے موقعہ ملتا ہے۔ بعض بعض مقامات میں تو اس مہینے میں کھیتی کا کام اور مہینوں سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ مہینہ اور مہینوں سے زیادہ مصروفیت کا مہینہ کہا جا سکتا ہے۔

اس مہینہ میں کھیتی کے حسب ذیل کام کئے جاتے ہیں۔

(۱) سنئی کی فصل کو مٹی پلٹنے والے ہلوں سے بوائی سے تقریباً ۵۰ دن کے بعد ہری کھاد کے لئے جوتنا۔

(۲) وسط ماہ اگست تک گنے کی فصل اگر کافی بڑھ گئی ہے تو مٹی چڑھائی اور بندھائی کا کام ختم کر دینا۔

(۳) حسب ضرورت فصل خریف کی نکائی گوڑائی کرتے رہنا۔

(۴) فصل ربیع کے لئے خالی کھیتوں کی تیاری اور مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوتائی جاری رکھنا

(۵) کنواری دھان کی نکائی اور جڑھن دھان کی روپائی کرنا۔

(۶) مکا کی فصل اگر تیار ہو گئی ہو اور ہرے چارے کے لئے چری کی کٹائی کرنا۔

(۷) اگلی پلٹائی سے ایک ماہ بعد کمپوسٹ کے ڈھیر کو پلٹ کر پھر ویسا ہی ڈھیر بنا دینا۔

(۸) تمباکو کا بیج بہن کے لئے بو دینا بعدئیں فصل کی کٹائی کرنا۔

(۹) ارہر جوار اور دیگر ساونی فصلوں کی نکائی کرنا۔

(۱۰) گودام میں رکھے ہوئے آلو کے بیجوں کی چنائی اور چھٹائی کرنا۔

(۱۱) برسات میں ہونیوالی ترکاریاں جو اس مہینے سے پہلے یا اس سے بھی پہلے بوئی جا چکی ہیں ان کے لئے مناسب انتظام کرنا اس ماہ میں بوئی جانیوالی گانٹھ گوبھی، پھول گوبھی کی بیاوڑ (بیرن) چھوڑنی چاہئے۔ مگر یہ خیال رہے کہ اس کی بوائی نصف اگست کے بعد کرنی ٹھیک ہوتی ہے۔ جاڑے میں بوئی جانیوالی ترکاریوں کے کھیتوں کی تیاری بھی کر لینی چاہئے۔

باغبانی کے کام

اس مہینے میں باغوں کی کافی صفائی رکھنی چاہئے۔ لیموں، سنترہ وغیرہ درختوں کے پاس گندگی بالکل نہ رہنے پائے۔ انکے تھالوں کو توڑ دینا چاہئے تاکہ اس میں پانی ہر وقت نہ بھرا رہے۔ خلاصہ یہ کہ درختوں کے پاس پانی نہ بھرا رہنے پائے۔ جب کبھی موسم کھلا ہوا ملے اور زمین قابل جوتائی کے ہو تو جوتائی خواہ گوڑائی کر دینا چاہئے تاکہ چھوٹے درختوں کو بڑھنے کا موقع ملے۔

اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ بڑے درختوں کے بہت نزدیک تک نہ گوڑا جائے بلکہ ان کے قریب قریب دو تین فٹ تک زمین چھوڑ دینا چاہئے۔ اس ماہ میں آم وغیرہ کے پودوں کی قلم لگانا زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ ماہ جولائی کے باندھے ہوئے قلموں کی دیکھ بھال کرنی چاہئے۔ باغوں میں ہری کھاد دینے کے خیال سے بوئی ہوئی سنئی کی فصل کی جوتائی بھی کر دینا چاہئے۔

جذباتِ رسوا

(جناب رسوا صدیقی الہ آبادی)

قفس میں بند ہے صیاد گو زباں میری
چمن میں یاد ہے ہر اک کو داستاں میری

ہوئی ہے عشق میں کیا عمر رائیگاں میری
سنو تو قابلِ عبرت ہے داستاں میری

جہاں ہزاروں کے ارمان ہو گئے پامال
ہوں باریاب تمنائیں کیا وہاں میری

بیانِ حرمتِ مے پھر سناؤں واعظ کو
دہن میں شیشے کے رکھدے کوئی زباں میری

میں چھٹ کے قافلے والوں سے دو بھی جاؤں اگر
کرے گی راہبری گردِ کارواں میری

وہیں وہیں بنے کعبے رہِ محبت میں
جبینِ شوق جھکی ہے جہاں جہاں میری

حریمِ ناز کا پایہ بلند تھا لیکن
نگاہِ شوق پہونچتی رہی وہاں میری

رہی ہزار مخالف ہوا زمانے کی
مگر کبھی نہ جھکی شاخِ آشیاں میری

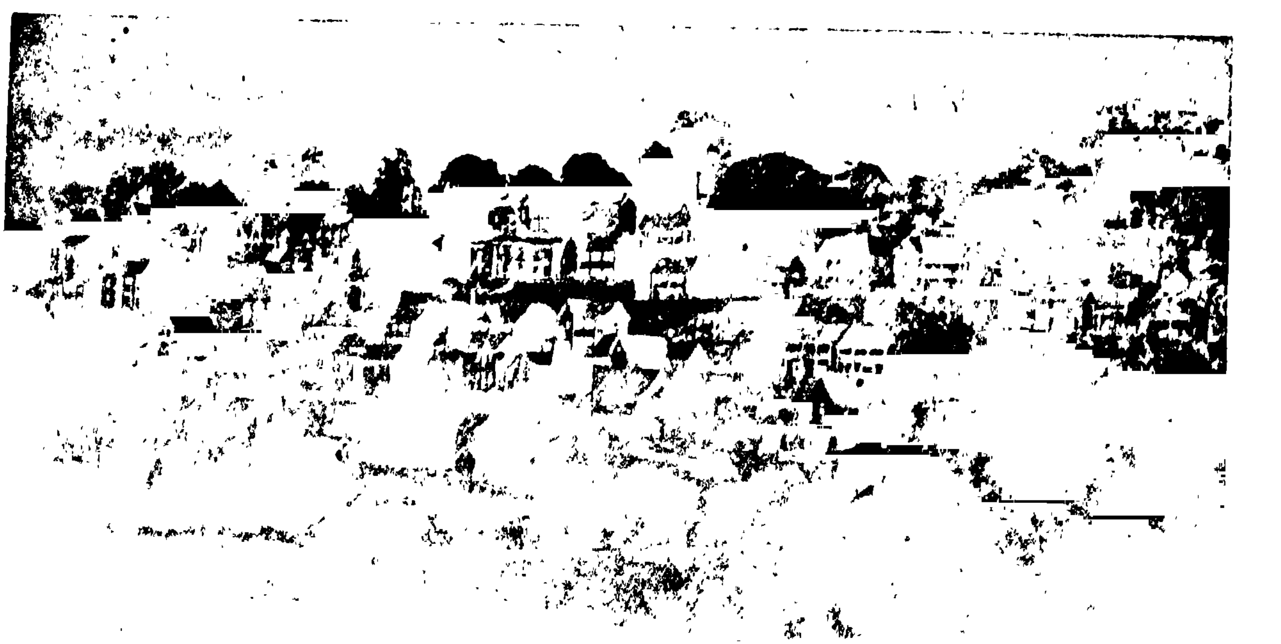
تمام منظرِ فطرت بدل گیا رسوا
نگاہ اٹھ گئی جب سوئے آسماں میری

میڈگاسکر اور بحر ہند

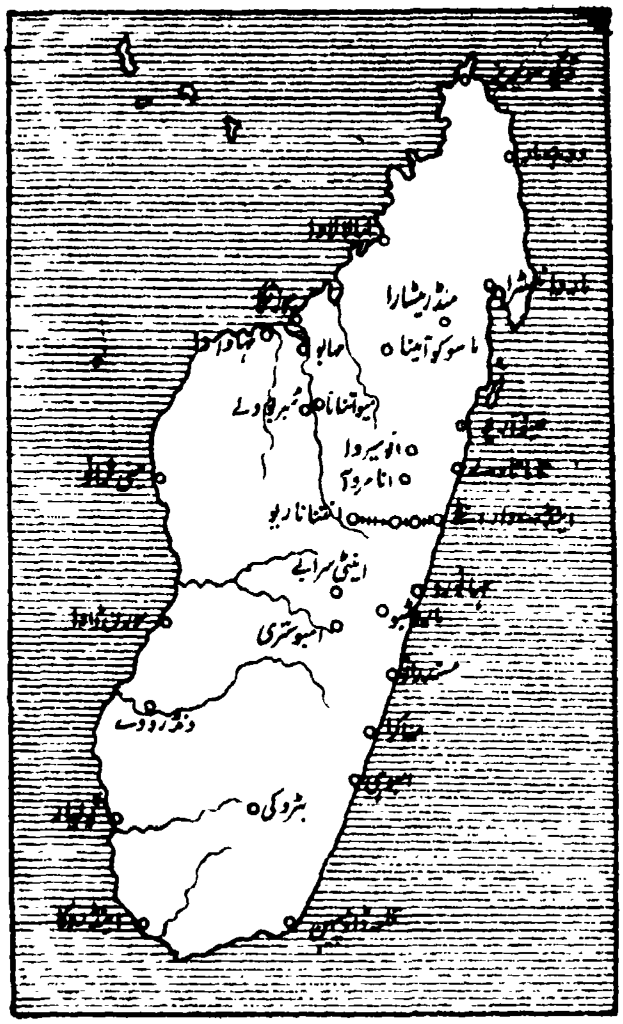
اگر آسٹریلیا کو براعظم مان لیا جائے تو میڈگاسکر دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ یہ جزیرہ افریقہ کے مشرق میں واقع ہے۔ ان دونوں کے درمیان آبنائے موزمبیک ہے۔ یہ آبنائے جہاں تنگ ہے وہاں ۲۴۰ میل چوڑا ہے اور اس کی گہرائی دس ہزار فیٹ سے بھی زیادہ ہے لیکن علم الارض کے ماہرین کا بیان ہے کہ لاکھوں سال قبل یہ جزیرہ افریقہ سے ملا ہوا تھا اور جہاں آج آبنائے موزمبیک ہے وہاں خشک زمین تھی۔ یقیناً اسے افریقہ سے علیحدہ ہوئے کئی لاکھ سال ہو گئے ہیں کیونکہ جن افریقی حیوانوں کی ہڈیاں میڈگاسکر کی زمین میں دبی ہوئی ملتی ہیں وہ اب وہاں بالکل نہیں ہوتے۔ ایک اور حیرت انگیز بات نظر آتی ہے۔ یہاں کے کچھ باشندے ملائی نسل کے ہیں جو لنکا اور ملایا میں پائے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی زمانے میں۔ لاکھوں سال قبل۔ جنوبی ہند لنکا۔ ملایا اور میڈگاسکر آپس میں ملے ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو ملایا اور لنکا میں آباد لوگ میڈگاسکر کیسے پہنچیں؟ یہی نہیں، یہاں کی نباتات بھی افریقہ کی بہ نسبت ایشیا سے زیادہ ملتی جلتی ہیں۔ ممکن ہے کہ لاکھوں سال قبل بحر ہند میں کوئی ایسا حصہ زمین ہو جس میں ٹکڑے جنوبی ہند لنکا۔ ملایا۔ میڈگاسکر وغیرہ رہ گئے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستان سے ملایا تک ایسا سلسلۂ جزائر رہا ہو جو اب بحر ہند کے آغوش میں سما گیا ہو

میڈگاسکر کا طول تقریباً ایک ہزار اور عرض ۶۰۰ میل ہے۔ رقبہ میں یہ [illegible] متحدہ سے بڑا ہے۔ اس کے مشرقی حصہ میں شمال سے جنوب تک ریڑھ کی طرح سلسلۂ کوہ چلا گیا ہے۔ یہ پہاڑ چار ہزار سے چھ ہزار فیٹ تک اونچا ہے۔ اس کا وسطی حصہ ایمورینا پہاڑ کہلاتا ہے اور یہی سب سے بلند حصہ ہے۔ یہاں بہت سے مردہ کوہ آتش فشاں ہیں جن میں انکراترا کی چوٹی ۹۰۰۰ فیٹ بلند ہے مشرق میں سمندر اور پہاڑوں کے درمیان نیچی زمین نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے مشرقی کنارے پر بڑے دریا نہیں ہیں۔ بحر ہند کی موسمی ہواؤں کے باعث اس کنارے پر بارش بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن یہ کنارا بالکل صاف ہے اور اس میں خلیجوں اور بندرگاہوں کے قابل جگہیں نہیں ہیں۔ مغربی کنارے پر پہاڑ نہیں ہیں۔ وہاں زمین نیچی ہے اور جیسے جیسے مشرق کی طرف چلا جائے زمین اونچی ہوتی جاتی ہے۔ ادھر بارش بھی کم ہوتی ہے لیکن زمین کھیتی کے قابل ہے اور پہاڑ کے نیچے کے حصے میں مویشی پالنے کی سہولت بھی ہے۔

یہاں کی آب و ہوا گرم ہے لیکن پہاڑ کی آب و ہوا سرد ہے۔ نومبر سے اپریل تک یہاں گرمی پڑتی ہے اور بارش ہوتی ہے۔ اپریل سے نومبر تک یہاں کی آب و ہوا سرد اور خشک رہتی ہے۔ مغرب اور جنوب میں زمین زرخیز ہے۔ کھیتی کم ہوتی ہے۔ صرف تقریباً ۳۰ لاکھ ایکڑ زمین میں غلہ پیدا ہوتا ہے یہاں کی خاص پیداوار چاول ہے جو اہل میڈگاسکر کی خاص غذا ہے۔ گنا۔ تمباکو۔ کوکو۔ کافی۔ روئی۔ ربر ریشم یہاں کی خاص پیداوار ہیں۔ یہاں ایک طرح کی سیم ہوتی ہے جسے مکھن سیم کہتے ہیں۔ اس کے بیج سفید چپٹے اور تقریباً پیسے جتنے بڑے



انتنا ناریوو دارالحکومت میڈگاسکر



ہوتے ہیں۔ یہ لذیذ بھی ہوتے ہیں اور یورپ میں ان کی بڑی کھپت ہے یہاں کے جنگلوں میں طرح طرح کی لکڑیاں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک قسم کی آبنوس کی لکڑی بھی ہے۔ تاڑ یہاں کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تاڑ مسافروں کا تاڑ کہلاتا ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کا دھڑ کاٹ دیا جائے تو اس میں سے پینے کے لائق میٹھا اور ٹھنڈا پانی نکلتا ہے جنگل یا ریگستان میں پیاسے مسافروں کو اس سے بڑا آرام ملتا ہے۔ اس کے پتے بہت بڑے اور پنکھے کی طرح پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس تاڑ کا ہر ایک حصہ مکان بنانے کے کام میں آتا ہے۔ ایک دوسری قسم کا تاڑ "رفیہ تاڑ" کہلاتا ہے اس کے ریشوں سے چٹائی ٹوکری وغیرہ بنی جاتی ہے اور میڈگاسکر کے غریب باشندے اس سے مکان کی چھاؤنی بھی کرتے ہیں۔

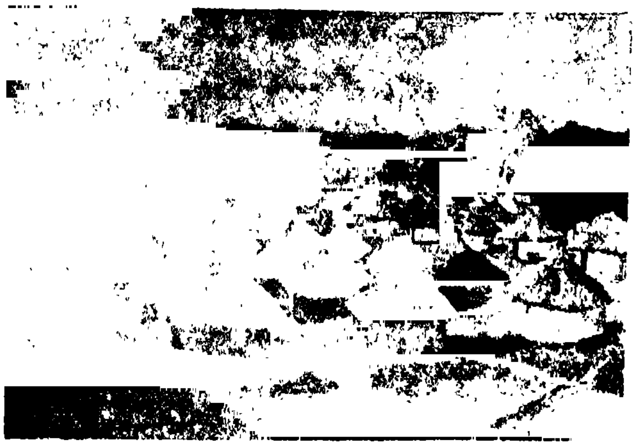
اس ملک میں بڑے بڑے مویشی کم ہیں پٹھار پر مویشیوں کی کمی ہے۔ لیکن جنگلوں اور کنارے کے حصوں میں مویشیوں کی افراط ہے ندیوں اور جھیلوں میں گھڑیال بہت ہیں اور جنگلوں میں اژدہے ملتے ہیں۔ یہاں ایک ایسا بچھو پیدا ہوتا ہے جس کے سینگ ہوتے ہیں اور ایک جانور لیمور نام کا ہوتا ہے۔ یہ بندروں اور چوپایوں کے درمیان کا جانور ہے۔ لیمور کے معنی ہوتے ہیں، رات کو نکلنے والا بھوت۔ یہ رات ہی میں نکلتا ہے یہ جانور شکل میں کچھ کچھ بندر سے اور کچھ لومڑی سے ملتا ہے اس کی ایک خاص ذات "آئی آئی" کہلاتی ہے۔ "آئی آئی" بلی کے قد کا ہوتا ہے۔ یہ درختوں کے کیڑوں کو کھاتا ہے اور رات ہی میں باہر نکلتا ہے اس کی آواز روتی ہوئی سی اور خوفناک ہوتی ہے۔ بھیڑ، گائے وغیرہ پالتو مویشی بھی یہاں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

میڈگاسکر کی آبادی چالیس لاکھ کے قریب ہے۔ ان میں صرف چالیس ہزار گورے (خصوصاً فرنچ) اور دیگر غیر ملکی ہیں یہاں کے باشندے کو میلاگاسی کہتے ہیں۔ ان میں کچھ تو سانولے اور کچھ سیاہ فام ہیں۔ سانولے رنگ کے لوگ ملائی اقوام سے ملتے جلتے ہیں اور سیاہ فام پلینیشین نسل کے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ یہاں کیسے آئے۔ ان کی زبان ملایا پولینیشیا کے لوگوں کی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ ان میں کئی ایک ذاتیں ہیں جن میں ہووا، نامی ذات سب سے زیادہ ہوشیار معلوم ہوتی ہے۔ اس ذات کے لوگ پٹھار پر رہتے ہیں۔ اس جزیرے میں حبشی لوگ نہیں تھے لیکن کئی صدی قبل پورتگیز اور فرانسیسی لوگ حبشیوں کو غلام بنا کر لانے لگے۔ وہ اب یہاں آباد ہوگئے ہیں۔ مکاؤنامی حبشی مغربی کنارے پر آباد ہوگئے ساحلی شہروں میں کہیں کہیں عرب قوم کے لوگ بھی آباد ہوگئے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد کم ہے اور وہ شادی وغیرہ کرکے وہاں کی مختلف قوموں میں گھل مل گئے ہیں۔

میڈگاسکر کی قدیم تاریخ بہت کچھ تحقیق اور انداز کی بنا پر ہے اس جزیرے میں متعدد اقوام تھیں جو ایک دوسرے سے علیحدہ آباد تھیں درمیان میں پہاڑ۔ دریا۔ جنگلوں کے پڑ جانے سے ان میں آپس میں میل جول نہیں ہو پاتا تھا۔ جب آہستہ آہستہ دریاؤں اور جنگلوں پر کچھ قابو پا لیا گیا تو ان قوموں کی لڑائی شروع ہوئی۔ شروع میں یہ لوگ اکثر آپس میں لڑتے رہے۔ لیکن سترھویں صدی تک کوئی ایک قوم پورے جزیرے پر قابض نہیں ہو پائی۔ اس وقت جنوب مغرب کی ساکلاوا نامی قوم نے جزیرہ کا کچھ مغربی اور کچھ شمالی حصہ فتح کر لیا۔ اٹھارھویں صدی میں امورنیا پٹھار کی ہووا قوم نے اپنا اقتدار بڑھانا شروع کر دیا۔ اس میں دو خاص سردار ہوئے۔ اندریمین اور اس کا لڑکا ردام۔ ان لوگوں نے ساکلاوا لوگوں کو شکست دیدی۔ اہل عرب زمانہ قدیم ہی سے میڈگاسکر جانے لگے تھے۔ اور بہت سے وہاں آباد ہوگئے تھے



میڈگاسکر میں پہاڑوں پر سفر کرنے کی ڈانڈی



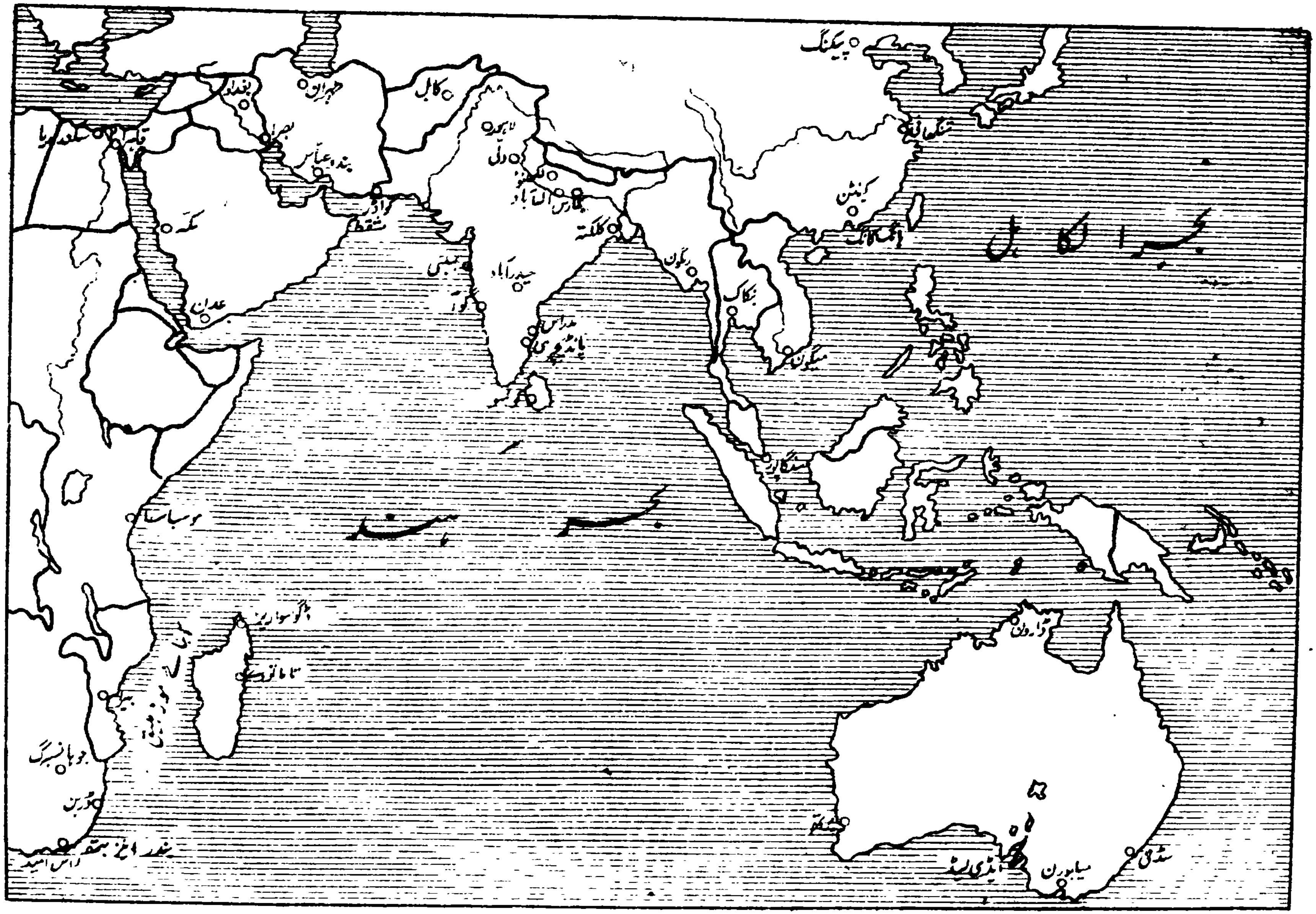
میڈگاسکر کے باشندوں کی جھونپڑیاں

ان میں کچھ تو وہاں کے باشندوں سے گھل مل گئے لیکن کچھ چھوٹی چھوٹی نوآبادیاں بسا کر رہنے لگے۔ مغرب میں اُن کی نوآبادیاں انورونتسانگ، موزنگا، ماروائے، موزنداو وغیرہ شہروں میں اب بھی پائی جاتی ہیں۔ ان اضلاع میں کچھ ہندو نوآبادیاں بھی ہیں۔ کیونکہ صدیوں سے ہندی میڈگاسکر آتے جاتے رہتے ہیں۔ ۱۰ اگست ۱۵۰۰ء کے روز ایک پرتگیز جہاز جو ہندوستان جا رہا تھا۔ تیز ہوا کے باعث اپنے راستہ سے ہٹ کر اتفاق سے میڈگاسکر پہنچ گیا۔ اس وقت تک اہل یورپ اس جزیرہ سے ناواقف تھے۔ اسی وقت اہل یورپ کو اس کا پتہ لگا۔ اہل پرتگیز نے میڈگاسکر پر قبضہ کرنا چاہا لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے ان کے بعد اہل ڈچ نے کوشش کی اس کے بعد انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ادھر نظر کی۔ بالآخر فرانسیسیوں نے آہستہ آہستہ سارے جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۹۰ء میں فرانسیسیوں نے وہاں کی ہوا قوم کی آخری ملکہ رنا ولونا سوئم کو قید کرکے الجیریا بھجوا دیا۔ اور میڈگاسکر کو فرانسیسی نوآبادی بنا دیا۔

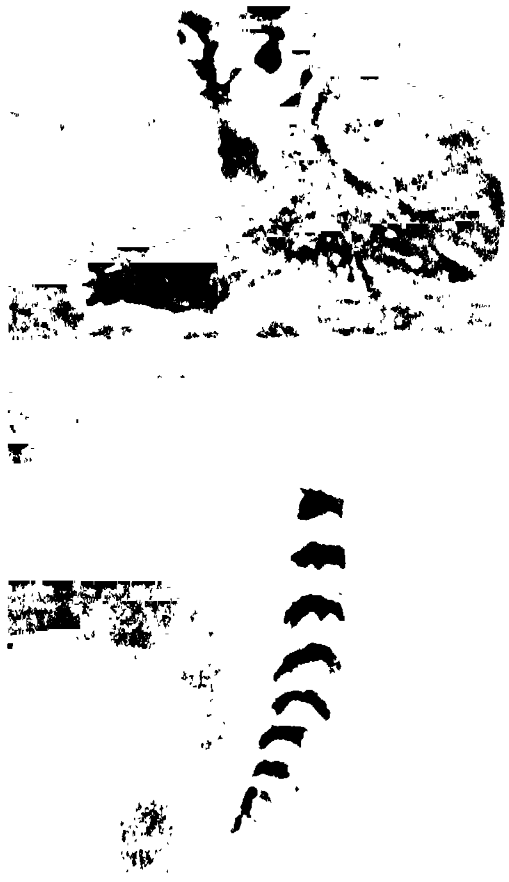
میڈگاسکر کا دارالحکومت انتناناریو ہے جسے فرانسیسی اختصار کے ساتھ "تنانا ریو" کہتے ہیں۔ اس کی آبادی ۱۹۳۹ء میں ایک لاکھ ساڑھے تین ہزار تھی۔ یہ ایمیرینا پٹھار پر واقع ہے۔ تاماتیو دوسرا شہر ہے جس کی آبادی ۳۴ ہزار ہے۔ موزنگا شمالی مغربی کنارے پر اہم بندرگاہ ہے۔ اس کے شمال میں ڈیگو سواریز نامی مشہور اور اہم بحری مستقر ہے۔ یہ جگہ ایک قدرتی خلیج کے سرے پر ہے اور اس کا شمار دنیا کے بہترین بندرگاہوں میں ہوتا ہے۔ یہ تین طرف پہاڑیوں سے محفوظ ہے۔ یہاں فرانسیسی بیڑا رہتا ہے۔ یہ جگہ ایسی ہے کہ یہاں سے بحری بیڑے کے جہاز بحر ہند کے مشرقی اور شمال مغربی سمندر پر حملہ کر سکتے ہیں۔ حکومت فرانس اوّل تو اس وقت کمزور ہے دوسرے دشمن جرمنوں اور جاپانیوں کے اثر میں ہے اس سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں جاپانی بحری بیڑہ فرانسیسیوں سے سازش کرکے اس اہم بندرگاہ اور بحری مستقر پر قبضہ نہ کر لیں۔ ہندوستان کو ولایت سے آنے والے جہاز آج کل راس امید ہوکر آتے ہیں اور انھیں موزمبیک کے بحری راستہ میں ہوکر گزرنا پڑتا ہے اگر دشمن کا قبضہ ڈیگو سواریز کے بندرگاہ پر ہو جاتا تو انگریزی جہازوں کا ادھر سے گزرنا ناممکن ہوجاتا ہے اس لئے گزشتہ ماہ انگریزی بحری بیڑے نے



ملکہ رنولونا کا محل



بحر ہند کا نقشہ



یمور

انگلستان یا امریکہ سے جو جہاز فوج اور سامان جنگ لے کر آتے ہیں وہ راس امید کو چھوتے ہوئے میڈگاسکر اور افریقہ کے وسط سے آبنائے موزمبیک ہو کر فارس اور ہندوستان کو آتے ہیں اسی راستے سے بحر احمر کے بندرگاہوں کو بھی وہ سامان بھیجا جاتا ہے جو مصر یا لیبیا کی فوجوں کے لئے ہوتا ہے اسی سے فارس ہو کر روس کو سامان بھیجا جاتا ہے اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ راستہ کتنا اہم ہے۔ آبنائے موزمبیک کی حفاظت کی ضرورت بھی اس سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ جب سے جاپان نے سنگاپور پر قبضہ کر لیا ہے اس وقت سے اس کے جہازوں کے لئے بحر ہند کا دروازہ کھل گیا ہے اور وہ میڈگاسکر تک بلا کسی رکاوٹ کے پہنچ سکتا ہے۔ بحر ہند کے وسیع رقبہ میں دشمن کے دو چار جہازوں کا پتہ لگنا بھی مشکل ہے۔ میڈگاسکر پر اگر جاپان کا قبضہ ہو جائے تو ہمارا راستہ پُر خطر ہو جائے۔ میڈگاسکر حکومت وشی کے قبضہ میں ہے۔ اُسی کی کمزوری سے جاپان نے ہند چینی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لئے اُس پر بھروسہ نہیں کیا سکتا تھا کہ وہ جاپان کو میڈگاسکر پر قبضہ کرنے سے روکے گا چنانچہ انگریزوں نے میڈگاسکر کے بحری مستقر۔ ڈیگو سویریز پر قبضہ کر لیا ہے۔

(دنیا با تصویر)

اس اہم مقام پر قبضہ کر لیا ہے۔

میڈگاسکر کے بارے میں کچھ مفید معلومات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

رقبہ :۔ ۲،۳۶،۹۰۰ مربع میل۔

آبادی :۔ (دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء میں) ۳۸،۰۰،۰۰۰ ان میں ۳۹،۱۳ گورے تھے۔

خاص شہر :۔ انتاناناریو (دارالحکومت) کی آبادی ۱،۰۳،۵۰۰۔

تاماتاوے۔ (خاص بندرگاہ) آبادی ۲۴،۰۰۰۔

ڈیگو سویریز۔ (بحری بیڑے کا خاص اڈا۔) آبادی ۱۰،۰۰۰۔

آمدنی۔ ۲۹،۷۶،۹۰،۰۰۰ فرینک۔

بحر ہند افریقہ سے لے کر آسٹریلیا اور ملایا تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں ایشیا کا وسیع برّ اعظم اور جنوب میں قطب جنوبی کا سمندر ہے۔ اس وسیع سمندری راستہ میں ہو کر ہزاروں جہاز فوجی اور تجارتی سامان اور فوج و مسافر لے کر آیا جایا کرتے ہیں۔ آجکل

کاشتکاروں کے لئے ذیلی پیشے اور انکی اہمیت

(از جناب محمد ناصر علی ایم۔ اے (عثمانیہ) لکچرار معاشیات)

ہندوستانی آبادی کا تین چوتھائی حصہ زراعت میں مشغول ہے۔ مگر یہ پیشہ کچھ زیادہ منفعت بخش نہیں۔ کیونکہ گوناگوں وجوہات کی بنا پر کاشتکاروں کو اس سے بہت کم آمدنی ہوتی ہے ـــ اس قدر کم کہ جس کے ذریعہ وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی گذر بسر بمشکل ایک ادنیٰ معیار پر کرسکتے ہیں۔ مختلف تحقیقاتوں سے اس امر کی وضاحت ہوچکی ہے کہ ہندوستانی آبادی کی اکثریت کو بمشکل دو وقت غذا ملتی ہے اور اس میں صحت اور کارگزاری بڑھانیوالے اجزاء غیر تشفی بخش ہوتے ہیں۔ نہ صرف غذا بلکہ لباس اور مکان کی بھی یہی کیفیت ہے۔ آبادی کا ایک کثیر حصہ نیم پوش اور نیم برہنہ رہتا ہے۔ مکانات عام طور پر بہت غلیظ اور گندہ ہوتے ہیں۔ زراعتی اور غیر زراعتی جانور بھی انھیں کے اندر رکھے جاتے ہیں۔ نیز اور گوبر قریب جمع کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کے غلیظ ماحول کا مخالف اثر صحت اور کارکردگی پر پڑتا ہے جسے خود کاشتکار بہت کم محسوس کرتے ہیں۔ غذا، لباس اور مکان یہی وہ بنیادی چیزیں ہیں جن سے کسی جماعت یا طبقے کے معیار زندگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان تینوں چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے کاشتکاروں کی حالت بہت ابتر نظر آتی ہے بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا معیار زندگی نہایت ادنیٰ اور معمولی ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس ادنیٰ معیار زندگی کے کیا وجوہ ہیں؟ منجملہ اور وجوہات کے اسکی سب سے اہم بنیادی وجہ ادنیٰ آمدنی ہے۔ چونکہ انکی آمدنیاں بہت ادنیٰ ہوتی ہیں اسلئے انکی غذا، لباس اور مکان کا معیار بھی ادنیٰ ہوتا ہے۔ اعلیٰ آمدنی اور اعلیٰ معیار زندگی لازم و ملزوم ہیں۔ ہندوستانی کاشتکاروں کے متعلق جب یہ کہا جاتا ہے کہ انکی آمدنیاں ادنیٰ ہیں تو ساتھ ہی یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ادنیٰ آمدنی کی کیا وجہ ہے؟ اسکی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں پیشوں کے مابین غیر متناسب حالت پائی جاتی ہے۔ زراعت اور صنعت میں توازن نہیں پایا جاتا۔ آبادی کا بہت بڑا حصہ زراعت میں مشغول ہے اور بہت کم حصہ صنعت و حرفت میں لگا ہوا ہے۔ اس لئے زمینات چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہوکر غیر منفعت بخش حد کو پہنچ چکی ہیں۔ ایک طرف تو زراعت میں گوناگوں نقائص پائے جاتے ہیں اور دوسری طرف زمینات اس قدر مختصر ہوتی ہیں کہ ان پر کاشتکار سال کے بارہ مہینے منفعت بخش طریق پر مشغول نہیں رہ سکتے۔ کاشتکاروں کے متعلق ہمارے پیش نظر سب سے اہم مسئلہ ان کے معیار زندگی کا ہے لیکن معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے جہاں اور تدبیروں کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آمدنیوں کے معیار کو بلند کرنا بھی لازمی ہے۔ آمدنیوں میں اضافہ کرنے کے لئے (۱) زراعت اور صنعت میں توازن قائم کیا جائے یعنی یہ کہ صنعت و حرفت کو ترقی دیکر زرعی آبادی کا معقول حصہ اس میں کھپایا جائے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ زراعت اور صنعت میں توازنی کیفیت نہ پیدا ہوجائے۔ (ii) دوسرے خود زراعت کے مختلف نقائص کو دور کیا جائے مثلاً کھاد، تخم، آلات و اوزار، طریقہ ہائے زراعت، آبپاشی، فروخت پیداوار اور زرعی مالیات کے مسائل کو حل کیا جائے۔ (iii) تیسرے کاشتکاروں کے لئے ذیلی پیشے فراہم کئے جائیں۔ ہندوستان میں کاشتکاری کا مفہوم بہت محدود ہے یہاں پر زراعت سے بس یہی مراد لی جاتی ہے کہ چند اجناس کی کاشت کیجائے حالانکہ زراعت کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ باغبانی، مرغبانی، بھیڑ، بکریوں، شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں کی پرورش کے کام بھی اس میں شامل ہیں۔ ہندوستانی کاشتکار ان کاروبار کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں نتیجہ یہ کہ غیر مشغول ہونے کی وجہ سے انھیں سال میں کئی دن بیکار رہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مختلف ماہرین نے ہندوستانی کاشتکاروں کے ایام بیکاری کے مختلف تخمینے کئے ہیں۔ میجر جیک نے حساب لگایا ہے کہ جوٹ کے کاشتکار سال میں تین مہینے محنت شاقہ کرتے ہیں اور باقی نو مہینے تقریباً بیکاری میں گزارتے ہیں ـــ عمداً نہیں بلکہ کام نہ ہونے کی وجہ سے۔ مسٹر کیٹنگ کے تخمینے کے مطابق ہندوستانی کسانوں کو کم و بیش (۱۸۰) سے لیکر (۱۹۰) دن تک دوران سال بیکار رہتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر کالورٹ نے اندازہ لگایا ہے کہ پنجاب کے کاشتکار اوسطاً (۱۵۰) دن سے زائد مشغول نہیں رہتے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ باقی دنوں میں کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں لیکن انکی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ کسانوں کو "مشغول" نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستان کے شاہی زرعی کمیشن نے یہی رائے ظاہر کی ہے کہ ہمارے کسانوں کی اکثریت سال کے معتدبہ حصے میں بیکار رہتی ہے اور مقامی حالات کی مناسبت سے ایام بیکاری مختلف ہوتے ہیں۔ صوبجات متحدہ کی بینکنگ انکوائری کمیٹی نے اندازہ لگایا ہے کہ اس صوبے کے کاشتکار سال میں (۲۰۰) دن کام کرتے اور باقی دن بیکاری میں گزارتے ہیں۔

ان تخمینوں سے پتہ چلتا ہے کہ کاشتکاروں کے ایام بیکار بہت زیادہ ہوتے ہیں اور اس زمانے میں ان کے لئے کام فراہم کرنے کا مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے اسی اہمیت کے پیش نظر۔ ام۔ ال۔ ڈارلنگ نے کہا ہے کہ کہ معمولی کاشتکار حقیقی معنی میں اس وقت تک قرض سے نجات نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ وہ سال کے بارہ مہینوں میں مناسب

عرصے تک لگاتار مشغول نہ رہیں۔ اس مشغولیت کی وجہ سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہوگا آمدنی میں زیادتی کی بدولت قوت صرف بڑھیگی اور قوت صرف کے بڑھنے سے معیار زندگی بھی بلند ہوسکیگا۔ بےشغولیت کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دیہات کے کاشتکار زراعت کے ساتھ ساتھ دیگر ذیلی پیشے اختیار کریں۔ چنانچہ فرانس، جرمنی، اٹلی اور جاپان کے کاشتکار بھی اپنے اصلی پیشے کے ساتھ ذیلی پیشے اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ بیکار نہ رہیں اور انکی آمدنی میں اضافہ ہوسکے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانے میں صنعت وحرفت کے نقطۂ نظر سے جاپان کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے لیکن اب بھی وہاں پر زراعت کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ آبادی کا تقریباً نصف حصہ زراعت میں لگا ہوا ہے۔ زمینات کی قلت اور آبادی کے لگاتار اضافے سے آراضیات پر بار بڑھتا جارہا ہے۔ (۵۰) فی صدی سے زاید کاشتکار خاندان دو ایکڑ سے کم آراضیات پر کاشت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر مختصر آراضیات پر کاشتکار زائد عرصے تک مشغول نہیں رہ سکتے۔ اس لئے حکومت جاپان نے ان کے لئے ذیلی پیشوں کا انتظام کیا۔ مرغبانی، باغبانی، ماہی گیری، بھیڑوں اور سب سے زیادہ ریشم کے کیڑوں کی پرورش پر زور دیا گیا۔ جاپانی کاشتکار زراعت کے علاوہ زیادہ تر ریشم کے کیڑوں کی پرورش میں مشغول نظر آتے ہیں اور اس سے انھیں معقول آمدنی ہوجاتی ہے۔ جاپان کی طرح ہندوستان میں بھی کاشتکاروں کے لئے ذیلی پیشے فراہم کئے جائیں تو ان کے ذریعہ زرعی بے روزگاری کے مسئلہ کو بہت بڑی حد تک حل کیا جاسکتا ہے۔ کسانوں کی آمدنی بڑھ سکتی ہے اور انکا معیار زندگی قابل لحاظ حد تک بلند ہوسکتا ہے۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسے پیشے ہیں جنھیں کاشتکار ذیلی طور پر اختیار کرسکتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان مختلف پیشوں کا ذکر کرینگے۔

(۱) مرغبانی:۔ یہ پیشہ کاشتکاروں کے لئے بہت نفع بخش ہے اور وہ اسے آسانی کے ساتھ اختیار کرسکتے ہیں۔ کیونکہ اسکے لئے زیادہ سرمایہ یا غیر معمولی مہارت کی ضرورت نہیں۔ چند مرغیوں سے کاروبار شروع کیا جاسکتا ہے اور بچہ کشی کے ذریعہ مرغیوں کی تعداد میں بہت کم عرصے میں نمایاں اضافہ ہوسکتا ہے۔ عام طور پر بیرونی نسل کی مرغیوں کی پرورش کی سفارش کی جاتی ہے لیکن ہماری رائے میں بہتر یہی ہے کہ مقامی نسل کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینے کی کوشش کی جائے کیونکہ مقامی جانوروں کے لئے مقامی آب و ہوا زیادہ موزوں ہوتی ہے۔ دیسی مرغیوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ بہت سخت جان ہوتی ہیں اور مخالف حالات کو بہت دیر تک برداشت کرسکتی ہیں۔ بیرونی نسل کی مرغیاں بہت نازک ہوتی ہیں اور مخالف حالات کو بہت کم برداشت کرسکتی ہیں۔ گو کہ ہر کاشتکار کے گھر میں کچھ نہ کچھ مرغیاں نظر آتی ہیں لیکن انھیں تجارتی غرض سے نہیں رکھا جاتا اور نہ ان کی پرورش کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کاشتکار تجارتی نقطۂ نظر سے مرغبانی کے کام کو شروع کریں اور اس میں دلچسپی سے حصہ لیں وقتاً فوقتاً انڈے فروخت کریں اور "چوزوں کی فروخت کو بھی اپنی آمدنی کا ایک ذریعہ بنائیں اکثر کاشتکار اس کے شاکی نظر آتے ہیں کہ مقامی طور پر "انڈوں" "چوزوں" کے خریدار بہت کم ملتے ہیں۔ ان کی یہ شکایت بالکل واجبی ہے۔ دیہات میں چونکہ تقریباً تمام آبادی زراعت پیشہ ہوتی ہے اور چونکہ ان سبھوں کے پاس مرغیاں ہوتی ہیں اس لئے خرید و فروخت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انڈوں چوزوں اور مرغیوں کے حقیقی بازار دیہات نہیں بلکہ شہر ہیں۔ کاشتکار انفرادی طور پر مذکورہ چیزوں کی فروخت میں بہت کم کامیاب ہوسکتے ہیں کیونکہ مال کی تھوڑی مقدار، ذرائع نقل و حمل کی دقتیں اور وقت کے سوالات اس میں مانع ہوتے ہیں ان کاروبار کو جاری رکھنے کا بہترین ذریعہ انجمن ہائے امداد باہمی ہیں جب تک کاشتکار امداد باہمی کے زریں اصول پر عمل نہ کریں اس وقت انکا کسی شعبے میں خاطر خواہ ترقی کرنا مشکل ہے "فروخت" کے علاوہ ایک اور مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مرغیوں کی بیماریاں دیگر جانوروں کی بیماریوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ جہاں ایک مرغی بیمار ہوئی نہایت تیزی کے ساتھ دوسری مرغیاں متاثر ہونے لگتی ہیں اور یہ رفتار اس قدر تیز ہوتی ہے کہ چند ہی دنوں میں بیسیوں گھر بلکہ تمام دیہات کی مرغیوں کا صفایا ہوجاتا ہے مرغیوں کے رکھ رکھاؤ میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ محکمہ علاج حیوانات کی جانب سے مادری زبانوں میں مرغیوں کی عام بیماریوں اور انکے علاج پر لکچر دیئے جانے چاہئیں اور وقتاً فوقتاً ضروری ادویات کی تقسیم کی جائے دیہاتوں میں مرغیوں کی بیماریوں کا مقامی طور پر بھی علاج کیا جاتا ہے۔ عام طور پر مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں استعمال کی جاتی ہیں ان کے متعلق معملوں میں تحقیق کیجائے اور اگر یہ مفید ثابت ہوں تو مزید اضافے کے ساتھ اسی قسم کی ادویات کے استعمال کو عام کیا جائے کیونکہ یہ تقریباً مفت حاصل ہوتی ہیں اور کاشتکار ان ان سے واقف بھی ہوتے ہیں۔

(۲) باغبانی:۔ اس شعبے کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ باغبانی کے لئے خاص قسم کی اراضیات معقول

ذرائع آبپاشی اور سرمایہ کا ہونا ضروری ہے

ذرائع آبپاشی اور سرمایہ کی فراہمی کا مسئلہ کاشتکاروں کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے غربت اور افلاس کی وجہ سے کاشتکار نہ تو ذرائع آبپاشی کا ضروری انتظام کر سکتے ہیں اور نہ سرمایہ دستیاب ہوتا ہے اس میں شک نہیں کہ ۱۹۰۱ء کے کمیشن آبپاشی کی سفارشات کے بعد سے ہندوستان میں بہت سے عظیم الشان ذرائع آبپاشی تعمیر ہو چکے ہیں لیکن اسکے باوجود کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ اب بھی بہت توجہ کا محتاج ہے۔ صوبہ داری اور دیسی حکومتوں کا اہم فریضہ ہے کہ بجٹ کی گنجائش کے لحاظ سے ممکنہ طور پر زیادہ سے زیادہ رقم اس شعبہ پر صرف کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ ذرائع آبپاشی کی تعمیر میں متعدد فوائد مضمر ہیں۔ قحطوں کا انسداد ہوگا۔ دوران قحط میں جو مالی امداد دیجاتی ہے وہ بچ رہیگی، کاشت پھیلے گی، کاشتکاروں کی آمدنی میں اضافہ ہوگا، حکومت کی آمدنی بڑھیگی اور سرکاری مالیات کو استحکام حاصل ہوگا۔ کاشتکاروں کو چاہیئے کہ محض حکومت کی امداد پر تکیہ نہ کریں بلکہ انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعہ سرمایہ فراہم کرکے باؤلیوں کا انتظام کریں۔ اپنی ترکاریوں، پھلوں اور میوؤں کی کاشت کریں جن کی قرب و جوار کے علاقوں میں زیادہ مانگ ہو۔ تعلقوں اور ضلعوں میں عام طور پر ترکاریوں کی قلت پائی جاتی ہے۔ بعض ترکاریاں دستیاب ہی نہیں ہوتیں۔ اگر کاشتکار اس طرف توجہ کریں تو اس سے ایک طرف تو خود ان کی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور دوسری طرف صارفین طرح طرح کی ترکاریاں استعمال کرسکیں گے ترقی یافتہ ممالک کے "پیدا کنندوں" کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ "طلب سابق سے موجود نہیں ہوتی بلکہ پیدا کی جاتی ہے"، ہوسکتا ہے کہ کسی علاقے میں لوگ ترکاریوں کے استعمال کے عادی نہ ہوں لیکن بتدریج انھیں ان کے استعمال کا عادی بنایا جا سکتا ہے۔ ایسے دیہات جو شہروں سے قریب واقع ہیں انکے لئے ترکاریوں کی کاشت کے بہت مواقع ہوتے ہیں سنترے، موسمبی، اور اسی قسم کے دوسرے میوؤں کے درخت لگانے کی بہت گنجائش ہے۔ گوکہ آم کے درخت اکثر علاقوں میں لگائے جاتے ہیں لیکن ان کی قسموں کو کافی ترقی دی جا سکتی ہے اور انکی تجارت کو پھیلایا جا سکتا ہے ترکاریوں کی کاشت کے لئے معمولی سرمایہ سے کام چل سکتا ہے لیکن میوؤں کے درخت لگانے کے لئے کثیر رقم مطلوب ہوتی ہے اور آمدنی حاصل کرنے کے لئے کافی عرصے تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دقتوں کی وجہ سے تمام کاشتکار اسکی طرف نہیں مائل ہوسکتے تاہم جو درخت کم صرفے سے لگائے جا سکتے ہیں انکی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ جن کاشتکاروں کے پاس مقابلتاً زیادہ سرمایہ ہو وہ انجمنوں کے ذریعہ مزید رقم حاصل کرکے قیمتی میوؤں کے درخت لگا سکتے ہیں۔ باغبانی کے لئے ایک تو سرمایہ کا مسئلہ اہم ہے اور دوسرے ماہرانہ مشورے ضروری ہیں۔ سرمایہ کا مسئلہ کچھ تو سرکاری امداد کے ذریعہ اور کچھ انجمنوں کے قرض سے حل کیا جا سکتا ہے یہ قرضے طویل المدت ہونگے اور قسط کی دھولی کی شرح معمولی ہوگی کیونکہ باغبانی سے جلد آمدنی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ ماہرانہ مشورے محکمہ زراعت کی جانب سے دیئے جانے چاہئیں۔ مقامی آب و ہوا، موسم اور زمینیات کی مناسبت سے مخصوص میوؤں کے درخت لگانے کی سفارش کیجائیگی۔ نیز اصول باغبانی سے واقف کرایا جائیگا۔ میوؤں کا نقل و حمل کے لئے ریلوں اور دوسری سواریوں کے کرایوں میں تخفیف کے ذریعہ بھی مدد دیجا سکتی ہے۔ کسی شعبۂ حیات میں اُس وقت تک حقیقی ترقی نہیں ہوسکتی جب تک کہ رعایا اور حکومت میں کامل اشتراک نہ ہو۔ اگر حکومت ترقی کی خواہاں ہو اور رعایا اس سے گریز کرے یا رعایا ترقی کی طرف مائل ہو اور حکومت پوری توجہ نہ کرے تو ہر دو صورتوں میں کامیاب نتائج نہیں برآمد ہوسکتے۔

(۴) دودھ دہی اور گھی کی صنعت:۔ کاشتکاروں کے واسطے ذیلی طور پر آمدنی حاصل کرنے کے لئے یہ صنعت بھی بہت موزوں ہے۔ بہ لحاظ نوعیت یہ اس قدر اہم ہے کہ اسے ایک جداگانہ پیشے کے طور پر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص ایسے دیہات جو شہروں سے قریب واقع ہیں وہاں دودھ دہی اور مسکہ کی صنعت آسانی کے ساتھ جاری کی جا سکتی ہے۔ شہروں میں ان اشیاء کی بڑی مانگ ہوتی ہے لہذا وسیع مارکٹ کی وجہ سے انکی نکاسی میں سہولیت ہوتی ہے۔ جو دیہات شہروں سے بہت دور ہیں وہاں مسکے اور گھی کی صنعت کو ترقی دیجا سکتی ہے۔ ہندوستانی کاشتکار ان کاروبار کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں یوں تو تقریباً تمام کاشتکاروں کے پاس گائے اور بھینس ہیں لیکن یہ تجارتی غرض سے نہیں رکھی جاتیں مزید برآں انکی نگرانی ٹھیک سے نہیں کیجاتی۔ دودھ کی مقدار اس قدر قلیل ہوتی ہے کہ اسکے ذریعہ مسکہ اور گھی تیار کرنا نفع بخش نہیں ہوتا ہے اسلئے اسے کاشتکار ہی صرف کرلیتے ہیں۔ اچھے نتائج حاصل کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ دس ناکارہ گائیوں اور بھینسوں کی بجائے دو یا چار اچھی گائے اور بھینسیں رکھی جائیں۔ جانوروں کی تعداد کم ہونے سے چارے کا مسئلہ بھی ایک حد تک حل ہوسکے گا۔ مویشیوں کی کارکردگی بڑھیگی اور نسبتاً مفید نتائج نکل سکیں گے۔ اس صنعت کے سلسلہ میں نسل کشی کا مسئلہ بھی کافی اہم ہے۔ اختلاط کے ذریعہ اگر بہتر قسم کی گائے اور بھینس پیدا کی جائیں تو دودھ کی زیادہ مقدار حاصل ہوسکتی ہے۔

(۴) ماہی پروری: — اس قسم کے کاروبار میں کاشتکاروں کو نہ بہت زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس کے لئے زیادہ سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ جن کاشتکاروں کے قبضے میں تالاب یا باولیاں ہیں ان میں مچھلیوں کی پرورش کی جا سکتی ہے۔ محکمہ زراعت یا محکمہ سمکیات (فشریز ڈپارٹمنٹ) کی ہدایتوں کی بموجب ان باولیوں اور تالابوں میں ایسی مچھلیاں چھوڑی جائیں جو غذائیت کے نقطہ نظر سے اہمیت رکھتی ہیں اور جن کی نسل سرعت کے ساتھ بڑھتی ہے۔ تھوڑی سی توجہ کی بنا پر خود کاشتکار کو بہ افراط مچھلی کھانے کے لئے ملے گی اور اس سے تھوڑی بہت آمدنی بھی ہو سکتی ہے اگر آمدنی نہ بھی ہو تو کم از کم اس کی خوراک کے مطابق مچھلی ہر سال دستیاب ہو سکتی ہے۔

(۵) شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں کی پرورش: — اس سے قبل جن کاروبار کا ذکر کیا گیا ان کی نوعیت ایسی ہے کہ ان سے کم و بیش ہر خطے کے کاشتکار استفادہ کر سکتے ہیں۔ لیکن شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں کی پرورش کے کام تمام علاقوں میں نہیں اختیار کئے جا سکتے۔ جو علاقے ان کے لئے موزوں ثابت ہوئے ہیں وہاں کے کاشتکار ان کاموں کو ذیلی پیشے کے طور پر اختیار کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔ جاپانی کاشتکاروں کو ریشم کے کیڑوں کی پرورش سے کافی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

(۶) رسّی بافی، کمبل بافی اور کھلونہ سازی: — ذاتی صرف کے لئے کاشتکار معمولی قسم کی رسیاں خود ہی تیار کر لیتے ہیں اگر وہ اسی کام کو تجارتی اغراض کے لئے انجام دیں تو اس کی بدولت بھی تھوڑی بہت آمدنی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس ضمن میں سب سے اہم مسئلہ فروخت کا ہے۔ جس کے لئے انجمن ہائے امداد باہمی ہی زیادہ موزوں ہیں۔ کاشتکار رسیاں تیار کریں اور انجمن میں داخل کر دیں۔ قیمت کا ایک مقررہ حصہ فی الفور انجمن کی جانب سے ادا کر دیا جائے اور باقی ادائگی فروخت کے بعد کی جاوے۔ کمبل بافی کی صنعت کو ترقی دینے کے وسیع مواقع ہیں یہ صنعت عام طور پر چرواہوں کے ہاتھ میں ہے۔ دیسی کمبلوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ بہت دیرپا ہوتے ہیں۔ بالخصوص ادنیٰ طبقے کے افراد کے لئے بہت موزوں ہیں۔ اعلیٰ قسم کی کمبلیں نمائش پر تیار کی جاتی ہیں۔ اگر شہروں میں صارفین کے مذاق کی لحاظ سے ان کے نمونوں میں مناسب تبدیلی کی جائے اور تشہیر کے ذریعہ فروخت کا باضابطہ انتظام ہو سکے تو اس صنعت کی ترقی کی بھی بہت گنجائش موجود ہے۔ گھریلو صنعتوں کی ترقی کے لئے صوبہ داری اور دیسی حکومتوں کی جانب سے مالی امداد اور فروخت کا انتظام کیا گیا ہے مگر یہ بہت ناکافی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان محکموں کی جدوجہد کو زیادہ وسیع اور منظم کیا جائے۔ انجمنوں کا تعلق ان محکموں سے رہے۔ انجمنیں ان کے پاس مال داخل کریں اور قیمت کا ایک مقررہ حصہ حاصل کر لیں۔

ہندوستان اس میں شک نہیں کہ ایک پسماندہ ملک ہے لیکن اس کے باوجود تعیشات کی گوناگون اشیاء کثیر تعداد میں ہر سال صرف ہوتی رہتی ہیں۔ گزشتہ چند سالوں سے جاپانی کھلونوں کی بہت کثرت ہو گئی ہے۔ اگر حکومت وقت مالی امداد، مصنوعات کی تشہیر اور ضروری فنی تعلیم کی طرف مناسب توجہ کرے تو اندرون ملک کھلونوں کے علاوہ بیسوں قسم کی دوسری گھریلو صنعتیں جاری ہو سکتی ہیں۔ کاشتکار انھیں ذیلی پیشے کے طور پر اختیار کر سکتے ہیں اور انکی آمدنی میں نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے۔ کھلونہ سازی کی صنعت سے اب تک کاشتکاروں کو بہت کم تعلق رہا ہے لیکن اگر انھیں اس قابل بنایا جائے تو وہ ضرور اس طرف متوجہ ہوں گے۔

(۷) کھادی کی صنعت: — بعض ماہرین کی رائے ہے کہ کاشتکاروں کے لئے ذیلی پیشے کی حیثیت سے کھادی کی صنعت بہت موزوں ہے اس خیال کے حامیوں میں زیادہ اہمیت مسٹر ام۔ کے گاندھی کو حاصل ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر اس صنعت کو ترقی دی جائے تو اسمیں حسب ذیل سہولتیں ہیں۔

(i) اس صنعت کو فی الفور اختیار کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے لئے بہت زیادہ سرمایہ کی ضرورت نہیں اور نہ گراں آلات و اوزار مطلوب ہوتے ہیں۔ اس کے لئے غیر معمولی اعلیٰ قابلیت اور صلاحیت کی بھی ضرورت نہیں۔ تھوڑی سی تعلیم اور تربیت سے کاشتکار اس کام کو بہ آسانی سیکھ سکتے ہیں۔ چونکہ یہ کام زیادہ طاقت طلب نہیں اس لئے بوڑھے اور بچے بھی انجام دے سکتے ہیں۔ یہ کاروبار اس لئے بھی بہ آسانی جاری ہو سکتا ہے کہ یہ ہندوستان کے لئے نیا نہیں ہے پارچہ بافی کی صنعت ہندوستان میں بہت قدیم سے جاری رہی ہے اور اب بھی (گو پسماندہ حالت میں سہی) تقریباً ہر دیہات میں پائی جاتی ہے۔

(ii) اس کی ترقی کی توقع اس لئے زیادہ ہے کہ اس کا بازار بہت وسیع ہے۔ غذا کے بعد لباس ہی کا درجہ ہے۔ پارچہ بافی کے علاوہ سوت کی کتائی کے لئے کافی گنجائش ہے۔

(iii) یہ صنعت موسمی بندشوں سے آزاد ہے۔ کاشتکار جب اور جس وقت چاہیں اس میں مشغول ہو سکتے ہیں۔

(iv) بعض کاروبار اس نوعیت کے ہوتے ہیں (مثلاً گوشت کی فروخت، چمڑے کی دباغت، شراب فروشی) کہ ان کے اختیار کرنے میں مذہبی رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ لیکن پارچہ بافی یا سوت کی کتائی کے لئے ایسی کوئی رکاوٹ نہیں۔ ہر مذہب اور ہر ملت کے افراد انھیں اختیار کر سکتے ہیں۔

(v) قحطوں کے زمانے میں کاشتکار بہت آسانی کے ساتھ اس میں مشغول رہ سکتے ہیں۔

(vi) بعض کاروبار اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان کی پیدائش کا پیمانہ بہت محدود نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن پارچہ بافی کی صنعت کو نہ صرف وسیع بلکہ محدود پیمانے پر بھی جاری کیا جا سکتا ہے۔ اس کی آخری حد ایک چرخہ یا ایک کرگھہ ہے۔

(iii) ان حالات کے تحت کہا جا سکتا ہے کہ کھادی کی صنعت کاشتکاروں کو بے روزگاری سے بچانے اور ان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے موزوں ترین ہے۔

مسٹر راج گوپال چاری نے ہندوستانی شاہی زرعی کمیشن کے روبرو کھادی کے متعلق بیان دیتے ہوئے کہا "دستی کتائی اور بنائی میں ایک ایسی صنعت ہے جس کے ذریعہ ہندوستانی افراد کو زمانہ بے روزگاری میں روزگار مل سکتا ہے۔ کسانوں کے علاوہ دیگر افراد بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں بیان کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تجربے کے طور پر مدراس میں بمقام تارپل ناد کھدر کی صنعت کو جاری کیا گیا چنانچہ فی چرخہ (۱۵) تا (۲۵) روپیہ کی سالانہ آمدنی ہوئی۔ بظاہر یہ آمدنی بہت معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن کاشتکاروں کے نقطۂ نظر سے یہ بہت اہمیت رکھتی ہے اس کے ذریعہ ان کی بہت سی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ مسٹر بنشمبیکر اور مدادا جاری نے بھی اپنے ایک مضمون "دکتائی اور بنائی" میں بہت عمدگی کے ساتھ اس امر کی وضاحت کی ہے کہ اگر اس صنعت کو ہندوستان کے طول و عرض میں منظم طریق پر چلایا جائے تو اس سے بہت کچھ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

لیکن اس صنعت کی ترقی میں سب سے اہم مسئلہ بیرونی مقابلہ کا ہے۔ صنعتی ممالک میں اعلیٰ مشینوں اور ترقی یافتہ طریقہ ہائے پیدائش کی وجہ سے اچھے سے اچھا کپڑا ممکنہ طور پر کم مصارف میں تیار کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کا دستی پارچہ بلحاظ قسم اور بلحاظ قیمت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لئے اس کا فروخت ہونا مشکل ہوتا ہے۔ مگر اس مسئلہ کو حسب ذیل تدبیروں کے ذریعہ حل کیا جا سکتا ہے۔

(۱) پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے کم مصارف میں کپڑا تیار کیا جائے۔ مصارف پیدائش کی کمی کا مدار بہت بڑی حد تک ارزاں پیداوار خام اور ارزاں محنت پر ہوتا ہے۔ اگر کاشتکار اور اس کے خاندان کے دوسرے اراکین اپنی صلاحیت اور استطاعت کے مطابق تقسیم عمل کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بہتر نتائج حاصل کرنے کی کوشش کریں تو ارزاں محنت کا سوال بہت بڑی حد تک حل ہو سکتا ہے جاپان کے باشندے کم داموں میں اچھی اشیاء اسلئے پیدا کر سکتے ہیں کہ انھیں ایک طرف تو دیگر قسم کی گوناگون سہولتیں حاصل رہتی ہیں اور دوسری طرف وہاں محنت مقابلتاً بہت ارزاں ہے۔ خاندان کے تمام اراکین اپنی استطاعت کے مطابق دولت کی پیدائش میں جزوی یا کلی طور پر حصہ لیتے ہیں۔ قوت مقابلہ کو بہتر بنانے کے لئے جب تک جاپانی صناعوں کی پیروی نہ کی جائے اس وقت تک حقیقی کامیابی محال ہے۔ ارزاں خام پیداوار حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ انجمن ہائے امداد باہمی ہیں۔ ان سے نہ صرف پیدائش کے کاروبار میں مدد لی جا سکتی ہے بلکہ یہ فروخت کے لئے بھی مفید ثابت ہوں گی۔ انھیں کے ذریعہ کمتر شرح پر قرض حاصل کیا جا سکے گا۔

(۲) موجودہ زمانے میں صارفین کا مذاق بہت بدل چکا ہے۔ کامیابی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ صارفین کے مذاق کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ جدید ڈزائن اور نمونوں کی کھادی تیار کی جائے۔ ظاہر ہے کہ دیہاتوں میں رہنے والے کاشتکار شہریوں کے مذاق سے واقف نہیں ہو سکتے مطلوبہ نمونوں کی تحقیق محکمہ ہائے صنعت و حرفت کی جانب سے کی جانی چاہئے اور کاشتکاروں کو ان سے آگاہ کیا جائے۔ آئندہ نسلوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے زرعی اور صنعتی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے ہمارا انتظام تعلیم اس طور پر مرتب کیا جانا چاہئے کہ اس کے ذریعہ ایک طرف تو طالبعلموں کو معمولی پڑھنا لکھنا اور حساب کرنا آجائے اور دوسری طرف زراعتی اور صنعتی تعلیم مقامی حالات کی مناسبت سے ایک معقول معیار تک حاصل ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اب بھی حکومت کی جانب سے زراعتی اور صنعتی تعلیم کا انتظام ہے لیکن وہ بہت ہی غیر تشفی بخش ہے۔ اگر ہم آئندہ چند سالوں میں ملک کو غیر معمولی ترقی دینا چاہئیں تو دیگر اصلاحوں کے ساتھ ساتھ نظام تعلیم میں بہت ترمیم اور وسعت کی ضرورت ہے۔

(۳) حکومت دیگر طریقوں سے بھی کھدر کی ترقی کے لئے امداد کر سکتی ہے مثلاً (i) کاشتکاروں کی ہمت افزائی کے لئے ایک مقررہ عرصے تک مالی امداد مقرر کر کے (ii) کپڑے کی نقل و حمل پر کم شرح کرایہ عاید کر کے (iii) سرکاری اغراض کے لئے وسیع فرمایشات منظور کر کے (iv) محکمہ صنعت و حرفت کے تحت پبلک کے لئے کھادی کی فروخت کا انتظام کرے۔

(۴) کاشتکاروں کی اصلاح اور ترقی میں خود پبلک کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ اگر پروپگنڈے اور تشہیر کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں قومی ترقی کا جوش پھیلایا جائے تو گراں قیمت کے باوجود بھی کھادی ہاتھوں ہاتھ بکنے لگے گی۔ جب تک خود صارفین ملکی کپڑے کی سرپرستی نہ کریں اس وقت تک اندرون ملک اس صنعت کا ترقی کرنا دشوار طلب ہے۔

مندرجہ بالا توضیح سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ موجودہ حالات کے تحت کاشتکاروں کو زراعت سے اس قدر آمدنی نہیں ہوتی کہ وہ ضروریات زندگی کو ایک اقل معیار پر پورا کر سکیں مختصر زمینات اور فصلوں کی نوعیت کے لحاظ سے کاشتکار سال کے بڑے حصے میں بیکار رہتے ہیں۔ اگر اس بیکاری کے زمانے میں وہ خود کو دوسرے ذیلی کاروبار میں مصروف رکھیں تو ان کی آمدنی میں معقول اضافہ ہو سکتا ہے اور ان کی زندگی آسودہ حال ہو سکتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کاشتکاروں کے لئے ذیلی پیشے فراہم نہ کئے جائیں اسوقت تک انکی زندگی کے معیار کو بلند نہیں کیا جا سکتا اور انکی زندگی خوشحال نہیں ہو سکتی۔

صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں فن باغبانی کی ترقی

(از ڈپٹی ڈائریکٹر باغات۔ صوبہ متحدہ سہارن پور)

ہمیں وقت ہم فن باغبانی کے خوشگوار اثرات اور اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ اس نے ہماری روزمرہ کی زندگی کو بہتر بنانے میں خواہ وہ اقتصادی ترقی کے سلسلہ میں ہو یا ہمارے قرب و جوار کے خوبصورت بنانے میں کتنا بڑا حصہ لیا ہے اور لے رہا ہے تو اس وقت ہمارے لئے اس بات کا جائزہ لینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوتا ہے کہ سلطنت کے دور دراز حصوں میں لوگوں کو اس فن کی طرف کتنی رغبت ہے اور انھوں نے کتنی ترقی کی ہے۔

ہندوستان کے کروڑہا باشندوں کو جو مختلف نسلوں اور مذہبوں سے تعلق رکھتے ہیں یقیناً فن باغبانی کے وجود میں آنے سے بڑا فائدہ پہنچا ہے یہ وہ قدرتی سائنس ہے جس میں مذہبی اختلافات۔ تعصب اور روایات کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک عام تحریک ہے پھر بھی اس سے سارے ہندوستان کو متعلق کرنا مناسب نہیں کیونکہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ملک برطانیہ سے چودہ گنا بڑا ہے اور اس کی آبادی وہاں کی آبادی کی آٹھ گنی ہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس ملک میں باغبانی کی ترقی پر نظر ڈالیں یہ بے موقعہ نہ ہوگا کہ ہم لاطینی زبان کے اس شاعر کی ہدایت پر عمل کریں جس نے یہ کہا ہے کہ "سہرا اسی کے سر ہونا چاہئے جس نے میدان جیتا ہو" اور ہم ایسا اسی وقت کر سکتے ہیں جبکہ ہم علانیہ اپنے ان تمام قدیم رہنماؤں کے شکر گزار ہوں جنھوں نے کیو گارڈن لندن اور سرکاری باغات۔ سہارنپور میں تجربہ حاصل کرکے ہم کو ان تجربوں سے آگاہ کیا اور جنھوں نے پہلے تو خود بڑی بڑی دشواریوں کا مقابلہ کرکے اپنا کام ختم کیا پھر اسکے بعد عوام کو باغبانی کے وہ اصول سکھلائے جن کی وجہ سے ان کو اپنے قرب و جوار کے مقامات کو بہتر بنانے میں بڑی آسانیاں پیدا ہوگئیں۔

اس نوٹ کی اغراض کے لئے مصنف نے جن کا ہندوستان میں طویل زمانہ ملازمت اب ختم ہونیوالا ہے اور جو ۴۰ سال کے عرصہ میں برابر اس کام سے متعلق رہے ہیں انھوں نے اس مضمون پر نظر ثانی کرتے ہوئے محض صوبہ متحدہ کا ذکر کیا ہے جو رقبہ میں انگلستان سے دگنا ہے اور جس کی آبادی ۵ کروڑ سے زیادہ ہے۔ وہ جس بات کو زور دیکر بتانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ موجودہ ترقی میں صوبہ کے سرکاری باغات کا براہ راست بہت کافی حصہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ صوبہ پہلے سے اور اب بھی ہندوستان کے باغ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے کسی دوسرے صوبہ یا پریسیڈنسی میں باقاعدہ طور پر فن باغبانی پر اتنا زور نہیں دیا گیا جتنا کہ اس صوبہ میں دیا گیا ہے۔ میدانی علاقہ میں سہارنپور۔ لکھنؤ۔ آگرہ۔ الہ آباد۔ اور کانپور اور پہاڑی علاقہ میں جولی کوٹ اور چوبٹیا کے باغبانی کے بڑے مرکزوں نے فن باغبانی کی ترقی کے لئے جو کام کیا ہے وہ ہندوستان کے باقی تمام صوبوں کے مجموعی کاموں سے کہیں زیادہ ہے۔

وہ اصلاحات جن کی بنا پر عوام کو ملک کے انتظام میں زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے گئے انکے عمل میں آتے ہی صوبہ متحدہ کی حکومت نے بہت ہی جلد باغبانی کی اہمیت کو محسوس کر لیا اور مسٹر چنتامنی کی وزارت میں پہلے پہل محکمہ زراعت کے زیر نگرانی باغبانی کا ایک سیکشن کھولا جس کی دیکھ بھال ایک تجربہ کار اور ماہر باغبان کے سپرد کیگئی۔ اس جدت کی وجہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ یہ ایک ظاہر بات ہے کہ فن باغبانی کے طریقے زراعت سے مختلف ہیں۔ فن باغبانی نے ہندوستان کے اندر دنیا کے مختلف پھلوں اور ترکاریوں کی کاشت کی ابتدا کرکے اور اس ملک کی آب و ہوا میں ان کی کاشت کے امکانات پیدا کرکے نیز انکو مقبول عام کرکے جو اقتصادی کامیابی حاصل کی ہے وہ تاریخ میں یادگار رہیگی اور جس سے اس تحریک کے بانیوں کا نام بھی ہمیشہ روشن رہے گا۔

فن باغبانی کے ان محققین نے آب و ہوا کے ان تمام اختلافات سے فائدہ اٹھایا ہے جو منطقہ حارہ کے میدانی علاقوں میں۔ نیچے پہاڑوں کے معتدل مقامات میں اور ان سرد اضلاع میں پائے جاتے ہیں جو خطہ برف پر واقع ہیں۔ ان لوگوں نے اس ملک کے وسیع حصہ کی آبادی میں اس بات کا ذوق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ طرح طرح کے بہترین پھل اور عمدہ سے عمدہ ترکاریاں جو پیدا کیجا سکتی ہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ہندوستان کے شمالی میدان اور اسکے قریب کے علاقوں میں پھلوں کی کاشت بڑھانے اُسکو ترقی دینے اسکی شروعات کرنے۔ اس ملک کی آب و ہوا میں اسکی کاشت ممکن بناکر دولت پیدا کرنے اور اسے تقسیم کرنے اور ایک ایسی نئی صنعت کو وجود میں لانے میں جس کے متعلق انیسویں صدی کے آخر تک بہت کم معلومات حاصل تھیں اور جس کے بارے میں کسی قسم کی کوشش نہیں کیگئی تھی۔ اس صوبہ کے باغات نے جو اہم حصہ لیا ہے اس سے بہت کم لوگ واقف ہیں فن باغبانی کی یہ ترقی بہت اہمیت رکھتی ہے اور اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ لوگوں میں اس بات کا شوق پیدا ہوگیا ہے کہ وہ قدرت کی بہترین پیداواروں سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنی زندگی ایسے ماحول میں گذاریں جو نہایت ہی صحت بخش اور قابل تفریح ہوں۔

مصنف کے اس صوبہ میں آنے کے بعد سہارنپور۔ لکھنؤ۔ آگرہ۔ الہ آباد اور کانپور میں اور ان شہروں کے آس پاس اور کمایوں کے تمام پہاڑی علاقہ میں جو پودھ گھر بنائے گئے ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فلاح عامہ پر سرکاری باغات کا کتنا اثر پڑا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تمام پودے۔ خوبصورت درخت اور جھاڑ جو ان پودگھروں میں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں لگائے اور فروخت کئے جاتے ہیں آخر کہاں گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب پودے سارے ملک کی خوبصورتی اور دولت بڑھا رہے ہیں اور اب بھی انکی مانگ برابر جاری ہے۔ پہلے صرف اس صوبے کے سرکاری باغوں ہی سے پودے تقسیم ہوا کرتے تھے لیکن اب یہ صنعت زیادہ تر نجی طور پر کی جانے لگی ہے۔ لوگ تنہا یا کسی کی شرکت میں اس کام کو کرتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے شروع میں سرکاری اداروں میں اس کام کو سیکھا تھا۔

سہارنپور میں مسٹر گون اور لکھنؤ میں مسٹر ریڈلے اور انکے جانشینوں نے جو کام کیا ہے اسکے متعلق وہی لوگ بتا سکتے ہیں جن کو ان لوگوں سے ان فن کی تعلیم حاصل کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کمایوں کے تمام پہاڑی اضلاع میں پھلوں کی کاشت میں جو ترقی ہوئی ہے وہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ اس سلسلہ میں جولی کوٹ اور چوبٹیا کے سرکاری

باغات نے بہت بڑی خدمات انجام دی ہیں مسٹر گل مرحوم نے اس صنعت میں ایک خاص زور پیدا کر دیا تھا۔ چوبٹیا کے سرکاری باغ کو ٹھیکہ پر دینے کا عمدہ نتیجہ یہ نکلا کہ فن باغبانی کے ایسے تعلیم یافتہ لوگوں نے جنھیں زیادہ تعداد میں پودے لگانے اور انکے بیکار حصّوں کو تراشنے کا کام سکھایا گیا تھا انھوں نے یا تو خود اپنے باغ لگائے یا دوسروں کے باغوں میں ملازمت کر لی۔ اس طرح نہ صرف پھل کے درخت کافی تعداد میں لگائے جانے لگے بلکہ اس کے ساتھ ہی وہ پودے بھی بہت زیادہ تعداد میں لگائے جانے لگے جن میں قلمیں باندھی جاتی ہیں اور جن کی مدد سے وہ علاقہ وار پودگھر تیار ہو گئے جن میں اب پھلوں کے پودے لگائے اور کاشتکاروں کو تقسیم کئے جاتے ہیں۔

کیا اس بات کے جاننے سے کچھ فائدہ ہوگا کہ پھلوں کی کاشت اور پودگھروں کے تیار ہو جانے سے ہمارے صوبہ کو بالواسطہ کتنا فائدہ پہنچا؟ اس بات کا اندازہ پھلوں کے ان بکسوں سے جو ریلوے اسٹیشنوں سے یا ان پودوں سے جو مختلف مرکزوں سے روزمرہ باہر بھیجے جاتے ہیں کیا جا سکتا ہے کہ پودگھروں کو براہ راست جو آمدنی ہوتی ہے اسکے علاوہ ضمنی صنعتوں کو بھی کس قدر فائدہ پہنچتا ہے۔ مال کے چھڑانے پر نقد قیمت کی ادائیگی کے طریقہ سے جو آمدنی ہوتی ہے اسکے علاوہ بکس بنانے والے۔ ہزاروں بڑھئی نرم پھلوں کے لئے کارڈ بورڈ کے بکسوں کو بنانے کے کارخانے۔ ٹوکریاں بنانیوالے۔ سامان ڈھونے والی ایجنسیاں اور ریلوے وغیرہ کو بھی اس سے کافی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس صنعت کی وجہ سے ان سب کو بالواسطہ فائدہ پہنچتا ہے۔ ان تمام باتوں کو یکجا کرکے اور ان پر غور کرنے کے بعد ہی ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس صنعت سے جس کو چالیس سال قبل کوئی جانتا بھی نہ تھا اب ہمارے ملک اور اسکے باشندوں کو کسقدر فائدہ پہنچ رہا ہے۔

اس فن میں بڑی حد تک کامیابی ہو چکی ہے مگر اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ کماؤں کے پہاڑی علاقہ میں پھل کی کاشت کو منافع بخش تجارت بنانے میں جو دشواریاں حائل ہیں انھیں دور کرنے کے لئے حکومت اور پھلوں کی کاشت کرنے والے دونوں کو مشترکہ کوشش کرنی ہوگی۔ اس کام کو یوں کیا جا سکتا ہے کہ پھل کی کاشت کرنیوالے یا تو کوئی مشترکہ اسکیم بنائیں یا وہ گروہ بندی کرکے پھلوں کی موجودہ منڈیوں میں حسب ضرورت اور مستقل طور پر پھل بھیجنے کا انتظام کریں اور پھلوں کی درجہ بندی ہی کریں۔ اس کام میں حکومت اس طرح مدد دے سکتی ہے کہ وہ مال لانے اور لیجانے کی جو سہولتیں موجود ہیں ان میں اور اضافہ کرے تاکہ ملک کے ان حصوں میں بھی پھل لیجا کر آمدنی بڑھائی جا سکے جہاں اسوقت تک پھل نہیں پہنچ سکتے۔ مال لانے اور لیجانے کے لئے کم خرچ والے طریقے نکالنے اور سڑنے گلنے والی چیزوں کے پارسلوں پر تمام ریلوے لائنوں پر محصول کا آٹھواں حصہ لگانے سے نہ صرف ان تجارتوں میں ترقی ہو جائیگی جن پر ملک کی بہبودی کا بہت کچھ انحصار ہے بلکہ پہاڑی مقامات کے باغات کی پیداوار کا بہت بڑا حصّہ صوبہ کی بڑی بازاروں میں آ سکے گا۔ اور اسکے ساتھ ہی وہ گھٹیا قسم کے پھل بھی جن کی تجارت کرنے سے موجودہ صورت میں منافع نہیں ہو سکتا۔ بازار میں لاکر لکھوکھا اشخاص کے ہاتھ فروخت کئے جا سکیں گے جن کی حیثیت اتنی نہیں ہے کہ وہ اول درجہ کے پھل خرید سکیں۔

سرکاری باغات اور نجی پودگھروں کے درمیان مقابلہ روکنے کی غرض سے حکومت نے ۱۹۰۵ء میں جو اقدام لیا اس سے پہلی بار یہ ظاہر ہو گیا کہ باغبانی کو بطور صنعت کے تسلیم کر لیا گیا ہے اس زمانہ سے اس بڑھتی ہوئی صنعت نے تعجب خیز ترقی کی ہے اور محکمہ زراعت کی اطلاع کے لئے باغات کے ڈپٹی ڈائرکٹر کی مرتب کی ہوئی صوبہ متحدہ کی باغبانی کی ڈائرکٹری میں نجی طور پر تیار کئے ہوئے ایسے ۵۰۳ باغات کا ذکر کیا گیا ہے جو صوبہ کے طول عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ اس فن کی ترقی کی بہت ہی نمایاں مثال ہے روپیہ کی کمی کی وجہ سے ان میں سے بہت سے باغات ابتدا میں بڑے معمولی تھے اور اب بھی انکا کام بہت محدود ہے۔ پھر بھی ان کی وجہ سے ایک ایسی صنعتی قوت وجود میں آگئی جس کا سماجی حالات کی ترقی میں بہت بڑا حصّہ ہے۔ اس لئے یہ دلیل قطعی نظرانداز کر دینے کے قابل ہے کہ ان میں سے زیادہ تر باغات کی اہمیت بہت کم ہے کیونکہ اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ ان میں سے بعض کو صوبجاتی اہمیت حاصل ہے مگر زیادہ تر باغات ایسے ہیں جو کسی نہ کسی خاص نوعیت کے ہیں اور کسی خاص مقصد کو لئے ہوئے ہیں تاکہ ان سے مقامی اور علاقہ جاتی ضروریات اور مطالبات پورے ہوں۔

باغبانی کی اصل شاخیں یہی ہیں۔ اس حقیقت سے کہ یہ باغات تیار ہوئے اور ابھی تک قائم ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ملک میں برابر ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ انکی ترقی کو دلچسپی کے ساتھ دیکھا جائے اور تمام اضلاع میں پودگھر تیار کرانے کے سلسلہ میں ہر قسم کی سہولتیں مہیا کی جائیں۔

بالآخر میں اس بات پر نہایت زور دیکر یہ کہتا ہوں کہ صوبہ کے سرکاری باغات پر جو کچھ روپیہ خرچ ہوا وہ ملک کے ذرائع میں اضافہ کرنے پر نہایت ہی بجا طور پر صرف ہوا اس سے اسکے باشندوں پر بہت کافی اثر ہوا اور اسکی وجہ سے ایک ایسی صنعت وجود میں آگئی جو بحالت موجودہ زیادہ کامیاب تو نہیں ہے مگر اسکے لئے ایسے مواقع ضرور ہیں کہ آئندہ چل کر وہ عوام کو اس سے بھی کہیں زیادہ فائدے پہنچائے۔

ایران میں ٹڈیوں کی پیدائش

اپریل کے پہلے نصف ماہ میں گوادر (بلوچستان مکران) کے ریگستانی علاقے میں ٹڈیوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بہت زیادہ دکھائی دیتے تھے۔ بلوچستان کے دوسرے اہم مقامات پر جہاں سے ٹڈیاں پھیلا کرتی ہیں ٹڈیوں نے انڈے بچے دینے شروع نہیں کئے لیکن بڑی ٹڈیاں تھوڑی تعداد میں کہیں کہیں نظر آجاتی تھیں راجپوتانہ اور اسکے آس پاس شمال مغربی ہندوستان میں توقع کے مطابق صورت حالات پرسکون رہی۔

ایران سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ملک کے بعض جنگل میں ٹڈیاں وسیع پیمانہ پر انڈے بچے دے رہی ہیں گو اتنے زیادہ نہیں جتنے پچھلے سال اسی زمانہ میں دیئے تھے۔



ایک انگریز کسان گھوڑوں سے ہل چلا رہا ہے

پیداوار زیادہ بڑھاؤ

برطانیہ میں نئی تحریک

جو برطانیہ ۲۰۰ سال قبل یورپ کے بیشتر ممالک کو اناج بھیجا کرتا تھا اب کچھ عرصہ سے وہ خود سمندر پار کے غلّے کی درآمد پر منحصر رہتا ہے۔ اب جنگ نے ایسی ترغیب دی ہے کہ ان چراگاہوں میں جہاں پہلے بوڑھے گھوڑوں کے چرنے کے لئے بھی گھاس نہ ملتی تھی اور اُن بنجر کھیتوں میں جہاں کانٹے دار جھاڑیاں گھنی گھنی اُگا کرتی تھیں، اب لہلہاتی فصلیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اپنے ملک میں اس قسم کی فصلوں کی کامیابی دیکھ کر انگریز اُن قدیم ترین اور بھولے ہوئے طریقوں کو از سر نو زندہ کر رہے ہیں جن پر وہ فصلوں کا غلّہ گھر لانے وقت عمل کیا کرتے تھے۔

گریٹ برٹین میں فصل بہت زیادہ ہوئی ہے۔ مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کا بیان ہے کہ ایسی اچھی فصل کبھی نہیں ہوئی۔ اس طرح انھیں کے الفاظ کے مطابق "خدا کی مہربانی سے" جو دشمن گریٹ برٹین کو بھوکا مار ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے انھیں مایوس ہونا پڑا۔

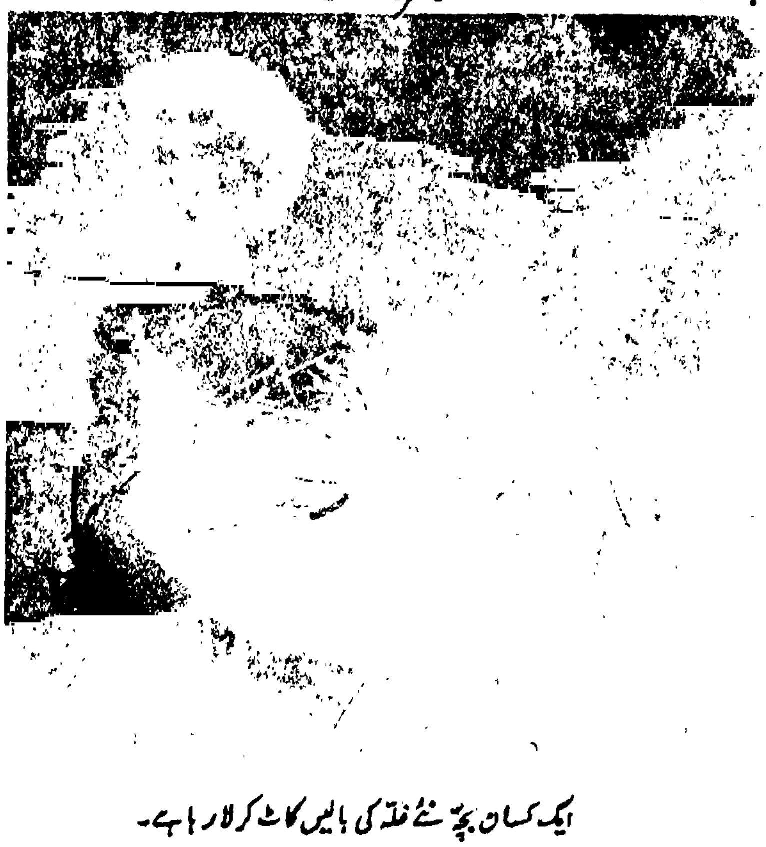


ایک کسان عورت مشین چلا رہی ہے



کھیتوں میں ٹریکٹر چلائے جارہے ہیں۔

جو شخص دیہات میں رہتا ہے اُسے فصل کی زیادتی میں شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں پہلے کھیتوں میں کانٹے دار جھاڑیاں اور نرکل اُگ گئے تھے اور کسانوں کی سستی کے باعث زمین پرتی پڑی رہتی تھی اُسی زمین پر اب سیکڑوں ایکڑ پختہ فصل کھڑی ہے۔ اُن چھوٹی چھوٹی چراگاہوں میں بھی جہاں دُبلے پتلے بوڑھے گھوڑے گھاس ڈھونڈھتے پھرتے تھے۔ اب گیہوں، جوٗ اور جئی کے کھیت ہوا میں لہلہا رہے ہیں اور جھومتے ہوئے خوشی کے نغمے گا رہے ہیں۔

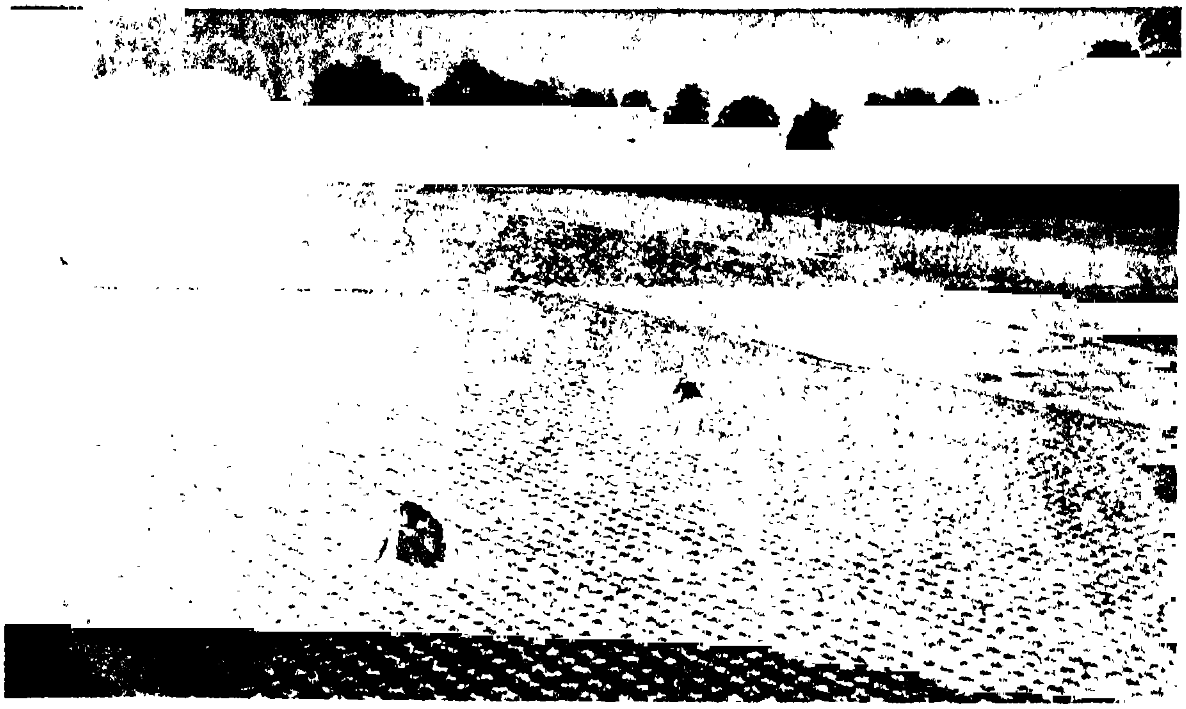


ایک کسان بچّہ نئے غلّہ کی بالیں کاٹ کر لا رہا ہے۔

"خدا کی مہربانی سے!" یہ جملہ کتنا حسین ہے۔ یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس سال برطانیہ عظمیٰ بھر میں خدا کا شکر ادا کرنے کی تقریبیں ایسی دھوم دھام سے منائی جانے والی ہیں جیسی گزشتہ کئی سالوں سے دیکھنے میں نہیں آئیں۔ خدا کی مہربانی کاشکریہ ادا کرنے کے لئے فصل کی دعوتوں اور تفریح کے پُرانے قاعدوں کو از سرِ نو زندہ کرنے کی عادت نظر آ رہی ہے۔

اِدھر چند برسوں میں، بالخصوص ابتدا جنگ سے، انگریزی کھیتی کی شکل ہی بہت کچھ بدل گئی ہے۔ کھیت کاٹنے کی پُرانی مشینوں کی جگہ اب زیادہ کار آمد ٹریکٹروں کا استعمال ہو رہا ہے اور کھیتوں پر اب لڑکیاں کام کرتی ہیں۔ ٹریکٹروں کی 'کھٹ کھٹ'، کی آواز کے ساتھ ساتھ ان کا گانا بھی سُنائی دیتا ہے اور ان کے لہراتے ہوئے بال پر خوبصورت ہیٹ زیب دیتے ہیں۔ جب سارے کھیت کٹ جائیں گے اور سارا غلّہ کھلیان میں آجائے گا تو حقیقی جشنِ مسرّت منایا جائے گا۔

اپنے بچپن میں مَیں اپنے علاقہ میں زمانۂ قدیم کے یادگار مناظر کو دیکھا کرتا تھا جب جب آخری لانبک سے گٹھے کھیتوں سے کھلیان میں لائے جاتے تھے تو اُن پر گاؤں کی حسین

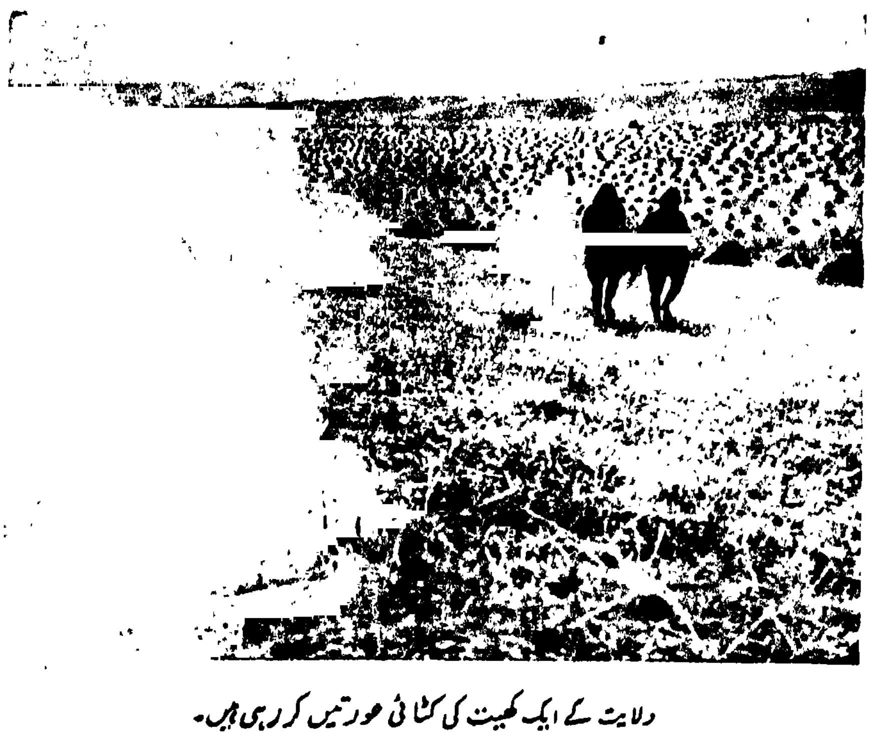


انگلینڈ میں کھیتوں کی زرائی کی جا رہی ہے۔

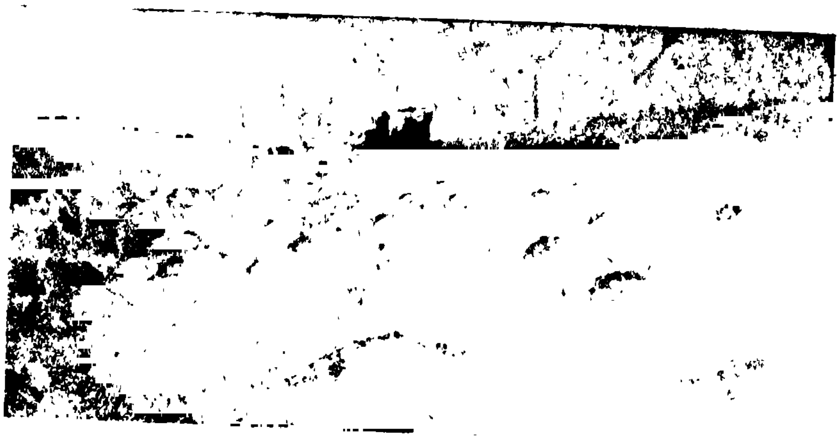
دوشیزہ پھولوں کے ہاروں سے سجی ہوئی بیٹھی رہتی تھی اور گاڑی کے ساتھ ساتھ کھیت کاٹنے والے اپنے ہنسیئے اور کانٹے کندھوں پر رکھے ہوئے گھاس کو خوشی سے چباتے ہوئے چلتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی کسی دلدل میں پھنس جاتی تھی اور پانی سے بھیگ جاتی تھی۔ دیہاتوں کے باشندے اپنی فصل کے جشنوں کا مذہبی رخ بھی کبھی نہ بھولتے تھے اور فصل کے گھر آنے کے بعد اتوار کے روز مقامی گرجا میں لوگوں کی ٹھسا ٹھس بھیڑ ہو جاتی تھی اور لوگ طرح طرح کی خوبصورت چیزیں لاتے تھے۔

لیکن اس فصل کا واحد جشن صرف گرجا گھر کی تقریب ہی نہیں تھا۔ ایک وقت وہ بھی ہوتا تھا جب فصل کٹنے پر کسان اپنے نوکروں کو بھیج دیا کرتا تھا اور خوب خوشی منائی جاتی تھی۔ اس طرح مالک اور نوکروں کے درمیان رواداری بھی قائم رہتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد کل پیرش یعنی پادری کے حلقے کے لئے ایک مجموعی فصلی تیوہار منایا جانے لگا جس موقعہ پر پہلے گرجے میں سروس (عبادت) ہوتی تھی۔ پھر ایک بڑے شامیانہ یا کسی بڑی عمارت میں دعوت ہوتی تھی اور آخر میں مختلف قسم کے کھیل ہوتے تھے لیکن ان دعوتوں اور مجموعی جلسوں میں وہ پُر محبت ماحول نہ رہ گیا جو کھلیان پر مالکوں اور نوکروں کی خاص دعوتوں میں پایا جاتا تھا۔

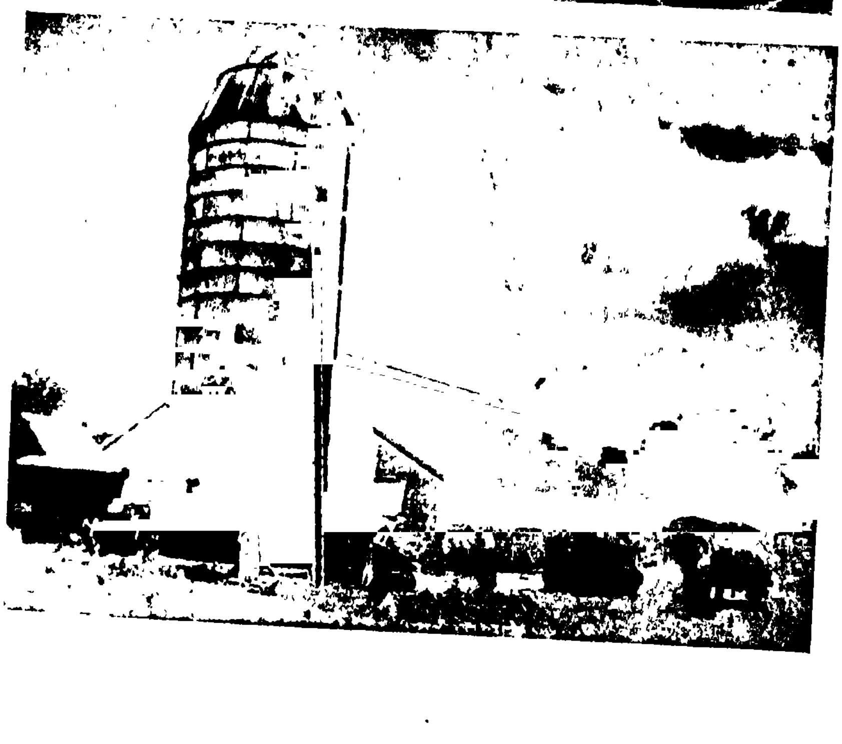
بڑے بڑے کھیتوں کو کاٹنے کے لئے انجن سے چلنے والی ہارویسٹر نامی مشین کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ مشینیں موٹر لاریوں کی طرح بڑی ہوتی ہیں۔ ان میں ہنسیئے لگے رہتے ہیں جو موٹر کے چلنے پر اناج کے پکے پودے کاٹنے لگتے ہیں۔ ان پر بیٹھ کر ایک آدمی گھنٹے بھر میں اتنا کام کر لیتا ہے جتنا کام درجنوں مزدور مل کر دن بھر میں کر پاتے ہیں۔ بڑے بڑے کھیتوں میں ہی ان مشینوں



ولایت کے ایک کھیت کی کٹائی عورتیں کر رہی ہیں۔







کا استعمال ممکن ہے ۔ روس اور امریکہ میں ان مشینوں کا بہت استعمال کیا جاتا ہے ۔
کسانوں کا کام مویشیوں کے بغیر نہیں چلتا ولایت کے کسان گوشت خور ہیں ۔ وہ جانوروں کو دودھ کے لئے کھانے کے لئے اور اُن کے بچے فروخت کرنے کے لئے پالتے ہیں ۔ درمیانی تصویر میں ایک دیہاتی بازار کا منظر ہے جس میں مویشی فروخت ہو رہے ہیں ۔ ہر ایک کسان الگ الگ باڑے میں اپنے مویشی بیچتا ہے ۔
ان بازاروں میں گرد و نواح کے کسان آتے ہیں اور اچھا خاصا مجمع ہو جاتا ہے ۔ یہاں بھیڑ، گائے، گھوڑے اور سُور بکتے ہیں ۔ بھیڑ بہت پالی جاتی ہے کیونکہ سرد ملک ہونے کے باعث یہاں اُن کی بڑی مانگ رہتی ہے ۔ ان بازاروں کے باعث کسانوں اور مویشی پالنے والے دونوں کا فائدہ ہوتا ہے ۔
ولایت میں پانی قریب ہونے کے باعث زمین میں کھتیاں نہیں بن سکتیں اس لئے مینار کی طرح اونچی کھتیاں بنائی جاتی ہیں نیچے کی تصویر میں یہ کھتی دکھلائی گئی ہے ۔ قریب ہی کھلیان ہے ۔ اس کھلیان سے غلے کو ایک مشین کے ذریعے جو انجن سے چلائی جاتی ہے، کھتی کے اوپر پہنچا دیتے ہیں ۔ کسان کے اوپر جانے کے لئے سیڑھی ہوتی ہے جو تصویر میں نظر آ رہی ہے ۔ وہ اوپر اور نیچے دونوں طرف سے کھل سکتی ہے ۔ بارش کے پانی سے حفاظت کے لئے بھی اس میں اچھا انتظام رہتا ہے ۔

(دنیا با تصویر)

پھلوں کا استعمال

(از جناب بریندر نرائن سنگھ - ایم - ایس - سی - فروٹ یوٹیلائیزیشن
انسپکٹر یو پی لکھنؤ)

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے۔ یہاں کی طرز معاشرت زیادہ تر کھیتی باڑی پر منحصر ہے۔ اور ۸۰ فیصدی لوگوں کی زندگی کا دارمدار اسی پر ہے بوئی اور کاٹی جانے والی فصلوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ غلہ کے علاوہ ہندوستان میں پھل اور ترکاریاں بھی بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ مقدار میں استعمال ہوتے ہیں اور وہ بہت ہی کم قیمت پر باسانی دستیاب ہو جاتے ہیں جہاں پر یہ بہت زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں وہاں کے لوگوں کا دارمدار انھیں پر بہت عرصہ تک رہتا ہے قرب وجوار کے شہروں میں بھی ان کا کافی صرفہ رہتا ہے اور روزانہ کسی نہ کسی شکل میں ہم انکا استعمال کرتے ہیں۔

بلا شبہ ہمارے ملک (ہندوستان) میں پھلوں کی بہت کافی مقدار لوگوں کے تصرف میں آتی ہے تاہم اوصاف فواکہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ان سے کوئی خاص فائدہ نہیں حاصل کرتے۔ پھلوں کا ہماری تندرستی سے خاص تعلق ہے اور پھلوں کی وہ تعداد جو کہ ہم استعمال کرتے ہیں ہماری تندرستی کے لئے بہت کافی ہے تاہم ہم اسکو محسوس نہیں کرتے بدیں وجہ کہ اولاً تو لوگ صفاتِ فواکہات سے نابلد دوئماً اگر چندے ہیں بھی تو استعمال غلط کرتے رہیں ہر ترکاری اور پھل اپنے میں قوت کا وصف رکھتی ہے اور مختلف طریقوں اور شکلوں میں اجزائے مفیدہ صحت ثابت ہوتی ہے کوئی جسم کے کسی حصّہ کو مفید بن کر صحت بخش اور کوئی کسی دوسرے حصّہ کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے۔ عموماً پھلوں کا استعمال گروہ عام خوش ذائقگی کی بنا پر کرتا ہے لیکن سائنس داں لوگوں نے ترکاری اور پھلوں کے خاص خاص اجزا کا پتہ لگایا ہے جس سے کہ ہماری تندرستی کا گہرا تعلق ہے اگر تحقیق اور تدقیق کے ساتھ ملاحظہ کیا جائے تو یہ معلوم ہو جاوے گا کہ پھل کا زیادہ حصّہ پانی ہوتا ہے اور وہ اکثر پھلوں میں ۸۰ یا ۹۰ فیصدی سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

پھل اور ترکاریوں کے اجزا میں وٹامن خاص جزو ہے اور یہ ہماری غذا کا خاص حصّہ ہے اور اگر یہ حصّہ کسی طرح پر ہماری غذا سے خارج ہو جاتا ہے۔ تو عجیب وغریب ونیز معیب بیماریاں ہمیں اپنا شکار بنا لیتی ہیں وٹامن کئی قسم کے ہوتے ہیں اور ان کا نام بترتیب ابجد "اے" "بی" - "سی" "ڈی" اور "ای" رکھا گیا ہے۔ یہ وٹامن سب ایک ہی پھل میں نہیں موجود ہوتے۔ بلکہ اگر کسی پھل میں وٹامنس "اے" زیادہ ہے تو دوسرے میں "بی" اور اسی طرح سلسلہ وار۔

عموماً دو تین قسم کے وٹامنس ایک پھل میں پائے جا سکتے ہیں اور جس پھل اور ترکاری میں جتنے ہی زیادہ وٹامنس ہوں گے وہ اتنا ہی زیادہ مفید ہوگا۔ مختلف وٹامنس جسم کے مختلف حصّوں کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اور اگر ہماری غذا میں کوئی خاص وٹامنس کم مقدار میں ہوگا تو جس حصّہ کے لئے وہ وٹامنس مفید ہے وہ حصّہ اس خاص وٹامنس کے نہ پہنچنے سے کچھ عرصہ کے بعد نحیف وزار ہو کر بیماریوں کا شکار بن جاویگا۔ وٹامنس کے علاوہ پھل اور ترکاریوں میں "پروٹینس" "کاربوہائڈریٹس" اور جمادات کے جزوں میں "کیلشیم" "پوٹیشیم" "سوڈیم" - "فاسفورس" اور "ایوڈین" نامی جزو پائے جاتے ہیں۔ ان سب کا بھی ہماری غذا میں کافی مقدار میں ہونا ضروری ہے، لیکن یہ سب اجزا، زیادہ گرمی نہیں برداشت کر سکتے پھل اور ترکاریوں کو تیز آنچ میں آدھ گھنٹہ تک پکانے سے قریب قریب سب ہی اجزا ختم ہو جاتے ہیں۔ زیادہ مصالحہ ڈالنے سے بھی پھلوں اور ترکاریوں کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن علی العموم یہی طریقہ استعمال رائج الوقت ہے۔ اور اسی وجہ سے اتنے زیادہ پھل اور ترکاریوں کے استعمال کے باوجود بھی ہم ان کے مفید اجزا سے کوئی خاص فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ اور ایسا استعمال ہماری صحت پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالتا۔ علاوہ بریں کچھ پھلوں کے چھلکوں ہی میں خاص خاص اجزائے مفید ہوتے ہیں جو کہ ناواقفیت کی بنا پر نظرانداز کر دئے جاتے ہیں پس ہم کو چاہئے کہ ہم ایسے پھلوں کا ان کی اصلی شکل ہی میں استعمال کریں اور ان کو محض خوش ذائقہ بنانے کے لئے ان میں نمک مرچ یا اور مسالہ نہ ڈالیں ایسا کرنے سے ان کا خاص فائدہ جاتا رہتا ہے۔

مندرجہ بالا مقاصد کے علاوہ پھلوں کا استعمال تجارت کی صورت میں بھی کیا جا سکتا ہے جس کی بہت زیادہ ضرورت ہے پھل اور ترکاریوں کو مختلف سائنٹفک اصولوں سے محفوظ رکھکر بہت اعلیٰ پیمانہ پر تجارت کی جا سکتی ہے آج ہمارے ملک میں کروروں روپیہ کے محفوظ کردہ پھل "جام" "جیلی" ڈبوں میں بند کئے ہوئے اور سوکھے پھل ہمارے ملک میں غیر ممالک سے آتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنی فصل میں پھل اور ترکاریاں اتنی زیادہ مقدار میں پیدا ہوتے ہیں کہ سب کا ایک ساتھ استعمال کرنا غیر ممکن ہو جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کروروں من پھل اور ترکاریاں وغیرہ سڑ کر برباد ہو جاتی ہیں کسی کسی سال پھل اس قدر تعداد میں پیدا ہوتے ہیں کہ آدمی تو آدمی جانور بھی ختم نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں ہندوستان میں غیر ممالک

سے تازہ پھلوں کا آنا تعجب کی بات ہے لیکن غیر ممالک میں یہ حالت نہیں ہے وہاں ہر موسم کے پھل پوری طور پر نہ پکنے سے پہلے ہی توڑ لئے جاتے ہیں اور ہر ایک پھل الگ الگ کاغذ کے ٹکڑوں میں لپیٹ کر الماریوں میں رکھ دے جاتے ہیں اور اس کمرے میں ایک خاص قسم کی گیس جیسے کاربونک ایسڈ گیس کہتے ہیں بھر دی جاتی ہے اور اس کے گرد و نواح کا درجہ حرارت برف کے جمنے کے درجہ حرارت کے برابر رکھا جاتا ہے (یعنی زیرو ڈگری) اس طرح یا دوسرے سائنس کے طریقوں سے پھل مہینوں تک اپنی اصلی حالت میں رہتے ہیں اور خراب نہیں ہوتے اور اس صورت سے وہ باہر بھیجے جاتے ہیں تازہ پھلوں کی تجارت کے لئے ہمارے ملک میں تازہ پھلوں سے تجارت کرنے کے بعد زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اوپر لکھے ہوئے قاعدوں پر عمل کرنے سے موسمی پھل جو کہ بہت کافی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں کچھ عرصہ تک ان کو اصلی حالت میں ہندوستان کے ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں بھیجنے کے علاوہ غیر ممالک میں بھیج کر کافی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے علاوہ اسکے پھلوں کو اور کئی صورتوں میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے جبکہ ہمارے ملک میں پھلوں کی زیادتی ہے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کا سامان زیادہ مقدار میں اور بآسانی و کم قیمت و کم مزدوری میں مل سکتا ہے اور تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد کی بیکاری کی حالت اور پھر ملک کے اندر ہی محفوظ پھلوں کی زیادہ مانگ ہے تو اس تجارت میں کامیابی کی پوری امید ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ پھلوں کا استعمال تجارت کے لحاظ سے بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے موجودہ وقت کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ملک میں جگہ بہ جگہ پھلوں کو محفوظ رکھنے کا کارخانہ اعلیٰ پیمانہ پر قائم کئے جائیں اور ساتھ میں ان کو کامیاب بنانے کے لئے کافی سرمایہ بھی بہم پہنچایا جائے۔

حالانکہ ہمارے ملک میں اس قسم کے دو چار کارخانہ موجود ہیں لیکن وہ بہت ہی چھوٹے قسم کے ہیں اور بہت ہی کم تعداد میں سامان تیار کر پاتے ہیں جبکی بناپر غیر ممالک سے آئے ہوئے پھل اور پھلوں کی بنی ہوئی اشیاء ارزاں قیمت پر دستیاب ہوتی ہیں اور اس طرح اپنے ملک کے پھلوں کی بنی ہوئی چیزوں کی مانگ بہ نسبت غیر ممالک کے سامان کے بہت ہی کم ہے ایسی حالت میں پھلوں کی تجارت کو اعلیٰ پیمانے پر بڑے سرمایہ سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اسکی کامیابی کے لئے ملک کے بڑے بڑے رؤسا کی توجہ کی اشد ضرورت ہے اس لڑائی کے زمانہ میں جبکہ غیر ممالک سے محفوظ کردہ پھلوں کا آنا غیر ممکن ہو گیا ہے اور ہندوستان میں فوج اور شہری لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ملک میں بڑے بڑے کارخانے قائم کئے جائیں تاکہ لوگوں کی ضروریات پوری ہوں فائدہ بھی کافی ہو۔ خوشی کی بات ہے کہ اس ضروری تجارت کی طرف حکومت ہند اور حکومت صوبہ کی توجہ گذشتہ چند سالوں سے ہوئی ہے اور زیرو ڈگری درجہ حرارت میں رکھکر تازہ پھلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے کا انتظام کر دیا گیا جس سے کہ پھلوں کی تجارت میں کافی ترقی ہوئی ہے امپیریل کونسل آف اگریکلچر ریسرچ دہلی کے افسران بھی اس کی ترقی میں بہت کوشاں ہیں ڈائرکٹر آف اگریکلچر یو پی اور پراونشل مارکٹنگ آفسر یو پی نے اپنے اپنے محکموں اور یو پی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ کے ذریعہ سے صوبہ پھلوں کو زیادہ تعداد میں پیدا کرنے اور انکو مختلف صورتوں میں محفوظ رکھنے کی تعلیم دلانے میں بڑی سعی فرمائی۔ اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کے کارخانوں کو مالی امداد بھی دلوائی۔ اور اس کی ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے پھلوں کی ایک سالانہ نمائش بھی لکھنؤ میں قائم کی جس میں کہ طرح طرح کے پھل اور ترکاریاں اور پھلوں سے بنی ہوئی دوسری اشیاء مجتمع ہوتے ہیں اور لوگ ان سے مستفید ہوتے ہیں۔

موجودہ زمانہ جنگ میں جبکہ غیر ممالک کے پھل اور پھلوں کی بنی ہوئی دوسری اشیاء ہندوستان میں نہیں آسکتی ہیں تو ایسی حالت میں محفوظ پھلوں کو بہم پہنچانے کے لئے کچھ کارخانہ ہندوستان میں بھی قائم ہو گئے ہیں ان سب کوششوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی محفوظ شدہ پھلوں کی تجارت بہت زیادہ ترقی کرے گی۔

آم لیچی مٹر انگور اور ٹماٹر وغیرہ کو ڈبوں میں محفوظ کیا جا سکتا ہے اور بڑی مٹر اور چھوٹی گوبھی آلو بھنڈی اور کریلا وغیرہ بھی سکھا کر رکھے جا سکتے ہیں سیب ناشپاتی پپیتا اور آم کا جام بنایا جا سکتا ہے کیتھا امرود اور کروندا پپیتا اور کیلا وغیرہ کی جیلی تیار کیجا سکتی ہے فالسہ جامن وغیرہ کو رس اور شربت کی شکل میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے قریب قریب سبھی ہندوستانی پھل کسی نہ کسی صورت میں محفوظ رکھے جاسکتے ہیں ہندوستان میں پھل محفوظ رکھنے کے بڑے کارخانوں کے فروغ ہو جانے سے جو کروڑوں روپیہ غیر ممالک کو جاتا ہے وہ اپنے ہی ملک میں رہیگا اور اس کے علاوہ وہ پھل جو زیادتی کی وجہ سے بیکار جاتے ہیں وہ بھی مصرف میں لائے جاسکتے ہیں اور ان سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور پھلوں کو کثرت سے پیدا کرنے کے لئے سائنس کے موجودہ طریقوں کا استعمال کیا جائیگا۔ ہندوستان کی بنی ہوئی اور دوسری چیزیں بھی مثلاً شکر شیشہ کے جار ٹین کے ڈبہ اور مسالہ وغیرہ جن کو پھلوں کے محفوظ رکھنے میں استعمال کرتے ہیں کی کھپت بہت زیادہ تعداد میں ہوا کرے گی اور اس کے علاوہ ملک کو ایسے ایک کارخانے سے جس کی لاگت تقریباً پچاس یا ساٹھ ہزار روپیہ ہوگی ہر سال بیس فیصدی کا فائدہ ہوگا ایسا ایک کارخانہ تقریباً ڈھائی لاکھ روپیہ کا مال سالانہ تیار کرے گا اور سچ تو یہ ہے کہ پھلوں کے استعمال سے ہندوستانی کاروبار میں بہت بڑا اضافہ ہو جائے گا۔

دیہات میں قرضہ کی سوسائٹیاں

(از راے صاحب دلیپ مان سنگھ، چیئرمین ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک، فتح پور)

کھیتی کے متعلق قرضہ کی ابتدائی سوسائٹیاں اس صوبہ میں ہندوستان کے دیگر صوبوں کی طرح تنظیم امداد باہمی کا ایک بہت اہم حصہ ہیں اور انہیں سے اس تحریک کی حقیقی بنیاد پڑی ہے۔ یہ سوسائٹیاں زیادہ تر قلیل عرصہ اور اوسط میعاد کے لئے قرض دیتی ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں ہر قسم کی سوسائٹیوں کی تعداد ۵۱۸۰ سے زیادہ تھی ان میں کھیتی باری کی سوسائٹیوں کی تعداد ۲۰۷،۷ تھی۔ انکا جاری شدہ سرمایہ ۹۶،۷۵۱،۸۱۰۱ روپیہ تھا۔

شروع میں تقریباً سب ابتدائی سوسائٹیاں ریفیسن ماڈل پر غیر محدود ذمہ داری کی بنا پر شروع کی گئی تھیں۔ سوائے اسکے کہ مقامی حالات کے پیش نظر ضمنی قواعد میں کچھ تبدیلیاں کر دی گئی تھیں۔ ۱۹۴۰ء میں ۲۰۷،۷ سوسائٹیوں میں سے ۱۴۷،۶ غیر محدود ذمہ داری والی سوسائٹیاں تھیں۔ شروع میں سوسائٹیاں زیادہ تر حکومت کی طرف سے کچھ ایسے اشخاص کی مدد سے شروع کی گئی تھیں۔ جنھوں نے اس تحریک میں دلچسپی لی اور اسکو ترقی دینے میں کام لیا۔ مگر ممبر بنانے اور حساب رکھنے کا طریقہ بہت ہی خراب تھا۔ حصہ کے سرمایہ کے طریقہ کو جاری رکھنے اور دیکھ بھال کے لئے دورہ کرنیوالے گروپ سکریٹریوں کو مقرر کرنے سے یہ خرابیاں کچھ حد تک دور ہو گئیں اور سوسائٹیوں کی تعداد بڑھ گئی۔ ۱۹۱۲-۱۳ء میں سنٹرل بینکوں اور بعد میں ۱۹۲۶ء میں بینکنگ یونینوں کی ابتدا کئے جانے سے سوسائٹیوں کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور دیہاتی آبادی کو قرض دینے کی سہولتیں بڑھ گئیں۔ لیکن بدقسمتی سے ممبروں کی قوت ادائیگی اور انکی مالی حالت کو دیکھے بغیر قرض دیدیئے گئے جس کے باعث بہت سی سوسائٹیوں کے دیئے ہوئے قرض ابھی تک نہیں وصول ہوئے ہیں۔ کچھ سوسائٹیوں کے دیئے ہوئے قرض کی ادائیگی تو قطعی ناممکن ہے اور باقی سوسائٹیوں کو دیئے ہوئے قرض آہستہ آہستہ وصول ہو رہے ہیں۔

۱۹۳۴ء میں ۲۷ فیصدی سوسائٹیاں (ڈی) اور (ای) درجہ میں رکھی گئیں کیونکہ ان کا شمار نالائق سوسائٹیوں میں کیا گیا ہے۔ ان سوسائٹیوں کا کام میں لگے ہوئے سرمایہ میں عموماً (۱) حصہ کا سرمایہ (۲) ممبروں اور دیگر اشخاص کی جمع کی ہوئی رقمیں (۳) مرکزی سوسائٹیوں، دیگر ابتدائی سوسائٹیوں اور حکومت سے لئے ہوئے قرض (۴) محفوظ سرمایہ اور دوسرے فنڈ ہوتے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں حصہ کا سرمایہ جاری شدہ سرمایہ کا ۴۲ فیصدی تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حصہ لینے کے قاعدے نے سوسائٹیوں کی ساکھ کو بہت بڑھا دیا ہے اور کچھ حد تک کفایت کرنے کی عادت بھی ڈال دی ہے۔

اگرچہ مقصد یہ ہے کہ دیہات کی سوسائٹیاں عام طور سے اس قرض کو جس کی انھیں ضرورت ہو وہیں اکٹھا کرلیں اور اس میں جو کمی ہو اسکو سنٹرل بینک پورا کردے۔ پھر بھی ان سالوں میں ممبروں کی جمع کی ہوئی رقموں میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا ہے۔ ۱۹۳۶ء سے کچھ سوسائٹیوں نے کفایت کرنے کی پالیسی بھی جاری کردی ہے جس کے باعث ایسا کوئی ممبر جو ہر سال دو روپئے جمع کرے گا ۱۵ سال کے بعد ۵۰ روپئے پاسکتا ہے۔ کچھ سوسائٹیاں پیشگی دینے کے وقت حصے کے سرمایہ کے ساتھ ہی وہ رقم بھی لے لیتی ہیں جو ممبروں کو ناگزیر طور پر جمع کرنی ہوتی ہے اور کچھ ایسی بھی سوسائٹیاں ہیں جو ممبروں کو جمع کئے ہوئے حساب میں سے سود کا کچھ حصہ جمع کرلیتی ہیں۔ ایسی سوسائٹیوں کو اب کفایت شعاری اور قرضہ والی سوسائٹی کہتے ہیں۔ اس طرف کچھ ترقی ہوئی ہے اور آہستہ آہستہ کفایت کے سرمایہ میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن پھر بھی سوسائٹیاں اپنا پورا سرمایہ ممبروں کی جمع کی ہوئی رقموں سے نہیں نکال پاتیں۔ کیونکہ غیر محدود ذمہ والی سوسائٹی کے جو لوگ ممبر ہو جاتے ہیں انکے پاس جمع کرنے کے لئے بہت کم رقم ہوتی ہے اور وہ لوگ جن کے پاس زیادہ روپئے ہوتے ہیں اور جن کو قرض لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انھیں غیر ذمہ داری کا خوف رہتا ہے اور اس لئے وہ سوسائٹیوں کے ممبر ہونے سے بچتے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں محفوظ سرمایہ جو سوسائٹی کے جاری شدہ سرمایہ کا ایک اہم ذریعہ ہے، ۲۹ فیصدی تھا گوکہ اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ فائدے کے اعداد ان فوائد پر منحصر نہیں ہیں جو وصول ہوتے ہیں بلکہ سرمایہ اور ذمہ داری کے اندازہ پر مبنی ہیں۔ یہ امر باعث اطمینان ہے کہ اصلی سرمایہ میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں یہ ۲۰ فیصدی تھا اور دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ ۱۹۴۰ء میں سنٹرل بینک سے جتنا قرض لیا گیا تھا وہ جاری شدہ سرمایہ کا ۲۵ فیصدی تھا اور اسی سال ممبروں پر کل ۱۵،۲۹ لاکھ کی رقم باقی تھی جس میں سے ۱۷،۳۳ لاکھ کی رقم بہت پہلے کی تھی جو وصول نہیں ہوئی تھی۔

ان بقیہ رقموں کو وصول کرنے کی بہت کوششیں کی گئیں اور وصول شدہ رقم اور مانگ کا تناسب ۱۹۳۴ء میں ۴۰ فیصدی سے بڑھ کر ۱۹۳۶ء میں ۴۴،۲ فیصدی ہو گیا اور اس وقت سے اب تک برابر بڑھ رہا ہے۔ باقی رقم کے جلد وصول ہونے میں صرف یہی رکاوٹ نہیں ہے کہ ممبروں میں قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ بلکہ کمیٹی کے ایسے کسی شخص کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرسکنا اور ایک ممبر کا دوسرے ممبر کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا مسئلہ کو اور بھی پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ سوسائٹیوں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ایسے ممبروں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے جو قرض لیتے ہیں۔ گوکہ اوسطاً ہر ایک ممبر کے لئے ہوئے قرض میں بہت کمی ہو گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اب سنٹرل بینک صرف مختصر میعاد کے کاموں کے لئے قرض دیتے ہیں اور سوسائٹیاں اپنے ممبروں کو پیشگی دینے میں کافی محتاط ہیں۔

آخر میں یہ کہنا ہے کہ ۱۹۰۶ء میں سوسائٹیوں کی کل تعداد ۲۲۳ تھی اور آج انکی تعداد بڑھکر ۷،۰۲۰ ہو گئی ہے۔ اسی تناسب سے انکے ممبروں کی تعداد بھی بڑھکر دو لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔ اور پھر خاص بات تو یہ ہے کہ ان ممبروں نے اپنی سوسائٹیوں میں حصوں اور جمع کی ہوئی رقم کی شکل میں ۲۲ لاکھ روپیہ جمع کرلیا ہے یہ رقم اس ۴۲ لاکھ روپے کے علاوہ ہے جو انھوں نے سوسائٹیوں کے محفوظ سرمایہ اور دوسرے فنڈ کے لئے جمع کرلئے ہیں۔ قرض کی ابتدائی سوسائٹیوں کا اپنے جاری شدہ سرمایہ کے لئے ایک کروڑ سے زیادہ روپیہ جمع کرلیا تحریک کے لئے ایک قابل تعریف امر ہے

دیہاتی گھر

(از مسٹر آئی۔ اے۔ ڈبلیو۔ موما۔ ایم۔ ایس۔ سی)

نہ جانے لوگوں میں یہ خیال کیونکر پھیل گیا ہے کہ دیہات سدھار صرف مردوں کا کام ہے۔ اس غلط فہمی کی بدولت اصلاح کی کئی تدبیریں اکارت جاتی ہیں زیادہ خوراک یا اچھی سڑکوں کی فوری ضرورت نے ہمیں ایک ایسی چیز سے نیم غافل کر دیا ہے جو دیہات سدھار میں محراب کے ڈاٹ (درمیانی پتھر) کا درجہ رکھتی ہے یعنی خوبصورت گھر اور خوشگوار گھریلو زندگی۔ مسٹر برین نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ اگر عورتوں کو تعلیم دی جائے اور انکا درجہ اونچا کر دیا جائے تو دیہات جلد ہی خود بخود سدھر جائیں گے۔ اس باب کا مقصد ایسے طریقوں پر غور کرنا ہے جن سے تعلیم دیہات کی گھریلو زندگی کو بہتر بنانے کے کام آسکے۔

کنبہ

ایک اوسط جسامت کے کنبے میں کئی رشتے ہوتے ہیں:- خاوند۔ بیوی۔ اماّں۔ ابا۔ باپ۔ بیٹا۔ ماں۔ بیٹا۔ باپ بیٹی۔ ماں۔ بیٹی۔ بہن۔ بھائی وغیرہ۔ گھر کا ذکر کرتے وقت ہمارا مقصد صرف مکان نہیں ہوتا بلکہ اس کے رہنے والے اور آپس کے باہمی تعلقات بھی۔ خوش قسمتی سے سچی اور خوش گوار گھریلو زندگی روپئے سے نہیں خریدی جا سکتی بلکہ امیروں غریبوں دونوں کو نصیب ہو سکتی ہے۔ گھریلو مسرت کی پہلی شرط مساوات ہے۔ کنبے کے ہر فرد کی زندگی اہمیت رکھتی ہے اس لئے ہر ایک کو پھلنے بڑھنے اور رکھنے سننے کا حق ہونا چاہئے سب سے خوشگوار اور کامیاب گھر وہ ہیں جن میں میاں بیوی کی ذمہ داری برابر ہے خوبصورتی، محبت، ہمدردی اور قربانی جیسے اوصاف ایک جان نثار بیوی اور ماں کی بدولت ہی گھر کو نصیب ہوتے ہیں۔ بہادری، محنت اور توازن کی برکتیں خاوند کی ممنون احسان ہیں۔ وہ بچے خوش نصیب ہیں جن کے والدین گھر کو مقدس سمجھتے اور اس میں ہر طرح کی مادی اور روحانی خوبی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں+

دیہاتی مکان

رہائشی مکان کا مہنگا ہونا ضروری نہیں لیکن آرام دہ صاف ستھرا اور تازگی بخش ہونا لازمی ہے تعمیر میں کھلی ہوا اور بافراط دھوپ کا خاص خیال رکھا جائے۔ کیونکہ تازہ ہوا اور صاف صحت کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اندھیرے مکان کا صاف رکھنا بہت مشکل ہے طرح طرح کے کیڑے مکوڑے، چوہے وغیرہ کھیتوں سے بھاگ کر تاریک مکانوں میں جا گزیں ہو جاتے ہیں۔ یہ تاریک کمروں میں رہنے ہی کی برکت ہے کہ دیہات میں آئے دن بیماریاں رہتی ہیں۔ دیہاتی عموماً کھڑکیوں کے خلاف یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان سے تاک جھانک اور چوری کا ڈر ہے لیکن تازہ ہوا اور کھلی روشنی کے فائدے اتنے زیادہ ہیں کہ انکے لئے تھوڑا بہت خطرہ برداشت کر لینا چاہئے۔

موجودہ جنگ سے پہلے تعمیری مسالہ اتنا سستا ہو گیا تھا کہ متوسط دیہاتی طبقہ کے لوگوں کے لئے بھی پکے اور بہتر مکان بنانے ممکن تھے جب جنگ کی گرانی ہٹ جائے گی تو اچھے مکان پھر سے کم خرچ میں بن سکیں گے۔ بار بار کی مرمت وغیرہ کی مصیبت اور خرچ کے پیش نظر پکی اینٹوں کا چونہ گچ مکان گارے اور کچی اینٹوں کے مکان سے کچھ بہت مہنگا نہیں پڑتا۔ پہلے پختہ مکانوں کی بنیادوں پر بہت خرچ آتا تھا۔ اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کم از کم چھوٹی عمارتوں کی بنیادوں کے لئے کھودی ہوئی جگہ میں ریت چھنے ہوئے ادھ جلے کوئلے اور ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کے ٹکڑوں کی تہیں اچھی طرح کوٹ کے بھر دی جائیں تو بعض لحاظ سے پکی اینٹوں یا پتھر کی بنیادوں سے بھی زیادہ تسلی بخش کام ہو جاتا ہے۔

ایسی بنیادیں موسمی تبدیلی کے مطابق ہر طرف برابر تناسب سے سکڑتی یا پھیلتی ہیں۔ اس لئے انکے اوپر بنے ہوئے مکان اگر ہلکے ہوں تو پکی بنیادوں کی ٹھیک گہرائی تو زمین کی نوعیت پر منحصر ہوگی لیکن کنکریلی مٹی میں ساڑھے تین فٹ اور سیاہ مٹی میں پانچ فٹ گہرائی باہر کی دیواروں کے لئے اور ان سے نصف اندر کی دیواروں کے لئے عموماً کافی رہیگی۔

جنگ سے پہلے ایک ایسا مکان جس میں دو رہنے کے کمرے صحن اور ایک برآمدہ ہو اور جو تیس فیٹ چوڑا اور ۳۶ فیٹ لانبا ہو آسانی سے ساڑھے سات سو روپئے میں تیار ہو جاتا تھا۔ تعمیر کی تفصیل درج ذیل ہے:-

بنیادیں:-

	چوڑی		گہری
بیرونی دیواروں کی	۲	×	۲½
اندرونی دیواروں کی	۱½	×	۲
دیوار کی کرسی	۱½		۱½ اونچی

دیواریں:-

بیرونی ۹" چوڑی
(پکی اینٹیں چونے اور سیمنٹ کے گچ میں لگائی جائیں)

اندرونی ۹" چوڑی
(پکی اینٹیں گارے میں لگائی جائیں)

ستون درمیان اور کونوں میں ۱۴" × ۱۴"
(پکی اینٹیں چونے اور سیمنٹ کے گچ میں)

چھت:-

جو مضبوط مسالہ مقامی طور پر دستیاب ہو سکے۔ ٹائیل۔ سلیٹ۔ اینٹیں۔ لوہے کی نالی دار چادریں وغیرہ۔

دروازے:-

سامنے کے ۳ × ۶½ کسی موزوں لکڑی کے
اندرونی اور پچھلے ۲½ × ۶½ " "

فرش:-

ریت کی بھرتی پر مٹی کوٹ دی جائے۔

گھروں سے دھواں نکلنا

عموماً دیہاتی گھروں میں دودکش (Chimney) نہیں ہوتے۔ اس لئے دھواں جیسے بن پڑے کھڑکیوں دروازوں یا چھتوں سے ہی نکل سکتا ہے۔ مگر اس میں یہ نقصان ہے کہ بہت سا دھواں اندر ہی رہ جاتا ہے۔ جو پھیپھڑوں اور آنکھوں کو ضرر پہنچاتا اور دیوار کو سیاہ کرتا اور آرائشی سامان کو گندا کر دیتا ہے دھواں نکالنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ چولھے یا انگیٹھی پر ایک ڈھکنا یا گنبد نما چیز رکھ دی جائے جس میں لوہے یا مٹی کی ایک نالی سی لگی ہو جو دھواں چھت سے باہر نکال لے جائے۔ دھواں تازہ ہوا سے ہلکا ہونے کے باعث آسانی اوپر چلا جاتا ہے۔ بشرطیکہ اسے نکلنے کی کوئی مناسب راہ مل سکے۔

دیواروں پر قلعی (سفیدی) یا رنگ کرنا

چونے کا یا نیل یا کوئی اور دیواری رنگ جس میں چونا ہو مکان کے اندرون کو روشن اور فرحت بخش بنا دیتا ہے۔ اس سے کیڑے مکوڑے دور رہتے ہیں اور جراثیم مر جاتے ہیں مٹی کے پلستر والی دیواروں کے لئے قلعی خصوصاً بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ درزوں اور شگافوں میں داخل ہو کر کیڑوں کی جائے رہائش کا راہ بند کر دیتی ہے۔ قلعی کرنا بہت آسان ہے اور گھر والے خود کر سکتے ہیں ایک عام کمرے کے لئے اٹھنی کا چونا بھی کافی ہے۔ سفیدی کے لئے چونا تیار کرنے کا طریقہ یہ ہے:۔ دو سیر ان بجھے چونے کے ڈھیلے (سفوف نہیں) کسی بڑے ڈول میں ڈال کر اوپر سے دس سیر پانی ڈال دو۔ پانی میں حل ہوتے وقت چونا گرم ہونے لگتا ہے اور ایک ہموار سی لیئی بن جاتی ہے۔ جب یہ ٹھنڈی ہو جائے تو پتلا کرنے کے لئے حسب ضرورت اور پانی ڈالا جا سکتا ہے زیادہ خوشنمائی کے لئے تھوڑی سی نیلی یا ملتانی مٹی بھی ملائی جا سکتی ہے۔ قلعی کرنے کا برش بازار میں کسی لوہا فروش سے مونج خرید کر خود بنایا جا سکتا ہے۔ مونج کو دوہرا کرکے بیچ میں رسّی سے باندھ دو اور ایک سرے سے اسے ہموار کاٹ دو تاکہ برش بن جائے برش والے سرے کو دو گھنٹے پانی میں بھگو رکھو۔ پھر کسی لکڑی یا پتھر سے کوٹ کر نرم کر لو۔ اب برش استعمال کے لئے تیار ہے۔

پانی کی نکاسی

گندے پانی کی نکاسی بہت ضروری ہے گھر کے نزدیک پانی جمع ہوتا رہے تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے کیڑے مکوڑے، مچھر اور جراثیم پرورش پانے لگتے ہیں نکاسی کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ سیمنٹ یا بغیر سیمنٹ کی نالی بنا کر پانی گھر سے دس فٹ یا زیادہ دور لے جاؤ جہاں اسے پودوں، جھاڑیوں یا فصلوں کی سیرابی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

گھر کی آرائش

پھولوں، بیلوں، درختوں اور جھاڑیوں کے مناسب اہتمام سے گھر کا باغیچہ برائے نام خرچ پر بہت خوشنما رہ سکتا ہے۔ بیج اور پودے مالیوں سے سستے مل سکتے ہیں سدا بہار پودے ایک بار لگائے جائیں اور انھیں دھوپ پانی برابر ملتے رہیں تو سالہا سال تک گھر کو خوبصورت رکھ سکیں گے۔

گھر کی آرائش کے اور طریقے بھی ہیں۔ کئی گھروں میں مٹی کے فرش پر بیل بوٹوں کی قطاریں بنائی جاتی ہیں۔ دیواریں اچھی طرح لیپ کی جاتی ہیں اور ان میں چھوٹے چھوٹے چراغ دان بنا کر یا سامان سجانے کے تختے لگا کر مکان کو خوشنما بنایا جاتا ہے۔ مٹی کے اناج دان طرح طرح کے ابھر دار بیل بوٹوں سے مزین کئے جاتے ہیں۔ دیواروں پر خوشنما موتیوں کی جھالریں، تیلیوں کے آرائشی پنکھے، خوبصورت قطعے وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اور جنھیں ہر گھر میں دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

عورتیں اور لڑکیاں

دیہاتی عورتیں تعلیمی لحاظ سے بہت پیچھے ہیں بہت سے دیہاتی سکول ایسے ہیں جن میں مخلوط تعلیم کا بندوبست ہونے کے باوجود ایک لڑکی بھی نہیں دکھائی دیتی۔ ہندوستان بھر کے سکولوں میں جو لڑکیاں اس وقت پڑھ رہی ہیں ان میں سے ۹۰ فی صدی پہلی یا ادنیٰ جماعت میں ہیں۔ دیہاتی سکولوں میں پڑھنے والی اکثر لڑکیاں سال دو سال سے زیادہ سکول میں نہیں ٹھہرتیں۔ اس لئے ان میں سے بہت کم خواندگی کے درجے پر پہنچتی ہیں۔ ایک صوبے کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہاں اوسطاً لڑکیوں کے دو سکول سالانہ ایک لڑکی کو خواندہ بناتے ہیں۔

پچاس پسماندہ کسانوں سے پوچھا گیا کہ ان کی رائے میں لڑکیوں کے لئے کتنی پڑھائی ضروری ہے۔ اکثریت کی رائے میں تین جماعتیں کافی تھیں۔ دس فی صدی پانچویں جماعت کے حق میں نکلے اور صرف چار ایسے تھے جن کی رائے میں لڑکیوں کو آٹھویں یا دسویں جماعت تک پڑھایا جا سکتا تھا۔ بشرطیکہ تعلیم کے بعد انھیں نوکری مل جائے۔ بیس فی صدی کی رائے میں لڑکیوں کو تعلیم دینے کی سرے سے ضرورت ہی نہ تھی۔

جب تک بالائی جماعتوں میں پہنچنے والی لڑکیوں کی تعداد خاصی بڑھ نہیں جاتی دیہات سدھار کا کام کھٹائی میں پڑا رہیگا۔ بچوں کی تربیت میں عورت کی ذمہ داری اور اصلاح دیہات کی سکیم میں گھر کی اہمیت کا خیال کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم کچھ عرصہ کے لئے لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں سے بھی ضروری ہے اگر دیہاتی لوگ تعلیم کو محنت مشقت کی ضد نہ خیال کریں اور اسے صرف مردوں کے لئے ہی مخصوص نہ سمجھیں بلکہ گاؤں کے ہر فرد بشر کے لئے زندگی کا ایک لازمہ جانیں اور اپنے دکھوں کا بوجھ گھٹانے اور زندگی کو زیادہ سیر حاصل بنانے کا ذریعہ سمجھ لیں تو دیہات کی اصلاح کا کام بہت سہل ہو سکتا ہے۔

(تعلیم اور دیہات سدھار)

جنگل کے فائدے اور نقصان

از جناب پربھا استھانہ بی۔ اے

تہذیب کے ابتدائی زمانے میں جنگل صاف کرکے چراگاہوں اور زراعت کے لئے جگہ پیدا کرنے کا رواج تھا۔ لیکن بعد میں یوں ہی جنگل کے جنگل کاٹ کر صاف کئے جانے لگے۔ جو لکڑی گھر بنانے یا جلانے کے کام میں نہیں آتی تھی اُس کو جہاز اور کشتی بنانے کے کام میں لاتے تھے یا ممالک غیر کو بھیج دیتے تھے۔ اوک اور یو وغیرہ درختوں کی لکڑیاں میز، کرسی وغیرہ سامان بنانے کے کام میں آتی تھیں۔

سولھویں صدی میں بہت زیادہ جنگل کاٹے گئے۔ ہالینڈ اور انگلینڈ میں اسی زمانے میں دوسرے ممالک سے تقریباً بارہ ہزار مکان بنانے کی لکڑی آئی۔ بیوریا میں دس ہزار اوک کے درخت گرائے گئے۔ دیودار کے بہت سے درخت نمک کی کان کے لئے گرادئے گئے۔ بلوط کے درختوں سے بھی زیادہ تعداد میں بیچ اور سرو کے درخت گرائے گئے۔ ایک ساتھ بہت سے لیموں کے درخت اب صرف روس میں رہ گئے ہیں۔ لکڑی کے سامان اور چھوٹے چھوٹے ہتھیاروں کے بنانے کے کارخانوں میں اخروٹ کی لکڑی بہت کام آتی ہے۔

مختلف استعمال

اٹلی کے اپی نائن سلسلۂ کوہ کے جنگل کو اہل روم نے جہاز بنانے کے لئے کاٹ کاٹ کر ختم کرڈالا جیسا کہ عربوں نے اسپین میں کیا تھا۔ یونان اور چین میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ان ممالک میں بارش کے پانی کو روکنے کا کوئی ذریعہ نہ رہ گیا۔ یہ پانی خود تو اونچے پہاڑوں پر سے نیچے گیا ہے مگر اپنے ساتھ ساتھ اچھی مٹی کو بھی بہاتا لے گیا۔ یہ مٹی نیچے جاکر نہروں میں جمع ہوتی گئی اور اُن کو دلدل بنادیا۔ ان دلدلوں میں امراض متعدی کے جراثیم تیزی سے پیدا ہونے لگے اور اس طرح جنگلوں کے کٹنے سے ان ممالک میں بیماریوں نے اپنا گھر کرلیا۔

جنگل سے فائدے

جنگل سرد وگرم ہوا سے ملک کی حفاظت کرتے ہیں۔ بحر روم کے ممالک میں جنگل کے کٹ جانے کے بعد آب وہوا زیادہ گرم اور جرمنی کے "زون" نامی علاقہ میں جنگل کٹنے کے بعد زیادہ سرد ہوگئی تھی۔ چین میں جنگل کے صاف ہوجانے کے بعد سے ہمیشہ تباہ کن سیلاب آیا کرتے ہیں۔ یہی دیگر ممالک کا بھی حال ہے۔

جنگلوں سے اُس ملک کے باشندوں کو وہی فائدہ پہنچتا ہے جو کہ ساحلی علاقوں میں رہنے والوں کو سمندر سے جس طرح ہموار زمین کے کسان باشندگان شہر سے زیادہ تندرست، طاقتور اور قابل ہوتے ہیں ویسے جنگل علاقوں کے رہنے والے کسانوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔

گذشتہ جنگ عظیم میں گریٹ برٹین کے جنگلوں کا تقریباً چھٹا حصہ سامان جنگ تیار کرنے میں برباد ہوگیا تھا۔ اُس وقت سے وہاں اس بات کی بڑی کوشش کی جارہی ہے کہ پھر سے اتنے ہی جنگل ہوجائیں۔ مختلف قسم کے لاکھوں درخت وہاں لگائے گئے ہیں۔ جرمنی میں ۲۵ فی صدی، فرانس میں ۱۸ اور انگلینڈ میں ۵ فی صدی زمین پر جنگل ہیں۔ انگلینڈ کا نمایندہ درخت بلوط ہے۔ لیکن اب چونکہ جہاز بنانے میں دھات کا استعمال زیادہ ہونے لگا ہے اس لئے اس کی مانگ زیادہ نہیں رہ گئی۔

درخت لگانے میں مختلف افراد نے بھی بڑی مدد پہنچائی ہے ۱۸۰۸ء سے لیکر ۱۹۲۹ء تک تقریباً اٹھائیس لاکھ درخت لگائے گئے۔ اسکاٹ لینڈ کا فر کا درخت بھی ہیمپ شائر میں لگایا گیا ہے۔

آتشزدگی سے نقصان

جنگلوں کی ایک بڑی دشمن آگ ہے۔ اس آگ سے صرف ممالک متحدہ امریکہ میں ہی ہر سال بیس لاکھ سے چالیس لاکھ تک کا نقصان ہوجاتا ہے۔ کناڈا میں جہاں ہر سال تقریباً چھ ہزار آتشزدگی کے واقعات ہوجاتے ہیں ان کو بجھانے کا انتظام ہوائی جہازوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس کام کے لئے کچھ مرد اور عورتیں حفاظت کے لئے رکھی جاتی ہیں جو پہاڑی چوٹی پر گھر بناکر رہتی ہیں اور یہ محافظ جہاں کہیں آگ لگنے کا پتہ پاتے ہیں وہاں جلد از جلد اس کو بجھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ ایک بار جنوبی فرانس میں ایک لاکھ پونڈ کی قیمت کی لکڑی جل گئی اور اسی طرح کناڈا میں دو لاکھ پونڈ کی جل گئی۔ ایک چودہ ہزار مربعہ ایکڑ زمین کا جنگل صرف چار گھنٹوں میں جل کر خاک ہوگیا۔ کیونکہ آتشزدگی کی رفتار اکثر تیس میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ ۱۹۳۸ء سے قبل تیس ماہ میں انگلینڈ اور ویلس میں آتشزدگی سے خاک ہونے والے درختوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔

قدیم جنگلات کے نشان

جرمنی کے ابتدائی جنگلوں کے نشان اب بھی بیوریا کے جنگلوں اور اوڈیووالڈ میں پائے جاسکتے ہیں۔ اس قسم کا خاص جنگل نیو ایبرگ کا جنگل ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہایت خوبصورت، بہت گنجان آباد اور ہزاروں قسم کے درختوں سے بھرا ہے۔ اولڈن برگ کا ایک قدیم جنگل جس میں ٹیوٹن نسل کے انسان ہوا کرتے تھے اب بھی موجود ہے اور اس میں جنگلی مکانوں اور قربان گاہوں کے نشانات ابھی ملتے ہیں۔ زمانۂ وسطیٰ سے لے کر اب تک یہ شکارگاہ مانا جاتا ہے۔ ان جنگلوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کی زمین دلدلی ہوتی ہے اور وہاں گیلی کائی چھائی رہتی ہے۔ سب جگہ تاریک اور ویران ہے۔ وہاں نہ دھوپ پہنچ پاتی ہے اور نہ پھول کھلتے ہیں۔

۱۸۹۷ء میں ممالک متحدہ کے شہر پنسلوینیا میں زمین کے نیچے دھنسا ہوا ایک ایسا درخت نکالا گیا جو لوہے کی دھات میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اسی علاقہ میں ایک ایسا جنگل بھی ہے جو تمام کا تمام پتھر ہو گیا ہے۔ فرانس میں بھی ایسے درخت پائے گئے ہیں جو پہلے اپنی اصلی شکل میں تھے مگر اب پتھر ہو گئے ہیں۔ میکسیکو میں ایک ایسا جنگل پایا گیا ہے جو آج سے لاکھوں سال قبل اب جرمنی کی آب و ہوا مصر کی طرح تھی۔ یہ خوبصورت سبز تھا۔ اسی جنگل کا ایک درخت جس کی لمبائی ایک سہ منزلہ مکان کے برابر اور جڑ کی چوڑائی تین انسانوں کے ہاتھ کے گھیرے سے بھی زیادہ ہے وہاں کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ اسی نسل کا درخت مصر کے قاہرہ نامی شہر میں پایا گیا ہے۔ درختوں کا کوئلے کی شکل میں تبدیل ہو جانا تو بہت معمولی بات ہے۔

درخت پتھر کیونکر ہو جاتے ہیں اسکے لئے یہ رائے ہے کہ پانی جس میں پتھر اور دیگر دھاتیں ملی تھیں۔ ان جنگلوں میں بھر جاتا تھا۔ ہزاروں سال کے بعد پانی تو بہہ کر نکل گیا مگر دھاتوں کا اثر درختوں پہ ہو گیا اور وہ پتھر ہو گئے۔ درختوں کی شکل میں کوئی فرق نہ واقع ہوا۔ صرف لکڑی پتھر ہو گئی۔

عظیم الشان درخت

کیلیفورنیا میں ایک ایسا درخت ہے جو اگرچہ پورا نہیں ہے پھر بھی تین سو فیٹ اونچا ہے اور اتنی بلندی پر اسکا قطر پندرہ فیٹ سے زیادہ ہے اسکی جڑوں میں ایک سرنگ بنائی گئی تھی جس میں سے ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر آسانی سے نکل جا سکتا تھا۔

آسٹریلیا میں ایک یوکلپٹس کا درخت پانچ سو اٹھاون فیٹ بلند ہے۔ کلکتے کے بوٹینکل گارڈن میں ایک برگد کا درخت ہے جس کی خاص جڑ کا قطر ۱۳ فیٹ ہے اور اس میں تین ہزار چھوٹی جڑیں اور ہیں اس درخت کی عمر سو سال سے زیادہ ہے۔ کیلیفورنیا کے ریڈ ٹک پارک میں کچھ ایسے درخت ہیں جن کی عمر دو ہزار سال کی مانی جاتی ہے۔ ان میں سے لمبا درخت تین سو فیٹ اونچا ہے اور اسکا گھیرا ۱۵۳ فیٹ ہے۔ آسٹریلیا میں ایک گوند کا درخت تھا جس کی بلندی ۴۷۰ فیٹ تھی۔

دنیا میں سب سے بڑا پتہ لنکا کے تاڑ کے درخت کا ہوتا ہے۔ انکو چھاتے کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان سے چھپر بھی چھایا جاتا ہے۔ اس درخت میں صرف ایک بار پھول نکلتا ہے اور وہ بھی اسی سال کی عمر میں۔ اس میں چالیس فیٹ کی بلندی پر پھول نکلتا ہے۔ برٹش گائنا کا آبی کمل بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور اسکے پتے چھ فیٹ چوڑے ہوتے ہیں سین فرانسیسکو کے پاس دنیا کا ان میں سے سب سے بڑا درخت جو آج تک پائے گئے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں ضائع ہو گیا۔ اسکی بلندی ۳۳۳ فیٹ تھی۔ جنوبی مغربی میکسکو میں ایک صنوبر کا درخت ہے جو ایک سو چھتر فیٹ موٹا ہے۔ انگلینڈ کے سب سے لمبے فر کے درخت کی بلندی ایک سو اٹھتر فیٹ ہے۔ اسکاٹلینڈ کا سب سے اونچا فر کا درخت بھی اتنا ہی لمبا ہے۔ مگر یہ انگلینڈ کے درخت سے زیادہ موٹا ہے۔ سب سے لمبا پودا ایک قسم کی سمندری گھاس ہے جو نیوزیلینڈ کے قریب پائی جاتی ہے اور جس کی لمبائی دو سو فیٹ سے زیادہ ہوتی ہے۔

دنیا کی سب سے بڑی انگور کی بیل اسکاٹلینڈ کے پرتھ شائر میں ہے۔ یہ ۱۸۳۱ء میں لگائی گئی تھی اور ۱۸۸۹ء تک اس نے تقریباً ساڑھے چار ہزار مربع گز زمین گھیر لی۔ اس میں ہتر اونس تک کے انگور کے گچھے لگے ہیں۔ جرمنی کی سب سے بڑی بیل ۸۰ فیٹ لمبی ہے اور اس میں آٹھ سو انگور کے گچھے لگتے ہیں۔

فرانس کے بوٹینگ گارڈن میں ایک سیاہ پوپلر کا ۱۳۱ فیٹ اونچا درخت ہے اور جس کے تنے کی چوڑائی پچاس فیٹ ہے۔ جرمنی کا سب سے بڑا بلوط ۱۲۴ فیٹ اونچا ہے اور تقریباً اتنا ہی لمبا ایک بیچ بھی ہے۔ یہیں ایک ۱۵۰ فیٹ لمبا صنوبر کا درخت اور ۱۶۴ فیٹ لمبا ایلم کا درخت ہے۔ جرمنی ہی میں سب سے لمبا یو، کا درخت ہے جس کی لمبائی ۴۶ فیٹ ہے اور جس کی عمر ۱۴۰۰ سال بتائی جاتی ہے لیکن سب سے قدیم یو کے درخت کی عمر ۲۰۰۰ سال ہے۔

جرمنی میں دریائے رائن کے کنارے وہاں کا سب سے قدیم لیموں کا درخت ہے۔ وہ ۱۲۰۰۵ سال کا ہے اور اٹھتر فیٹ نو انچ موٹا ہے۔ ایک اور لیموں کا درخت جو ۱۶۳۶ء میں بویا گیا تھا۔ اس میں سو شاخیں ہیں جن میں سے ہر ایک اتنی ہی بڑی ہے جتنی معمولی درخت کی جڑیں۔ سائن لینڈ میں ایک عظیم الشان ہولی، سدا بہار کا درخت ہے جس کی عمر ہزار سال کی ہے اور جو ۳۳ فیٹ اونچا ہے۔ پھلوں کے درخت زیادہ تر پرانے نہیں ہونے پاتے۔ کیونکہ پہلے ہی سے ان میں پھل ختم ہو جاتے ہیں لیکن جزیرہ رد زن میں ایک ہزار سال کے درخت ہیں جس میں اب بھی پھل نکلتے ہیں۔ چیسٹنیٹ صرف ڈھائی سو سال قبل جرمنی میں لگایا گیا ہے اور اس میں سب سے بڑے درخت ساحل رائن پر واقع ایک محل کے باغ میں ہیں۔

۱۸۸۰ء میں انگلینڈ کا ایک بہت مشہور بلوط کا درخت گرایا گیا۔ جب یہ کاٹا گیا تو اس میں ۲۴۵۵ مکعب فیٹ لکڑی نکلی۔ نیچے کی جڑ ساڑھے نو فیٹ موٹی تھی اور درخت کی چھال کا وزن ۶ ٹن تھا۔ اس میں ایک عجیب پن پایا گیا اور وہ یہ کہ اس کی جڑ میں تقریباً ۶ فیٹ کی بلندی پر ایک بڑا سا پتھر پایا گیا۔

عجیب درخت

اگرچہ درخت حیوانات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ یکساں ہیں تاہم کہیں کہیں عجیب پیڑ پودے دیکھنے میں آ ہی جاتے ہیں۔ امریکہ کے شہر فلوریڈا میں زرافہ کا درخت ہے نیچے ایک کھجور کا درخت

ہے اور اسکے اوپر انجیر کا - دونوں درخت ملکر بالکل زران کی طرح معلوم ہوتے ہیں. برلن کے پاس کئی ہزار برس کا پرانا لیموں کا درخت ہے جو پچھلے پیروں پر کھڑے ہوئے ریچھ کی طرح لگتا ہے امریکہ کے میساچوسیٹس میں دو بلوط کے درخت ہیں جو ایک تین فیٹ لمبی اور انسانی قد جتنی موٹی شاخ سے ملے ہیں. اسی طرح نیو یارک میں دو عیش کے درخت ہیں جو اگرچہ ان کی جڑیں ایک دوسرے سے ۲۰ فیٹ دور ہیں مگر آپس میں جڑے ہوئے ہیں. بیوریا کی پہاڑی پر ایک جڑ میں ملے ہوئے میپل اور بیچ کا درخت ہے جس کا دائرہ ۴۰ فیٹ ہے جرمنی میں ایک روتا ہوا بلوط ہے جس کی شاخیں بالکل ماتمی لباس کی طرح لٹکتی ہیں - آسٹریلیا کے ایک درخت کی جڑ پھولی ہوئی سوڈے کی بوتل کی طرح ہوتی ہے - انھیں ممالک میں ایک قسم کے گھاس کے درخت ہوتے ہیں جو ایک فوج کی طرح معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی شاخیں ایسے پھولوں سے ڈھکی رہتی ہیں جو بھالے کی طرح ہوتے ہیں میکسکو میں ایک درخت کو کمہار کا درخت کہتے ہیں کیونکہ اس کی سخت چھال میں بہت سی ریت رہتی ہے - اسکو جلاکر اور مٹی میں ملاکر برتن بنائے جاتے ہیں۔

دنیا کا سب سے پرانا درخت ۱۸۶۸ء میں آندھی سے گر گیا تھا - اس کی جڑ کا عرض ۳۵ فیٹ تھا اور یہ ۶۰۰۰ سال کا پرانا تھا - اسی طرح کیلیفورنیا میں بھی ایک ۴۷۱۱ سال کا درخت ہے جسکا دائرہ ۲۵ فیٹ ہے یورپ کے درختوں کی عمر عام طور سے یہ ہوتی ہے -

یو کا درخت ۳ ہزار سال ، بلوط ڈیڑھ ہزار سال - اسکاٹ لینڈ کا صنوبر ایک ہزار سال - مینڈک ۶۰۰ ، لارچ ۳۰۰ ، بیچ ۲۴۵ عیش ۱۷۰ ، ایلم ۱۶۰ اور حمدی کا درخت ۱۵۰ سال تک رہتا ہے -

درخت اور کورانہ عقیدت

جس طرح انجیل میں علم کے درخت کا ذکر ہے اسی طرح ہر ایک ملک کی مذہبی کتابوں میں کسی کسی نہ درخت کو قابل پرستش اور دیوتاؤں کا پسندیدہ مانا گیا ہے وسط ایشیا کے ریگستان گوبی میں جہاں درختوں کی بہت کمی ہے انھیں دیوتاؤں کا درجہ دیا جاتا ہے وسط امریکہ میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے جس کو پتھر میں کراس کھود کر اور اس کراس کو اس درخت کا بت بنا کر تے ہیں - ہندوستان میں بھی اشوک کے درخت کے نیچے شیو کی پوجا کرنا اچھا سمجھتے ہیں گنگا کے کنارے بودھ گیا میں انسان اب بھی بودھ برکش (بودھ کے درخت) کی ایک شاخ کو پوجتے ہیں اسی بودھ برکش کی ایک شاخ لنکا کے انورادھا پور میں بھی ہے۔

ٹیونشیا کے باشندے اب تک اس مقدس زیتون کے درخت کی پرستش کرتے ہیں جس کے سائے میں ڈیڑھ ہزار سال قبل سینٹ آگسٹائن بیٹھا کرتے تھے - عرب میں بھی کچھ ایسے کھجور کے درخت ہیں جو اب تک اسی احترام کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں جس طرح حضرت محمد صلعم کے زمانہ میں مذہبی تقاریب پر ان کو بہت سجایا جاتا ہے - فلسطین میں دو ہزار سال قبل ایک مشہور مقدس بلوط کا درخت تھا آج بھی اس مقام پر ایک مقدس درخت ہے کہا جاتا ہے کہ اس درخت کے نیچے حضرت ابراہیم کا مزار ہے -

قاہرہ اور ہیلو کے درمیان ایک ایسے درخت کی شاخ اب تک پوجی جاتی ہے جس میں ہیروڈ کے ڈر سے مصر کو ہجرت کرتے وقت حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ نے پناہ لی تھی جاپانی پھل لگے ہوئے بیر کے درخت کی پرستش کرتے ہیں یہ درخت ان کے لئے دل کی عظمت کا مجسمہ ہے - یہ لوگ فر کے درخت کی بھی پرستش کرتے ہیں - انکا عقیدہ ہے کہ اس سے ان کی عمر طویل اور صحت درست رہیگی - یونانی شہتوت کے درخت کو علم کی دیوی منروا کو نذر کیا ہوا درخت سمجھتے ہیں کیونکہ موسم بہار میں یہ سب کے آخر میں پھول کر اپنی عقلمندی کا مظاہرہ کرتا ہے فرتیوا انجیر اور آئیو اور انگور کی بیلیں سب شراب کے دیوتا بکیس کی ملکیت سمجھی جاتی تھیں زیتون مارث اور لاریل اپولو کے اور سفید پوپلر ہرکیولیس کے نشان ہیں۔

پراسرار درختوں میں سب سے مشہور بائبل کا علم کا درخت ہے . فارس کے پارسی مذہب میں یہی درخت ہوم کے نام سے مشہور ہے قدیم مصریوں کا یہ عقیدہ تھا کہ موت کے بعد روحیں ایک خاص قسم کے درخت پر رہتی ہیں اور یونان کے مطابق بلوط کے درخت کے پتوں میں ہوا کے چلنے سے جو ایک آواز ہوتی ہے وہ غیبی موسیقی ہے قدیم جرمن اور سلاو قومیں اپنے قیدیوں کو لیموں کے درخت پر لٹکا کر پھانسی دیتی تھیں اور اسی پر اپنا لوٹ کا مال ٹانگتی تھیں - جزیرہ فارموسا میں ہر ایک گاؤں میں ایک روح کا درخت ہوتا تھا جس میں اسلاف کی روحیں رہتی تھیں - ان درختوں پر گاؤں والے شراب چڑھاتے تھے - اسکاٹ لینڈ کے پہاڑی علاقوں میں یہ مانا جاتا ہے کہ کچھ عیش کے درختوں میں سے روشنی نظر آتی ہے - آئرلینڈ میں بھی ایسا ہی کہا جاتا ہے کہ ایک مقام پر دو بے قصور آدمیوں کو پھانسی دی گئی تھی وہاں ایک عیش کا درخت اگ آیا ہے -

خوراک کی کمی دور کرنیکی کوشش

گذشتہ فروری ۱۹۴۲ء کے آخری ہفتہ میں نئی دہلی میں شاہی زرعی تحقیقاتی کونسل کے مشاورتی بورڈ کا ایک اجلاس ہوا تھا جس میں زرعی پیداوار بڑھانے کی ایک ملک گیر اسکیم بنانے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ اجلاس میں یہ سفارش کی گئی ہر قسم کے غلے کے لئے معقول نرخ کی گارنٹی کرکے اسٹاک میں رکھنے اور وسائل نقل و حرکت کی سہولتیں عطا کرکے کافی بیج اور کھاد کا انتظام کرا کے اور آبپاشی کی سہولتیں بہم پہنچا کر کسانوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

کونسل نے حکومت ہند سے جس اسکیم کے لئے سفارش کی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ ضروری زرعی پیداواروں میں کمی نہ ہونے پائے۔ یہ تجویز کی گئی ہے کہ اپریل کے قبل صوبے کے افسروں اور دیسی ریاستوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس کی جائے جس میں خریف کی بوائی کے لئے فصلوں کی پیداوار کی اسکیم بنائی جائے اگر یہ اسکیم منظور کر لی گئی تو صوبجاتی حکومت سے کہا جائے گا کہ وہ فصلوں کی موجودہ حالت کے بارے میں اطلاعات جمع کریں اور یہ بھی بتائیں کہ ان کے حلقوں میں کتنی کمی پڑے گی۔ خیال ہے کہ اشیاء خوردنی کی پیداوار میں اضافہ کرنے کی ایسی اسکیم بنائی جائے کہ ہر ایک اپنا کفیل ہو سکے۔ یہ کام خالی زمین میں کاشت کرکے اور اچھی کھاد و ترقی دادہ طریقہ کاشت کے ذریعہ پیداوار میں اضافہ کرکے کیا جائیگا۔ اگر معقول قیمت ملنے کی گارنٹی کر دی جائے تو ایسا ہی ہو سکے گا۔

یہ اسکیم اس زراعتی پالیسی کا پہلا قدم ہے جو حکومت ہند اٹھا رہی ہے۔ تحقیقاتی کاموں کو یکجا کرنے کے لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ کونسل یکجا تحقیقاتی کاموں کے خط و خال پیش کرے کونسل صوبوں کی تجاویز پر بھی غور کرے گی اور اس بات کا خیال رکھے گی کہ تحقیقاتی کاموں کی مناسب طور پر تقسیم ہو اور ایک ہی کام دو اسکیموں کے تحت نہ آجائے۔

مشاورتی بورڈ کے ذریعے منظور شدہ پوری تجویز درج ذیل ہے۔

مشاورتی بورڈ ہندوستان میں فصلوں کی پیداوار کی منظم اسکیمیں بنانے کی ضرورت پر زور دیتا ہے یہ اسکیم حتی الامکان ایسی بنائی جانی چاہئے جس سے زیادہ ضروری زرعی پیداواروں میں کوئی کمی نہ ہونے پائے اس لئے وہ حکومت ہند کو تبلاتا ہے کہ یکجا کی ہوئی ملک گیر بنا پر زرعی پیداوار کی اسکیم بنانے کی فوری ضرورت ہے جس سے ملک کی زمانہ جنگ کی ضروریات پوری ہو سکیں۔

صوبوں اور ریاستوں سے درخواست۔ اس مقصد سے بورڈ تمام صوبوں اور ریاستوں کی توجہ حسب ذیل امور کی طرف مبذول کرتا ہے۔

(۱) یکجا صوبائی بنا پر ہر قسم کے غلہ کے لئے معقول قیمت کی گارنٹی دینا مناسب ہے

(۲) گارنٹی کئے ہوئے نرخوں پر ہر قسم کے غلہ کے ٹنڈر منظور کرنے چاہئیں۔

(۳) حکومت کی طرف سے غلہ کے اسٹاک کا انتظام ہونا چاہئے۔

(۴) بونے کے وقت کے پہلے غلہ کی فصلوں کا کافی بیج رعائتی نرخ پر دینا چاہئے۔

(۵) جن رقبوں میں آبپاشی نہیں ہوتی وہاں سینچائی کے لئے کنوئیں اور باندھ بنانے کے لئے مالی امداد دینی چاہئے۔

(۶) خوراک کے کام آنے والے غلہ کی پیداوار میں اضافہ کرنے کی ضرورت پر زور دینے کے لئے تمام متعلقہ محکموں اور جماعتوں کی طرف سے تحریک کی جانی چاہئے۔

حکومت ہند سے سفارش۔ بورڈ حکومت ہند سے مندرجہ ذیل امور کی سفارش کرتا ہے

(۱) خوراک کے کام آنے والے غلہ کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے ریل سڑک اور جہازوں کی سہولتیں، بیج، کھاد اور غلہ کی درآمد برآمد کے لئے سب سے پہلے حاصل ہونی چاہئیں۔

(۲) صوبوں اور دیسی ریاستوں کے افسران کو مدد دینی چاہئے۔

(۳) صوبوں اور دیسی ریاستوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس حتی الامکان جلد کرنی چاہئے تاکہ خریف کی بوائی کے سلسلے میں فصلیں پیدا کرنے کی یکجا اسکیم کے عملی طریقوں پر غور کیا جائے۔ خریف کی بوائی کے لئے بیج، کھاد وغیرہ کا انتظام ماہ اپریل تک ہو جانا ہے

چین کی کوآپریٹو سوسائیٹیاں

ازجناب جے۔ پی متھرا ایم۔ اے پبلسٹی افسر محکمہ امداد باہمی یوپی

عوام نے عموماً اور امداد باہمی سے دلچسپی رکھنے والوں نے خصوصاً کچھ دنوں سے چین کی صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے بارے میں اخباروں میں مختصر خبروں اور کچھ اخباروں میں ادارتی نوٹ دلچسپی سے پڑھتے ہونگے۔ ہم سے جو استفسارات کیے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو جاننے کے خواہاں ہیں کہ چین کی صنعتی کوآپریٹو سوسائیٹیوں نے اس ملک کی حفاظت کرنے میں کون ساحصہ لیا ہے اور کیا اسی طرح کا کوئی کام یہاں بھی کیا جارہا ہے۔

(۱) پیدائش

جنگ کے باعث چین اپنی ۸۰ فیصدی صنعتوں سے جو خاص ساحل سمندر کے ۵ یا ۶ شہروں میں مرکوز تھے، ایک سال کے اندر محروم ہوگیا۔ اسی درمیان صدہا اور ہزارہا غریب اور خانماں برباد لوگ جن میں چین کے متعدد کارخانوں کے مزدور مستری اور کاریگر تھے، حملے کے باعث ملک کے اندر بھاگ گئے حالات کی سنجیدگی کے باعث ضروری کارروائیاں کرنا ضروری ہوگیا کیونکہ چین ایک طویل عرصہ سے جنگ میں مصروف ہے اور اس کی مسلسل مخالفت کم ازکم کچھ حدتک اس ملک کی صنعتی طاقت کے از سر نو جمع کرنے پر ہی منحصر ہے سرمایہ مشینوں کے بنانے کے لئے بڑے کارخانوں اور موجودہ وسائل نقل وحرکت کی سخت کمی کے باعث بہت سی دشواریاں درپیش تھیں۔ پھر بھی ساحل کے دیگر غیر ملکی کارخانوں کی جگہ کی تکمیل کے لئے جو لوگوں کی ضروریات پوری کرتے تھے ذرائع تلاش کرنا بہت ضروری تھا۔ اسکے علاوہ نہ صرف پناہ گزینوں کے جتھوں اور ان میں سے لاکھوں غریبوں کے ذریعہ معاش کے لئے بلکہ انھیں سماج کے آزاد اور پیداآور رکن بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ کئی چیزوں کے لئے عوام کی بڑی مانگ اور خام مال کی بیشمار رسد کے باعث ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں جو آخر میں زمانۂ جنگ کی دشواریوں اور کمیوں کو اقتصادی ترقی کے لئے ترغیب کی شکل میں بدل سکتی تھیں۔

ان حالات کے باعث اپریل ۱۹۳۸ء میں چین کے باشندوں اور کچھ غیر ملکی حوصلہ مند اصحاب میں صنعتی امداد باہمی تحریک کا خیال پیدا ہوا۔ انھوں نے یہ سوچا کہ اس تحریک کے ذریعے نہ صرف چین کے ان ہوشیار کاریگروں کو جو اس وقت پناہ گزینوں کے آشرموں میں اپنا وقت گزار رہے تھے، جاپانیوں کے لئے کام کرنے سے روکا جاسکتا ہے۔ بلکہ انھیں اپنے متعلق تبلانے اپنی روزی پیدا کرنے اور لائق شہری بننے کے لئے چین کے ساحل سمندر سے دور کی زمین میں جانے کے لئے راغب کیا جاسکتا ہے۔ جہاں وہ جاپانی حملے کے خلاف اقتصادی حفاظت کے ذرائع کے لئے کام کرینگے۔ جون میں ایسی اسکیم کے ایک مسودے کو قومی حکومت نے منظور کیا اور ڈاکٹر ایچ ایچ۔ کینیگ (وزیر مال) اور میڈم چیانگ کائی شیک نے ذاتی طور پر حوصلہ افزائی کی۔

اس اسکیم کو کامیاب بنانے کی غرض سے چین کے صنعتی کوآپریٹو ایسوسی ایشن کا قیام ہینکو میں عمل میں آیا۔ (جو بعد میں چنگ کنگ میں قائم کیا گیا) اسکا مقصد ایسی صنعتی کوآپریٹو سوسائیٹیاں قائم کرنا اور مشورے دینا تھا جو مختلف اضلاع کی خاص ضروریات پوری کریں اور جنکا انتظام کچھ محدود منڈیوں کے لئے ہو۔ مرکزی جماعت یوآن۔ چین کی اس مجلس عاملہ کو جسے زیادہ سے زیادہ شہری حقوق حاصل ہیں۔ کے ماتحت جلد از جلد کام کرنے کے لئے رکھا گیا۔

اسکیم

بنیادی خیال کے مطابق کوآپریٹو سوسائیٹیوں کو تین درجوں میں منظم کیا گیا۔ قسم اوّل کی سوسائیٹیاں ان اضلاع میں جہاں چھاپہ مار فوجیں تھیں اور لڑنے والی فوجوں کے ٹھیک پیچھے منظم کی گئیں۔ اس میں ایسے چھوٹے ترقی پسند دستے تھے جو حالات موافق ہونے پر دیگر مقامات کو جاسکتے تھے۔ دوسری قسم کی سوسائٹیاں اس سے کچھ دور پیچھے کی طرف منظم کی گئی تھیں جہاں مستقل فوجیں مقیم تھیں اور تیسری قسم کی سوسائیٹیاں نسبتاً محفوظ مقامات پر تھیں۔ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ اپاہج سپاہیوں کو ٹریننگ دیکر سپاہیوں کے کنبہ داروں اور کاریگر پناہ گزینوں سے بھی کام لیا جائے اور چین کے جنگ پسند نوجوانوں کو ٹریننگ دی جائے تاکہ وہ اپنا فرض ادا کریں اور عملی مسائل کا مقابلہ کرسکیں۔

ترقی

اس اسکیم کے مطابق زوروں سے کام شروع کیا گیا اور ایک سال سے کم مدت میں ۱۰۰۰ سے زیادہ کوآپریٹو سوسائیٹیاں منظم کی گئیں چین کی صنعتی امداد باہمی کی تحریک ملک کی خدمت کرتی ہوئی اپنے چوتھے سال میں داخل ہوچکی ہے۔ صنعتی امداد باہمی کے تمام کاموں کا معائنہ اب پانچ صدر مقاموں سے ہوتا ہے صنعتی کوآپریٹو سوسائیٹیاں سارے آزاد چین میں جو یورپ کے رقبہ کے برابر ہے، پھیلی ہیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۱۵ صوبوں میں ۳۰۰۰ کوآپریٹو سوسائیٹیاں ہیں جن کے ۴۰۰۰۰ ممبر ہیں۔ ان ممبران میں زیادہ تر کاریگر لوگ ہیں جو آجکل چین کے بنیادی ستون ہیں۔ انمیں ۵۰۰۰۰ آدمی کام کرتے ہیں اور وہ ہر مہینے دو کروڑ ڈالر کا مال تیار کرتے ہیں۔

یہ طریقہ کس طرح عمل میں آتا ہے

قاعدہ کے مطابق ہر ایک سوسائٹی میں سات سے کم افراد نہ ہونے چاہئیں۔ ہر ایک ممبر کو دو ڈالر کا ایک حصہ خریدنا پڑتا ہے لیکن شروع میں صرف ۵ سینٹ دینے پڑتے ہیں۔ ممبران مجلس عاملہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ محفوظ سرمایہ اور منافع کی تقسیم کے متعلق قواعد کے ذریعہ اصل سرمایہ محفوظ رکھا گیا ہے زیادہ دام لینے سے روکنے کے لئے منافعہ کے حصہ میں جو متعلقہ کوآپریٹو سوسائٹی کی طرف سے کئے ہوئے کل کام پر منحصر ہے، کچھ حد مقرر کردی گئی ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹی چین کے صنعتی فیڈریشن سے ضروری آلات، مشینوں، کچے مال اور ضروری منافع بخش کام شروع کرنے کے واسطے سرمایہ کے لئے قرض لے سکتی ہے۔ قرض منظور کرنے کے پہلے اس حلقے کے صدر مقام کا دفتر اس اسکیم کی ضرورت، لاگت، سامان اور مل سکنے والے کچے مال کے سلسلے میں تحقیق و تفتیش کرتا ہے۔ قرض زیادہ تر پانچ سال کے لئے ۶ سے ۸ فیصدی شرح سود پر دیا جاتا ہے۔ ضلع کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو ملا کر ایک فیڈریشن بنا دیا جاتا ہے۔ ہر ایک فیڈریشن کی مارکٹنگ اور سپلائی ایجنسیاں ہیں جو تھوک میں خرید و فروخت کرتی ہیں مال کو تقسیم کرنے اور قریبی و مرکزی مقامات کی خرید فروخت اور سپلائی ایجنسیوں کو ملحق کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

سرکاری امداد

شروع ہی سے حکومت چین نے صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو امداد دینے کی ضرورت محسوس کی۔ جب تحریک شروع کی گئی تو اسوقت حکومت نے ۵۰۰،۰۰۰ چینی ڈالر کا سرمایہ لگایا اور اسکے انتظامی اخراجات کے لئے ماہوار مالی امداد بھی دی۔ اگلے سالوں میں حکومت مالی امداد بڑھاتی رہی۔ اس رقم کا ابتک کا کل میزان ۱۰۰،۰۰۰،۰۰۰ چینی ڈالر سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔

صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیاں مختلف قسم کے سامان تیار کرتی ہیں جن میں ۳۹ فیصدی کپڑا، ۱۳ فیصدی کیمیاوی اشیا، ۸ فیصدی معدنی اشیاء ۶ فیصدی اشیاء خوردنی، ۵ فیصدی مٹی کے برتن، ۳ فیصدی سڑک، پل، نہر، مکانوں کی تعمیر میں کام آنیوالے نیچ پرزے اور ۲۶ فیصدی متفرق اشیاء ہیں۔ صنعتی سوسائٹیاں مختلف قسم کی چیزیں مثلاً۔ چمڑے کا سامان، صابن، موم بتیاں، کاغذ، دیا سلائی، دانت صاف کرنے کا پیسٹ پریس کا سامان، کپڑے بُننے کے کرگھے، سگریٹ اور ہاتھ کے برتن وغیرہ بھی تیار کرتی ہیں۔ وہ چینی فوجوں کے لئے کمبل، جوتے، شراب، دوائیں، کشتیاں اور آمد و رفت میں مدد دینے والے دیگر سامان بھی تیار کرتی ہیں۔

اگر امداد باہمی کی اس اسکیم کو مالی مدد بہم پہنچائی جائیں تو کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تعداد ۳۰،۰۰۰ تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ جن میں ۱۰ لاکھ آدمی کام کرینگے اور چین کی چھاپہ مار فوجوں کے لئے چھوٹے موٹے ہتھیار اور آزاد چین کے لاکھوں پناہ گزینوں اور شہریوں کی ضرورت کے لئے سامان تیار کر سکتی ہیں۔

(۲)

چین میں صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیاں جنگ کے باعث قائم ہوئیں مگر ہمارے صوبہ کی صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیاں جنگ شروع ہونے کے بہت پہلے سے کام کر رہی ہیں۔ ان میں سنٹرل اسٹور ہیں اور کاریگروں و جولاہوں کے لئے ۵۰ سوسائٹیاں ہیں جن میں یو۔ پی انڈسٹریل فیڈریشن، بارہ بنکی، سندیلہ اسٹور، آگرہ صنعتی اسٹور، گورکھپور، ٹہرا اور اٹاوہ اسٹور اور کانپور ویونگ اینڈ نٹنگ سوسائٹی وغیرہ شامل ہیں۔ ہر ایک اسٹور میں مختلف قسم کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ مثلاً آرائشی کپڑے، قالین، تہبند، کوٹ اور قمیص کے کپڑے، جیکونیٹ، نیواڑ، تولیا، ساری، غلیچے اور موزے وغیرہ۔

جون سنہ ۱۹۴۰ء میں حکومت نے یہ خواہش ظاہر کی کہ سامان جنگ سپلائی کرنے کے لئے مختلف محکموں کو یو۔ پی۔ کے کنٹرولر آف سپلائز کو مدد دینی چاہئے۔ صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے تیار کی ہوئی چیزوں کے نمونے کنٹرولر آف سپلائز کے پاس بھیجے گئے اور اُن سے یہ بات دریافت کی گئی کہ انڈین اسٹور ڈپارٹمنٹ کو کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ نومبر سنہ ۱۹۴۰ء میں جبکہ ٹاٹ پٹی کے ۳۰،۰۰۰ خیموں کے حصّوں کے بنانے کا آزمائشی آرڈر ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک پرتاپگڈھ کو دیا گیا تو اس کام کی ابتدا ہوئی۔ وسیع معائنہ اور چھان بین کے بعد آخر میں پرتاپگڈھ میں جو ٹاٹ پٹی کی صنعت کا خاص مرکز ہے۔ کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی گئی۔ فوجی افسران نے آرڈر کے سامان کو قابل اطمینان پایا جس کے نتیجے میں جون سنہ ۱۹۴۱ء تک کل ۱۱۴۵،۰۰۰ روپئے کے آرڈر دیئے گئے۔ خیمے کے حصّوں کے بنانے کے بارے میں جتنا کام ہوا اور لوگوں کو جو مالی فائدہ ہوا اُسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کاریگروں کو تقریباً ۸۰،۰۰۰ روپیہ مزدوری اور سُتلی کی قیمت کی شکل میں دیا گیا اور اس سے ۱۰۰۱ کنبوں نے فائدہ اُٹھایا۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں نے اُس وقت سے جو سامان جنگ تیار کر کے سپلائی کیا اسکی فہرست طویل ہے اور اس میں مختلف قسم کی اشیاء شامل ہیں۔ اُن میں سے نیواڑ، جالی دار کپڑا ہسپتالوں کے لئے پٹیاں، پانی کی بوتلوں کے لئے کپڑے کا کیس، بنی ہوئی چیزیں وغیرہ خاص اشیاء ہیں۔ ان چیزوں کو بارہ بنکی، سندیلہ، ملّاواں، کانپور، ہردوئی، کرٹا کی صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے تیار کیا ہے۔ صرف نیواڑ بننے کے لئے مختلف مقامات میں ۲۰۰۰ کرگھے چلائے گئے اور ہر ایک بننے والے کو آٹھ آنے سے دس آنے یومیہ تک مزدوری دیگئی جو عام حالات میں اُنھیں نہیں مل سکتی تھی۔

مگر قیمت اور تعداد دونوں کے لحاظ سے ان میں سب سے اہم سامان جنگ، دشمن سے چھپنے کے جال ہیں جو سوسائٹیوں نے سپلائی کیا۔ سن کی سُتلی کے ۲۵،۰۰۰ ایسے جال تیار کرنے کا آزمائشی آرڈر جون سنہ ۱۹۴۱ء کوڈ ڈپارٹمنٹ کو دیا گیا تھا اور دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء تک ۸ لاکھ روپئے کی لاگت کے جال بنا کر سپلائی کئے گئے۔ سال رواں کے شروع سے ان جالوں کی سپلائی کے لئے کئی آرڈر ملے۔ جال بنانے کے لئے ایک درجن کے قریب کوآپریٹو سوسائٹیاں پرتاپگڈھ، اعظم گڈھ، بستی، گورکھپور، اور لکھنؤ کے ضلعوں میں کام کر رہی ہیں۔ ابھی حال میں کئی ہزار سولجہ ٹوپ، کرمچ کی ڈولچی اور کینوس ڈیم سپلائی کرنے کے لئے آرڈر آئے ہیں اور وہ چیزیں تیار کی جا رہی ہیں۔ ان ٹوپوں کے بنانے کے لئے رڑکی اور الہ آباد میں دو کوآپریٹو سنٹر کھول دیئے گئے ہیں۔ ٹوپ بنانے کے لئے الہ آباد میں مشرقی اضلاع سے بتھ (گودا) مل جاتا ہے اور رڑکی میں ٹوپ بنانے کے لئے سرکنڈا استعمال کیا جاتا ہے جو آس پاس کی جھوٹی جھاڑیوں میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح مختلف سامان جنگ کی جن کے سپلائی کرنے کا آرڈر کوآپریٹو سوسائٹیوں کو دیا گیا، کل قیمت تقریباً ۵۰ لاکھ ہوتی ہے۔ یہ ایک معمولی کام نہیں ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ

غلّہ

ڈاکٹر ایکرائڈ کونور ریسرچ انسٹیٹیوٹ

تمام ہندوستانی کھانوں میں زیادہ حصہ اناجوں کا ہوتا ہے جن میں گیہوں - چاول - جوار - مکا اور دوسرے موٹے اناج جیسے جوار - باجرا - مڑوا ساواں اور کودوں وغیرہ شامل ہیں - یہ تمام اناج تندرستی کے لئے بہت اچھے ہوتے ہیں جو اس بات سے ظاہر ہے کہ ملک کے مختلف حصوں میں لوگ ان میں سے ہر ایک کو اپنا خاص کھانا یا اپنی غذا کا ایک خاص حصہ سمجھکر کھاتے ہیں اور تندرست رہتے ہیں - آدمی کی غذا کے لحاظ سے ان اناجوں میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے لیکن زیادہ نہیں مثال کے طور پر گیہوں اناجوں میں سب سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ اس میں پروٹین (جس سے آدمی کا جسم بڑھتا ہے) اور وٹامن دوسرے اناجوں سے زیادہ ہوتے ہیں - اس کے برخلاف چاول میں کچھ چیزیں سب سے کم ہوتی ہیں - جو جوار باجرہ وغیرہ کا درجہ ان دونوں کے بیچ میں ہے - مڑوا میں کیلشیم (چونے کا جزو) جس سے ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں دوسرے اناجوں سے زیادہ ہوتا ہے - بچوں کے لئے مڑوا اچھی غذا ہے -

چنا ایک دوسری قسم کی کھانے کی چیز ہے - یہ ایک دال ہوتی ہے اور اس میں جسم بڑھانے کی چیزیں اور کچھ ضروری وٹامن دوسرے اناجوں سے زیادہ ہوتے ہیں - چنا اور دوسری دالیں ایسے کھانوں کو جس میں زیادہ تر اناج ہوتے ہیں طاقت پہنچانے والے بنا دیتی ہیں -

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے تمام اناج کھانے کے لئے اچھے ہوتے ہیں - اگر گیہوں یا چاول کی کمی ہو تو جو مکا جوار باجرا وغیرہ کو یا ان میں سے بعض کو ملا جلا کر کھایا جا سکتا ہے یہ بات ضرور ہے کہ جن لوگوں کو کوئی خاص اناج کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے ان کے لئے اپنا روز کا کھانا بدلنا مشکل ہوتا ہے مگر جب اناج کی کمی ہو تو کھانا بدل دینا ضروری ہوگا ہو سکتا ہے کہ یہ بدلا ہوا کھانا لوگوں کو اچھا نہ لگے لیکن اس سے تندرستی کو کوئی نقصان پہنچنے کا ڈر نہیں ہے -

کون سی فصلیں پیدا کرنی چاہئیں

کھانے کی چیزیں زیادہ پیدا کرنے کے لئے جن فصلوں کا بونا ضروری ہے وہ ایسی ہونی چاہئیں جو سب سے زیادہ آسانی سے پیدا کی جا سکیں جن میں کم سے کم کھاد کی ضرورت ہو اور جن میں سب سے زیادہ فی ایکڑ پیداوار ہو - جہاں تک ہو سکے کسی خاص رقبہ میں وہی اناج زیادہ پیدا کرنا چاہئے جس کے وہاں کے لوگ عادی ہوں - یہ ہو سکتا ہے کہ کہیں گیہوں زیادہ پیدا کیا جا سکے کہیں جو اور جوار باجرا وغیرہ اور کہیں مکا یا چنا - اگریکلچر ڈپارٹمنٹ (محکمہ زراعت) یہ بتائے گا کہ کس ضلع میں کون سی فصل سب سے اچھی ہو سکتی ہے - سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کھانے کی چیزیں زیادہ پیدا کی جائیں چاہے وہ کسی قسم کا اناج ہو جس کو لوگ پسند کریں یا نہ کریں لیکن کھا سکیں - یہ اچھا ہوگا کہ گیہوں اور دالیں زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ ان میں جسم کو بڑھانے کی طاقت یا وٹامن بہت ہوتے ہیں لیکن جو - مکا - جوار - باجرا - ساواں اور کودوں پیدا کرنے سے بھی لوگوں کو کھانے کی چیزوں کی کمی اور بھوکوں مرنے سے بچایا جا سکتا ہے -

ملے جلے اناج

روٹی بنانے کیلئے گیہوں اور دوسرے اناجوں کو ملایا جا سکتا ہے نیچے بتایا جاتا ہے کہ کون کونسے اناج ملائے جا سکتے ہیں -

	حصہ
گیہوں	۶۰
جو	۴۰
گیہوں	۶۰
باجرا جوار یا کوئی اور موٹا اناج	۴۰
گیہوں	۶۰
جو	۲۰
موٹا اناج	۲۰
گیہوں	۵۰
جو	۴۰
چنا	۱۰
گیہوں	۵۰
جو	۳۵
موٹا اناج	۵
چنا	۱۰

اسکے علاوہ اور بھی کئی اناجوں کو ملایا اور استعمال کیا جا سکتا ہے -

ترکاریاں زیادہ پیدا کیجئے

ترکاریوں سے تندرستی اچھی ہوتی ہے بہت سے ہندوستانی کھانے زیادہ فائدہ مند بنائے جا سکتے ہیں اگر انمیں ترکاریاں زیادہ ہوں - آجکل ترکاریاں زیادہ پیدا کرنے کی بڑی کوشش ہونی چاہئے تاکہ لوگوں کو کھانے کی چیزیں اور وٹامن زیادہ مل سکیں ہری اور پتے دار ترکاریاں تندرستی کیلئے خاص طور پر اچھی ہوتی ہیں پھل بھی زیادہ پیدا کرنے چاہئیں - گھروں کے آس پاس کی ساری زمین میں ترکاریاں اور جلدی لگنے والے پھل جیسے پپیتا کیلا وغیرہ لگانے چاہئیں -

---

(بقیہ صفحہ ۴۸۲) کام کتنی دشوار ہونگے ہوتے ہوئے صرف ایک سال پہلے شروع کیا گیا تھا اس سے قبل کہ کاؤنٹی لوگوں کو اس کام کے کرنے اور کارآمد اشیاء کے تیار کرنے کیلئے راغب کیا جائے ضبط و استقلال کے ساتھ ان دشواریوں کو دور کیا گیا -

یہ بتلانا ضروری ہے کہ یہ کامیابی حاصل کرنا اور ہزاروں خانگی دستکاریوں میں لگے ہوئے لوگوں کیلئے اتنا روپیہ پانا مشکل ہو جاتا اگر انھیں انکے فائدے کیلئے اور جنگی کاموں کیلئے منظم نہ کیا جاتا حکومت کی مالی اور دیگر امداد اس کامیابی کا دوسرا باعث ہیں - اسسٹنٹ رجسٹرار وار سپلائز کی ایک جگہ اور سامان جنگ کی سپلائی کرنے کے لئے انسپکٹروں کی چار جگہوں کی منظوری کے علاوہ حکومت نے رجسٹرار کو اپریو سوسائیٹیز کو بغیر کسی سود کے ....۸۰۰۰۰ روپے سامان جنگ کے آرڈروں کی تعمیل کے لئے دیئے ہیں -

ہوائی حملے کے وقت

۱۔ کھلی جگہ میں نہ رہیں

محکمہ شہری دفاع کا کام ہوائی حملوں سے حفاظت اور شہری دفاع کے کاموں کو انجام دینا اور مشورہ دینا بتلایا گیا ہے۔ یہ کام اے۔ آر۔ پی اور شہری دفاع کے ماتحت آنے والے تمام معاملات میں تعلق رکھتے ہیں

شہری دفاع کے ڈائرکٹر جنرل مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ ایلسن اقدامات وتربیت کے ڈائرکٹر لفٹننٹ کرنل اے۔ جی۔ بیو اور ڈپٹی ڈائرکٹر سپلائی لفٹننٹ کرنل سی جے ڈین رسد افسر (جو شہری دفاع سے متعلق معاملات کے بارے میں حکومت ہند کے محکمہ رسد سے تعلق رکھنے کا کام کرتے ہیں) مسٹر آر۔ ای۔ ہارڈنگ اور حکومت ہند کے آتش زدگی کے مشیر مسٹر سی۔ ایم۔ کر ملک کا برابر دورہ کر رہے ہیں صوبوں میں پیدا ہونے والی دشواریوں کو وہ دور کرتے ہیں اور صوبہ کے افسران سے مشورہ لیتے ہیں اور اپنی رائے دیتے ہیں۔

انکے علاوہ دورہ کرنے والے دو افسر اور بھی ہیں جن کے نام ونگ کمانڈر اے۔ ایچ۔ ایس۔ اسٹیل پرکنس اور مسٹر ڈبلیو۔ ایف۔ ایم۔ ڈیویز ہیں۔ مسٹر ڈیویز اسوقت کلکتہ کے شہری دفاعی اسکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جسکے بعد وہ دورہ کرینگے۔

بہترین تدبیر

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اے۔ آر۔ پی اور شہری دفاع کے عمدہ انتظام کو مستحکم کرنے کیلئے تدبیر یہ ہے کہ مقام مخصوص پر ایک شخص کو مشورہ دینے اور رپورٹ پیش کرنے کے لئے بھیج دیا جایا کرے۔ اس طرح بہت زیادہ خط کتابت اور دفتری کارروائی کے جھگڑوں سے بچا جا سکتا ہے۔

یہ بات ہوائی حملے کی وجہ سے حاصل کیجانے والی تعلیم کے بارے میں خاص طور سے عائد ہوتی ہے۔ مگر اس حالت میں مقام مخصوص پر مرکزی حکومت کی طرف سے بھیجے ہوئے کسی افسر کے علاوہ متعلقہ صوبائی حکومت حملے یا حملوں کے بارے میں مفصل رپورٹ بھیجتی ہے۔

صوبائی حکومت اور حکومت ہند کی طرف سے مقرر کئے ہوئے افسر کی رپورٹوں کی بڑی احتیاط کے ساتھ تحقیق و تفتیش کی جاتی ہے اور رپورٹوں سے ظاہر ہونے والی خاص خاص باتوں کی ایک مختصر رپورٹ تیار کیجاتی ہے۔

یہ مختصر رپورٹ خاص باتوں پر دیئے جانے والے مشوروں اور تجویزوں کے ساتھ رہنمائی کے لئے سب صوبائی حکومتوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اس طرح خاص خاص شہروں میں حاصل کئے ہوئے تجربات سے تمام ہندوستان کو فائدہ پہونچ جاتا ہے۔

وزیگاپٹم اور کوکناڈا کے حملے

گذشتہ ۱۶ اپریل کو وزیگاپٹم اور کوکناڈا پر جاپانیوں نے جو ہوائی حملے کئے تھے وہ بہت معمولی تھے مگر ان کے جو نتائج برآمد ہوئے ان سے رنگون میں حاصل کی جانے والی تعلیم کی اہمیت واضح ہوگئی ہے ان حملوں کے موقعہ پر رنگون کی طرح گھبراہٹ نہیں پھیلی لیکن حملوں سے قبل اور بعد میں ان شہروں کو چھوڑ کر بہت سے لوگ چلے گئے وزیگاپٹم میں میونسپلٹی اور بجلی گھر کے نہایت ضروری مزدور اور بیشتر ملازم شہر چھوڑ گئے تھے لیکن بجلی گھر کے چیف اور ڈویژنل الیکٹرک انجینیر مسٹر لیجارس ایک وفادار معاون کی مدد سے ۱۶ گھنٹے تک بہادری کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہے۔ اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے کوئلہ جھونکنے تک کا کام کیا۔ میونسپلٹی کے کانگریسی چیرمین مسٹر ایم۔ بی۔ راما ریڈی بھی شہر میں موجود رہے اور برابر دورہ کرتے رہے۔

ضلع مجسٹریٹ کے اختیارات

ہوائی حملے کے بعد چار روز تک شہر میں کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں فروخت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ شہر کے سارے بنئے اور ہوٹل والے اپنی دوکانوں میں تالا لگا کر بھاگ گئے تھے۔ ۱۸ اپریل کو ان میں سے کچھ نے اپنی دوکانیں کھولیں اس دشواری کے باعث ضلع مجسٹریٹ نے کھانے کی چیزوں کے گوداموں پر قبضہ کر کے اشیاء خوردنی کے اسٹور قائم کر دیئے۔ کھانا تیار کرنے کے لئے تحصیلداروں کی مدد سے دیہاتوں سے باورچی بلا لئے گئے۔

اس حملہ سے ظاہر ہوگیا ہے کہ مجسٹریٹ ضلع کو حالات کے مطابق انتظام کی تمام ترذمہ داری لے لینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ وزیگاپٹم میں اے۔ آر۔ پی کے ملازم دو بڑے مرکزوں میں تھے۔ انھیں تنخواہ دیکر شب و روز کے لئے رکھا گیا تھا۔ اپنے انتظام، تعلیم اور ملنے والی خوراک پر قانع رہ کر اُنھوں نے اپنا کام ایک منظم جماعت کی شکل میں انجام دیا۔

اے۔ آر۔ پی۔ پارٹی

اس حملہ سے یہ سبق حاصل کیا گیا ہے کہ اے۔ آر۔ پی۔ پارٹیوں کو منتشر ہونے سے بچانے کے لئے نظم ونسق رہنمائی ایک جذبہ سے متاثر ہو کر کام کرنے کی خوبی اور ایندھن کے کافی انتظام کی ضرورت ہے۔

حملے کے وقت شہر کے کچھ حصوں میں بموں سے ٹیلیفون کا تعلق منقطع ہوگیا۔ جس سے کچھ گڑبڑی پیدا ہوگئی۔

اے۔ آر۔ پی پارٹیوں کی ایک شاخ ہوتی ہے وسائل نقل وحرکت کی اسمیں پیغام ٹیلیفون آپریٹر وغیرہ ہوتے ہیں پیغامبر اے۔ آر۔ پی کے کنٹرول اور خبر رساں مرکزوں۔ وارڈنوں وغیرہ کے تعلقات قائم کرتے ہیں۔

وزیگاپٹم کے تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ پیغامبروں کا اچھا انتظام ہونا بہت اہم بات ہے

مرمت کرنے والی پارٹی

اس حملہ سے ایک دوسرا سبق یہ حاصل کیا گیا کہ ڈاک اور تار، پانی اور بجلی وغیرہ کے نہایت ضروری اور مفید پبلک کاموں میں رکاوٹ ہونے پر مرمت کرنے والے پارٹیوں کو تیار رکھنا نہایت ضروری ہے۔

وزیگا پٹم کی طرح کوکناڈا میں بھی شہر کے خاص حصّہ پر بم نہیں گرائے گئے تھے۔ کوکناڈا میں بندرگاہ وغیرہ میں آنے والے جہازوں پر حملے کئے گئے تھے جن سے بڑا نام نقصان پہنچا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وزیگاپٹم اور کوکناڈا دونوں ہی شہروں میں جاپانیوں نے صرف فوجی مقامات پر ہی بم گرائے تھے عام تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوا ہے کہ وہ اگر لوگوں کو کھلے میدانوں میں جمع ہوتے نہ دیکھتے تو صرف فوجی مقامات پر ہی بم گراتے۔ اس لئے اگر باشندگان شہر ہوائی حملے کے وقت آڑ میں ہو جایا کریں تو ان پر شاید حملہ نہیں ہوگا اور اس طرح ڈر کی کوئی بات نہ رہے گی۔

لفٹننٹ کرنل اے۔ جے ریو اس وقت دورہ کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں وہ چٹاگانگ اور آسام کے شہروں کا بھی معائنہ فرمائیں گے۔ یہاں سے واپسی پر وہ حال کے حملوں کے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کریں گے۔

قطعہ

جناب احمد ندیم قاسمی

شیشم کے ایک درخت سے جب فاختہ اُڑی
پتوں نے سر پٹک کہ کہا "جلد لوٹیو"
میں جا رہا ہوں اور تمہیں کچھ خبر نہیں
دیہات کے اُداس پہاڑوں کی چوٹیو

۲۔ شیشے کے ٹکڑوں سے کیسے بچاؤ کیا جا سکتا ہے

کانچ کے ٹکڑوں سے پورے بچاؤ کا سب سے اچھا اور سہل طریقہ یہی ہے کہ کانچ کو قطعی طور پر ہٹا دیا جائے۔ یہ مشورہ ہوائی حملوں سے حفاظت کے سلسلہ کتب میں رسالہ نمبر ۲ میں دیا گیا ہے جس کا نام ہوائی حملوں سے پناہ لینے کی گھریلو جگہیں ہے مشورہ رسالہ کے پہلے حصّہ و پناہ لینے کے کمرے میں دیا گیا ہے اور حکومت ہند اپنے سکریٹریٹ کے نارتھ بلاک اور ساؤتھ بلاک عمارتوں میں اس کے مطابق کام کرنے جا رہی ہے۔ ہوائی حملوں سے حفاظت کی غرض سے سکریٹریٹ کی کچھ کھڑکیوں، بتیوں اور روشندانوں سے کانچ کو نکالکر پتلی تہہ دار لکڑی لگا دی جائیگی۔

رسالہ کے جس حصّہ میں کانچ کے ٹکڑوں سے بچاؤ کا ذکر کیا گیا ہے اس میں مفصل طور پر یہ تبلایا گیا ہے کہ پناہ لینے کے خاص کمرے میں بم کے دھماکے اور شیشے کے ٹکڑوں سے حفاظت کا کیا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ رسالہ میں آگے کہا گیا ہے۔

جھٹکنے سے حفاظت

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کانچ پر کسی چیز کو چپکا دینے سے دھماکے کے باعث کانچ کے جھٹک کر لگنے کا امکان کم نہ ہوگا اور نہ کسی جوڑنے کے انتظام ہی سے اطمینان بخش نتیجہ نکل سکتا ہے۔ یہاں کانچ پر کوئی چیز چپکا کر اُسے بچانے کا سوال نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ٹوٹے ہوئے کانچ کے ٹکڑے کے جھٹکنے کے باعث لوگوں کے زخمی ہونے کے امکان کو کس طرح کم کیا جا سکتا ہے۔

پہلے سے یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ کون کانچ ٹوٹے گا اور کون بچا رہیگا اور کونسا شیشہ ٹوٹنے پر باہر کی طرف گریگا اور کون اندر کی طرف۔ اندرونی دروازوں، پردوں تصویروں وغیرہ کا شیشہ بھی اتنا ہی خطرناک ہو سکتا ہے جتنا بیرونی دیواروں کا۔ اگر اس شیشے کا استعمال نہ ہو تو اُسے نکال کر اس کی جگہ کوئی دوسری چیز لگا دینی چاہئے جس کے جھٹک کر لگنے کا امکان نہ ہو۔

آڑ کی ضرورت

پناہ کے کمرے میں جہاں بھی شیشے ہوں اُنپر خاص طور سے توجہ رکھنی چاہئے۔ کھڑکیوں کے بچاؤ کی آڑ ہونے پر بھی شیشے دھماکے کے باعث ٹوٹ سکتے ہیں۔ اگر تیار کی ہوئی آڑ کے سرے یا کونوں کے چاروں طرف خالی جگہ چھوٹ گئی ہے اور یہ جگہ خواہ کتنی بھی کم کیوں نہ ہو شیشے۔ خواہ وہ آڑ کے اوپر ہی کی طرف ہوں یقینی طور پر ٹوٹ جائیں گے اور اگر پہلے سے احتیاط نہ برتی گئی تو شیشے کے ٹکڑے کمرے کے اندر زوروں سے پھیل جائیں گے۔

آڑ کرنے کے لئے کھڑکی سے شیشہ یا پوری کھڑکی کے ڈھانچے کو ہٹانے کی ضرورت ہو سکتی ہے لیکن مشورہ یہ دیا جاتا ہے کہ سبھی شیشوں کو ہٹا دینا چاہئے۔ آڑ کی اوپر والے حصّوں میں دھوپ وغیرہ سے حفاظت کے لئے روشندانوں پر کریچ کے مضبوط پردے لگا دیئے جائیں۔

اگر شیشے نہ ہٹائے جا سکتے ہوں

اگر اس بات کی سفارش زوروں سے کی جاتی ہے کہ پناہ لینے کے کمرے سے سبھی شیشوں کو ہٹا دینا چاہئے۔ پھر بھی کچھ مقامات ایسے ہو سکتے ہیں جہاں سے شیشوں کا ہٹانا مشکل ہو۔ اس حالت میں شیشوں کے ٹکڑوں سے بچنے کے لئے حسب ذیل طریقوں سے کسی ایک پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱) تار کی جالی۔ اگر جالی کے سوراخ نصف انچ یا تین چوتھائی انچ سے زیادہ بڑے نہیں ہیں تو شیشے کے بیشمار ٹکڑوں سے حفاظت ہو سکے گی۔ یہ جالی کھڑکی کے اندر کی طرف شیشے کے قریب لگا دینی چاہئے جالی کو کھڑکی کے ڈھانچے میں کیل گاڑ کر بھی لگایا جا سکتا ہے لیکن اس سے کھڑکی کھولنے اور صاف کرنے میں خلل واقع ہوگا۔ زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ جالی لگانے کے لئے شیشے کا

ایک ایسا ڈھانچہ تیار کیا جا سکے شیشے کے چھوٹے ٹکڑوں سے حفاظت کے لئے تار اور شیشے کے بیچ میں ململ کی ایک یا دو تہہ لگائی جا سکتی ہیں۔ جن لوگوں کے پاس کھیلوں سے بچنے کے پردے ہوں وہ ان سے دوہرا کام بھی لے سکتے ہیں۔

بچاؤ کے پردے

(۲) ہلکے پردے۔ کھڑکی میں اندر کی طرف پردے لگانے کے تین فائدے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ کھڑکی ٹوٹنے پر یہ شیشے کے ٹکڑوں کو پھیلنے سے روکے گا۔ دوسرا یہ کہ اس سے دھوپ سے بھی بچاؤ ہوگا تیسرا یہ کہ اندھیرا کئے جانے پر یہ روشنی کو باہر نہ جانے دے گا۔ ایسا پردہ کسی بھی ہلکی تہہ دار چیز کا بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً تہہ دار لکڑی گتا وغیرہ۔ ایسبیسٹس کے پلاسٹر کی چادر کو پردہ کی شکل میں استعمال نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ دھماکے سے یہ اسی طرح ٹوٹ جائے گی جس طرح کانچ ٹوٹتا ہے۔ چھوٹی کھڑکیوں میں کوئی سخت چیزوں مثلاً تہہ دار لکڑی، عمارتی گتا وغیرہ کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کاغذ یا کپڑے کے پردے کانچ کے ٹکڑوں کو نہ روک سکیں گے۔ رکھنا چاہیے کہ اس طرح کے پردے خواہ دھماکے سے ٹوٹ بھی جائیں پھر بھی انکے باعث کھڑکی کے پاس ہی گریں گے۔ اسلئے حملے کے وقت بچاؤ کے لئے پردے رکھنا ضروری ہیں۔

چھٹکنے سے کیسے روکا جائے؟

(۳) شیشہ چھٹکنے سے روکنے کا انتظام اس طریقہ کا استعمال اُس حالت میں کرنا چاہئے جب کہ کسی نہ کسی وجہ سے پہلے اور دوسرے طریقے پر عمل ممکن نہ ہو۔ ساتھ ہی پردے کے ساتھ حفاظت کے لئے بھی اسے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ اگر شیشے کے ساتھ اس تیسرے طریقہ پر عمل کیا جائے تو جن شیشوں سے کوئی چیز چپکائی جائے گی وہ ہلکا دھماکا ہونے پر بری طرح خواہ چٹخ جائے مگر اپنی جگہ سے ہٹے گی نہیں لیکن زور کا دھماکا ہونے پر اس طریقہ سے شیشے کا گرنا نہیں روکا جا سکتا۔ ہندوستان میں اس انتظام کے لئے سب سے سستا اور موثر طریقہ یہ ہوگا کہ شیشے کے پیچھے کپڑے کی مضبوط جالی یا اور کسی قسم کا کپڑا چپکا دیا جائے۔ اندرونی پردوں کے شیشوں پر جھکا ہٹایا جانا ممکن نہ ہو تو دونوں طرف سے کپڑا چپکایا جانا چاہئے۔ کپڑا شیشے پر تو چپکایا ہی جائے ساتھ ہی اس شیشے سے چوکھٹے کو بھی ڈھک لینا چاہئے چپکانے کے لئے جو پانی استعمال کی جائے اسکے سوراخ چوتھائی انچ سے زیادہ نہ ہونے چاہئیں پردوں کے کام میں آنے والی جالیاں دراصل بھی اس کام کے لئے موزوں ہیں۔

یہ طریقہ معقول مقصد میں کتنا کامیاب ہوگا یہ چپکائی جانے والی چیز کی مضبوطی پر منحصر ہے اگر کھڑکی میں نمی آئی تو چپکی ہوئی چیز آہستہ آہستہ اکھڑ سکتی ہے چپکی ہوئی چیز کے نکل جانے سے حفاظت کے لئے اسکے کناروں پر۔ بہتر ہو کہ پورے کپڑے پر تیل کی وارنش کا لیپ کر دیا جائے۔ یاد رہے کہ وارنش تیل کی ہو۔ اسپرٹ یا سیلولینر کی نہیں۔ اگر چپکانے کے لئے پانی کے لیپ کا استعمال کیا گیا تو ڈیڑھ پاؤ لیپ میں چوتھائی اونس سہاگہ ڈال دینا چاہئے۔

وارنش

پانی کے لیپ کی جگہ پر ایسی چیز کا استعمال کیا جا سکتا ہے جو پانی میں دھلنے والی نہ ہو۔ یہ وارنش ایسی چاہئے کہ خشک ہونے پر ایسی سخت نہ ہو جائے کہ شیشے ہی کی طرح چٹخ جائے۔ اس وارنش کو شیشے پر چھڑک دینا چاہئے یا برش سے شیشے پر اسکا لیپ کر دینا چاہئے۔ جب شیشہ کی تہہ بچھی ہو جائے تو اس پر کپڑے کو دبا کر چپکا دینا چاہئے۔ شیشے پر جالی چپک جانے کے بعد جس وارنش سے اسے چپکایا گیا ہے اس کی ایک تہہ اور بھی اوپر سے جما دینی چاہئے۔

کپڑے کی جگہ کاغذ کا استعمال ٹھیک نہیں ہے کیونکہ جب کپڑے کے قابل وارنش تیار کی گئی ہے اور اس کام کے لئے محنت کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے، تو کاغذ کا استعمال کفایت شعاری کے خیال سے مناسب نہ ہوگا

مذکورہ بالا طریقے کی کامیابی شیشے پر چپکائی جانے والی چیز کی مضبوطی پر منحصر ہے اسی لئے ضروری ہے کہ کھڑکیوں کی وقتاً فوقتاً جانچ کی جائے اور ضرورت ہو تو جالی کو اکھاڑ کر پھر سے چپکایا جائے اگر جالی کمزور پڑ گئی ہو تو نئی جالی لا کر چپکانی چاہیے۔

ایک تنبیہ

ادھر انگلینڈ میں شیشے سے حفاظت کے لئے کچھ وارنش، لیپ وغیرہ بکنے لگے ہیں اور ممکن ہے کہ انھیں ہندوستان میں بھی فروخت کے لئے بھیجا جائے۔ ایسی کتنی ہی چیزوں کی اشاعت خوب بڑھا چڑھا کر کی گئی ہے خریداروں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ مشتہرین کے جھوٹے دعووں کے فریب میں نہ پڑ جائیں۔ یہ لیپ اور وارنش لگائے تو بہت آسانی سے جا سکتے ہیں لیکن ان کی سطح ضروری موٹائی کی نہیں ہوتی۔

ان لیپوں اور وارنشوں میں ربڑ کا عرق ہوتا ہے اور اس بات کا کافی امکان رہتا ہے کہ تیز روشنی پڑنے پر وہ بیکار ہو جائیں ان میں سے کچھ لیپوں اور وارنشوں کی برطانیہ میں آزمائش شروع کی گئی اور شروع ہی سے وہ ناقابل ثابت ہوئیں اور کئی ماہ کے امتحان کے بعد تو صرف کچھ ہی پوری اتریں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان جیسے گرم ملک میں تو وہ اور بھی تھوڑے دن رہ سکیں گی اور اسی لئے انھیں ہندوستان کے لئے بالکل ناقابل سمجھا جاتا ہے۔

یاد رکھئے کہ شیشے کے ٹکڑوں سے بچاؤ کا بہترین اور آسان ترین طریقہ شیشے کو بالکل نکلوا دینا ہے جہاں ممکن ہو وہاں یہی کرنا چاہیے۔

اشیاءِ خوردنی کی برآمد

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حکومت ہند کے محکمہ تجارت نے نئی دہلی سے ۱۸ مئی کو ایک بیان شائع کیا تھا جس میں کہا گیا تھا۔ حال ہی میں کلکتہ کے انڈین چیمبر آف کامرس نے ہندوستان میں اشیاء خوردنی کو جمع رکھنے کی ضرورت کے بارے میں حکومت ہند کو لکھا تھا۔ چیمبر آف کامرس نے خط کے شروع میں لکھا تھا کہ چیمبر کی کمیٹی کو یہ معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند نے اپنے پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کے ذریعے مختلف دیسی ریاستوں سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ حکومت ہند کو گیہوں، باجرہ وغیرہ دس لاکھ ٹن اشیاء خوردنی دیں جسے وہ غالباً برآمد کرنا چاہتی ہے۔ کمیٹی کے ممبروں کا بیان تھا کہ ان کے اس خیال کی تصدیق متعدد دیگر خبروں سے بھی ہوتی ہے جو کمیٹی کو موصول ہوئی ہیں اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بمبئی کی بندرگاہ پر گیہوں بھرنے کے لئے حکومت نے کچھ گودام کرائے پر لئے ہیں۔ حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے کمیٹی نے ان خبروں کی طرف توجہ مبذول کی تھی کمیٹی کو مذکورہ الزامات کے جواب کے لئے وقت دینا چاہئے تھا مگر اس سے قبل ہی اس نے اس خط کو اخباروں میں شائع کرنے کے لئے بھیجدیا۔

حکومت کی پالیسی

یہ الزامات قطعی طور پر بے بنیاد ہیں اور ان کی حقیقت معلوم کئے بغیر ان کو شائع کرانے میں جس بے احتیاطی سے کام لیا گیا ہے ان کے لئے حکومت ہند اظہار افسوس کرتی ہے۔ پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کی جس گشتی چھٹی کا ذکر کیا گیا ہے وہ گذشتہ فروری میں خاص خاص دیسی ریاستوں کے پاس بھیجی گئی تھی جس میں ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ کیا وہ تھوڑا بہت گیہوں بھیج سکتے ہیں جس سے کہ برطانی ہند میں ہونے والی گیہوں کی کمی کچھ پوری کی جاسکے برطانی ہند کے کچھ مرکزوں کے لئے ایک لاکھ ٹن گیہوں کی جس میں آٹا بھی شامل ہے، فوری ضرورت تھی۔ حکومت ہند کی یہ پالیسی ہے کہ ایسے غلوں کو جمع رکھا جائے جن پر عوام کی زندگی کا انحصار ہے۔ اسی پالیسی کی وجہ سے بہت عرصہ پہلے ہی غلہ کی برآمد کو اتنی حد تک کم کر دیا گیا جس سے وہ صرف ان ہمسایہ ممالک کو بھیجا جائے جو ہمیشہ ہندوستان ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں مثلاً عرب یا وہ ملک جس سے وعدہ کر لیا گیا ہے مثلاً لنکا وغیرہ اور وہ بھی صرف اتنا ہی جو ان عام برآمد سے زیادہ نہ ہو۔ لنکا کو اب اور کسی جگہ سے رسد نہیں حاصل ہوسکتی اسلئے یہ ضروری ہے کہ وہاں کام کرنے والے ہندوستانی مزدوروں کے فوائد اور اہم سامان جنگ کی پیداوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے لنکا کو ہندوستان کے اقتصادی حلقۂ اثر میں مان لینا چاہیئے۔ ہندوستان کا ذرا بھی خیال نہیں ہے کہ کسی بھی ملک کو اتنا زیادہ غلہ بھیجا جائے جتنا کہ چیمبر آف کامرس کی طرف سے منقول شدہ افواہوں میں بتلایا گیا ہے۔ حکومت ہند اس قسم کی بے بنیاد خبروں کی اشاعت کے لئے اظہار افسوس کرتی ہے جن میں یہ تجویز رکھکر کہ وہ حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے شائع کی گئی ہیں، لوگ اپنی ذمہ داری سے بچنا چاہتے ہیں۔ ذمہ دار اشخاص کو یہ مشہور مقولہ یاد رکھنا چاہئے کہ بے بنیاد جھوٹ حقیقت کے مقابلہ میں بہت جلد پھیل جاتا ہے۔

برسات کی بہار

(از جناب اختر ہاشمی میرٹھی)

دکھا رہی ہے جو برسات کی بہار گرہ
نظر فریب ہے ایدل شگوفہ کار گرہ

پلا رہا ہے ہمیں جام کیف ساقئ غیب
کھلیگی ظاہر و باطن کی پیچدار گرہ

شباب میں ہے مہیا سب عیش کا سامان
خرابات میں ہے رگ تلخ خوشگوار گرہ

صراحیوں میں ہو ابھی کھنچی ہوئی باقی
بلا سے حلق میں پڑ جائیں صد ہزار گرہ

عجیب تو یہ شکن ہے یہ موسم برسات
پشیمن نکال کے اب دل سے بادہ خوار گرہ

بڑھا دے حسن گلستاں کی شام رنگیں کا
ہوا میں کھول دیے گیسوئے تابدار گرہ

اب انتظام چمن میں ہے باغبان مصروف
ہر ایک شاخ میں دیتا ہے بار بار گرہ

کہیں نسیم اُڑا لے نہ بند غنچہ کو
رہے فضائے گلستان سے ہوشیار گرہ

چمن میں پھول ہیں نقش و نگار قدرت کے
فلک پہ ہیں یہ ستارے کہ زرنگار گرہ

شعاعیں چاند کی برگ و شجر میں قیصاں ہیں
ہزار رنگ سے ہوگی کرشمہ بار گرہ

شمیم گل کہیں مارے نہ جال اے بلبل
چمن میں حلقۂ سنبل ہے پیچدار گرہ

کھڑی ہے نرگس مستانہ اک طرف خاموش
ہر ایک تار نظر میں ہیں بے شمار گرہ

بلا کا حسن ہے اسدم فضائے گیتی پر
بنے ہیں چشم تماشا میں برگ بار گرہ

لٹا رہے ہیں گہر کیا بہار کے بادل
ہوئی ہے رحمت حق کی امیدوار گرہ

یہی تو حضرت پیر مغاں ہیں اے اختر
کہ جنکی ریش حنائی بڑھی ہے چار گرہ

مدراس میں گاؤں سدھار

اس صوبہ میں گاؤں سدھار کا کام ضلع کے کلکٹروں کے ذریعہ ہوتا ہے ضلع کا افسر ہر تیسرے مہینے ایک جلسہ کرتا ہے جس میں خاص خاص افسران، ممبران اور عوام کے منتخب نمائندے شامل ہوتے ہیں اور اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ حکومت سے ملنے والی مالی امداد کو کس طرح زراعتی کاموں پر صرف کیا جائے اور ضلع کے انتظامی محکمہ سے کس طرح تعلق قائم رکھا جائے اس جلسے کے لوگوں کا خاص کام ہے کہ وہ محکمہ گاؤں سدھار کے متعلق ایسی باتیں تجویز کریں جو اس ضلع کی ضروریات کے مطابق ہوں۔ وہ وسائل جن کے ذریعہ ان اصلاحات کے مطابق کام کیا جاتا ہے، حکومت کا محکمہ مال، محکمہ نہر، کوآپریٹو سوسائٹیاں، محکمہ زکوٰۃ، محکمہ زراعت اور مویشیوں کے ہسپتال ہیں ان محکموں کی دیکھ بھال ضلع کا کلکٹر کرتا ہے اور وہی انکو امداد بھی دیتا ہے۔

حکومت ہند کی طرف سے ملنے والی امداد مندرجہ ذیل مدوں پر خرچ کی جاتی ہے۔

(۱) دیہاتوں میں آبپاشی کے طریقوں کی اصلاح جس میں بورنگ اور کنوؤں کی اصلاح بھی شامل ہے۔

(۲) دیہات کی صفائی اور گندے پانی کی نکاسی وغیرہ کا انتظام۔

(۳) دیہات کے راستوں کی اصلاح اور جہاں کہیں ضروری ہو نہروں پر پل بنانا۔

(۴) گودام بنانے کے لئے قرض بکر کوآپریٹو سوسائٹیوں اور قرض دینے والی سوسائٹیوں کو ترقی دینا اور انکی اشاعت کرنا اور خاص حالات میں چند سال تک ان سوسائٹیوں کو چلانے کے لئے اگر آدمیوں کی ضرورت ہو تو انھیں رکھنا۔

(۵) کوآپریٹو سوسائٹیوں کو منظم کر کے انکو ترقی دینا اور کسانوں کی زمین کی تنظیم کرنا۔

(۶) کارآمد جانوروں کو ترقی یافتہ بنانا۔ ۱۹۳۶ء میں پنامالے کے قریب ۲۵ دیہاتوں کا ایک مجموعہ بناکر گاؤں کے لوگوں کے فائدے کے لئے تجربہ کے طور پر اصلاح صحت کا کام بڑے زور شور سے شروع کیا گیا۔ اس کام میں کچھ مدد تو حکومت سے ملی اور تھوڑی امداد راک فیلر فاؤنڈیشن نامی جماعت نے دی۔ فاؤنڈیشن نے ۵ سال کے بعد امداد سے دست کشی اختیار کی مگر یہ پروگرام صرف حکومت ہند کی مدد سے ابتک بخوبی جاری ہے۔ اس اسکیم کا مطلب رعایا حفظان صحت کے اصولوں کی تعلیم دیکر یہ سمجھانا ہے کہ ہر قسم کی بیماریوں کی روک تھام ہو سکتی ہے یا ایک لفظ میں یوں کہہ لیجئے کہ انھیں حفظان صحت کے اصولوں سے واقف کرنا اس جماعت کا خاص مقصد ہے۔ یہ محکمہ صحت عامہ کا پورا خیال رکھتا ہے ٹیکہ لگانے، حفظان صحت کی تعلیم، زچہ بچہ اور بچوں کی دیکھ بھال، صفائی اور عوام کو پانی دینے اور زندگی کی دوسری ضروریات کا اس محکمہ سے خاص تعلق ہے۔

سلیم، چتور، کڑاپا اور شمالی ارکاٹ کے ضلعوں میں انسداد منشیات کا کام کیا گیا۔ ان اضلاع میں نشہ آور اشیاء کے پینے کا پروپیگنڈہ بند کر کے انکی جگہ دوسرے ذرائع تفریح مثلاً کھیل کود گانا بجانا اور گاؤں سدھار کی باتوں کا ذکر کیا گیا۔ گاؤں سدھار کا کام کرنیوالوں کی تعلیم کے لئے گاؤں سدھار اسکول کھولے گئے۔ ان مدرسوں کی تعلیم اور امداد باہمی کی تعلیم کے لئے تجربہ کار لوگ رکھے گئے ہیں۔ ان اضلاع کی حالت سدھارنے اور ان اقتصادی دشواریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جو ان صوبوں میں انسداد منشیات اور رسم و رواج کے باعث پیدا ہوگئی ہیں، خاص افسران بھی مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ کسانوں کی زندگی کا ایک ایسا پروگرام بنا رہے ہیں جو جاذب توجہ اور فائدہ پر منحصر ہے۔

گاؤں کا قرض

مدراس اگریکلچرسٹ ریلیف ایکٹ (جو ۲۲ مارچ ۱۹۳۸ء سے نافذ ہوا) کا مقصد کسانوں کو قرض سے نجات دلانا ہے۔ اس کام کے لئے کہ کسانوں کا قرض بغیر عدالتی اخراجات کے آہستہ آہستہ کم ہو کر ختم ہو جائے، حکومت نے مدراس ڈیٹ کنسلیشن ایکٹ ۱۹۳۶ء میں بناکر ۲۹ ڈیٹ کنسلیشن بورڈ بنا دیئے جو قریب قریب سارے صوبے میں مال کے ہر ایک ڈیویژن میں ہیں۔

کسانوں کو مدد دینے کے خیال سے مدراس اگریکلچرسٹ ایکٹ ۱۹۳۶ء میں منظور کرنے کے بعد حکومت نے سوسائٹیوں کی رجسٹری پر سے پابندیاں ہٹالی ہیں۔ ۱۹۳۹-۴۰ء میں ۹۳۲ سوسائٹیاں رجسٹرڈ ہوئیں ۱۹۳۸-۳۹ء میں یہ تعداد ۱۸۲۸ اور ۱۹۳۷-۳۸ء میں ۶۴۴ تھی۔

حکومت نے اس مقصد سے کہ اس صوبہ کے کل دیہاتیوں کو پینے کا اچھا پانی ملتا رہے ایک منظم اسکیم بنائی ہے۔

۱۹۲۴ء میں حکومت نے دیہاتوں میں بسنے والے باشندوں کو وقت پر مناسب امداد پہنچانے کے لئے ایک اسکیم بنائی جس کے مطابق دیہاتوں میں ہسپتال کھولنا طے ہوا۔ اس اسکیم کے ماتحت مغربی اور ہندوستانی طور پر تعلیم یافتہ ڈاکٹروں کو مدد دیجاتی ہے کہ وہ منتخب دیہاتوں میں اپنا کارخانہ کھولیں اور عوام کو فائدہ پہنچائیں۔ دواؤں کے دام اور دیگر ضروری اشیاء کا خرچ اس ضلع کے لوکل بورڈ دیتے ہیں جہاں یہ دواخانے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹروں کو اس شرط پر امداد دیجاتی ہے کہ وہ غریب عوام کا علاج مفت کریں لیکن جو لوگ فیس دے سکتے ہیں

ہل

ان سے فیس لی جاسکتی ہے۔ دیہاتوں کے کچھ دواخانے صرف لوکل بورڈوں سے مدد پاتے ہیں۔ ایسے دیہاتی دواخانوں کی تعداد، جنھیں صرف بورڈوں سے مدد ملتی تھی ۱۹۴۰ء کے آخر میں ۹۸۹ تھی سرکاری امداد پانے والے دواخانے ۴۲۵ تھے۔ صوبہ مدراس کا صحت عامہ کی اصلاح کا ایکٹ ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا قانون ہے۔ اگرچہ اس قانون کا مقصد سارے صوبے کے باشندوں کی صحت کی اصلاح ہے لیکن اس سے گاؤں کے لوگوں کو اصلاح صحت میں بڑی مدد ملے گی۔ عوام کی مدد سے اس کام کے لئے بڑا زوردار پروپیگنڈہ ہو رہا ہے۔ جس سے بہت اچھے نتیجے برآمد ہونے کی اُمید ہے۔

دیہاتی راستے

حکومت نے صوبہ کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے نام احکام جاری کئے ہیں کہ وہ دیہاتوں میں آمد و رفت کے راستوں کی اصلاح کے لئے ایک پنجسالہ اسکیم بنائیں ۲۱ ڈسٹرکٹ بورڈوں نے اپنے اپنے پروگرام بھیجے ہیں جو منظور بھی کئے جا چکے ہیں۔ اس اسکیم کے ذریعے آہستہ آہستہ دیہاتی سڑکوں کے اور وہاں کی اقتصادی حالت کی اصلاح کی پوری توقع ہے۔ سڑکوں کی اصلاح کی ایک ہفت سالہ اسکیم بھی بنائی گئی ہے جس پر ایک کروڑ ساڑھے اٹھارہ لاکھ روپیہ سے زیادہ خرچ ہونے کی اُمید ہے۔ اس اسکیم پر حکومت ہند کے مرکزی سڑک سدھار فنڈ سے روپیہ لیکر خرچ کیا جائیگا۔ اسکے لئے مرکزی حکومت سے مشورہ لیکر اجازت لی گئی ہے۔

سڑکوں کی اصلاح کی دو مزید اسکیمیں بھی بنائی گئی ہیں جن پر ۳۵ اور ۶۵ لاکھ روپئے خرچ ہونگے۔ یہ روپیہ بھی مرکزی حکومت کے سڑک سدھار فنڈ سے خرچ کیا جائیگا۔

بیکاری دور کرنے کا مسئلہ

ایسے رقبوں میں جہاں موسم کا بہت ہی خوفناک اثر پڑتا ہے، کسانوں اور مزدوروں کی بیکاری دور کرنے کی غرض سے ڈسٹرکٹ بورڈوں کو زوردار مشورے دیتے ہیں کہ وہ ایسے رقبوں کے لئے ہمیشہ کام آنے کے قابل سڑکیں بنائیں اور اس کام کے لئے ریلوے ٹیکس اور جنرل فنڈ کی آمدنی خرچ کریں۔ ایسے ڈسٹرکٹ بورڈوں کو جو روپئے کی کمی کے باعث یہ کام نہیں کرسکتے اگر ضروری ہوگا تو حکومت امداد دیگی۔

کل مقامی جماعتوں سے اس بات کی سفارش کی گئی ہے کہ منظور کی ہوئی اسکیم کے مطابق کام کرتے ہوئے متاثر رقبوں میں سڑک، عمارت اور پل وغیرہ بنانے کا کام پہلے اپنے ہاتھ میں لیا جائے تاکہ وہاں کی غریب رعایا اور بیکار عوام کو مدد مل سکے۔ ان بورڈوں کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ ہاتھ سے یا مشین سے کئے جانیوالے کاموں پر (بشرطیکہ معقول طور پر کام ہونے میں رکاوٹ نہ ہو) یہی بیکاری سے پریشان کسان اور دیہاتی لوگ لگائے جائیں۔

عوام کے کردار کو مزید بلند کرنے اور انکی اقتصادی حالت سدھارنے کے لئے مدراس انسداد منشیات ایکٹ قانون ۱۹۳۷ء میں بنایا گیا ہے۔ سوائے دوا، سائنس اور دیگر ضروری کاموں کے۔ منشیات کی خرید فروخت، باہر سے منگانا، باہر بھیجنا، پینا، کھانا پلانا اور کھلانا تمام صوبہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ ضلع سیلم میں یہ قانون یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء چتور اور کڑپا کے اضلاع میں یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء اور شمالی ارکاٹ میں یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء سے یہ قانون نافذ کیا گیا ہے۔

۱۳۵۱ء فصلی (۴۲-۱۹۴۱ء) میں موسم کی حالت اطمینان بخش نہیں رہی۔ بیلاری، کرنول، کسٹنا، مغربی گوداوری کے اضلاع سے خرابی کی رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔

مشرقی ساحل سمندر کے اضلاع کے کلکٹروں سے کہا گیا ہے کہ وہ متاثر اضلاع کے مقامی بورڈوں کے ربط میں رہیں اور وہاں سڑکیں وغیرہ بناتے وقت مصیبت زدہ عوام سے کام لیکر انکی مدد کریں۔ ضلع کسٹنا میں سڑک بنانے کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ ضلع کرنول کے کلکٹر کی سفارش پر حکومت صوبہ نے ڈسٹرکٹ بورڈ کو ۱۳ سڑکیں بنانے کے لئے ریلوے کے ذریعہ جمع کئے ہوئے فنڈ سے ۳ لاکھ روپیہ خرچ کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اسی طرح مغربی گوداوری اور کسٹنا کے ضلعوں میں بھی ڈسٹرکٹ بورڈوں کو ریلوے کے ذریعے خرچ کئے ہوئے فنڈ کو خرچ کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

ضلع کرنول میں ایسے مزدوروں کے لئے جو عام طور پر کام کرنے میں اُتنے ہوشیار نہیں ہیں، کام دینے کے لئے دس اور سڑکیں بنائی جارہی ہیں۔ ضلع بیلاری میں قحط پڑنے کے وقت کے قواعد کے ماتحت تجربہ کے طور پر جنوری میں دو کام ہونا شروع ہوئے جن کو بعد میں ماہ فروری کے شروع میں، امدادی کام، کا نام دیدیا گیا۔ شروع فروری میں ایک تیسرا کام بھی شروع کیا گیا۔ ضلع کسٹنا میں متاثر جگہوں میں غلے کی دوکانیں کھول دی گئی ہیں۔

کچھ اضلاع سے بازار نرخ کے بڑھنے، سوت کی کمی، سودے اور کام میں آنیوالی چیزوں کے وقت پر نہ ملنے، مال لانے لیجانے والے جہازوں کی کمی کے باعث جولاہوں میں بیکاری پھیلنے کی خبریں بھی ملی ہیں۔ حکومت ہند نے سوت کے دام کا گھٹنا بڑھنا روکنے کے لئے ایک اسکیم بنانا طے کیا ہے اور مدراس کی صوبائی حکومت اسکے بارے میں کلکٹروں سے مشورے کر رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے ضلع سیلم میں جولاہوں کی مدد کے لئے سنٹر قائم

کئے گئے ہیں۔ جنگل پیٹ، ٹمنی ولی اور شمالی ارکاٹ کے اضلاع میں بیکار اور مظلوم جولاہوں کو نجات دلانے کے لئے امداد کے دیگر کاموں کو ملتوی کر دیا گیا ہے۔ تنگی بننے والے جولاہوں کو، جن کا کاروبار جنگ کے باعث چوپٹ ہو گیا ہے حکومت اپنے محکمہ رسد کے لئے اور مقامی بازاروں میں فروخت کے لئے طرح طرح کے کپڑے بنوانے کے سوال کو ہاتھ میں لینے پر غور کر رہی ہے۔ حکومت ان معاملات کا بڑی سنجیدگی سے مطالعہ کر رہی ہے اور کلکٹروں کو محکمہ کی طرف سے سوت کی خریداری کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاں کہیں ضروری ہوگا۔ یہ لوگ کوآپریٹو سوسائٹیاں بھی قائم کرائیں گے۔

قرض سے نجات

کسانوں کو قرض سے نجات دلانے کے لئے ۱۹۴۰-۴۱ء سے بجٹ میں قرض دینے کے لئے خاص طور سے گنجائش رکھی گئی ہے۔ مدراس کے کسانوں کو قرض سے نجات دلانے والے قانون کا، جو ۱۹۳۸ء میں بنایا گیا تھا۔ خیال رکھتے ہوئے کچھ خاص قواعد ان قرضوں کو ادا کرنے کے لئے دیجانیوالی رقم میں توازن پیدا کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ یہ قاعدے یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء سے نافذ ہوئے۔

قرض دیجانیوالی رقم کو حاصل کرنے کے بارے میں کچھ قواعد ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) اس اسکیم کے مطابق صرف وہی کسان قرض پا سکتے ہیں جن پر مدراس کا ۱۹۳۸ء کا کسانوں کو قرض سے نجات دلانے والا قانون پوری طرح عائد ہوتا ہے یعنی جن کے پاس زیادہ سے زیادہ ۵۰۰۰ روپئے کی مالیت کی زمین ہو یا اتنی ہی قیمت کی زمین پر جن کا قرضہ ہو۔

(۲) درخواست دینے والے کی جائیداد غیر منقولہ کی ضمانت پر ہی روپیہ قرض دیا جاتا ہے۔

(۳) ہر ایک حالت میں قرض اُسی وقت دیا جاتا ہے جب ادا شدہ روپیہ ۲۰۰۰ سے زیادہ یا ۱۰۰ سے کم نہ ہو۔

اس قسم کے قرض پر اسی حساب سے سود لیا جاتا ہے جس شرح پر تقاوی پر لیا جاتا ہے جو آجکل ۵ فیصدی ہے۔ یہ روپیہ برابر کی سالانہ قسطوں میں اصل معہ سود ادا کیا جانا چاہئے۔

قرض کے لینے اور پہلی قسط کے ادا ہونے میں ۱۲ ماہ سے زیادہ کا فرق نہ ہونا چاہئے۔ لیا ہوا قرض ۲۰ قسطوں سے یا زیادہ سے زیادہ ۳۰ قسطوں میں ادا ہو جانا چاہئے۔ ان قسطوں کی تعداد ہر حالت میں لون افسر قرض لینے والے کی مالی حالت دیکھکر مقرر کرتا ہے۔

لیکن یہ اسکیم اتنی کامیاب نہیں ہوئی جتنی کہ شروع میں توقع کی گئی تھی حکومت اس میں مناسب تبدیلی کر کے اُسے کسانوں کے لئے زیادہ مفید اور ہر دلعزیز بنانے پر غور کر رہی ہے۔

(انڈین فارمنگ)

افکار نازش

(از حضرت نازش حیدری دہلوی)

ترے دل میں بھی اب گھر کر گیا دردِ دروں میرا
پسینہ بنکے پھوٹا تیری پیشانی سے خوں میرا

طرب انگیز فصلِ گُل ہے جوشِ دروں میرا
بگولہ بنکے ہوتا ہے عیاں رقصِ جنوں میرا

مئے اُمید سے ہے خاص نسبت دقِ ہستی کو
تغافل سے ترے ساغر نہ ہوگا واژگوں میرا

جفاؤں میں تری پاتا ہوں اب تسکین کا پہلو
وہ صورت ڈھونڈھ جس سے کم نہ ہو دردِ فزوں میرا

نگاہِ شوخ نے مجھ سے ہی تعلیمِ حیا پائی
تڑپنے کا سبق دیکر اُڑایا ہے سکوں میرا

غرورِ حُسن بھی مجبور ہے بیکس نوازی پر
قیامت تک مبارک ہو مجھے حالِ زبوں میرا

جبیں کرتی ہے میری سرخرو راہِ محبت کو
ترے نقشِ قدم میں جذب ہو جاتا ہے خوں میرا

اجل چاہے تو آکر وہ بھی فرضِ اپنا ادا کرلے
ذلیلِ بزمِ گُن ہوں فیصلہ ہوگا نہ یوں میرا

سراپا اضطرابِ عشق کی تصویر ہوں نازش
کہ نشتر کے رگ رگ میں مچلتا ہے جنوں میرا

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

شام کو ۶ بجکر ۴۵ منٹ سے ساڑھے سات بجے تک

۱ راگست ۱۹۴۲ء پنگھٹ - آؤ جھولا جھولیں - (ساون سنگیت) شانتا دید - شیاما اور سنتوش ایندہن (بات چیت) دھنوتی مشرا اور دیدی بہنو تمہارا خط ملا - خبریں -

۲ راگست ۱۹۴۲ء بچوں کی سبھا (جغرافیہ) بادل اور بارش (تبکلی) بھوشن بڑے لڑیا مہوبے والے (آلہا) رام ہزاری تیواری - دیش بدیش کی باتیں (بات چیت) چندر بھوشن اور بلٹو - تمہارا خط ملا - خبریں -

۳ راگست ۱۹۴۲ء گانا بجانا جھیپٹے اور پاٹو - دیہاتی منڈلی - پودوں کا استعمال دواؤں کی شکل میں - اڑوس کا فائدہ (بات چیت) کرتار سنگھ اگلے ہفتہ کا پروگرام - بھکاری (کہانی) ارجن لال - خبریں -

۴ راگست ۱۹۴۲ء میگھ نبھ چھائے - (راماین) جنگ بہادر اور پنچ - ملار پنچ - دیہاتوں میں سماجی اصلاح (بات چیت) گاما پانڈے - گیان مالا (محکمہ صحت عامہ کیا کرتا ہے) چودھری اور جھیپٹے میں بات چیت خبریں

۵ راگست ۱۹۴۲ء بچوں کی سبھا - بھان متی کا پٹارہ (کہانی) رام بہاری دیکشت - بھجن چندر بھوشن اور رام جی داس دیس بدیس کی باتیں (مکالمہ) چودھری اور کاکا پاوس کوی سمیلن - پنچ - خبریں -

۶ راگست ۱۹۴۲ء (۷ بجے سے ۷½ بجے شام تک) نرواہی اور برہا - بلدیو پرساد اور جنگ بہادر - اکسمات (تمثیل) خبریں -

۷ راگست سنہ ۴۲ء (پونے سات بجے سے ۷½ شام تک) ریکارڈ، قوالی اور غزل) مرتضیٰ حسین آلہا کھنڈ کی کتھا (بات چیت)

رسول احمد ابودہ - زیادہ چارہ پیدا کرو - (بات چیت) بلٹو اور جھیپٹے - دیس بدیس کی باتیں (مکالمہ) چودھری اور بھوشن - خبریں -

۸ راگست سنہ ۴۲ء بارہ ماسہ (ریکارڈ) ڈھولک کے گیت - سوتیلا خرید اور پانی نیہر (تمثیلی مکالمہ) شفیق بانو - بہنو تمہارا خط ملا - خبریں

۹ راگست سنہ ۴۲ء بچوں کی سبھا (چٹکلے اور پہیلیاں) بھوشن اور کاکا - آلہا کا بیاہ نمبرا (آلہا) راگھو رام - دیش بدیش کی باتیں (بات چیت) بھوشن اور بلٹو - تمہارا خط ملا - خبریں -

۱۰ راگست سنہ ۴۲ء آلہا کا بیاہ - نمبر۲ (آلہا) راگھو رام - شہر اور دیہات (مباحثہ) جگدیش کرشن جوشی اور پنچ - ندی سے (نظم) بھوشن - دوسرے ہفتہ کا پروگرام خبریں -

۱۱ راگست سنہ ۴۲ء آرتی (ریکارڈ راماین کا کیرتن) جنگ بہادر اور پنچ - دیہاتی کھیل (بات چیت) سالگرام چترویدی ملیریا (مکالمہ) چندر بھوشن اور جھیپٹے - کہانی - اے آر - علوی - خبریں -

۱۲ راگست سنہ ۴۲ء گیدڑ سپاہی (منظوم کہانی) کاکا بھجن اور پوربی - رام جی داس - دیس بدیس کی باتیں - (مکالمہ) بھوشن اور چودھری - سننے والوں کی درخواستیں - خبریں -

۱۳ راگست سنہ ۴۲ء (۷ بجے شام سے ۷½ بجے شام تک) دونی اور ملار - کاکا او سپنج تھرڈ کلاس - (تیسرا درجہ) منظوم ڈرامہ - خبریں -

۱۴ راگست سنہ ۱۹۴۲ء (پونے سات بجے سے ساڑھے سات بجے شام تک) قوالی (نعت اور غزل) مرتضیٰ حسین - دیہاتی گلیوں کی اصلاح کے متعلق بات چیت - چودھری اور بھوشن دیش بدیش کی باتیں - چودھری اور جھیپٹے نظم (چغلی کے متعلق) بھوشن -

۱۵ راگست سنہ ۴۲ء پنگھٹ (بھجن ملار اور کجری) - چندر کماری ساس اور بہو (بات چیت) تورن دیوی شکل گھریلو دستکاریاں (بات چیت) سینا پرو تا - سوشیلا اور شانتا - بہنو تمہارا خط ملا - دیدی -

۱۶ راگست سنہ ۴۲ء بچوں کی سبھا ریگستان کی زندگی (مکالمہ) بابو رام دویدی - برکھا گیت بابا مست رام دیس بدیس کی باتیں - تمہارا خط ملا - خبریں -

۱۷ راگست سنہ ۴۲ء بھجن جنگ بہادر قوالی علیا اور پارٹی کھادیں اور انکا استعمال - مکالمہ کرشن شنکر مشر اور پنچ - کشتی (نظم) بھوشن دوسرے ہفتے کا پروگرام - خبریں -

۱۸ راگست سنہ ۴۲ء سدا ماکی کتھا - بلوان مشر - موسمی بخار بات چیت - ایک ڈاکٹر - خبریں -

۱۹ راگست سنہ ۴۲ء بچوں کی سبھا - پہیلیاں راجہ رام شرما - پجاری - نرتن اور برہا - فقیرے لال معہ پارٹی دیش بدیش کی باتیں - کہاوتیں - بھوشن - سننے والوں کی درخواستیں خبریں -

۲۰ راگست سنہ ۴۲ء (۷ بجے شام سے ۷½ تک) او دھو سندیش بلونت مشر - دھان کے روگ (مکالمہ) چودھری اور بلٹو - بھولا - نظم - بھوشن خبریں

۲۱ راگست سنہ ۴۲ء (پونے سات بجے سے ساڑھے سات بجے رات تک) نعت قوالی اور غزل - مرتضیٰ حسین - قرض سے نجات بات چیت - عشرت علی - دیش بدیش کی باتیں سوم - کویتا خبریں -

۲۲ راگست سنہ ۴۲ء - پنگھٹ - بھجن شام گجریا - گانا - پدما کھوسلے اور پارٹی - پھوہڑ تمثیلچہ - گنگا پرساد مشر - بہنو تمہارا خط ملا خبریں -

جہاں

۲۳ راگست سنہ ۴۲ء بچوں کی سبھا بڑوں کا ادب۔ مکالمہ بھوشن۔ بھجن اور پوربی رام جی داس۔ دیس بدیس کی باتیں۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۲۴ راگست سنہ ۴۲ء ادرا اور غزل۔ عبدالحفیظ قدوائی کنوؤں کی صفائی۔ بات چیت ارجن لال ممتاز علی۔ جاگرن۔ کوتیا۔ خبریں دوسرے ہفتے کا پروگرام۔

۲۵ راگست سنہ ۴۲ء آرتی راگنی اور بھجن۔ جنگ بہادر اور پنچ۔ سانپ کا کاٹنا بات چیت۔ ایک ڈاکٹر۔

۲۶ راگست سنہ ۴۲ء ساون اور کجری۔ بلدیو پرساد اور پنچ رکھشا بندھن۔ بات چیت۔ بیجناتھ سنگھ۔ دیدی کی منظوم ڈرامہ یوجنے۔ دیس بدیس کی باتیں سننے والوں کی درخواستیں۔ خبریں۔

۲۷ راگست سنہ ۴۲ء قوالی۔ نعت اور دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔ شب برات بات چیت نظام الدین ندوی کی خبریں۔

۲۸ راگست سنہ ۴۲ء کجلی اور مزدوں جنگ بہادر اور پنچ صحبت کا اثر کہانی ارجن لال۔ دیس بدیس کی باتیں اکھاڑا بات چیت۔ بھوشن اور پنچ۔ خبریں۔

۲۹ راگست سنہ ۴۲ء سنگیت کجلی ساون اور بھجن۔ وملا دیوی معہ پارٹی۔ رسم و رواج کے اخراجات بات چیت سمترا کماری سنہا۔ گڑیا بنانا۔ مکالمہ بعنوان شرا اور دیدی بہنو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۳۰ راگست سنہ ۴۲ء بچوں کی سبھا ستو رام لیتو رام۔ سوہن لال دویدی۔ ساون سنگیت سالک سیالکوٹی دیش بدیس کی باتیں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۳۱ راگست سنہ ۴۲ء کجلی اور پوربی رام آسرے شکل مسافر خانہ۔ ناٹک۔ سریش چندر اوستھی دوسرے ہفتے کا پروگرام خبریں۔

آبپاشی کے لئے پانی کا انتظام

تحقیقاتی مسائل کا مطالعہ

حال ہی میں دہلی میں مرکزی آبپاشی فیڈریشن کا سالانہ جلسہ ہوا تھا جس میں مختلف مرکزوں میں کئے جانے والے تحقیقاتی کاموں کی تفصیلات پر غور کیا گیا تھا۔

پانی رسنا روکنے کیلئے نہروں کو پختہ بنانے کے سلسلے میں کئے جانے والے کاموں پر بھی غور کیا گیا۔ دونکے پانی کے زیادہ سے زیادہ حصہ کو آبپاشی کے لئے حاصل کرنیکی اہمیت کو پیش نظر رکھا اس سلسلے میں بہت سا کام کیا جانا ہے۔

فیڈریشن کے سامنے ان ذرائع کی کامیابی کی بھی مثالیں پیش کی گئیں جو نمونوں پر تجربہ کرنیکے سلسلے میں کام میں لائے گئے ہیں۔ دریائے بیاس کے نمونے پر بھی ایک عمل کیا گیا تھا۔ اس عمل کے نتیجے میں دریائے بیاس پر جگہ جگہ پانی کی دھار میں اوپر اٹھے ہوئے ٹیلے کا فیصلہ کیا گیا تھا یہ ٹیلے انگریزی کے حرف (ٹی) کی شکل کے بنائے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں کام کرنیوالے انجینیروں سے خاص زور دیکر کہا ہے کہ اگر نمونے پر عمل نہ کیا گیا ہوتا تو دریائے بیاس کے کناروں کی مٹی بہت زیادہ کٹ جاتی۔ فیڈریشن نے ایک ندی اور ایک نمونے کے بارے میں اعداد و شمار جمع کرنیکا فیصلہ کیا جس سے انھیں مختلف قسم کے نمونوں پر عمل میں لایا جاسکے۔

ریت جمنے کا مسئلہ

ندیوں کے گھماؤ دار بہاؤ، مٹیالے رقبوں میں دھاروں کی بناوٹ ندیوں سے نہروں میں پانی چھوڑنے کی مختلف طریقوں کے فائدے اور نہروں کے دہانہ پر تختے وغیرہ لگا کر نہروں میں ریت جانے کی روک تھام کرنیکی تدابیر پر غور کیا گیا۔ بڑی دھاروں میں سے نکالی جانے والی کچھ چھوٹی دھاریں ایسی ہوتی ہیں جن میں بڑی دھار کی ریت بہت زیادہ رہتی ہے اس طرح چھوٹی دھار میں بڑی بدنظمی پیدا ہوجاتی ہے۔ فیڈریشن کی رائے میں چھوٹی دھاروں کے دہانہ کی معقول قسم کی بناوٹ سے اسے دور کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اس طرح تختے وغیرہ لگائے جاسکتے ہیں جن کے ذریعے اتنی ہی ریت چھوٹی دھار میں جاسکے جتنی مناسب سمجھی جائے۔ دہانہ کے ریت کے مخالف سرے کی بناوٹ مختلف حالات پر منحصر ہے جو مختلف مقامات میں مختلف ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں نمونوں کی آزمائشیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ فیڈریشن نے اپنی تحقیقاتی کمیٹی کو حکم دیا ہے کہ وہ مختلف حالات کے لئے زیادہ سے زیادہ ریت نکالنے والے سروں کے بارے میں تفصیل پیش کرے۔

ریت نکالنے والے سامان

ریت نکالنے والے سامان کی بناوٹ کے سلسلے میں بھی غور کیا گیا۔ اس بات پر بھی غور کیا گیا کہ اس قسم کے سامان کو کام میں لانے کے لئے نہر کا دہانہ کتنا چوڑا ہونا چاہیے اس بات کا پتہ کس طرح لگنا چاہیئے۔ ریت نکالنے والا سامان نہر کے دہانہ کی تہ کی ریت کو باہر نکال دیتا ہے اور اس نہر میں نہیں جانے دیتا۔ ریت باہر پھینکنے والا سامان نہر پر بنایا جاتا ہے۔ یہ نہر میں گئی ہوئی ریت کو باہر نکالدیتا ہے اور اسے پانی کے ساتھ آگے بڑھنے نہیں دیتا۔

ندیوں پر باندھ بنا کر پانی جمع کرنیکے سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تہ میں ریت جمنے کے باعث وہاں پانی جمع ہونیکے لئے ہر سال جگہ کم ہوتی جاتی ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق امریکہ میں تحقیقات کی گئی ہے ہندوستان اور برما میں بھی اس سلسلے میں بہت اعداد جمع کئے گئے ہیں۔ عام طور سے یہ معاملہ فیڈریشن کیلئے اہمیت رکھتا ہے مگر ان صوبوں کے لئے یہ خاص طور سے اہم ہے، جہاں باندھ بنا کر سینچائی کیلئے پانی جمع کرنے کی اسکیموں پر عمل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے مثلاً پنجاب میں بھاکرا کا باندھ۔



عورتوں اور بچوں کی دُنیا

عورتیں اور ہوائی حملوں سے بچاؤ کا کام

پردہ باغ میں لیڈی لنلتھگو کی تقریر

خدا کرے ہندوستان حملہ کی آفتوں سے بچا رہے اور اگر خدا نخواستہ یہ مصیبت سر پر آ جائے تو ہندوستانی عورتیں اپنی چینی بہنوں سے سبق حاصل کریں اور گھبراہٹ اور خوف میں مبتلا نہ ہوں" —— ان الفاظ میں ہزاکسلنسی لیڈی لنلتھگو نے چند دن ہوئے پردہ باغ دہلی میں عورتوں کے ایک جلسہ کو جو ہوائی حملوں سے بچاؤ کے سلسلہ میں کیا گیا تھا مخاطب کیا۔ ہزاکسلنسی کی پوری تقریر کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"آج میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں میں جانتی ہوں کہ آپ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے کام میں دلچسپی لے رہی ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ آپ سب ان افراد کی مدد کریں گی جو موجودہ حالات کا مقابلہ کرنے اور دہلی نیز نئی دہلی کے باشندوں کے بچاؤ کے انتظامات میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کو اس بات کا ضرور اندازہ ہوگا کہ جب تک قوم کا ہر فرد دل سے اس کام میں مدد نہ دے اور باقاعدہ تنظیم نہ ہو اس وقت تک اس کام میں بہت کم کامیابی ہوگی۔

آپ نے سُنا ہوگا کہ رنگون پر پہلا ہوائی حملہ ہونے پر کثیر تعداد میں جانیں ضائع ہوئی تھیں اتنی بہت سی جانیں اس وجہ سے ضائع ہوئیں کہ دشمن نے ان مجمعوں پر بم گرائے جو گھروں سے باہر نکل کر ہوائی جہازوں کا تماشا دیکھنے سڑکوں پر آ گئے تھے۔ آپ خود اندازہ لگا سکتی ہیں کہ کھلی جگہ میں لوگوں کے کثیر مجمع پر بم گرنے سے کتنا شدید نقصان پہنچ سکتا ہے نیز یہ کہ کھلی جگہ میں آدمیوں کا یہ مجمع دشمن کے لئے کتنا اچھا نشانہ پیش کر سکتا ہے۔

آپ کو یقیناً دشمن کی بے رحمی برابر یاد رکھنی چاہیئے۔ آج شہری آبادی کے محفوظ رہنے کا کوئی سوال نہیں۔ دشمن تو جان لینے اور تباہی پھیلانے نکلا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ اسکی تباہ کاری کا شکار عورتیں یا بچے۔ لاچار بوڑھے یا لڑکے اور شہری باشندے ہو رہے ہیں یا جنگی سپاہی۔ اسکا مقصد سبھوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پھیلانا ہے اور بس۔ یاد رکھئے کہ یہی خوف صدہا برس سے شکست اور بے عزتی کا پیش خیمہ رہا ہے۔

ڈھائی سال تک جو لڑائی ہم سے بہت دُور معلوم ہوتی رہی اب ہمارے دروازہ پر آ گئی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم مل کر یہ طے کر لیں کہ عورتیں کیونکر ان بہادر مردوں کی بہترین طریقہ پر مدد کر سکتی ہیں جو دُنیا کے اس قدر کثیر حصوں میں ہمارے لئے جنگ کر رہے ہیں۔

ہوائی حملہ اور عورتوں کا فرض

جن لوگوں کو ابھی تک ہوائی حملوں سے سابقہ نہیں پڑا ہے ان کے لئے یہ اندازہ کرنا بہت مشکل ہے کہ یہ حملے کیا ہوتے ہیں۔ ان تمام مقامات پر جہاں جنگ کا سبز قدم پہنچ چکا ہے۔ عورتوں کو رات دن ہوائی حملوں سے سابقہ رہتا ہے اور اسی عالم میں اپنے روزانہ کے فرائض انجام دیتی رہتی ہیں۔ گویا ہوائی حملے انکی روزانہ زندگی کا جزو بن گئے ہیں۔ وہ انکی عادی ہو گئی ہیں اور جو پہلے ان کے نام سے ڈرتی تھیں اب وہی انکے غل شور اور خطروں پر دھیان بھی نہیں دیتیں۔ خطرہ کا الارم بجنے پر اب وہاں عام دہشت نہیں پھیلتی۔ سب معینہ جگہوں پر چلی جاتی ہیں اور سڑکیں ہوائی حملوں سے بچاؤ کا کام کرنیوالوں کے لئے خالی ہوتی ہے۔ زخمیوں وغیرہ کی دیکھ بھال آگ بجھانا اور ان افراد کو کھانا پانی پہنچانا شروع ہو جاتا ہے جن کے گھر برباد ہو جاتے ہیں۔

آج یہاں جو خواتین جمع ہوئی ہیں انکو اپنی زندگی میں بچپن میں یا اس کے بعد ایک آدھ دفعہ تو ضرور اس کا تجربہ ہوا ہوگا کہ خوف کیا شے ہے خوفزدہ ہونا فطری ہے اور ہم چاہیں بھی تو اس سے بچ نہیں سکتے۔ مگر ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ خوف کا مقابلہ ہمت سے کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس پر قابو پا لیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو ہم سب سے ممکن ہے

مادام چیانگ کائی شیک کا پیغام

آپ میں سے بعض خواتین نے ہندوستان کی معزز مہمان مادام چیانگ کائی شیک کی وہ تقریر



ایک روسی عورت جس نے اپنے لڑکے کے میدان جنگ میں جانے کے بعد اسکے کام کو سنبھال لیا ہے اس تصویر میں وہ ایک گیس پیدا کرنے والی موٹر گاڑی چلا رہی ہے



روس کی عورتیں جنگی مورچے پر جانے والے سپاہیوں کے لئے سامان تیار کر رہی ہیں

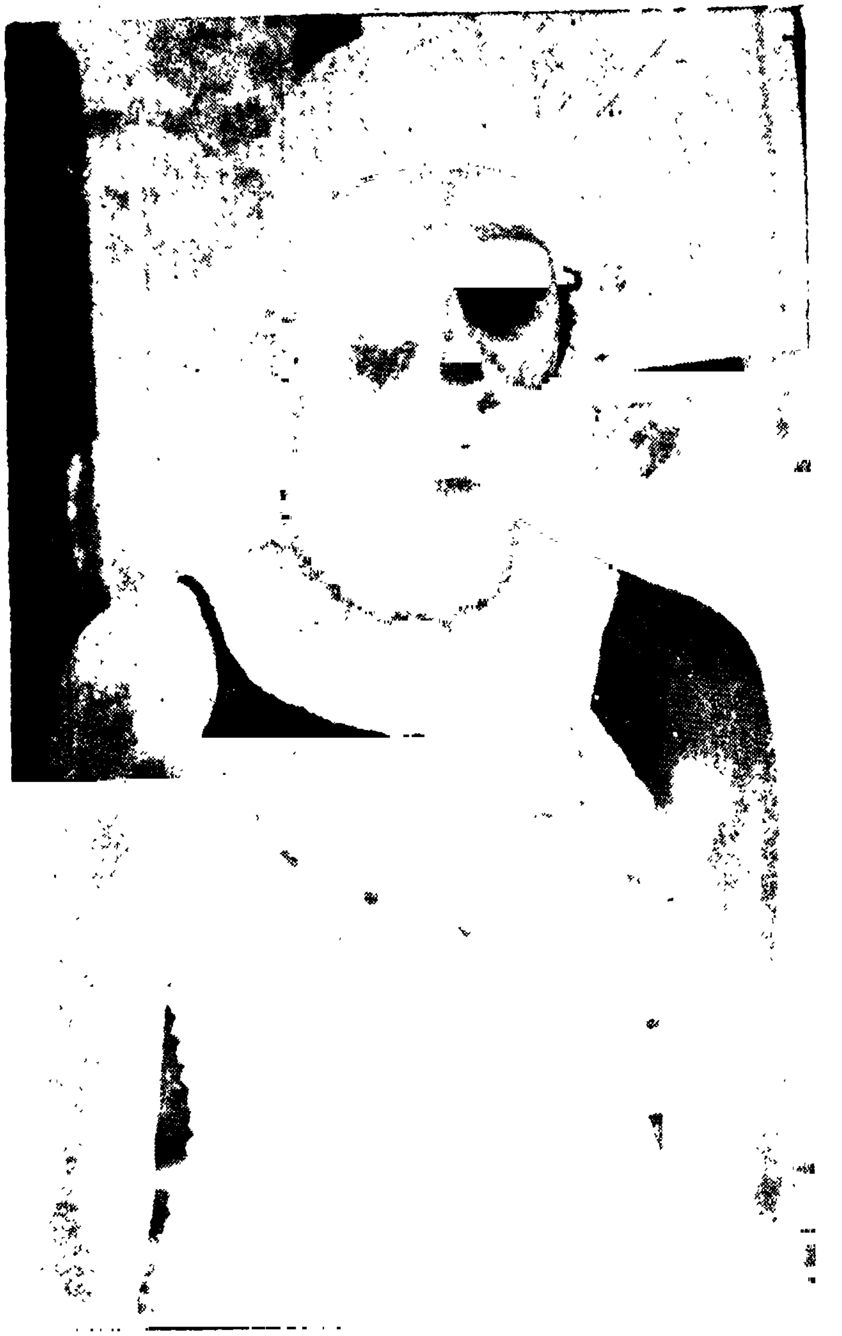
سنی ہوئی جو انھوں نے خواتین کے ایک جلسہ میں کی تھی اور جس میں انھوں نے ان مصائب اور خطرات کو بیان کیا تھا جو چین کے لوگ سات سال سے جاپانیوں کا مقابلہ کرنے میں برداشت کر رہے ہیں۔ دوسرے ممالک کی طرح اس ملک میں بھی کچھ لوگ ہیں جو دشمن کی طرف سے بالواسطہ یا بلا واسطہ کام کر رہے ہیں۔ بالواسطہ کام کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ وہ عمداً اس غرض سے افواہیں پھیلاتے ہیں کہ عوام کا اطمینان اور انکے دل سے فتح کا یقین جاتا رہے اور عام دہشت پیدا ہو جائے۔ یہ افواہیں پھیلانے والے تو ایک طرف آپ سب یقین کیجئے کہ وہ لوگ بھی اپنے ملک کے دشمن ہیں جو ایسی افواہوں کا اعتبار کر لیتے اور انھیں ایک سے دہراتے پھرتے ہیں اس طرح وہ اپنی حماقت سے دشمن کے ایجنٹ بن جاتے ہیں۔ دشمن تو ایسے ایجنٹوں کی تلاش ہی میں ہے جو اسکا پروپگنڈا کریں اور ایسے لوگوں کے کان میں زہریلی باتیں ڈالدیں جو ہر بات سننے اور یقین کرنے پر تیار رہتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ مادام چیانگ کائی شیک نے ہندوستانی عورتوں سے خبردار رہنے کو جو کہا تو وہ خالی خولی الفاظ نہیں تھے۔ وہ ایشیا کے نازیوں کو ان کے اصلی روپ میں دیکھ چکی ہیں وہ جانتی اور ٹھیک جانتی ہیں کہ یہ دشمن پرلے درجہ کا دغاباز اور ظالم ہے۔ یہ ایسا دشمن ہے جو رحم کا نام بھی نہیں جانتا اور عورتوں اور

بچوں تک سے بدلہ لیتا ہے۔ یہ ایسا دشمن ہے جس کے قول پر ذرا بھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایسا دشمن ہے جو مزید فتوحات حاصل کرنے اور مزید ملکوں کو غلام بنانے کے لئے دوستی کا پردہ استعمال کرتا ہے۔ جاپان کے بعض رہنما میٹھے میٹھے الفاظ سے ہندوستان کو پرچانے کی کوشش کرچکے ہیں۔ وہ "ایشیا اور ایشیا والوں کے لئے" کا راگ الاپتے ہیں جو بظاہر بہت دل خوش کن معلوم ہوتا ہے مگر ان کے ذہن سے یہ بات نکل جاتی ہے کہ چین اور ہندوستان ایشیا کے دو سب سے بڑی قومیں ہیں۔ چین جاپان سے ساڑھے چار سال سے تن تنہا جنگ کر رہا ہے اور اگرچہ اس کو انتہائی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اس کا بہت سا علاقہ بھی ہاتھ سے نکل گیا مگر وہ ہمت ہارے اور اپنا سر جاپانیوں کے سامنے جھکائے بغیر ان تمام تکلیفوں کو برداشت کرتا رہا اور برداشت کرتے رہنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔

آخری فتح کا یقین

جب ہم مسلسل ناکامیوں اور پسپائیوں کی خبریں سنتے ہیں تو ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ چین ساڑھے چار سال تک ناکامیوں اور پسپائیوں کی خبروں سے دوچار ہوتا رہا مگر ابھی تک اس کی ہمت ویسی ہی غیر متزلزل ہے اور آخری فتح پر اس کو اب بھی پورا پورا یقین ہے ہمکو بھی اسی طرح آخری فتح کا یقین رکھنا چاہیئے۔ آپ میں سے بعض نے دیکھا اور بعض نے سنا ہوگا کہ بہترین فولاد کن کن منزلوں سے گزرتا ہے اس کو انتہائی شدید حدت میں ڈالا جاتا ہے جو اس کو سیال بنا دیتی ہے اس سے نکلنے اور ہتھوڑوں کی سخت اور مسلسل ضربیں برداشت کرنے کے بعد وہ سخت سے سخت آزمائش پر پورا اترنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ہم ہندوستان کی عورتوں کو بھی ایسا ہی فولاد بن جانا چاہیئے آگ اور سخت ضربات کے اندر سے ہمیں بیخوف اور نڈر ہو کر نکلنا چاہیئے ہمیں اپنے میں اسی طرح یہ جوش اور ولولہ پیدا کرنا چاہیئے جیسے چین کی عورتوں نے کیا ہے۔ خدا کرے ہندوستان حملہ کی آفتوں سے بچا رہے اگر خدا نخواستہ مصیبت سر پر آجائے تو ہندوستانی عورتیں اپنی چینی بہنوں سے سبق حاصل کریں اور گھبراہٹ اور خوف میں مبتلا نہ ہوں۔ یاد رکھیئے کہ میں جب تک ہندوستان میں اپنے آپ کو آپ ہی میں سے ایک سمجھتی رہوں گی۔ اپنے دلوں کو ٹٹولئے اور دیکھئے کہ اس سخت وقت میں آپ نے اپنے ملک کی کیا خدمت کی ہے۔



کماری پرمیلا کھنا جنہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور کی تیراکی کے سالانہ مقابلہ میں انعام حاصل کیا

جنگ اور بچے

(از محترمہ تارا بہن مودک)

بچوں سے ساتھ جنگ کے متعلق بات چیت کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جنگ کے بارے میں ہر ایک گھر کا ماحول جدا جدا ہے۔ بچوں کی بات چیت میں اسکی جھلک نظر آتی ہے۔

ادھر بہت سے لوگ بمبئی چھوڑکر جا رہے ہیں۔ جب بچوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہے تو کوئی کہتا ہے "اب ہم سول کالج چھوڑ دیں گے۔ شو بہار (اسکول) بند کر دو جنگ شروع ہوں تو ہم اپنے وطن کو چلے جائیں"۔

دوسرا کہتا ہے "اب اس بمبئی میں کیسے رہ سکتے ہیں؟ ہم تو اب مارا جائینگے"۔

تیسرا کہتا ہے "ہاں، اب تو بمبئی پر بم گرنے والے ہیں۔ یہاں کوئی کیسے رہ سکتا ہے؟"

چوتھا کہتا ہے "ہمیں تو بہت ڈر لگتا ہے۔ سب کچھ جل جائیگا چور اور ڈاکو لوٹ لیجائیں گے۔ اب ہم کیا کریں گے؟"

دوسری طرف کچھ ایسے بھی نکلتے ہیں جو کہتے ہیں "ارے ہٹو، ہم کہیں نہیں جائینگے۔ ہم تو یہیں رہیں گے"۔

کوئی کہتا ہے "ڈر کی کیا بات ہے؟ ہمیں تو بالکل ڈر نہیں لگتا"۔ کوئی کہتا ہے "کیا کریں؟ جانا اچھا تو نہیں معلوم ہوتا لیکن اماں لیجاتی ہیں تو جانا پڑتا ہے"۔

مختصر یہ کہ گھر میں جس طرح کی باتیں ہوتی ہیں اور جیسا ماحول پیدا کیا جاتا ہے، اُس ویسا ہی اثر بچوں پر بھی ہوتا ہے۔ جہاں گھر کے لوگ مطمئن اور تندرست ہیں وہاں بچے بھی صحیح الدماغ ہیں۔ اور جہاں گھر والے خوفزدہ ہیں، گھر میں خوف و ہراس ہی کی باتیں کرتے ہیں اُس گھر کے بچے بھی خوفزدہ نظر آتے ہیں۔

زمانہ بہت ہی نازک ہے اگر جنگ ملک کے اندر آگئی اور دیہاتوں میں پھیل گئی تو حقیقتاً حالات خوفناک صورت اختیار کریں گے۔ آج کل کی جنگ میں فوجیں نہیں لڑتیں بلکہ عوام کو حیران و پریشان ہونا پڑتا ہے۔ مقابلہ میں ڈٹ کر ہتھیاروں سے لڑنے کے بجائے پینے کا پانی بند کرنے اور فصلیں وغیرہ جلا دینے کے بڑے بڑے ذرائعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں حقیقت ہونے پر بھی جب تک جنگ ہمارے دروازہ پر نہیں آجاتی ڈرنے اور گھبرانے سے کیا فائدہ؟

ہاتھ میں ہتھیار لیکر لڑنے جانے ہی میں بہادری کی ضرورت رہتی ہو یہ بات نہیں موجودہ جنگ میں دل کی مضبوطی اور امن قائم رکھنے میں کہیں زیادہ بہادری کی ضرورت رہتی ہے۔ آج ہمیں جو بڑے اور بزرگ کہلاتے ہیں اس طرح کی بہادری کا ثبوت دینا ہوگا۔ اسکی سخت ضرورت ہے۔

خصوصاً اپنے گھروں میں اور مدرسوں میں جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ہمارے ساتھ رہتے ہیں ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے کہ بچوں کے دل میں خوف یا گھبراہٹ پیدا ہو۔

اگر شہر چھوڑ کر گاؤں میں جانا ہو تو ضرور جایئے لیکن جاتے وقت گھبراہٹ کا ثبوت نہ دیجئے۔ مختلف قسم کی ایسی باتیں نہ کیجئے جن سے بچوں کے دل میں خوف پیدا ہو۔ نہ تو خود افواہیں پھیلایئے اور نہ کسی کی پھیلائی ہوئی افواہ کو سنکر گھبرایئے۔ اپنے بچوں کو گھبراہٹ میں ڈالے بغیر ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ وہی ہمیں کرنا بھی چاہیئے۔ حفاظت کے خیال سے ہم جو بھی کام کریں اُس میں خود پُر امن رہیں اور گھر کے سب لوگوں کو بھی پُر امن رکھیں۔

سچی مصیبت اور حقیقی آفت کے آنے سے پہلے ہی اگر ہم ہمت ہار کر بیٹھ گئے تو ایسے خطرہ کے وقت ہم کیا کر پائیں گے؟

ابھی ہمیں تیاری کا وقت ملا ہوا ہے۔ اس وقت اپنی ذہنی تیاری کر لینا ہے۔ یہ تو کل کی بات ہے ہماری دولت چلی جائے۔ گھر بار لٹ جائے، عزیز اقارب چھوٹ جائیں ہمیں خالی پیٹ رہنا پڑے تو بھی ہمیں بہادری کے ساتھ ان باتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ دل کو آج ہی سے اس بات کے لئے تیار رکھنا ہوگا۔



برطانیہ کی عورتیں اپنے ملک کی جنگ میں پورا پورا حصہ لے رہی ہیں۔ یہاں پانچ لڑکیاں ایک بمبار
ہوائی جہاز کے ڈھانچے پر کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں

فت ہمیں اسی ملتا ہے۔ اگر مرنا ہی ہے تو بہادروں کی طرح مریں۔ بزدلوں کی طرح وائے بلا بچانے سے کیا فائدہ ہے۔

ہم پر اپنے بچوں کی ذمہ داری ہے ہمیں خود آنے والے خطرہ کا ضبط و استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تیاری کرنی چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی اس کے لئے تیار کرنا چاہئے۔

ہمیں اپنے بچوں کو بتانا چاہئے کہ کس طرح ممالک غیر میں والدین وطن کے لئے جنگ میں مصروف ہو گئے ہیں کس طرح ان کے بچے سمندر پار دور دراز ممالک میں تنہا چلے گئے ہیں اور وہاں بغیر کسی خوف یا گھبراہٹ کے آرام کے ساتھ لکھتے پڑھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ بڑے ہو کر وہ کیسے کیسے بہادری کے کام کرینگے

آج جس قسم کی تیاری کرنے کا کام ہمارے آگے درپیش ہے وہ ایک بہت قیمتی کام ہے ہم اسے کر سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے ہمیں ویسی تیاری کرنے کا موقع ملا ہے فلپائنس کے ہوائی جزائر کی طرح کسی نے ہمارے اوپر اچانک حملہ تو کیا نہیں ہے جو زرین موقع ہمیں ملا ہے اسے اچھے سے اچھا فائدہ اٹھا لینا ہمارا فرض ہے۔

پھر یہ تیاری ایسی ہے جو کبھی بیکار نہیں جاتی ابھی تک ہمارا دل دنیا داری کی باتوں ہی میں اُلجھا رہتا تھا اب ہمیں موقع ملا ہے کہ ہم اُسے اُس طرف سے ہٹا کر کچھ اپنے متعلق سوچیں۔ ابھی تک ہم بہت زیادہ محفوظ رہنے کی عادت کے شکار تھے۔ اب ہمیں موقع ملا ہے کہ ہم ڈٹ کر ہر مصیبت کا مقابلہ کریں سادھو سنت کہتے ہیں کہ موت کے ڈنکے تو روز ہی بجتے ہیں لیکن ہم انھیں سن نہیں پاتے اب ہمیں خطرے کے بگل (سائرن) کی شکل موت کے حقیقی ڈنکے سننے کو ملیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اطمینان کے ساتھ اُنھیں سنیں اور اپنا کام کرتے چلیں ہمیں اپنی طاقت جمع کرنے کا یہ ایک سنہرا موقع ملا ہے اس جنگ کی اب تک کی تاریخ ہمیں کیا سکھاتی ہے؟ جنکے پاس خود اعتمادی اور اپنی طاقت تھی وہی اس میں ٹک سکے۔ جن کے پاس آلات حرب کی کمی نہیں تھی، مگر جو خود اعتمادی اور ہمت کو کھو بیٹھے تھے جن پر بزدلی اور خوف نے قبضہ کر لیا تھا وہ کہیں کے نہ رہے جو دل کو مضبوط کئے رہے اور جنھیں اپنے اوپر بھروسہ رہا وہی مقابلہ کر سکے

ابھی تو کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں خصوصیت کے ساتھ زیادہ خوفزدہ ہیں۔ وہی زیادہ خوف و ہراس کی باتیں کرتی ہیں، ڈر پھیلاتی ہیں اور اپنے بچوں کو ڈرنا سکھاتی ہیں۔

ہمارے ملک میں زمانہ قدیم سے مردوں نے ہتھیار باندھکر جنگ کے لئے کوچ کیا ہے اور خواتین نے اپنی ہمت و استقلال سے کام لیتے ہوئے جنگ میں ان کی امداد کی ہے۔ مردوں کو لڑنے کی ترغیب دینے اور ان کی ہمت برقرار رکھنے میں عورتوں نے زبردست حصّہ لیا ہے۔

اس جنگ میں بھی عورتوں کے سامنے یہی کام ہے۔ انکی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ خود ہمت نہ ہاریں مردوں کو ہمت نہ ہارنے دیں اور ایسی کوئی حرکت نہ کریں جس سے انکے بچوں میں بزدلی پیدا ہو۔

بچوں کو جنگ کی باتوں سے بالکل بے خبر رکھنا یا مصیبت کی کوئی جھلک ہی انھیں نہ دیکھنے دینا اور انھیں ہمیشہ محفوظ ہونے کا اطمینان دلاتے رہنا بھی ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ اچانک مصیبت کو دیکھکر انسان اور زیادہ گھبرا جاتا ہے اسے غیر معمولی صدمہ پہنچتا ہے بچے کو پہلے سے کوئی خیال نہ ہو اور یکایک وہ خوفناک دھماکا سنے تو ممکن ہے وہ پاگل ہو جائے۔

اس لئے معقول طریقہ سے بچوں کو ان باتوں سے باخبر رکھنا چاہئے لیکن یہ سب بغیر ڈرے اور بغیر ڈرائے ہونا چاہئے۔

بچوں کے دل نازک ہوتے ہیں پھر بھی انھیں قوت برداشت کافی ہوتی ہے اس طاقت کو بڑھا ہمارا فرض ہے۔

بڑوں پر آج اس کی بڑی ذمہ داری ہے اس لئے موجودہ موقع سے فائدہ اُٹھاکر ہمیں اپنے بچوں کو بزدل نہیں بلکہ بہادر اور طاقتور بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

والدین اور استادوں پر اس کی بڑی ذمہ داری ہے کیا ہم اپنی یہ ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔

جذبات صابر

از جناب صابر الہ آبادی

وہی ہے درد جو بڑھکر کبھی درماں نہیں ہوتا — تلاطم بحر میں جس سے ہو وہ طوفاں نہیں ہوتا
یہ وہ منزل ہے جس جا حسن ہی احساس ہستی ہے — غم دوراں بھی اس جا پر غم دوراں نہیں ہوتا
تغافل تو تغافل التفات حسن کیا کم ہے — خلش ہائے محبت کا کوئی عنواں نہیں ہوتا
فسانہ عشق کا سنکر ادھر اب حسن خود ہیں بھی — بظاہر مسکراتا ہے مگر شاداں نہیں ہوتا
شب مہتاب کا افسوں تصور کی صنم کاری — وہ عالم ہے کہ احساس غم ہجراں نہیں ہوتا
خود اپنے کو تو پا جانا بہت مشکل ہے الفت میں — یہاں پر آکے کھو جانا بھی کچھ آساں نہیں ہوتا
نہ جانے شام کی افسردگی کیا کہہ گئی گل سے — کہ باد صبح کے جھونکوں سے بھی خنداں نہیں ہوتا

کبھی بزم مسرت میں بھی رو دیتا تھا اے صابر — ہجوم غم میں بھی اب تو کبھی گریاں نہیں ہوتا

ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار

ماہ اپریل و مئی سنہ ۴۲ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ سارے صوبہ میں ربیع کی فصل کے سلسلے میں کام تیزی اور سرگرمی کے ساتھ ہوئے۔ محکمہ گاؤں سدھار نے طرح طرح کے زراعتی کاموں میں حصہ لیا۔ مثلاً کسانوں کو اس بات کی ترغیب دی گئی کہ وہ اصلاح شدہ فصلوں کو دیسی فصلوں سے علیحدہ رکھکر ان سے دانہ نکالیں۔ ترقی دادہ آلات کشاورزی کا مظاہرہ کر کے دکھایا گیا اور زندگی سدھار سوسائٹیوں کے ذریعے سوائی پر بیج قرض لینے والوں سے سوائی وصول کی گئی۔

ان زراعتی کاموں کے علاوہ جلسے کر کے زندگی سدھار سوسائٹیوں کی بنیاد مضبوط کرنے کی خاص طور سے کوشش کی گئی۔ اسکے ممبروں سے انکے چندے وصول کر کے سوسائٹی کی مالی حالت سدھاری گئی اور سوسائٹی کے منتظمین کو اس بات کی ہدایت اور تعلیم دی گئی کہ وہ مستقل طور پر تعمیری کاموں اور رسم و رواج کے متعلق کاموں میں مثلاً پرانے نقصان دہ رواجوں کے خلاف منظم ہو کر اسے بند کرانا، سماجی تقریبات میں اخراجات کو کم کرنا گاؤں میں کنوئیں گلیاں وغیرہ بنا کر اسے آرام دہ اور صاف ستھرا بنانا وغیرہ کاموں میں پورے طور پر حصہ لیں۔ اس مہینے میں ۱۷ زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔

بریلی اور میرٹھ کے حلقوں میں ۲۶۸ اور ۳۲۱ ایکڑ زمین تیار کی گئی۔ بریلی سرکل میں کچھ جھاڑیاں صاف کی گئیں جس سے تقریباً ۶۶ من ایندھن حاصل کیا گیا۔ پرانے پودے اطمینان بخش طور پر بڑھ رہے ہیں۔

اس مہینے میں ۲۱۷۷ کھاد کے گڈھے کھودے گئے اور جانوروں کا پیشاب جمع کرنے کے لئے ۱۹۷ گڈھے بنائے گئے ۵۱۹۸ بیمار مویشیوں کا علاج کیا گیا۔ انتھک محنت کے ذریعے دیہاتوں میں پھیلنے والی بیماریوں کو پھیلنے سے روکا گیا پھیلنے والی بیماریوں سے بچنے کے لئے ۲۰۰۴ ٹیکے لگائے گئے۔ ۱۵۰۵۶ مختلف بیماریوں کے مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۶۸ اشخاص کو فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی اور ۴۶ دائیوں کو ٹریننگ دی گئی۔ ۲۱۹۵ سوختہ گڈھے بنائے گئے اور ۲۰۱۰ روشندان دیئے گئے۔ زیادہ پھل اور ترکاری بونے پر زور دیا گیا۔ اس بارے میں خوب محنت کی گئی اور اس کا نتیجہ کافی اطمینان بخش ہوگا۔ اشیاء خوردنی فصلیں اور چارے وغیرہ زیادہ سے زیادہ بونے پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ اس اسکیم کے مطابق کام کرنے کے لئے محکمہ گاؤں سدھار نے بڑی محنت کی اور کسانوں کو ہر قسم کا مشورہ اور مدد دیکر اس کام کے لئے تیار کیا۔

گاؤں سدھار کے ہر ایک گاؤں میں بالغ اسکاؤٹوں کی بھرتی کے لئے زوردار پروپیگنڈہ کیا گیا۔ ۲۳۹ سیوادل منظم کئے گئے اور ۴۸۲۹ رضاکار اور آرگنائزر منظم کئے گئے۔ ۲۶۲۵ جلسے کئے گئے جن سے تعلیم و تربیت میں بڑی مدد ملی ۱۰۱ ڈرامے کھیلے گئے ۲۶۷ بھجن منڈلیاں گاؤں کے لوگوں کی تفریح کے لئے منظم کی گئی۔

چار پنچایت گھر بنائے گئے اور بہت سے بنائے جا رہے ہیں۔ ۲۷ نمونے کے گھر بھی بنائے گئے۔ ۱۷۲ اصلاح شدہ صنعتی تجربہ گاہوں سے لوگوں کو واقف کرایا گیا اور ۱۷۲ اشخاص نے صنعتی تعلیم حاصل کی۔

مئی

ربیع کی کٹائی کا کام ختم ہو جانے کی وجہ سے دیہات کے لوگ اس مہینے میں گذشتہ ماہ کی بہ نسبت زیادہ خوش و خرم نظر آتے تھے۔ سال کا یہ وہ زمانہ ہے جب کسان اپنی سال بھر کی محنت کا پھل پا کر مطمئن اور خوش حال نظر آتا ہے کاشتکاروں کی زندگی میں چستی اور سہانے موسم نے پرچار کے کام اور ٹھوس تعمیری کاموں کے لئے ایک تازہ جوش پیدا کر دیا تھا جسکا محکمہ گاؤں سدھار نے معقول استعمال کیا۔ زندگی سدھار سوسائٹیوں کے ذریعے ممبروں کو تقسیم کیا جانے والا بیج بڑی مستعدی کے ساتھ وصول کیا گیا۔ اس سلسلے میں بڑی کامیابی ہوئی۔

اس مہینے میں ۱۱۸ زندگی سدھار سوسائٹیاں منظم کی گئیں اور پہلے کی منظم ۲۶ سوسائٹیوں کی کوآپریٹیو ایکٹ کے مطابق رجسٹری ہوئی۔

حفظان صحت پر بہت زور دیا گیا۔ دواؤں کے ۵۸۹ خالی بکسوں کو پھر بھر دیا گیا اور موسمی بیماریوں کے ۵۵۳۳۳ مریضوں کا علاج آرگنائزروں نے اپنے بکسوں کی دواؤں سے کیا۔ ایسے رقبوں میں جہاں پھیلنے والی بیماریاں پھیلی تھیں ۹۸۹۴ ٹیکے لگائے گئے ۴۴۰۵ روشندان پرانے رہائشی مکانوں کے لئے دیئے گئے۔ ۲۵۲۹ سوختہ گڈھے بنائے گئے نہانے کے لئے ۱۷۴ احاطے بنے اور ۳۴۵۰ گز نالیاں گندہ پانی نکالنے کے لئے بنائی گئی دیہاتوں میں کام کرنے کے لئے ۳۶۳ دائیوں اور ۱۷۰۳ اشخاص کو فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ دی گئی۔

۳۴۸۱ عام جلسے ہوئے دیہاتی صنعتی اشیاء کی دو نمائشیں کی گئیں۔ ۱۱۱ ڈرامے کئے گئے ۲۳۱ بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں۔ اسکے علاوہ پبلسٹی کی گاڑیوں نے ضلعوں کا دورہ کیا اور گاؤں سدھار سنٹروں پر ٹھہر کر زراعتی اور صنعتی اشیاء کا میجک لالٹین کے ذریعے مظاہرہ کیا۔ گراموفون کے مفید گیت سنائے گئے افسران نے پبلسٹی

گاڑیوں کے ساتھ ساتھ رہ کر اہل دیہات کے سامنے مختلف موضوعات مثلاً زراعت خانگی صنعت وحرفت اور حفظان صحت وغیرہ پر تقریریں کیں۔ ۲۵۷۷۵ آرگنائزر ٹریننڈ کئے گئے اور ۱۹۸۱ سیوا دل بنائے گئے۔

کاشتکاروں کو ترغیب دی گئی کہ وہ زراعتی فارموں کی سڑی گلی چیزوں اور کوڑے کرکٹ سے کمپوسٹ کھاد تیار کریں اور اس کام کے لئے ۳۷۷۴ کھاد کے گڈھے از سر نو بنائے گئے۔ جانوروں کا پیشاب جمع کرنے کے لئے ۳۲۲۷ گڈھے بنائے گئے آبپاشی کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے بھی بدستور کام ہوتا رہا یعنی ۵۴ کنوؤں کی بورنگ ہوئی ۲۴ نئے کنوؤں کا کام اس ماہ میں ختم کیا گیا۔ کھیتی کے ۳۴۳۴ اصلاح شدہ آلات سے کسانوں کو آگاہ کیا گیا اور ۵۹ عمدہ نسل کے سانڈ بچھڑے پیدا کرنے کے لئے دیہاتوں میں تقسیم کئے گئے۔ ۸۰۰ سے زیادہ کمزور سانڈوں کو آختہ کیا گیا اور حیوانات کے ڈاکٹروں سے مشورے کرکے آرگنائزروں نے ۴۹۰۶ بیمار مویشیوں کا علاج کیا۔ پھلوں کے ۳۱۹ درخت لگائے گئے۔ زیادہ غلّہ اور ترکاریاں اور چارہ پیدا کرنے کی اسکیم پر خوب زور دیا جا رہا ہے اور کسانوں پر اسکا کافی اثر پڑ رہا ہے۔

۱۶ پنچایت گھر بنائے گئے اور بہت سے زیر تعمیر ہیں۔ ۹۷ نمونے کے گھر بھی بنائے گئے۔

قطعہ

نمود شاخ گل تمہید ہے کلیوں کی آمد کی
کلی جب پھول بنجاتی ہے تو مرجھا ہی جاتی ہے،
سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے عین فطرت ہے،
مگر میں کیا کروں دل پر اداسی چھا ہی جاتی ہے

(از جناب مرزا منیر)

نفاق

(دیپک)

آنکھوں سے ٹپک رہے ہیں آنسو ... دل غم سے فگار ہو گیا ہے
بھائی ہے کہ بھائی کا ہے دشمن ... بیٹا ہے کہ باپ سے جُدا ہے
کچھ بس ہے بھرا ہوا دلوں میں ... کچھ بس میں بھری ہوئی ہوا ہے

رُسوائے زمانہ ہیں تو ہم ہیں
دُنیا میں فسانہ ہیں تو ہم ہیں

منجدھار میں ہے ہماری کشتی ... ہے دُور ابھی بہت کنارا
پھر بھی ہمیں صلح سے ہے نفرت ... پھر بھی ہمیں پھوٹ ہے گوارا
ہم کو تو نفاق نے ڈبویا ... آپس کی عداوتوں نے مارا

دل چاک ہوا کلی کلی کا
برہم ہے نظام زندگی کا

(پنچایت)

لیچی کو کولڈ اسٹوریج میں رکھنے کی بابت جانچ پر ایک نوٹ

از مسٹر جی۔ ایس۔ چیما۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ آئی۔ اے۔ ایس اور ڈی۔ وی کارمارکر۔ ایم۔ ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ اے۔ آئی۔ ای۔ ایس سی کولڈ اسٹوریج ریسرچ اسکیم کرکی

لیچی جنوبی چین کا ایک پھل ہے جہاں یہ کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور باہر بھیجنے کے لئے ڈبوں میں بند کی جاتی ہے۔ ہندوستان۔ لنکا اور منطقہ معتدلہ کے ویسٹ انڈیز کے جزائر میں اسکی کاشت ابھی کچھ عرصہ ہوا کہ شروع ہوئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بنگال میں اسکی کاشت اٹھارھویں صدی کے ختم پر شروع ہوئی تھی (پوپینو ۱۹۲۳ء) ہندوستان کے کچھ حصوں میں لیچی آم کے بعد بہترین فصل سمجھی جاتی ہے۔ یہ خاص طور سے صوبہ بنگال میں ناریا۔ برامپور۔ ہگلی۔ راج شاہی اور مالدا میں اور صوبہ متحدہ میں سہارنپور۔ دہرہ دون۔ فیض آباد۔ اعظم گڈھ۔ بلیا اور گورکھپور میں پیدا ہوتی ہے۔ صوبہ بہار میں بھی اس کی کاشت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیچی کی بہت سی قسمیں ہیں جیسے شروع فصل میں پکنے والا ابھی دانہ۔ شروع فصل میں پکنے والی شرش بڑی لیچیاں کلکتیا۔ ساہی۔ آخر فصل میں پکنے والا ابھی دانہ، بمبیا اور دیسی۔ بنگال میں یہ پھل ۳ آنہ سے لیکر ۸ آنہ سیر (۲ پونڈ) تک بکتا ہے اور صوبہ متحدہ میں آٹھ آنہ سے لیکر ڈیڑھ روپیہ تک فی سیکڑا کے حساب سے بکتا ہے۔ ان قیمتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ فصل فائدہ مند ہے۔ جتنے ایکڑوں میں لیچی کی کاشت ہوتی ہے اور جس مقدار میں وہ بیچی جاتی ہے انکے اعداد نہیں مل سکتے ہیں کچھ سال ہوئے کہ صوبہ بمبئی کے ضلع سورت کے جنوبی حصہ میں بھی اس کے کچھ پودے لگائے گئے ہیں۔

پکی لیچی کے اوپر ایک چھلکا ہوتا ہے جو گہرے سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔ اس اوپری سخت چھلکے کے اندر کا گودا سفید اور مسقط کے انگور جیسا ہوتا ہے۔ ہوائی میں ایک تازی لیچی کے تجزیہ (جگنس ۱۹۱۷ء) سے پتہ چلا کہ اس کے گودے میں ۹۲ر۲۰ فیصدی ٹھوس جز۔ ۵۴ر۰ فیصدی فضلا ۱۶ر۱ فیصدی تیزاب ۱۵ر۱ فیصدی پروٹین اور ۳ر۱۵ فیصدی شکر ہوتی ہے۔ ایک دوسرے تجزیہ سے معلوم ہوا کہ پھل کے وزن میں ۳۰ر۱۷ فیصدی بیج ۸۶ر۰ فیصدی چھلکا اور ۱۵ر۵ فیصدی گودے کا وزن ہوتا ہے۔ ہندوستان کی طرح کھانے کی چیزوں میں جن کی بابت گھوش اور گوپالے جانچ کی ہے (۱۹۲۵ء) لیچی میں سب سے زیادہ وٹامن ”سی“ پایا جاتا ہے۔ کولڈ اسٹوریج میں آزمائش کے لئے اس نوٹ کے لکھنے والوں نے جس پھل کو استعمال کیا تھا اور جس کی رپورٹ بعد میں درج ہے اسکے تجزیہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اسکے وزن میں ۲۵ فیصدی بیج ۰ فیصدی چھلکا اور ۰۰ فیصدی گودے کا وزن تھا۔

لیچی کے پھل کا بازار اسوقت گرنا شروع ہو جاتا ہے جبکہ اس کے چھلکے کا گہرا رنگ جاتا رہتا ہے۔ لہذا یہ بہت ضروری ہے کہ چھلکے کے رنگ کو برقرار رکھا جائے تاکہ اسکی پوری قیمت وصول ہو۔ وہ مشاہدات جو جگنس نے کئے ہیں (۱۹۱۷ء) ان سے معلوم ہوا کہ لیچی کو قریب قریب دو ہفتہ تک کشید کئے ہوئے پانی میں رکھا جا سکتا ہے اگرچہ اس کی شکل اور خوشبو میں کچھ خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ جگنس کی رائے میں لیچی کو ایک مقررہ مدت تک اصلی حالت میں رکھنے کا سب سے اچھا طریقہ ریفریجریٹر میں رکھنے کا ہے۔

میک گیور (۱۹۲۹ء) نے رپورٹ دی ہے کہ لیچی معمولی حرارت میں دو تین ہفتوں تک بہت اچھی طرح سے رہتی ہے اور اسکی خوشبو میں کسی قسم کی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ حالانکہ پھل کا گہرا سرخ رنگ جاتا رہتا ہے جو پھل ریفریجریٹر میں رکھے گئے تھے ان کے دیکھنے سے پتہ چلا کہ ان کے رنگ یا خوشبو میں پندرہ دن تک جبکہ وہ اسٹوریج میں رکھے تھے کوئی فرق نہیں ہوا میک گیور نے یہ بھی بتایا کہ جس گاڑی میں یہ پھل تجربہ کے لئے باہر بھیجا جائے اسکا درجہ حرارت ۴۰۔ ۴۵ ڈگری فیرن ہائٹ ہونا چاہئے

بوائز اور دوسرے لوگوں نے (۱۹۳۳ء) رپورٹ دی ہے کہ جنوبی افریقہ سے جو تھوڑی سی لیچی باہر کے ملکوں کو بھیجی گئی وہ بہت جلد اچھی قیمتوں پر بک گئی۔ لیکن پھل بہت زیادہ خراب ہو گئے تھے۔ لیچی کو کولڈ اسٹوریج میں رکھنے کی مدت اور درجہ حرارت کے متعلق واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے اسکو اسٹوریج میں رکھنے کی آزمائش شروع کی گئی۔ لگاتار تین بار کے توڑے ہوئے پھلوں کو ۳۱-۳۴-۳۷ اور ۴۰ ڈگری فیرن ہائٹ کے درجہ حرارت میں تین ہفتے تک اسٹوریج میں رکھا گیا پہلا توڑا ہوا پھل جو کہ عام پھلوں کے مقابلہ میں ذرا کم پکا تھا کولڈ اسٹوریج کے ٹمپریچروں میں بہت اچھی حالت میں رہا۔ یہ پھل کولڈ اسٹوریج سے نکالنے کے بعد ۲۵ دن تک اچھی حالت میں رہا۔ جب یہ پھل کولڈ اسٹوریج میں رکھا گیا تھا تو بہت کھٹا تھا اور اس میں کوئی خوشبو نہ تھی۔ اسٹوریج کے دوران میں یہ پھل اس حالت میں رہا۔ دوسری بار یا نصف فصل کا توڑا ہوا پھل اسٹوریج میں خاص کر ۳۱ ڈگری ایف اور ۳۴ ڈگری ایف کے درجہ میں بہت اچھی حالت میں رہا۔ سب ٹمپریچروں میں اس پھل کی خوشبو بہت اچھی رہی تیسری بار یا آخری فصل کا توڑا ہوا پھل اسٹوریج کے ٹمپریچروں کو برداشت نہ کر سکا۔ زیادہ ٹمپریچر کی صورت میں اسکے چھلکے پر پھپھوندی لگ گئی اور اسٹوریج کے ٹمپریچروں پر اس میں اندرونی خرابی پیدا ہو گئی۔ مصنفین اس نتیجہ پر پہنچے کہ کولڈ اسٹوریج میں لیچی بالکل نہیں پکتی۔ اسلئے انھوں نے یہ صلاح دی کہ کولڈ اسٹوریج میں رکھنے کے لئے لیچی اس وقت توڑی جائے جب اس میں خوشبو آ جائے۔

صوبہ متحدہ۔ بنگال اور بہار میں خاص کر تجارتی اہمیت اور برآمد کے امکانات کے سبب کولڈ اسٹوریج ریسرچ اسکیم کرکی کے پروگرام میں لیچی کو لڈ اسٹوریج میں رکھنے کی بابت آزمائش کو شامل کیا گیا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں ابتدائی کولڈ اسٹوریج کی آزمائش کے لئے صوبہ بہار میں مظفرپور سے ساہی قسم کی پکی لیچی منگائی گئی تھی یہ پھل بانس کی ٹوکریوں میں اور ریفریجریٹر میں لایا گیا۔ جو پھل ریفریجریٹر میں تھے ان کو لانے میں نسبتاً کم نقصان ہوا۔ پھلوں کو چنا گیا اور اچھے اچھے پھل ۳۰۔ ۳۵ اور ۴۰ ڈگری ایف

کے درجہ حرارت میں کولڈ اسٹورج کے خانوں میں رکھ دیئے گئے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ پھل کا سُرخ رنگ اوپر بتائے ہوئے ٹمپریچروں پر دھیرے دھیرے بدل کر بھورا ہوگیا اور چھلکا زیادہ سخت ہوگیا جو گودے سے آسانی کے ساتھ الگ کیا جا سکتا تھا۔ ۳۰ اور ۳۵ ڈگری ایف کے مقابلہ میں ۴۰ ڈگری ایف پر اسکا رنگ زیادہ تیزی کے ساتھ بدلا اور ۳۰۔۳۵ ڈگری پر چھلکے کا سرخ رنگ قریب ایک ہفتہ تک ویسا ہی رہا۔ چھلکے کا رنگ بدلنے کا اثر صرف ظاہری شکل پر ہوا لیکن گودے پر اسکا کوئی خراب اثر نہیں پڑا۔ ان تین ٹمپریچروں پر پھل اچھی حالت میں قریب دو مہینہ تک رہا۔ (پلیٹ ۱)

پھل کو مومی کاغذ میں لپیٹنے اور اسکے چھلکے پر موم کی ہلکی سی پرت چڑھانے کے اثر کی بھی جانچ کی گئی۔ جس سے یہ پتہ چلا کہ دونوں طریقوں میں چھلکے کا سرخ رنگ بھورا ہوگیا بہرحال لیچی کے چھلکے کے سُرخ رنگ کو قائم رکھنے کا سوال پھلوں کی تجارت میں اس قدر اہم ہے کہ اسکے متعلق مزید جانچ ضروری سمجھی جاتی ہے۔

مومی کاغذ میں لپیٹے ہوئے پھل اور بغیر لپیٹے ہوئے پھل کے وزن میں جو کمی مختلف ٹمپریچروں پر کولڈ اسٹورج میں رکھنے کے دوران میں ہوئی اسکو معلوم کیا گیا۔ مومی کاغذ میں نہ لپیٹے ہوئے پھل کے مقابلہ میں لپیٹے ہوئے پھل کا وزن کم گھٹا۔ اسٹورج میں رکھنے کے پہلے چار ہفتوں تک اسٹورج کے تینوں ٹمپریچروں پر وزن میں کمی قریب قریب برابر رہی۔

خلاصہ

کولڈ اسٹورج ریسرچ اسکیم کرکی نے لیچی کے پھل کو کولڈ اسٹورج میں رکھنے کا جو ابتدائی تجربہ کیا اور جسکی مالی امداد امپریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ نے کی اسکے نتیجہ سے معلوم ہوا کہ پکی لیچی ۳۰۔۳۵ اور ۴۰ ڈگری ایف پر قریب دو مہینہ تک اچھی حالت میں رکھی جا سکتی ہے۔ اوپر کے چھلکے کا سرخ رنگ اسٹورج کے دوران میں بھورا ہو جاتا ہے اگر تازہ پھلوں کی تجارت میں کولڈ اسٹورج کارآمد ثابت نہ بھی ہوا تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بند ڈبوں کی لیچی کی تجارت میں اگر کولڈ اسٹورج کی سہولتیں مہیا کی گئیں تو اس تجارت کو فائدہ ہوگا۔

اسٹورج کے دوران میں لیچی کے وزن میں جو کمی ہوئی اس کا حساب (وزن میں فیصدی نقصان)

اسٹورج میں رکھنے کی مدت	۳۲ ڈگری ایف		۳۵ ڈگری ایف		۴۰ ڈگری ایف	
	بغیر لپٹا ہوا	مومی کاغذ میں لپٹا ہوا	بغیر لپٹا ہوا	مومی کاغذ میں لپٹا ہوا	بغیر لپٹا ہوا	مومی کاغذ میں لپٹا ہوا
۸ دن	۶ر۸	۲ر۸	۶ر۲	۲ر۷	۶ر۴	۳ر۰
۱۵ ؍	۸ر۶	۴ر۵	۸ر۹	۴ر۶	۸ر۴	۵ر۳
۲۲ ؍	۱۰ر۰	۶ر۳	۱۰ر۸	۵ر۹	۱۰ر۶	۷ر۳
۲۹ ؍	۱۱ر۹	۸ر۳	۱۲ر۷	۷ر۳	۱۲ر۷	۸ر۸
۳۶ ؍	۱۳ر۵	۱۰ر۱	۱۴ر۶	۹ر۴	۱۴ر۷	۱۰ر۴
۵۰ ؍	۱۶ر۳	۱۳ر۵	۱۹ر۰	۱۱ر۸	۱۹ر۷	۱۵ر۷
۶۴ ؍	۱۹ر۳	۱۶ر۹	۲۳ر۱	۱۵ر۲	۲۵ر۱	۲۲ر۱

سیمل لکڑی کے حرفتی استعمال

آجکل سیمل لکڑی کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ یہ یہ نرم اور ہلکی ہوتی ہے اور زیادہ تر پیکنگ کے صندوق اور دیاسلائی کی ڈبیاں بنانے کے کام آتی ہے۔ جنگلاتی تحقیقاتی ادارہ دہرہ دون نے ایک رسالہ شائع کیا ہے جس کا مقصد ان لوگوں کو امداد دینا ہے جو سیمل لکڑی کی کاشت اور پیداوار سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

گذشتہ چند برسوں میں ہندوستانی حرفت میں سیمل کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے اور ملک کے اکثر حصوں میں اس وقت اس لکڑی کی مانگ اسکی مہیا شدہ مقدار کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

سیمل عام طور پر تو پیکنگ کے صندوق اور دیاسلائی کی ڈبیاں بنانے ہی کے کام آتی ہے مگر اس کے علاوہ وہ ان کاموں کے لئے بھی موزوں ہے۔ کھپچیاں بنانا۔ کنوؤں کے اندر لکڑیاں لگانا۔ چھت میں تختے لگانا۔ تابوت بنانا خندقوں کے تختے تیار کرنا۔

اس لکڑی کی ایک بڑی مقدار چائے کے صندوقوں کی تجارت میں استعمال کی جاتی ہے۔ اس لکڑی کو چائے کے ان صندوقوں کے اندر استعمال کیا جاتا ہے جو پرت دار لکڑی سے تیار کئے جاتے ہیں۔

اس کی پھلی میں سے کچے ریشم کا سا مادہ نکلتا ہے جو زیادہ تر ریشمی روئی یا "کیپک" کے نام سے مشہور ہے یہ جاوا کے "کیپک" سے زیادہ اچھا ہوتا ہے اور سخت استعمال سے خراب نہ ہونے میں تقریباً اسکے برابر ہے۔ یہ خونی "لائف بیلٹس" کی تیاری میں اہمیت رکھتی ہے۔ یہ کچے ریشم کا سا مادہ گدوں اور صوفوں وغیرہ میں بھرنے، زخموں کی مرہم پٹی، تہدار کپڑوں لحافوں اور ریفریجریٹروں کے سلسلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

سیمل کی گوند جو "موچرس" کہلاتی ہے ہندوستان کی عام دوا ہے جو ہر جگہ بازار میں ملتی ہے۔ وہ قابض ہوتی ہے اور دستوں پیچش اور کثرت حیض کے مرضوں میں استعمال کرائی جاتی ہے آسام میں اسے لنگر بنانے کے کرھاڈیہ اسکی درزبندی کے لئے راکھ اور ارنڈی کے تیل کے ساتھ ملاکر لگاتے ہیں۔

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

باندہ کوآپریٹو کانفرنس

ایک کوآپریٹو گروپ کانفرنس محمد سعید احمد صاحب زیدی کی صدارت میں ہوئی۔ کانفرنس میں کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے تھے۔ کانفرنس کا پنڈال امداد باہمی کے متعلق پوسٹروں اور چارٹوں کے ذریعے سجایا گیا تھا۔ اس میں مختلف محکموں کے مثلاً محکمہ زراعت، محکمہ گاؤں سدھار، محکمہ علاج حیوانات اور محکمہ صحت عامہ میونسپلٹی کے نمائندے شریک تھے۔ اسکے علاوہ شہر کے باشندے اور کچھ دوسری قرضہ سوسائٹیوں کے نمائندے بھی آئے تھے۔

گھی سپروائزر نے اپنی جامع رپورٹ میں سرکل کی گھی سوسائٹیوں کی عام حالت پر تبصرہ کیا اور مزید اصلاحات کے لئے تجاویز پیش کیں۔ سرکل افسر مسٹر بھگوتی پرساد دیشیر نے گروپ کانفرنس کرنے کا مقصد بتلایا اور حاضرین کو ہدایت دی کہ جو کچھ اجلاس میں کہا گیا ہے اُس کو آپ سمجھیں اور عمل کریں۔

حیوانات کے ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں مویشیوں کو بیماریوں سے بچانے کی تدابیر اور انکو تندرست و طاقتور رکھنے کے طریقے بتلائے۔ مسٹر میسی نے ایک نہایت دلچسپ تقریر کی جس میں موصوف نے زچہ بچہ کو تندرست رکھنے کے طریقے بتلائے۔ انسپکٹر صفائی نے بہت سی پھیلنے والی بیماریوں کو روکنے اور دیہاتوں کو صاف ستھرے رکھنے کے طریقے بتلائے۔ گاؤں سدھار کے آرگنائزر نے بہت دلچسپ جنگی ترانا گایا اور مسٹر پانڈے کی بالغان کی تعلیم کے طریقہ کو سمجھایا۔ اُنھوں نے دیہاتیوں سے زوردار اپیل کی کہ وہ اصلاحی محکموں کی طرف سے دیجانیوالی سہولتوں سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں۔ محکمہ زراعت کے سپروائزر نے اچھی کھیتی کرنے کے بہت سے طریقے بتلائے اور زیادہ غلہ پیدا کرو، کی تحریک کے سلسلہ میں اچھی اچھی تجویزیں پیش کیں۔ سرکل افسر صاحب نے حکومت کی جنگی کوششوں کو بڑھانے کی اپیل اور محافظ دیہات جماعتوں کی اسکیم کو سمجھایا۔ نیز یہ بھی کہا کہ محافظ دیہات جماعتوں کی تنظیم خانگی دفاع کے لئے بہت ضروری ہے۔

اسکے بعد مختلف سوسائٹیوں کے پنچوں کی تقریریں ہوئیں اور کئی اہم تجاویز بھی منظور کی گئیں۔ تجاویز اچھا گھی بنانے کے وسائل، گھی میں آمیزش کرنے پر سخت سزا، باہمی تنازعات کا آپس پر تصفیہ کرنا، زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تحریک کی توسیع اور محافظ دیہات جماعتوں کے قیام سے متعلق تھیں۔

اچھے اچھے آلات زراعت، بیجوں اور کیسر پٹیز جو محکمہ زراعت سے مل گئے تھے، کے مظاہرہ کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ گنی کشیدہ کاری کے نمونے کڑھاؤ اور بُنائی کے نمونے بھی نمائش کے لئے رکھے گئے۔

اچھوتوں کی اصلاح

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کام

کچھ دن ہوئے یوپی کی بڑی میونسپلٹیوں کے چیرمینوں کو جناب ایس۔ ایس۔ حسن۔ آئی سی ایس، رجسٹرار محکمہ امداد باہمی نے ایک خط میں لکھا تھا کہ انکو مہتروں اور دیگر معمولی تنخواہ کے ملازمین کی کوآپریٹو سوسائٹیاں بنانی چاہئیں ادھر کئی جگہ ایسی سوسائٹیاں بنائی جا چکی ہیں۔

گذشتہ تین سال میں حکومت سے ۱۴۰۰۰ روپئے کوآپریٹو سوسائٹیوں کو اچھوتوں کی اصلاح کے لئے ملے تھے۔ اس سے متھرا، آگرہ، دہرہ دون، ہردوئی، گورکھپور، الہ آباد اور فیض آباد کے ضلعوں میں سوسائٹیوں کی تعداد بڑھائی گئی۔ سوسائٹیوں کو قائم رکھنے کا کام بنارس، ہردوئی، پرتابگڈھ، سہارنپور اور بستی میں بھی کیا گیا ہے۔

اچھوتوں کی اصلاح کا کام کم سود پر قرض دینے کا اتنا نہیں ہے جتنا کہ ان میں کفایت شعاری کی عادت ڈالنے، شراب و دیگر منشیات سے بچانے اور بُری عادتوں سے نجات دلانا ہے ساتھ ہی ساتھ ان میں اپنی زندگی کو کوآپریٹو اصول پر بہتر بنانے کا شوق پیدا کرنا ہے۔

متھرا کی ۲۲ سوسائٹیوں کا خاص کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو کفایت شعار بنائیں۔ یہ تجویز بھی منظور ہوئی ہے کہ ہر ایک ۱۱ روپئے کی بیگی پر چار آنے کاٹ کر ممبر کے حساب میں جمع کر دیئے جائیں۔

گورکھپور میں ۷ سوسائٹیوں نے یہ ذمہ لے رکھا ہے کہ ممبروں کو ہر ایک مہینے میں کھانے پینے کا سامان سوسائٹیوں کے ذریعے مل سکے گا۔ بر ہج۔ این۔ ای۔ ڈپریسڈ کلاس امپلائز سوسائٹی نے ایک فہرست بنائی جس کے مطابق خرچ کرنے سے ممبروں کو ضروری کپڑے، کھانے کی چیزیں روشنی اور جلانے کے لئے سامان اپنی آمدنی کے اندر ہی ملنا ممکن ہے۔

ممبروں کے گھروں کی حالت سدھارنے کے لئے روشندان کھلوانے، نئی جھونپڑیوں، کنوئیں اور نالیاں وغیرہ بنوانے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ سرکاری گرانٹ کے دس ہزار روپئے اچھوتوں کی معاشرت کی اصلاح کے لئے ہیں۔

لکھنؤ کوآپریٹو ملک یونین

ملک یونین کے سکریٹری رائے صاحب گوپال لال نے یونین کی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک میں عوام کو تازہ اور عمدہ دودھ اور ڈیری کی دیگر اشیاء ملنا اگر غیر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ابھی تک گاؤں کی ڈیری اور شہر میں دودھ کی مانگ کے سلسلے کو پوری طرح کامیاب بنانے کی تدابیر کامیاب نہیں ہوسکیں۔ اسکا سبب یا تو یہ ہے کہ دودھ دینے والے کو پورے دام نہیں ملتے یا دودھ پینے والو کو معقول دام پر عمدہ دودھ نہیں ملتا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ۱۹۳۸ء میں لکھنؤ میں دودھ کی کوآپریٹو یونین قائم کی گئی تھی۔ اس یونین کے ماتحت ضلع کی کئی سو سائٹیاں ہیں۔ لکھنؤ کے ڈپٹی کمشنر مسٹر لیوس لائڈ کی صدارت میں یونین کا سالانہ اجلاس ہوا۔

یونین میں ۱۵ سے ۲۵ میل تک کے فاصلے کے دیہاتوں سے دودھ آتا ہے۔ سائنٹفک طریقے

سے گرم ہونیکے بعد دودھ لوگوں کے گھروں پر پہنچایا جاتا ہے ضلع کے اندر دو سنٹر دودھ کے بھیجنے کے لئے رکھے گئے ہیں ان دونوں مقامات پر ایک ایک دودھ جمع کرنیکے سنٹر بھی کھولے گئے ہیں۔ یہ سنٹر سڑک پر ہیں اور ان میں ۸ میل کے اندر جو گاؤں ہیں اُن سے دودھ آتا ہے وہاں سے دودھ تانگے یا موٹر میں بھر کر لکھنؤ آتا ہے۔ یونین گاؤں کے دودھ دینے والوں کو سستے سود پر روپیہ قرض دیتی ہے۔ تاکہ وہ عمدہ نسل کے اچھے دودھ دینے والے جانور خرید سکیں۔ قرض کی رقم دودھ کی قیمت میں سے تھوڑی تھوڑی کر کے کاٹ لیجاتی ہے یونین مویشیوں کی تعداد بڑھانے کے لئے عمدہ نسل کے سانڈ کرنل امپیریل کیٹل بریڈنگ فارم سے مفت منگا دیتی ہے۔ دودھ میں پانی اور کسی چیز کی آمیزش کو روکنے کے لئے ایک ہی جگہ پر دودھ دوہنے کا طریقہ بھی کام میں لایا جاتا ہے۔

منوراکالپی کانفرنس

موضع منوراکالپی، ضلع جالون میں ایک سجے ہوئے شامیانے کے اندر بڑی شان کے ساتھ ایک گروپ کانفرنس ہوئی جسکی صدارت مسٹر رام سنیہی گپتا نے فرمائی۔ علی الصباح امداد باہمی کے گیتوں کے ساتھ ایک پربھات پھیری ہوئی۔ کانفرنس میں ۶ سوسائٹیوں نے حصہ لیا اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں کے علاوہ گردونواح کے دیہات کے لوگ بھی موجود تھے ممبروں کو تبلایا گیا کہ وہ اپنی پیداوار بینک کے ذریعے تھوک فروخت کر کے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں اسکے ساتھ یہ بھی تبلایا گیا کہ غلہ کی زیادہ پیداوار اچھے بیج اور اچھے آلات استعمال کرنے سے ہو سکتی ہے آبپاشی اور بچوں کے لئے مدرسے قائم کرنیکے متعلق تجاویز منظور ہوئیں۔ کھلے میدان میں کشتی بھی ہوئی اور کامیاب پہلوانوں کو انعام دیئے گئے۔

پچوکھرا گروپ کانفرنس

موضع پچوکھرا ضلع جالون میں ایک کامیاب گروپ کانفرنس ہوئی۔ اس میں ایک ہزار سے زیادہ ممبران اور غیر ممبران شریک ہوئے اسکی صدارت راجہ صاحب رامپورہ نے فرمائی۔ موصوف نے تحریک سے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ ریاست رامپورہ کا اسٹاف بھی موجود تھا۔ کانفرنس میں محکمہ زراعت اور نہر کے نمائندے بھی شریک تھے۔

سرکاری افسران اور دیگر معزز اصحاب نے محکمہ امداد باہمی کے کاموں پر روشنی ڈالی۔ کوآپریٹو اسٹاف نے تبلایا کہ صنعت وحرفت کفایت شعاری اور زندگی سدھار کا کام کس طرح دیہاتوں میں کامیابی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور یقین دلایا کہ وہ اہل دیہات کی خدمت کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے۔ ممبروں کو کوآپریٹو اصول پر غلہ فروخت کرنے کے فوائد بھی تبلائے گئے۔

کانفرنس میں کئی پروگرام تھے اور بہت سے کھیل کود بھی ہوئے راجہ صاحب کے ذریعہ تقسیم انعام کے بعد کانفرنس کی کارروائی ختم ہوئی۔

جسونت نگر کوآپریٹو کانفرنس

سال گذشتہ کی طرح اس سال پھر جسونت نگر سرکل کی سوسائٹیوں کی سالانہ گروپ کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس سرائے بھوپتی میں کی گئی۔ دن کو سب سے پہلے ایک نمائش ہوئی جسمیں گاؤں کی لڑکیوں کی بنائی طشتریاں تھیلے اور دیگر دستکاری کے نمونے اور ہاتھ کے بنے ہوئے قالین دکھلائے گئے۔ ایک مویشیوں کی نمائش بھی ہوئی جس میں بہت سی تندرست اور عمدہ نسل کی گائیں دکھلائی گئی تھیں۔

شام کے وقت چودھری جیت سنگھ کی صدارت میں ایک کانفرنس ہوئی۔ پرارتھنا کے بعد پنڈت گنگا سہائے شرما نے سرکل کی رپورٹ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ سوسائٹیوں نے ممبروں کے فائدے کے لئے کیا کیا کام کئے ہیں مسٹر گوپال داس نے گھی سوسائٹیوں کے فائدے تبلائے۔ مسٹر لکشمی پرساد نے پنچایت اور ممبروں کے فرائض کے موضوع پر تقریر کی آخر میں سرکل کے کوآپریٹو انسپکٹر نے سوسائٹی کی ترقی کیلئے کئی طریقے بتلائے اور ممبروں کو ڈیفنس سیونگ سارٹیفکٹ خریدنے اور حکومت کو جنگ میں امداد دینے کی رائے دی

گھوسیا گروپ کانفرنس

موضع گھوسیا ضلع جالون میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ایک گروپ کانفرنس ہوئی ٹھاکر چھتر سنگھ صاحب ایم۔ ایل۔ اے۔ چیرمین کونچ میونسپل بورڈ نے صدارت فرمائی۔ کانفرنس میں سوسائٹیوں کے سرپنچ، پنچ اور ممبران شریک ہوئے حاضرین کی تعداد تقریباً ۵۰۰ تھی بہت سے ممبروں نے امداد باہمی سے فائدہ زندگی سدھار تعلیم شادیوں میں خرچ کم کرنے وغیرہ کے متعلق تقریریں کیں۔ صاحب صدر نے بھی حاضرین کو امداد باہمی کے فائدے تبلائے۔

کئی تجویزیں بھی منظور کی گئیں اور آخر میں کھیل کود ہوئے۔ تقسیم انعامات کے بعد کانفرنس کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔

یوپی میں گھی کی سوسائٹیاں

ضلع آگرہ کی باہ سنٹرل کوآپریٹو گھی یونین میں حکومت کی ۱۲۵۰ روپئے کی مالی امداد سے ایک پیکنگ اسٹیشن کھولا گیا ہے یونین کا گھی اگمارک کے نام سے ٹین کے ڈبوں میں بازار میں فروخت کیا جاتا ہے۔ صوبہ میں کوآپریٹو گھی سوسائٹیوں کی تعداد ۷۰۰ ہے ان میں سے بیشتر اٹاوہ، مین پوری آگرہ، میرٹھ اور بلندشہر کے اضلاع میں کھولی گئی ہیں۔ انکے علاوہ ۸ اور سنٹرل کوآپریٹو گھی سیل یونین ہیں جنکا کام پرائمری سوسائٹیوں سے گھی جمع کرنا اور اسے بازار میں فروخت کرنا ہے۔

ہر طرح کی کوشش کی جاتی ہے کہ گھی میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ ممبروں اور سوسائٹیوں کے گھی کی سختی سے جانچ کیجاتی ہے۔ بلندشہر، میرٹھ اور آگرہ میں گھی کی چھوٹی دکانیں کھولی گئی ہیں جو خوردہ فروخت کریں گی اور عوام کو خالص گھی ملنے میں آسانی ہوگی۔ دیگر اضلاع میں بھی دکانیں کھولی جائیں گی۔

اشیار خوردنی

کونور ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر ایکرایڈ نے اشیار خوردنی کی مختلف اقسام کے فوائد پر ایک پرچہ شائع کیا ہے جو آجکل جبکہ زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تدبیریں سوچی جا رہی ہیں، بہت مفید ثابت ہوگا۔ کھانے کی سبھی چیزوں میں غذائیت کی مقدار یکساں نہیں ہوتی کیلشیم مارواں میں دیگر اجناس کے مقابلے میں زیادہ پایا جاتا ہے کیلشیم بچوں کی ہڈی مضبوط بنانے میں مفید ثابت ہوتا ہے چنے میں دیگر اجناس کی بہ نسبت صحت بخش اجزا زیادہ ہیں۔ دیگر غلوں کے ساتھ چنا استعمال کرنے سے کھانا مقوی ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر اکبریاڈ کا بیان ہے کہ حتی الامکان وہی غلے زیادہ بوئے جائیں جنکا عوام زیادہ استعمال کرتے ہیں گیہوں اور دالیں زیادہ بوئی جانی چاہئیں۔ لیکن جو باجرہ اور مکا بھی بویا جانا چاہئے تاکہ اشیاء خوردنی کی کمی کے وقت وہ استعمال کئے جا سکیں۔ زیادہ غلہ بونا ضروری ہے لیکن اس بات کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے کہ کون غلہ کس جگہ پیدا ہوتا ہے۔ محکمہ زراعت کا فرض ہے کہ وہ یہ سب باتیں کسانوں کو تبلائے۔

روٹی پکانے میں مندرجہ ذیل آمیزش بہت مفید سمجھی جاتی ہیں (۱) گیہوں ۶۰ فیصدی اور جو ۴۰ فیصدی (۲) گیہوں ۶۰ فیصدی اور باجرہ یا دیگر جوار ۴۰ فیصدی (۳) گیہوں ۶۰ فیصدی جو ۲۰ فیصدی اور جوار ۲۰ فیصدی۔

ڈاکٹر اکبریاڈ ترکاریوں بالخصوص پتے والی ہری ترکاریوں کے بونے کی ضرورت بھی محسوس کرتے ہیں۔ گھروں کے آس پاس باغیچے اور احاطوں میں پھلوں کی کھیتی کرنا اشیاء خوردنی کو بڑھانے میں معاون ہوگا۔

سالانہ گروپ کانفرنس سرکل جسونت نگر

(مغربی) ضلع اٹاوہ

تاریخ ۱۹ مارچ سنہ ۴۲ء بمقام موضع کرینا سرکل ہذا کی تمام سوسائٹیوں کی ایک عظیم الشان سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی کانفرنس کے صدر لالہ شاردا پرساد صاحب رئیس جسونت نگر ڈائرکٹر کوآپریٹو بینک اٹاوہ تھے حلقہ کی کل انجمن ہائے امداد باہمی کے قریب پانچسو ممبران کانفرنس میں شریک ہوئے۔ انکے علاوہ قریب دوسو عورتیں اور چار سو دوسرے آدمی بھی شامل ہوئے جن میں سپروائزر ایگریکلچر سیڈ اسٹور کلرک۔ ڈاکٹر ڈسپنسری جسونت نگر برہما نند رئیس جسونت نگر و برانچ ایجنٹ امپیریل بینک صاحبان قابل ذکر ہیں سرکل سپروائزر نے سرکل رپورٹ پڑھکر شروع کی جس میں سپروائزر موصوف نے سرکل میں جو جو ترقیاں دوران سال میں ہوئی ان کا ذکر کرتے ہوئے تبلایا کہ اسوقت سرکل میں چار بالغان اسکول چھ کنجر ہوم اسکول جاری ہیں انکے علاوہ ایک کوآپریٹو بینک سوسائٹی منظم کی ہے جسکی کاغذات زیر غور جناب انسپکٹر صاحب حلقہ ہیں

اسکے بعد کھیل شروع کئے گئے جنمیں ممبران وغیر ممبران نیز بچوں نے کافی حصہ لیا۔ رسہ کشی کشتیاں۔ کبڈی لمبی دوڑ بھی کو قابل ذکر ہیں جنمیں کافی لوگوں نے حصہ لیکر انعامات حاصل کئے۔ جناب صدر صاحب نے ان بچوں کو جو صاف ستھرے تھے اور جنکے ناخون و دانت کٹے ہوئے اور صاف تھے انعامات دیئے۔

کانفرنس کے موقع پر ایک نمائش بھی لگائی گئی تھی جو دیہاتی صنعت و حرفت سے آراستہ کی گئی ترقی دادہ آلات کاشتکاری بھی سپروائزر صاحب ایگریکلچر نے رکھائے اور انکے استعمال کا فائدہ عملی طور پر کسانوں کو تبلایا۔ علاوہ دیہاتی صنعت و حرفت کے کئی سوسائٹی کے ممبران نے عمدہ خالص گھی بھی نمائش میں رکھا اور فائدہ مند انعامات حاصل کئے۔

آخر میں لالہ شاردا پرساد صاحب رئیس صدر کانفرنس نے کسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تحریک امداد باہمی میں از سر نو زندگی پیدا کرنے کیلئے موجودہ وقت موزوں ترین ہے۔ ہر دیہاتی بھائی کا فرض ہے کہ وہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ اپنی ہستی کے بچاؤ کے لئے منظم ہو جائے اور اپنی بقا کی فکر کرے دیہاتی نشو و نما کیلئے امداد باہمی لازمی ہے دیہات سدھار کی عمارت کی بنیادی اینٹ امداد باہمی ہے۔ امداد باہمی کا فرض دیہاتیوں کی مدد کرنا ہے امداد باہمی کا تعلق کسی خاص فرقہ۔ مذہب یا ذات سے نہیں ہے۔ دیہاتی ترقی اسکے بغیر ممکن نہیں کہ دیہاتیوں کو انسانی پیداوار سے کافی نفع حاصل ہو۔ انھیں روپیہ کا جائز استعمال آجائے۔ اور وہ فضول خرچی سے بچیں۔"

جناب صدر نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کسانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگوں نے اس موقع پر صدارت کے فرائض میرے سپرد کر کے مجھ پر خاص احسان کیا ہے میں اسکے لئے آپکا خاص شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اسکے بعد خود جناب صدر نے ان ممبران و بچوں کو جو کھیلوں میں کامیاب رہے اور ان لڑکیوں کو جنکے کشیدہ وغیرہ انتخاب کئے گئے انعامات تقسیم کئے۔ بعدہٗ کانفرنس کی کارروائی بخیر و خوبی ختم ہوئی اور ممبران کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔

محکمہ زراعت حلقہ شمالی و مشرقی گورکھپور میں زراعت کی ترقی کیلئے ڈیمانسٹریشن (مظاہرہ) گاڑی کے گشت کا مختصر بیان بابت سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء

اس سال گورکھپور سرکل کے اضلاع گورکھپور، گونڈہ اور بلیا میں زراعتی نمائشی گاڑیوں کی گشتی نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی۔

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ دور دراز کے گاؤں کے کسانوں کو ترقی دادہ و سائنٹفک زراعتی اصول سے واقف کرنے کا یہ سب سے کامیاب طریقہ ہے۔ نمائشی گاڑی پر زراعت سے متعلق سستی اور مفید چیزیں اکٹھا کر کے رکھ دی گئی تھیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ترقی دادہ تخموں۔ پھلوں۔ اور فصلوں کے نمونہ جات۔

۲۔ مفید اور ارزاں آلات کاشتکاری جیسے گرجر ہل۔ اکولا ہو۔ چیف کٹر وغیرہ۔

۳۔ کھادوں کے نمونے۔

۴۔ زراعت کے متعلق مفت بانٹنے کے لئے پرچے اور رسالے۔

۵۔ میجک لالٹین اور زراعتی سلائیڈس (تصویریں) گراموفون اور زراعتی ریکارڈس۔

۶۔ مفید زراعتی تصویریں اور پوسٹرس وغیرہ۔

نمائشی گاڑی کیساتھ ایک تجربہ کار زراعتی افسر اور چند کامداران رہتے تھے گاڑی جہاں رکتی تھی وہاں پر بہت جلد ایک مختصر زراعتی نمائش لگ جاتی تھی جسمیں اس موضع و نیز قرب و جوار کے لوگ اکٹھا ہو جاتے تھے جو نمائش کو بہت دلچسپی سے دیکھتے تھے اور زراعتی تقریر کو بغور سنتے تھے۔

ایک خاص بات اس گاڑی میں یہ تھی کہ آلات زراعت کا استعمال عملی طریقہ پر بیلوں کے ذریعہ سے کھیت میں چلا کر دکھایا جاتا تھا جس سے انجان و ناواقف کسانوں کو چلانیکا صحیح استعمال اچھی طرح سے معلوم ہو جاتا تھا

اس سال گاڑی گورکھپور ضلع کے ۴۳ گونڈہ ضلع کے ۴۴ اور بلیا ضلع کے ۲۹ مواضعات میں رکی جسکی وجہ سے گاؤں کے کسانوں کو موجودہ ترقی دادہ زراعت کے متعلق کافی معلومات ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکاری بیج گودام پر زراعتی آلات کی مانگ بڑھ گئی۔



دنیا کے اہم واقعات

(از راسۓ بہادر پنڈت شنکدیو بہاری مصر)

ادھر کانگریس نے عدم تعاون کی سخت تجویز پاس کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ برطانیہ کو فوراً ہندوستان کی آزادی کا اعلان کرنا چاہیئے ورنہ عدم تعاون ضرور کرنا ہوگا۔ سر اسٹیفورڈ کرپس جو پیغام آزادی لائے تھے۔ اس سے کانگریس کو کوئی امید نہیں رہی۔ اگرچہ وہ جانتی ہے کہ ایسے زمانہ میں عدم تعاون دشمن کو بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے لیکن مایوسی کی حالت میں وہ اتنا خطرہ برداشت کرنے میں کوئی خاص نقصان نہیں سمجھتی۔ وہ کہتی ہے کہ ہندوستان کو اس وقت دشمن سے بہت خطرہ ہے جس کے لئے اُسے بھی پوری کوشش کرنی چاہیئے لیکن بغیر خود آزاد ہوئے وہ ایسی کوشش نہیں کرسکتی۔ ہندوستان کے جتنے اخبار قوم پرست ہیں انھوں نے کانگریس کی تائید کی ہے اور دوسرے خیال کے اخبارات نے اسکے خلاف اظہار خیال کیا ہے۔ ولایت کا ''ڈیلی ہیرلڈ''، مزدور پارٹی کا خاص اخبار ہے وہ کہتا ہے کہ برطانیہ کی مزدور پارٹی ہندوستان کی بھلائی کی ہمیشہ خواہاں رہی ہے لیکن وہ اس موقعہ پر کانگریس کے برطانیہ سے عدم تعاون کو بہت ہی بُرا سمجھتی ہے۔ ادھر جب سے ریمزے میکڈانلڈ نے کمیونل ایوارڈ ہندوؤں کے خلاف دیا اور ادھر مزدور پارٹی نے ہندوستان کا ساتھ نہیں دیا اسوقت سے کانگریس ہی نہیں بلکہ عام ہندوستانی اسکی طرف سے بدظن ہوگئے ہیں۔

ہندوستان میں کانگریس کے علاوہ چار اور جماعتیں ہیں۔ اول تو مسلم لیگ ہے جو آجکل پاکستان کا مطالبہ کررہی ہے ادھر وہ ہندو ہیں جو متحدہ ہندوستان کے حامی ہیں۔ پاکستان بنگالی اور پنجابی ہندوؤں کے بہت خلاف ہے اور سکھ بھی اسکے خلاف ہیں۔ جن وجوہ سے لیگ مرکز میں ہندو اکثریت نہیں چاہتی انھیں وجوہ سے بنگالی اور پنجابی ہندو ان صوبوں میں اسلامی حکومت نہیں برداشت کرسکتے۔ لیگ کے علاوہ ہندوستان میں ایک پارٹی ہندوستانی ریاستوں کی ہے جن کے والی اپنے اختیارات سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے۔ وہ برطانی ہند کے بارے میں کچھ نہیں کہتے لیکن دیسی ریاستوں میں جمہوری طرز حکومت کے خلاف ہیں۔ سوئم ہندو سبھا کی پارٹی ہے جو یہ کہتی ہے کہ کانگریس آزادی ہند کے لئے مسلم لیگ سے بہت زیادہ دب رہی ہے اور کانگریس کے کئے ہوئے کسی بھی سمجھوتے پر ہندو لوگ مسلمانوں سے اُس وقت تک میل نہیں کرینگے جب تک ہندو سبھا بھی اس سمجھوتے میں شریک نہ ہو۔ چوتھی پارٹی اُن دیگر لوگوں کی ہے جو کانگریس کا مسلم لیگ سے اتنا دبنا پسند نہیں کرتے جس قدر دبنے کو وہ تیار نظر آتی ہے۔ اس کی شرط صرف اتنی ہے کہ حکومت کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے حق میں پورا انصاف کرنا چاہیئے جو وہ گذشتہ ۴۰ پچاس سال سے نہیں کررہی ہے۔ کہنے کو تو سبھی پارٹیاں جلد از جلد سیاسی ترقی کی خواہاں ہیں لیکن کانگریس کے برابر عمل میں جلدی نہیں دکھلاتیں۔ صرف اسی حالت میں جب کہ حکومت دونوں فرقوں کے ساتھ سچا انصاف کرے جس کی اُمید کسی کو نہیں ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہے کہ سر اسٹیفورڈ کرپس کے سمجھوتے سے کانگریس مایوس ہے



مصر میں برطانی فوج کے کمانڈر جنرل آکنلیک



روسی کمانڈر جنرل تمی شنکو

خاص انصاف کی کمی سے ہندو سبھا اور دیگر دونوں پارٹیاں اور ہندوؤں کو اور بھی زیادہ نہ دبانے سے مسلم لیگ والیان ریاست کو ابھی کوئی خاص شکایت نہیں ہے ان کی خواہش صرف اتنی ہے کہ اندرونی انتظامات میں پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ انھیں اس طرح نہ دبائے جیسا کہ وہ آجکل دباتا ہے۔

اہل برطانیہ کہتے ہیں کہ جب حکومت جنگ کے بعد ہندوستان کو آزاد کرنے کا وعدہ کرتی ہے تو عدم تعاون کرکے معاملہ کو بگاڑنا اور دشمنوں کو جیتنے کا موقع دینا نہ صرف بغاوت ہے بلکہ بیوقوفی ہے۔ ادھر بہت سے ہندو سمجھتے ہیں کہ آزادی کا وعدہ کافی نہیں ہے کیونکہ یہ ہندو مسلم اتحاد پر منحصر ہے اور یہ اتحاد اس وقت ممکن ہے جبکہ ہندو اپنے جائز حصے سے کم لینے پر تیار ہوں اور ایسا کرنے کو وہ تیار نہیں ہیں۔ انھیں وجوہ سے جنگ کے بعد آزادی ملنے کی طرف سے نہ صرف کانگریس بلکہ غیر کانگریسی ہندو بھی ناامید ہیں۔ ان کیلئے آزادی کا دس بیس سال بعد ملنا اتنا بُرا نہیں ہے جتنا مسلمانوں سے دبنا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آزادی کا وعدہ کسی کو تحفہ نظر نہیں آتا ایسی حالت میں روپئے کے لئے تو لاکھوں ہندوستانی جنگ میں مصروف ہیں لیکن وطن کی محبت کی وجہ سے لڑنے والوں کی تعداد شائد ایک لاکھ تک بھی نہیں پہنچی۔ موجودہ حالت میں آزادی ملے یا نہ ملے، دولتمند طبقہ کسی حال میں جرمنوں یا جاپانیوں کا آنا یا حکومت میں کوئی تبدیلی نہیں پسند کرتا کیونکہ اس سے اسکے جان و مال کو بہت زیادہ خطرہ ہے ادھر غریب طبقہ سوچتا ہے کہ اسکے پاس ہے ہی کیا جو کوئی لے لیگا۔ چنانچہ وہ انقلاب سے ڈرتے ہیں جتنے دن ہندوستان کا مسئلہ طے نہیں ہوتا اتنے ہی دنوں امیروں اور غریبوں کا یہ سوال زور پکڑتا جائیگا۔ کانگریس زیادہ سے زیادہ غریبوں کی طرف بڑھ رہی ہے کیونکہ امیروں کی طرف سے اسے بھی کوئی زیادہ



جرمن کمانڈر فیلڈ مارشل باک جو روس میں لڑ رہے ہیں

توقع نہیں ہے امیروں کا جو اثر غریبوں پر تھا وہ روز بروز کم ہوتا جاتا ہے صوبہ بہار میں امیر بہت پریشان نظر آتے ہیں یوپی اور سی پی میں یہی حال ہو رہا ہے آجکل سیاسی سمجھوتہ نہ صرف حکومت کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے بلکہ ملک میں امن و امان کے لئے بھی ضروری ہے اسکے جلد نہ ہونے سے ہندو مسلم اختلاف بھی بڑھ رہا ہے۔

جنگ کی حالت ایسی ہے کہ شمالی افریقہ میں طبروق اور مرسا مطروح چھوڑ کر انگریزوں نے العالمین میں قدم جمالئے ہیں وہاں سے کوئلا تک میں میل کے میدان میں زوروں کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ابھی تک برطانیہ کی فتح کی خبریں آ رہی ہیں روس نے ورونیز چھیننے کی سخت کوشش کی لیکن وہ ناکام سا نظر آتا ہے پہلے تو معلوم ہوتا تھا کہ ورونیز کا زوال عنقریب ہے لیکن اب وہ مضبوط نظر آتا ہے ڈون پر جرمنوں کے دو پل ٹوٹ چکے ہیں اور دو خطرہ میں ہیں۔ وسط اور جنوب کے مرکزوں میں ایسی اچھی حالت نہیں ہے اس طرف جرمن اسٹالن گراڈ اور روستوف لینے کی سخت کوشش کر رہے ہیں۔ ادھر جنرل تمی شنکو انھیں روکنے کی کوشش میں ہے جو روسی فوج گھر گئی تھی وہ قریب قریب آزاد ہو چکی ہے جرمنی اب ماسکو اور لیننگراڈ پر زیادہ زور لگانے کے بجائے ورونیز، اسٹالن گریڈ روستوف پر زور لگا رہا ہے اسٹالن گراڈ میں روسی ٹینک کثرت سے تیار ہوتے ہیں روستوف کاکیشیا کا پھاٹک ہے جہاں تیل کے کنوئیں ہیں روسیوں کی خواہش ہے کہ انگریز اور امریکن یورپ میں دوسرا محاذ بنا کر جرمن سے جنگ شروع کر دیں تاکہ جرمنی کا دھیان بٹ جائے اور وہ روس پر اپنی پوری طاقت نہ لگا سکے



لیبیا کے جرمن فوجوں کے کمانڈر فیلڈ مارشل رومیل

پانچویں کل ہند نمائش مویشیان

(از مسٹر ایف - ایم - بی - بلو - بی - اے - بی - ایس سی - اڈیٹر امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ)

دہلی کی نمائش مویشیان پر جو بھاؤنگر اور بنگلور کی نمائشوں کے بعد اس زمانۂ جنگ میں کی گئی کل ہند نمائش مویشیان بخوبی فخر کرسکتی ہے جنوبی اور مغربی اضلاع کے مویشی اپنی خوبیوں کے اظہار کے لئے اور شمالی ہند کے مویشیوں کے درجہ میں رکھے جانے اور انعام حاصل کرنے کے لئے نمائش میں شامل ہوئے۔ حلقوں اور مرکزی نمائشوں کا پروگرام بنانے اور اسے عملی جامہ پہنانے میں حسب توقع کامیابی ہوئی۔

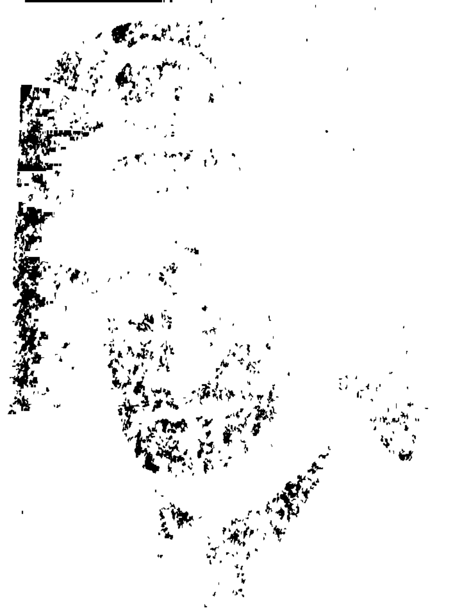
ان نمائشوں کے مویشیوں کو دیکھنے سے ہندوستان کے مویشیوں کے متعلق بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ حالت میں اس شاندار نمائش کو صرف ان جانوروں کے مالکوں، انھیں لانے اور لیجانے والی ایجنسیوں اور کارکنان کمیٹی نے کامیاب بنایا۔ یہ نمائش ۱۶ر سے ۲۱ر فروری تک ہوئی اور اس نے بڑی تعداد میں لوگوں کو متوجہ کیا۔

بھاؤنگر اور بنگلور کے معمولی جانوروں کے چھانٹ دینے سے اس نمائش میں صرف ۱۰۱۷ مویشی تھے۔ گذشتہ سال انکی تعداد ۸۱۹ تھی۔ یہ تعداد کم ضرور تھی مگر جانور اچھے تھے۔ اور تجربہ کار لوگوں نے انعام پانے والوں میں ہر قسم کی اصلاح دیکھی اس سال بھیڑوں اور بکریوں سے، جو پہلی بار نمائش میں لائی گئیں۔ عوام کی دلچسپی میں اور بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ جنگ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے باعث بھیڑ اور بکریوں کی خاص قدر کی گئی گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی مرغیوں نے نمائش میں حصہ لیا۔ ان مرغیوں — خصوصاً شوخ رنگ کے پروں والی مرغیوں نے لوگوں کو بہت متوجہ کیا۔

جانوروں کی نسلیں

خاص خاص نسلوں میں، جو دکھائی گئیں وہ بھگناری، گھنتی، گیلاب، ہریانہ، حصار، لوہی، مالوی۔ میواتی، ناگوری، تھاری، راٹھ اور ساہیوال کی گائیں تھیں۔ انکے ساتھ مترہ، نیلی اور روی نسل کی بھینسیں تھیں۔ بلچی، بیکانیری، ہشت نگری، لوہی، برباری، دیرہ دین، پناہ، جمنا پاری، اور سرلی نسل کی بکریاں اور بھیڑیں تھیں۔ انگورہ اور حصار کے بکروں کے اختلاط سے پیدا ہونے والے کچھ جانور بھی رکھے گئے تھے جو اپنے چمکدار بالوں کے باعث لوگوں کو خاص طور سے متوجہ کرتے تھے مرغیوں میں جزیرہ رہوڈی کی سرخ مرغیاں، سفید کھانگ والی، بلیک منارکہ،

آسٹرالارپس اور آرپنگٹن، بنیٹم، چٹاگانگ، اصیل اور دیسی نسل کی مرغیاں لائی گئی تھیں۔ ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کا خیال سب لوگوں میں بہت ترقی کرتا جاتا ہے۔ کیونکہ منصفوں کو کچھ حالات میں مقابلہ کے جانوروں میں شناخت کرکے کسی نتیجہ پر پہنچنا بہت مشکل ہوگیا اور یہی ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ نمائش کا مقصد جانوروں کی نسلوں کو عمدہ بنانا ہے اور وہ ان جانوروں کو پالنے والوں کی مدد کے بغیر ناممکن ہے۔ انکے لئے انعام کے کپوں اور انعامات سے بڑھ کر دیکھنے والوں کے حوصلہ افزا الفاظ اور مویشیوں کے بڑھتے ہوئے قدہی سب سے اچھے انعام ہیں۔ ان نمائشوں کے ہونے سے جانوروں کے پالنے والوں کو یہ سوچنے کا موقع ملتا ہے کہ اہل ملک عمدہ نسل کے مویشی پیدا کرنے کے لئے انکی بڑی عزت کرتے ہیں اتنے ہی پر موقوف نہیں بلکہ جب یہ لوگ دہلی میں جمع ہوتے ہیں تو ہندوستان کے



امریکن پیسفک بحری بیڑے کے کمانڈر اور مڈوے کی بحری جنگ کے فاتح ایڈمرل نمٹز

خواہش ان لوگوں کی بھی یہی ہے لیکن ابھی انتظام مکمل نہیں ہوا ادھر جرمنوں نے امریکہ کے کچھ خاص جہازہ ڈبوئے ہیں اب سامان جنگ کے علاوہ دیگر سامان ہانسے کم آرہا ہوگا

ادھر چین میں جاپانیوں کا حملہ زور و شور ہے ابھی تک دو بندرگاہ چین کے قبضہ میں ہیں امریکہ بھی اسے مدد دے رہا ہے پھر بھی ابھی تک وہ ہے خطرہ میں۔ آسٹریلیا اور ہندوستان میں جاپانی دباؤ کم ہے ادھر منگولیا اور سائبریا میں جاپان کا روس سے تصادم ممکن ہے اگرچہ ابھی تک اسکے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اگر روس میں جرمنی کا اثر بڑھا تو جاپان کے حملہ کا قوی امکان ہے ابھی تک جرمن حملوں کی تیزی کے باوجود روس دب نہیں رہا ہے۔ چین بھی دبتا نہیں نظر آتا اگرچہ بہت خطرے میں ہے۔

ہل



ہز ایکسیلنسی وائسرائے مذکن گائے ملاحظہ فرما رہے ہیں ملٹری ڈیری فیروز پور نے اسکو نمائش میں بھیجا تھا اور مقابلے میں یہ گائے اول رہی۔

ہر حصہ سے آنیوالے جانوروں کے مالکوں سے ملکر بہت سی تجربہ کی باتیں معلوم کرتے ہیں اور جانوروں کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اسطرح جانوروں کے بارے میں معلومات بڑھانے کے لحاظ سے کل ہند نمائش مویشیاں کی اہمیت ہر سال بڑھتی جا رہی ہے۔

سب سے بڑا انعام پانے والے

فیروز پور ملٹری ڈیری فارم کی مذکن نام کی ساہیوال گائے اس سال کی نمائش میں بھی سب سے اول آئی۔ اس گائے نے ۲۴ گھنٹے میں ۴۷ ½ پونڈ دودھ دیکر بازی جیتی اسے چار دیگر انعامات بھی ملے۔ مویشیوں کے متعلق فیصلہ کرنے والے منصفوں میں الہ آباد ایگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کے طلبا کا کام بہت اچھا رہا اور اسی انسٹی ٹیوٹ نے انعام پایا۔ اس انسٹی ٹیوٹ نے طلبا کی ایک اچھی جماعت بھیجی تھی۔ انڈین روڈ کانگریس کی طرف سے پیش کی جانے والی بیل گاڑی ناگوری بیلوں کی جوڑی کے ساتھ بھرت پور کے مسٹر سورتے جیتی۔ نئے انعامات جو اس سال دیئے گئے وہ یہ ہیں۔

نام انعام

۱۔ مدن موہن لال۔ چیلنج کپ۔ بہترین گائے کے لئے۔

۲۔ راجہ سلطان لال حسین خاں چیلنج کپ بہترین مرا بھینس کے لئے۔

۳۔ سر ہرمزجی کاؤسجی ڈنشا چیلنج کپ زیادہ سے زیادہ دودھ دینے والی گائے کیلئے ایڈیس چیلنج کپ۔ بہترین ساہیوال بچھڑے کے لئے۔

جال آر کوٹھا والا۔ چیلنج شیلڈ۔ نمائش میں سب سے زیادہ دودھ دینے والے جانوروں کے لئے۔

انعام دینے والے اصحاب کے نام

لالہ شنکر لال ممبر کمیٹی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ رہتک

مسٹر نوشیرواں بی ایچ۔ سی۔ ڈنشا۔ بمبئی

مسٹر ایم۔ ڈبلیو۔ ایم ایٹس۔ سی۔ آئی۔ ای آئی۔ سی۔ ایس۔ کمشنر مردم شماری۔

مسٹر جال آر۔ کوٹھا والا۔ ڈائرکٹر ڈیری ریسرچ۔

ان انعامات کے علاوہ ۱۰۲۴۰ روپئے کے نقد انعام بھی دیئے گئے۔ ۱۱۰۰ روپئے کے خاص انعام ان لوگوں کو دیئے گئے جو انعام نہ حاصل کر سکے تھے۔ ۵۵۲ ½ روپئے نقد اور کپ مقابلے میں آئی ہوئی مرغیوں کو دیئے گئے۔

ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور ہز ایکسیلنسی لیڈی وائسرائے نے یہ نمائش ۸ ارتاریخ کو دیکھی اور ان جانوروں کو دیکھکر انتہائی مسرت و اطمینان کیا۔ آخری روز موسم خراب ہونیکے باعث حضور وائسرائے انعام تقسیم کرنے کیلئے نہ آسکے آپکی عدم موجودگی میں مسٹر ایف وارے۔ کمشنر ایجوکیشن ہیلتھ گورنمنٹ آف انڈیا نے انعام تقسیم فرمائے۔ مرغیوں کا انعام مسٹر این آر سرکار ممبر تعلیم وصحت صدر آل انڈیا نمائش مویشیان نے تقسیم کیا تھا

پنچایتی نظام

(دیپک)

پھر آیا ہے فیض عام کا دور — پنچایتوں کے نظام کا دور
اجڑے ہوئے گھر بسانے آیا — سوئے ہوؤں کو جگانے آیا
روٹھے ہوؤں کو منایا اس نے — بچھڑے ہوؤں کو ملایا اس نے
جو ڈوب گئے تھے انھیں ابھارا — چمکا پاکستان کا ستارا
تعلیم کئے خودی کے آداب — بخشا دل تعبس کا تب وتاب
تعمیر کے گر اُسے سکھائے — اقبال کے بھید اسے بتائے

دہقاں کو عطا کی ارجمندی
پستی کو بنا دیا بلندی

(پنچایت)



خیالات

دیہات میں پانی کا انتظام

محکمۂ گاؤں سدھار کی طرف سے ہر سال دیہاتوں میں آب رسانی کے سلسلے میں امداد دیجاتی ہے یہ امداد پینے کے پانی کے لئے کنواں بنوانے اور کنوئیں کی بورنگ کرانے اور سینچائی کے معمولی باندھ بنوانے کے سلسلے میں ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں "پل" کی گذشتہ اشاعتوں میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ حکومت نے اس سال بھی اس مد میں کافی رقم رکھی ہے۔ کون سا ضلع اس مد میں کتنی امداد حکومت سے پائیگا یہ فہرست ذیل سے معلوم ہو جائیگا۔ یہ [illegible] ۲۴۲ [illegible] کے لئے ہوگی۔

نام ضلع	تعداد روپیہ
مظفر نگر	۳۱,۰۰۰
میرٹھ	۵,۰۰۰
علیگڑھ	۵,۰۰۰
متھرا	۱,۰۰۰
آگرہ	۱,۰۰۰
مین پوری	۷,۰۰۰
بجنور	۳,۰۰۰
مرادآباد	۲,۰۰۰
اٹاوہ	۱,۰۰۰
کانپور	۵,۰۰۰
فتح پور	۳,۰۰۰
الہ آباد	۹,۰۰۰
جالون	۱۴,۰۰۰
بنارس	۱۰,۰۰۰
مرزاپور	۶,۰۰۰
جون پور	۴,۰۰۰
غازی پور	۳۵,۰۰۰
بلیا	۵,۰۰۰
گورکھپور	۱۰,۰۰۰
بستی	۶,۰۰۰
اعظم گڑھ	۴,۰۰۰
نینی تال	۴,۰۰۰
گڑھوال	۵,۰۰۰
الموڑہ	۵,۰۰۰

نام ضلع	تعداد روپیہ
رائے بریلی	۱۵,۰۰۰
سیتاپور	۲,۰۰۰
ہردوئی	۲,۰۰۰
کھیری	۸,۰۰۰
فیض آباد	۱۷,۰۰۰
بہرائچ	۲,۰۰۰
سلطان پور	۹,۰۰۰
پرتاب گڑھ	
	۲,۴۲,۰۰۰

رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ ترویدی ایم۔ اے ایم۔ ایل۔ اے نے اس سلسلے میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں یہ بتلایا ہے کہ یہ رقم ضلع کے سکریٹریوں کو سرکاری خزانے سے نکال کر اپنے ایسوسی ایشن کے حساب میں جلد از جلد جمع کر لینی چاہئے اور یہ رقم گاؤں سدھار مینوال کے مطابق جیسا کہ پہلے خرچ ہوتی ہے اسی طرح اب بھی خرچ کی جائے گی اور یہ امداد انھیں گاؤں والوں کو مل سکتی ہے جو اپنی طرف سے بھی ایک مقررہ رقم جمع کرینگے۔

گاؤں میں کنوئیں وغیرہ بنوانے کی یہ سرکاری امداد کس طرح حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ ہم "پل" کی گذشتہ اشاعت میں بتلا چکے ہیں۔ جن دیہاتوں میں پانی کی تکلیف ہو اور وہ اپنی طرف سے چندہ کر کے کچھ رقم جمع کر سکیں اور جسمانی محنت کرنے کے لئے تیار ہو سکیں وہ اپنے ضلع کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری سے خط و کتابت کر کے خاص خاص امور دریافت کر سکتے ہیں اور حکومت کی اس امداد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

بالغ اسکاؤٹس کی ٹریننگ

ہر ضلع میں بالغ اسکاؤٹوں کی بھرتی اور ان کی تعلیم کے سلسلے میں "پل" کی گذشتہ اشاعتوں میں ہم گاؤں سدھار افسر صاحب کے سرکلر شائع کر چکے ہیں اور موجودہ وقت میں وہ کتنے ضروری ہیں یہ بھی ہم ثابت کر چکے ہیں۔

اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے ضلع کے سکریٹریوں کے نام جو سرکلر گذشتہ ۲۴ جون کو جاری کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اضلاع اس حالت میں خوب کامیاب ہوئے ہیں اور کچھ اضلاع ابھی بہت پیچھے ہیں۔ جو اضلاع پیچھے رہے ہوئے ہیں وہ عموماً یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لوگ بالغ اسکاؤٹ بننے سے ڈرتے ہیں۔ مگر گاؤں سدھار افسر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ دلیل محض بہانہ ہے۔ بلکہ موصوف نے تو یہاں تک زور دیا ہے کہ پچھڑے ہوئے اضلاع میں سرگرمی کے ساتھ اسکاؤٹوں کی بھرتی نہیں کریں گے تو کارکنوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ یہ کام پوری مستعدی اور توجہ کے ساتھ ہونا چاہئے۔ ساتھ ہی گاؤں سدھار افسر صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جن اضلاع میں یہ تعداد تین ہزار تک پہنچ جائے وہاں کی بھرتی روک دینی چاہئے اور پوری توجہ اسکاؤٹوں کی تربیت کی طرف دینی چاہئے۔ ذیل میں ایک فہرست درج ہے جس سے معلوم ہوگا کہ صوبہ میں کہاں کہاں اور کتنے کتنے اسکاؤٹ بھرتی ہو چکے۔

بالغ اسکاؤٹوں کی ترقی

(درجہ (الف) ۳۰۰۰ سے زیادہ)

موجودہ حالت	گذشتہ ماہ کی حالت	ضلع	اپریل ۴۳ء تک کی بھرتی	مئی ۴۳ء تک کی کل بھرتی
۱	۸	جونپور	۱۱۸۲	۶۰۹۸
۲	۶	غازی پور	۱۲۲۲	۵۰۵۲
۳	۳۳	پرتاب گڑھ	۲۸۷	۴۹۸۱
۴	۲	بلیا	۲۲۴۶	۳۸۴۴
۵	۱۴	مرزاپور	۷۰۴	۳۸۱۴
۶	۱	گورکھپور	۲۳۰۴	۳۵۹۵
۷	۳۲	بنارس	۳۰۰	۳۳۲۶
۸	۷	فیض آباد	۱۸۲۰	۳۰۲۲

موجودہ حالت	گذشتہ ماہ کی حالت	ضلع	اپریل [illegible] تک کی بھرتی	مئی [illegible] تک کی کل بھرتی
		درجہ ت ۲,۰۰۰ سے زیادہ اور ۳,۰۰۰ سے کم		
۹	۵	اعظم گڑھ	۱۰۳۵۵	۲۵۶۸
۱۰	۴	بارہ بنکی	۱۵۲۰	۳۳۶۲
۱۱	۲۳	بریلی	۷۸۳	۲۲۰۸
		درجہ ب ۱,۰۰۰ سے زیادہ اور ۲,۰۰۰ سے کم		
۱۲	۹	جالون	۱۱۶۲	۱۹۳۸
۱۳	۱۱	ہردوئی	۱۰۵۱	۱۸۱۴
۱۴	۱۰	بستی	۱۰۷۹	۱۹۷۷
۱۵	۷	فتح پور	۱۳۰۰	۱۶۰۰
۱۶	۲۲	سلطان پور	۴۹۸	۱۵۶۶
۱۷	۳۸	مظفر نگر	۲۰۰	۱۵۱۲
۱۸	۱۶	باندہ	۶۴۰	۱۳۴۸
۱۹	۲۸	گونڈا	۳۲۲	۱۲۱۵
۲۰	۱۷	فرخ آباد	۶۰۷	۱۲۰۴
۲۱	۲۰	سیتاپور	۳۶۵	۱۱۶۶
۲۲	۱۵	میرٹھ	۶۷۱	۱۱۴۸
۲۳	۰	کھیری	۱۱۲۷	۱۱۲۷
۲۴	۱۶	الہ آباد	۷۷۵	۱۱۳۵
۲۵	۲۰	دہرہ دون	۴۴۶	۱۰۹۶
		درجہ د ۱,۰۰۰ سے کم		
۲۶	۱۲	بہرائچ	۸۲۳	۹۸۱
۲۷	۱۸	ایٹہ	۶۱۳	۹۴۵
۲۸	۰	مرادآباد	۹۱۶	۹۱۶
۲۹	۰	بدایوں	۸۹۶	۸۹۶
۳۰	۰	جھانسی	۸۷۴	۸۷۴
۳۱	۰	شاہجہاں پور	۸۵۴	۸۵۴
۳۲	۲۱	سہارن پور	۵۰۴	۷۰۳
۳۳	۳۰	رائے بریلی	۳۲۹	۶۹۲
۳۴	۰	علی گڑھ	۶۳۹	۶۳۹
۳۵	۰	گڑھوال	۶۲۳	۱۲۵۲
۳۶	۳۵	پیلی بھیت	۲۴۰	۵۹۷
۳۷	۲۴	اناؤ	۶۷۶	۲۶۳۱
۳۸	۲۵	متھرا	۴۵۵	۵۷۴
۳۹	۱۹	مین پوری	۵۷۰	۱۳۰۰
۴۰	۳۶	ہمیرپور	۲۴۲	۵۳۹
۴۱	۳۲	کانپور	۳۷۳	۵۳۰
۴۲	۲۶	الموڑا	۴۵۲	۶۲۳
۴۳	۲۹	نینی تال	۳۳۱	۴۳۰
۴۴	۳۹	اٹاوہ	۱۶۸	۳۹۱
۴۵	۳۷	بلند شہر	۲۲۷	۴۹۶
۴۶	۴۰	بجنور	۳۲۶	۷۴۰
۴۷	۳۱	آگرہ	۳۰۳	۱۱۴۲
۴۸	۰	لکھنؤ	۳۱۷	۳۱۷
			۳۰,۱۹۵	۷۸,۹۹۱

زیادہ غلہ پیدا کرو

زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تحریک دیہاتوں میں بہت زور پکڑتی جا رہی ہے۔ غلہ کی گرانی سے کسان فائدہ اٹھا رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ جتنا غلہ وہ پیدا کریں گے اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔ کارکنان گاؤں سدھار اپنے اپنے سنٹروں میں کسانوں کو اس کے لئے آمادہ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں دیہاتوں میں محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے کچھ نمونے کے فارم بھی کھل گئے ہیں۔ اس فارم کے سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے سرکلر میں لکھا ہے کہ اس کا مقصد کھیتی کے ترقی دار طریقوں کا مظاہرہ کرنا ہے اور اس پر اتنا زور نہ دینا چاہئے جتنا کہ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے پر زور دینا چاہئے۔ اسلئے انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ دیہاتوں میں آرگنائزر یا بالغوں کے مدرس جو فارم منتخب کریں وہ بہت چھوٹا ہو۔ یعنی ایک یا دو ایکڑ کا نہ ہو۔ جتنا ہی بڑا رقبہ ہوگا اتنا ہی اس سے فائدہ پہنچنے کا امکان ہے۔

مدرس بالغان کی ٹریننگ

آج کل دیہاتوں میں محکمہ گاؤں سدھار کے ماتحت گاؤں والوں کو اسکاؤٹنگ کی تعلیم پر بہت زور دیا جا رہا ہے۔ زمانہ کو دیکھتے ہوئے گاؤں سدھار کا یہ بھی ایک ضروری حصہ مانا گیا ہے۔ سب سے بڑا سوال روز بروز بڑھنے والی دیہاتی اسکاؤٹوں کی تعداد کو تعلیم دینے کا ہے۔ اس سلسلے میں کہاں کیا ہو رہا ہے یہ ہم پل کی گذشتہ اشاعت میں شائع کر چکے ہیں۔ حکومت صوبہ کی طرف سے دیہاتوں میں توسیع تعلیم کا کام بھی جاری ہے۔ اس لئے گاؤں سدھار افسر صاحب توسیع تعلیم کے مدرسین کو بھی اس طرف لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے گذشتہ مئی میں افسر صاحب محکمہ توسیع تعلیم کو خط لکھ کر دریافت کیا تھا کہ اگر ان کے ماتحت دیہاتوں میں جتنے بالغوں کے مدرس کام کر رہے ہیں اگر وہ سب قواعد کی ٹریننگ حاصل کر لیں تو وہ اپنے دیہاتوں میں بالغ اسکاؤٹوں کو ٹریننگ دے سکتے ہیں۔ گاؤں سدھار افسر صاحب کے اس خط کے جواب میں افسر صاحب محکمہ توسیع تعلیم نے یہ منظور کر لیا ہے اور انھوں نے تمام گاؤں سدھار دیہاتوں میں رہنے والے اپنے محکمہ کے بالغوں کے مدرسوں سے کہا ہے کہ وہ سب گاؤں سدھار کے ماتحت بسنے والی

آرگنائزروں کی اسکاؤٹ فوج کو تعلیم دیں۔ اس خط وکتابت کی ایک ایک نقل گاؤں سدھار افسر صاحب نے ہر ضلع کے سکریٹریوں کے پاس بھیجی ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنے ضلع کے ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولس سے مشورہ کرکے اس سلسلے میں بقیہ تمام باتیں طے کرلیں۔ یقین کیا جاتا ہے کہ اس طرح کام ہونے سے دیہاتی اسکاؤٹوں کی تعلیم میں مزید سہولت ہوگی۔

بالغوں کے مدرسوں کی تعطیل

بالغوں کے مدرسوں کی تعطیل کے بارے میں کچھ شبہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس شبہ کو دور کرتے ہوئے گاؤں سدھار افسر صاحب نے ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں انھوں نے بتلایا ہے کہ انھیں وہ سب تعطیلات ملیں گی جو محکمہ مال کے لئے گزٹ میں درج ہیں۔ امید ہے کہ اس سے غلط فہمی دور ہو جائیگی۔

مزید غلّہ پیدا کرو

”مزید غلّہ پیدا کرو“ کی تحریک تمام ملک میں جاری ہے اور کسی بات میں نہیں تو کم از کم اس بات میں تو ملک کے تمام باشندوں اور عوام میں کامل اتفاق ہے کہ زیادہ غلّہ پیدا کرنے کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے کسانوں کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس تحریک کی وجہ سے بہت زیادہ غلّہ پیدا کر لیا گیا اور اس درمیان جنگ ختم ہوگئی تو اس غلّہ کا کیا ہوگا اور اس طرح جو کسان ضرورت سے زیادہ غلّہ پیدا کرے گا وہ نقصان میں رہیگا۔ اس قسم کا اندیشہ دور کرنے کے لئے حکومت ہند غالباً ایک مقررہ نرخ پر خرید لینے کی گارنٹی دیگی۔ گذشتہ اپریل میں حکومت ہند نے تمام صوبوں اور ریاستوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس کی تھی جس میں اس نے اس سلسلے میں مشورہ طلب کیا تھا یہ کانفرنس ۶ اپریل کو ہوئی تھی اور اسکا افتتاح آنریبل مسٹر نلنی رنجن سرکار نے جو کہ مرکزی حکومت کے تعلیم صحت و آراضی کے ممبر ہیں۔ فرمایا تھا۔ اپنی تقریر میں موصوف نے اس بات پر بھی زور دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب تک حکومت کی طرف سے اس کام میں کوئی اطمینان نہیں دلایا جائیگا اسوقت تک محض پروپیگنڈہ سے زیادہ غلّہ پیدا کرنا ناممکن ہے۔ ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مستقبل قریب میں ایسا کوئی امکان نہیں کہ غلّہ نرخ یکایک گر جائیگا۔ اس کانفرنس میں اس سلسلے میں اور بھی متعدد تجاویز پیش ہوئی تھیں کہ جن سے کسانوں کو اس کام میں زیادہ سے زیادہ سرکاری امداد حاصل ہوسکے اور زیادہ سے زیادہ غلّہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ اس سلسلے میں بعض ممالک اور ریاستوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ جہاں کپاس کی کھیتی ہوتی ہے وہاں اگر کسان اُسی زمین میں غلّہ پیدا کرے تو حکومت ایک سال کا کھیت کا لگان نہیں لیگی۔ یہ زیادہ تر صوبہ متوسط میں ہو رہا ہے۔

۲۔ کئی فصلوں کی آبپاشی کے محصول میں کافی کمی کرنے کا حکومت کی طرف سے اعلان ہوا ہے۔ اس سلسلے میں بمبئی، مدراس، یوپی، حیدرآباد، میسور اور راندور کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے صوبہ میں محکمہ مال میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ نہر شاردا سے کسانوں کو آبپاشی کی رعایتی شرح سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ جو لوگ اس نہر کے قریب کے کھیتوں میں آبپاشی کرینگے اور دھان بوئینگے انھیں صرف ۳ روپیہ فی ایکڑ لگان دینا پڑیگا۔ اور محکمہ آبپاشی اس سال کافی پانی پہنچانے کی گارنٹی کرتا ہے۔

۳۔ بیج کھاد کا ایک خاص دام میں دینے کا انتظام۔ یہ انتظام آسام، بنگال، بہار، مدراس، پنجاب، بڑودہ، حیدرآباد اور میسور میں ہو چکا ہے۔

۴۔ آجکل غلّہ کا جو نرخ ہے اُسی نرخ میں حکومت کی طرف سے غلّہ خرید لینے کی گارنٹی دیجا چکی ہے۔ بشرطیکہ غلّہ کا بھاؤ یکایک گر جائے۔ بڑودہ میں باجرہ کے لئے اور راندور میں گیہوں کے لئے ایسی گارنٹی دیگئی ہے۔

۵۔ عام نرخ سے یا خاص رعائتی نرخ سے تقاوی دینے کا انتظام حکومت کی طرف سے ہوا ہے۔

ہندوستان میں سب سے زیادہ مانگ گیہوں اور چاول کی ہے۔ اسکی کمی بہت کچھ جوار، باجرہ اور چنے سے دور کیجا سکتی ہے۔ یہ سب غلّہ یہاں بہت کافی ہوتے ہیں۔ چاول کا ایک حصّہ برما سے آتا تھا۔ لیکن چاول ہندوستان کے بھی بیشتر حصّوں میں پیدا ہوتا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ضرورت کے لئے کافی چاول نہ پیدا کیا جاسکے جہاں آبپاشی کی سہولت حاصل ہو سکتی ہے اور دھان بویا جا سکتا ہے وہاں کے کسانوں کو ضرور اسکا تجربہ کرنا چاہیئے۔ اچھی جوتائی کرکے، اچھی کھاد ڈال کر اور اچھی آبپاشی کرکے بھی غلّہ کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔ اس لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ جنگ ہمارے کسان بھائیوں کے لئے ترقی کا دروازہ کھول رہا ہے۔ کیونکہ اُنھیں تھوڑی زمین میں زیادہ سے زیادہ غلّہ پیدا کرنے کی مشق ہو جائیگی اور انکی مالی حالت بھی بہت کچھ سدھر جائیگی۔

غلّہ کا گیت

”ہل“ کی گذشتہ اشاعت میں ہم غلّہ کا گیت شائع کر چکے ہیں۔ یہ گیت کسان بھائیوں کی زبان پر ہونا چاہیئے۔ انھیں یہ گنگناتے رہنا چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ غلّہ پیدا کرنے کی ترکیب ہر وقت سوچتے رہنا چاہیئے۔ ذیل میں گیت درج کیا جاتا ہے۔

غلّہ بوؤ بہت امسال
ہو جاؤ بس مالا مال
غلّہ جو بوؤ اب کی سال
دولت سے ہو مالا مال
بونے میں مت کرنا دیر
آگے ہے دولت کا ڈھیر
فصل کرو پیدا امسال
ہو جاؤ گے مالا مال
ابکی غلّہ پیدا کرو
دولت سے گھر اپنا بھرو
جو کوئی بوئے ابکی اناج
بن جائیں اُسکے سب کاج

جنگ کا خطرہ

اگرچہ اس سال گرمیوں میں جاپانی حملے کا جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا وہ فی الحال دور ہو گیا ہے لیکن جنگ کا خطرہ بہرحال باقی ہے۔ مغرب میں جرمنی اور روس میں زبردست جنگ ہو رہی ہے کہتے ہیں کہ اتنی خوفناک جنگ ان دونوں ممالک کے درمیان گذشتہ سال بھی نہیں ہوئی تھی۔ جرمن جواری کی طرح اپنا سب کچھ اس بار پر لگا رہے ہیں اور روسی اپنا سب کچھ کھو کر بھی انکا مقابلہ

[illegible] ہیں ۔ اس قدر خونریزی ہو رہی ہے کہ اسکا [illegible] نہیں کیا جا سکتا ۔ ادھر انگلینڈ اور امریکہ کی طرف سے جرمنی کے خلاف ایک دوسرا محاذ قائم کرنے کی تیاری ہو رہی ہے ۔ اگر یہ محاذ قائم ہو گیا تو بہت ممکن ہے کہ جرمنی کا روس پر حملہ ہو رہا ہے اس میں وہ تیزی نہ رہ جائے جو اب ہے لیکن اگر اس محاذ کے قائم کرنے میں دیر لگی تو روس کو ضرور بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا اور بہت ممکن ہے کہ جنوبی روس پر جرمنی کا قبضہ ہو جائے اور کاکیشیا سے جو پٹرول وغیرہ ملتا ہے وہ نہ مل سکے ۔ کیا ہوگا یہ تو مستقبل ہی بتلائے گا ۔ اس وقت تو روسی اپنی جان ہتھیلی پر رکھکر جرمنوں کا مقابلہ کر رہے ہیں ۔ آج جبکہ ہم یہ سطور قلمبند کر رہے ہیں جرمنی یہ دعوی کر رہے ہیں کہ وہ شہر روستوف میں داخل ہو گئے ہیں اور اسٹالن گراڈ کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔ اگر ان دونوں شہروں پر جرمنوں کا قبضہ ہو گیا تو اس کا یقیناً روس پر بہت بڑا اثر پڑیگا ۔ ساتھ ہی یہ بھی یقینی ہے کہ اس جنگ میں جرمنی بھی کافی کمزور ہو جائیگا ۔ اس عرصہ میں جاپان نے جو ملک فتح کیے ہیں ان پر قبضہ کرنے میں لگا ہوا ہے کچھ لوگوں کا قیاس ہے کہ اسٹالن گراڈ کے فتح ہو جانے پر جاپان روس پر حملہ کر دے گا کیونکہ ہندوستان پر حملہ کرنے سے پہلے وہ اپنے پیچھے کوئی زبردست دشمن نہیں رہنے دینا چاہتا ۔ اس طرح جنگ کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ روس کب تک رہتا ہے اور اتحادی جرمنی کے خلاف دوسرا محاذ قائم کرنے میں جارحانہ جلد کب تک کامیاب ہو سکتے ہیں ۔

نمائش اور میلہ

نمائش اور میلے محض ذریعہ تفریح ہی نہیں ہیں ان سے بڑی بڑی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں اور سبق بھی ملتے ہیں ۔ اسلیے محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے ایسی جگہ جہاں زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہو سکتے ہیں، نمائش کرنے کے برابر انتظامات ہوتے رہتے ہیں اس سال بھی اس محکمہ کی طرف سے کافی روپیہ منظور کیا گیا ہے جسکی تفصیل فہرست ذیل سے معلوم ہوگی

نام ضلع	روپیہ
دہرہ دون	۱۵۰
سہارنپور	۲۵۰
میرٹھ	۲۰۰
بلند شہر	۲۰۰
علیگڑھ	۱۵۰
آگرہ	۲۵۰
مین پوری	۲۰۰
بریلی	۴۵۰
بجنور	۲۵۰
مراد آباد	۲۵۰
پیلی بھیت	۲۵۰
فرخ آباد	۲۵۰
اٹاوہ	۲۵
فتح پور	۲۰۰
الہ آباد	۳۵۰
جالون	۲۰۰
[illegible]	۲۵۰
باندہ	۲۵۰
بنارس	۳۵۰
مرزاپور	۲۵۰
جون پور	۱۰۰
غازی پور	۲۰۰
بلیا	۲۵۰
گورکھپور	۲۵۰
بستی	۱۵۰
اعظم گڑھ	۲۵۰
گڑھوال	۲۵۰
لکھنؤ	۲۵۰
رائے بریلی	۲۵۰
سیتاپور	۱۰۰
ہردوئی	۲۵۰
گونڈہ	۲۵
بہرائچ	۱۰۰
سلطانپور	۱۰۰
بارہ بنکی	۱۰۰

اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے ہر ضلع کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں انھوں نے بتلایا ہے کہ جن اضلاع میں اس سلسلے کی مد سے کوئی رقم خرچ کی جا چکی ہے وہ پہلے اس رقم کی وہ کمی پوری کریں اور پھر جو بچے اسکو نمائش میں خرچ کریں ۔ کارکنان گاؤں سدھار کو بھی اس سرکلر میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے ضروری کام کا حرج کرکے نمائش میں حصہ نہ لیں ۔ اس طرف بھی گاؤں سدھار افسر صاحب نے اشارہ کیا ہے کہ محکمہ گاؤں سدھار اس نمائش میں کوئی حصہ نہ لے جو کسی سیاسی جماعت کی طرف سے کی جاتی ہے یا جو سیاسی جلسوں کے سلسلے میں ہوتی ہیں ۔

ستمبر ۱۹۴۲ء

جلد ۴ نمبر ۹

حکومت یو۔پی کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو۔پی۔ لکھنؤ

اڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

۱۹۴۲ء

سالانہ قیمت ۸ر

ایک پرچہ......۱۸۰۰۰/

باہتمام کالی سے متر ا پرنٹر و پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

باتصویر ماہوار رسالہ

ستمبر ۱۹۴۲ء جلد ۴ نمبر ۹

یہ چھوٹے چھوٹے جھونپڑے

ازجناب محمد ہادی حسین آئی۔ سی۔ ایس

یہ چھوٹے چھوٹے جھونپڑے، کھلونے گھانس پھونس کے،
کہ مثلِ خاک اُڑیں ابھی ہوا کی ایک پھونک سے،
جنھیں لپک اک آگ کی جلاکے راکھ کر سکے،

نظامِ نو ہے آرہا، نظامِ کہنہ جا رہا،
فلک سے حاکمِ قضا ہے فیصلے سُنا رہا،
ہے ملتوں کی قسمتیں بنا رہا، مٹا رہا۔

نہ جانیں کب سے ہیں یہاں یہ عہدِ رفتہ کے نشاں؟
ہوئیں جہاں میں سینکڑوں تمدّنی ترقیاں
مگر وہیں پڑی رہی یہ خاکِ راہِ کارواں

مگر وہ مست حال ہیں کہ فارغ از خیال ہیں۔
نہ ابتدا کا غم انھیں، نہ خائفِ مآل ہیں۔
کبھی نہ جو بدل سکے وہ اُنکے ماہ و سال ہیں۔

یہ جھونپڑے ہیں جنکے گھر اُنھیں نہیں ذرا خبر
فلک نے بدلے رنگ کیا زمیں پہ کیا گئی گزر۔
زمانہ چال جو چلے، ہے اُن کا اِک وہی ڈگر

بلا سے اُن کی آسماں، اُلٹ کے تختۂ جہاں۔
سوادِ شرق و غرب میں نظامِ نو کرے عیاں۔
یہ چرچے انقلاب کے ہیں ایک کہنہ داستاں،

وہی ہیں فاقہ مستیاں، وہی ہیں زیردستیاں،
اُنھیں حدودِ تنگ میں ہیں قید اُن کی ہستیاں،
بھلا نہ اُن کا کر سکیں کسی کی سرپرستیاں۔

بس اک فسانہ و فسوں خیالِ خام اور جنوں۔
اسی پہ کار بند ہے ازل سے چرخِ واژگوں
کہ کوئی اُبھرے یا گرے، رہیں گے وہ سدا زبوں۔

ہے فطرتِ بشر عجب اور ایک رازِ عدلِ رب
کہ جن کے دم سے زندہ ہوں جہاں کے رہنے والے سب
وہی ذلیل و خوار ہوں ستم! ستم! غضب! غضب!

(م ا ح)

صوبوں میں غلّے کی فصلیں

از مسٹر پی ڈبلیو ۔ مارش ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای ۔ آئی ۔ سی ۔ ایس
مشیر گورنر یو پی

سنہ ۳۷-۱۹۳۶ء میں جب سر جان رسل ہندوستان میں آئے تو انھوں نے یہاں کے مختلف صوبوں میں پیدا ہونے والی خاص فصلوں کا ایک نقشہ تیار کیا تھا جس میں پیداوار کو ٹنوں میں دکھایا گیا تھا اگر ہم ان نقشوں کے اعداد کو آج تک کی تاریخ تک پورا کریں تو ہم مندرجہ ذیل نتیجے پر پہنچیں گے۔

پنجاب

پنجاب میں خاص خاص غلّوں کی پیداوار تقریباً ۶۰ لاکھ ٹن ہے جس کا قریب ۷۳ فیصدی ربیع کی فصل میں اور باقیہ ۲۷ فیصدی خریف میں پیدا ہوتا ہے ۔ ربیع کی فصل کی مختلف پیداواروں کا تناسب حسب ذیل ہے ۔

گیہوں	۵۸	فیصدی
چنا	۱۲	"
جو	۳	"
میزان	۷۳	فیصدی

خریف کی فصل کی مختلف پیداواروں کا تناسب درج ذیل ہے ۔

چاول	۸	فیصدی
مکا	۷	"
گنا	۶	"
باجرہ	۵	"
جوار	۱	"
میزان	۲۷	فیصدی

پنجاب میں کل تقریباً ۳ کروڑ ایکڑ میں کاشت ہوتی ہے ۔ اس میں سے صرف ایک فیصدی رقبے میں دو فصلی کاشت کی جاتی ہے لیکن وہ رقبہ جس میں آبپاشی ہوتی ہے کاشت کے رقبے کا ۵۷ فیصدی ہے یہاں کی آبادی ۲۸۰ لاکھ ہے ۔

یوپی

یوپی میں خاص غلّے کی پیداوار تقریباً ۱۱۰ لاکھ ٹن ہے جس کا تقریباً ۵۰ فیصدی ربیع میں پیدا ہوتا ہے گیہوں ۲۴ فیصدی، چنا ۱۴ فیصدی اور جو ۱۲ فیصدی ہوتا ہے ۔ خریف کی فصل میں چاول ۱۰ فیصدی، گنا ۱۸ فیصدی مکا ۶ فیصدی باجرہ ۴ فیصدی اور جوار ۴ فیصدی پیدا ہوتا ہے

یوپی میں ساڑھے تین کروڑ ایکڑ میں کاشت ہوتی ہے لیکن دو فصلی کاشت ۸۰ لاکھ ایکڑ میں ہوتی ہے یعنی کل کی ۲۴ فیصدی ہیں وہ رقبہ جس میں آبپاشی ہوتی ہے صرف ۳۴ فیصدی ہے یہاں کی آبادی ۵ کروڑ ہے ۔

صوبہ متوسط

صوبہ متوسط کی حالت پنجاب کے بالکل برعکس ہے اور وہاں خریف کی فصل بہت اچھی ہوتی ہے اس کی پیداوار کل پیداوار کی ۷۶ فیصدی ہے چاول ۴۵ فیصدی جوار ۳۰ فیصدی اور گیہوں صرف ۱۲ فیصدی ہوتا ہے ۔ وہاں کی آبادی تقریباً ۱۷۰ لاکھ ہے اور غلّے کی کل پیداوار ۴۰ لاکھ ٹن سے کم ہے ۔

بہار

اس صوبہ میں بھی خریف کی فصل سب سے اچھی ہے ۔ جو کل پیداوار کی ۳۷ فیصدی ہے اسمیں چاول ۵۱ فیصدی اور گیہوں ۶ فیصدی ہوتا ہے یہاں کی آبادی ۳ کروڑ ۶۰ لاکھ ہے ۔

بنگال

بنگال میں صرف ایک ہی فصل ہوتی ہے یہاں کی خاص پیداوار چاول ہے جو غلّے کی کل پیداوار کا ۹۰ فیصدی ہے اس صوبہ میں ربیع اور خریف کی فصلوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ کچھ اضلاع میں ایک سال میں چاول کی تین فصلیں ہوتی ہیں یہاں کی آبادی ۶ کروڑ ہے ۔

یوپی میں جو رقبے خریف کی فصل کی مختلف اشیا خوردنی کے لئے الگ کر دیئے ہیں بہت صاف ہیں گنا ۔ میرٹھ ڈیویژن کے علاوہ مشرق میں اور شمال میں بجنور سے لیکر جنوب میں گورکھپور تک کی ترائی میں بہت بویا جاتا ہے ۔

جوار کی کل پیداوار کا دو تہائی حصہ جھانسی، الہ آباد اور آگرہ ڈیویژن میں پیدا ہوتا ہے ۔ کانپور الہ آباد اور فتح پور میں جوار کی پیداوار کافی ہوتی ہے اگرچہ بدایوں، مراد آباد، اٹاوہ اور الہ آباد کی نم زمین میں باجرے کی کاشت بہت بڑے رقبے میں کی جاتی ہے لیکن آگرہ ڈیویژن میں باجرے کی کاشت خاص طور سے ہوتی ہے ۔

اسکے علاوہ مکا دوریہ میں خصوصاً گونڈا اور بہرائچ میں سب سے زیادہ بویا جاتا ہے جہاں اسکی کاشت بغیر آبپاشی کے ہو سکتی ہے ۔ میرٹھ، بلند شہر اور علیگڈھ کے اضلاع میں اسکی کاشت خصوصاً نہر کے ذریعے سینچے ہوئے رقبوں میں ہوتی ہے ان مقامات کے علاوہ جونپور، سیتاپور اور کھیری میں بھی اسکی کافی کاشت ہوتی ہے ۔

چاول کی کاشت مغربی اضلاع میں اودھ میں اور روہیلکھنڈ کی ترائی کے اضلاع میں سب سے زیادہ ہوتی ہے ۔ اس کی کاشت زیادہ تر بارش پر منحصر ہے اسکی صرف ۷ فیصدی کاشت آبپاشی کے ذریعے ہوتی ہے ۔ اسکی پیداوار کبھی کم اور کبھی زیادہ ہونیکا یہی خاص سبب ہے ۔ اس کی اچھی پیداوار اور متواتر بارش پر منحصر ہے

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ غلّہ کی پیداوار بڑھانے کیلئے کاشتکاروں سے ایسی فصلیں پیدا کرنے کے لئے کہنا بیکار ہے جو وہاں کے مقامی حالات کے مطابق نہ ہوں ۔ فصلوں کو ایسے رقبوں میں بونا چاہیئے جہاں کی آب و ہوا انکے موافق ہو ۔ اسلئے ہمیں جوار کی کاشت کو بندیلکھنڈ میں، باجرے کی کاشت کو آگرے میں اور مکا کی کاشت کو مذکورہ بالا اضلاع میں ترقی دینا چاہیئے ۔

بلاشبہ محکمہ آبپاشی فصلوں کی آبپاشی میں اور آبپاشی کرکے فصلوں کو وقت سے پہلے بونے میں بہت سہولتیں بہم پہنچا رہا ہے ۔ کاشتکار فصلوں کو وقت سے پہلے نہیں بو سکتے تھے ۔ اگر وہ صرف بارش شروع ہونے پر ہی قناعت کرتے اور مشرقی و مغربی نہروں کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال شروع خریف کی فصلوں کے رقبے ابھی سے ان رقبوں سے کہیں زیادہ ہیں جنکی سینچائی اور رسالوں میں کی گئی ہے ۔

اعداد شمار سے ظاہر ہے کہ اس سال آبپاشی کئے ہوئے ایسے رقبے جن میں گنے کی کاشت ہوتی ہے ۔ سنہ ۱۹۴۱ء کے آبپاشی کئے ہوئے رقبے سے ۴۰ فیصدی زیادہ ہے اور گنے کی کاشت کا کل رقبہ کسی گذشتہ سال کے اس بڑے سے بڑے رقبے

کے قریب برابری ہوگا جبیں اسکی کاشت ہوتی ہو۔ کارخانوں میں شکر کی پیداوار کو بڑھانے کی ضرورت کے علاوہ اس صوبہ میں گڑ کا بنانا بھی ایک اہم صنعت ہے۔ گڑ غریب لوگ اور بالخصوص دیہاتوں میں مزدور لوگ زیادہ استعمال کرتے ہیں اگر گڑ کی کل پیداوار اوسط سال کی پیداوار سے ۵ لاکھ ٹن بڑھادی جائے تو کاشتکار اس مزید گڑ کو منافع پر فروخت کرسکتا ہے۔ اس مقوی چیز کے استعمال سے مزدور زیادہ کام کرنیکے قابل ہوجاتا ہے۔ ان مقامات کے علاوہ جہاں عمدہ قسم کی کپاس بوئی جاتی ہے دیگر مقامات میں اس کی کاشت کی ترغیب نہیں دیجاتی اس کے برعکس تیلہن کی کاشت کی ترغیب دیجاتی ہے

محکمہ مال ریونیو بورڈ سے لیکر ۲۷۰۰۰ پٹواریوں تک غلہ کی پیداوار کو بڑھانے کی ضرورت پر زور دے رہا ہے۔ ریونیو بورڈ کو اسبات کی ہدایت کردی گئی ہے کہ جیسا کلکٹر کہے اسکے مطابق بیج وغیرہ کے لئے تقاوی تقسیم کی جائے اور اگر ضرورت ہو تو وہ محکمہ مال سے اور زیادہ پیشگی روپیہ لینے میں نہ جھجکے۔

گاؤں سدھار افسر صاحب نے محکمہ گاؤں سدھار کے تمام ایسوسی ایشنوں اور آرگنائزروں کو اسی قسم کے حکم دیدئے ہیں اور اپنے محکمہ کو اس قسم کے پروپیگنڈہ کی ضرورت کو سمجھانے کیلئے وہ بہت سے اضلاع کا دورہ کرتے رہے ہیں۔

رجسٹرار صاحب محکمہ امداد باہمی نے بھی ایسا ہی کیا ہے، محکمہ زراعت نے بھی اپنے عملے کے لوگوں کے نام ایسے ہی احکام جاری کئے ہیں ڈائرکٹر اور ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب محکمہ زراعت کے پاس بیجوں کے لئے ۵۵ لاکھ سے زیادہ روپیہ ہے۔

کورٹ آف وارڈس کے پریسیڈنٹ نے مختلف اضلاع کے اسپشل منیجروں کو انکے ماتحت ریاستوں کی ایسی ہر ایک ایکڑ زمین کے جوتنے کی ضرورت پر زور دیا ہے جس میں کاشت ہوسکتی ہو۔

برٹش انڈین ایسوسی ایشن، آگرہ زمیندار ایسوسی ایشن اور مظفر نگر زمیندار ایسوسی ایشن کو بھی ایسے ہی احکام دیئے گئے ہیں۔

گذشتہ خریف فصل کے علاوہ اس ربیع فصل میں بھی کسانوں کو غلوں کی جو اچھی قیمتیں ملی ہیں اس سے انکو مزید غلہ پیدا کرنے کیلئے راغب کیا جاسکتا ہے۔ کاشتکاروں کو آج کل غلہ کی جو قیمتیں مل رہی ہیں وہ انکو گذشتہ ۱۲ سال میں کبھی نہیں ملی۔ غلہ وغیرہ کے علاوہ پھل، ترکاری آلو وغیرہ کی قیمتیں بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ ترکاریاں بونے والے ہر شخص کو یقین کامل ہے کہ اگر وہ زیادہ سبزی اور آلو پیدا کریگا تو اسکو جلد ہی فائدہ ہوگا۔

ربیع اور خریف دونوں فصلوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اسکا بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اس فصلی سال میں دونوں فصلوں کی کاشت کا کل رقبہ ۳۸ لاکھ ایکڑ سے کم نہ ہونا چاہیئے اور فصل خریف کی کاشت کا رقبہ اگر بارش اچھی ہو ۲۳ لاکھ ایکڑ سے کم نہ ہونا چاہیئے غلے کی پیداوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم کہیں گے کہ اس صوبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں کوئی فصل ایسی نہیں ہوتی جسمیں صرف ایک ہی غلہ پیدا ہوتا ہے اگر چاول کی پیداوار اچھی نہ ہو تو بھی جوار، باجرہ اور مکا کی اچھی فصل کی توقع کی جاسکتی ہے اور اگر جوار کی فصل اچھی نہ ہو کیونکہ شروع برسات ہی اس کے وقت پر بونے کیلئے موافق ہوتی ہے تو ایسی حالت میں چاول کی ابتدائی فصل اچھی ہونی چاہیئے۔ اگر بارش معمولی سے کم ہو تو آبپاشی کے ذریعے گنے کی بہت کافی پیداوار برباد ہونے سے بچائی جاسکتی ہے جھانسی اور آگرہ ڈویژن میں چارے کی کمی کے باعث ہل کے بیل ملنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے مگر وہاں کے کمشنروں کو یہ ہدایت دی جاچکی ہے کہ وہ کلکٹروں کی ہل کے بیلوں کیلئے تقاوی کی مانگ کو مناسب وقت پر پورا کریں اور بخوبی تحقیقات کرکے اس بات کا یقین کرلیں کہ یہ قرض صرف انھیں کسانوں کو دیئے جاتے ہیں جنھیں ان کی ضرورت ہے۔

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ خطرے کیوقت کھیتی کے رقبہ میں اضافہ کیوں نہیں کیا جاتا۔ اسکا جواب آسان نہیں ہے آج کل میدان کے ۴۸ اضلاع میں سے ۱۲ اضلاع میں انکی کاشت قابل کاشت رقبہ کے ۸۰ فیصدی سے زیادہ رقبہ میں ۱۰ اضلاع میں ۷۵ سے ۸۰ فیصدی تک کے رقبہ میں، ۱۳ اضلاع میں ۷۰ سے ۷۵ فیصدی تک کے رقبے میں، ۸ اضلاع میں ۵۵ سے ۷۰ فیصدی تک کے رقبے میں، ۸ اضلاع میں ۵۵ سے ۷۰ فیصدی تک کے رقبہ میں اور صرف ۲ اضلاع میں ۵۵ فیصدی سے کم رقبے میں کاشت ہوتی ہے آخر میں دیئے ہوئے ۸ اضلاع میں سے ۴ اضلاع اودھ میں ہیں۔ رائے بریلی، اناؤ، بہرائچ اور کھیری ان اضلاع میں کافی پرتی زمین ہے جو موجودہ قیمتوں کا خیال رکھتے ہوئے منافع کے ساتھ کاشت کی جاسکتی ہے آگرہ، باندہ، جھانسی حمیرپور اور مرزاپور کے اضلاع میں اس قسم کی کافی زمین ہے جسمیں کاشت کی جاسکتی ہے۔ اگر بارش موافق ہو تو ایسی زمین پر کاشت کیجائیگی۔

پھر بھی یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ جانوروں کی پرورش میں دلچسپی لینے والے انشا پرداز ۸۰ فیصدی آراضی سے زیادہ رقبہ پر کاشت کرنیکے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ چرائی کیلئے کم از کم ۲۰ فیصدی آراضی چھوڑ دینی چاہیئے ۱۹۳۵ء میں یوپی میں ہر قسم کے جانوروں کی تعداد ۳۲۰ لاکھ سے زیادہ تھی اور بہت سے انشا پردازوں کا خیال ہے کہ دودھ دینے والے ہر مویشی کیلئے کم از کم ۲ ایکڑ آراضی چرنے کیلئے ہونی چاہیئے۔

۱۹۳۵ء میں ۳ سال سے زیادہ عمر کی دودھ دینے والی بھینسوں اور گایوں کی تعداد ایک کروڑ سے زیادہ تھی۔ دیگر اشیاء خوردنی کے مقابلے میں دودھ کی زیادہ ضرورت ہے۔

چنانچہ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ پیداوار میں اسی وقت اضافہ کیا جاسکتا ہے جب دو فصلی کاشت کا بھی بڑھادی جائے یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب زیادہ بارش ہو اور آبپاشی کے لئے زیادہ سہولتیں حاصل ہوں۔ ۱۴ اضلاع میں ۳۰ فیصدی سے زیادہ دو فصلی رقبہ ہے ۲ اضلاع میں ۲۰ فیصدی سے زیادہ اور ۳۰ فیصدی سے کم اور ۱۱ اضلاع میں ۲۰ فیصدی سے کم دو فصلی رقبہ ہے صرف آبپاشی ہی کو ترقی دینے سے خواہ وہ آبپاشی نہر، ٹیوب ویل یا عام پختہ کنوؤں کے ذریعے کی جاسکے ان طریقوں سے ترقی کی جاسکتی ہے۔

ماں کے ایثار کا ایک منظر

(از پنڈت رام نریش ترپاٹھی)

ماں قدرت کا بہترین عطیہ ہے۔ انسان تعلیم دیکر استاد، شاعر، ادیب، وید، ڈاکٹر، حکیم، انجینیر یہاں تک کہ سادھو سنیاسی بھی بنا سکتا ہے۔ لیکن "ماں" جو چیز ہے اُس کی تخلیق انسان کی طاقت سے باہر ہے قدرت خود اسکی تخلیق کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کی ہر مخلوق ماں کی ایک ہی صورت، اپنے بچے کے لئے سب میں ایک سی ماتا اور ان کے لئے ایثار و قربانی کا ایک ہی سا جذبہ ہوتا ہے۔

ماں کی محبت کا ایک دلکش منظر مجھے ایک دن ایک خرگوش کے کنبے میں دیکھنے کو ملا۔ میں جب الہ آباد میں رہا کرتا تھا تو ایک بار گاؤں سے میں اپنے دو بچوں، بسنت اور ساوتری، کو اپنے ساتھ رکھ کر پڑھانے کے لئے الہ آباد لے گیا۔ بسنت کی عمر اُس وقت آٹھ سال کی تھی اور ساوتری کی ۶ سال کی بچے ماں کو اور گاؤں کے کھلاڑی ساتھیو کو چھوڑ کر شہر میں گئے تھے اور وہاں ایک کمرے میں جو یقیناً گاؤں کے سچّے مکان سے صاف اور خوبصورت تھا قیدی کی طرح رہتے۔ قید خانہ خواہ سونے کا ہو پھر بھی قید خانہ ہی ٹھہرا۔ دن بھر چڑیوں کی طرح پھدکنے اور چہکنے والے بچے سب سواریوں کے نیچے دب جانے کے خوف سے کمرے کے باہر نکلنے ہی نہیں دیئے جاتے تھے۔

میں تو دن بھر اپنے کام میں مصروف رہتا تھا۔ بچوں کو انکی ماں کے پاس سے لے آنے پر اس فکر میں پڑ گیا کہ انکی ماں کی کمی کی پوری نہ سہی تو کسی حد تک تو تلافی مجھے کرنی ہی چاہئے۔ چنانچہ میں کچھ وقت انکا دل بہلانے میں لگانے لگا۔

بچے کھا پی کر کھڑکی پر بیٹھ جاتے اور سڑک پر چلنے اور دوڑنے والی بھیڑ کو دن بھر ٹکٹکی لگا کر دیکھتے رہتے۔ کوئی عورت انکی ماں کی سی سڑک پر دکھائی دیتی تو اپنی ماں کی یاد میں انکی آنکھ سے آنسو نکلنے لگتے۔ ملازم سے میں سنتا کہ آج بسنت رو رہے تھے یا ساوتری رو رہی تھی تو مجھے بڑا ترس آتا میں پورا دن تو اُن کو دے نہیں سکتا تھا۔

آخر کار میں نے سوچا کہ انسان کے گھر میں مسرت کو قائم رکھنے کے لئے حیوان کی مدد لی جائے۔ حیوانوں میں کتا، بلی اور خرگوش یہی تین جانور ہیں جو گھر کے اندر جگہ پا سکتے ہیں کتا وفادار اور محبت کرنیوالا جانور ضرور ہے لیکن وہ کچھ مہنگا بھی پڑتا ہے جتنی فکر کسی لڑکے کی کرنی پڑتی ہے اُس سے کم اسکا خیال نہیں کرنا پڑتا۔ بلی بھی کم محنت نہیں لیتی اور یہ دونوں جانور اگر عمدہ نسل کے ہوں تو قیمتی بھی ہوتے ہیں۔ اسلئے انکے مرنے کا بھی زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ خرگوش ہی مجھے ایک ایسا جانور معلوم ہوا جو سستا بھی ہوتا ہے اور محنت بھی کم لیتا ہے۔ ایک دن میں بچوں کو بازار میں اُس جگہ لے گیا جہاں چڑیاں بکتی ہیں۔ طرح طرح کی چڑیاں پنجروں میں بند کر کے رکھی ہوئی تھیں۔ اتفاق سے اس دن کچھ خرگوش بھی بکنے آئے تھے۔ بچوں کی پسند کے مطابق میں نے خرگوش کا ایک جوڑا خرید لیا۔

خرگوش کا جوڑا بچوں کے سپرد کر کے میں کچھ مطمئن سا ہو گیا۔ بچے بھی اپنی ماں کو بھولنے لگے۔ وہ دن بھر انکے ساتھ کھیلتے انھیں کھلاتے پلاتے اور اُن کو ایک صندوق میں سُلا دیتے تھے۔ اُنکو انکے پسندیدہ ساتھی مل گئے تھے۔

ایک بار کچھ دنوں کے لئے میں الہ آباد کے باہر چلا گیا۔ جب لوٹا تو گھر میں داخل ہوتے ہی بچوں نے سب سے پہلے یہ رپورٹ دی کہ خرگوش نے بچے دیئے ہیں۔ میں اپنے کمرے میں آیا اور تازہ ڈاک دیکھنے لگا۔ مگر بچوں کے پاس تو اور کوئی موضوع گفتگو ہی نہیں تھا۔ بسنت اور ساوتری ایک دوسرے کے منہ کی بات چھین کر میرے کان پر اپنا قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مجھے یہ جانکر بیحد خوشی ہوئی کہ خرگوش کے جوڑے اور انکے بچوں نے میرے بچوں کے دل کی افسردگی دور کر دی تھی۔

ڈاک دیکھنے اور غسل کرنے کے بعد میں باورچیخانے کی طرف جانے لگا تو بچوں نے مجھے راستے میں روک لیا اور کہا "خرگوش کے بچوں کو دیکھ لیجئے پھر کھانا کھایئے۔"

خرگوش کا بکس قریب کے ایک برآمدے میں تھا بچوں نے مجھے دکھا کر مادہ خرگوش کے ننھے ننھے بچے دکھلائیے۔ مادہ اپنے بچوں کو سمیٹ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ نر خرگوش بکس کے باہر تھا۔

بسنت نے کہا "بابوجی، خرگوش بڑا بدمعاش ہے۔ یہ مادہ کو مارتا ہے اسی لئے اسے بکس کے باہر کر دیا ہے۔"

میں نے دیکھا کہ مادہ کے سامنے کچھ ہری دوب بھی رکھی ہے۔ بسنت نے لوگوں سے پوچھ کر معلوم کر لیا تھا کہ خرگوش کی خاص غذا کیا ہے۔

میں نے مادہ خرگوش کو غور سے دیکھا تو اسکے تمام جسم میں جگہ بجگہ بال نوچے ہوئے نظر آئے۔ ساوتری نے کہا "یہ دونوں بہت لڑتے ہیں، نر خرگوش نے نوچے ہیں۔"

میں نے پوچھا "لیکن نر خرگوش کے بال تو کہیں نوچے ہوئے نہیں ہیں۔ کیا مادہ کا ایک پنجہ بھی نر کے نہ لگا ہوگا؟"

تعجب تو ہم سب کو ہوا لیکن یہ کوئی نہ بتا سکا کہ تنہا مادہ کے بال ہی کیوں نوچے ہوئے تھے۔

سوال کو حل کئے بغیر ہی ہم باورچیخانے کی طرف چلے گئے۔ کئی دنوں کے بعد بچوں نے پھر شور مچایا کہ خرگوش کا ایک بچہ مر گیا ہے۔ میں بھی دیکھنے گیا واقعی ایک بچہ مرا ہوا پڑا تھا۔ میں نے نوکر سے کہا کہ مرے ہوئے بچے کو اُٹھا کر باہر پھینک دو۔

نوکر نے بچے کو اُٹھایا تو اسکے نیچے کا منظر دیکھکر ہم متحیر ہو کر ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے۔

میں نے دیکھا کہ مادہ خرگوش نے اپنے روئیں نوچ نوچ کر بچوں کے نیچے بچھا دیئے تھے۔

جنگل میں وہ نرم نرم گھاس اور پتیاں بچوں کے نیچے بچھایا کرتی ہوگی۔ پختہ مکان میں گھاس یا پتیاں نہ پا کر اس نے اپنے جسم کے بال نوچ کر بچوں کو اُن پر سُلایا تھا۔ میرے مُنہ سے نکل پڑا۔ ماں اس کو کہتے ہیں۔

میں نے بسنت اور ساوتری کو جب یہ بتلایا کہ مادہ خرگوش کے روئیں کیوں اور کس نے نوچے تھے تو وہ کسی دوسری دُنیا میں سیر کرتے ہوئے نظر آنے لگے جس میں انکی آنکھوں کے سامنے شاید انکی ماں کھڑی تھی۔ اور میں بھی آنکھیں بند کر کے عالم تخیل میں اپنی ماں کی تصویر دیکھنے لگا تھا۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے میدانی علاقہ میں ترکاری پیدا کرنے کی اسکیم

(از مسٹر بلبھدر سہائے سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ گارڈن آگرہ)

ہر خاص و عام کو ان دنوں غلہ کی گرانی بوجہ جنگ عظیم تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج جو کھانے کو مل رہا ہے وہ کل بھی ملیگا یا نہیں۔ یہ بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا ہے کہ یہ کیفیت کب تک رہیگی۔ اُمید تو یہ نظر آتی ہے کہ دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہندوستان کو بہت بڑا حصہ لینا ہوگا۔ اور کافی عرصہ بھی لگیگا۔

بھوکا سپاہی نہ تو لڑائی ہی لڑ سکتا ہے اور نہ بھوکی پبلک چین سے رہ سکتی ہے۔ اس لئے غلہ و ترکاری ہم لوگوں کو ہر چپہ زمین میں جہاں پیدا کیجا سکتی ہے پیدا کرنی چاہئے اور اپنے ملک کی غلہ کی کمی کو مٹانا چاہئے۔ صرف غلہ ہی کام نہ کریگا سبزی و ترکاری کی بھی کاشت کی سخت ضرورت ہے۔ جو کہ بونے کے ایک مہینہ بعد ہی سے تیار ہونے لگتی ہے انسانی جسم بنانے کے لئے تقریباً سبھی چیزیں سبزی میں موجود ہیں اور غلہ کی گرانی اور کمی پر انسان محض سبزیوں اور ترکاریوں پر بسر کر سکتا ہے۔ اسکے علاوہ اگر لوگ سبزیوں اور ترکاریوں پر کسی قدر بسر کرنے لگیں تو بہت سا غلہ سپاہیوں اور فوجیوں کے لئے مہیا کیا جا سکتا ہے۔ اور لڑائی زیادہ عرصہ تک رہنے سے ہمت میں کمی نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا سبزی و ترکاری کی کاشت جس کے لئے زمین ہند نہایت موزوں ہے اور جس کی وجہ سے ہندوستانی ترکاری کھانیوالے کہلاتے ہیں جس قدر اہمیت دیجائے مناسب ہے

ترکاری کی کاشت ہر فرد و بشر کو جس کے پاس تھوڑی سی بھی زمین ہو اور پانی کا ذریعہ ہو ضرور کرنا چاہئے شہروں سے قریب کے لوگ ایسی ترکاری پیدا کر سکتے ہیں جو کہ شہر میں روزانہ پہنچائی جا سکے اور فروخت ہو سکے لیکن شہر سے دور والے مواضعات میں جہاں سے روزانہ ترکاریوں کا منڈی میں پہنچانا مشکل ہوتا ہے یا خرچ زیادہ منافع کم۔ ایسی ترکاریاں پیدا کیجا سکتی ہیں جو زیادہ عرصہ تک رکھی جا سکیں حسب خواہش دور کی منڈیوں میں بوقت فرصت و سہولیت پہنچا سکیں۔ مثلاً آلو۔ گھیاں۔ پیاز۔ شکر قندی۔ ہاتھی چک۔ لوکی۔ سیتا پھل وغیرہ لیکن ان ہر دو مقاموں میں ہر قسم کی ترکاریاں جو کہ وہاں کے قرب و جوار اور خود کے لئے چاہئے پیدا کرنا چاہئے اور غلہ کو بچانا چاہئے۔

زمین:۔ سبزی و ترکاری کے لئے اچھی زمین اور پانی کے پاس مثلاً کنواں۔ نہر۔ تالاب وغیرہ کے پاس انتخاب کرنا چاہئے۔ اور سال بھر متواتر فصل لینے کے لئے اپنی پوری زمین کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے ایک حصہ میں موسم گرما اور جاڑے کی فصل لینی چاہئے اور دوسرے حصے میں برسات اور دوسرے سال کے موسم گرما کی فصل لینی چاہئے پہلے حصے کو موسم برسات میں آرام ملیگا۔ جس کی اچھی طرح سے جوتائی اور گڑائی ہو سکتی ہے اور دوسرا حصہ جاڑے میں خالی رہیگا۔ اس وقت زمین کی تیاری کیجا سکتی ہے۔ ان زمینوں کو اتنے حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے جتنے قسم کی ترکاریاں پیدا کرنی ہوں اور پھر اُن کو پانی کے لحاظ سے چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں تقسیم کرنا چاہئے۔ ہر فصلوں کو سب ایک ہی ساتھ نہیں بونا چاہئے بلکہ کچھ وقفہ دیکر بونا چاہئے۔ تاکہ فصل متواتر ملتی رہے زمین کو اس طرح سے تقسیم کرنے کے بعد حسب ذیل پروگرام پر عمل کرنا چاہئے۔

موسم گرما کی ترکاریاں

بھنڈی۔ اخیر جنوری سے شروع مارچ تک تقریباً بیس دن کے وقفہ کے ساتھ سیدھے کھیت میں ایک فٹ کے فاصلے پر بونا چاہئے۔ اگر بیج زیادہ ہو تو پہلے گھنا بو کر بعد کو ہلکا کر لیا جائے۔

لوکی:۔ شروع موسم میں پھل لینے کے لئے لوکی کا بیج نومبر اور شروع دسمبر میں بونا چاہئے اور پھوس وغیرہ سے پالے کے ایام میں بچانا چاہئے۔ اخیر دسمبر میں ۱۰۔ ۱ بیج۔ گملے میں بیج بو کر اور گرم جگہ رکھ کر جنوری کے اخیر میں پودوں کو بغیر جڑوں کو نقصان پہنچائے گملے سے احتیاط کے ساتھ نکال کر کھیت میں لگا دینا چاہئے۔ اخیر جنوری سے اخیر فروری تک بیجوں کو سیدھے کھیت میں بو سکتے ہیں۔ اسکو چھ فٹ کے فاصلے پر بونا چاہئے اور زمین پر پھیلنے دینا چاہئے۔ شروع موسم لغایت اخیر موسم تک فصل ملتی رہیگی

ترئی۔ کریلا:۔ یہ اخیر جنوری سے شروع مارچ تک لائنوں میں ۵ فٹ کے فاصلہ پر بونا چاہئے۔

چولائی ساگ:۔ فروری لغایتہ مارچ تک لائینوں میں ۳ انچ کے فاصلہ پر بونا چاہئے۔ لائینوں کا فاصلہ ۹ انچ ہونا چاہئے۔

تربوز۔ خربوزہ۔ ککڑی:۔ یہ بطور پھل استعمال کیا جاتا ہے عام طور پر سبھی لوگ پسند کرتے ہیں۔ اسکو دریا کے کنارے ریتلی زمین میں بہت اچھی طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی بھوڑ و دومٹ زمین میں اس کی فصل اچھی پیدا ہوتی ہے۔ اسکے بیج کو ۶ فٹ کے فاصلہ پر نالیاں بنا کر اور خوب کھاد مٹی وغیرہ بھر کر ۴۔ ۵ فٹ کے فاصلہ پر اخیر جنوری لغایتہ شروع مارچ تک بونا چاہئے

گھیاں:۔ یہ اس موسم میں سب سے زیادہ تجارتی پیمانہ پر بویا جا سکتا ہے اور خصوصاً شہر سے دور والے علاقہ میں اسکی کاشت زیادہ ہونی چاہئے۔ اسکی گانٹھ کو فروری میں $1\frac{1}{2}$ فٹ کے فاصلہ پر لائینوں میں بونا چاہئے۔ بیج سے بیج کا فاصلہ ۹۔ ۱۰ انچ ہونا چاہئے۔ تقریباً ۸۔ ۱۰ من بیج فی ایکڑ کافی ہوگا۔

موسم برسات کی ترکاریاں

لوکی۔ کمڑہ و توری۔ کریلا۔ چچنڈا۔ سیم۔ جون سے جولائی تک ۶ فٹ کے فاصلہ پر بونے

جا سکتے ہیں۔

ولایتی لوبیا:۔ خوش ذائقہ اور مقوی ہوتا ہے۔ اسکو جون سے اگست تک ۱۵ دن کا وقفہ دیکر لائینوں میں ایک فٹ کے فاصلہ پر بونا چاہیئے۔ لائن سے لائن کا فاصلہ ۲ فٹ ہونا چاہیئے۔ مندرجہ بالا ترکاریاں بیلدار (پھیلنے والی) ہوتی ہیں۔ لہذا ۱ فٹ کے قریب جب ہو جائے تو ان پر ۶۔۱۰ فٹ لمبی لکڑیاں لگا دینی چاہیئے تاکہ اس پر پھیلیں۔

بینگن:۔ مرچ۔ ٹماٹر۔ پہلے ہونیوالی پھول گوبھی کے بیج کو پہلے کسی نرسری کی چھوٹی کیاری خواہ گملے میں ماہ جون لغایت جولائی میں بوکر پودھ پیدا کر لینا چاہیئے۔ جب پودے ۴۔۵ انچ کے ہو جائیں تو ان کو اصلی کھیت میں لگا دینا چاہیئے۔ بینگن۔ ٹماٹر ۳ فٹ اور مرچ اور پھول گوبھی ۲ فٹ کے فاصلہ پر لگانا چاہیئے۔

اروی یا گھیاں:۔ جون میں بونا چاہیئے۔ اسکی فصل نومبر۔ دسمبر میں تیار ہوگی۔ شکر قندی جون سے اگست تک لگائی جاتی ہے۔ اس کے ڈنٹھل کو قلم کرکے ۱½ فٹ کے فاصلہ پر مینڈیں ۲ فٹ کے فاصلہ پر بنا کر گاڑ دیتے ہیں۔

موسم سرما کی ترکاریاں

گاجر۔ مولی۔ پالک۔ چقندر۔ شلجم۔ ان کے بیج ستمبر سے نومبر تک سیدھے کھیت میں ۹ انچ کے فاصلہ پر لائینوں میں بوئے جاتے ہیں۔ گاجر۔ مولی اور پالک کے لیئے بیج کا فاصلہ ۲ انچ ہونا چاہیئے اور چقندر و شلجم کے لیئے ۴ انچ ہونا چاہیئے۔ پھول گوبھی۔ ۲ فٹ × ۲ فٹ۔ بند گوبھی۔ ۲ فٹ × ۲ فٹ۔ بٹن گوبھی ۲½ فٹ × ۲½ فٹ سلاد ۱ فٹ × ۱ فٹ۔ سلیری ۱½ فٹ × ۱ فٹ۔ گانٹھ گوبھی۔ ۱ فٹ × ۶ انچ۔ پیاز ۸ انچ × ۳ انچ۔ ٹماٹر ۳ فٹ × ۳ فٹ یہ سب جاڑے کی مشہور فصلیں ہیں۔ ویسے تو سبھی لوگ خاص طور سے ولایتی لوگ اسے بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ ان سب کے بیج کو ستمبر لغایتہ نومبر تک کسی گملہ یا چھوٹی سی کیاری میں بو کر پودھ پیدا کر لینا چاہیئے۔ جب پودھ قریب ۵ انچ کے ہو جائے تو ان کو اصلی کھیت میں اتنے ہی فاصلہ پر جتنا کہ ہر ایک کے سامنے درج ہے لگا دینا چاہیئے۔

مٹر (گارڈن)

یہ اس موسم کی ایک خوش ذائقہ اور صحت بخش فصل ہوتی ہے اور اس کی فصل احتیاط کے ساتھ وقفہ دیکر بونے سے دسمبر لغایتہ مارچ تک ملتی رہتی ہے۔ اس کے بیج کو ستمبر سے لغایتہ نومبر تک ۱۵ دن کے وقفہ کے ساتھ ۳ فٹ سے ۴ فٹ کے فاصلہ پر لائن بنا کر ۶ انچ کے فاصلہ پر بونا چاہیئے۔ اور ۴ فٹ اونچی لکڑیاں لگا دیجائیں۔ تاکہ اسی پر پھیلے۔

آلو:۔ یہ اس موسم کی سب سے زیادہ تجارتی اور مقبول عام فصل ہے اور سال بھر متواتر استعمال ہوتی رہتی ہے۔ لڑائی کے زمانہ میں اسکی کاشت بہت بڑے پیمانہ پر کرنی چاہیئے۔ مسلم آلو بیج کے کام آتا ہے۔ بڑے آلوؤں کے دو تین ٹکڑے جس میں تقریباً تین چار آنکھیں ہوں کاٹتے ہیں۔ اسکے بیج کو ۱½ فٹ کے فاصلہ پر لائن بنا کر ۶ انچ کے فاصلے پر ماہ ستمبر سے شروع نومبر تک بونا چاہیے۔

غزل

(از حضرت نشتر سلونی)

آنکھوں تک آ کے پلکوں پہ آنسو ٹھہر گئے
دامن میں جب گرے تو یہ موتی بکھر گئے

اُڑ کر قفس سے صحنِ چمن تک جو پر گئے
وہ ماتمِ بہار کی لے کر خبر گئے

نا آشنا ہوئے جنھیں سمجھا تھا آشنا
مانوس جن سے تھے وہی مایوس کر گئے

صیاد اب قفس کی ضرورت نہیں رہی
جب بال و پر ہی ہاتھوں سے تیرے کتر گئے

کیا جانے کیوں وہ دیکھ کے بیمارِ غم کو آج
ہنستے ہوئے تو آئے تھے با چشم تر گئے

کچھ ہو چلی تھی محفلِ امکاں بھی منتشر
گیسو بکھر چلے تھے مگر پھر سنور گئے

جینا ہی اُن کا بار تھا مرنا تو بھول تھا
تربت میں ساتھ لیکے جو داغِ جگر گئے

ہر دل میں برقِ حسن کے شعلے بھڑک اُٹھے
اک آگ ہی لگا کے وہ آئے جدھر گئے

نشتر قریب منزلِ مقصود آ گئی
خود چلتے چلتے پاؤں ہمارے ٹھہر گئے

غلہ کی کوآپریٹو فروخت

از جناب آر۔ این شیوپوری۔ ایم۔ اے۔ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز علی گڈھ

فروختگی کے انتظام کی ضرورت اہل دیہات کو سستی شرح سود پر قرض دیکر کسانوں کی قرضداری کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ہندوستان میں سب سے پہلے امداد باہمی کا تجربہ کیا گیا۔ اس صوبہ کی تحریک امداد باہمی کا خاص کام اب بھی قرض دینا ہے لیکن تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہماری سوسائٹیوں کے ممبران کو صرف سستی شرح سود پر اور آسانی سے ملنے والے قرض سے فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ انکی پیداوار کے خرید و فروخت کے طریقوں میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ آج کل دیہاتوں میں خرید و فروخت کے جو طریقے رائج ہیں وہ ہمارے دیہاتی بھائیوں کے جو جاہل مقروض اور غریب ہیں، فائدے کیلئے نقصان دہ ہیں۔

بدلا ہوا زمانہ۔ پہلے زمانے کے کسانوں کو اپنی پیداوار فروخت کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی ہر ایک کسان اپنے لئے اپنے کنبہ اور اپنے مویشیوں کے لئے اشیاء خوردنی پیدا کر لیا کرتا تھا ان کا بازار اپنے طبقہ کے ان لوگوں کیلئے محدود تھا جہاں وہ رہتا تھا اسلئے اپنے بازار کی ضروریات کو سمجھنا اسکے لئے آسان تھا۔ وہ صرف انھیں غلوں کو پیدا کرتا تھا جنکی بازار میں مانگ ہوتی تھی چونکہ وہ اپنے خریداروں سے خود لین دین کرتا تھا اس لئے منظم طور پر مارکٹنگ کے انتظام کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ آج حالات بدل گئے ہیں۔ آجکل زراعت کو بھی تجارتی شکل دیدی گئی ہے۔ غلہ صرف دور کے بازاروں میں فروخت کرنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ ان حالات کے ماتحت کسان کے مال کی نکاسی صرف مقامی بازاروں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ انکا مال ایسے شہروں اور قصبوں تک جاتا ہے جو اسکے گاؤں سے سیکڑوں اور ہزاروں میل دور واقع ہیں۔

دلالوں کا دخل۔ گاؤں والوں کو اپنا غلہ دلالوں کے ہاتھ فروخت کر دینا پڑتا تھا جو آہستہ آہستہ زرعی پیداوار فروخت کرنیکے ماہر ہوگئے۔ اس لئے منافعہ کا بیشتر حصہ کسانوں کی جیب میں جانے کے بجائے دلالوں کی جیبوں میں جانے لگا مقامی بنئے کسانوں سے بازار کے رائج
۲
نرخ سے کم داموں میں پیداوار خریدتے ہیں چونکہ زیادہ تر وہی بنئے مہاجنی کا کام بھی کرتے ہیں۔ اسلئے وہ کسانوں سے اپنی مرضی کے مطابق دام طے کرتے ہیں اور انھیں انکی تمام پیداوار کو اپنی مرضی سے مقرر کئے ہوئے دام پر فروخت کرنے کیلئے مجبور کرتے ہیں۔ کبھی کبھی کسانوں کو اپنی کھڑی فصل کو بھی فروخت کرنے کیلئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اس طرح کسان بنیوں کی مٹھی میں رہتا ہے۔ کسان ان تجارت پیشہ لوگوں کا جو ہر طرح اسکے برعکس کام کرتے ہیں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حالات ایسے ہیں کہ تو جو کچا مال اسے چاہئے اسکے لئے زیادہ سے زیادہ دام دینا پڑتا ہے اور دوسرے اسکی پیداوار کیلئے اسے کم دام ملتے ہیں۔

کسانوں کی افسوسناک حالت۔ چھوٹے غریب اور بے یار و مددگار دیہاتی کی حالت بہت خراب ہے۔ وہ اتنا ہوشیار نہیں ہوتا کہ وہ بازار کے حالات کا مطالعہ کر سکے اور یہ جان سکے کہ کس وقت کیا چیز فروخت کرنی چاہئے اُسے دلال کے طے کئے ہوئے نرخ پر اپنی پیداوار دینی پڑتی ہے۔ اسکے بے مددگار ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے بازار اور اپنے خریداروں سے بہت دور رہتا ہے اور اسے برابر اس سامان کی ضرورت رہتی ہے جسکے دام وہ فوراً نہیں ادا کر سکتا۔ بنیا موقع پاتے ہی اسے ٹھگنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی کبھی وہ اسکے مال کے بازار نرخ کو بھی گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کسانوں پر اپنا قبضہ اتنا زیادہ رکھتا ہے کہ وہ اپنا مال کہیں اور نہیں لے جا سکتے۔ فصل کٹنے کے موقعہ پر نرخ ہمیشہ بہت گر جاتا ہے اور کسان نرخ کے بڑھنے کے وقت کا انتظار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسکے پاس کوئی سرمایہ نہیں رہتا۔ دلال اسکی اس پست حالت سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسکے علاوہ وہ مال میں آمیزش وغیرہ بھی کیا کرتا ہے۔

کوآپریٹو اصول پر پیداوار کی فروخت کے فوائد

کوآپریٹو سوسائٹیوں کا صرف یہی فرض نہیں ہے کہ وہ ممبروں کو کم شرح سود پر قرض دے سوسائٹیوں کو چاہئے کہ مندرجہ بالا طریقوں کے باعث ممبروں کو جو نقصان ہو رہا ہے انکو روکنے کی کوشش کریں اس سلسلے میں امداد باہمی کے اصول کے مطابق پیداوار کی فروخت انکے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہے اگر پیداوار کی فروخت کا کام نامناسب طریقوں سے کیا جائے اور اسکی اچھی طرح دیکھ بھال کی جائے تو غلہ پیدا کرنے والوں کا باقی وقت بچ سکتا ہے۔ ایمانداری کے ساتھ ان سے برتاؤ کیا جائے پیداوار کی درجہ بندی کرکے ممبروں کو زیادہ قیمت دلوائی جا سکتی ہے اور جو فائدہ دلال اٹھاتے ہیں وہ ممبروں کو ہو سکتا ہے سوسائٹیاں گاؤں ہی میں پیداوار کی ضمانت پر روپیہ قرض دے سکتی ہیں اور جنھیں بعد میں ممبر خود فروخت کر سکتے ہیں۔ سوسائٹی ممبروں سے غلہ بھی خرید سکتی ہے اور اسٹاک بھی رکھ سکتی ہے اور جو بعد میں مناسب قیمت پر انھیں کے ہاتھ فروخت کیا جا سکتا ہے۔ اگلے سال میں اچھی فصل نہ ہونے یا کم پیداوار ہونے کے خوف سے محفوظ رہنے کیلئے ایسا کرنا بہت ضروری ہے اگر کسی گاؤں میں زیادہ مقدار میں پیداوار بازار میں لاکر بیچنے کی سہولتیں ہوں تو سوسائٹی کے ممبروں سے فوراً خرید لینا چاہئے۔ غلے کی تجارت کرنے کیلئے بڑی سمجھداری واقفیت اور ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے کسانوں میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ اسلئے ضلع کے سنٹرل بینکوں کا یہ فرض ہے کہ بازاروں کی حالت کا مطالعہ کرتے رہیں اور جب بازار نرخ اچھا ہو تو پیداوار فروخت کرکے اسکے مطابق ممبروں کے حساب میں صحیح اندراج کر دیں۔ کوآپریٹو طریقہ کے مطابق پیداوار فروخت کرنے سے اتنا زیادہ فائدہ ہے کہ اس طرف جتنی بھی توجہ کی جائے وہ کم ہے۔ پہلے اس سلسلے میں جو لاپروائی برتی گئی ہے اس سے ہمارے کسانوں کو بڑا نقصان پہنچا ہے لیکن اس سے بنئے امیر ہوگئے ہیں۔ اپنے ممبروں کو بنئے کے مضبوط چنگل سے اس وقت تک نجات نہیں دلا سکتے جب تک کہ ہم ان کی مالی امداد نہ کریں اور انھیں اپنی پیداوار کو براہ راست بازار میں فروخت کرنے کے قابل نہ بنا دیں۔ اگر غلے کو بازار میں فروخت کرنے کی ایک ایسی مضبوط اسکیم بنا دی جائے جس کے ذریعے مختلف اضلاع اور ایک ہی ضلع کے مختلف مفاد میں ربط قائم کر دیا جائے

تو اس سے نہ صرف تحریک امداد باہمی از سر نو زندہ ہوگی بلکہ ہماری سوسائٹیوں کے ممبروں کا بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ جب تک کہ یہ کام نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ تحریک دیہاتیوں کے دل پر گہرا اثر نہیں کر سکتی اور اس سے عوام کو بھی حقیقی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

غلے کو بازار میں فروخت کرنے کیلئے قرض دینا

یہ ظاہر ہے کہ ہمارے ممبروں کی پیداوار کو منظم طور پر فروخت کرنے کیلئے ایک منظم کوشش کی بہت ضرورت ہے اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اپنی پیداوار کو بازار میں فروخت کرنے کے سلسلے میں غلہ پیدا کرنے والوں کی منظم کوشش کب تک مفید بنائی جا سکتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ کچھ زمینداروں کو چھوڑ کر (جن کے پاس فروخت کرنے کیلئے بہت زیادہ مقدار میں غلہ ہے) دیہات میں بیشتر لوگوں کے پاس فروخت کرنے کیلئے بہت تھوڑا غلہ رہتا ہے ان لوگوں کو اپنے ساہوکاروں کے قرض کی ادائیگی کے لئے اپنا تمام غلہ مناسب وقت یا اچھے بازار بازار نرخ کا انتظام کئے بغیر فوراً بیچنا پڑتا ہے۔ ایسے ممبران بہت کم ہوتے ہیں جنکے پاس تمام سال یا دوسری فصل تک کیلئے کافی غلہ رہے۔ کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں پیداوار کی ضمانت پر جو قرض دینگی وہ ممبروں کیلئے مفید ثابت ہوگا اور اس کے باعث وہ اچھے نرخ پر اپنا غلہ فروخت کر سکتے ہیں۔ اس سے کوآپریٹو سوسائٹی کو بھی فائدہ ہوگا۔ صرف آسانی سے اور کم شرح سود پر قرض ملنے کا انتظام کر دینے سے ممبروں کو اپنی پیداوار کی اچھی قیمت نہ ملے گی۔

دیگر ممالک میں کسان اپنی قرض والی سوسائٹی کو منظم کرنے سے پہلے اس بات کا انتظام کر لیتے ہیں کہ وہ اپنی پیداوار کس طرح فروخت کرینگے صرف قرض والی سوسائٹی کی تنظیم سے انھیں اچھی قیمت نہیں مل سکتی۔ ہندوستان میں اس قسم کی قرضہ سوسائٹیوں کی کامیابی کے لئے اس تنظیم کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ یہاں زرعی پیداوار کا کام ان بیشتر چھوٹے کسانوں کے ہاتھ میں رہتا ہے جنکے پاس نہ تو مالی ذرائع ہی ہیں اور نہ غلہ رکھنے کے لئے ضروری اسٹور۔ انکی پیداوار بازار میں جس طرح فروخت ہوتی ہے اس میں ترقی کی بڑی گنجائش ہے۔

ہمارے صوبہ میں امداد باہمی کے اصول کی بنا پر پیداوار کو بازار میں فروخت کرنے کا کام ابھی حال ہی میں شروع کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ایکھ کو زیادہ مقدار میں فروخت کرنے کا کام کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے کین سپلائی سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ ۳۰ جون سنہ ۱۹۳۶ء تک ۳۲۲ سوسائٹیاں تھیں۔ یہ تعداد کم معلوم ہوگی لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف سنہ ۱۹۳۵ء کے آخر میں کین ڈیولپمنٹ اسکیم شروع کی گئی۔ آج کل صوبہ میں ۴۲ سنٹرل اور ۱۶۸۱ ابتدائی کین سپلائی سوسائٹیاں ہیں اور ان کے ۱۰۷ لاکھ ممبر ہیں۔ ۹۲۴ لاکھ من گنا ممبروں نے پیرا۔ اس میں سے ۶۰۴۷ لاکھ من ۴۹ کارخانوں کو سپلائی کیا گیا۔ یہ سوسائٹیاں مقررہ سپلائی کا انتظام کرنے میں اور صحیح تول اور نرخ مقرر کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں اور سب سے بڑا جو کام کیا ہے وہ ہے گنا پیدا کرنے والوں کی تنظیم۔ وہ زراعت کے ترقی شدہ طریقوں، ترقی شدہ آلات، ترقی شدہ کھاد اور بیج کا استعمال کر رہے ہیں۔

صوبہ میں پیداوار اور فروخت کرنے والی دیگر سوسائٹیوں کی تعداد بہت کم ہے بننے والوں کی سوسائٹیاں (۳۷) اون کی سوسائٹیاں (۱۵) کاٹن پروڈکشن اور سیل سوسائٹی بلگرام۔ فروٹ پریزروس کوآپریٹو سوسائٹی الہ آباد، باسمتی چاول سوسائٹی۔ دہرہ دون۔ ملک سپلائی سوسائٹی (۲۲) گڑ سوسائٹیاں اور گھی کی سوسائٹیاں ہیں۔ آخر کی دونوں سوسائٹیوں کا خاص ذکر کرنا ضروری ہے۔ سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں شوگر کین سوسائٹیوں کی طرح ۱۱ گڑ سوسائٹیاں بھی قائم کی گئیں۔ یہ سوسائٹیاں ایٹہ، غازیپور اور مرزاپور کے اضلاع میں کام کر رہی ہیں ۶۰۷ گھی سوسائٹیاں تھیں اور جن کے ۱۲۵۶۹ ممبران تھے۔ میرٹھ، بلند شہر، آگرہ، اٹاوہ، مین پوری، متھرا، جالون، باندا، ایٹہ اور ہردوئی کے اضلاع میں یہ سوسائٹیاں ہیں اس لئے یہ ظاہر ہے کہ اس کام کی توسیع کے لئے بہت میدان ہے۔ آج کل یہ کام بہت چھوٹے پیمانے پر کیا جا رہا ہے۔ سب سوسائٹیوں کا ۲۱۵۳۳۷ روپئے کا مال فروخت ہوا۔ یعنی گھی سوسائٹی کے ہر ایک ممبر نے سوسائٹی کے ذریعے ۱۷ روپئے کا گھی فروخت کیا سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء میں سوسائٹیوں کو ۵۰۳۶۱ روپئے کا منافع ہوا یعنی گھی سوسائٹی کے ہر ایک ممبر کو مشترکہ طور پر گھی فروخت کرنے سے ۴ روپئے کا فائدہ ہوا۔

کوآپریٹو آڑہت کی دکانیں

پنجاب کی طرح اس صوبہ میں بھی کوآپریٹو کمیشن شاپس (دکانیں) قائم کی گئی ہیں۔ یہ دکانیں کمیشن پر اپنے ممبروں کا مال فروخت کرتی ہے یہ اپنے ممبروں کا مال مناسب وزن معقول قیمت اور ایمانداری کے ساتھ فروخت کرتی ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس طرح قرض لینے کی مذموم رسم کا خاتمہ ہو جائیگا جس پر کچے آڑھتیوں کے کاروبار کا انحصار ہے۔ یہ بھی توقع ہے کہ ان آڑہت دکانوں کے کامیابی سے چلنے سے اہم سماجی اور تجارتی فائدے ہونگے۔ انفرادی مفاد کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے اور جو ممبران دوکانوں میں ایک دوسرے کے ربط میں آئیں گے انھیں سماجی تعلقات قائم کرنے میں سہولتیں ہوں گی۔ وہ تجارت کے طریقہ اور تجارت کی ذمہ داری کو سمجھیں گے۔

آڑہت کی دکانوں کے چلانے میں دشواریاں

اس کام میں کئی دشواریاں ہیں۔ خاص دشواری ہے اچھے انتظام کی کمی کی۔ بازار میں چیزوں کی خرید فروخت کرنے کے سلسلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کئی سالوں کا تجربہ ہو۔ مگر زیادہ تر دکانوں کے منیجروں کو اس بات کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا دوسری دشواری ہے ممبروں میں خوش اعتقادی کی کمی اور ان لوگوں کی مخالفت جن کے مفاد کو صدمہ پہونچا ہے ممبروں میں بے اطمینانی پھیلانے کے لئے ایسے لوگ سوسائٹیوں کی غلطیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ سوسائٹیوں کے ترقی نہ کرنے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ ممبران کافی دلچسپی نہیں لیتے اور اس سے عام ممبران کی دلچسپی بھی بہت کم ہو گئی ہے کچھ سوسائٹیاں تجارت کو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیتی

[redacted]

ہیں ۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ کچھ سوسائٹیاں اسلئے ٹوٹ گئیں کہ ان کے ممبروں کی تعداد بہت کم تھی اور کام اتنا ہو گیا کہ دوکان اچھی طرح نہ چلائی جا سکی ۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ ممبروں میں تعلیم کی کمی ہے یہ ناکامیابی کا سب سے بڑا سبب ہے ۔

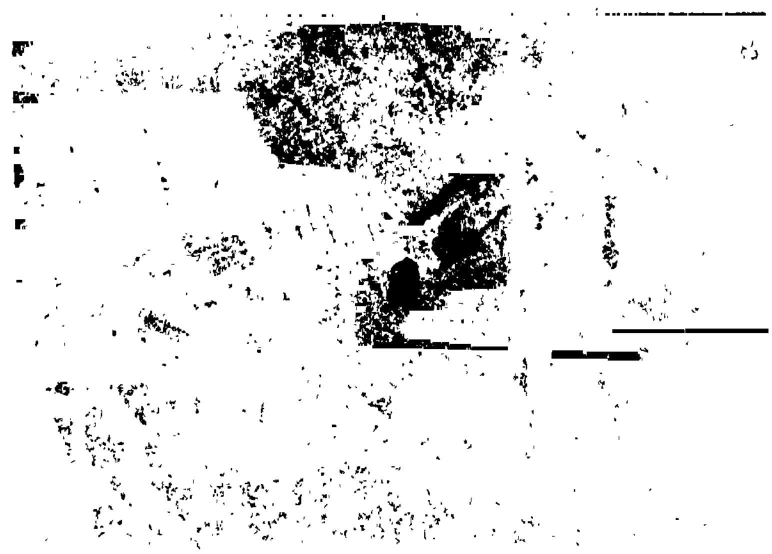
اس صوبہ میں ہماری آڑھت کی دوکانیں اناج اور تیل نکالنے والے بیجوں کی تجارت بھی کرنے لگی ہیں ۔ بلاشبہ ابھی یہ تجارت اپنی طفلی کے مدارج طے کر رہی ہے ۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں ۲۹۷۲۲۳ من غلے کی تجارت کی گئی جسکی قیمت ۲۹۳۴۴۲۸ روپئے تھی ۔ چونکہ یہ صرف ایک تجربہ تھا اس لئے سارے صوبہ میں ۵۶۶۵ روپئے کا نقصان ہوا ۔ آڑھتیوں کے ساتھ مقابلہ ، غلہ رکھنے کی جگہ کی کمی اور نرخ کے گر جانے کے باعث یہ نقصان ہوا ۔ لیکن ممبران سوسائٹی کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا ۔ کیونکہ اس کام کے لئے جو سرکاری عطیہ تھا اس سے اس نقصان کی تلافی کی گئی ۔

عوام کا اعتماد ۔ زرعی پیداوار کو بازار میں لاکر اس کو امداد باہمی کے طریقہ کے مطابق فروخت کرنے کا کام بھی حال ہی میں شروع کیا گیا ۔ بدقسمتی سے ایسے ملک میں جہاں لوگ ہر نئی بات کو شروع کرنے کے لئے گورنمنٹ سے امداد کے لئے خواہاں رہتے ہیں اور جہاں ذاتی حوصلہ کی کمی ہے وہاں ایک نئی تنظیم کی کامیابی پر بہت دھیرے دھیرے اعتماد ہوتا ہے تو وہ آسانی سے نہیں مٹتا ۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ زرعی پیداوار کو بازار میں لاکر فروخت کرنے کے موجودہ طریقوں کو ترقی دینے کی زیادہ کوشش کرنی چاہئے ہمارا مقصد بہت بلند ہے ۔ کوآپریٹو اصول پر بازار میں مال کی فروخت کا انتظام کرنے سے نقصان نہ ہو اور اسکے (مال کے) بازار کے خرچ میں کمی کرنے کے طریقوں کو ہم ترقی دینا چاہتے ہیں ۔ ہم سچے باٹوں (وزن) کا استعمال کرتے ہی ہیں ۔ ہمیں درجہ بندی بھی کرنی ہے ۔ ہماری سوسائٹیوں کو اپنے خریداروں کے مطالبہ کا مظاہرہ کرتا ہے تاکہ وہ انھیں اس طرح کا سامان دے سکیں جو انکی ضرورت کو اچھی طرح رفع کریں ۔ بازار میں مال فروخت کرنے کے ہمارے انتظام کی جیسے جیسے مالی حالت مضبوط ہوتی جائے گی اور تجربہ ہوتا جائیگا وہ ان مسائل کو زیادہ حل کر سکیں گے جن کا نرخ پر اثر پڑتا ہے

تتمہ ۔ اگرچہ تحریک امداد باہمی کو سرکاری طور پر شروع ہوئے ۳۸ سال ہو گئے ہیں لیکن اس تحریک کو ابھی بہت کچھ کرنا ہے ۔ شروع ہی سے اس تحریک کے قرض دینے کے کام پر ہی زیادہ زور دیا گیا ہے ۔ جس کے باعث امداد باہمی کے دیگر کاموں کی طرف سے لاپروائی برتی گئی ۔

ہمارے ممبروں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے ممبران کی ہے جن کو اس بات کا پورا علم نہیں ہے کہ کوآپریٹو اصول سے بازار میں مال لاکر اس کی فروخت کا انتظام کرکے دنیا کے دیگر ممالک کی دیہاتی زندگی کا معیار کتنا بلند ہو گیا ہے ۔ ان کو یہ نہیں معلوم ہے کہ مغربی امریکہ میں ایسے پھلوں کی تجارت جو ٹین کے ڈبوں میں رکھکر فروخت کئے جاتے ہیں امریکہ اور کناڈا میں گرین الیویٹرس (غلہ اٹھانے والی مشین) اور ڈنمارک و ہالینڈ میں مکھن اور پنیر کی برآمد میں کوآپریٹو اصول سے کتنا فائدہ پہنچایا گیا ہے ۔ شروع میں ان ملکوں میں بھی ناکامیابی ہوئی لیکن متواتر ناکامیابیاں کامیابی کی ابتدا تھیں ۔ ہندوستان میں بھی ہم کو ابتدائی ناکامیابیوں کے باعث مایوس نہ ہونا چاہئے یہ ناکامیابیاں یقینی ہیں لیکن بعد میں یہی مفید ثابت ہونگی ۔ دیگر ممالک کی بہ نسبت ہندوستان کی حالت برعکس ہے ۔ اس لئے جو تجربہ حاصل ہو رہے ہیں وہ اہم ضروریات ہونگے ہم اس جد وجہد میں اپنی مسلسل کوششوں ہی سے کامیاب ہوں گے ۔

کوآپریٹو اصول کے ذریعے بازار میں مال کی فروخت کا انتظام کرنے میں کئی دشواریاں ہیں ۔ لیکن عارضی ناکامیابیوں کی وجہ سے نیز حوصلہ افزائی نہ ہونے پر بھی اطمینان و استقلال کے ساتھ آہستہ آہستہ اصلاح کرنے سے ہی انھیں دور کیا جا سکتا ہے ہمارا خاص کام یہ ہے کہ ہم اپنے ممبروں کو دور اندیش ، کفایت شعار ، خود اعتماد اور ہوشیار بنائیں ۔ ورنہ بیرونی امداد سے انھیں کوئی بڑا اور مستقل فائدہ نہیں ہو سکتا ۔



آلو کی کاشت

از جناب بابو ماتا بدل سنگھ ڈسٹرکٹ اگریکلچرل انسپکٹر فیض آباد

آلو بہت ہی عمدہ اور قیمتی فصل ہے کسی ایک رقبہ میں یہ گیہوں یا اس قسم کی دیگر اشیاء خوردنی سے ۔۔ اگنی زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اسکا فائدہ ہم اسی طرح جان سکتے ہیں کہ یہ تمام مہذب دنیا میں کھانے کے کام آتا ہے۔ چاول کے بعد آلو ہی ایک ایسی فصل ہے جس کی کاشت دنیا کے بیشتر حصوں میں ہوتی ہے۔

انھیں خوبیوں کے باعث یہ اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں طبقوں کی غذا ہے۔

اگرچہ ہندوستان میں یہ تھوڑے ہی دنوں سے استعمال ہونے لگا ہے لیکن کھانے اور نفع حاصل کرنے کے لئے اسکی بوائی اس صوبہ میں کافی ترقی پر ہے جیسا کہ ذیل کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے

سال	ایکڑ	ایکڑوں میں ترقی
سنہ ۱۹۲۰ء سے	۶۳۲۴۲	
سنہ ۱۹۳۰ء تک	۱۵۳۴۸۳	۹۰۲۴۰

آب و ہوا اور زمین ۔ اگر سرد آب و ہوا (جیسا کہ اس صوبہ کی جاڑے کا موسم یا گرمی میں کمایوں کی پہاڑیاں ہوتی ہیں) اور کافی نمی مل جائے تو یہ ہر قسم کی آراضی میں جس میں پانی نہ ٹھہرتا ہو اور زرخیز ہو پیدا ہو سکتا ہے لیکن اسکے لئے ہلکی مٹیلی زمین سب سے زیادہ اچھی ہے جس میں اسکی سب سے زیادہ پیداوار ۳۵۰ من فی ایکڑ کے حساب سے ہوتی ہے۔

جوتائی ۔ جن کھیتوں میں آلو بونا ہو ان کی ۸ یا ۹ بار جوتائی ہونی ضروری ہے اور پہلی بار جوتائی مٹی پلٹنے والے ہلوں سے ہونی چاہئے۔ اگر ہو سکے تو اچھے موسم میں ۶ سات بار کی جوتائی زیادہ مفید ہوگی۔

کھاد ۔ چونکہ اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو کھاد کی بھی کافی ضرورت ہوتی ہے۔ عام طور پر اچھے کاشتکار ۴۰ سے ۵۰ گاڑی ایک فارم کی کھاد یا شہر کی غلاظت وغیرہ جو آسانی سے ملتی ہے ڈالتے ہیں۔ لیکن حکومت یوپی کے پودوں کی بیماری جاننے والے افسر ایک ایکڑ میں ۲۰۰ من فارم کی کھاد اور ۲۰ من رینڈی کی کھلی کی کھاد کا ملا ہوا استعمال اچھا بتلاتے ہیں۔ تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ رینڈی کی کھاد دینے سے نہ صرف پیداوار بڑھتی ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ آلو بھی بڑا اور اچھا ہوتا ہے۔

رینڈی کے بجائے امونیم سلفیٹ کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ رینڈی کی کھاد دیگر کھادوں سے زیادہ مہنگی ملتی ہے۔ ایک ایکڑ میں ۳ سے ۵ من تک امونیا کھاد دی جاتی ہے جس کی قیمت ۵ روپئے فی من ہوتی ہے۔ جبکہ رینڈی کی کھاد دو روپئے فی من ملتی ہے اور امونیا کے مقابلے میں ۲۰ من زیادہ پڑتی ہے۔

عام طور سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کی کھادیں مٹی کی قوت کو ضائع کر دیتی ہیں ساتھ ہی ساتھ ان سے آلو کے زیادہ دن رکھنے کی طاقت بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ بات غلط ہے کہ اگر کیمیاوی کھاد کو فارم کی کھاد یا دوسری کھاد کے ساتھ استعمال میں لائیں اور فصل کی اچھی طرح دیکھ بھال کی جائے تو مٹی کی طاقت اور آلو کی خصوصیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اس کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً فرخ آباد کا کٹوا کا گولا جو کہ ۸۰ ہی دن میں تیار ہو جاتا ہے اسلئے اسکو بہت زیادہ کھاد کی ضرورت ہوتی ہے اس فصل کو ۸۰۰ من فارم کی کھاد اور ۸ یا دس من تک رینڈی کی کھاد دی جاتی ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ فارم کی کھاد بونے سے ۱۵ روز پہلے ہی کھیتوں میں ڈال دینا چاہئے لیکن امونیا اور رینڈی کی کھلی کو بوتے وقت یا صرف امونیم سلفیٹ کو پہلا پانی دینے کے پہلے ہی دینا چاہئے۔

بیجوں کی کیاریاں اور بوائی کھیتوں کے جوتے جانے اور کھاد دے چکنے کے بعد ان میں برابر برابر کی سینچائی کی کیاریاں آسانی کے مطابق بنانی چاہئیں پھر ان میں مینڈیں بنانی چاہئیں۔ دو مینڈوں کے درمیان کا فاصلہ ۱½ فیٹ کا ہوتا ہے اور بیج ۹ ۹ انچ کے فاصلے پر بویا جاتا ہے۔ کچھ جگہوں میں بلا مینڈ بنائے ہی بیج بوئے جانے کا رواج ہے۔ یہ رواج زیادہ مفید اور اچھا نہیں ہوتا۔ ایسے کھیتوں میں نکائی گوڑائی اور مٹی چڑھانے میں کیاریوں اور مینڈوں میں بوئی ہوئی فصل کے مقابلے میں زیادہ خرچ پڑتا ہے۔

مینڈ کی اونچائی تین چار انچ ہونی چاہئے۔ جب کیاریاں اور مینڈیں تیار ہو جائیں تو ان میں بیج بو دینا چاہئے کہ بیج تین چار انچ مٹی سے ڈھکے ہوں اس وقت سب سے ضروری بات خیال رکھنے کی یہ ہے کہ مٹی کی نمی کا ٹھیک سے اندازہ رہے۔ زیادہ نمی ہونے سے بیج سڑ جائیگا اور کم ہونے سے جماؤ بالکل خراب ہوگا۔

سینچائی ۔ پہاڑیوں پر مثال کے طور پر رام گڈھ (کمایوں) میں آلو بغیر سینچائی ہی کے پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر اس فصل کے وقت پانی برستا ہے لیکن میدانوں میں اسکے لئے ہلکی اور کئی بار سینچائی کی ضرورت ہوتی ہے یہ بات جاننی ضروری ہے کہ آلو کے کھیت کی مٹی سوکھ کر سخت نہ ہونے پائے ٹھیک وقت پر جب کہ سب پودے زمین سے دو دو انچ اوپر نکل آئیں تو پہلی بار سینچنا چاہئے لیکن ان کھیتوں میں جہاں جماؤ نمی کی کمی ہونے کے باعث ٹھیک نہ ہو بہت ہلکی سینچائی کرنی چاہئے۔ لیکن جماؤ کے پہلے سینچائی کر دینے سے پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔

پہلی بار پانی دے چکنے کے بعد مٹی چڑھادی جاتی ہے اور پھر وقتاً فوقتاً فصل کی تیاری کے وقت تک پانی دیتے رہنا چاہئے۔ کل ۱۰ سے ۱۴ بار پانی دینا چاہئے جو کہ موسم کی حالت پر منحصر ہے۔ خصوصاً جاڑے کی بارش پر۔

مذکورہ بالا باتیں بالعموم آلو کی فصل کے بارے میں ہیں لیکن مٹی کی حالت اور قسموں کے مطابق اس میں تبدیل کی جا سکتی ہے۔

مثال کے طور پر کٹوا کا گولا جو کہ ۸۰ دن میں تیار ہوتا ہے لیکن پھر بھی اسکو دس یا ۱۲ بار سینچائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ہفتہ میں ایک بار اور زیادہ خشک موسم میں اور جلدی سینچا جاتا ہے۔

مٹی چڑھانا اور نکائی کرنا۔ سینچائی کے بعد مٹی چڑھانا بہت ضروری ہے جیسا کہ اوپر بتلایا جا چکا ہے۔ پہلی سینچائی کے بعد جبکہ پودے ۳ چار انچ کے ہوگئے ہوں مٹی چڑھا دینی چاہئے ایک مہینے کے بعد دوسری بار مٹی چڑھانی چاہئے اس وقت پہلوا فصل کے پودے ۸ دس انچ اونچے ہوسکتے ہیں۔ لیکن کچھ قسمیں ایسی ہوتی ہیں جو ۱۲ انچ سے زیادہ اونچی نہیں ہوتیں اس لئے ہم کو پودوں کی اونچائی پر خاص توجہ دینی چاہئے۔ مٹی چڑھانی بہت ضروری ہے کیونکہ ایسا کرنے سے جڑ کے پاس کی مٹی نرم ہو جاتی ہے اور اوپر کے تنے کا کچھ حصہ مٹی سے ڈھنک جاتا ہے۔ اس ڈھکے ہوئے حصے سے پتیوں اور ڈالیوں کے بجائے آلو نکلتے ہیں ڈھیلی مٹی میں آلو خوب بڑھتے ہیں۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ تنے کا نچلا حصہ صرف ۳ انچ اوپر چھوڑ کر ڈھکا رہے۔ اگر گھاس وغیرہ کھیت میں زیادہ ہو تو ۳ بار نہیں تو دو بار ضرور نکائی کرنی چاہئے۔ کچھ جگہوں پر خاص خاص وجوہ سے تیسری بار بھی مٹی چڑھانی پڑتی ہے لیکن بہت کم۔

کھدائی۔ اس کام کا بار بہت کچھ کھیت کے مالک کے اوپر منحصر ہے۔ عام طور سے جب تنا پتلا ہو جاتا ہے تو کھدائی کے لئے فصل تیار سمجھی جاتی ہے۔ لیکن کچھ کاشتکار پودے کے بالکل سوکھ جانے پر ہی کاٹنا اچھا سمجھتے ہیں۔

حکومت یوپی کے ماہران علم نباتات کا بیان ہے کہ اس وقت حرارت کا بھی خیال رکھنا چاہئے کیونکہ جب گرمی ہونے لگتی ہے تو آلو کا کیڑا جو گودام کے آلوؤں کے لئے خطرناک ہوتا ہے، آلو کی گانٹھ میں انڈا دیتا ہے اور یہی بعد میں بہت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے اس خطرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جہاں تک جلد ہو سکے فصل کھود لینی چاہئے۔ اسکا یہ مطلب ہوا کہ کھدائی تیزی کے ساتھ ختم کر دینی چاہئے۔ کھرپی سے کھدائی کرنے میں زیادہ وقت اور محنت ہوتی ہے۔ علم نباتات کے ماہران نے ایک اور آلا لکڑی کے پنجا کے نمونے کا نبایا ہے جو لوہے کا ہوتا ہے۔ اس سے بہت جلد کھدائی ہو سکتی ہے اور آلو بھی کم کٹتا ہے۔

چھانٹنا۔ جب فصل کھود لی جاتی ہے تو یا تو اسی جگہ کے خریداروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور یا علیحدہ علیحدہ چھانٹ لیتے ہیں۔

چھانٹنے کے بعد بڑے جو ایک انچ سے بڑے ہوتے ہیں اور چھوٹا جو نصف انچ سے چھوٹے ہوتے ہیں خریداروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور درمیانی آلوؤں کو بیج کے لئے رکھتے ہیں۔ عام طور سے سبھی لوگ ہاتھ سے چھنٹائی کرتے ہیں۔ جس میں بہت وقت صرف ہو جاتا ہے اس کے لئے بھی ایک آلہ تیار کیا گیا ہے جو تقریباً ۱۵ روپئے میں بن سکتا ہے اور بڑی کار آمد چیز ہے۔

گودام میں رکھنا۔ جیسے ہی چھنٹائی ختم ہو جائے بیج کو دیگر کاموں کے لئے آلوؤں کو ریت سے ڈھنک دینا چاہئے تاکہ ان میں کیڑے نہ لگنے پائیں۔ آلوؤں کی تہیں ۱۳ انچ سے زیادہ اونچی نہ ہوں کیونکہ ہلکی تہوں میں آلو کم سڑتا ہے۔

اس کے لئے ایسا گودام ہونا چاہئے جو مغرب کی طرف درختوں سے گھرا ہو دو منزلہ مکان یا جس کی چھتیں دوہری ہوں ہونا چاہئے۔ کھپڑوں کی چھتوں سے اچھی مٹی سے پٹی ہوئی چھتیں اچھی ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس سے گرمیوں میں ٹھنڈک رہتی ہے۔

آلو کو ایک ہی تہہ میں رکھا جاتا ہے اس لئے کافی جگہ ہونی چاہئے اور یا دیواروں میں مچان بنا لینا چاہئے دو مچانوں کا فاصلہ دو فیٹ سے زیادہ نہ ہو اس طریقہ سے اسی جگہ میں چوگنی بلکہ دیواروں کو اونچا ہونے سے اور بھی زیادہ جگہ نکل آتی ہے۔ اس قسم کے مچان بناتے وقت ہوا کے آنے جانے کے لئے روشندان ضرور بنا چاہئے نہیں تو آلوؤں کی گیس سے بہت کچھ نقصان ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

آلوؤں کو ڈھنک دینے کے بعد پھر کچھ دن تک کچھ نہ کرنا چاہئے صرف گودام میں جا کر آلو کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں کی بنائی ہوئی ریت کی تھیلیوں کو غور سے دیکھنا چاہئے اور ان کو اکٹھا کر کے جلا دینا چاہئے اور اسی وقت ریت کو خوب مہین چھنی سے چھاننا چاہئے۔ اس سے سب کیڑے چھنی میں رہ جائیں گے، ان کو جلا دینا چاہئے۔

اگر کیڑوں کا زیادہ زور ہو تو ۳ چار بار کھول کر دیکھنا چاہئے نہیں تو بارش کے آغاز کے وقت تک صرف ایک ہی بار دیکھنا چاہئے۔ کچھ کاشتکار بارش ہونے تک کھول کر دیکھتے ہی نہیں لیکن یہ سب آلوؤں کے سڑنے اور کیڑوں کے لگنے ہی پر منحصر ہے۔

چھانٹتے وقت سڑے ہوئے آلوؤں کو پھینک دینا چاہئے اور بھیگے ہوئے آلوؤں کو (جو سڑے ہوئے آلوؤں کے گندے پانی سے بھیگ گئے ہیں) سکھا کر اگر ہو سکے تو الگ رکھنا چاہئے۔

بارش شروع ہونے کے بعد جب کچھ ٹھنڈک ہو (اگست یا ستمبر کے آخر میں) تو آلوؤں کو ریت سے نکال کر جھابیوں میں بیچنے یا بونے کے لئے رکھنا چاہئے۔

اگر کیڑوں کا حملہ زبردست نہ رہا ہو اور موسم بھی زیادہ گرم نہ رہا ہو تو سٹور کئے ہوئے آلوؤں میں سے ۷۵ کی امید رکھنی چاہئے۔ کبھی کبھی کم ہی رہ جاتا ہے عام طور سے رکھے ہوئے آلو کا ۵۰ فیصدی بچ جاتا ہے

ایک ایکڑ فصل کی آمدنی و خرچ کا حساب

خرچ	روپیہ	آنہ	پائی	آمدنی
۱ - جوتائی پانچ بار	۷	۸	—	پیداوار ۲۰۰ من ایک روپیہ فی من کے حساب سے پاگیا ۲۰۰ روپے
۲ - کھاد ۲۰۰ من فارم کی ۲۰ من فی روپیہ - ریندی کی کھاد ۲۰ من - ۲ روپے فی من	۴۰	—	—	
۳ - بیج ۱۰ من - ۲ روپے فی من (یہ دام اپنے رکھے ہوئے بیج کا ہے)	۲۰	—	—	
۴ - بوائی	۵	—	—	
۵ - سینچائی ۱۲ بار - ڈھائی روپیہ فی دفعہ	۳۰	—	—	
۶ - مٹی چڑھانا ۱۰ بار	۱۱	—	—	
۷ - کھدائی	۱۵	۸	—	
۸ - کرایہ	۱۰	—	—	
	۱۴۹	—	—	
منافع	۵۱	—	—	
	۲۰۰	—	—	۲۰۰

نوٹ - کاشتکار خود ہی بوائی، گوڑائی، کھدائی اور سینچائی وغیرہ کرتا ہے اس لئے منافع اور بھی زیادہ ہوتا ہے -

۱۰۰ من رکھنے اور بعد کو بیچ نے لئے فروخت کرنے پر خرچ وغیرہ

خرچ	روپیہ	آنہ	پائی	آمدنی
۱ - کھدائی وقت دام ایک روپیہ فی من	۱۰۰	—	—	پچاس فیصدی بچتا ہے اسلئے ۵۰ من ۴ روپے فی من کے حساب سے ۲۰۰ روپے -
۲ - چھنائی کرنا	۵	—	—	
۳ - کرایہ ۳ روپیہ فی من	۱۹	—	—	
۴ - گرمیوں میں چھنائی کرنا	۱۵	—	—	
۵ - دیگر خرچ	۱۵	—	—	
	۱۵۴	—	—	
منافع	۴۶			
	۲۰۰	—	—	۲۰۰

سٹہ بازوں کی وجہ سے غلہ کی روزافزوں گرانی

ایک حالیہ پریس نوٹ میں حکومت ہند نے گیہوں کی موجودہ اور آئندہ ٹھوک فروشی کی قیمتوں کے بھاؤ میں ہاپڑ کی منڈی میں متواتر چڑھاؤ کے متعلق اظہار تشویش کیا تھا اور اس کا سبب سٹہ بازوں کی جد وجہد بتایا تھا - نیز گیہوں کی تجارت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو متنبہ کیا تھا کہ ان تمام بے قاعدہ اور غیر منظم اداروں کی بیخ کنی کر دی جائے گی جو سٹہ بازی کر رہے ہیں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو متنبہ کیا گیا تھا وہ اس تنبیہ سے معقول طور پر متاثر نہیں ہوئے گیہوں کی ٹھوک فروشی کی شرح ہاپڑ کی منڈی میں برابر بڑھ رہی ہے اور ہاپڑ کی تائید میں دوسری منڈیوں میں بھی بھاؤ بڑھ رہا ہے - اسوقت جبکہ نئی فصل کی پیداوار کے آنے کی وجہ سے گیہوں کا بھاؤ چڑھنے کے بجائے گرنا چاہیے بھاؤ برابر چڑھتا چلا جا رہا ہے حکومت ہند کو اب یہ یقین ہوگیا ہے کہ بھاؤ چڑھنے کا سبب سٹہ بازی ہے جس کو اگر روکا نہ گیا تو پھر اس پر قابو پانا دشوار ہو جائیگا اور گیہوں بازار میں نظر نہ آئے گا - جو گیہوں کے متعلق کہا گیا ہے وہی کھانے کی دوسری اجناس خصوصاً چنے کا بھی حال ہے لہٰذا حکومت ہند نے جو احکام جاری کئے ہیں ان میں گیہوں اور چنے کے لئے فی الحال آئندہ کے بیوپار کے متعلق معاملت کرنے کی ممانعت کر دی ہے - اگر حکومت ہند نے یہ دیکھا کہ کھانے کی دوسری اجناس کے بھاؤ کے موجودہ نامعقول چڑھاؤ میں کوئی کمی نہیں ہو رہی ہے تو وہ ان اجناس کے متعلق بھی اسی قسم کے حکم امتناعی جاری کر دے گی - اور اگر گیہوں اور چنے کی ٹھوک فروشی کی قیمتوں کا بھاؤ اعتدال پر آگیا تو اس صورت میں حکومت آئندہ کے بیوپار کے لئے معاملت کرنے کی اجازت دینے کے سوال پر غور کرے گی - اگر آئندہ بیوپار کرنے کی اجازت دے دی گئی تو اس صورت میں یہ معاملت مقررہ قواعد کے مطابق کرنی ہوگی اور سٹہ بازوں کو اس بات کا موقعہ نہیں دیا جائے گا کہ وہ منڈی کی حالت کو دیکھتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق بھاؤ چڑھائیں یا گرائیں -

وھیٹ کمشنر کو اس بات کا علم ہے کہ حال کے ناموافق حالات کے رونما ہونے کا براہ راست سبب بعض بڑے پیمانہ کے سٹہ بازوں کی جد وجہد ہے اور حکومت ہند کی یہ رائے ہے کہ سٹہ بازی قطعی طور پر نقصان دہ ثابت ہوئی ہے - وھیٹ کمشنر ان سٹہ بازوں کی آئندہ سرگرمیوں کی باقاعدہ نگرانی کریں گے اور ان کے خلاف مناسب کارروائی کرنے میں پس و پیش نہ کریں گے - اگر ضرورت ہوئی تو اس کارروائی کے سلسلہ میں دفاع ہند کے قواعد کے ماتحت ضابطہ فوجداری کے مطابق کارروائی کی جائے گی -



جیون سُدھار

از جناب چندر بھوشن ترویدی ۔ بھوشن

ارے کر کچھ تو وچار، سب جگت کہت تم کا گنوار
سنبھلو کھے بگھر سے بھول دیکھ پرتھنا رے پھر سب سدھرے
روکھن پریت جھڑ آوا تو پھر سے بسنت ماں ہرے بھرے
گھنن ماں گہرے سورج چندر پھر دیکھ درکھ چھن ماں سُدھرے
ہم سب کے بگڑی بنت دیکھ پر کونی گسائنت تم بگرے
تب سے بس بگرت جات چلے یہو کتّس بھلا لچھن تمہار
ارے کر دکچھ تو وچار سب جگت کہت تم کا گنوار
پرکھن کے کرنی دکھاؤ تو انھیں کے لکھے ارے سب وید
آندھر دادا کا جلنے ہیں، اچھر بھینسا ماں کا بھید
جن کین سگتر سب سدھار، وہ سویں بگرھے بڑا کھید
وِدیا کے گھر گھس آئی ہے، کہے او دیا بھار سی چھید
نیں اکھل گوٹ تم کا جانو، کاہے بگار کا ہے سدھار
ارے کر دکچھ تو وچار سب جگت کہت تم کا گنوار
دنیا میں آیو کرم کرے، تو کاہے ہاتھ پر ہاتھ دھرے
اپنے پاین مار کلھاڑی، سوچ رہے کا پرسے پرسے
چلنی ماں ڈھکے ڈھرکا یو اب نک نیادت ہو بھاگ ارے
اپنے کرمن کا بھگت رہیو ابھوں گھومت بگرے بگرے
اس گسیا بڑکئی آنکھن نے تجس گرت نہیں کو کرسیار
ارے کر وکچھ تو وچار، سب جگت کہت تم کا گنوار

دیا کھو بنو کھا کس نیک چلی گئی لیو ہوئے جو کرے دھرے
مینڈک کی نائیں کنوئیاں ماں کا جیول بتوت پرے پرے
تم سب تے اوپر رہو ارے اب چھن چھن سکلت جات ترے
ہم جیت مرت تو بہت دیکھ پر تم تو جیتے مرے مرے
جیون ماں تنکو جیون نا، دھک دھک اس جیون ہے تہار
ارے کر دکچھ تو وچار سب جگت کہت تم کا گنوار
جیون ماں ساہس بھر دا اُٹھو جیسے ہوا بھرے غبار اُٹھے
تم بھو کے ہو تو اُٹھو ارے جس بھو کے یا گھر دبار اُٹھیں
گرجت ترجب سنکر تمہار تھر تھر کانپ پہاڑ اُٹھیں
جیون ساگر ماں سدھار انگدر لہریں ایک بار اُٹھیں
بہہ جائے سگتر سے ارکھا سب پریم انگوائیں کری وچار
ارے کر دکچھ تو وچار سب جگت کہت تم کا گنوار
بھوئیں پھوڑ ہرن کے پھار بیں ای تو نہل بلیا انہک پڑیں
سدھرے بچن کا ان بوؤ ای کھیات نہ کرکے لہاک پڑیں
بدیا پڑھی آنکھی چار کا دب گھرت سرسوتی ہیک پڑیں
گو ٹھلانی غلل کے دچار دے سدھرے مہہ مہہ ہاک پڑیں
سب تمہرے پیچھے دوڑ پڑیں، دیکھیں ٹاٹک جیون سدھار
ارے کر دکچھ تو دچار سب جگت کہت تم کا گنوار

(آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کی اجازت سے)

غیر قرض والی کوآپریٹو سوسائٹیاں

(از جناب مہیندر بہاری لال ماتھر، انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز - گسیا)

ہندوستان اُن غریب مگر سچے کسانوں کا ملک ہے جو جہالت کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں۔ مصیبت زدہ کسان مشکل سے پیٹ بھر کھانے کو پاتے ہیں۔ ان کے پاس کاشت کی زمین اتنی کم ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شخص بھی اس کے ذریعے روزی پیدا کر سکتا ہے یہاں پانچ افراد کے ایک کنبے کے لئے اوسطاً ۶ ایکڑ زمین پڑتی ہے یا یوں کہئے کہ ہر ایک شخص کے حصے میں ۱٫۲ ایکڑ زمین پڑتی ہے کچھ دیگر زرعی ممالک میں یہ اوسط حسب ذیل ہے۔

کناڈا میں فی نفر	۹٫۲۸ ایکڑ
روس	۴٫۲ "
ممالک متحدہ امریکہ	۳٫۴ "

بہت ہی پست درجے کے لوگوں کے لئے بھی کم از کم ۵٫۲ ایکڑ قابل کاشت آراضی (فی نفر) کی ضرورت ہوگی مندرجہ بالا اعداد شمار سے ظاہر ہے کہ ہمارے کسانوں کی حالت درجۂ قابل رحم ہے۔ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ہندوستانی کسان رہتا نہیں بلکہ صرف اپنے کو زندہ رکھتا ہے۔ کسانوں کی زندگی کو سود خور بےرحم مہاجن نے، جو اب بھی دیہات میں قرض کا خاص ذریعہ ہے اور بھی افسوسناک بنا دیا ہے۔ اسکے علاوہ صدیوں سے کسان باہمی نااتفاقی اور علیحدگی کی زندگی گزار رہا ہے۔ وہ قسمت کے سہارے بیٹھا رہتا ہے۔ وہ ناخواندہ ہے اسلئے ترقی پسند خیالات سے ناواقف ہے۔ اس پر بھی وہ ملک کی ریڑھ ہے اور اُسکی اصلاح و ترقی ہمارا خاص مقصد ہونا چاہئے۔

امداد باہمی ان تمام برائیوں کا ایک تیر بہدف علاج ہے اور کسان کو کمزوری سے نکال کر طاقتور بنانے کی کوآپریٹو سوسائٹیاں واحد ذریعہ ہیں۔ امداد باہمی کی ایک جماعت ہے جس میں لوگ حسب خواہش، انسانیت کے تقاضے سے اور مساوی درجہ سے شامل ہوتے ہیں اور خود ہی اپنی ترقی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں مل کر کام کرنا سکھاتی ہیں اور اپنے ممبروں کی رگ رگ میں جذبۂ اخوت بھر دیتی ہیں۔ معاون کا فرض ہے مدد کرنا۔ منافعہ نہیں بلکہ خدمت اس کا مقصد ہے۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کا مقصد اپنے ممبروں کی آمدنی بڑھانا ہے۔ بربادی کو روک کر اور انکی پیداوار کی مقدار بڑھا کر۔ ان سوسائٹیوں سے زمین کی مستقل اصلاح کرنے میں مدد ملتی ہے مثلاً گھیرا بنانا، باندھ باندھنا اور آبپاشی کرنا۔ ان باتوں سے کھیتی کی پیداوار بڑھتی ہے۔ کاشتکاری کے دیگر مسائل مثلاً بیج، کھاد، آلات زراعت، پرورش مویشیان خرید و فروخت وغیرہ بھی امداد باہمی کے ذریعے حل ہو سکتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں صرف قرض دینے والی سوسائٹیاں ہیں۔ مگر یہ خیال کرنا غلط ہے۔ قرض دینا یا ساکھ قائم کرنا تو ان کاموں میں سے صرف ایک ہے جن کے لئے آج ہزاروں سوسائٹیاں بنائی جارہی ہیں۔ یہ سوسائٹیاں زراعتی اور غیر زراعتی ہر دو قسم کی ہیں۔ زراعتی سوسائٹیاں کھیتوں کی چکبندی، آبپاشی اور زراعتی پیداوار کی فروخت کا انتظام کرتی ہیں۔ غیر زراعتی میں صفائی، تعلیم، علاج وغیرہ کی سوسائٹیاں شامل ہیں۔ امداد باہمی کا غیر ساکھ والا پہلو زیادہ اہم ہے اور اسی پر یہاں کچھ روشنی ڈالی جائیگی۔ پہلے ہم زراعتی سوسائٹیوں کا ذکر کریں گے۔

(الف) چکبندی والی سوسائٹیاں۔ یہ پہلے ہی کہا جاچکا ہے کہ ہندوستان میں کھیت بالعموم بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان چھوٹے کھیتوں سے کسان طبقہ کا اچھی طرح گزارا ہونے کی امید کرنا تو بیکار ہے۔ اسی پست حالی کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً وراثت کا قانون، آبادی میں اضافہ اور ذیلی صنعت و حرفت کی کمی کھیتوں کا رقبہ چھوٹا ہونے سے مینڈھ کے ذریعے زمین کی بربادی، وقت اور طاقت کی بربادی اکم پیداوار اور باہمی جھگڑوں میں زیادتی کی شکل میں کسان کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیاں ان حالات کی دو طریقوں سے اصلاح کر سکتی ہیں۔ اول تو یہ کہ مالکان آراضی خود ہی آپس میں مل کر تبادلہ کے ذریعہ جہاں تک ممکن ہو اپنے کھیتوں کو یکجا کریں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سب زمین کو ایک قطعہ مان کر باہمی سمجھوتے کے مطابق آپس میں تقسیم کریں۔ رضامندی ہی ایسی سوسائٹیوں کی خصوصیت ہے۔ اس قسم کی سوسائٹیوں کو پنجاب میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہاں دس سال کے اندر تین لاکھ ایکڑ زمین کی چکبندی ہوئی تھی۔ ہمارے صوبہ میں بھی چکبندی کی ۲۱۸ سوسائٹیاں ہیں جنہوں نے آج تک ۶۰ ہزار بیگھہ آراضی کی چکبندی میں مدد کی ہے۔

(ب) زرعی ضروریات کی تکمیل۔ زرعی ضروریات مثلاً بیج، کھاد، آلات زراعت وغیرہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بھی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہو سکتی ہیں۔ عمدہ قسم کے بیج مشکل سے نظر آتے ہیں۔ کسان زیادہ تر گاؤں کے بنئے اور تاجر سے بیج خرید لیتے ہیں اور ردی سے ردی بیج کے لئے زیادہ سے زیادہ دام دیتے ہیں۔ کھاد آج کل گوبر ہی کی زیادہ تعداد میں ملتی ہے اور استعمال کی جاتی ہے۔ یہ بھی کافی مقدار میں نہیں ملتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایندھن کی کمی کے باعث لوگ گوبر کی کھاد بنانے کے بجائے اس کے کنڈے بنا کر جلاتے ہیں کسانوں کے آلات کاشتکاری بھی قدیم طرز کے ہیں۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسان کو اصل بھی نہیں ملتا۔ سود کا تو ذکر ہی کیا کوآپریٹو سوسائٹیوں کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ کسان کو ان چیزوں کو سستے داموں میں فراہم کرائیں۔ انگلستان اور آئرلینڈ کے کسانوں نے ان سوسائٹیوں سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ بہار اور اُڑیسہ میں سنٹرل بینکوں نے ان چیزوں کا انتظام کر کے زراعتی ترقی میں مدد دی ہے۔ آلات زراعت کو سوسائٹی یا تو کرائے پر دیتی ہے یا قیمتاً فروخت کرتی ہے۔

(ج) زراعتی ترقی۔ آج ہمارے ملک میں آبپاشی کے لئے سہولتیں بہت کم ہیں کل قابل کاشت آراضی میں سے صرف ۱۶ فیصدی آراضی کو تالابوں، کنوؤں، نہروں اور دیگر ذرائع سے آبپاشی کی سہولتیں حاصل ہیں بقیہ ۸۴ فیصدی کو قدرت کے بھروسے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ ناممکن ہے کہ کسان اپنی محنت سے پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ اسکے علاوہ کھیتوں کے چاروں

ہل

طرف باڑے دہونے سے کہ جنگلی فصلوں کو جنگلی جانوروں سے بہت نقصان پہنچتا ہے۔ بونگ پھلی جوار وغیرہ فصلوں کو تو خاص طور سے نقصان ہوتا ہے۔ سب سے پہلے بنگال میں ۱۹۱۶ء میں آبپاشی کی سوسائٹیاں قائم ہوئی تھیں۔ اسکے بعد دوسری جگہ بھی ایسی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ بیشتر محافظ فصل سوسائٹیاں دھارواڑ اور خاندیش میں ہیں۔ جولائی ۱۹۳۸ء کے آخر میں وہاں کل ۲۰ سوسائٹیاں تھیں جن کے ممبروں کی تعداد ۶ ہزار تھی اور تقریباً ۹۵ ہزار ایکڑ زمین پر انکی اسکیم جاری تھی۔ ایسی سوسائٹیاں تار سے حصار بندی کر کے فصلوں کو جنگلی جانوروں کے ذریعہ برباد ہونے سے بچاتی ہیں۔ کچھ سائٹیوں نے چوکیدار اور شکاری بھی ملازم رکھے ہیں۔

(د) کوآپریٹو مشترکہ زراعتی سوسائٹیاں۔

انکے خاص مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مشترکہ زراعت یا ایسے ہی دوسرے کام کے لئے زمین مہیا کرنا۔

(۲) اپنے ممبروں کی ضرورت کی اشیاء اکٹھا خریدنا۔

(۳) کل پیداوار کی مشترکہ فروخت۔

(۴) حتی الامکان زراعتی تعلیم کی اشاعت کرنا۔

(۵) ممبروں میں خود کفایتی، کفایت شعاری اور امداد باہمی کی عادتیں پیدا کرنا اور ترقی دینا۔

(۶) زراعت کے جدید طریقوں اور آلات زراعت کو اپنانا۔

(۷) اپنے ممبروں کے لئے ہر طرح کی زراعتی سہولتوں کا انتظام کرنا۔

(۸) دیگر کام جن سے کسانوں کی بھلائی ہو۔

ہندوستان میں کسانوں کا تعاون نہ حاصل ہونے سے ایسی سوسائٹیاں چلانا آسان کام نہیں۔ صوبہ بمبئی میں ۲ سوسائٹیاں قائم کی گئی تھیں۔ یہ دونوں کوشش ناکام رہیں۔ سندھ یا پنجاب کے نہری علقوں میں یہ سوسائٹیاں آسانی سے چل سکتی ہیں۔ ہمارے صوبہ میں تو ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی گئی۔

(ہ) کوآپریٹو مارکٹنگ سوسائٹیاں۔

اس وقت جب کسانوں کی پیداوار فروخت ہونے کے لئے تیار ہو جاتی ہے تو اس غریب کو روپے کے بہت سے مطالبات پورے کرنے پڑتے ہیں۔ زمیندار کو لگان کے لئے، مہاجن کو قرض ادا کرنے کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ اسی وقت شادی بیاہ اور دیگر تقریبات ہوتی ہیں۔ اسلئے کسانوں کو جیسے بھی دام ملتے ہیں انھیں اپنا غلّہ فروخت کر دینا پڑتا ہے۔ مطالبہ کے مقابلہ میں مال زیادہ ہونے کے باعث ایسے مواقع پر قیمت کم ہو جاتی ہے کسان کے سیدھے اور ناخواندہ ہونے کے باعث پورا دام نہیں ملتا۔ کسانوں کو پورا دام دلانے کے لئے اور اسے مہاجنوں اور دلالوں کے پنجے سے بچانے کے لئے سرکاری مارکٹنگ سوسائٹیاں قائم کی جاتی ہیں۔ فروختگی کے کئی طریقے ہیں۔ مثلاً آڑھت کمیشن اور مال خریدنے کے قاعدے۔ مقامی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے وہی عمل میں لایا جاتا ہے۔ بنگال بمبئی اور پنجاب میں ایسی متعدد سوسائٹیاں ہیں۔ ہمارے یہاں بھی کچھ ایسی سوسائٹیاں ہیں۔ اب یہ کام کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ ہوگا جو آپس میں مل کر یونین بنا لیتی ہیں۔ یہی مرکزی یونین خرید و فروخت کا کام کرتی ہیں۔

اوپر ہم نے زراعتی امداد باہمی سوسائٹیوں کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اب ہم غیر زراعتی سوسائٹیوں کے متعلق ذکر کریں گے۔ غیر زراعتی سوسائٹیوں کی خاص خاص قسمیں حسب ذیل ہیں۔

(الف) زندگی سدھار سوسائٹیاں۔

ان سوسائٹیوں کے خاص کام یہ ہیں۔

(۱) ممبروں میں رائج بُری رسموں کا روکنا۔

(۲) ممبروں کی جسمانی، اخلاقی اور مادّی ترقی۔

(۳) فضول خرچی کو روکنا اور کفایت شعاری کی تبلیغ کرنا۔

(۴) انفرادی صفائی وغیرہ کے اصول سمجھانا اور امراض متعدی کو روکنا۔

(۵) ممبروں کے دلوں میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنا۔

(۶) ممبروں اور اُن کے بچّوں کی تعلیم کا انتظام کرنا اور ان کے کھیل کود کا انتظام کرنا۔ جس سے دیہاتیوں کو اطمینان و خوشحالی حاصل ہو۔

(۷) دوسرے طریقوں سے ممبروں میں کفایت شعاری امداد باہمی اور خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنا۔

پہلے ایسی سوسائٹیاں بہت بنائی گئیں مگر اب جہاں کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہو گئی ہیں وہاں زندگی سدھار سوسائٹیوں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کثیر المقاصد سوسائٹیوں کے ماتحت اس قسم کا کام بھی ہوتا ہے۔

(ب) کوآپریٹو اسٹور۔ زندگی کی روزمرّہ ضروریات پوری کرنا ان اسٹوروں کا مقصد ہے دیہاتوں میں یہ چیزیں بنئے کے یہاں ملتی ہیں جو ملاوٹ کر کے چیزیں فروخت کرتا ہے۔ بنگال پبلک ہیلتھ رپورٹ نے ۱۹۳۳ء میں ملاوٹ کے مندرجہ ذیل اعداد شمار شائع کئے ہیں۔

چیز	دیہات	شہر
دودھ	۷۷ فیصدی	۱۷ فیصدی
دہی	۹۶ "	۷۷ "
سرسوں کا تیل	۳۳ "	۲۸ "
مکھن	پتا نہیں	۹۳ "

۱۹۳۶ء میں انگلینڈ اور ویلس کے لئے دودھ اور مکھن میں ملاوٹ کی مقدار بالترتیب ۷ فی صدی اور ایک فیصدی تھی۔ ان برائیوں کا علاج یہی تجویز کیا گیا کہ صارفین کے لئے اسٹور کھولے جائیں ایسے اسٹور کھولنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو خالص اور مناسب داموں میں چیزیں مل سکیں شروع میں تو اسٹور کو یہ چیزیں خریدنی پڑتی ہیں لیکن آگے چل کر یہ اپنے لئے خود چیزیں تیار کرنے لگتے ہیں پروفیسر زیڈ نے لکھا ہے کہ ہر ایک صارفین کی سوسائٹی کا مقصد پیداوار ہوتا ہے۔ اپنے وجود کی بہت اگلی سیڑھی پر پہنچکر اسے یہ بات حاصل ہوتی ہے ابتدائی حالت میں صارف کی سوسائٹی کو اپنی ضرورت کی چیزیں دوسروں سے خرید کر ہی قناعت کرنی پڑتی ہے۔

بدقسمتی سے اس قسم کی سوسائٹیاں ہمارے ملک میں خصوصاً ہمارے صوبہ میں بہت کم ہیں۔ اس طرف توجہ دینے کی خاص ضرورت ہے۔

(ج) کوآپریٹو تعمیر مکان سوسائٹیاں۔

گاؤں کی مضر صحت جھونپڑیوں میں اصلاح کی ضرورت ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ ہمارے غریب کسانوں کے گھر ہی کیا ہیں ایک تماشہ ہیں۔ اوّل تو وہ ہوتے ہی ہیں بہت چھوٹے اس پر مستزاد یہ انسانوں کے ساتھ حیوان بھی اس میں مستقل طور پر رہتے ہیں۔ برسات میں ان کے چاروں طرف

پانی بھر جاتا ہے جس سے جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور بیماری پھیلتی ہے شہروں مزدوروں کی بستیوں کا اس سے بھی بُرا حال ہے۔ وہاں ذرا ذرا سی کوٹھریوں میں پانچ پانچ چھ چھ آدمی رہتے ہیں۔ ایسی کوٹھریوں کے رہنے والے ہوا، دھوپ اور روشنی کی کمی کے باعث اکثر بیماریوں کے شکار رہتے ہیں۔ درحقیقت انکی زندگی ہی خطرے میں ہوتی ہے۔ کوآپریٹو تعمیر مکان سوسائٹیاں اس طرف بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ مغربی ممالک میں ایسی سوسائٹیوں نے بہت مفید کام کئے ہیں۔ ہندوستان کے لئے یہ ایک نئی سی چیز ہے۔ پھر بھی کچھ مقامات پر ایسی سوسائٹیوں نے اپنا نام غیر فانی کر دیا ہے۔ اس طرف بمبئی، مدراس اور لاہور میں قابل ذکر کام ہوا ہے۔ افسوس کہ مزدوروں کے لئے ایسی کوئی سوسائٹیاں نہیں بنیں اور مزدوروں ہی کو اسکی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ امداد باہمی میں ایک بڑی طاقت پوشیدہ ہے جس کے ذریعے سماج میں ترقی اور خوشی کی لہر پیدا کی جا سکتی ہے۔ انگلینڈ میں تحریک امداد باہمی نے بڑی ترقی کی ہے ۰۰۰،۰۰۰،۱۰،۱ میں سے ۰۰۰،۰۰۰،۶۰ کنبے کسی نہ کسی شکل میں تحریک سے متعلق ہیں۔ ہمارا ملک ابھی مغربی ممالک سے بہت پیچھے ہے اور اب بھی ہمیں ان سے بہت کچھ سیکھنا ہے ہمارے ملک میں اب تک جو کام ہوا ہے وہ سطح کو کھرچنے کی طرح ہے۔ دیہاتی زندگی میں اصلاح کی اتنی ضرورت ہے کہ اب زیادہ دیر نہیں لگائی جا سکتی اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ ملک پھلے پھولے تو گاؤں کا معیار معاشرت بلند کرنا ہے پُرآلام خانگی زندگی اور طویل عرصہ کی بیکاری، یہی غریب کسان کی زندگی کا خلاصہ ہے۔ اگر ہم دیہاتی زندگی کا معیار۔ عمدہ کھیتی، عمدہ کاروبار اور عمدہ زندگی بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں وسیع طور پر کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تنظیم و توسیع کرنی چاہیئے۔ آنجہانی رابندر ناتھ ٹیگور کے الفاظ میں گاؤں عورتوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قوم کا گہوارہ انھیں کے ہاتھوں میں ہے۔

میری زندگی کا ایک عجیب و غریب منظر

(از جناب بلونت سنگھ راوت)

ساون کا مہینہ تھا۔ رات تاریک اور خوفناک تھی۔ لوگ محوِ خواب تھے۔ میں بھی اپنی کٹیا میں لیٹا ہوا خراٹے لے رہا تھا۔ اچانک ایک چیخ سنائی دی۔ میں متحیر ہو کر اٹھ بیٹھا۔ پھر دو ہی چیخ اور "آہ! آہ!" کے نعرے سنائی دیئے۔ میں اس آواز پر متوجہ سا ہو کر ہاتھ میں ٹارچ لیتے ہوئے کمرے سے باہر آیا تو معلوم ہوا کہ آواز مندر کی طرف سے آ رہی ہے۔

میں کٹھولیا مہادیو میں رہتا تھا۔ یہاں پر ایک دو دکانیں تھیں۔ انھیں دو کانوں کے ایک کمرے میں میرا بھی قیام تھا۔ قریب ہی مہادیو کا مندر تھا اور اس کے چاروں طرف ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ درحقیقت یہ جگہ بڑی دلکش تھی۔ اسکے کنارے دریا بہتا ہوا اس مقام کی زینت دوبالا کرتا تھا۔ اس مندر کے چاروں طرف گاؤں آباد تھے۔ لیکن فاصلہ کسی گاؤں کا بھی نصف میل سے کم نہیں تھا۔ مندر میں ایک نوجوان ہٹے کٹے مہاتما رہتے تھے۔ لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور فصل کے موقع پر قریب کے گاؤں کے باشندے مہاتما جی کے لئے غلہ وغیرہ جمع کر کے مندر میں دے جایا کرتے تھے۔ مکرسنکرانت کے موقع پر یہاں پر میلہ بھی ہوا کرتا تھا جس میں نذر وغیرہ سے مہاتما جی کے ہاتھ ایک خاص رقم لگ جاتی تھی۔ چنانچہ مہاتما جی کی زندگی بڑے آرام سے گزر رہی تھی۔ ان کا کام صرف یہی تھا کہ صبح شام مندر میں گھنٹی وغیرہ بجا کر کیرتن کر لیا کریں۔ میں جس دکان پر رہتا تھا اس میں رہنے والے دوکاندار قریب ہی کے گاؤں کے رہنے والے تھے اور عموماً اپنی دکانیں بند کر کے اپنے گھر چلے جایا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ رات کو یہاں صرف ہم دو آدمی رہتے تھے۔ مندر میں مہاتما جی اور دوکان میں میں۔

میں نے جب مندر سے وہ دردناک آواز سنی تو کچھ خوفزدہ سا ہو کر آہستہ آہستہ اور اندھیرے میں ہی مندر کی طرف بڑھنا شروع کیا میرے دل میں مختلف خیالات پیدا ہو رہے تھے میں سمجھتا تھا کہ میں خطرے کی طرف قدم بڑھا رہا ہوں۔ ہو نہ ہو یہ 'بھوت' کی آواز ہے اور کبھی سوچتا تھا کہ شاید مہاتما جی کو چوروں نے پکڑ لیا ہے۔ بہرحال میں کوئی فیصلہ کئے بغیر آہستہ آہستہ دبے پاؤں بلی کی طرح مندر کی طرف بڑھ رہا تھا آواز اب بند ہو گئی تھی۔ جب میں مندر کے قریب ہی پہنچنے کو تھا کہ میں نے اندھیرے میں ہی دھندلے سے کپڑے پہنے ہوئے ایک لڑکی کو بڑی تیزی کے ساتھ ایک طرف کو بھاگتے دیکھا۔ مندر میں اب سناٹا تھا۔ میری خوف کے مارے گھگھی بندھ گئی۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں کا سا حساب ہو گیا۔ میں نے بچپن ہی میں بھوتوں کے بہت سے قصے سن رکھے تھے اگرچہ مجھے ابھی تک ان پر پورا یقین نہیں تھا۔ میں نے ضبط و استقلال کے ساتھ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ اس وقت تک وہ لڑکی کچھ دور چلی گئی تھی لیکن میں نے اُسے پھر دیکھ لیا۔ اب میں اُسے جاننے کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ اُسکی طرف بڑھا۔ اس لڑکی نے جب مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ بہت گھبرا کر اور بھی تیزی کے ساتھ بھاگنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن شاید بھاگنے کے لئے اُسے اُس اندھیری رات میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ جب اُس نے مجھ کو اپنے قریب ہی آتے دیکھا تو وہ خوف سے کانپنے لگی اور اس نے اسی دردناک آواز میں کہا۔ "میں نہیں آتی۔ مجھ کو جانے دو"، اور اتنا کہتے کہتے وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑی۔

اس وقت میری جو حالت ہوئی اس کا اندازہ قارئین خود کر سکتے ہیں۔ میں مبہوت سا کھڑا رہا۔ نہ کچھ سوچ ہی سکا اور نہ کچھ فیصلہ ہی کر سکا لیکن اچانک میرے دل میں ایک خیال آیا اور میں تیزی سے بھاگتا ہوا قریب ہی بہتے ہوئے دریا پر گیا اور وہاں سے اپنی ٹوپی میں پانی بھر لایا جب اُس بیہوش لڑکی کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے اور ہوا کی تو تقریباً

چند منٹ میں اسے ہوش آگیا۔ اس وقت کے اس دردناک اور دلدوز منظر کی تصویر پیش کرنا آسان نہیں۔ سر سے پیر تک وہ لرز رہی تھی۔ چہرہ زرد پڑگیا تھا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ رواں تھا اس کی حالت بالکل اس ہانگیر کی سی تھی جو کھائیں سے نکل کر کنوئیں کے سوتے پر کھڑا ہو، یا سانپ سے بچنے پر شیر سے سابقہ پڑگیا ہو۔ میں نے اُسے چپ کرانے کی بہت کوششیں کیں۔ اپنے رومال سے اس کے آنسو پونچھے، سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا، پیاری بہن گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ہر طرح تمہاری خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں میں نے اس سے متعدد سوال کئے لیکن وہ کچھ نہ بولی۔ شاید اس کی آنکھوں سے جو سیل اشک رواں تھا وہی میرے سوال کا جواب تھا۔ آخر کار جب میں نے اُسے کئی بار یقین دلایا کہ وہ مجھے اپنا ہمدرد سمجھے تو اُسے شاید کچھ اطمینان ہوا اور اس نے کہا۔ "اگر آپ سچ کہتے ہیں تو مجھے فلاں گاؤں میں پہنچا دیجئے" میں نے اس کو یقین دلایا کہ اُسے بے خوف و خطر میرے ساتھ اُس گاؤں میں چلنا چاہئے۔ اور ہم دونوں اس گاؤں کے لئے روانہ ہو گئے۔

ابھی تک واقعات میری سمجھ میں قطعی نہ آئے تھے۔ لیکن راستہ میں جب میں نے اس لڑکی کو بہت سمجھا بجھا کر صحیح واقعہ بیان کرنے کے لئے مجبور کیا تو اس نے اپنی رام کہانی یوں سنائی۔

"میں موضع رام دھن کی رہنے والی ہوں۔ میرے باپ ایک معمولی زمیندار ہیں۔ میرے باپ کے دو لڑکے ہیں اور ایک میں لڑکی ہوں ایک بھائی مجھ سے بڑا اور ایک چھوٹا ہے۔ بڑے بھائی کی شادی ہوگئی ہے اور اسی شادی کے سلسلے میں میرے والد مقروض ہو گئے تھے۔ میری شادی بھی ہوگئی ہے اور اب میں بیوہ بھی ہو چکی ہوں۔ اس وقت میری عمر ۱۲ سال ہے اور شادی کے وقت ۱۱ سال تھی۔ میرے والد نے روپئے کے لالچ میں میری شادی ایک ۶۲ سالہ بوڑھے کے ساتھ کردی تھی اور اس سے ۱۵۰۰ روپئے لے لئے تھے۔ بدقسمتی سے شادی کے صرف ۳ ماہ بعد میرے بوڑھے شوہر کے قلب کی حرکت بند ہو جانے سے موت واقع ہوگئی۔ سسرال میں میرے دو جوان سوتیلے لڑکے ہیں جن کی شادی بھی ہوگئی ہے اور بچے بھی ہوگئے ہیں۔ جب میرے شوہر کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے مجھ سے بُرا سلوک کرنا شروع کیا وہ لوگ مجھ سے گھر کی خادمن کی طرح کام لینے لگے۔ اس برتاؤ سے پریشان ہوکر میں ایک دن بھاگ کر اپنے میکے چلی گئی۔ لیکن میرے والد نے مجھ سے اور بھی سخت برتاؤ کیا اور مجھ سے کہا کہ تیرا فرض ہے کہ وہیں (سسرال) رہ۔ ہم سے جو کچھ بھی ہو سکے گا وہ ہم تیرے لئے وہیں بھیج دیا کریں گے۔ ایک دو روز میکے میں رہنے کے بعد والد صاحب نے مجھ کو پھر سسرال بھیجدیا۔ اب میرے لئے اس دُنیا میں کوئی سہارا نہیں رہا۔ مجھ سے بڑی بڑی عورتیں مجھے "رانڈ" کہکر چڑھانے لگیں۔ اس زندگی سے گھبرا کر میں نے خودکشی کرنے کا ارادہ کیا اور آج شام کو اندھیرا ہونے پر میں ندی میں ڈوبنے کے خیال سے یہاں آئی تھی لیکن جب میں ندی کے کنارے آئی تو مجھے ڈر معلوم ہونے لگا اور میں ڈوبنے کی جرأت نہ کر سکی۔ اب رات ہو چلی تھی اور خوفناک تاریکی چھا چکی تھی اسلئے میں اس فکر میں پریشان تھی کہ آج کی رات کیسے گزرے گی۔ بہت کچھ سوچنے پر میرے ذہن میں یہی ایک تدبیر آئی کہ مندر کے اندر بیٹھ جاؤں اور یہیں آج کی رات گزار دوں۔ جب میں مندر کے اندر جاکر بیٹھ گئی تو کچھ دیر میں وہاں ایک سادھو آیا۔ اس نے جب مجھ کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں فلاں گاؤں کی ہوں اور میکے جا رہی ہوں لیکن رات ہوگئی ہے اس لئے یہاں چلی آئی۔ سادھو نے کہا کہ مجھکو مندر میں رہنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ ہاں دوسرے مکان میں رہ سکتی ہو۔ میں اس کے ساتھ دوسرے مکان کو روانہ ہوئی وہاں پہنچکر کھانا کھا کر جب ہم سوگئے تو آدھی رات کے وقت سادھو نے ..... اس سے آگے وہ کچھ نہ بولی۔ اتنے میں ہم دونوں گاؤں میں پہنچ گئے میں اس لڑکی کو اس کے ایک عزیز کے گھر پہنچا کر اپنی قیام گاہ پر واپس آگیا۔

چارپائی پر لیٹ کر سونے کی کوشش کی لیکن نیند کسی طرح نہ آئی۔ کیا عورت اور مرد ایک درجہ رکھتے ہیں؟ کیا دونوں کو برابر حقوق ملنے چاہئیں؟ کیا باپ کو اپنی لڑکی کی شادی اپنی مرضی سے کہیں بھی کر دینے کا حق ہے؟ کیا مرد کو اپنی مرضی سے کئی شادیاں کرنے کا اور عورت کو بیوہ ہونے پر دوسری شادی کرنے کا بھی حق نہیں ہے؟ کیا سماج میں بیواؤں کا کوئی درجہ نہیں۔ ہٹے کٹے سادھوؤں کو خیرات دینے سے کیا ثواب ہوتا ہے؟ "بھوت" کیا واقعی کوئی چیز ہے؟ یا بچپن کی کمزور تعلیم ہی رات کے وقت خوفزدہ کرکے کسی بھی شئے کو بھوت بنا دیتی ہے؟ چارپائی میں پڑا یہ سوچتا سوچتا آخر کار میں سوگیا۔ صبح ہوتے ہی روز کی طرح جب میں مندر میں گیا تو سادھو صاحب ندارد تھے۔ شاید وہ رات ہی کو فرار ہو چکے تھے۔"

تحریک تحفظ مویشیان پر ایک نظر

(از جناب لچھمن سنگھ یادو وشارد)

ہندوستان میں خشک گوشت اور چمڑے کی تجارت ہوتی ہے۔ اس تجارت سے گاؤکشی کا خاص تعلق ہے۔ غیر ممالک کو کئی کروڑ روپے کا چمڑہ بھیجا جاتا ہے آج ہر سال تقریباً ایک کروڑ ۲۰ لاکھ گائیں ذبح کی جاتی ہیں۔ ہڈی، کھر، سوکھا گوشت وغیرہ اس میں شامل نہیں ہیں یہاں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اتنے سارے چمڑے کی نکاسی کے لئے کتنے جانوروں کا قتل ہوتا ہوگا۔ آج ہندوستان میں کتنے ہی مذبح قائم ہو چکے ہیں جہاں ہمارے مویشیوں کو چمڑے کے لئے مارا جاتا ہے۔

جانوروں کا ذبح کیا جانا چمڑے کی قیمت پر منحصر ہے جب چمڑہ مہنگا رہتا ہے تو جانوروں کے ذبح ہونے کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

اس بیرحمانہ قتل کا اثر ہماری دیہاتی زندگی پر بہت خوفناک پڑتا ہے روز بروز جانوروں کی تعداد اور ان کی طاقت گھٹتی جا رہی ہے۔ جسکے باعث ہم کھیتوں میں جوتائی بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے دودھ جیسی مقوی غذا اب نایاب ہونے لگی ہے چنانچہ ہمارے جسم متعدد بیماریوں کے گھر بنے ہیں اور بچوں کی موت تو حد سے زیادہ واقع ہو رہی ہے۔

اس عظیم مصیبت سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی ہم اپنے مویشیوں کے ہر ایک عضو سے فائدہ اٹھانے لگیں اس طرح سے آج جو اس سامان کے لئے مویشی کشی ہوتی ہے

دور کی جا سکتی ہے۔ اگر یہ سب کام تجارتی نقطہ نظر سے کیا جائے تو کروڑوں جانوروں کا موجودہ قتل بند ہو سکتا ہے اور ہندوستان میں پھر یکبار چاروں طرف دودھ کی ندیاں رواں ہو جائیں۔

مرنے کے بعد ایک گائے یا بیل جسے ہم بیکار سمجھکر پھینک دیتے ہیں اسکا اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو حسب ذیل قیمت مل سکتی ہے گوشت سے ۱۵ روپے سے ۲۰ روپے تک۔ ہڈی سے ۳½ روپے سینگ یا دانت، سینگ چربی وغیرہ سے ۲½ روپے۔ اس طرح کل ۲۵ یا ۳۰ روپے کے قریب قیمت حاصل ہوتی ہے۔ چربی سے صابن موم بتی، گلیسرین وغیرہ بنتی ہے۔ بے ایمان تاجر چربی کو گھی میں ملا کر بیچتے ہیں اس کا پرچار اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے کہ بازار میں خالص گھی کا ملنا ہی ناممکن ہو گیا ہے

خشک گوشت کی تجارت

چمڑے کی بڑھتی ہوئی تجارت کے بعد گائے کے گوشت کا کیا کیا جائے ؟ غیر ممالک سے چمڑے کی مانگ کا اسقدر اثر ہوا کہ کچھ سال قبل گائے کو مار کر پھینک دیا جاتا تھا اور چمڑا غیر ممالک میں بھیجدیا جاتا تھا۔ آخر گائے کے گوشت کی کھپت نے بازار ڈھونڈ ہی نکالا اور اب شائد ہی کہیں گوشت پھینکا جاتا ہو۔ آج اسکی مانگ بہت زیادہ ہے۔ ہمیں یہ جانکر بہت افسوس ہوگا کہ سوکھے گوشت

کی سب سے بڑی مانگ برما میں ہے۔ آج دنیا کے دیگر ممالک میں بھی گوشت بھیجا جاتا ہے جسکے باعث مویشی کشی ہمیشہ بڑھتی ہی رہیگی۔ برما کے بودھ اپنے ہاتھ سے کوئی جانور ہلاک نہیں کرتے۔ انکو خود بخود مر جانے دیتے ہیں اور پھر اسکو مختلف طریقوں سے پکا کر کھاتے ہیں انکی اس کمزوری کو مغربی تاجر بھانپ گئے ہیں اور انھوں نے ہندوستان کے چمڑے کی تجارت سے بچے ہوئے لاکھوں من گوشت کو سکھا کر بازاروں میں پھیلا دیا۔ کئی شہروں میں گایوں کو مار کر اسکا گوشت سکھا کر اسمیں نمک ملا کر ٹین کے ڈبوں میں بند کر کے برما بھیجدیا جاتا ہے

لاعلمی ہی قصور کا سبب ہے۔ گاؤکشی بند کر کے مذہبی احکام کے مطابق تحفظ گاؤ ناممکن ہے، گایوں کے فائدے اور ضرورت کی اہمیت عوام کو بتلانی ہوگی۔ دلائل کے ذریعہ انکا فائدہ ثابت کرنا ہوگا۔ انکے دودھ اور گھی کے استعمال، فوائد اور ضرورت سے ہر ایک شخص کو واقف کرنا ہوگا۔ اتنا ہی نہیں۔ دوسرے مویشیوں کی بہ نسبت گایوں کا پالنا کتنا آسان، مفید اور کم خرچ کا ہے، ان سب باتوں پر روشنی ڈالنی ہوگی جب تک ان ظاہری فوائد کے ذریعے عوام کے دل میں گائے کی اہمیت نہ بتائی جائیگی اسوقت تحفظ گاؤ کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہو سکتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ خشک گوشت کی تجارت کے باعث گائے کی نسلوں کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے جو غالباً اسکے وجود کو مٹانے کیلئے اپنا منہ کھولے ہوئے ہے۔ اس کو روکنے کی کوشش کرنی ہوگی۔

قرض

از جناب غلام سیدین شوکت قریشی

(۱)

کسانو اپنی حالت کو سنبھالو | نظر افلاس کے کارن پہ ڈالو
زمیں پر بوجھ ہے آبادی بڑھی ہے | تمہاری اور بربادی بڑھی ہے
زمیں سے ہوگئے ہیں ٹکڑے ٹکڑے | نہیں باقی گھریلو کام دھندے
تمہاری ٹھیک کب ہے تندرستی | نظر آتی نہیں کاموں میں چستی
اگر جانچوگے اپنے پانچ تم سال | نظر آئیگا تم کو ایک میں کال
یہی اک سال لاتا ہے تباہی | تمہارا حال ہے اسکی گواہی
مویشی کے بھی نقصانات تم کو | گراتے اور ہیں دن رات تم کو
ضرورت اتفاقی پیش آکر | پھنسا دیتی ہے قرضے کو بڑھا کر
تمہارا رات دن آپس کا جھگڑا | عدالت میں بہا دیتا ہے پیسا
پڑی ہے کچھ فضولی کی یہ عادت | بگڑتی جا رہی ہے روز حالت
جو مل جاتے ہیں تم کو چار پیسے | تو کھو دیتے ہو تم بیکار ویسے
مہاجن لوٹتا ہے خوب تم کو | جہالت ہے بہت مرغوب تم کو

(۲)

غریبی کے سبب تو سن چکے تم | مصیبت پہ بھی سر کو دھن چکے تم
خدا بھگوان ایشر کا بھروسا | کرو لیکن ہے اوسکا یہ طریقا
یہاں ہوتی ہے انکو کامیابی | سنبھلنے کی کریں جو خود شتابی
ذرا تم ہاتھ پاؤں تو ہلاؤ | قدم کوشش کے سیدھا انہیں بڑھاؤ
یہ لازم ہے کریں سب مل کے کوشش | ضرورت ہے کرو تم مل کے کوشش
اگر اولاد کم پیدا کروگے | تو ہرگز تم نہ فاقوں سے مروگے
کرو پیدا زمینوں سے وہ فصلیں | پنپ جائیں تمہاری جس سے نسلیں
زمینوں کا دباؤ کم کرو تم | نہ اسپر منحصر روزی دھرو تم
گھریلو کام دھندوں پر دھرو دھیان | اسے مشکل نہ سمجھو ہے یہ آسان

اگر اک سوت کی صنعت کو لوگے | جو خود کاتوگے یا کپڑا بنوگے
رہے گی گھر کے اندر ہی کمائی | رقم جائی سے یا پائے گا بھائی
گھریلو صنعتوں پر زور دیدو | توجہ اپنی تھوڑی اور دیدو
زمیں اک جا خرد بندی سے کرلو | یہ آسانی بھی چک بندی سے کرلو
اگر صحت کی تھوڑی فکر رکھو | مزا بیماریوں کا تم نہ چکھو
تھکائیگا نہ کوئی کام تم کو | دوا کے بیچ رہیں گے دام تم کو
کیا بہتر اگر کھیتی کا سامان | تمہیں کیا کال دیسکتا ہے نقصان
ہوا کرتی ہے بارش اتفاقی | لگا کو رہٹ تا ہو آبپاشی
مویشی کی بھی حالت کو سدھارو | ذرا تم ان کی نسلوں کو ابھارو
اگر اچھا سا کوئی سانڈ رکھا | بچھڑے مفت میں پاؤگے بڑھیا
مویشی کی کرو تم دیکھا بھالی | نہ بیماری ہو انہیں چھوت والی
بدلنا تم کو پڑتے ہیں مویشی | بناؤ اس کی خاطر ایک پونجی
مصیبت ناگہانی میں جو کام آئے | ضرورت میں تمہارا ہاتھ بٹائے
اگر کر لوگے ایسا فنڈ قائم | کوئی ہوگا نہ تم پر ڈنڈ قائم
عدالت میں مقدمے لیکے کیوں آؤ | اگر جھگڑے ہوں باہم انکو سلجھاؤ
کرو آپس میں ایسا میل پیدا | کبھی پیدا نہ ہو آپس میں جھگڑا
غم و شادی کے جتنے خرچ کم ہوں | اسی نسبت سے تم کو کم الم ہوں
وراثت کے کرو قرضے ادا تم | مگر یہ جان لو پہلے ذرا تم
تمہاری ذمہ داری کسقدر ہے | وراثت تم نے پائی جسقدر ہے
سدھر جائے اگر حالت تمہاری | حفاظت خرچ کی کرتی ہے بھاری
جہالت کی حماقت چھوڑ دو تم | بری ہے جو بھی عادت چھوڑ دو تم
اٹھاؤ لطف اپنی زندگی سے | ترقی ملک کی ہوگی اسی سے
مرا کہنا یہ ہے بھائی کسانو | کہ خود تم اپنی حالت کو سنوارو

کھیتی باڑی

بارش سے پہلے خریف کا بونا اور پیداوار بڑھانا

نہروں کی موجودگی سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ پرتی زمین جو کاشت کے قابل ہیں نہر سے پلیوہ کرکے توڑا جائے اور کھیت تیار کرکے خریف کی کوئی فصل بو دیجائے۔ سنئی ہری کھاد کے لئے سب سے پہلے پلیوہ کرکے بوئی جائے۔ تاکہ یہ شروع اگست تک کھیتوں میں جوتائی کرسکے۔ دھان اور مکا وغیرہ کو بھی پلیوہ کرکے پہلے بونے سے پیداوار کافی بڑھ جاتی ہے۔ فصلوں کو اس طرح بڑھنے اور اگنے کے لئے کچھ زیادہ دن مل جاتے ہیں جس سے پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ پودے بارش سے پہلے اُگ آتے ہیں۔ زیادہ تندرست ہوتے ہیں۔ اور ان کو بارش کا پورا فائدہ پہنچتا ہے۔ بارش کی زیادتی سے انھیں کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔ اور خشکی کا مقابلہ یہ اچھی طرح کرسکتے ہیں۔ بارش کا انتظار کرکے بونے میں بونے کا وقت بہت تنگ ملتا ہے کچھ کھیت بلا بوئے پرتی پڑ جاتے ہیں یا بوائی زیادہ پچھڑ جاتی ہے۔ جس سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ کہاوت ہے "تیرہ کاتک تین اساڑھ"، بارش ہونے پر اساڑھ میں بونے کے لئے تین دن مناسب بتائے ہیں اس کے بعد دن بدن بارش کی زیادتی سے بونے میں دقتیں بڑھ جاتی ہیں اور دیر میں بوئی ہوئی فصل کے پودے بارش سے دب جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بارش کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ اکثر بارش کا انتظار کرتے کرتے بوائی بہت پچھڑ جاتی ہے اور پیداوار میں بہت کمی آجاتی ہے۔ بارش سے پہلے بونے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ فصلیں کچھ دن پہلے طیار ہوجاتی ہیں اور کھیت ربیع کی طیاری کے لئے پہلے خالی ہوجاتے ہیں۔ یہ کھیت ایسے وقت پر خالی ہوتے ہیں جبکہ بارش کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ان کی طیاری میں آسانی ہوتی ہے۔ نہر سے آبپاشی کرنے میں دو ڈھائی روپیہ بیگھہ کا خرچ ضرور بڑھ جاتا ہے لیکن یہ زیادہ پیداوار حاصل کرنیکا ایک بیمہ ہے۔ اور ہمارے کھیتوں کی پیداوار اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس زائد خرچے سے کئی گنا قیمت کی ہوتی ہے۔

کھاد کا پورا انتظام کرو

زیادہ اناج پیدا کرنے کے لئے زیادہ کھاد کی بھی ضرورت ہے ورنہ زیادہ اناج پیدا کرنا تو در۔ ہماری موجودہ پیداوار بھی سال بسال کم ہوتی جائیگی۔ کسان زیادہ تر گوبر کی کھاد پر بھروسہ رکھتے ہیں اور یہ ان کی ضرورت کے لئے بہت کم ہے۔ اگر وہ نیچے لکھی ہوئی ترکیبوں پر کام کریں تو چوگنی اور پچگنی زیادہ کھاد کا انتظام کرسکتے ہیں:-

گوبر کے جلانے کا استعمال اگر بالکل نہیں روکا جاسکتا تو جتنا بھی کم ہوسکے کم کیا جائے۔ اور گوبر کو کوڑا کرکٹ۔ سوکھی پتیوں وغیرہ کے ساتھ ملاکر کمپوسٹ بنایا جائے۔ اس کا بنانا برسات میں بہت آسان ہے۔ ہر کسان بلا کسی خرچے کے آسانی سے بنا سکتا ہے شروع برسات میں کوڑا کرکٹ۔ پتیاں وغیرہ بچھا کر گوبر اور جانوروں کے پیشاب کی مٹی راکھ اور سڑی ہوئی کھاد ڈال دی جائے۔ پانچ چھ تہہ اوپر نیچے لگا کر تین یا چار فٹ اونچا ڈھیر لگادیا جائے اور اسکے چاروں طرف اونچی مینڈ بنا دیجائے بارش سے جب یہ ڈھیر کافی بھیگ جائے تو تین چار ہفتے بعد الٹ پلٹ دیا جائے پانچ چھ ہفتے بعد پھر الٹ پلٹ دیا جائے اور بارش ختم ہونے وقت اخیر بار ایک مرتبہ اور اُلٹا جائے یہ کھاد شروع اکتوبر تک استعمال کرنے کے لئے طیار ہو جائیگی۔

گرمی میں کمپوسٹ بنانے اور اس کے بارے میں زیادہ معلوم کرنے کے لئے محکمہ کا پرچہ نمبر ۱۴۲ پڑھا جائے۔ یہ سرکاری بیج گودام سے مل سکتا ہے

(۲) جانوروں کے پیشاب کو بھی کھاد کے کام لایا جائے۔ ان کے باندھنے کی جگہ سوکھی مٹی بچھائی جائے۔ تاکہ پیشاب مٹی میں جذب ہوتا رہے اور بہکر بیکار نہ جائے۔ جب مٹی گیلی ہوجائے تو اور سوکھی مٹی ڈال کر کدال سے الٹ پلٹ دیا جائے اس مٹی کو ہر مہینہ میں اٹھا کر کھاد یا کمپوسٹ کے گڑھے میں ڈال دیا جائے یا اُسی جگہ چھوڑ دیا جائے پانچ چھ مہینے بعد اچھی موٹی کھاد کی تہہ طیار ہو جائیگی۔

(۳) گاؤں کے گڑھے اور تالابوں کی مٹی بھی کھاد کے لئے اچھی ہوتی ہے اسکو گرمی کے زمانے میں جب پانی سوکھ جائے تو کھود کر کھیتوں میں ڈالا جائے۔

(۴) جو کھیت گاؤں سے دور ہیں اُن میں گاؤں سے کھاد ڈھونے میں زیادہ مزدوری لگتی ہے۔ ان میں شروع برسات میں سنئی ہری کھاد کے لئے بوئی جائے اور دو مہینہ بعد پھر کھیت میں مٹی پلٹنے والے ہل سے جوت دیجائے۔ ایسا کرنے سے کھیت کو قریب پندرہ سولہ گاڑی فی بیگھہ گوبر کی کھاد کا فائدہ پہنچتا ہے۔ زیادہ معلوم کرنے کے لئے محکمہ کا پرچہ نمبر ۱۳۹ پڑھا جائے جو ہر غلہ گودام سے ملتا ہے۔

(۵) جہاں آبپاشی کی آسانی ہے وہاں۔ انڈی۔ نیم۔ مہوہ وغیرہ کی کھلی کھاد کے لئے زیادہ استعمال کیجائیں۔ ان کو کوٹ کر بونے سے دس پندرہ دن پہلے کھیت میں ملا دیا جائے۔

بارش سے پورا فائدہ اُٹھاؤ اور زیادہ اناج پیدا کرو

جن جگہوں میں بارش کم ہوتی ہے اور آبپاشی کی آسانی بھی نہیں ہے جیسا جھانسی کمشنری یا میرٹھ کمشنری کا بارانی علاقہ والی کھیتی کا کل دارومدار بارش پر ہے کاشتکاروں کو ان صورتوں کو اختیار کرنا چاہئے کہ جس سے بارش کا زیادہ سے زیادہ حصہ کھیتوں میں جذب ہو اور فصلوں کے کام آوے اور جو فاضل پانی بہہ جائے وہ بھی بند بنا کر جمع کیا جائے نیچے لکھی ہوئی ترکیبوں پر کاشتکار کو کام کرنا چاہئے۔

۱۔ کھیتوں کی مینڈوں کو اونچا کیا جائے تاکہ پانی کھیت میں رک کر کھیت ہی میں جذب ہو۔

۲- کھیتوں کو مٹی پلٹنے والے ہلوں سے گہرا جوتا جائے تاکہ پانی گہرائی تک اور اچھی طرح جذب ہو۔ گہرا جوتنے سے پودوں کی خوراک زیادہ مہیا ہوتی ہے اور جڑوں کے بڑھنے اور پھیلنے کی جگہ بڑھ جاتی ہے۔

۳- جو کھیت ناہموار اور ڈھالو ہیں اُن میں ۹ انچ اونچی مینڈ بنا کر چھوٹے چھوٹے کھیت بنائے جائیں اور مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوت کر "کرہا" سے برابر کئے جائیں۔ ایسا کرنے سے پانی کھیت میں رُکے گا اور مٹی کا بھی بہنا بند ہو جائیگا اور کھیت زیادہ زرخیز ہو جائیں گے۔

۴- فاضل پانی جو کھیت سے بہکر نکل جائے اسکو بند بنا کر روکا جائے اور ربیع کی سینچائی میں استعمال کیا جائے یہ بند بلکھنڈ کے علاقہ کے لئے خاص طور سے ضروری ہے۔

۵- خریف کی فصلوں کو دھاری میں بویا جائے تاکہ برسات کے دنوں میں کھڑی فصل میں جوتائی کر کے نمی کو کھیت میں قائم رکھا جا سکے۔ یہ جوتائی اکولہ ہل دیسی ہل اور کھُرپے کی جا سکتی ہے اس جوتائی سے کھیت میں گھاس وغیرہ کم جمتی ہے زمین میں زیادہ ہوا کا گذر ہوتا ہے۔ جس سے پودوں کی خوراک بنتی ہے جوار۔ مکا۔ باجرہ کی دھاری کا فاصلہ سوا فٹ سے ڈیڑھ فٹ رکھ کر بونا چاہئے اگر کھیت مضبوط ہے تو فاصلہ زیادہ ورنہ کم ہونا چاہئے صوبہ کے پوربی اور درمیانی ضلعوں میں ارہر اوسط زرخیز کھیتوں میں نو فٹ اور بہت زرخیز کھیتوں میں بارہ سے پندرہ فٹ کے فاصلہ پر دھاری میں بوئی جائے اور درمیان کے حصہ میں جوار ڈیڑھ فٹ کے فاصلہ سے بو دی جائے ارہر کی فصل میں زیادہ فاصلہ رکھنے سے پیداوار پوری ہوتی ہے اور جوار کی پیداوار بھی اچھی خاصی مل جاتی ہے۔

کھیتوں کو دونوں فصلوں میں بو کر زیادہ اناج اور چارہ پیدا کرو

اناج اور چارہ کی مہنگائی کی وجہ سے ہماری ضرورت یہ ہے اور ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ اناج اور چارہ کی فصلوں کا رقبہ اور پیداوار جہاں تک ممکن ہو بڑھائیں۔ ہم لوگوں کو چاہئے کہ پھیریا پرتی کم سے کم چھوڑیں اور دونوں فصلوں میں اناج یا چارہ کی فصل بوئیں اور جہاں سینچائی کی آسانی ہو وہاں زائد کی فصل بھی گرمیوں میں بو کر پیداوار کو بڑھائیں۔ گنے کا آدھا رقبہ دسمبر سے پہلے کٹ جاتا ہے اور اکتوبر (کاتک) تک خالی پڑا رہتا ہے جبکہ اس میں گیہوں بویا جاتا ہے۔ ان خالی دنوں میں اناج کی فصلیں پیدا کی جا سکتی ہیں پیڑی کو سب سے پہلے پیر گرد بنایا جائے اور جو حصہ خالی ہوتا جائے اس میں آخر نومبر تک مٹر میتھی بوئی جائے جیسا کہ صوبے کے پچھمی ضلعوں میں اچھے کاشتکار کرتے ہیں۔ جو کھیت دسمبر تک خالی ہوں اُن میں پیاز۔ ترکاریاں۔ چینا یا سالوانی اور چارے کے لئے مکا اور گوار اپنے اپنے وقت پر بو کر مئی تک کاٹ لیجائے اور پھر ان کھیتوں میں سنئی ہری کھاد کے لئے بو اور جوت کر ربیع میں گیہوں بویا جائے۔ باقی دوسرے کھیتوں میں زمین کی زرخیزی کے اعتبار سے دونوں فصلوں میں کوئی جنس بوئی جائے جو کھیت گاؤں کے پاس ہیں یا زیادہ زرخیز ہیں۔ اُن میں مکا یا پہلے پکنے والا دھان بو کر کچھ زیادہ کھاد دیکر ربیع میں گیہوں بویا جائے جو اس سے کم طاقت کے ہیں۔ ان میں منڈوا۔ ٹانگن۔ اُڑد۔ مونگ بو کر ربیع میں جو بویا جائے یا پہلے پکنے والا دھان یا مکا بو کر چینا اور مٹر بویا جائے۔ اور گاؤں سے دور کمزور کھیتوں میں سنئی کی ہری کھاد بو اور جوت کر گیہوں یا جَو بویا جائے۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ دیر میں پکنے والے دھان کے کھیتوں میں لتری یا چیٹری مٹری دھان کی کھڑی فصل میں اخیر ستمبر یا شروع اکتوبر میں چھڑک کر بوئی جائے۔ جوار۔ باجرہ یا ارہر کی فصلیں ایک فصلی ہیں۔ اگر صوبے کے پوربی اور درمیانی ضلعوں میں ان کے ساتھ منڈوا ٹانگن۔ کودوں اور پہلے پکنے والا دھان ملا کر بویا جائے تو جہاں تک پیداوار کا تعلق ہے۔ یہ فصلیں بھی دو فصلی بن سکتی ہیں۔ یہ خریف کی فصلیں بہت کم عرصے میں طیار ہو لیتی ہیں۔ ہر دو فصل کی اوسط پیداوار پر ملاؤ کا بہت کم اثر پڑتا ہے۔ اگر بارش سے پہلے سینچائی کر کے بو دیا جائے تو پیداوار اور زیادہ ہوگی۔ اس کے علاوہ جہاں بارش کی بہت کمی نہ ہو وہاں جوار۔ باجرہ یا ارہر کو کم کر کے مکا بو کر ربیع میں چنا یا مٹر بونا چاہئے۔

اناج اور تلہن کی فصلوں کو زیادہ بونے کی ضرورت

آجکل جب کہ لڑائی ہو رہی ہے ریلیں اور موٹر بار برداری سے زیادہ ضروری کاموں میں استعمال ہو رہی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر گاؤں اور ہر ضلع کی پیداوار کو اس قدر بڑھائیں کہ باہر سے اناج منگانے کی ضرورت ہی نہ پڑے ہر دو فصل میں جتنا اناج پیدا کیا جا سکتا ہے پیدا کیا جائے اگر خریف میں کسی جگہ ضرورت سے کم اناج پیدا ہوگا تو آئندہ ربیع کی زائد پیداوار سے خریف میں پیٹ بھرنے کا سوال حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کمی کو ریل اور موٹر کی دقتوں کی وجہ سے اناج باہر سے لاکر پورا کرنا مشکل ہو رہا ہے اس لئے ہر جگہ اور ہر فصل میں زیادہ سے زیادہ اناج پیدا کیا جائے۔

ایسی فصلوں کو جن سے صرف روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے اور اناج نہیں ملتا کم کر کے اناج کی فصلوں کو زیادہ بویا جائے۔ کاشتکاروں کو ہمیشہ پرانی لکیر پر نہیں چلنا چاہئے۔ بازار کا ڈھنگ اپنی اپنی ضرورت دیکھکر مختلف فصلوں کا رقبہ گھٹانا اور بڑھانا چاہئے اس وقت اناج کا بھاؤ بہت چڑھا ہوا ہے اور اناج کی فصلوں کے بونے میں زیادہ فائدہ ہے۔ کپاس کا باہر جانا لڑائی کی وجہ سے بند ہو گیا ہے اسکا بھاؤ گرتا جا رہا ہے اسکی کھیتی میں اناج کی فصلوں کے مقابلہ نقصان ہے۔ چھوٹے ریشہ کی کپاس کا رقبہ کم کر کے جہاں آبپاشی کی سہولیت ہے خریف میں مکا اور ربیع میں چنا بویا جائے اور جہاں بارش کی کمی ہے جوار اور باجرہ بویا جائے دوسری صورت میں اگر پیداوار کپاس سے زیادہ قیمت کی نہ ہوگی تو برابر تو ضرور ہوگی اور پہلی صورت میں لازمی کپاس سے زیادہ کی ہوگی۔ گنے کا رقبہ بھی ہر کسان کی جوت سے ایک چوتھائی سے زیادہ نہ بویا جائے ورنہ کھیتوں کی زرخیزی بہت کم ہو جائیگی۔

روشنی کے لئے مٹی کا تیل اور مشین چلانے والے تیل کی بھی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کمی کو کم کرنے کے لئے ہمیں انتظام کرنا چاہئے۔ چ

کو گنے۔ ارہر۔ جوار۔ باجرہ۔ اور کپاس کے کھیتوں کے چاروں طرف کنارے کنارے بونا چاہئے۔

اسکا بیج چار چار فٹ کے فاصلہ پر مٹی میں کچھ کھاد ملاکر گاڑ دیا جائے اور بندیلکھنڈ کے علاقہ میں جہاں تل کا رقبہ زیادہ ہے جوار کے ساتھ تل ملاکر زیادہ بویا جائے۔ ربیع کی تلسن کی فصلوں کو بھی ملاکر گیہوں۔ جَو اور چنا کے ساتھ زیادہ بویا جائے۔

فصل ربیع کی کہاوتیں

۱۔ ناج ہوئے بہو کا ہے۔
جو جو مَس ہوتے ٹھا ہے۔
۲۔ قدم قدم میں پکدم۔ گیہوں ٹھاکر جَو دیوان
ارہر چیری چنا غلام۔ سرسوں ٹھاڑی کرے سلام
۳۔ کپاس پچھنے۔ کھیت کھنے۔
۴۔ خوب جوتے اور ڈالے کھاد
تب دیکھے گیہوں کا سواد۔
۵۔ گیہوں آئے بال۔ کھیت بناؤ تال
۶۔ گیہوں گیا کا ہے۔ کاتک کے جو باہے
۷۔ گیہوں گردی گندمی دھان
بنا آن کے مرا کسان
۸۔ گیہوں، جَو جب پچھوا پائے
تب جلدی سے دایاں جائے
۹۔ گیہوں باہے سے۔ چنا دلا سے سے
دھان گا ہے سے پکا نراے سے واوکدکانے سے
۱۰۔ گیہوں بھیا کاہے۔ اساڑھ کے دو باہے
۱۱۔ گیہوں بھیا کاہے۔ سولہ باہے نوگز تھاہے
۱۲۔ چنا ادھ پکا جَو پکا کاٹے
گیہوں بالی لٹکا کاٹے
۱۳۔ چنا چیت گھنا
۱۴۔ چنا میں سردی ادھک سمائی
تاکو جان گدھلا کھائی
۱۵۔ چنا سینچ پر جب ہو آوے
تاکو پہلے ترت کھوٹا وے
۱۶۔ چھینا جی کا لینا۔ سولہ پانی دینا
ایک بیار بہے پُروائی۔ لینا ہے نہ دینا
۱۷۔ چھینا ہے مورجی کا لینا۔ سولہ پانی دینا۔
اَسی۔ اسی کا بیل مرت ہے۔ بالم مرے نگینا
۱۸۔ چیت میں ہوئی فصل تیار۔ کاٹ دائیں کے لاؤ یار
بیر کئے ہووے نقصان۔ بیر میں ناہی بھلا کسان
۱۹۔ جب بربر دوئے آئی۔ تب ربیع کی ہوئے بوائی
۲۱۔ جو کپاس کو ناہی گوڑی۔ کہکے ہاتھ نہ لاگے کوڑی
۲۲۔ جو تیرے کنبہ گھنا۔ تو کیوں نہ بووے چنا
۲۳۔ دو دن پچھوا چھ پُروائی
گیہوں جَو کو لیو دوائی
تاکے بعد اوساوے سوئی
بھوسہ دانہ اسکے ہوئی۔
۲۴۔ نیچے اود اوپر بدر آئی
گھام کے گروی اب کھائی
۲۵۔ بوؤ گیہوں کاٹ کپاس
پھر نہ ہوسے ڈھیلا گھاس
۲۶۔ میدے گیہوں۔ ڈھیلے چنا
۲۷۔ اُجالی تیج کو۔ بادل۔ بجلی دیکھ
گیہوں، جَو سنجم کرو۔ بھنڈو ہووے بیکھ
۲۸۔ مرسرا میں بوئے چھینا
زمیندار کو کچھ نہی دینا
۲۹۔ مہرت اسی۔ نر سے چنا

نوٹ:۔ (۲) گیہوں۔ گیہوں ٹھاکر ہے جو۔ جو دیوان ہے پیل مکدم یعنی سردار ہے۔

(۳) جو کھیت اچھی طرح کھودتا ہے وہی کپاس کی اچھی فصل کاٹتا ہے۔

(۵) بناؤ = دھان کے موافق بناؤ۔

(۹) دلنا = کھونٹنا۔ گاہنا = تھنا۔ کھیت میں کافی پانی رہتے ہوئے جوتنا۔ کسانا = سینچنا۔

(۱۲) لٹکا = جب لٹکنے لگے تب کاٹے۔

(۱۴) گدھلا = ایک کیڑا ہے۔

(۱۶) جی کا = جان لینے والا ہوتا ہے فصل بگڑ جاتی ہے

(۱۷) اسّی = اسّی روپیہ کا۔ نگینہ بالم۔ پیارا پتی۔

(۲۱) گوڑنا = کھود کر مٹی الٹ پلٹ کرنا۔

(۲۳) دواں ئی = ماڑنا۔

(۲۶) میدے کی طرح (خوب جوتی ہوئی) زمین میں گیہوں اچھا ہوتا ہے۔

(۲۷) سنجم = اکٹھا۔

(۲۸) زمیندار کو (فصل عمدہ ہونے کے باعث) زمیندار کو اور کچھ نہیں دینا ہوگا۔ اسی سے کام چل جائیگا۔

(۲۹) ملائم زمین میں السی۔ ڈھیلے والی زمین میں چنا اچھا ہوتا ہے۔

منقول (از کتاب کرشی رتناولی)



بادل

ازجناب راے بہادر پنڈت سری نرائن چترویدی

اساڑھ کے مہینے کا انتظار ہے۔ آتشیں لو سے زمین جل رہی ہے لوگ دن چڑھتے ہی گرمی سے گھبرا کر درختوں کے سائے میں جھونپڑیوں میں تہ خانوں میں خسکی ٹٹیاں لگے ہوئے کمروں میں گھس جاتے ہیں کسان یہ سب گرمی برداشت کرتا ہوا ابر باراں کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔

اور اساڑھ کا مہینہ شروع ہوا کہ آسمان میں ہر طرف بادلوں کے جھنڈ نظر آنے لگے۔ ایک جھڑی لگی۔ فطرت مسکرانے لگی۔ پتوں کی گرد ڈھل گئی، وہ سر سبز ہو کر چمکنے لگے۔ زمین کی حرارت پانی سے بجھ گئی تالاب اور نالے بھر گئے آم اور نیم کی بڑی بڑی شاخوں میں جھولے پڑ گئے ساون آیا کجلی گائے جانے لگی۔ کسان نے جوتنا بونا شروع کر دیا۔ مور ناچنے لگے پانی کبھی پھوار میں، کبھی بوچھار میں اور کبھی موسلا دھار برسنے لگا۔

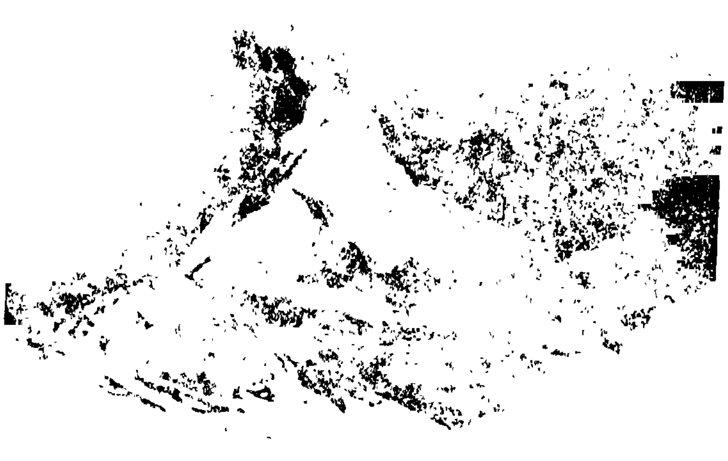
اس پانی کو جو بادل برساتے ہیں وہ ہیں کیا چیز؟ آیئے آپ کو اس کے متعلق سائنس کے نقطۂ نظر سے سمجھائیں۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ پانی خشک ہو جایا کرتا ہے۔ گیلی دھوتی ہوا یا دھوپ میں ڈال دیجئے تو وہ ذرا سی دیر میں سوکھ جائے گی۔ برسات کے موقعہ پر تالاب لبالب بھر جاتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ پانی اُڑ جاتا ہے۔ درختوں کو پانی سے سینچتے ہیں وہ جڑوں کے ذریعے کھینچکر دھڑ اور پتوں میں آتا ہے اور پتوں سے نکل کر ہوا میں چلا جاتا ہے۔ یہ سب پانی بھاپ کی شکل اختیار کر کے ہوا میں مل جاتا ہے۔ جیٹھ میں ہوا بہت خشک رہتی ہے دھوتی فوراً سوکھ جاتی ہے۔ ساون میں ہوا گیلی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ برسات کا پانی اس میں بھاپ بن کر مل جاتا ہے۔ وہ اتنی گیلی ہو جاتی ہے کہ خشک کپڑوں میں بھی نمی آجاتی ہے اگر کھلی ہوا میں چینی یا نمک رکھا جائے تو اس میں سیل آجاتی ہے اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ ہوا میں پانی کی بھاپ گھل جاتی ہے لیکن وہ پانی گیس کی شکل میں ہوتا ہے اس لئے وہ ہوا میں نظر نہیں آتا۔ جس طرح پانی میں گھلا ہوا نمک آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے، وہ پانی میں ہے یا نہیں یہ اسی وقت معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ اسے چکھا جائے۔ اسی طرح ہوا میں پانی کی بھاپ کتنی ہے یہ اسی وقت معلوم ہوتا ہے جب ہوا کی نمی کی تحقیقات کیجائے۔

آپ نے دیگچی سے نکلتی ہوئی بھاپ دیکھی ہوگی۔ اگر کسی کٹوری میں ٹھنڈا پانی بھر کر اسے بھاپ کے اوپر لایا جائے تو تھوڑی ہی دیر میں اُس کے پیندے میں پانی کے قطرے جم جائینگے یہ پانی کے قطرے کہاں سے آئے؟ بات یہ ہے کہ جب بھاپ کو ٹھنڈ لگی تو وہ پانی کی شکل میں جم گئی اور اس کے قطرے کٹوری کے پیندے میں نظر آنے لگے۔ جب ہوا میں گھلی ہوئی پانی کی بھاپ ہوا کے ٹھنڈے ہونے کے باعث جم جاتی ہے تو ہم اُسے کہرا کہتے ہیں۔ سردی میں دریا کے کنارے سرد ریت وغیرہ کے باعث ہوا سرد ہو جاتی ہے اور صبح کے وقت اس میں گھلی ہوئی بھاپ کے قطرے جم جاتے ہیں اور دریا کے اوپر اور کنارے پر کہرا سا چھایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جب سورج تیز ہو جاتا ہے تو ریت اور زمین گرم ہو جاتی ہے اور اسی سے اسکے اوپر کی ہوا بھی گرم ہو جاتی ہے اسی وجہ سے جمے ہوئے قطرے پھر بھاپ ہو جاتے ہیں اور کہرا نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

زمین سے جو ہوا اُٹھتی ہے اس میں بھاپ ملی ہوتی ہے ہوا میں جتنا بھی اوپر اٹھا جائے اتنی ہی سردی بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر زمین سے اوپر دس بیس ہزار فیٹ پانی کی بھاپ لئے ہوئے ہوا پہنچ جائے تو وہاں اس میں کہرا بن جائے گا۔ یہی کہرا دور سے ہمیں بادل معلوم ہوتا ہے۔

جب ہوا میں پانی کی بھاپ جم کر کہرا بنتی ہے تو پانی کے قطرے بہت چھوٹے ہوتے ہیں انکا قطر ۱/۳۰۰۰ انچ ہوتا ہے یعنی تین ہزار قطرے ایک لائن میں جمع ہو کر ایک انچ کے برابر ہونگے۔ مثلاً بہت سی گرد تو بیٹھ جاتی ہے لیکن اسکے چھوٹے چھوٹے ذرات بہت چھوٹے ہونے کے باعث اتنے ہلکے ہوتے ہیں کہ ہوا میں



سوئٹزرلینڈ کے برمیٹ کی چوٹی پر بادل کا جھنڈا



روئی کے سے بادل

تیرتے رہتے ہیں۔ ان ذرات کے مجموعے کو (water dust) کہتے ہیں۔ اپنے چھوٹے ہونے کے باعث وہ قطرے کی شکل میں زمین پر نہیں گر پاتے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بادل برابر اپنی شکل بدلتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی تو بڑے بڑے بادل دیکھتے ہی دیکھتے آسمان میں نہ معلوم کہاں غائب ہو جاتے ہیں آپ سوچتے ہونگے کہ اس کا کیا سبب ہے۔ سبب بہت واضح اور سہل ہے۔ جس طرح ندی کے کنارے کا کہرا ہوا کے گرم ہو جانے پر غائب ہو جاتا ہے اسی طرح آسمان کا وہ کہرا جسے ہم بادل کہتے ہیں جب کسی گرم ہوا کی تہ میں پہنچ جاتا ہے یا زمین سے اٹھتی ہوئی گرم ہوا اس تک پہنچ جاتی ہے تو کہرے کے ذرات آب پھر بھاپ بن کر ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اوپر کی ہوا کی حرارت یکساں نہیں ہوتی۔ کہیں زیادہ ٹھنڈی، کہیں کم ٹھنڈی اور کہیں گرم ہوتی ہے لیکن وہاں ہوا برابر چلا کرتی ہے۔ بادل برابر ہوا میں اڑتا رہتا ہے جب اس کا کوئی حصہ گرم ہوا میں پہنچتا ہے تو وہ پھر بھاپ بن کر غائب ہو جاتا ہے یا نظر نہ آنے والی بھاپ ٹھنڈی ہوا میں جا کر پھر پانی کے ذرے بن جاتی ہے۔ اسی الٹ پھیر کے باعث بادلوں کی شکل تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ پہاڑوں کے اوپر ہوا ٹھنڈی ہوتی رہتی ہے اس لئے ان پر گرمی کے دنوں میں کہرا چھایا رہتا ہے۔ کسی کسی برفیلی چوٹی پر ہمیشہ بادل چھائے رہتے ہیں یا اس کی چوٹی کے پاس ہمیشہ ایک دو بادل کے ٹکڑے موجود رہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ برف کے باعث چوٹی کے پاس کی ہوا بہت سرد رہتی ہے اور جب بھاپ بھری ہوئی ہوا نیچے سے وہاں پہنچتی ہے تو وہاں پہنچکر وہ کہرا بن جاتی ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں میٹرہارن نامی ایک چوٹی ہے۔ اس کے پاس ہمیشہ ایک بادل بنا رہتا ہے جسے میٹرہارن کا جھنڈا کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کے ایک ہی طرف رہتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں جو ہوا چلتی ہے وہ بہت تیز ہوتی ہے اور صرف اسی طرف کچھ دیر ٹھہرتی ہے جو اس کی رفتار کے برعکس ہے۔ یعنی اگر ہوا مشرق سے چل رہی ہے تو مشرق میں ٹھہر نہیں سکے گی چوٹی کی آڑ کے باعث چوٹی کے مغرب میں ہوا کی رفتار کم ہوگی۔ اس لئے مغرب کی طرف جو ہوا ہوگی اُس میں کہرا بن جائے گا جو دور سے بادل معلوم ہوتا ہے۔

عموماً کوئی بھی بادل ۲۰۰۰ فیٹ سے کم نیچے نہیں ہوتے اور جاڑے کے مقابلے میں گرمی میں زیادہ بلندی پر رہتے ہیں۔

یوں تو بادل کئی قسم کے ہوتے ہیں لیکن ان کی خاص قسمیں چار ہیں۔

(۱) روئی کی طرح (۲) تہ دار (۳) سنبل نما (۴) گھٹا۔

کیومُلس یا روئی کی طرح۔ یہ پھولے ہوئے روئی کے ڈھیر معلوم ہوتے ہیں نیچے ان کا پیندا بڑا ہوتا ہے اور اوپر کی طرف ان کا قد گھٹتا جاتا ہے جو کبھی کبھی مثلث کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ یہ زمین سے تقریباً ایک اینچ کے فاصلے پر رہتے ہیں۔ یہ صبح کے وقت زیادہ دکھائی دیتے ہیں اور دن کی گرمی کے ساتھ ساتھ یہ کم ہوتے جاتے ہیں دوپہر میں تو یہ بالکل غائب ہو کر آسمان کو صاف چھوڑ دیتے ہیں۔ جب یہ رہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دن صاف رہے گا اور بارش نہیں ہوگی۔ ان بادلوں کی رفتار پانچ ہزار فیٹ کی بلندی پر تقریباً ۲۴ یا ۲۵ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

تہ دار بادل۔ یہ بادل افق کے پاس پھیلی ہوئی چادر کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ شام کے وقت ہوا کے ذرات آب وہوا میں نیچے اُتر آتے ہیں اور اُن کے باعث یہ بادل بن جاتے ہیں یہ بہت جلد بنتے ہیں۔ سرد راتوں میں یہ اکثر بنتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی گرمی کے باعث یہ مٹ جاتے ہیں یہ بادل بھی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پانی نہیں برسے گا۔ ان بادلوں کی رفتار تقریباً ۲۰ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

سنبل نما۔ یہ گچھوں کی شکل میں دور تک پھیلے رہتے ہیں یعنی ان میں موٹائی نہیں ہوتی ان کے قد بھی مختلف ہوتے ہیں اور یہ برابر اپنی شکل بدلتے رہتے ہیں۔ یہ بہت بلندی پر ہوتے ہیں۔ ان کی بلندی زمین سے ۵ سے

ہیں

سے کروس میل تک ہوتی ہے۔ یہ گچھے دار بادل بھاپ کے ذرات کے پانی کی شکل میں جم جانے سے نہیں بنتے۔ درحقیقت بہت چھوٹے برف کے ذروں سے بنتے ہیں کیونکہ اتنی بلندی پر سردی کے باعث پانی جم جاتا ہے۔ یا تو یہ گچھوں اور گودوں کی شکل میں یا لمبی پتلی دھاریوں کی شکل میں تیرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کبھی کبھی یہ بہت بڑے ہو جاتے ہیں اور افق کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک انکی دھاری پھیل جاتی ہے۔ جب یہ نظر آئیں تو سمجھنا چاہیئے کہ موسم میں تبدیلی ہونے والی ہے اور جب انکے کنارے دھندلے نظر آئیں تو انھیں بارش کا پیش خیمہ سمجھیں۔ لیکن اگر ان کے کنارے تیز اور واضح ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ ابھی کئی روز تک پانی نہیں برسے گا۔

تیس ہزار فٹ کی بلندی پر ان بادلوں کی رفتار ۱۵۰ میل فی گھنٹہ تک ہوتی ہے کیونکہ یہاں ہوا بہت تیز چلتی ہے۔

گھٹا۔ اس قسم کا بادل بہت گہرا نیچا اور سیاہ یا نیلے رنگ کا ہوتا ہے یہ کبھی کبھی دور سے سیاہ پہاڑیوں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ گھٹا بہت اونچی نہیں ہوتی۔ اس سے پانی برستا ہے۔ اس میں بجلی کوندتی اور کڑکتی ہے اس کی رفتار زمین سے کچھ ہی بلندی کی ہوا کے اوپر منحصر ہے۔

یہ تو بادلوں کی چار خاص قسمیں ہیں لیکن ان چاروں میں سے دو یا تین کے میل سے علیحدہ علیحدہ قسم کے بادل بن جاتے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ان کے متعلق نہیں سمجھایا جا سکتا۔

پانی کیسے برستا ہے؟ ہم دیکھ چکے ہیں کہ بادل درحقیقت ایک کہرا ہے جس میں بہت چھوٹے چھوٹے ذرات آب وہوا میں تیرتے رہتے ہیں۔ انکے تیرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کا قد انکے وزن کے مقابلہ میں بڑا ہوتا ہے جب سردی کے باعث یہ کئی ذرات آب آپس میں مل جاتے ہیں تو جس تناسب سے ان کا وزن بڑھتا ہے اس تناسب سے ان کا قد نہیں بڑھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بوجھل یا وزنی ہو جانے کے باعث یہ ہوا میں تیر نہیں سکتے اور زمین کی جذب کرنے کی قوت کے باعث اس برمینہ کی صورت میں گرنے لگتے ہیں۔ لیکن اگر راستہ میں ان قطروں کو خشک ہوا کی کوئی تہ مل جائے تو وہ اس ہوا میں پھر بھاپ بنکر گھل جائینگی اور اگر وہ نم ہوا میں ہوکر گریں تو انہیں اس ہوا میں گھلی ہوئی بھاپ بھی پانی بنکر ملجاتی ہے اور قطرے بڑے ہوکر گرنے لگتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ کبھی بارش کی بوندیں چھوٹی اور کبھی بڑی ہوتی ہیں۔



گھٹا



تہ دار بادل

ماہ ستمبر میں کھیتی اور باغبانی کے کام

(مسٹر رام صورت سنگھ ٹیکنکل اسسٹنٹ ٹو ڈائریکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی لکھنؤ)

اس ماہ میں بھی کسانوں کو بہت کچھ کام کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس وقت ان کو خریف اور ربیع دونوں فصلوں کی کارگذاری کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ ادھر خریف کی کچھ فصلوں کی کٹائی اور اُدھر ربیع کی فصلوں کے لئے کھیتوں کی تیاری کی دھن رہتی ہے۔

اس مہینہ میں نیچے لکھے ہوئے کھیتی کے کام کرنے چاہئیں مثلاً نمبر ۱۔ آلو کی فصل کے لئے کھیتوں میں کھاد ڈال دیجئے۔ کھاد کو برابر کھیتوں میں پھیلا کر مٹی پلٹنے والے ہل سے جوت دیجئے۔ جن کھیتوں میں سنئی کی ہری کھاد جوتی گئی ہے اور ان میں ربیع کی فصل بونا ہے انھیں جتنی مرتبہ ہوسکے پہلے مٹی پلٹنے والے ہل سے پھر دیسی ہل سے جوت دیجئے تاکہ مٹی بیج بونے کے لئے باریک ہو جائے۔

۲۔ گیہوں۔ جو۔ جئی۔ برسیم کے کھیت میں ۵۰ من سے ۲۰۰ من فی ایکڑ کے حساب سے خوب سڑی ہوئی گوبر کی کھاد اگر سنئی کی کھاد نہیں دی گئی ہے ڈال دیجئے۔

۳۔ اس مہینے میں اچھی طرح سے جوتے ہوئے کھیت میں برسیم بو دیجئے۔ کیونکہ اس سے مٹی کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور یہ مفید چارہ بھی ہے۔ جس کھیت میں برسیم بونا ہو اس میں برسیم کلچر ڈالنا بہت ضروری ہے۔ جو کہ گورنمنٹ پلانٹ پیتھولوجسٹ کے دفتر کانپور سے قیمتاً حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مکا اور جلد پکنے والے دھان کی فصلوں کو کاٹ کر کھیت کو مٹر یا چنا کے لئے تیار کیجئے۔

۵۔ جلد پکنے والی مونگ پھلی کی فصل کھود کر کھیت گیہوں کے واسطے تیار کیجئے۔

۶۔ فصل خریف کی دیگر فصلوں میں اگر نکائی کی ضرورت ہو تو کر دیجئے۔

۷۔ فصل کپاس کی نکائی اور گوڑائی اور اگہنی دھانوں کی آبپاشی کیجئے۔

۸۔ جب سنئی پھولنا شروع ہو تو کاٹ کر صاف پانی میں سڑائیے اور دھوئیے تاکہ عمدہ اور قیمتی ریشہ حاصل ہو۔

۹۔ کمپوسٹ کے ڈھیر کو آخری مرتبہ پلٹ کر پھر ویسا ہی ڈھیر بنا دیجئے۔

۱۰۔ ابتک آلو کی بیاوڑ تیار ہوگئی ہوگی اس کو کھیت میں لگا دیجئے۔

۱۱۔ فصل ربیع بونے کے لئے کھیت کی جتائی بار بار کیجئے اور ہینگا دیکر کھیت کی مٹی کو بھربھرا اور باریک بنا دیجئے۔ یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کھیت نہ تو کچا جوتا جائے اور نہ تپنے پائے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آخر ستمبر تک بارش بند ہو جاتی ہے اسلئے یہ ضروری ہے کہ جوتنے کے بعد کھیت میں ہینگا دیدیا جائے۔

۱۲۔ مٹی پلٹنے والے ہل انھیں کھیتوں میں چلائے جائیں جن میں گنا بونا ہے یا جو ابھی ابھی فصل کٹنے کے بعد خالی ہوئے ہیں باقی سب کھیتوں میں دیسی ہل بار بار چلایا جائے۔

۱۳۔ آلو کی بوائی اس مہینہ میں دوسرے ہفتہ میں کرنی چاہئے۔

۱۴۔ سوائی پر فصل ربیع کے بیج گیہوں۔ جو۔ چنا۔ مٹر وغیرہ کے لئے درخواست ابھی سے اہلکار محکمہ زراعت متعلقہ گودام کو دیدیجئے جہاں پر اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں بیج تقسیم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ بارش بند ہونے کے بعد بوائی کے پہلے پانی برسنے کی جب کوئی اُمید نہ ہو تو مٹی پلٹنے والے ہلوں کو مت استعمال کیجئے۔

۱۶۔ اس مہینے کے آخری ہفتے میں اگہنی دھان کی کھڑی فصل میں لتری یا چپٹی مٹری بونا چاہئے

۱۷۔ سلطان کولھو کے لئے بھی درخواست دیجئے کیونکہ گنا پیرنے کا وقت قریب آرہا ہے۔

۱۸۔ اگر ماہ اگست میں گاجر اور شکرقندی نہیں بویا ہے تو اس ماہ کے پہلے ہی ہفتہ میں بو دیجئے

۱۹۔ جاڑے کی ترکاریوں کے بیج کا انتظام کیجئے۔ اور جن ترکاریوں کے بیج بوئے جائیں ان کو گملوں یا ذخیروں کی کیاریوں میں بو دینا چاہئے ان کی مٹی خوب کمائی ہوئی ہو اور پتیوں کی کھاد یا سڑا ہوا گوبر ڈالنا چاہئے۔

۲۰۔ پچھلے ماہ میں بوئی ہوئی اگیتی ترکاریوں کے پودوں کو ذخیرے سے نکال کر کھیت میں مناسب فاصلے پر لگائیے اور ان کی آبپاشی کیجئے مثلاً شلجم۔ گانٹھ گوبھی۔ بند گوبھی۔ پھول گوبھی۔ بینگن۔ ٹماٹر۔ مرچ۔ ولایتی سیم وغیرہ اچھی قیمت حاصل کرنے کے لئے میتھی اور سویا بھی بویا جاتا ہے۔

باغبانی

ماہ ستمبر میں چند پھلوں کے درختوں پر چشمہ بھی چڑھایا جاتا ہے اور اکثر قلمیں بھی لگائی جاتی ہیں۔ انھیں دنوں میں نارنگی۔ لیموں۔ سنترہ پپیتہ وغیرہ جاڑے میں تیار ہونیوالے پھل بڑے ہو جاتے ہیں اگر پیڑوں میں کسی ڈال یا گچھے میں زیادہ پھل ہوں تو انکو توڑ ڈالنا چاہئے جس سے پھل بڑے ہو جائیں۔ اسی ماہ میں ان پیڑوں کے نیچے خوب صفائی ہونی چاہئے اور اگر بارش بند ہو جائے تو انکی آبپاشی بھی کرنی چاہئے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ پیڑوں کے نزدیک پانی نہ بھرا رہنے پائے ورنہ بہت نقصان ہوگا۔ ان کی گوڑائی اوٹ آنے پر کر دینی چاہئے

خالص گھی تیار کرنے کا طریقہ

(از جناب کے۔ رحمٰن، سینیر مارکٹنگ افسر، بہار وجناب ایم۔اے۔ایچ۔ جانی جونیر مارکٹنگ افسر، بہار)

[فاضل مضمون نگاروں نے یہ مضمون صوبہ بہار کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے رقم فرمایا ہے۔ مگر جو حالت بہار کی ہے وہی قریب ہر جگہ ہے اس لئے یو۔پی اور دوسرے صوبوں کے کسان بھی اتنا ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ادارہ]

تمام غذاؤں میں گھی کو خاص مقوی غذا تسلیم کیا گیا ہے۔ بہار کے سبزی خور یا گوشت خور اور ہر طرح کے لوگ اس کے متعلق ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ سنتھال پرگنہ اور چھوٹا ناگپور کے علاوہ دیگر سبھی مقامات پر جہاں دودھ دینے والی گائیں پائی جاتی ہیں وہاں گھی بھی تیار کیا جاتا ہے۔ سال میں تقریباً ۲۰ لاکھ من گھی تیار ہوتا ہے جس کی قیمت تقریباً آٹھ کرور روپے ہوتی ہے۔ اسے عموماً لوگ دیہاتی طریقہ پر اپنے گھر ہی میں تیار کرتے ہیں۔ شمالی بہار کے مکھن کے تاجر بھی گھی تیار کرتے ہیں۔ اگرچہ گھی کو خوردنی شے تسلیم کر لیا گیا ہے پھر لوگ گھر میں یا مکھن کے تاجر جس طریقے سے تیار کرتے ہیں وہ کافی اصلاح طلب ہے۔ ذیل میں کچھ طریقے درج کئے جاتے ہیں جن سے اُن تمام لوگوں کا فائدہ ہوگا جو اپنے خانگی کام کے لئے یا تجارت کے لئے خالص گھی تیار کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) خالص گھی تیار کرنے کے لئے کافی صفائی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ صفائی کا خیال دودھ دہنے کے وقت سے لیکر گھی کے لئے مکھن گرم کرنے کے وقت تک ہونا چاہئے۔ چنانچہ اچھی ڈیری کے تمام قواعد پر عمل ہونا چاہئے۔ مثلاً دودھ دہنے کے وقت صفائی، مویشی خانہ کی صفائی، دودھ دہنے والے صاف ستھرا رہنا، اچھی طرح صاف کئے ہوئے برتنوں کا استعمال وغیرہ۔ ان کاموں میں لاپروائی ہونے سے اچھا مکھن نہیں تیار ہوتا جس کے باعث گھی کی قیمت بھی گھٹ جاتی ہے۔

(۲) بہار میں دودھ دوہتے وقت دس آدمیوں میں کم از کم آٹھ یا نو آدمی مٹی کا برتن استعمال کرتے ہیں۔ یہ برتن اکثر پانچ پانچ اور دس دس کے پرانے پائے گئے ہیں۔ برتن کو استعمال میں لانے کے قبل پانی سے دھوکر دھوئیں والی انگیٹھی پر سینکنے کا طریقہ بہت ہی خراب ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے دودھ کا کچھ حصہ برتن ہی میں لپٹا رہ جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دودھ، دہی، مکھن یا گھی میں سے دھوئیں کی بُو آتی ہے۔ اسے لیکر ۲۰ فیصدی اشخاص ہی دودھ دُہنے کے لئے لوہے کی چادر کی بالٹی استعمال کرتے ہیں۔ برتن صاف کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اسے پہلے معمولی پانی اور بعد میں گرم پانی سے دھو ڈالا جائے۔ اس کے بعد اس برتن کو سوکھنے کے لئے کچھ دیر دھوپ میں چھوڑ دینا چاہئے۔ مٹی کے اُن برتنوں کو بدلتے رہنا چاہئے جن میں دودھ دوہا جاتا ہے دہی جمایا جاتا ہو۔ گھی اور مکھن رکھے جانے والے برتن زیادہ دنوں تک کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ لکڑی کی چیزوں مثلاً متھانی وغیرہ کو گرم پانی سے دھوکر دھوپ میں سکھا لینا چاہئے۔ جب یہ پرانی ہو جائیں اور ان میں درزیں پڑ جائیں تو بدل دینا چاہئے۔ لوہے کی چادر کے برتن مثلاً بالٹی وغیرہ میں اکثر ایک خاص قسم کی کائی جم جاتی ہے اور استعمال میں لاتے وقت اس میں خوفناک جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے برتن کو گھی تیار کرتے وقت کسی بھی کام میں نہ لانا چاہئے۔

(۳) مکھن نکالتے وقت حرارت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر دہی کی حرارت بہت کم رہی تو مکھن نکلنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر حرارت بہت زیادہ رہی تو کم مقدار میں مکھن نکلتا ہے اور چربی کا بہت سا حصہ مکھن کے دودھ یا مٹھے میں مل جاتا ہے۔ مکھن نکالتے وقت دہی کی حرارت گرم اور سرد پانی ملا کر زیادہ یا کم کی جا سکتی ہے۔ اس کام کے لئے برف کا بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ آجکل موسم کا ذرا بھی خیال کئے بغیر دوپہر کو مکھن نکالنے کا طریقہ بہت ہی خراب ہے۔ مکھن نکالنے کا موزوں وقت برسات اور گرمی کے دنوں میں سورج نکلنے سے پہلے اور جاڑے کے دنوں میں دس بجے دن کے بعد ہوتا ہے۔ صوبہ بہار کے مکھن کے تاجروں کو اسی وقت کام کرنا چاہئے۔

(۴) جس مکھن سے گھی نکالنا ہو اُسے ٹھنڈی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ مٹی کا صاف برتن مکھن رکھنے کے لئے بہت موزوں ہے۔

(۵) بہار کی آب و ہوا کے خیال سے مکھن کو زیادہ دنوں تک جمع نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ ایسا کرنے سے اس میں ایک قسم کی ترش بو پیدا ہو جاتی ہے جس سے گھی میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں ایک دن سے زیادہ مکھن رکھنے سے اس میں ترش بو آجانے کے باعث گھی کی بو و لذت بھی بگڑ جاتی ہے۔

شمالی بہار کے مکھن تاجروں میں جاڑے کے دنوں میں دو تین اور گرمی و برسات کے دنوں میں ایک دو ہفتے مکھن رکھنے کا رواج ہے۔ لیکن اس سے مکھن کے گھی کی خاصیت ضائع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تاجروں کو چاہئے کہ مکھن خراب ہونے کے پہلے ہی اس کا گھی تیار کر لیا کریں۔ اسکے علاوہ مٹھا دور کرنے کے لئے مکھن چار پانچ بار صاف کر لینا چاہئے تاکہ گندگی دور ہو جائے۔ کسی بھی حالت میں مکھن کو جاڑے کے دنوں میں ایک ہفتہ تک گرمی کے دنوں میں تین دن سے زیادہ جمع نہ رکھنا چاہئے۔

(۶) گھی تیار کرتے وقت مکھن کو دھیمی آنچ پر گرم کرنا چاہئے۔ عموماً ۲۰۰ فارن ہائٹ کی حرارت مناسب ہوتی ہے۔ مکھن کو مقدار کے مطابق اسی حرارت میں ایک گھنٹے یا اس

سے زیادہ وقت تک رہنے دینا چاہیئے۔ اسکے بعد موسم اور مقدار کے مطابق ایک سے تین گھنٹے تک بجنے دینا چاہئے۔ اسکے بعد صاف ململ کے ٹکڑے سے صاف برتن میں احتیاط کے ساتھ چھان کر رکھنا چاہئے۔ گھی کے دانے کو تلچھٹ ہی میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ وہ تاجر جو زیادہ بڑے پیمانہ پر گھی کی تجارت کرتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ وہ دانے کو صاف کرنے کے لئے سستی فلالین کا ٹکڑا کام میں لائیں زیادہ تیز آنچ پر گرم کرنے سے گھی کی خوشبو اور رنگ بگڑ جاتا ہے۔ دھیمی آنچ پر گرم کرنے سے بہت سا مٹھا رہ جاتا ہے جس کے باعث گھی میں ترشی آجاتی ہے اور اسکی خوبی کم ہو جاتی ہے۔

(۷) اگر کنستر میں گھی جمع کرنا ہو تو ہمیشہ نیا کنستر ہی استعمال کرنا چاہیئے کیراسن کے تیل کا پرانا کنستر اس کام کے لئے ناموزوں ہے۔ لیکن قیمت بڑھ جانے کے باعث اگر نیا کنستر نہ مل سکے تو پرانے کنستر کو کام میں لانے سے پہلے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیئے۔ گرم پانی میں سوڈا ملا کر دھو لینے کے بعد ٹھنڈے پانی سے خوب اچھی طرح مل کر صاف کر لینا چاہیئے تاکہ مٹی کے تیل کی بدبو بالکل دور ہو جائے۔ اس کے بعد کنستر کو اُلٹ کر اچھی طرح دھوپ میں سکھا لینا چاہیئے۔ گھی رکھنے کے پہلے یہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہیئے کہ کنستر سے ذرا بھی بدبو نہ آتی ہو یا پیندے میں میل نہ جما ہو۔ کڑکڑایا ہوا گھی رکھنے کے بعد کنستر کا منہ بند کر دینا چاہیئے لیکن بھاپ نکل جانے کے لئے کاگ لگانے کے پہلے کچھ دیر تک کھلا چھوڑ کر چاہیئے۔ کنستروں کو ایسے کمرے میں رکھنا چاہیئے جو کافی ہوادار ہو اور سبھی کنستروں کے بیچ میں چار یا چھ انچ جگہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے گھی میں اچھے دانے تیار ہوتے ہیں کاگ کا سوراخ صاف کپڑے یا مٹی کے برتن سے بند کر دینا چاہیئے تاکہ کوئی بیرونی چیز گھی کے اندر نہ داخل ہو سکے۔ گھی کو محفوظ رکھنے کے لئے نمک یا دیگر کسی دوسری چیز کا استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ کم گھی تیار کرنیوالوں کی ذاتی استعمال یا فروخت کرنے کے لئے مٹی کے صاف برتن میں گھی جمع کرنا چاہیئے۔ تازہ گھی کے مقابلہ میں پرانے گھی کو پہلے فروخت کر دینا اچھا ہوتا ہے۔ کھانے کے لئے بھی اسی اصول پر عمل کرنا چاہیئے۔

گنّے کو توڑنے والے کیڑوں سے بچنے کی ترکیب

(مسٹر آر۔ ایل۔ گرگ بی۔ ایس۔ سی۔ اگریکلچر ایل۔ اے، جی ایسوسیئیٹ آئی۔ اے۔ آر۔ آئی)

ضلع ہرہ دون میں گنّے کی فصل کو نام کی تتلی کی گنڈاروں سے بہت نقصان پہنچ جاتا ہے حالانکہ ترّی کے کھیتوں میں ان کا حملہ زیادہ ہوتا ہے اور اسی لئے اس ضلع کے ڈوئی والا اور جوہرپور قصبوں کے آس پاس ان کا حملہ کبھی کبھی بہت زور کا ہوتا ہے اور ہوا تیز چلنے پر گنّے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑتے ہیں۔ یوں تو اس تتلی کی کچھ گنڈاریں بہاری گڑھ اور رائے والا مقامات ضلع سہارنپور کے پاس ملتی ہیں۔ لیکن صرف نشیبی کھیتوں میں ہی تتلیاں سوئی ہوئی گنڈاروں سے جولائی کے مہینے میں نکلکر گنّے کی پتیوں پر انڈے دیدیتی ہیں جن سے چھوٹی چھوٹی گنڈاریں نکلکر گنّے کی نئی فصل کو نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہیں۔ ۲۰ سے لیکر ۴۵ تک یہ گنڈاریں ایک ہی پودوں میں باریک سوراخ کرکے شروع میں گھس جاتی ہیں۔ اور بعد کو کھیت کے دوسرے پودوں میں پھیل جاتی ہیں۔ یہ گنڈاریں چکردار سوراخ بناتی ہوئیں اوپر کی طرف اگست کے مہینہ میں گنّے کو کھاتی ہوئی اندر ہی اندر بڑھتی رہتی ہیں۔ اور اگست کے مہینہ میں کویا بن کر پھر تتلی بن کر دے دیتی ہیں ان انڈوں سے نکلی ہوئی گنڈاریں پودوں کے نیچے کی طرف سوراخ کرکے پودے کو کھاتی ہوئی جڑوں تک پہنچ کر سو جاتی ہیں اور جولائی میں پھر تتلی بن جاتی ہیں۔

بچنے کا طریقہ

جولائی کے شروع میں جو سوکھی ہوئی پیلی سی مرجھائی ہوئی فنگیاں ملیں ان کو کاٹ کر جلا دینا چاہیئے یا کٹی کرکے جانوروں کو کھلا دینا چاہیئے۔ اس وقت سوکھی ہوئی فنگیاں کم ہوتی ہیں اور آسانی سے تلاش کر کاٹی جا سکتی ہیں۔ اس کام میں دیر کرنے کا یہ اثر ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی گنڈاریں جو کہ شروع میں ایک ہی پودے میں ۲۰ سے ۴۵ تک پائی جاتی ہیں۔ ۲۰ سے ۴۵ پودوں میں پھیل جاویں گی اور کام کو مشکل بنا دیں گی۔

۲۔ فصل کو کاٹتے وقت جن ٹھونٹھوں میں سوراخ ہوں ان کو اکھاڑ کر اور چیر کر گنڈاروں کو برباد کر دیں۔

گنّے کے کھیت کا تھوڑا سا حصہ ہی روز کاٹا جاتا ہے اس لئے اس کام کو کرنے میں مشکل پڑنے کا اندیشہ بالکل نہیں ہے اور روز بروز سوراخ والے ٹھونٹھوں کو الگ کر کے گنڈاروں کو مار دینا چاہیئے۔ ۱۵ جون کے بعد فصل کھڑی نہ رہنی چاہیئے۔

کانچ کے ٹکڑے اور کیلے کا چھلکا

(از جناب رتن چند 'دیو' راٹکا)

ہمارے آگے پیچھے اِدھر اُدھر ہمیشہ ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن کو سنکر دل لرز جاتا ہے ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور جسم بے جان ہو جاتا ہے

کیلے کا چھلکا

دیکھیے کیلا دیکھنے میں کتنا خوبصورت ہے کتنا دلکش اور کھانے میں لذیز ہوتا ہے اسے سبھی لوگ بہت چاہتے ہیں۔ خواہ بوڑھا ہو، خواہ نوجوان ہو یا بچہ سبھی لوگ کیلے کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں کیلے کے درخت کا ہر ایک حصہ ہمارے کام آتا ہے کوئی بھی حصہ بیکار نہیں جاتا۔ کیلے کے پتے پر لوگ کھانا کھاتے ہیں، کیلے کے ڈنٹھل کا، کیلے کے پھولوں کا اور کچے کیلوں کا ساگ اور ترکاری پکتی ہے جو بہت لذیز ہوتی ہے۔ پکا کیلا کھایا جاتا ہے جو ہمارے جسم کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ کیلا کھانے سے کھانا جلدی ہضم ہو جاتا ہے کیلے کے درخت کی چھال اور پھول وغیرہ باندھنے کے کام میں آتے ہیں۔ کیلے کا چھلکا مویشیوں کے کھانے کے کام آتا ہے۔ مطلب یہ کہ کیلے کا ہر ایک حصہ کسی نہ کسی مصرف میں آتا ہے۔ کیلے کے دیگر بہت سے فوائد ہیں فائدے کے ساتھ ہی ساتھ دو ایک نقصان بھی ہیں اوّل تو یہ کہ لوگ کیلا کھا کر اس کا چھلکا سڑک پر پھینک دیتے ہیں جس سے نوجوان اور معمر تک پھسل کر گر جاتے ہیں اکثر تو گرتے ہی مر جاتے ہیں اور بعض کی ہڈی پسلی ٹوٹ جاتی ہے جو زندگی بھر ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ بچے ہی نہیں بلکہ نوجوان بھی کچا کیلا کھا جاتے ہیں جو جاکر ان کے گلے میں پھنس جاتا ہے۔

کانچ کے ٹکڑے

یہی بات کانچ کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے، کانچ بھی ہمارے لئے بڑے کام کی چیز ہے۔ کانچ کی بنی ہوئی بوتلیں، گلاس، طشتریاں اور دیگر چھوٹے موٹے سامان ہمارے روزمرہ کے کاموں میں بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ کھانے کی چیزیں اور دوائیں کانچ کے بنے ہوئے برتنوں ہی میں رکھی جاتی ہیں۔ مکانوں کی کھڑکیوں میں اندھیرے گھروں میں اُجالا کرنے کے لئے بھی کانچ ہی کام آتا ہے۔ آج کل دنیا میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک کانچ ہی کا بول بالا ہے۔

کانچ سے بھی کئی نقصان ہیں کوئی کانچ کا برتن ٹوٹ گیا اور ہاتھ میں گڑ گیا تو اس سے درد ہوتا ہے کہیں سڑک پر کوئی کانچ کا ٹکڑا پڑا ہے اور اس پر غلطی سے پاؤں پڑ جانے سے اگر وہ پاؤں میں گھس گیا تو جان پر آبنتی ہے۔

اب میں آپ کو چار پانچ بالکل سچے واقعات بتلاتا ہوں۔ اِن دونوں چیزوں کی طرف سے غفلت برتنے پر ہمیں کتنا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

سچے واقعات

(۱) ایک سیٹھ کے دو پوتے تھے چھوٹا بیٹا بڑا لالچی تھا۔ وہ دوسروں کی ترقی دیکھکر ہمیشہ جلا کرتا تھا۔ جب سیٹھ مرگیا تو دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوگئی اور انھوں نے اپنے باپ کے مال کو آدھا آدھا باہم تقسیم کرلیا دونوں کو پچیس پچیس ہزار روپئے ملے۔ چھوٹا بھائی تو لالچی تھا ہی۔ اس نے سوچا کہ اگر میں اپنے بڑے بھائی اور بھاوج کو مار ڈالوں تو پچاس ہزار کا مالک بن جاؤں گا۔ یہ سوچکر ایک دن وہ بوتل کے ٹکڑے کرکے انھیں باریک پیسکر ساتھ لے کر اپنے بھائی کے یہاں گیا۔ اسوقت اس کی بھاوج چاول پکا رہی تھی اس نے اچھا موقع جان کر بھاوج سے کہا کہ بھابھی تمہیں کوئی باہر بلا رہا ہے اور جیسے ہی بھاوج باہر گئی تو اس نے سب سفوف چاولوں میں ڈالدیا بدقسمتی سے بھائی اور بھاوج دونوں کو کم نظر آتا تھا اس لئے دونوں نے وہ چاول کھا لئے اور چاول کی مانڈ اپنے کتے کو پلا دی۔ حسب معمول دونوں سو گئے اور اس کانچ کے سفوف نے اندر پہنچکر تینوں کے پیٹ کی نسوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ صبح دیکھا گیا تو تینوں کی جان نکل چکی تھی۔ اس کی دولت کی وارث حکومت بن گئی۔ لالچ کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

(۲) ایک بار ایک بڑا افسر کہیں جا رہا تھا۔ اس کے پیر ننگے تھے۔ یکایک ایک کانچ کا ٹکڑا اس کے پیر میں گھس گیا۔ اسے یہ معلوم ہوا تو اس نے بہت علاج کیا، چیر پھاڑ بھی ہوئی لیکن سب بیکار ہوا۔ جب اسے کسی قسم کی تکلیف نہ معلوم ہونے لگی تو اس نے علاج چھوڑ دیا۔ پاؤں میں گڑا ہوا کانچ گل گل کر تمام جسم میں پھیل گیا۔ اور اس کانچ کے پھیلنے سے اس شخص کی بھی وہی حالت ہوئی جو پہلے واقعہ کے کرداروں کی ہوئی۔

(۳) ایک بار میں موٹر میں بیٹھکر اپنی بہن سے ملنے جا رہا تھا۔ اسی موٹر میں ایک برہمن بیٹھا ہوا تھا۔ جب موٹر کے رکھنے کا اڈا آیا تو موٹر ٹھہرا۔ وہ برہمن وہیں اُتر گیا۔ تھوڑی دور پیدل گیا ہوگا کہ اُسے کسی نے پکارا جیسے ہی وہ پیچھے گھومتے ہوئے ایک قدم آگے بڑھایا تھا کہ اس کا پیر ایک کیلے کے چھلکے پر پڑ کر پھسل گیا اور وہ چھاتی کے بل گر پڑا۔ اسے فوراً ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہاں پہنچنے کے پہلے ہی وہ مرچکا تھا۔

(۴) میرے گھر کے پاس ایک ناگر رہتا تھا

جو پھل وغیرہ بہت کھایا کرتا تھا۔ کیلے کا اُسے بہت شوق تھا۔ وہ کیلا کھا کر اس کا چھلکا وہیں سڑک پر پھینک دیتا تھا مجھے اس شخص پر بہت غصہ آیا کرتا تھا۔ مَیں نے اسے کئی بار سمجھایا کہ کیلے کا چھلکا سڑک پر نہ ڈالو لیکن وہ میری بات کا قطعی خیال نہ کرتا تھا۔ ایک دن اس نے کیلا کھا کر حسب معمول سڑک پر ڈال دیا اور بازار کوئی سودا خریدنے کے لئے گیا۔ جب وہ گھر واپس آ رہا تھا تو یکایک اس کا پیر اسی چھلکے پر پڑ کر پھسل گیا۔ قریب ہی ایک لڑکا جا رہا تھا۔ یکایک وہ ناگر اس لڑکے کے اوپر گر پڑا۔ بچہ ڈر گیا۔ وہ لڑکا جیسے ہی گھر جا کر سویا کہ پھر نہ اُٹھا۔ اس ناگر کے پیر میں بھی گہری چوٹ لگی جو اب تک اسے لنگڑا بنائے ہوئے ہے۔

ایسے ایسے واقعات سن کر کس کا دل نہ پسیجے گا۔ جب یہ چیزیں نقصاندہ ہیں تو ہمیں ان سے ضرور احتیاط برتنی چاہئے۔

مَیں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے گھر کے پاس، گلی میں گاؤں میں، سڑک پر جہاں کہیں بھی کیلے کا چھلکا یا کانچ کا ٹکڑا پائیں تو ایک طرف اُٹھا کر پھینک دیا کریں۔ جہاں کسی کا آنا جانا نہ ہو۔ اس میں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں کوئی امیر یا امیرزادہ ہوں اس لئے مجھے یہ نہ کرنا چاہئے۔ ہم پیدا ہوئے ہیں تو کسی نہ کسی کا بھلا ضرور کرنا چاہئے۔ اگر آپ انھیں ایک طرف ڈال دیں گے تو یقیناً کسی نہ کسی کو نقصان پہنچانے سے بچائینگے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ میری اس بات پر ضرور توجہ کریں گے۔

میرا گاؤں

(ازجناب احمد ندیم قاسمی)

رہوں گا اپنے وطن کے بہشت زاروں میں　　اندھیری گھاٹیوں میں اونچے کوہساروں میں
یہ کچے مٹی کے گھر، یہ غریب رشتہ دار　　یہ ٹیڑھی سیدھی سی بوسیدہ چھپروں کی قطار
یہ تنگ گلیوں میں جمگھٹ حسین لڑکیوں کے　　یہ جال کھیتوں میں اونچی نیچی سڑکوں کے
یہ منہ اندھیرے ہی بیلوں کی گھنٹیوں کی صدا　　یہ صبح صبح گھروں سے دھواں سا اُٹھتا ہوا
یہ چھت پہ بیٹھی ہوئی بھولی بھالی دوشیزہ　　یہ بانکا ترچھا سا اک نوجوان جاتا ہوا
یہ اُونچے اونچے درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں　　اُفق پہ بکھرے ہوئے بیشمار ننھے گاؤں
یہ سرد راتوں میں چوپال پر بھڑکتی آگ　　یہ ہیر رانجھا کی اُلفت کے ہلکے پھلکے راگ
یہ پتھروں پر تھرکتا ہوا حسین نالہ　　کنارے بیٹھا ہوا کھیتیوں کا رکھوالا!
مقابلے یہ کبڈی کے نوجوانوں میں　　شکست و فتح کا اظہار چند گانوں میں
یہ سیدھے سادے عقیدے یہ بھولے بھالے خیال　　ہوس سے پاک جوانی ہوس سے پاک جمال

مرے ندیم، سوئے شہر اب نہ جاؤں گا
انھیں حسین فضاؤں میں گھر بناؤں گا

(پنچایت)

بھینس کی موجودہ اور پچھلی نسلیں

(از جناب سید اقبال علی شاہ، ایم۔ آر۔ سی۔ وی ایس، سپرنٹنڈنٹ سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ ملتان)

ہندوستانی گھروں کے لئے "بوودائی" نسل کی بھینس ایک قدیم معروف جانور ہے۔ گرم ممالک کے اس جانور کی تین نسلیں ہیں جس میں "بوبالس اربی" نامی نسل، جس سے ہندوستان میں عام طور پر پالی جانیوالی بھینسوں کی پیدائش مانی جاتی ہے آج ہمارے گھروں میں ہے۔ اس کے علاوہ دو دیگر نسلیں ابھی تک جنگلی سمجھی جاتی ہیں اور وہ افریقہ ہی میں ہیں۔ نربدا کی گھاٹی اور پنجاب میں خوالک کی پہاڑی میں زمانۂ قدیم کی کچھ بھینسوں کی ہڈیاں وغیرہ ملی ہیں۔ "بابولس ارنی" جسے ہندوستانی پیداوار کہنا چاہئے۔ ہندوستان، مجمع الجزائر ملایا، ہمالیہ کے نیچے ترائی کے علاقوں اور آسام برما اور وسط ہند کے خاص حصوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ نسل نہ صرف ہندوستان اور مجمع الجزائر ملایا میں پھیلی ہوئی ہے بلکہ ایشیا مائنر اور شمالی افریقہ تک پھیل چکی ہے۔ چھٹی صدی کے آخر تک یونان اور اٹلی والے بھی اس سے واقف ہو گئے تھے۔ ان ممالک میں اس جانور سے باربرداری۔ خصوصاً دلدل میں باربرداری کا کام لیا جاتا تھا۔

بھینس میدان میں رہتی ہے اور یہ کوئی نازک مزاج جانور نہیں ہے عام طور سے یہ دلدلی زمینوں اور گھنے جھاڑی دار جنگلوں میں گھومتی ہے اور اپنی خوراک انھیں جھاڑیوں سے حاصل کرتی ہے جو جنگل میں چاروں طرف اُگی رہتی ہیں۔ یہ تالاب میں گھس کر کیچڑ میں لوٹنا بہت پسند کرتی ہے اور وہاں سے سارے جسم میں کیچڑ پوت کر نکلتی ہے۔ اس سے اس کا جسم ٹھنڈا رہتا ہے اور وہ شہد کی مکھیوں اور دیگر کیڑوں کے ڈنک سے محفوظ رہتی ہے۔ پالتو بھینس ہندوستان کے خشک حصوں میں بھی رہنے لگی ہے جہاں اُسے دو ایک بالٹی پانی سے دھو کر تھوڑا بہت آرام پہنچایا جاتا ہے۔

جنگلی بھینسے کا شکار بڑے سے بڑے شکاری کے لئے خطرناک ہوتا ہے ہندوستانی بادشاہوں کے یہاں بھینسوں کی لڑائیاں یا جنگلی بھینسے اور چیتے کی لڑائی تفریح کا ایک اچھا ذریعہ رہے ہیں۔ اس جانور کی پالتو نسلوں سے بھاری کاموں مثلاً باربرداری اور دھان کے کھیت جتنے کا کام لیا جاتا ہے لیکن کارآمد جانور کے لحاظ سے یہ بہت کم مشہور ہے کیونکہ اس میں سُستی زیادہ ہوتی ہے اور یہ گرمی زیادہ نہیں برداشت کر سکتا اس ملک میں ایک ضرب المثل ہے کہ ایک بیل اور ایک بھینسے کو جوت کر دیکھئے۔ بھینسا تو کسی گڈھے کی طرف بھاگے گا اور بیل خشک زمین پر اوپر جا کر کھڑا ہوگا۔ بھینس ڈیری کی خاص جانور ہے اور دودھ دینے میں بے مثل سمجھی جاتی ہے۔ جن مقامات پر دودھ سے کھویا دہی وغیرہ بنانے کا کاروبار ہوتا ہے وہاں اس کی بڑی قدر ہے۔

دُنیا بھر میں صرف ہندوستان ہی ایسا ملک ہے جہاں یہ جانور ڈیری کے لئے پالا جاتا ہے صدیوں کی دیکھ بھال اور انتخاب کی وجہ سے آج اس ملک میں عمدہ نسل کے بہت سے جانور مل سکتے ہیں۔ اس جانور کی سنجیدہ مزاجی اور سیدھے پن کو دیکھکر بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسے پالتو بنانے والوں کو اپنی کوشش میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سُستی اور بوداپن دیکھکر حیرت ہوتی ہے اور اس کی تمام خوبیوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ وہ اہمیت جو ہندوستان میں گائے کو حاصل ہے وہ مختلف نسل کے جانور رنیل گائے کو تو محض نام ملتا جلتا ہونے کے باعث مل سکتی ہے لیکن اُسی کی پڑوسی بہن بھینس اس سے محروم ہے۔

ہندوستان کے لوگ کالے رنگ کی وجہ سے بھینس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور ایسے لوگوں کی تعداد جو بھینس کو گندہ، سُست، بیوقوف جانور سمجھتے ہیں، کم نہیں ہے اور لوگ یہاں تک کہنے میں نہیں جھجکتے کہ یہ عیوب اسکا دودھ استعمال کرنیوالوں میں بھی آجاتے ہیں ان نقائص کے باوجود یہ جانور قیمتی سمجھا جاتا ہے یہ گائے کی طرح سیدھا اور ڈیری کے لئے زیادہ مفید ہے۔ یہ بات تمام ملک میں اس جانور کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اس کے پالنے کے بڑھتے ہوئے شوق سے بخوبی معلوم ہوتی ہے اس کے علاوہ ملک کے ایسے حصوں میں جہاں کی آب و ہوا اس کے موافق نہیں ہے، اسکا پالا جانا اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

بھینس کے متعلق ہندوستانی کوئی مذہبی خیال نہیں رکھتے اسلئے ناقابل جانور چھنٹ کر نکل جاتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو دودھ دینے والے جانور کی حیثیت سے بھینس نے بڑی حد تک گائے کی کمی پوری کر دی ہے۔ شاہی زرعی کمیشن کا خیال ہے کہ ہندوستان میں بھینس گائے کی بہ نسبت زیادہ دودھ دینے والا جانور ہے اُس کا دودھ بھاری ہے اور اس میں گائے کے عام دودھ کی بہ نسبت دو سے ۳ فیصدی تک مکھن کی تہہ زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کہیں دودھ یا دودھ کی چیزوں کی کھپت ہوتی ہے وہاں یہ مانگ پوری کرنے کے لئے بھینس ہی پالی جاتی ہے ڈیریوں کے سائنس داں مشیر نے رائے دیتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"عوام میں بھینس پالنے کے بڑھتے ہوئے شوق کو سمجھنا دراصل کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس کا دودھ معمولی دیہاتی گائے سے کہیں زیادہ

۵

اور مکھن کی مقدار بھی اسکے دودھ میں زیادہ ہے وہ ردّی سے ردّی چارے کو دودھ کی شکل میں تبدیل کر دیتی ہے۔ امپیریل اگریکلچرل ریسرچ کونسل نے ملٹری ڈیری کے کچھ دودھ دینے والے جانوروں کا امتحان لیکر اعداد شمار کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ جب چارے کا نرخ گرتا ہے تو بھینس (خواہ وہ دیسا وری ہو یا دیہاتی) گائے کو، خواہ وہ کسی بھی نسل کی ہو مکھن کی پیداوار میں شکست دیتی ہے۔ کسی بھی دیسی گائے کو وہ دودھ دینے اور مکھن کی پیداوار میں ہرا سکتی ہے۔ بھینس دیہات کے لوگوں کے لئے گائے کی بہ نسبت کم خرچ ہے۔ کیونکہ جو چارہ سڑکوں کے اِدھر اُدھر رہتا ہے اُسے وہ چر لیتی ہے۔ اور وہی اُسے دودھ اور مکھن کی پیداوار میں گائے سے بڑھا دینے کے لئے بہت کافی ہوتا ہے آگے چل کر یہ ڈیری کے ماہر لکھتے ہیں کہ بھینس تھوڑی سی دیکھ بھال سے ہی تیار ہو جاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی وہ گائے سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے کیونکہ اسکا جسم بڑا ہوتا ہے، اس میں چربی زیادہ ہوتی ہے اور اس کا چمڑہ اچھا ہوتا ہے۔ لیکن ان فائدوں کو لوگ اچھی طرح سمجھ نہ سکے تھے۔ کیونکہ اس ملک میں ڈیری کا کام اور اُسکی تنظیم بہت ہی کم ہے اور جن لوگوں کے ذمے جانوروں کی نسل بڑھانے وغیرہ کا کام ہے وہ انکی تعداد بڑھانے کے مقابلہ میں نسل کی اصلاح میں زیادہ مستعدی دکھلا رہے ہیں تاکہ کھیتی کی ترقی ہو۔ یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ہندوستان جیسے زراعتی ملک میں بھینس کی نسل صرف دودھ کی پیداوار کے لئے بڑھائی جائے اور کسان بیل پیدا کرنے کے لئے گائیں پالیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر عمدہ گایوں کے انتخاب، اچھی کھلائی اور اچھے انتظام کے ذریعے اُنکے دودھ کی مقدار بڑھائی جا سکے تو وہ دودھ اور بچھڑے دونوں ہمیں دیسکتی ہیں۔ اس دوہرے مقصد (دودھ بڑھانے اور بچے زیادہ پیدا کرنے) کے تحت ہی بھینس کی نسل میں ترقی ہوئی ہے اس پالیسی پر کام کرنے کے لئے خاص سبب اور پختہ ثبوت موجود ہیں۔ یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ایک جانور زیادہ دودھ بھی دے اور وہی اچھے بچھڑے بھی پیدا کرے۔ اس طرح نہ تو دودھ ملنے میں کامیابی ہوگی اور نہ بچے اچھے ملیں گے۔ مدا اچھے بچے اور زیادہ دودھ“ کی نقصان رساں پالیسی پر رائل اگریکلچرل کمیشن نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:“ اچھے جانوروں سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کی کوشش ہندوستان کے بیشتر حصوں میں ابھی تک جاری ہے جس سے ان جانوروں کی وہ خوبیاں، جنھوں نے کسانوں کو متوجہ کر لیا تھا ختم ہو جائینگی یہ صاف ہے کہ دیہات کی کفایت شعاری اور ڈیری کی حالت سدھارنے کے لئے دونوں قسم کے جانوروں کا خیال رکھا جائے۔ ہمارے خیال میں بھینس کے پالنے میں کسی قسم کی غلطی نہ ہونی چاہئے بھینس کا درجہ ہندوستان کی دیہات کی کفایت شعار زندگی میں کیا ہے۔ یہ بات اس مثال سے ظاہر ہو جائیگی کہ گذشتہ ۲۵ سال میں اس جانور کی تعداد میں ۱۳ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ پنجاب میں جہاں آبپاشی کا اچھا انتظام ہے اور بھینس کی نسل کی ترقی پر زور دیا جاتا ہے، اسکی تعداد گایوں سے بڑھ گئی ہے۔ اگرچہ یہ صوبہ زیادہ زرعی ہے اور دودھ دینے والے جانوروں کے لئے ہندوستان میں اپنا خاص درجہ رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا حیرت انگیز ثبوت امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کے اُن اعداد سے ملتا ہے جو اس نے جانوروں اور دودھ کی جانچ کے سلسلے میں ہندوستان کے جانور پیدا کرنے والے مقامات مختلف حصّوں میں جمع کئے۔ صوبہ پنجاب میں ضلع منٹگمری میں، جو ہندوستان میں سب سے زیادہ دودھ دینے والی مشہور شاہی وال گائے کا گھر ہے، بھینس اور گائے کا تناسب بالترتیب فی جوت ۱٫۲ اور ۱٫۰ تھا۔ اور انکے دودھ کا اوسط ۳۴۲٫۱ اور ۸۷۲٫۲ تھا۔ اس حقیقت سے کہ بھینس گائے کے مقابلے میں تقریباً دوگنا دودھ دیتی ہے اور اس امر سے کہ گائے کی تعداد سے بھینس کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ ہے، یہ ظاہر ہے کہ ضلع میں کچھ دودھ کا تین چوتھائی حصّہ بھینس سے حاصل کیا جا سکتا ہے اس طرح اگر بھینس شاہی وال جیسی زیادہ دودھ دینے والی گائے کا مقابلہ کر سکتی ہے تو یہ یقین کرنے کے لئے کافی وجوہ موجود ہیں کہ اگر کوشش کیجائے اور توجہ کے ساتھ ان کی پرورش کیجائے تو بھینس ہمارے ملک کے لئے ایک اہم دولت ہو سکتی ہے۔ عام طور پر ایک بھینس کی حالت ایک گائے کی حالت سے اچھی ہے اور اسکی دیکھ بھال گائے سے کہیں اچھی طرح کی جاتی ہے۔ بھینس کی نسل ایک حد تک بیماریوں سے پاک ہے اور وہ بدصورت نہیں ہے۔ درحقیقت ابھی اس میں اور زیادہ ترقی کی گنجائش ہے۔

دو قسم کی خاص ہندوستانی بھینسوں کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے مگر ”مرّہ“ نامی نسل کی بھینس کی سینگیں بڑی لمبی ہوتی ہیں جو پیچھے کی طرف بڑی دور تک چلی جاتی ہیں۔ برٹش میوزیم میں اسی نسل کی بھینس کی ایک جوڑ سینگ ہے جس میں ہر ایک کی لمبائی چھ فیٹ ہے۔ جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک تقریباً ۱۴ فیٹ کا محراب بناتی ہے۔ دوسری نسل کا نام ”سپروسرس“ ہے اسکی سینگ چھوٹی لیکن بہت اینٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس نسل میں اچھی بھینسیں ہوتی ہیں۔ اور

بعض نسلیں مثلاً پنجاب کی دیسی بھینس کی سینگوں کی اینٹھن بہت قریب ہوتی ہے سینگوں کی اینٹھن قریب ہونا جانور کے لئے معیوبی سمجھی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بھینس کی تمام ملک میں بیسوں نسلیں ہونگی لیکن بنیادی نسلیں چار ہیں۔

مُرّا غالباً سب سے زیادہ دودھ دینے والی بھینس ہے۔ اور تمام ملک کی پیداوار، میں اس کا ۰۰ فیصدی شامل ہے اور یہ پنجاب یو۔ پی اور سندھ میں ہوتی ہے۔ چھوٹی اور خوب پاس ہی پاس اینٹھی ہوئی سینگ، چھوٹا سر، چھوٹی گردن، بھاری اور گٹھا ہوا جسم اسکی پہچان ہے۔ ایک اچھی مُرّا بھینس ایک بار بچہ دیکر ۶ سے ۹ ہزار پونڈ تک دودھ دیتی ہے۔ کل ہند نمائش مویشیان میں دودھ دینے کے مقابلے میں مرا بھینس ہی اول آئی تھی۔

دوسری نسل کا نام ظفرآبادی ہے جو بھاری بھرکم، ڈھیلی ڈھالی لمبی ریڑھ والی ہوتی ہے۔ ماتھا خاص طور سے چوڑا ہوتا ہے۔ سینگ بھاری اور چوڑی ہوتی ہے جو کبھی کبھی آنکھوں کو ڈھنک لیتی ہے اور نصف دائرہ بناتی ہوئی گلے کی طرف مڑ جاتی ہے۔ یہ اس نسل کی خاص شناخت ہے اسکی اصلی ذات گر راجنگل میں پائی جاتی ہے جو کاٹھیاواڑ میں ہے۔ اس نسل کی ایک اچھی بھینس ایک بار بچہ دینے پر ۴ ہزار پونڈ سے لیکر ۶ ہزار پونڈ تک دودھ دیتی ہے اور اسکے دودھ میں مکھن کی مقدار زیادہ ہوتی ہے یہی اسکی خصوصیت ہے۔

سورت کی بھینس چھوٹی اور ہلکی ہوتی ہے۔ صوبہ بمبئی کے وسطی حصہ میں یہ زیادہ پائی جاتی ہے سورتی اور مہسانی بھینس (جو سورتی اور مرا کے جوڑے سے پیدا کی جاتی ہے) دودھ دینے میں بہت اچھی سمجھی جاتی ہے۔ جلد جوان ہوجانا، ٹھیک وقت پہ بچہ دینا اور زیادہ دودھ دینا اسکی خصوصیت ہے۔ ایک بار بچہ دینے پر یہ بھینس چار سے ۶ ہزار پونڈ تک دودھ دیتی ہیں۔

وسط اور جنوبی ہند کی، ناگپوری بھینس لمبی سینگوں والی ہوتی ہے اور اپنے ہلکے جسم، چوڑی پشت، اینٹھی ہوئی پیچھے کی طرف دور تک جانے والی لمبی سینگوں اور چھوٹے چھوٹے جسمانی اعضاء کے لئے یہ مشہور ہے۔ یہ بھینس ایک بار بچہ دینے پر ۴ سے ۵ ہزار پونڈ تک دودھ دیتی ہے۔

عمدہ نسل پیدا کرانے کے لئے حکومت کی طرف سے کچھ لوگ رکھے گئے ہیں جن کا کام عمدہ نسل کی بھینس کی پیداوار بڑھانا، ایسے خاص مسئلوں پر غور کرنا جو ان کے بارے میں پیدا ہوں اور بچے پیدا کرنے کے لئے عمدہ نسل کے بھینسے تقسیم کرنا ہے۔ کچھ بھینسے اگریکلچرل اسٹیشنوں پر تجربہ اور تعلیم میں امداد کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ زیادہ تر وہ بھینسے فوجی ڈیریوں پر رکھے جاتے ہیں مگر وہ باہر سے خرید کر آتے ہیں۔ صوبہ پنجاب کے سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ نے بھینسوں کے بارے میں اچھا مطالعہ کیا ہے جس کا کچھ حصہ پڑھنے والوں کی دلچسپی کا باعث ہوسکتا ہے۔

جانوروں کی عمدہ نسل پیدا کرنے کی پالیسی پر غور کرنے کے قبل سب سے ضروری بات اُس نسل کے بارے میں مناسب معلومات حاصل کرنا ہے۔ صوبہ پنجاب میں عام طور سے تین ذات کی بھینسیں پائی جاتی ہیں اور اگریکلچرل ریسرچ کی امپیریل کونسل نے انھیں نسلوں کی خصوصیت وغیرہ معلوم کرنے کے لئے مالی امداد دی ہے۔ مُرّا نسل کی خصوصیت، پیداوار وغیرہ کپتان یو۔ ڈبلیو۔ الیف واکر ڈائرکٹر ویٹرنری نے لکھی ہے۔ دوسری دو نسلوں "نیلی" اور "راوی" کے متعلق مواد فراہم کر رہے ہیں۔

اعلیٰ درجہ کی نسل پیدا کرنا بہت زیادہ محنت طرز اور دیکھ بھال کا کام ہے اور تبھی پوری محنت سے ہوسکتا ہے جب بچے سائنٹفک طریقے سے پیدا کرائے جائیں۔ یہ کام دیہات میں نہیں ہوسکتا گورنر پنجاب نے اس اہم سوال پر غور کرنے کے لئے دلچسپی اور معلومات رکھنے والوں کی ایک نمائندہ کانفرنس ۱۹۳۲ء میں طلب کی تھی جس نے رائے دی تھی کہ جب صوبہ کے بجٹ میں گنجائش ہو تو جانوروں کی نسل بڑھانے کے لئے ایک "بریڈنگ فارم" کھولا جائے۔ اس وقت بہادر نگر کا فارم، جسے سرکاری امداد ملتی تھی اور حصار نسل کے بچے پیدا کرتا تھا، بھینس کے بچے پیدا کرنے والے فارم میں بدل دیا گیا اور وہ پنجاب کی مشہور نیلی اور راوی نسل کی بھینسیں پیدا کرنے لگا۔ حکومت پنجاب نے ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء سے یہ فارم ۲۰ سال کے ٹھیکے پر بھینس بڑھانے کی شرطوں پر دیدیا۔ ضلع منٹگمری میں یہ فارم ۳۰۴۹ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ نہروں کے ذریعے سینچی جانیوالی زمین بھینسوں کی پیداوار کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ ٹھیکہ دار اور ٹھیکہ لینے والے کی شرطوں کے مطابق زمین کا ایک مقررہ رقبہ چرائی کے لئے اور ۳۰۰ بھینسیں اور ۶ بھینسے (سانڈ) محکمہ کی منظوری سے رکھنے پڑتے ہیں۔ اس فارم میں ۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء میں ۵۱۵ جانور تھے۔ یہ فارم ہندوستان میں اپنی طرز کا واحد فارم ہے جو سب سے زیادہ بھینسیں پیدا کرتا ہے اسکے اپنے مویشی خانے، دودھ دوہے جانے کی جگہ، دودھ جمع کرنے کی جگہ اور آلات صاف کرنے کے کمرے وغیرہ ہیں اور ان سب کی صفائی کا انتظام کنوئیں کے پانی سے ہوتا ہے۔ سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ کا ایک گزیٹیڈ افسران جانوروں کے بچے پیدا کرنے وغیرہ کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ایک ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن ہر ہفتے فارم کا معائنہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ دودھ کا ریکارڈ پورا ہوجایا کرے

ہے یا نہیں۔

یہ افسران جانوروں کی صحت کا بھی ذمہ دار ہے اور انھیں بیماریوں سے بچانے کے لئے ٹیکے بھی لگاتا ہے اور امراض متعدی سے انھیں بچاتا ہے۔ بچوں کا دودھ پیدا ہونے پر چھڑا دیا جاتا ہے اور بچوں کی پیدائش وغیرہ کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ یہ فارم سارے ملک میں نہ صرف بھینس کی نسل سدھارنے کا اپنی طرز کا پہلا فارم ہے جو ریسرچ کے لئے مواد فراہم کرتا ہے بلکہ صوبہ میں زیادہ عرصہ تک اچھے پیدا کرنے کا واحد ذریعہ بنا رہے گا۔

بھینسا اپنے گروہ کی آدھی جان ہے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو اکثر دہرائی جاتی ہے۔ اسکی نسل اور ذات سے پیدا ہونے والی نئی پود کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایک بھینسے کے پسند کرنے میں خاص طور پر توجہ دیجاتی ہے اس وقت مُرّا ، نیلی اور راوی نسل کی بھینسوں کے لئے عمدہ بھینسے (سانڈ) دینے پر پابندی عاید کردی گئی ہے اور بہادر نگر فارم اپنا حصہ لیگا۔ ملنے والی سرکاری امداد سے محکمہ اچھے بھینسے خریدتا ہے اور انھیں دیہاتوں میں بھیج دیتا ہے۔ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء میں تمام پنجاب میں ایسے بھینسوں کی تعداد ۵۹۸ تھی۔ اس تعداد میں لوگوں کے ذاتی بھینسوں کی رجسٹری ہو جانے سے کافی اضافہ ہوا ہے۔ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء کو صوبہ میں کل ۷،۴۳۶ بھینسے تیار تھے۔

اشاک کی رجسٹری کرنے کا مطلب ان جانوروں کو علیحدہ کرنا ہے جو بچہ پیدا کرنے کا کام دینگے اسی بات کو مدنظر رکھ کر اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ مُرّا اور نیلی بھینس ایک 'ہرڈ بک' (جانوروں کے جھنڈ کی کتاب) رکھی جائے اور اس میں اس اسکیم کے مطابق ابھی کام نہیں ہوسکا ہے لیکن امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کی مدد سے مُرّا بھینسوں کے دودھ کا حساب رکھنے کی اسکیم بنائی گئی ہے۔ ہرڈ بک کا کام شروع کرنے کے لئے جانور کے دودھ کا ریکارڈ رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ گروہ میں رکھے جانے کے لئے صرف جانور کی نسل ہی دیکھکر اطمینان کر لینا ضروری نہیں ہے۔

لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کتنا دودھ دیتا ہے۔ مئی سنہ ۱۹۳۶ء سے دودھ کا ریکارڈ رکھنے کے لئے ایک آدمی مقرر کر دیا گیا ہے جس کا صدر دفتر روہتک میں ہے۔ اس نے دودھ کا ریکارڈ رکھنے کی تین سوسائٹیاں قائم کی ہیں جن میں ۱۱۶ ممبر اور ۱۱۶ بھینسیں ہیں۔

سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ کا یہ تجربہ ہے کہ جانور پالنے میں دلچسپی بڑھانے کے لئے اجتماعی طور پر تنظیم کرنا بہت اچھا طریقہ ہے۔ بچے پیدا کرنیوالی کئی سوسائٹیاں قائم کی جا چکی ہیں جن میں سے کچھ کوآپریٹو ڈپارٹمنٹ کے ذریعے رجسٹرڈ بھی ہو چکی ہیں۔ ان سوسائٹیوں کے درمیان ایک بھینسا ہوتا ہے جو بچے پیدا کرنے کا کام کرتا ہے ممبران اس بھینسے سے کام لیتے ہیں اور اپنے علاقہ کے ماتحت ویٹرنری افسر سے ریکارڈ رکھواتے ہیں۔

بھینس کی نسل بڑھانیوالی کچھ کوآپریٹو سوسائٹیوں کو ملاکر کل ۱،۲۲۲ سوسائٹیاں سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ نے رجسٹرڈ کی ہیں۔

(انڈین فارمنگ)

زیادہ کھائی جانیوالی اشیاء پیدا کرنے کی تدبیر

(از مسٹر پیارے لال گرگ، پروفیسر اگریکلچرل کالج کانپور)

اس وقت ہمارے ملک میں کھائی جانیوالی اشیاء کی کمی ہو رہی ہے۔ برہما سے چاول۔ آسٹریلیا سے گیہوں اور جاوا سے شکر اور افریقہ سے مصالحوں کا آنا بند ہو گیا ہے جنگ عظیم کے باعث آبی اور خشکی راستے محفوظ نہیں رہے جہاز اور ریلیں لڑائی کا سامان ڈھونے میں لگی ہوئی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ روز بروز دوسرے ممالک سے مال کا آنا کم ہوتا جاتا ہے۔ جن ملکوں میں لڑائی ہو رہی ہے وہاں کی رعایا لڑنے اور لڑائی کا سامان بنانے میں لگی ہوئی ہے۔ اسلئے اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اپنے ملک میں زیادہ مقدار میں کھائی جانیوالی چیزیں پیدا کرنے کی کوشش کریں جس سے کہ فوجی سپاہیوں اور ملک کے باشندوں کو کھانے کا سامان مل سکے۔

اس کے مندرجہ ذیل تدابیر ہیں:-

۱۔ کھیتوں کی پیداوار بڑھانا:- کھاد۔ سینچائی اور عمدہ بیج بو کر کھیتوں کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔

۲۔ سال میں دو فصلیں بونا:- جہاں پر بارش اچھی ہوتی ہے اور سینچائی کا بندوبست ہے وہاں پر برسات میں دو فصلیں لیجا سکتی ہیں جیسے مکا کے بعد گیہوں یا جَو۔ دھان کے بعد چنا یا مٹر۔ سنئی۔ ارد۔ مونگ۔ موٹھ۔ باجرے کے بعد جَو۔ مونگ پھلی کے بعد گیہوں۔ چری کے بعد چنا یا مٹر۔

۳۔ پرتی زمین کو کھیتی کے کام میں لانا:- زمینداروں کو چاہیئے کہ پرتی زمینوں کو کم لگان پر کھیتی کے لئے اٹھا دیں۔ اگر جنگلی جانوروں سے نقصان ہوتا ہو تو وہاں پر شکار کا انتظام کریں۔ سینچائی کا بندوبست نہ ہو تو کنوئیں بنوادیں۔ کسانوں کی کمی ہو تو انھیں کچھ سہولیت دیکر آباد کر دیں۔

۴۔ کھیتی کا رقبہ بڑھانا:- بنجر توڑ کر کھیتی کا رقبہ بڑھایا جا سکتا ہے۔ موسم برسات اس کام کے لئے بہت کارآمد ہے۔ آجکل زمین بہت نرم ہو جاتی ہے اور آسانی سے جوتی اور کھودی جا سکتی ہے۔ ربیع میں چنا۔ مٹر۔ جو۔ گیہوں۔ رائی۔ سرسوں۔ دواں وغیرہ فصلیں پیدا کیجا سکتی ہیں۔

پرانے باغات جن میں کہ پھلدار درخت نہیں اُگائے جاتے۔ پڑاؤ اور پارک بھی کھیتی کے کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام فاضل زمین کھائی جانے والی اشیاء پیدا کرنے کے کام میں لانی چاہیئے۔

ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار

جون ۱۹۴۲ء کے کام کی تفصیل

سدھار کا کام کرنے والوں کے لئے یہ مہینہ بڑی مصروفیت کا تھا۔ برسنے والے بادل سر پر منڈلاتے رہے۔ کئی بار کے کام مثلاً کنوؤں اور پنچایت گھروں کا بنانا، مکانوں کی مرمت، ایندھن اور پھل پیدا کرنے کے لئے زمین کی تیاری وغیرہ کا کام اس ماہ ہوتا رہا اور اسی کے ساتھ ساتھ اس بات کی بہت نگرانی کی گئی کہ چھوت کی اور فصلی بیماریاں نہ پھیلنے پائیں جہاں جہاں ان بیماریوں کا زور تھا وہاں انھیں قابو میں لائے اور بالکل دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

زندگی سدھار سوسائٹیوں کے اور زیادہ ممبر بنائے گئے اور نئی سوسائٹیاں بھی قائم کی گئیں۔ اہلکاران پنچایت اور ممبروں سے چندہ وصول کیا گیا ۵۰ زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ انکے علاوہ ۱۵ قرض دینے والی چھ سپلائی اور ۲ دیگر سوسائٹیاں بھی قائم کی گئیں۔

بالغ اسکاؤٹوں کو سادی ڈرل وغیرہ کی ٹریننگ دینے پر بہت زور دیا گیا۔ اسکاؤٹوں کی بھرتی پر بھی خوب زور دیا گیا اور اس مہینے ۵۲،۷۶۸ اسکاؤٹ بھرتی ہوئے۔ اس سلسلے میں کشتی کی ریلی کا بہت اثر ہوا۔

۲۰،۰۰۰ ۲ روپیہ صوبہ کے اضلاع میں پانی پینے کے کنوئیں، بورنگ کے کنوئیں اور آبپاشی کے دیگر طریقوں کے لئے تقسیم کیا گیا۔ ان میں باندھ بنانے اور حوض وغیرہ کی تعمیر بھی شامل ہے۔ اس ماہ ۵،۱۹۸۵ کھاد کے گڈھے کھودے گئے۔ جانوروں کے لئے آرام کی ۲۳۰۴۲۱ ایسی جگہیں بنائی گئیں جن میں انکا پیشاب محفوظ رہے۔ ۵،۶۱۶ بیمار مویشیوں کا علاج کیا گیا۔ ۵۰ بیکار سانڈوں کا آختہ کیا گیا اور ۲۱ عمدہ نسل کے سانڈ دیئے گئے

آبپاشی کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے ۵۰ کنوؤں کی یا تو بورنگ کی گئی یا ان کی مرمت کی گئی۔ آبپاشی کے لئے نئے کنوئیں بھی بنائے گئے۔

اس مہینے میں گرمی زیادہ پڑنے کی وجہ سے پھیلنے والی بیماریوں کے پھیلنے کا بڑا خطرہ رہا ان جس کو روکنے کے لئے اس وقت محکمہ کے اہلکار ہر وقت تیار تھے۔ پانی پینے کے بہت سے کنوؤں میں لال دوا ڈالی گئی۔ دوائیں تقسیم کی گئیں اور بیماری پھیلنے والے مقامات میں بہت بڑی تعداد میں ٹیکے لگائے گئے۔ دیہاتوں کو صاف ستھرا رکھنے کی پوری کوشش کی گئی اور فوری بیماریوں (مثلاً لو لگنا وغیرہ) میں ابتدائی علاج کے ذریعے امداد کی گئی اور انکے علاج کے متعلق جلسوں میں لیکچر دیکر سمجھایا گیا۔ ۱۹۴۵ سوختہ گڈھے بنائے گئے۔ دیہاتوں کے مکانوں کے لئے ۳،۹۲۸ روشندان دیئے گئے۔ ۵،۸۰ پاخانے اور ۱۰۹ پیشاب خانے بنائے گئے۔ گاؤں سدھار ہسپتالوں اور دیہاتوں میں رہنے والے دواؤں کے بکسوں کے ذریعے ۵۲،۱۱۰ اشخاص کا علاج کیا گیا ۱۵۶ دائیوں کو دائی گیری کا کام سکھایا گیا۔ ۱۰،۲۱۲ اشخاص کو فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی۔ ۱۰ ہزار روپئے کی امداد ضلع کے گاؤں سدھار افسروں کو میلوں اور نمائشوں میں شامل ہونے کے لئے دی گئی۔ ۳،۱۱۵ عام جلسوں کا اہتمام کیا گیا۔ ۴۸ ڈرامے کھیلے گئے ۱۷ انجمن منڈلیاں قائم کی گئیں۔ ۲۲،۲۲۷ سیوادل بنائے گئے اور ۱۴،۶۹۵ اسکاؤٹوں اور آرگنائزروں کو تعلیم دی گئی۔ صوبہ بھر میں ۹۵ ٹورنامنٹ ہوئے۔ ۹۵ نمونے کے گھر بنائے گئے اور ۱۱۷ اشخاص کو صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی۔ ۱۲ پنچایت گھر بنائے گئے اور ابھی ایک اچھی خاصی تعداد میں پنچایت گھر زیر تعمیر ہیں

بادلوں کی بلندی

کیا آپ جانتے ہیں کہ بادل کتنے اونچے ہوتے ہیں؟

دیکھنے میں بادل کچھ زیادہ اونچے معلوم نہیں ہوتے مگر بعض حالتوں میں ان کی بلندی پانچ چھ میل تک ہوتی ہے۔ بادلوں کو اٹھانیوالی ہوا جتنی زیادہ گرم ہوگی۔ اتنے ہی بادل زیادہ اونچے ہونگے۔ مثلاً اگر اون جیسے بادل خط استوا پر چھ میل کی بلندی پر ہوں تو یہی بادل قطب شمالی یا قطب جنوبی کے قریب کے علاقوں میں آدھ میل کے قریب بلند ہونگے۔

برسنے والے بادلوں کی اونچائی عام طور پر آدھ میل سے لیکر سوا میل تک ہوتی ہے۔ جو بادل چاند یا سورج کے گرد ہالہ بناتے ہیں۔ وہ چار میل سے آٹھ میل تک بلند ہوتے ہیں۔ اون جیسے بادل جو اچھے موسم کی نشانی ہیں تین سے ساڑھے پانچ میل تک بلند ہوتے ہیں مگر برسنے والے بادل یا گرجنے والے بادل دو میل سے چار میل تک کی بلندی پر اڑتے ہیں۔ طوفانی بادلوں کی آمد صرف پانسو گز کی بلندی پر ہوتی ہے۔

ہم گھر کہاں بنائیں؟

(از جناب کا ہنگ پرساد بی - ایس - سی - (ای))

مکان بنوانے کے وقت اسکے لیے مناسب جگہ کے انتخاب کا سوال ہمارے سامنے سب سے پہلے آتا ہے اکثر لوگ جگہ کا انتخاب کرتے وقت صرف پلاٹ کے دام ہی کا خیال رکھتے ہیں اور بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں پر غور نہیں کرتے، جن کے باعث بعد میں کافی دشواریاں پیش آتی ہیں اور مالی نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے جس کا احساس انہیں بعد کو ہوتا ہے۔ اسلئے اگر جگہ کے انتخاب کے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے تو ان دشواریوں کا انسداد ہو سکتا ہے۔

اپنی ضرورت اور پسند کے مطابق پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مکان شہر میں گنجان آباد حصے میں ہو یا شہر کے باہر کھلے ہوئے حصے میں۔ کچھ لوگوں کو چھوڑ کر جن کو شہر میں رہنا تقریباً ضروری سا ہوتا ہے زیادہ لوگوں کے لئے باہر کے حصے اچھے ہونگے گنجان آبادی میں زمین بہت مہنگی ملتی ہے اور وہاں کی ہوا گندی نیز ماحول پُر شور ہوتا ہے۔ مگر شہر کے بیرونی حصے میں زمین لیتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اپنا دفتر، پوسٹ اور ٹیلیگراف آفس، بچوں کے لئے اسکول اور بازار وغیرہ ضرورت سے زیادہ دور نہ ہوں ورنہ دشواری ہوگی۔ اگر کوئی بہت بڑے شہر میں ہے تو ٹرام، بس یا دیگر سواریوں کا کرایہ اور موٹر پیٹرول کا روزانہ خرچ مختلف مقامات سے اندازہ کر کے دیکھ لینا چاہئے کہ کس محلے کا پلاٹ لینے میں سہولت ہوگی۔

ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ جگہ شہر کے کسی ایسے کونے میں نہ منتخب کی جائے جس کے جلد آباد ہونے کی امید نہ ہو یا جو کسی وجہ سے ویران ہوتا جاتا ہو۔ ایسے مقامات پر نہ پڑوسی اچھے ملیں گے اور نہ اچھی سڑکیں ہی ملیں گی۔ ساتھ ہی جس جگہ پر بجلی، پانی کا نل یا نالے وغیرہ نہ ہوں، ان کو حتی الامکان منتخب نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ نہایت ضروری چیزیں ہیں اور ان کا ذاتی طور پر انتظام کرنے سے بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوگا۔ بلکہ یہی نہیں انکے باعث ہمیشہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہوتی رہتی ہے جس سے تکلیف اٹھانی پڑیگی۔ پانی حاصل کرنے یا گندگی دور کرنے کے لئے ذاتی انتظام کرنے میں خرچ بہت ہوگا جس کا لوگ عموماً پہلے سے اندازہ نہیں کرتے۔

اس بات کا پتہ لگانا بھی ضروری ہے کہ مستقبل میں آس پاس میں کہیں کوئی مل یا فکٹری بننے کا امکان تو نہیں ہے۔ کیونکہ انکے بننے سے قرب و جوار کے باشندوں کو اطمینان و سکون نیز صحت پر خراب اثر پڑتا ہے۔

اگر ایسی جگہ مل سکے جہاں مذکورہ باتوں کے علاوہ دلکش مناظر ہوں تو بہت اچھا ہے۔ مثلاً کسی پہاڑ، ندی، سمندر یا دیگر قدرتی مناظر نہ صرف مکان کی زینت دوبالا کرتے ہیں بلکہ رہنے والوں کے لئے صحت بخش بھی ہوتے ہیں۔

جگہ منتخب کر لینے کے بعد اسکی مٹی کا امتحان لینا چاہئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر سخت اور کنکریلی مٹی ہوگی تو بنیاد ڈالنے میں کافی بچت ہوگی اور اسکے برعکس نرم یا پاٹی ہوئی مٹی میں بنیاد کا خرچ زیادہ ہوگا۔ اسی طرح اگر نیچے چٹان ہو تو بنیاد کی مضبوطی کے خیال سے یہ بہت اچھا ہوگا لیکن اگر چٹان میں کھدائی کرنی پڑے تو کھودنے کا خرچ کئی گنا زیادہ ہوگا۔ پھر کالی مٹی جو کپاس کی کاشت کے لئے مفید ہوتی ہے مکان کے لئے بہت خراب ہوتی ہے اور ایسی جگہ نہ منتخب کرنی چاہئے۔ ہاں اگر اس قسم کے نقائص دور کرنے کا کوئی علاج ہی نہ ہو تو دوسری بات ہے۔

دوسری بات جس کا لوگ جگہ کا انتخاب کرتے وقت خیال نہیں رکھتے اور جس کے باعث بعد میں تکلیف اٹھاتے ہیں، وہ ہے برساتی پانی کے نکلنے کا انتظام۔ اکثر ایسا پایا گیا ہے کہ ان محلوں میں جو شہر کے نشیبی حصے میں آباد ہیں، زیادہ بارش میں گھٹنوں سے بھی زیادہ پانی بھر جاتا ہے۔ قارئین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے محلہ میں رہنے سے انھیں کن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ سڑک اور احاطوں کے اندر پانی بھر جانے سے جو دشواری اٹھانی پڑتی ہے اسکے علاوہ ایسے مقامات صحت کے لئے بھی مضر ہوتے ہیں۔ جہاں اکثر ملیریا اور مچھروں کا زور رہتا ہے اور اگر خاص انتظام نہیں کیا گیا تو مکان میں برابر سیل رہتی ہے۔ جس سے پلاستر اور دیواروں کی قلعی و رنگائی خراب ہو جاتی ہے اور دیواروں پر جگہ جگہ دھبے پڑ جاتے ہیں جو دیکھنے میں بہت ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔ اسکے باعث مکان کی سالانہ مرمت کا خرچ بڑھ جاتا ہے جس سے ہمیشہ مالی نقصان ہوتا رہتا ہے اور یہ صرف جگہ منتخب کرتے وقت صرف ذرا سی لاپروائی کے باعث ہوتا ہے۔ مناسب تو یہ ہے کہ منتخب جگہ اور قرب و جوار کے نالوں وغیرہ کا ایک نقشہ اور لیبل لے کر دیکھ لینا چاہئے کہ پانی کے نکلنے کا معقول انتظام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر مکان میں ذاتی کنواں رکھنا ہے تو اس بات کا پتہ لگا لینا چاہئے کہ پانی کتنی گہرائی میں ملے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ پانی میٹھا ہوگا یا کھارا۔ یہ آس پاس کے کنوؤں کا پانی دیکھنے سے آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔

آخری اور سب سے ضروری بات یہ دیکھ لینا چاہئے کہ جو ڈیزائن تیار کیا گیا ہے وہ منتخب جگہ کے لئے موزوں ہوگا یا نہیں۔ مکان کا سامنا ٹھیک سمت میں کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور اپنی پسند کے مطابق کچھ پھول پھلواری لگانے کے لئے بھی جگہ مل سکتی ہے یا نہیں۔

ان سب کے علاوہ اگر اینٹ کے بھٹے اور ریلوے اسٹیشن یا پتھر کی کانیں وغیرہ اگر قریب ہیں تو اور بھی اچھا ہے۔ کیونکہ مکان کی تعمیر میں ان چیزوں کی خاص ضرورت پڑیگی اور یہ سستی مل جائینگی۔ چنانچہ مکان کے انتخاب کے وقت ان باتوں کا خیال رکھنا بھی بہت مفید ہوگا۔

یہ سب خوبیاں شاذ ہی کسی ایک جگہ مل سکیں پھر بھی جگہ کا انتخاب کرتے وقت اگر ان کا خیال رکھا جائے اور جگہ ایسی منتخب کی جائے جس میں مندرجہ بالا سہولتیں زیادہ سے زیادہ ہوں تو بعد میں پشیمانی نہیں ہوگی۔

شہد کی مکھیوں کی رہن سہن

(از ڈاکٹر گورکھ پرساد)

مخلوق عالم میں شاید ہی کسی کنبہ میں امداد ہی نظر آسے جتنی شہد کی مکھیوں میں پائی جاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کے کنبہ میں کوئی حکمراں یا سردار نہیں ہوتا۔ صرف ایک رانی ہوتی ہے لیکن رانی مکھی برائے نام رانی ہے۔ اس کا کام صرف انڈے دینا ہے اور وہ دوسروں پر کسی قسم کی حکومت نہیں کرتی۔

ہر ایک چھتے میں ایک رانی، تھوڑے سے نر اور کئی ہزار کام کرنے والی مکھیاں ہوتی ہیں۔ ان کام کرنے والی مکھیوں کو کمیری کہتے ہیں کم عمر کی کمیریاں گھر کی صفائی اور مرمت کرتی ہیں شہد اور پراگ کو بالترتیب رکھتی ہیں، بچوں کو کھلاتی ہیں اور رانی کی خدمت کرتی ہیں بڑی کمیریاں باہر سے پھولوں کا رس اور پراگ لاتی ہیں۔ تقسیم کار اتنی صحیح ہوتی ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ سبھی مکھیاں اپنا اپنا کام جانتی ہیں۔ اتنی مکھیوں کے ہوتے ہوئے بھی کبھی انکے کام میں کوئی گڑبڑ ہوتی نہیں دیکھی گئی۔

نسوانی حکومت۔ خاندان پر حقیقی حکومت بڑی کمیریاں ہی کرتی ہیں۔ وہی خاندان کی پالیسی اور قسمت کا فیصلہ کرتی ہیں۔ وہ رانی پر بھی حکومت کرتی ہیں۔ ان بڑی کمیریوں کی عمر ۱۴ یوم سے ۱۲ یوم تک کی ہوتی ہے اور اس وقت ان کی جسمانی قوت عروج پر ہوتی ہے۔ یہ ہی بڑی کمیریاں کہلاتی ہیں اور یہی فیصلہ کرتی ہیں کہ کتنے نر پیدا کئے جائیں اور اسی کے مطابق بڑے کوٹھے (خانے) بناتی ہیں جن میں جب کبھی رانی انڈے دیتی ہے تو جسم کے نہ سکڑنے کے باعث وہ صرف نر انڈے دے پاتی ہے۔ بڑی کمیریاں ہی یہ فیصلہ بھی کرتی ہیں کہ رانی کافی انڈے دے رہی ہے یا نہیں۔ جب وہ سمجھتی ہیں کہ رانی بوڑھی ہوگئی ہے اور کافی انڈے نہیں دے سکتی تو وہ رانی کے دیئے ہوئے کسی معمولی انڈے کو لیکر اسکی خاص خدمت کرتی ہیں اس سے نکلنے والے بچے کو خاص غذا کھلاتی ہیں اور اسے خاص خانے میں رکھتی ہیں اور اس طرح نئی رانی پیدا کرتی ہیں۔ جب نئی رانی انڈے دینے کے قابل ہو جاتی ہے تو بڑی کمیریاں پرانی رانی کو مار ڈالتی ہیں۔

بڑی کمیریاں ہی یہ طے کرتی ہیں کہ اب خاندان اتنا بڑا ہوگیا ہے کہ اس کا ایک حصہ الگ جاکر چھتہ بنائے۔ بڑی کمیریوں ہی میں سے کچھ دربانی کے فرائض انجام دیتی ہیں اور جب کبھی فتح کے لئے جنگ کرنے یا دوسرے چھتے کی لوٹ کے لئے مکھیوں کا دستہ نکلتا ہے تو بڑی کمیریاں ہی آگے رہتی ہیں۔

نکمی بوڑھی مکھیوں کو لنگڑی لولی مکھیوں کو اور غیر ضروری نروں کو بڑی کمیریاں ہی چھتے سے باہر گرادیتی ہیں۔

اس طرح چھتے میں مکمل نسوانی حکومت ہوتی ہے۔

محنت اور آرام۔ رس یا پراگ کو لیکر باہر سے اُڑکر آنے کے باعث مکھیاں تھک جاتی ہیں وہ اپنے جسم کے وزن کے نصف سے لیکر برابر تک بوجھ ایک بار میں اٹھالاتی ہیں اور اسکے لئے پانچ پانچ میل تک کا سفر کرتی ہیں۔ بوجھ اُتارنے پر مکھی کبھی کبھی فوراً واپس چلی جاتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جب سامان کہیں قریب ہی سے ملتا ہوتا ہے۔ لیکن بالعموم وہ کچھ دیر آرام کرکے ہی باہر جاتی ہے۔ آرام کے لئے مکھی کسی خالی کوٹھے میں گھس جاتی ہے اور ایک طرح سے سو رہتی ہے۔ اُٹھتے ہی وہ کوٹھے سے باہر نکلتی ہے، اپنی ٹانگ کے سخت بالوں کو کنگھی کی طرح استعمال کرکے اپنے سر میں کنگھی کرتی ہے اور پھر رس وغیرہ کی تلاش میں فوراً بڑی تیزی سے نکل پڑتی ہے۔

شہد کی مکھیاں صرف محنت، آرام اور نیند ہی میں وقت نہیں گزارتیں۔ وہ کھیل کے لئے بھی کچھ وقت نکالتی ہیں خصوصاً کم عمر مکھیاں۔ کھیلنے والی مکھیاں کہیں چھتے کے قریب ہی جمع ہوجاتی ہیں اور خوب دھما چوکڑی مچاتی ہیں۔

ناچ۔ جب کوئی مکھی رس لیکر آتی ہے تو بوجھ اُتارنے کے بعد چھتے پر وہ خاص انداز سے ناچتی ہے۔ وہ چھوٹا سا چکر اُچک اُچک کر لگاتی ہے اور پھر وہی چکر اُلٹی طرف کو لگاتی ہے۔ کبھی کبھی ایک ہی مکھی چھتے پر اسی طرح تین چار جگہ ناچتی ہے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ ناچ دوسری کمیریوں کو اس بات کی اطلاع دیتا ہے کہ رس سے بھرے ہوئے پھول دیکھے گئے ہیں۔ جب کسی مکھی کو پراگ سے لدے ہوئے پھول ملتے ہیں تو چھتے پر جاکر وہ دوسری طرح ناچتی ہے۔ دیگر قسم کے ناچ بھی ہیں لیکن ان سب کا مطلب ابھی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

رانی۔ جب خاندان آمام کے ساتھ ترقی کرتا رہتا ہے تو رانی کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ کم عمر شہد کی مکھیاں ایک قطار میں کھڑی ہوکر رانی کو گھیر لیتی ہیں۔ وہ رانی کو کھلانے کے لئے بیچین رہتی ہیں اور سبھی رانی کو سنوارنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ وہ لاڈ پیار کے علاوہ اس کی کنگھی کرتی ہیں، اُسے غسل کراتی ہیں اور اُسے صاف رکھتی ہیں جب رانی اپنی شاہانہ رفتار سے چلتی ہے تو کمسن مکھیاں گویا اس بات کا مقابلہ کرنے لگتی ہیں کہ رانی کی خاطر کون سب سے زیادہ کرسکتا ہے۔ اُنھیں کوئی انعام پانے کی اُمید نہیں ہوتی۔ انسانوں میں تو جب کوئی بڑا آدمی کسی فرد خاص پر مہربان ہوتا ہے تو اس پر عموماً اُسکی کوئی غرض ہوتی ہے اور کچھ نہیں

تو آئندہ انتخاب کے وقت ووٹ حاصل کرنے ہی کی تیاری ہوتی۔ لیکن مکھیوں کی حکومت میں یہ خودغرضی نہیں پائی جاتی۔

شہد سازی۔ جب شہد کی مکھیاں رس لاتی ہیں تو وہ بہت پتلا، بالکل پانی کی طرح ہوتا ہے۔ اگر مکھیاں اُسے اُسی حالت میں بنے دیں تو وہ کچھ دنوں میں کھٹّا ہو جائے۔ اسلئے مکھیاں پہلے اسے گاڑھا کرتی ہیں۔ اسلئے مکھیوں کا ایک دستہ چھتّے کے مُنہ کے قریب اور ایک اسکے پیندے کے پاس کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ مکھیاں اس طرح اپنے پروں کو حرکت دیتی ہیں کہ ہوا بہت تیزی سے ایک طرف سے چلکر دوسری طرف نکل جاتی ہے۔ یقیناً ایک دستہ کی مکھیاں دوسرے دستہ کی مکھیوں کے حساب سے مخالف سمت میں پر چلاتی ہونگی اسی وجہ سے تو ہوا ایک سمت کو تیزی سے چلنے لگتی ہے۔ اس قسم کا باہمی تعاون حیرت انگیز اور قابل تعریف ہے۔ جب موسم موافق ہوتا ہے اور رس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو دن رات اس طرح پر چلتا رہتا ہے۔

ڈنک۔۔ اگر شہد کی مکھیوں کے ڈنک نہ ہوتا تو ان کا جمع کیا ہوا شہد جو چاہتا وہ لوٹ لے جاتا۔ عموماً شہد کی مکھیاں اپنے ڈنک کا استعمال صرف چھتّے کی حفاظت کے لئے کرتی ہیں۔ جب شہد کی مکھی ڈنک مارتی ہے تو اکثر ڈنک ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ ڈنک کٹیلا ہوتا ہے۔ اسکی ساخت مچھلی مارنے کے کانٹے جیسی ہوتی ہے۔ دشمن کے جسم میں تو یہ داخل تو آسانی سے ہو جاتا ہے لیکن آسانی سے نکل نہیں پاتا۔ ٹوٹ جانے کے بعد بھی یہ دشمن کے جسم میں گھستا ہی چلا جاتا ہے اور اسکا زہر زخم کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے تو اس کے ساتھ وہ زہر کی تھیلی بھی چلی آتی ہے جس سے زخم میں زہر پھیلتا ہے۔ ڈنک صرف کھوکھلا ہی نہیں ہوتا۔ یہ دو حصّوں میں ہوتا ہے جو کہ ایک دوسرے کے حساب سے ذرا سا آگے پیچھے مل سکتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب چھپکلی کی دُم ٹوٹ جاتی ہے تو ٹوٹی ہوئی دُم بھی بڑی دیر تک تڑپتی رہتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ڈنک کے ٹوٹنے پر وہ بھی دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔ اسکے باعث ڈنک کے دونوں حصّے باری باری آگے پیچھے چلتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ٹوٹے ڈنک کو کسی انسان کے جسم میں برائے نام چھوا دیا جائے تو ڈنک خود بخود جسم کے اندر پورا داخل ہو جائیگا اور زہر کی تھیلی کا زہر سوراخوں سے نکل کر انسان کے جسم میں پیوست ہو جائے گا۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ شہد کی مکھی ڈنک مار کر بھاگ بھی جاتی ہے تو اس کا ڈنک اپنا کام کرنے کے بعد ہی خاموش ہوتا ہے۔

جواہر پارے

کمزور کے دل نہ دکھاؤ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے کوئی زیادہ طاقتور تم پر ٹوٹ پڑے۔

ادھوری واقف کاری خطرناک ہوتی ہے۔

بخیل کے عیبوں کو لوگ ظاہر کیا کرتے ہیں۔ لیکن سخاوت کرنے والوں کی سخاوت ان کے سینکڑوں عیبوں کو ڈھک لیتی ہے۔

ایماندار لوگ اپنے آپس کا جھگڑا عدالت میں کبھی نہیں لے جاتے۔

آرام کے پہلے تکلیف برداشت کر لینا اس سے بہتر ہے کہ آرام کرکے تکلیف اُٹھائے۔

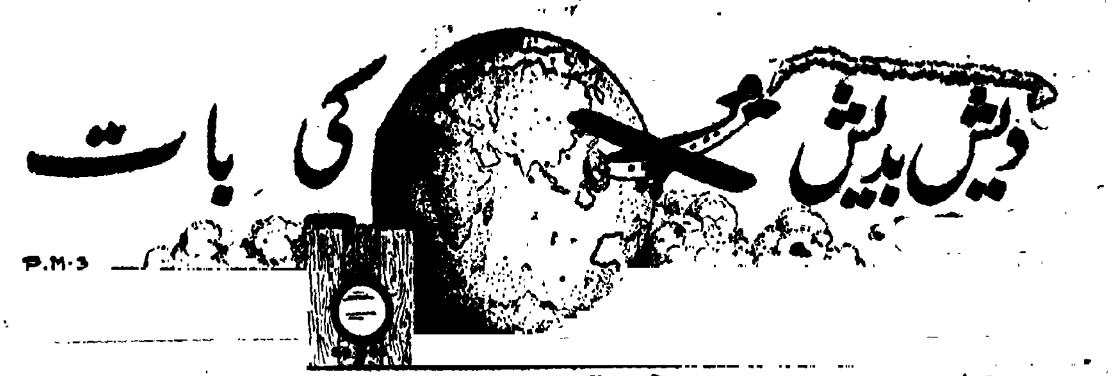
دوسروں کی مصیبتوں سے سبق حاصل کرو تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری مصیبتوں سے دوسروں کو سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

کتّے کو ایک لقمہ کھلا دیجئے۔ پھر چاہے لاکھ لاکھ ڈھیلے ماریئے۔ آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا مگر ایک کمینے کے ساتھ چاہے مدتوں تک سلوک کرتے چلے آیئے وہ ذرا سا موقع پاتے ہی آپ سے لڑنے کے لئے مستعد ہو جائیگا۔

جس بات کو نہ جانتے ہو اسکے متعلق دریافت کرو۔ کیونکہ دریافت کرنے کی تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے سے آپ کو واقف کار ہونے کی عزت ملے گی۔

یوں تو گناہ جو کوئی بھی کرے قابل نفرت ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ اشخاص سے گناہ سرزد ہوں تو وہ بیحد قابل نفرین ہیں۔ کیونکہ علم شیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہتھیار ہے۔ پس اگر مسلح سپاہی گرفتار کر لئے جائیں تو بیحد شرم کی بات ہے۔

اگر شہد نہیں دے سکتے ہو تو کسی کے ڈنک بھی نہ مارو۔



دنیا سے اہم واقعات

از راسئے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

جب سے سر کرپس کا مشن فیل ہوا اُس وقت سے ہندوستان میں باہر جنگ عظیم ہونے پر بھی سیاسی مسئلے زور پکڑ گئے ہیں۔ برطانیہ کا اندازہ ہے کہ ہندوستانیوں کو اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ سوراج دینے کا برطانیہ کا وعدہ سچا ہے صرف ہندوستانیوں کے باہمی اختلافات طے ہونے باقی ہیں جو بعد از جنگ کسی نہ کسی طرح طے ہو جائیں گے۔ اِدھر ہندوستانیوں کے خیالات مختلف ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ مضمون میں ظاہر کیا جا چکا ہے۔ اگست ۱۹۴۰ء میں حکومت نے پہلا اعلان کیا تھا کہ وہ ہندوستانیوں کو درجۂ نوآبادیات دینے کے لئے تیار ہے۔ ہندوستانیوں کو صرف آئندہ حکومت کا آئین بنانا باقی ہے۔ اس پر لوگوں کا یہ احساس ہوا کہ جب تک مناسب سے بہت زیادہ حصہ نہ ملے گا اُس وقت تک مسلمان ہندوؤں سے کبھی سمجھوتہ نہ کریں گے۔ جب اس تجربہ کے مطابق معاملہ آگے نہ بڑھا اور ملک میں بے اطمینانی پھیلتی نظر آئی تو حکومت نے سر کرپس کے ذریعہ فیصلہ کا مسودہ بھیجا جس کے مطابق ہندو مسلم سوال اس طرح طے کرنا چاہا کہ ہندوستانی نمائندے نیا آئین بنائیں اور جو صوبے ان میں اکثریت کے ساتھ آنا چاہیں اُن کی ایک مشترکہ یونین بنے اور جو نہ آنا چاہیں اُن کی علٰحدہ یونین بنے۔ کانگریس نے یہ فیصلہ اس لئے نامنظور کیا کہ اول تو حکومت ابھی پورے اختیارات دینے کو تیار نہیں ہے اور ایک سے زیادہ یونین سے ہندوستان کی متحدہ حیثیت ختم ہو کر اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ایک شبہ یہ بھی ہے کہ حکومت چالیس پچاس سال سے حکومت مسلمانوں کی طرفداری کر رہی ہے لیکن یہ خیال ہندو مہا سبھا والوں کا ہے۔ سر کرپس کی پیشکش میں بھی یہی بات دکھائی دی اس لئے یہ نیم آزادی بھی کانگریس اور دوسری پارٹیوں کو نہ پسند آئی۔

چنانچہ کانگریس نے گذشتہ ۷ اگست سے اجلاس کر کے کامل آزادی کا مطالبہ پیش کیا اور اس کے نامنظور ہونے پر عدم تعاون کی دھمکی دی۔ ایسی تحریک شروع ہونے کے قبل اُس نے وائسرائے سے گفت و شنید کرنے کی خواہش بھی ظاہر کی۔ حکومت کو عدم تعاون کی دھمکی کی وجہ سے آگے بات کرنا پسند نہ ہوا اور اُس نے جنگ کے بعد درجۂ نوآبادیات دینے کا وعدہ دُہرا کر کانگریس کے بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کرنا شروع کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ مہاتما گاندھی گرفتاری سے قبل یہ کہہ چکے تھے کہ عدم تعاون میں یا کسی کی گرفتاری پر کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ پھر بھی تھوڑی



کاکیشیا کے تیل کے کنوؤں کی حفاظت میں مردوں کے ساتھ ساتھ روسی عورتیں بھی بڑی مستعدی سے حصہ لے رہی ہیں
یہاں پر کچھ لیڈی فائر گارڈ دشمن سے نبرد آزما ہونے کو تیار کھڑی ہیں۔

بہت گڑ بڑی قریب قریب ہر جگہ ہو رہی ہے اور حکومت اس کا انتظام کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں کئی مقامات پر کئی کئی بار گولی چلائی گئی اور لوگ ہلاک یا زخمی ہوئے گولی چلانے میں حکومت حق بجانب تھی یا نہیں اس سلسلے میں دونوں فریقوں میں اختلاف رائے ہوا ہی کرتا ہے اور اس بار بھی ہوگا۔ ہندوستانی اور ولایتی اخبارات میں اب بھی انصاف کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے سلسلے میں بحث ہو رہی ہے۔ مسٹر راج گوپال آچاریہ اور مسٹر منشی وغیرہ اب بھی معاملات کو سلجھانے کی کوشش میں ہیں۔ کئی اور لیڈروں کی بھی یہی کوشش ہے دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اتنا تو ظاہر ہی ہے کہ جنگ کے زمانہ میں عدم تعاون سے ملک کو بہت کچھ نقصان ہو سکتا ہے۔ پھر بھی ناامیدی ہوتے ہوئے اور دیگر پارٹیوں کے خیالات کی پروا کئے بغیر کانگریس نے



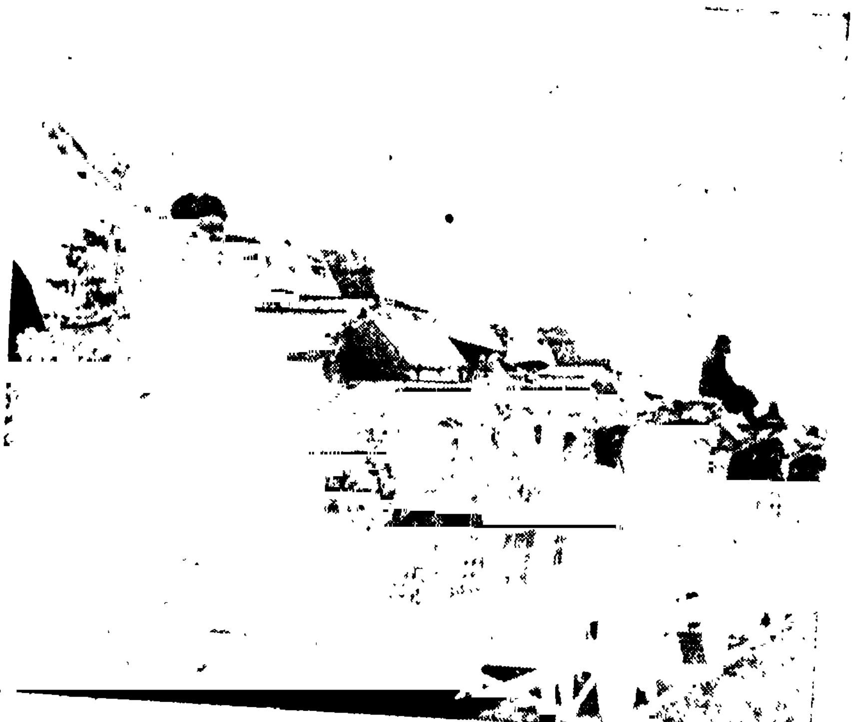
یورال کے کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور فرصت کے وقت اخبار پڑھ رہے ہیں۔



جنگی علاقوں میں جہاں موٹروں سے کام نہیں لیا جا سکتا وہاں خچر استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہاں پر کچھ فوج ہندوستان کی مغربی سرحد کے پہاڑی علاقوں میں حفاظت کرتی نظر آتی ہے۔



کیا جا سکتا ۔ ایسی جگہوں میں خچروں
دماغ جنگ بن پہاڑی علاقوں میں صرف موٹر سوار فوج پر ہی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ۔ ایسی جگہوں میں خچروں
کے ذریعہ سامان لانے اور لے جانے میں سہولت ہوتی ہے ۔ اس تصویر میں کچھ خچر
ہندوستان کی مغربی سرحد کے ایک ایسے میدان کو عبور کر رہے ہیں جس میں سیلاب کا پانی آگیا ہے



اس بات کی پوری کوشش کی جاتی ہے کہ محاذ جنگ پر پورا سامان
پہنچتا رہے ۔ اس تصویر میں ایک ۔ دس ٹن ٹینکوں سے لدی ہوئی پر جا رہی ہے

مندرجہ بالا فیصلہ کیا ۔ آج کل ملک کے حالات بہت نازک ہو رہے ہیں تاہم اُمید ہے کہ یہ جھگڑا جلد ہی طے ہو جائے گا ۔

جاپان آج کل آسٹریلیا کی طرف کوئی خاص کوشش نہیں کر رہا ہے ۔ امریکہ نے اس طرف جزائر سالون پر حملہ کیا ہے جسکی حالت پُر اُمید ہے ۔ ابھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں برآمد ہوا ۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر جرمنی نے روس میں کافی فتوحات حاصل کیں تو جاپان کے سائبیریا پر حملہ کرنے کا امکان قوی ہے ۔ چین میں جاپانی فتوحات کچھ رُکی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ۔ امریکن طیارے بھی چین کی مدد کر رہے ہیں ۔ مجموعی طور پر جاپان کے زور میں کچھ کمی معلوم ہوتی ہے ۔ اگرچہ ابھی اُس کی کوئی بڑی شکست نہیں ہوئی ہے ۔ جرمنی کاکیشیا کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے اُدھر روسی اور سرکاری فوجیں ملکے



برسات کے دنوں میں مشرقی ہندوستان کی کچھ ندیوں میں اچانک سیلاب آجایا کرتا ہے اور زمین پر پانی ہی پانی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کی زمین پر یہاں کچھ مسلح سپاہی چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بچانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ابھی تک یہ نہیں ظاہر ہوا کہ اُن کی قوت پٹرول کے کنوؤں کو بچانے میں کہاں تک کامیاب ہو سکے گی۔ جرمنی نے اِدھر تین طرف حملہ کیا تھا۔ یعنی وورونیز۔ اسٹالن گریڈ اور روسٹوف پر۔ وورونیز پر ابھی تک روسی مضبوط ہیں۔ اسٹالن گریڈ کی طرف جرمنوں کے زبردست حملے ہو رہے ہیں جسے روس ابھی تک روک رہا ہے۔ روسٹوف کو جرمن فتح کر چکے ہیں اور اُس راستے جرمنی کاکیشیا کی طرف جھپٹ رہا ہے۔ ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ کاکیشیا کی طرف جانے والی جرمن فوج روسیوں سے بحر اسود کے بندرگاہوں پر بھی شائد قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔ ابھی تک صاف نہیں ظاہر ہوا۔ جرمنی کی پوری خواہش ابھی تک کاکیشیا پر قبضہ کرنے کی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اُسے کامیابی ہوئی تو عراق اور ایران پر بھی خطرہ آ سکتا ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس کا کوئی امکان نہیں نظر آتا۔ تقریباً تین ماہ تک خطرے کا امکان ہے۔ اُمید ہے کہ برطانیہ کسی طرح اسے ٹال دے گی۔ اُدھر روس کے دارالحکومت ماسکو کے شمال مغرب میں بھی زبردست جنگ ہو رہی ہے۔ دارالحکومت سے ابھی یہ دور کی بات ہے۔ ابھی تک زیادہ خطرہ اسٹالن گریڈ اور کاکیشیا کی طرف ہے۔ جرمنی پوری قوت سے کوشش کر رہا ہے اور روسی بھی بڑی بہادری سے اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔

امریکہ میں سامان جنگ تیار تو بہت تیزی سے ہو رہا ہے لیکن جرمن آبدوزوں کے حملوں کے باعث یہ سامان جنگی محاذوں تک نہیں پہنچ پاتا۔ امریکہ آجکل چین، آسٹریلیا، روس، برطانیہ اور شمالی افریقہ میں سامان بھیج رہا ہے۔ اتحادیوں کا بیان ہے کہ اگر نومبر تک جنگ جاری رہی تو آئندہ فتح کی پوری امید ہے۔ افریقہ میں العالمین کے قریب جرمن اور برطانی فوجیں ڈٹی ہوئی ہیں۔ دونوں کی کوشش ہے کہ پورا سامان اکٹھا کر کے دشمن پر حملہ کیا جائے۔ ابھی تک اس جگہ حملہ شروع نہیں ہوا۔ ادھر کوریا کے کسی نوجوان نے جنرل توجو وزیر اعظم جاپان پر گولی چلا دی جس سے اُنھیں کچھ چوٹ لگی ہے۔ ابھی تک مفصل حال نہیں معلوم۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت پونے سات بجے سے ساڑھے سات بجے تک۔

۱ ستمبر ۴۲ء کنس بدھ (کتھا) شنکر مکل فصلوں کا بیر پھیر (مکالمہ) چندر بھوشن اور چودھری جھوٹ سچ (کہانی) پلٹو۔ خبریں۔

۲ ستمبر ۴۲ء بچوں کا جلسہ کرشن اوتار (مکالمہ) بی کے مشرا۔ سور اور میرا کے بھجن جنگ بہادر اور پنچ دیس بدیس کی باتیں۔ (مکالمہ) پلٹو اور بھوشن سننے والوں کی درخواستیں خبریں۔

۳ ستمبر ۴۲ء آج کرشن جنم دھارے۔ (کورس) بلدیو پرساد اور جنگ بہادر۔ بال لیلا۔ تمثیلی مکالمہ) جنم اشٹمی (کوتیا) چندر بھوشن

۴ ستمبر ۴۲ء۔ نعت، قوالی اور غزل) مرتضیٰ حسین۔ دیہاتوں میں گھریلو دستکاری۔ اویس احمد ادیب۔ دیش بدیش کی باتیں بسلاح (مکالمہ) بھوشن اور پلٹو۔ خبریں۔

۵ ستمبر ۴۲ء۔ پنگھٹ۔ بھجن ڈھولک کے گیت۔ گلاب دیوی معہ پارٹی۔ لڑکیوں کی موسیقی کی تعلیم۔ مس کے۔ نایک آؤ کیسے رکھیں؟ (مکالمہ) دھنوتی مشرا اور ویدی۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۶ ستمبر ۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ ملیریا پر کورس اور مکالمہ: ٹھاکر جگناتھ سنگھ اور منڈلی بھجن اور گیت پیتامبر پانڈے۔ دیس بدیس کی باتیں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۷ ستمبر ۴۲ء ٹھمری دادرا اور گیت۔ دلاور حسین دو بھائی (ڈرامہ) رسول احمد ابودہ دیہاتوں میں گندی نالیوں کا انتظام (مکالمہ) ایم اے بیگ اور پنچ۔ دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں۔

۸ ستمبر ۴۲ء لکشمن شکتی (کتھا) جنگ بہادر اور پنچ۔ تلسی کے فائدے (مکالمہ) چودھری گھریلو نسخے۔ (مکالمہ) بھوشن اور چھیپٹے۔ ترقی کی راہ۔ نظم۔ رام اوتار اوستی۔ خبریں۔

۹ ستمبر ۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ دو صندوق (کہانی) جگدیش کرشن جوشی۔ گجلی اور لچاری لالا اور منڈلی سننے والوں کی درخواستیں۔ دیش بدیش کی باتیں۔ تعلیم بالغان پنچ اور منڈلی خبریں

۱۰ ستمبر ۴۲ء گیت۔ ڈی۔ سی۔ دت بھجن۔ جنگ بہادر اسکاؤٹنگ اور گاؤں سدھار (مکالمہ) جی۔ پی۔ بھٹ۔ خبریں۔

۱۱ ستمبر ۴۲ء (قوالی)۔ نعت اور غزل) رحمت اللہ معہ پارٹی۔ دیش بدیش کی باتیں۔ ہل (مکالمہ) اے آر۔ علوی۔ خبریں

۱۲ ستمبر ۴۲ء۔ پنگھٹ (نرگن) راماتن اور ودیا گیت سوشیلا ودیا اور پتلی پنہارن (ناٹک) چندر کماری ٹھری واستو بہنوں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۳ ستمبر ۴۲ء بچوں کا جلسہ۔ (گھریلو سائنس) دھوپ کے فائدے پوربی اور بھجن رام جی داس قانون سے فائدے۔ تقریر۔ بی۔ این۔ سپرو دیش بدیش کی باتیں۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۴ ستمبر ۴۲ء ستار اور بانسری پردھن۔ الیاس خاں اور طلعت محمد۔ غلے کے کرانے (مکالمہ) دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ رج دے بچن کنھور (کہانی) خبریں۔

۱۵ ستمبر ۴۲ء آرتی (کیرتن اور بھجن) کیلاش پرشاد تیواری اور جنگ بہادر۔ کمپوسٹ کی کھاد (مکالمہ) چودھری اور چھیپٹے ہلدی (نظم) بھوشن۔ خبریں۔

۱۶ ستمبر ۴۲ء بچوں کا جلسہ (پہیلیاں) گنپت رائے۔ دادرا اور غزل دھیلا بائی گیت۔ گوہر سلطان۔ دیش بدیش کی باتیں سننے والوں کی درخواستیں۔ خبریں۔

۱۷ ستمبر ۴۲ء دادرا۔ منا بائی غزل۔ طلعت محمد۔ گودھولی۔ تمثیلی مکالمہ گاؤں میں برہا۔ (مکالمہ) رسول احمد ابودہ بھجن۔ رابندر ناتھ خبریں۔

۱۸ ستمبر ۴۲ء نعت۔ (قوالی) محرم علی اور پارٹی۔ دادرا۔ دھیلا بائی۔ مقدمہ بازی کا پیشہ تقریر۔ فصیح احمد انصاری۔ دیش بدیش کی باتیں۔ خبریں۔

۱۹ ستمبر ۴۲ء پنگھٹ۔ (بھجن دادرا اور غزل) منا بائی۔ وقت کا نیک برتاؤ۔ تقریر۔ سمترا کماری۔ سنہا کہانی۔ سشیلا ماتھر۔ بہنوں تمہارا خط ملا۔

۲۰ ستمبر ۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ تاریخ کے اوراق (گوتم بدھ) تقریر۔ بی ڈی۔ مشرا۔ پوربی اور بھجن سدھیشوری بائی۔ تمہارا خط ملا۔ دادرا۔ جنگ بہادر دیش بدیش کی باتیں۔ خبریں۔

۲۱ ستمبر ۴۲ء۔ ٹھمری۔ للیتا بائی صداقت کا امتحان (ناٹک) رام لکھن ستوگی دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ نعت محرم علی معہ پارٹی۔ خبریں۔

۲۲ ستمبر ۴۲ء۔ بھجن کیرتن۔ دیو اسواد سنڈکی۔ ہوائی میں ایکھ کی کاشت۔ تقریر۔ کے۔ سی۔ نہرجی بھگتی دھن۔ آرکسٹرا۔ پاہن۔ مکالمہ کے این رستوگی خبریں۔

۲۳ ستمبر ۴۲ء بچوں کا جلسہ دنیا کے جانور (مکالمہ) چودھری دادرا۔ محبوب بائی۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ گیت مجدد نیازی۔ دیش بدیش کی باتیں انتہ (نظم) چندر بھوشن۔ بھجن پیتامبر پانڈے۔ خبریں۔

۲۴ ستمبر ۴۲ء بھجن للیتا بائی فصلوں کے دشمن۔ مکالمہ۔ بیناتھ سنگھ اور پنچ۔ غزل۔ نواب علی خاں سنجاوتی (نظم) خبریں۔

۲۵ ستمبر ۴۲ء۔ قوالی۔ دادرا انو بائی۔ چھوٹے بیر کورس جنگ بہادر اور گوہر سلطان دیش بدیش کے

سفر - اجمیر شریف کا سفر - تقریر امین سلوتری - دیش - بدیش کی باتیں خبریں -

۲۶ ستمبر سنہ ۴۲ء پگھٹ رگیت بارہ ماسہ اور بھجن) مسز ایچ - ایس ماتھر اور پارٹی - بھاڑ بھوبنگٹ (ناٹک) چندر کماری شریواستو - بھول تمہارا خط ملا - خبریں -

۲۷ ستمبر سنہ ۴۲ء بچوں کا جلسہ نانی کی کہانی - ماکھن کی چوری - گانا - شانتاوتی رام پیاری شریواستو - ستیا ماوری اور رنجنگ بہادر - جھوٹی گواہی - تقریر شمبھو ناتھ کول - تمہارا خط ملا - خبریں -

۲۸ ستمبر سنہ ۴۲ء دادرا اور غزل عبدالحفیظ قدوائی - سیتا پر میتا گ (تمثیلی مکالمہ) دوسرے ہفتہ کا پروگرام بھجن کیلاش پرشاد تیواری - خبریں

۲۹ ستمبر سنہ ۴۲ء - آرتی بھجن - این - ایم - جوشی - امداد باہمی اسکول بالغان - تقریر - اودھ بہاری لال گیت اور بھجن دینا دت - سونے کی کان - مکالمہ - چندر بھوشن اور پلٹو - خبریں -

۳۰ ستمبر سنہ ۴۲ء بچوں کا جلسہ بندر - اور بھالو - منظوم کہانی - موہن لال دویدی - دادرا اور غزل مرتضیٰ حسین دیش دبدیش کی باتیں سننے والوں کی درخواستیں - بھجن اور پوربی - رام جی داس -

---

صابن سازی

کئی چھوٹی چھوٹی دستکاریاں ایسی ہیں جنکو دیہاتی آسانی سے سیکھ کر کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں مثلاً صابن سازی ہی کو لیجئے - یہ ایک ایسی دستکاری ہے جو تجارت کی تجارت ہے اور مشغلے کا مشغلہ دیہاتیوں کو اول تو گاؤں میں اچھا صابن ملتا ہی نہیں اور اگر کہیں ملتا بھی ہے تو اسقدر مہنگا ہوتا ہے - کہ دیہاتی اس کی قیمت مشکل سے ادا کر سکتا ہے اگر وہ شہر سے خوشرنگ صابن خرید کر لے جاتا ہے تو وہ نہایت معمولی اور گھٹیا درجہ کا ہوتا ہے - وہ ایک یا دو دن میں خشک ہو کر ہڈی کیطرح سخت ہو جاتا ہے اور پھر اس سے نہ تو کپڑے دھل سکتے ہیں اور نہ بدن صاف ہو سکتا ہے اسلئے اگر چند سمجھدار دیہاتی اپنے اپنے گاؤں میں اس آسان صنعت کو رائج کریں تو نہ صرف انھیں خالص چیز میسر آئیگی بلکہ تجارتی طور پر بھی منافع حاصل ہو سکے گا -

ہم ذیل میں صابن بنانیکا ایک آسان طریقہ درج کرتے ہیں اگر اسکو ترکیب کے مطابق تیار کیا جائے تو بہت عمدہ صابن بن سکتا ہے -

جن اشیا کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں مہوے کا تیل دو سیر سوڈا کاسٹک نصف سیر نمک آدھ سیر میدا آدھ سیر اور پانچ سیر پانی -

ترکیب یہ ہے کہ پہلے سوڈا کاسٹک کو چار سیر پانی میں ملا کر باقی ایک سیر پانی میں نمک گھول لیجئے اور میدے کو مہوے کے تیل میں ملا دیجئے اسطرح تین مرکب تیار ہو جائیں گے اسکے بعد تیل اور میدے والے مرکب میں نمک والا پانی تھوڑا تھوڑا کر کے خوب ملا دیجئے - اور پھر کاسٹک سوڈا والا پانی اسمیں ڈال دیجئے - پھر سب اشیاء کو اتنا ملائیے کہ ایک لئی سی بن جائے اس کو مٹی کے پیالیوں یا سانچوں میں ڈال کر خشک کر لیجئے بس صابن تیار ہو گیا مگر ایک بات یاد رکھیئے ہر ایک مرکب اسوقت ملائیے جب وہ ٹھنڈا ہو جائے گرم ہرگز نہ ملائیے - اگر صابن کو خوشبودار بنانا ہو - تو سنگترے کا سینٹ ڈال لیجئے اسکو آپ اپنے جسم پر بھی مل سکتے ہیں -

اوپر جو طریقہ ہم نے درج کیا ہے وہ بہت اچھا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مہوے کا تیل ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتا اسلئے اسکے بجائے توریا یا سرسوں یا تل تینوں میں سے کسی ایک کا استعمال کیا جا سکتا ہے مگر اس طرح جو صابن بنے گا وہ دیر میں خشک ہوگا اگر جلد خشک کرنا مقصد ہو تو توریا یا سرسوں کا تیل دو سیر لیجئے میدہ آدھ سیر - سوڈا کاسٹک آدھ سیر اور پانی دو سیر - تیل اور میدے کو اور سوڈا کاسٹک اور پانی والے مرکب کو پہلے مرکب میں جب وہ ٹھنڈا ہو جائے آہستہ آہستہ اس طرح ملائے کہ ایک جان ہو جائے - بعد ازاں سخت ہونے پر سانچوں میں بھر لیجئے -

ایک طریقہ اور بھی ہے اور وہ یہ ہے - بارہ سیر چربی لیجئے - آٹھ سیر ناریل کا تیل ساڑھے چار سیر سوڈا کاسٹک سولہ سیر پانی اور دو سیر میدا چربی کو کڑاہی میں ڈال کر گرم کر لیجئے اور اسمیں ناریل کا تیل اور میدہ ڈال دیجئے - سوڈا کاسٹک پانی میں ملا دیجئے ٹھنڈا ہونے پر دونوں مرکبوں کو ملا کر خوب گھوٹیئے نہایت عمدہ صابن تیار ہوگا گھوٹتے وقت تھوڑا سا سنگترہ کا تیل بھی ڈال لیا جائے تو اچھا ہے اس صابن کو کپڑے دھونے اور نہانے دونوں کاموں میں لایا جا سکتا ہے یہ بالوں اور سرد گرم کپڑوں کو خوب نکھارتا ہے گرمیوں میں پسینہ کی بو جو کپڑوں میں پیدا ہو جاتی ہے اسے فوراً دور کر دیتا ہے اور کپڑوں میں ایسی ہلکی خوشبو پیدا کرتا ہے جو دوسری دفعہ دھونے تک برقرار رہتی ہے

اگر صابن تھوڑی مقدار میں تیار کرنا ہو تو سب اجزا اسی نسبت سے کم کئے جا سکتے ہیں -

اوپر جو طریقے درج کئے گئے ہیں وہ نہایت آسان ہیں اور تھوڑے دام صرف کرنے سے اچھا صابن تیار ہو سکتا ہے ہمیں اُمید ہے کہ دیہاتی اس طرف توجہ کریں گے - اس طرح نہ صرف انکا فالتو وقت ایک اچھے اور مفید کام میں گذرے گا - بلکہ اُنھیں کچھ نہ کچھ نفع بھی حاصل ہوگا -

---

لطیفہ

ماسٹر - اگر ایک پیسے میں دو آم آتے ہیں تو چار آنے میں کتنے آم آئیں گے ؟

لڑکا - (لڑکا کچھ سوچکر) قریب چالیس !

ماسٹر - (تعجب سے) اتنے کیسے ؟

لڑکا - زیادہ خریدنے سے سستے مل جائینگے -

اکائی دہائی

(از جناب گرودت سنگھ، بی۔ اے)

بہت دنوں کی بات ہے۔ ایک راجہ تھا۔ اس وقت لوگ ہندسے لکھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ راجہ کے خزانے میں ایک بہت ہوشیار خزانچی تھا۔ اُن دنوں لوگ ہندسے نقطوں سے لکھتے تھے۔

ایک دن راجہ خزانے کا حساب دیکھنے بیٹھا اب نقطوں سے لکھا ہوا حساب، جس میں ہر روپئے کی جگہ ایک نقطہ تھا۔ کسی طرح ختم ہی نہ ہو پاتا تھا۔ صبح سے دوپہر ہوئی اور دوپہر سے شام ہوگئی۔ دن ختم ہونے لگا مگر حساب ختم نہ ہوا۔ کھانا رکھا رکھا ٹھنڈا ہوگیا۔ راجہ کو کام سے فرصت ملتی تو کھاتے۔ راجہ نے نہیں کھایا تو رانی کیونکر کھاتی اور جب راجہ رانی دونوں بھوکے رہیں تو نوکر کیسے کھاتے۔

اتنے میں راجہ کے گرو جوک منی ہاتھ میں سوٹا لئے اور پیر میں کھڑاؤں پہنے ادھر آ نکلے۔ پوچھنے لگے "یہ کیسی چپ چھائی ہے؟" نوکروں نے سب حال کہا۔ منی جی اندر گئے تو دیکھا کہ راجہ سر پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انکو دیکھکر راجہ نے قدم چھوئے اور کہا "گروجی نقطوں سے لگایا ہوا حساب سمجھنا میرے بس کی بات نہیں۔ کوئی اور ترکیب ایجاد کیجئے۔ میرا تو سر دکھنے لگا۔" گروجی کہنے لگے "اچھا بیٹا، کھانا کھاؤ میں کوئی ترکیب سوچوں گا۔"

جوک منی کی دو بھتیجیاں تھیں۔ بڑی کا نام دہائی تھا اور چھوٹی کا اکائی۔

ایک دن منی جی پوجا پاٹھ کر رہے تھے۔ دونوں بہنیں وہیں آ کر کھیلنے لگیں۔ جب بہت شور مچانے لگیں تو منی جی نے دو انار نکال کر اُن دونوں کو ایک ایک تقسیم کر دیئے اور کہا کہ جاؤ یہاں شور مت کرو۔ اکائی دہائی انار لیکر بہت خوش ہوئیں۔ اکائی کو جو مزہ ملا تو بیانی کی سوجھی۔ اور دہائی کا انار بھی چھین کر کھا گئی وہ تھی بھی بہت شریر۔ دہائی نے شکایت کی تو منی جی بہت ناراض ہوئے۔ اُنھوں نے غصہ میں اکائی کو بد دعا دیدی کہ تو جو چیز ایک لیگی وہ دس ہو جائیگی۔ اُن دنوں مُنی لوگ جو کچھ کہدیتے تھے وہ سچ ہو جایا کرتا تھا۔

دہائی بیچاری اتنی چیزوں کو کیا کرتی۔ بانٹ بانٹ کر حیران ہوتی تھی۔ ادھر اکائی کُڑھ کُڑھ کر پریشان ہوتی تھی۔ تنگ آ کر ایک دن دہائی خوشامد کے ساتھ کہنے لگی۔ اے چاچاجی آپ نے بھی کیا مصیبت کردی ہے۔ میرے پاس ایک ہی تو صندوق ہے۔ اتنی چیزیں رکھنے کے لئے کہیں جگہ بھی تو نہیں ملتی۔ اکائی تو بڑی شریر ہے۔ وہ فالتو چیزیں جمع کرتی جاتی ہے۔ وہ ایک چیز لیتی ہے تو مجھے دس چیزیں ملتی ہیں۔ کیا رکھوں اور کیا نہ رکھوں" منی جی بڑی سوچ میں پڑ گئے۔ بڑی مشکل تھی۔ منیوں کا قول تو اٹل ہوتا ہی تھا۔ ادھر دہائی بھی روتی تھی کہ اتنی چیزیں کہاں رکھوں۔ اب منی جی نے ایک جادو کا پٹارہ بنا کر دہائی کو دیا۔ اب تو دہائی کو بڑی خوشی ہوئی وہ جب بھی اُس میں دس چیزیں رکھتی۔ سب مل کر ایک ہی جتنی چھوٹی ہو جاتیں۔ پٹارے کے اندر دیکھو تو ایک اور باہر نکالو تو وہی دس کی دس۔

کچھ دنوں کے بعد منی جی راجہ کے گھر گئے اور اُس سے کہا کہ "میں نے کچھ کچھ ترکیب حساب لکھنے کی سوچی ہے تم اپنے شہر کے پنڈت کو بلاؤ۔ سب مل کر خزانہ کا حساب لکھنے کا مسئلہ طے کرینگے۔" راجہ نے فوراً پنڈتوں کو بلایا خود تخت شاہی پر بیٹھا اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے۔ منی جی نے دہائی کا جادو والا پٹارہ سب کو دکھلایا۔ سب حیران ہوگئے وہ جب بھی اس میں دس چیزیں رکھتے وہ پٹارہ کے اندر ایک ہی نظر آتیں۔ پھر منی جی نے سب کو دکھلا کر پٹارہ میں دس گنیاں رکھیں۔ سب نے پٹارہ کے اندر دیکھا تو وہاں ایک ہی گنی نظر آئی۔ منی جی کہنے لگے "خزانے کا حساب لکھنے کے کاغذ پر ایسا ہی ایک جادو کا گھر بنا لو اُس گھر میں بھی دس نقطے سمٹ کر ایک نقطہ ہو جائے۔ خزانچی گھبرا کر اُٹھا اور کہنے لگا "گروجی مجھے تو جادو کا گھر بنانا نہیں آتا۔ منی جی نے کہا۔ ارے بھائی تم اُسے یوں ہی جادو کا گھر فرض کرلو۔ دس روپئے لکھنے ہوں تو دس نقطے نہ لکھو۔ اس فرضی خانے میں ایک نقطہ لکھدو۔ راجہ نے نقطہ کا نام سُنا تو فوراً بول اُٹھا "نہیں گروجی نہیں۔ نقطوں کا تو میرے سامنے ذکر ہی نہ کیجئے۔ ان کو تو دیکھتے ہی میرے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ پھر منی جی نے ایک سے لیکر ۹ تک کے ہندسے ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، بنائے اور کہا کہ جہاں کچھ نہیں لکھنا ہوتا وہاں صفر لکھتے ہیں۔ اس سے راجہ بہت خوش ہوا اور اس طرح نقطوں سے نجات ملی۔

× × × ×

کہانی

اب سنو دہائی کے پٹارے کی ایک عجیب بات۔ دہائی کو ایک پیسہ ملا۔ اُس نے وہ پیسہ پٹارے میں رکھ دیا۔ پان بیچنے والا آیا تو دہائی جلدی جلدی پیسہ لینے کے لئے آئی ... پٹارے میں ہاتھ ڈالا تو وہاں کچھ بھی نہیں پٹارہ بالکل خالی تھا۔ دوڑی ہوئی منی جی کے پاس گئی اور کہنے لگی "یہ تو بڑا خراب جادو ہے۔ یہ تو پیسہ کھا جاتا ہے۔" منی جی بڑے سٹپٹائے۔ سوچنے لگے کہ ہمارے جادو میں ضرور کہیں غلطی ہوگی۔ انھوں نے ایک پیسہ اور ڈالا۔ وہ بھی غائب۔

اب تو منی جی کو بڑا غصہ آیا اور کہنے لگے "اچھا دیکھیں کتنے پیسے کھائیگا۔ ہم بھی ڈالتے ہی جائینگے۔" تیسرا پیسہ بھی ڈالا وہ بھی لاپتہ۔ چوتھی بار ایک پیسہ ڈالا۔ وہ بھی ہضم منی جی

نے ذائقت پیکر پھر پانچواں پیسہ بھی پھینکا۔
مگر وہ بھی چاروں پیسوں کی طرح غائب۔
منی جی سوچنے لگے کہ یہ پٹارہ ہے کہ بھوت۔ پانچ پیسے کھاگیا اور ابھی تک اس کا پیٹ نہیں بھرا۔
چھٹا پیسہ ڈالا مگر وہ بھی ہضم۔ ساتواں بھی ہضم۔
دہائی سوچنے لگی کہ سات پیسے خراب کر دیئے مجھے دیتے تو سات پان کھاتی۔

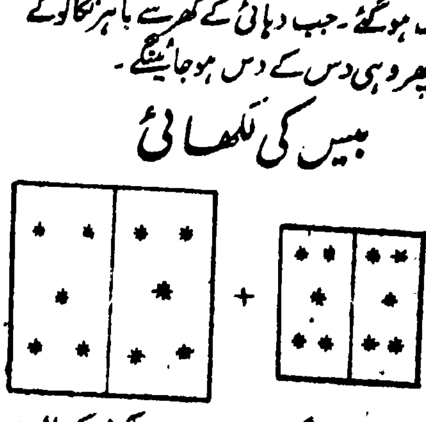
منی جی نے ایک پیسہ اور ڈالا۔ مگر پٹارہ خالی کا خالی۔ دہائی سوچنے لگی کہ اس پٹارے کو آگ لگا دینی چاہئے۔ آٹھ پیسے کھاگیا۔

منی جی نے پھر ایک پیسہ ڈالا۔ مگر پٹارہ پھر خالی۔ دہائی کہنے لگی۔ آگ لگے ایسے پٹارے کو۔ میرے نو پیسے کھاگیا۔ منی جی نے پھر ایک پیسہ ڈالا ایکے دیکھا تو پٹارے میں ایک پیسہ نظر آیا۔ منی جی نے پٹارے کو زمین پر اُلٹ دیا۔ اس میں سے کھن کھن کرکے دس پیسے نکل پڑے۔ اب تو دہائی کبھی دس پیسوں سے کم اس پٹارے میں نہ رکھتی۔ جب پورے دس ہو جاتے تو پٹارے میں رکھ دیتی۔ جب تک دس پیسے نہ ہو جاتے تب تک اکائی کو رکھنے کو دیتی۔ دس سے کم ہونے پر تو پٹارہ ہی کھا جاتا۔

دس کی لکھائی

جادو کا پٹارہ اب دس چیزیں رکھنے کے لئے ہی ہوگیا۔ دہائی کے گھر بھی بس دس کی گنتی لکھنے کے ہیں۔ جادو کے پٹارے میں دس چیزیں رکھو تو سمٹ کر ایک ہو جاتی تھیں۔ دہائی کے فرضی جادو کے گھر میں فرض کرلو کہ دس نقطے رکھنے سے ایک ہوگئے۔ جب دہائی کے گھر سے باہر نکالو گے تو پھر وہی دس کے دس ہو جائینگے۔

بیس کی لکھائی



دہائی کا گھر تو بنا ہی دس لکھنے کے لئے ہے۔ جب جب دس ہوگئے تو دہائی کے گھر میں لکھ دیئے

وہاں جاکر سمٹ کر یہ دس بھی ایک ہوگیا۔ ایک نقطہ تو وہاں پہلے سے ہے ہی، ایک اور ہوگیا۔ اگر راجہ گرو جی کی بات مان لیتا تو بیس لکھنے کے دہائی کے گھر میں دو نقطے لکھنے پڑتے۔

اکائی کا گھر	دہائی کا گھر
	۲ * *

ہندسہ بن جانے سے اب نقطہ نہیں لکھنا پڑیگا بس دہائی کے گھر میں دو کا ہندسہ لکھا اور بیس پڑھ لیجئے۔ اکائی کا گھر خالی بُرا لگتا ہے۔ اسلئے اس میں نفی کا ہندسہ لکھنا درست ہو جس کی شکل یہ ہے۔

اکائی دہائی
۰ ۲

دو پہ نقطہ سے بیس
تین پہ نقطہ سے تیس
چار پہ نقطہ سے چالیس
پانچ پہ نقطہ سے پچاس
چھ پہ نقطہ سے ساٹھ
سات پہ نقطہ سے ستر
آٹھ پہ نقطہ سے اسّی
اور نو پہ نقطہ سے نوّے ہوتے ہیں۔

اسی طرح منی جی نے دس پہ نقطہ دیکر سو لکھنا بتایا۔

راجہ کا ایک لڑکا تھا سیکر۔ جیوک منی اسے پڑھایا کرتے تھے۔ حروف تو وہ بہت جلد پہچان گیا۔ کہانیاں قصے بھی پڑھنے لگا۔ مگر مشکل اس وقت ہوئی جب ہندسے پڑھنے پڑے۔ جب جب وہ سو تک یاد کرکے سنائے تو کوئی نہ کوئی غلطی ہو جائے۔ آخر ایک دن گرو جی سیکر سے پوچھنے لگے کہ یہ گنتی کب ختم کرسکتا ہے۔ سیکر کہنے لگا کل رات میں نے سونے سے پہلے تارے گنے تھے۔ وہ تو سو سے بھی زیادہ تھے تو گرو جی نے کہا اسی طرح گنتی بھی سو سے زیادہ ہے۔ اتنا سنتے ہی سیکر کے ہوش اُڑ گئے وہ سوچنے لگا کہ تاروں جتنی گنتی میں بھلا کیسے رٹ سکتا ہوں گرو جی ہنسنے لگے اور انھوں نے سمجھایا کہ سو سے آگے کی گنتی تو بہت ہی آسان ہے اور یہ سننے کے بعد سیکر کا جی حساب میں لگا اور اس نے سو تک کی گنتی یاد کی۔

سیکر نے گنتی تو یاد کرلی۔ اب رہ گئی گنتی لکھنے کی بات۔ اسکی سمجھ میں ایک بات نہیں آئی کہ کل گھر ہیں دو۔ ایک دہائی کا ایک اکائی کا۔ اور گنتی ہے تاروں جتنی یہ سب گنتی اکائی دہائی کے دو گھروں میں کیسے سما جائیگی۔ اکائی کے گھر میں ایک لکھا تو دس پڑھ لیا اور دہائی کے گھر میں دس لکھا تو سو تک پڑھ لیا۔ ابھی آگے ڈھیر کی ڈھیر گنتی لکھنی ہے۔ کیا سب دہائی کے گھر میں سما جائیگی۔ سوچتے سوچتے اُسے ایک ترکیب سوجھی کہ اب دہائی کے لئے الگ گھر بنانا چاہئے۔ اس نے فوراً ایک تیسرا گھر سو کے لئے بھی بنالیا۔

اکائی	دہائی	سیکڑہ
۰	۰	۱

گرو جی نے جو ایک تیسرا گھر دیکھا تو جھٹ ایک سونٹا اُٹھاکر سیکر کی پیٹ پر لگایا اور کہنے لگے کہ یہ کیا کھیل کیا ہے۔ سیکر روٹھ کر اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔

منی جی بھی راجہ کے پاس شکایت کرنے گئے وہیں مارننڈ پنڈت بھی بیٹھے تھے۔ انھوں نے جب سب بات سنی تو کہنے لگے کہ راج کمار نے تو کھیل میں بڑی ترکیب نکال لی۔ اب دس لکھنے کو ضرور تین گھر ہونے چاہئیں۔ ایک گھر میں دو عدد کبھی نہیں لکھنے چاہئیں۔

راجہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ میرا لڑکا بہت ہونہار ہے۔ دوسرے دن پھر ایک جلسہ ہوا اور اس تیسرے گھر کا نام سب نے سیکر رکھ دیا۔ پھر بہت دنوں کے بعد سیکر سے بگڑ کر سیکڑہ ہوگیا۔ جو اب بھی رائج ہے۔

ہندوستان کے زہریلے سانپوں کی پہچان اور سانپ کے کاٹے کا فوری علاج

مرسلہ ہائی مین پبلسٹی بیورو

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں ہر سال انیس بیس ہزار موتیں صرف سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے ہوتی ہیں بعض تو یہ کہتے ہیں کہ تقریباً ایک سو موتیں روزانہ تمام ہندوستان میں اس وجہ سے ہوتی ہیں۔ بہرحال ہندوستان میں سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے جتنی موتیں ہوتی ہیں اتنی وحشی جانور جیسے شیر۔ چیتا۔ بھالو اور مگر کی وجہ سے نہیں ہوتیں۔ اکثر تو لوگ سانپ کے زہر سے نہیں مرتے۔ بلکہ ڈر سے یا غلط علاج سے مرجاتے ہیں۔ کیونکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ انسان مرجاتا ہے لیکن کاٹنے والا سانپ زہریلے قسم کا نہیں ہے۔ خوف اور جہالت دونوں دور ہو سکتی ہے۔ اگر لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ زہریلے سانپوں کی پہچان کیا ہے اور اس کے علاج کا کیا صحیح طریقہ ہے تاکہ وہ جنتر منتر اور دوسرے پھیروں میں پڑ کر وقت نہ خراب کریں۔

سانپ اکثر برسات کے موسم میں اپنے بلوں سے باہر نکلتے ہیں اور چونکہ یہی زمانہ ہے جبکہ دیہات کے لوگ گھر کے باہر کھیتوں میں کام کرتے ہیں اسلئے زیادہ تر سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے موتیں کھیتوں اور دیہاتوں میں برسات کے زمانہ میں ہوتی ہیں۔

زہریلے سانپ کی پہچان

زمین کے زہریلے سانپ دو قسم کے ہوتے ہیں اوّل کرنڈے جنھیں انگریزی میں وائپر کہتے ہیں اور دوسرا ناگ جنھیں کوبرا اور کریت کہتے ہیں انہیں ہر ایک کی تین تین قسمیں ہیں۔

کرنڈے کی تین قسمیں یہ ہیں۔

(۱) پھنکارنے والا سانپ۔

(۲) بھورسا۔

(۳) گڑھے والا کرنڈیا۔

ناگ کی بھی تین قسمیں ہیں۔

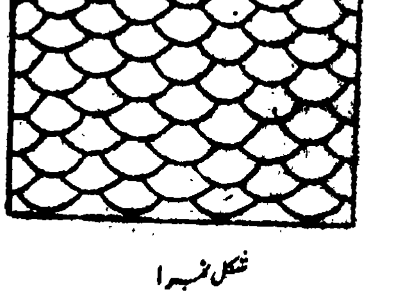
(۱) عام جنگلی ناگ۔

(۲) شاہ ناگ (کنگ کوبرا) اور

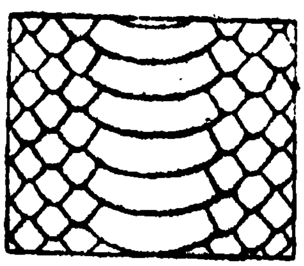
(۳) بھنگارس۔

زمین کے سانپوں کی دم گول ہوتی ہے۔ اس بات کی پہچان کہ سانپ زہریلا ہے یا نہیں بہت ضروری ہے۔ تھوڑی کوشش سے ہر شخص اس علم کو حاصل کرسکتا ہے۔ سانپ کو مارنے کے بعد پیٹھ کے بل پلٹ کر دیکھنا چاہیئے۔

(۱) اگر پیٹ کے نشان چھوٹے چھوٹے چھلوں کی طرح ہوں یا بڑے چھلکوں کی قطار ہو مگر چھلکوں کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے چھلکے ہوں تو سانپ زہریلا نہیں ہے (شکل نمبر ۱ و ۲)



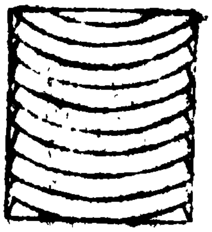
شکل نمبر ۱



شکل نمبر

(۲) اگر سارے پیٹ پر بڑے بڑے چھلکوں کی قطار ہو اور اسکے دونوں طرف چھوٹے چھلکے نہ ہوں (شکل نمبر ۳) تو سانپ زہریلا ہے بشرطیکہ سر پر بھی چھلکے ہوں (شکل نمبر ۴)

(۳) گڑھے دار کرنڈے (یعنی پٹ وائپر) میں علاوہ پیٹ کے چھلکوں کے چہرے کے ایک پہلو کیطرف دیکھنے سے ایک گڑھا نتھنے اور آنکھ کے درمیان نظر آتا ہے اور سر کے اوپر کے چھلکے بجائے چھوٹے چھوٹے ہونیکے بڑے بڑے ہوتے ہیں (جیسا شکل نمبر ۵ اور ۶ میں ہے)



شکل نمبر

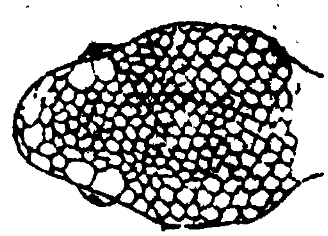
(۴) اگر سانپ کے پیٹ پر شکل نمبر ۳ کیطرح بڑے متوازی چھلکے موجود ہیں اور سر کے اوپر کے چھلکے شکل نمبر ۴ کیطرح چھوٹے چھوٹے نہیں ہیں یا گڑھے والے کرنڈے کا نشان نہیں ہے تو سانپ ناگ (کوبرا) یا بھنگارس (کریت) کی قسم کا ہو سکتا ہے۔

۵۔ (کوبرا) ناگ کی پہچان اسکے پھن سے ہوتی ہے اور اگر چہرے کے ایک پہلو کو دیکھا جاسکے تو اوپر کے ہونٹ کا تیسرا چھلکا نتھنے کے چھلکے سے اور آنکھ سے ملا ہوا نظر آتا ہے (جیسا شکل نمبر ۷ میں ہے)

۶۔ اب آخری قسم بھنگارس (کریت) آتی ہے اگر شکل نمبر ۵ کی طرح سر کے اوپر بڑے چھلکے ہیں اور آنکھ اور نتھنے کے درمیان گڑھا نہیں ہے نہ ہونٹ کا تیسرا چھلکا نتھنے اور آنکھ پر چڑھا ہوا ہے (مانند شکل نمبر ۶ اور سات کے) تو اس بات کی تصدیق کرنے کیلئے کہ سانپ کریت کی قسم کا ہے اس کی پیٹھ دیکھنا چاہئے اگر پیٹھ کے درمیان چوڑے چھ پہل چھلکے کی قطار لمبائی کی رخ میں بنی ہوئی ہے (جیسا شکل ۸ میں ہے) تو اسے زہریلا بھنگارس یعنی کریت) سمجھنا چاہیئے۔

(۷) اب اگر سانپ کے سر کے اوپر شکل ۵ کیطرح بڑے چھلکے ہیں لیکن شکل نمبر ۶۔۷۔۸ کا کوئی نشان نہیں ہے تو سانپ کو غیر زہریلے اور بے ضرر قسم کا سمجھنا چاہیئے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سانپ کاٹنے کے بعد مارا نہیں جاسکا (اور نہ دیکھا جاسکا) تو ایسی حالت میں کاٹنے کے نشانات اور اس جگہ کا معائنہ کرنے سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ آیا سانپ زہریلا تھا یا غیر زہریلا۔ زہریلے سانپوں کے کاٹنے والے دانت صرف ۲ نوکدار اوپر کے جبڑے میں سامنے کیطرف ہوتے ہیں اور جب سانپ کاٹتے ہیں تو یہ دانت کھال میں گھس جاتے ہیں یا کھال میں خراش بنادیتے ہیں اسلئے صرف ۲ سوراخ کاٹنے کے مقام پر دکھائی پڑتے ہیں جنکا درمیانی فاصلہ سانپ کے



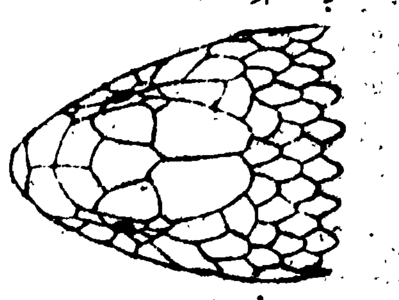
شکل نمبر ۴

منہ کی چوڑائی پر منحصر ہے۔ غیر زہریلے سانپ کے اوپر والے جبڑے میں دانتوں کی قطار ہوتی ہے اور انکے کاٹنے کے مقام پر کئی سوراخ ہو جاتے ہیں یہ دانت نوکدار نہیں ہوتے۔ اور اسکے سوراخ اتھلے نظر آتے ہیں۔ آتشی شیشہ سے سوراخ آسانی سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ جہاں سانپ نے کاٹا ہے اس جگہ کو دیکھنے سے یہ اندازہ لگ سکتا ہے کہ سانپ کا زہر اندر داخل ہوا ہے یا نہیں۔ اگر زہر داخل ہو گیا ہے تو درد فوراً ہی یا تھوڑی دیر کے بعد شروع ہو جاتا ہے درد زور کا اور جھنجھناہٹ کے ساتھ ہوتا، ناگ سانپ کے کاٹنے کے کچھ دیر بعد حصہ سن ہو جاتا ہے کیونکہ اسکا زہر اعصاب کو بےحس کر دیتا ہے۔ زہریلے سانپ کے کاٹنے کے بعد مقام سوج جاتا ہے۔

غیر زہریلے سانپ کے کاٹنے کے بعد دانت کے سوراخوں سے خون بہنا بہت جلد بند ہو جاتا ہے کیونکہ زہر نہ ہونیکی وجہ سے خون قدرتی طور سے جم جاتا ہے اور سوراخوں کے منہ بند کر دیتا ہے لیکن زہریلے سانپ کے کاٹنے کے بعد زہر کے اثر سے خون جم نہیں جاتا اور متواتر پتلا سرخی مائل پانی کی طرح سوراخوں سے نکلتا رہتا ہے۔ زہریلے سانپ کے کاٹے پر کاٹے ہوئے مقام کے چاروں طرف کا حصہ نیلا یا سبز ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں خون کھال کے نیچے جمع ہو جاتا ہے۔ اگر سانپ زہریلا ہے یا زہر اندر داخل نہیں ہوا ہے تو یہ علامت نہیں پائی جاتی۔

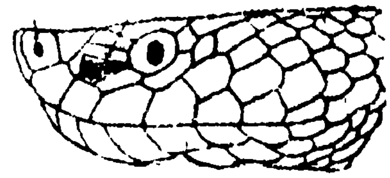
سانپ کے کاٹنے کا فوری علاج

سانپ کا زہر بہت جلد اثر کرتا ہے اور جیسے ہی



شکل نمبر ۵

منٹ میں جسم کے اندر جذب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسکی روک کا انتظام فوراً کرنا چاہئے۔ اگر سانپ مار دیا گیا ہے اور سانپ کو یا مریض کو دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ یقینی نکلتا ہے کہ سانپ غیر زہریلا ہے اور بے ضرر ہے تو کوئی ڈر کی بات نہیں۔ مریض کو ہمت دلانا چاہئے کہ اس کے کاٹنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ایسی حالت میں کسی علاج کی ضرورت نہیں ہے صرف زخم کو صاف پانی سے دھوکر ایک صاف کپڑے کی گدی سے ڈھک کر پٹی باندھ دینا چاہئے تاکہ گندگی اور گرد اسمیں داخل نہ ہو سکے۔ لیکن اگر اس بات کا ذرا بھی شک ہے کہ سانپ زہریلا ہے اور زہر داخل ہو گیا ہے تو فوراً جتنی جلدی ممکن ہو سکے پہلی مدد دینا چاہئے رومال جوتے کے فیتے یا ڈوری سے کاٹے ہوئے مقام کے اوپر کس کر باندھنا چاہئے مثلاً اگر ہاتھ یا پیر میں کاٹا ہے تو زخم کے اوپر عضو میں بندش لگانا چاہئے اور زخم کو اچھی طرح لال دوا کے پانی سے دھوکر صاف کر دینا چاہئے اور اس پر لال دوا مل دینا چاہئے۔ دیہات میں یہ دوا مکھیا یا پٹواری کے پاس ہیضہ کی روک تھام کے لئے

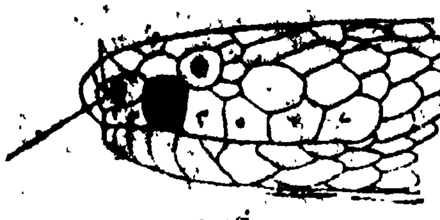


شکل نمبر ۶

رہتی ہے اور ان سے مل سکتی ہے۔ بندش کے بارے میں اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ اتنی کسی ہونی چاہئے کہ عضو میں خون کا دورہ بند ہو جائے۔ بندش بہت دیر تک قائم نہیں رکھی جا سکتی اور اس کو ۱۵ یا ۲۰ منٹ کے بعد ڈھیلا کر دینا چاہئے۔ پہلی مدد دینے کے بعد مریض کو فوراً اسپتال یا ڈاکٹر کے پاس بھیجدینا چاہئے تاکہ سانپ کے زہر مارنیوالی دوا کا انجکشن اور دوسرا مناسب علاج ہو سکے۔

سانپوں سے بچنے کے طریقے

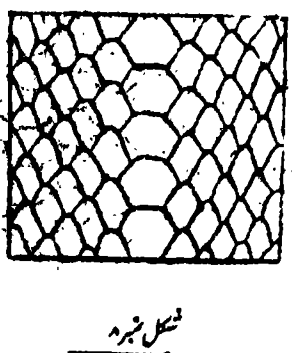
بہت سے سانپ گھروں کے اندر یا مکانات کے قریب رہتے ہیں اس لئے یہ



شکل نمبر ۷

ضروری ہے کہ مکان کا احاطہ۔ کھرپتوار۔ لمبی اگنے والی گھاس۔ بلوں۔ ٹوٹے پھوٹے خالی برتن و کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں سے صاف ہو تاکہ ان میں سانپ دبک کر نہ رہ سکے۔ چھپر کی چھت اور چھتوں پر کپڑا لگانا غیر محفوظ ہے کیونکہ سانپ انھیں رہنا پسند کرتے ہیں۔ سانپ پرانے خالی مکانوں کھنڈروں کے بلوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ خصوصاً اگر انکے قریب میں کہیں پانی موجود ہے چونکہ سانپ خشکی میں رہنے والا جانور ہے اسلئے اس سے بچنے کیلئے چارپائی پر سونا مناسب ہے۔

باغیچوں میں لمبی اور گھنی گھاس نہ اگنے دینا چاہئے کیونکہ اسمیں سانپ رہتے ہیں۔ سانپ بعض وقت باہر سے غسل خانہ اور کمروں کی نالیوں کے ذریعہ ہوکر مکان کے اندر آجاتے ہیں۔ اسلئے ایسی نالیوں کے منہ پر لوہے کی باریک جالی لگانی چاہئے جہاں سانپ زیادہ ہوں وہاں برآمدہ میں پھولوں کے گملے نہ رکھنا چاہئے اور وہاں اندھیرے میں باہر نکلتے وقت روشنی ساتھ رکھنا چاہئے تاکہ سانپ پیر سے دب کر نہ کاٹ سکے۔ دیہات کے لوگ رات میں باہر نکلتے وقت اپنے ساتھ ایک بڑی لاٹھی رکھتے ہیں جسکو زمین پر کھٹکھٹاتے چلتے ہیں یہ بہت عمدہ احتیاط ہے کیونکہ زمین کے ذریعہ سے سانپ کو اس کی آواز جان پڑتی ہے اور وہ راستہ سے ہٹ جاتا ہے۔



شکل نمبر ۸

جانوروں سے سیکھئے

از جناب گپت کرشن

ہم اپنے کو مہذب اور اشرف المخلوقات سمجھتے ہیں۔ مگر ہم میں اتحاد کا نام نہیں ہے۔ دغا، فریب کا چاروں طرف بول بالا ہے باہمی محبت، اعتماد، وفا شعاری اور قربانی کا نقد سبق بہت کچھ ہم جانوروں سے سیکھ سکتے ہیں۔ ذیل میں کچھ واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

کتے کی وفاداری

افریقہ کے جنگل میں ایک مزدور لکڑی کاٹنے گیا۔ مزدور نے (دوپہر کے کھانے کے لئے) لائی ہوئی روٹیاں ایک درخت کے نیچے رکھ دیں اور اپنے کتے کو وہیں بٹھال دیا۔ مزدور دور جنگل میں لکڑی کی تلاش میں چلا گیا۔ جنگلوں کے محقق مسٹر جونس گھومتے ہوئے اُدھر سے گزرے۔ جب وہ کتے کے پاس پہنچے تو اُس جنگل کی طرف سے آتی ہوئی اچانک آگ اُنھوں نے دیکھی اور کتے کو ڈرا کر ہٹانے کی کوشش کی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہٹا نہیں۔ مجبور ہو کر وہ مزدور کو خبر دینے کے لئے آگے بڑھے۔ کچھ دور پر انھیں جب مزدور ملا تو خبر سنتے ہی وہ کتے کے پاس دوڑا۔ لیکن بیہڑ کا جنگل اتنی دیر میں جل کر خاک ہو چکا تھا۔

مزدور کو متفکر دیکھ کر مسٹر جونس بولے "روٹیوں کی فکر نہ کرو۔ میرے پاس ہے میں تمھیں دیدوں گا۔"

وہ بولا "جناب مجھے روٹیوں کی فکر نہیں ہے۔ میرا کتا جل گیا۔ میرے حکم کے خلاف وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ ہوگا۔"

اور دوسرے دن جب دیکھا گیا تو ٹھیک اُسی جگہ پر کتے کی جلی ہوئی ہڈیاں پڑی تھیں۔ مالک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ بغیر ذرا ساہلے ڈلے ہی مر گیا تھا۔

ہمارے ملک میں بھی کتے گھر کی حفاظت کرتے ہیں۔ خانہ بدوش نٹوں، کنجڑوں کو آپ نے دیکھا ہوگا وہاں جہاں جگہ پاتے ہیں وہیں اپنا ڈیرہ ڈال دیتے ہیں اور انھیں کتوں کے بھروسے بے فکری سے سوتے ہیں۔ اگر کہیں دور پر بھی آہٹ ہوئی تو بھونک کر آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔

نیولے کی عقلمندی تو نہیں لیکن وفاداری مشہور ہے۔ مالک کے ناخوش ہوتے ہی وہ اپنے جسم کو زندہ رکھنے کے قابل نہیں سمجھتا اور خودکشی کر لیتا ہے۔

تاریخ میں ایک گھوڑے کا قصہ یوں لکھا ہوا ہے۔ "جب اُس کا آقا ہار گیا اور ہاتھ پیر باندھ کر میدان میں چھوڑ دیا گیا تو گھوڑا جو اپنے مالک سے علٰحدہ کر دیا گیا تھا کسی طرح اپنے بند کاٹ کر اُسکے پاس پہنچا اور مُنہ سے بندھی ہوئی رسّی کے سہارے اُٹھا کر آقا کو اس کے مکان پر لے آیا۔ لیکن یہ سخت محنت اُس کے لئے ناقابل برداشت ہوئی اور وہ فوراً وہیں گر کر مر گیا۔

ایک انگریز کا تجربہ

چین کے پہاڑی راستے بہت زیادہ تنگ ہوتے ہیں۔ ذرا بھی چوک گئے تو ہزاروں فیٹ نیچے کھڈ میں ہڈی پسلی کا پتہ نہیں لگے گا۔ چینی قلیوں ہی کا کام ہے جو اس راستے پر درآمد برآمد کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ ہر سال ہزاروں قلی اسمیں اپنی جانیں دیتے رہتے ہیں۔

مسٹر رابرٹ نامی ایک انگریز شکار کے بڑے شوقین تھے۔ جنگل میں رسّی، بندوق، دوربین وغیرہ کئی چیزیں لیکر گئے۔ وہ مذکورہ بالا قسم کے ایک تنگ راستہ پر جا کر رک گئے۔ اُس پار ریچھ زیادہ تھے اُن کا شکار کرنا تھا۔ دوربین اُٹھا کر راستہ دیکھنے لگے۔ راستہ کے اُس طرف سے ایک ریچھ آرہا تھا۔ وہ بندوق سنبھال کر انتظار کرنے لگے۔ اُسی وقت اس جانب سے بھی ایک ریچھ اسی راستے سے چلا۔ شروع میں راستہ کچھ ٹیڑھا تھا چنانچہ ایک نے دوسرے کو نہیں دیکھا۔ مسٹر رابرٹ نے سوچا کہ دونوں جھگڑ کر کھڈ میں گر پڑیں گے۔ اِدھر سے جانے والا ریچھ بڑا تھا اور اُدھر سے آنے والا چھوٹا۔ دونوں ایک دوسرے کے سامنے پہنچ کر خاموش کھڑے ہوگئے۔ بڑے ریچھ نے بڑبڑا کر کچھ کہا اور دھیرے سے اُسی راستہ پر لیٹ گیا۔ چھوٹا ریچھ آہستہ سے بڑے کے جسم پر سے آگے بڑھا۔ اُسکے نکل جانے پر بڑا ریچھ بھی اپنے راستہ پر روانہ ہوگیا۔ مسٹر رابرٹ پر اسکا بڑا اثر پڑا اور وہ بندوق لیکر خاموش واپس آگیا۔

دیگر مثالیں

صوبہ متوسط میں جنگلوں میں بہوتا شیر اور چیتے ملتے ہیں جنگلی سوّر تو وہاں ہر وقت دیکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہاں کے چرواہے اپنے مویشیوں کے ساتھ بے فکر دیکھے جائیں گے۔ اسکا سبب ہے مویشیوں کی وفاداری۔ صوبہ متوسط میں بھینسوں کے سینگ بڑے بڑے، سیدھا ٹیڑھے اور دونوں طرف پھیلے ہوئے ہوتے ہیں وہ عموماً اُلجھ جاتے ہیں اور آپس میں ٹکرا کر ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔

ایک بار ایک چرواہا اپنے مویشیوں کے ساتھ جنگل سے شام کو لوٹ رہا تھا۔ کہیں سے شیر کی آہٹ ملی۔ مویشی خود بخود چوکنّا ہو گئے۔ چرواہا ایک بڑے بھینسے پر جا بیٹھا دیگر بھینسوں نے اُس بھینسے کو بیچ میں کر لیا۔ بھینسے کی طرف پیٹھ اور باہر کی طرف منہ۔ اس طرح اُن مویشیوں نے ایک گھیرا بنا لیا۔ شیر نے تیزی سے حملہ کیا وہ اُچھلکر بیچ میں سے چرواہے کو لیجانا چاہتا تھا شیر اُچھلا بھینسا ہٹ گیا۔ اُسی لمحہ مویشیوں کا گھیرا پلٹ گیا۔ پشت باہر ہوگئی اور منہ اندر ہوگیا۔ ایک ساتھ صدہا تیز سینگ شیر کے جسم میں پیوست ہو گئے وہ نہ تڑپ سکا اور نہ ہل سکا اور وہیں ختم ہوگیا۔

× × × ×

ایک باغ میں بندر رہتے تھے۔ یوں تو بندر گانوں میں بھی کودتے پھاندتے رہتے تھے۔ کنوئیں کے پاس دن بھر اُن کا اڈا جما رہتا تھا۔ گرمی کے دنوں میں یہیں سے انھیں پانی اور ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی۔ چھوٹے بچے سب کے شریر ہوتے ہیں پھر بندروں کا ذکر ہی کیا انکے تو بوڑھے بھی شریر ہوتے ہیں۔ اُچھل کود میں ایک بچہ کنوئیں میں گر گیا تقریباً سب بندر چیخنے لگے چیخ سنتے ہی سب جمع ہو گئے۔ جھانک کر دیکھا گیا تو بچہ پانی پر تیرتا نظر آیا۔ ایک لمحہ کے بعد ایک بندر جو سب سے طاقتور تھا کنوئیں کے اوپر لگے ہوئے نیٹے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر لٹک گیا۔ دوسرا بندر اُسکے اوپر سے گیا اور اُسکے پچھلے پیر کو کمر کے پاس سے پکڑ کر لٹک گیا اسی طرح یکے بعد دیگرے لٹکتے گئے یہاں تک کہ پانی تک پہنچ کر بچے کو نکالکر ایک ایک کرکے اوپر نکل آئے۔

شکارپوری داستانیں

از جناب لتا شنکر جھا

ضلع بلند شہر میں شکارپور نامی ایک بڑا موضع ہے۔ وہاں کے رہنے والوں کو لوگوں نے خوب بدنام کر رکھا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ شکارپوری لوگ الٹی عقل کے یا بالکل احمق ہوتے ہیں۔ یہ بات اتنی بڑھ گئی کہ چند سال قبل اگر کسی شکارپوری سے کوئی پوچھ لیتا کہ تم کس گاؤں کے رہنے والے ہو تو وہ جوتا ہاتھ میں لیکر جواب دیتا تھا۔

شکارپور کے قصے اکبر بیربل کے لطیفوں کی طرح خوب مشہور ہو گئے ہیں۔ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ شکارپور کی ہوا لگتے ہی دوسرے گاؤں کے سمجھدار آدمی بھی کچھ نہ کچھ حماقت کر ہی گزرتے ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ انسان سے کبھی نہ کبھی حماقت ہو ہی جاتی ہے۔ اور دیگر جگہ کا کوئی خیال نہیں کرتا اور اگر نظر پڑتی بھی ہے تو لوگ بھول جاتے ہیں۔ مگر بیچارے شکارپوری یا اس گاؤں میں کسی سے کوئی حماقت سرزد ہو جائے تو اس بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اور بات مشہور ہو جاتی ہے۔

ایک شکارپوری ڈاک خانے گیا اور ڈاک بابو سے اس نے کہا کہ میرے نام کا کوئی خط ہو تو دیجئے۔ ڈاک بابو نے نام پوچھا تو فوراً جواب دیا کہ میرا نام تو چٹھی پر لکھا ہی ہوگا۔ یہ صحیح ہے بیوقوفی کا اچھا نمونہ ہے لیکن کیا ایسے جواب صرف شکارپور ہی میں سننے میں آتے ہیں؟ ایک دفعہ میں اپنے ایک منصف دوست کے پاس ضلع ساگر (سی پی) کی عدالت میں بات کر رہا تھا۔ اس وقت ایک بندیلکھنڈی آدمی آیا اور دریافت کرنے لگا کہ میرے مقدمے کی شنوائی کب ہوگی؟ منصف صاحب نے نام دریافت کیا تو جواب ملا کہ میرا نام سمن میں لکھا ہوگا۔ منصف نے جھنجھلا کر کہا کہ مجھے تیرا نام نہیں معلوم۔ یہ سن کر وہ دیہاتی بولی میں بولا یہ سرکار غریب آدمی کو کیوں بناتے ہیں۔ سرکار کو میرا نام معلوم، میرے باپ کا نام معلوم، ذات معلوم، عمر معلوم اور کیا نہیں معلوم۔ تبھی تو سمن میں سب لکھا ہے۔ اب تو آپ ایسے بھولے بن رہے ہیں گویا پہچانتے ہی نہیں!"

منصف صاحب کا مزاج بگڑتا گیا لیکن اس نے نام نہیں بتلایا۔ ایسا واقعہ شکارپور میں پیش آتا تو ضرور روایت بن جاتا۔

ایک کہانی ایک جاٹنی کی ہے کہ جب گنگا کی باڑھ اتنی بڑھی کہ تحصیل اور پولیس والے گاؤں خالی کرانے لگے۔ انھیں خوف تھا کہ ساری بستی پانی میں ڈوب جائے گی۔ جب جاٹنی سے گھر چھوڑنے کو کہا گیا تو وہ ہاتھ میں جھاڑو لیکر کھڑی ہو گئی کہنے لگی میں جاٹنی ہوں جاٹنی! کام کر سکتی ہوں۔ گنگا کی باڑھ آئی تو جھاڑو سے سارا پانی گھر کے باہر نکال دوں گی۔ تم سمجھے کیا ہو؟ واہ ری بہادر جاٹنی۔ مگر کیا سماج میں ایسے احمق ہر جگہ نہیں ملتے جو لکیر کے فقیر بن کر وقت کے بڑے سے بڑے انقلاب کو روکنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

ایک شکارپوری جاٹ کی کہانی ہے کہ وہ ہردوار تیرتھ کے لئے گیا تھا اشنان ہو چکا تو پنڈے نے دیکھا کہ چندن ختم ہو گیا ہے۔ فوراً گنگا کے کنارے کی مٹی سے تلک لگا دیا اور کہا "برہمن بچن پرمان۔ گنگا جی کی ریت کا چندن کر کے مان۔" دان دینے کے وقت جاٹ نے ندی میں سے ایک مینڈکی پکڑ لی اور کہا "جٹ بچن پرمان گنگا جی مینڈکی سورن (سونا) کر کے جان۔" اس میں حماقت کی علامتیں تو نہیں پائی جاتیں مگر اس کی حاضر جوابی کا قائل ضرور ہونا پڑتا ہے۔ اس قسم کے قصوں میں شکارپوریوں کے ساتھ بے انصافی ضرور برتی جاتی ہے لیکن وہاں کی بہت سی کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں۔ لوگ اتنا سمجھ لیں کہ ایسے واقعات دوسری جگہ بھی پیش آتے ہیں مگر ناریل اسی پتھر پر پھوڑا جاتا ہے۔

ایک بارات ڈبائی سے انوپ شہر جا رہی تھی۔ انوپ شہر کے کچھ لوگ استقبال کے لئے اس جگہ درختوں کے پیچھے کھڑے تھے جہاں سے شکارپور کو سڑک نکلی ہے۔ باراتیوں کے پہلے یکے میں کچھ نوجوان بیٹھے تھے۔ انھیں مذاق سوجھا۔ فوراً یکوں کے سب پردے گرا کر زنانی سواری کا سوانگ رچا اور یکے والے سے کہا کہ کچھ تیز لے چل۔ مگر استقبال کرنے والوں میں سے کسی نے دیکھ لیا۔ جیسے ہی یکہ قریب سے گزرا کہنے لگے "شکارپور کی سڑک تو یوں جاتی ہے لیکن باراتیوں کو شکارپور کی ہوا لگ گئی ہے۔ مرد لوگ زنانے بن گئے ہیں۔"

انوپ شہر کے ایک بڑے سمجھدار پنڈت کسی کام کے لئے شکارپور گئے صبح ضروریات سے فارغ ہو کر نہائے اور ندی کنارے پوجا کرنے لگے۔ نوکر نے نہانے کے پہلے دو مسواک بنا کر رکھی تھیں۔ ایک دانت صاف کرنے کے لئے اور دوسری زبان صاف کرنے کے لئے۔ پنڈت جی نے ایک ہی سے کام چلا یا۔ نہا دھو کر تبا مبر پہن کر پوجا میں لگ گئے۔ جب پوجا ختم ہوئی تو نگاہ دوسری مسواک پر پڑی۔ بھول کر مسواک اٹھا کر دانت صاف کرنے لگے۔ یار لوگوں نے تاڑ لیا اور کہنے لگے کہ "پنڈت جی تمہارے انوپ شہر میں پوجا پہلے کرتے ہیں اور منہ بعد کو دھوتے ہیں"۔ پنڈت جی نے جواب دیا "انوپ شہر میں تو ایسا نہیں ہوتا۔ مگر شکارپور آ کر یہاں کی ہوا لگ گئی ہے!"

ایک تار والے بابو برہمن۔ ڈاک منشی بن کر شکارپور پہنچے۔ صبح لوٹا لیکر گاؤں کے باہر رفع حاجت کے لئے گئے۔ نہ معلوم کس دھن میں تھے کہ آب دست لینے کی جگہ کلی کرنے لگے۔ ایک کلی کی ہو گی کہ سنبھل گئے۔ غنیمت ہوا کہ کسی نے دیکھا نہیں۔ لیکن ایک دن مجھے یہ قصہ بتلاتے ہوئے قبول کیا کہ شکارپور کی ہوا کیسے لگ گئی۔

ایک بند وبست کے افسر شکارپور گئے اور کسی کھیت کے کنارے کھڑے ہوکر پوچھنے لگے "یہ کھیت کہاں لگتا ہے؟"

شکارپوری نے جواب دیا "صاحب! جب کھڑے ہوتے ہیں تو پیر میں لگتا ہے، بیٹھتے ہیں تو پیٹھ میں لگتا ہے۔"

صاحب جھک کر بولے "ویل، یہ جواب ہم نہیں مانگتا۔ ہم پوچھتا ہے کہ یہ کھیت کدھر لگتا ہے۔" شکارپوری جواب دینے لگا "میں کہہ چکا کہ کھیت کھڑے ہونے پر پیر کے تلوے میں لگتا ہے، بیٹھنے پر کمر میں لگتا ہے، سونے پر پیٹھ میں لگتا ہے اور آپ خفا نہ ہوں اگر میں کہوں کہ سر دے ماریئے تو سر میں لگتا ہے۔" اس کے بعد کسی نے صاحب کو سمجھایا کہ شکارپوری سے کیوں دماغ سوزی کرتے ہیں۔ کھیت شکارپور کی حد میں لگتا ہے۔

اسی طرح سننے میں آیا ہے کہ بلند شہر کے ایک کلکٹر صاحب جو بڑے سخت گیر تھے اور سلام بازی کے بڑے قائل تھے، دورے میں شکارپور گئے۔ دوسرے گاؤں میں تو لوگ کلکٹر کو نہایت ادب کے ساتھ جھک کر سلام کرتے تھے لیکن یہاں لوگ سے یہ بستی نیاری، نہ کوئی ادب کرتا نہ جھکتا نہ سلام کرتا۔ صاحب بڑے ناراض ہوئے۔ ایک برہمن کو سلام نہ کرنے کی یہ سزا دی۔ اسے اپنے سامنے ٹھنڈے پانی سے نہلوا دیا۔ ایک گھسیارے کو یہ سزا دی گئی کہ اسے گھاس کھلانے کا حکم دیا۔ دھینگا مشتی کا زمانہ تھا۔ کوئی کچھ نہ کہہ سکا اور صاحب بلا تکلف حکم دینے لگے۔ آخر اُن کے بوڑھے سررشتہ دار سے نہ رہا گیا۔ اُس نے آکر کان میں کہا "کیا آپ کو بھی شکارپور کی ہوا لگ گئی ہے۔"

لطائف وظرائف

(۱)

پنساری نے چھوٹے موٹے کاموں میں مدد لینے کے لئے ایک لڑکا نوکر رکھا مگر لڑکے کی عقل بہت سست رفتار تھی۔ کئی کئی بار بتانے پر بھی وہ بات نہ سمجھ سکتا تھا۔ ہر روز پنساری اسے پھٹکارتا تھا۔ ایک دن اس نے لڑکے سے کہا "کیا میری عدم موجودگی میں تم نے پولٹری فارم سے انڈے منگوا لئے ہیں؟"

لڑکے نے جواب دیا "جی ہاں"

پنساری نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا۔ لڑکا ہو چلا ہے کچھ عقلمند۔

بولا "کتنے انڈے منگائے ہیں؟"

لڑکے نے جواب دیا "اتنے منگوا لئے ہیں کہ چھ مہینے تک کافی ہوں گے!"

× × × ×

(۲)

ایک شخص ایک گلی میں ایک مکان کے دروازے کے آگے سے گزر رہا تھا۔ دفعتاً ایک شخص اس طرح اس کے قدموں میں آکر گرا جیسے وہ اندر سے کوڑے کرکٹ کی طرح باہر پھینکا گیا ہے۔ وہ شخص زمین سے اُٹھا اور راہرو سے کہنے لگا "یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس طرح یہ مجھ سے پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔ پانچ سکنڈ میں ان سب کو ایک ایک کرکے نکال پھینکوں گا۔ تم ذرا یہیں ٹھہرے رہو اور تماشہ دیکھو۔"

راہرو وہیں کھڑا ہو گیا۔ ایک لمحہ بعد ایک شخص دروازے سے باہر آکر گرا۔

راہرو نے گنتی شروع کرنے کے انداز سے کہا "ایک"۔ "نہیں یہ تو میں ہی ہوں" اس شخص نے زمین سے اُٹھتے ہوئے کہا "مجھی کو انھوں نے پھر باہر پھینک دیا ہے!"

× × × ×

(۳)

اُستاد:۔ محمود۔ زمین کے گول ہونے کے تین ثبوت دو۔

محمود:۔ جناب آپ بھی اسے گول بتاتے ہیں۔ اور والد صاحب بھی اور والدہ صاحبہ بھی۔

× × × ×

(۴)

کانسٹبل:۔ کیوں جناب آپ گذشتہ سال کے لائسنس سے کیوں شکار کھیل رہے ہیں؟

شکاری:۔ میں صرف اُن پرندوں کا شکار کر رہا ہوں جو گذشتہ سال میرے نشانہ سے بچ نکلے تھے۔

× × × ×

(۵)

موہن:۔ کیوں سوہن تمھاری گھڑی تمھیں وقت بتا دیتی ہے؟

سوہن:۔ نہیں بلکہ مجھے اسے دیکھنا پڑتا ہے۔

× × × ×

(۶)

دوست:۔ کیا آپ مہربانی کرکے مجھے ایک روپیہ قرض دیجئے؟

دوسرا:۔ میرے پاس اسوقت ساڑھے پندرہ آنے ہیں۔

پہلا:۔ اچھا تو وہی دے دو۔ باقی کا مجھے تم پر اعتبار رہے۔

× × × ×

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

بہرامپور سرکل (فتحپور) کی سالانہ رپورٹ سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء

بہرامپور سرکل میں سنہ ۱۹۳۵ء سے گاؤں سدھار کا کام شروع کیا گیا۔ وقتاً فوقتاً دیہاتوں کی تعداد گھٹائی بڑھائی گئی۔ اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء سے اس سرکل میں دس گاؤں رکھے گئے ہیں۔ باقی اس سرکل سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ یہ گاؤں ضلع گاؤں سدھار ورکنگ کمیٹی کی طرف سے منتخب کئے گئے ہیں۔ ان دس منتخب دیہاتوں میں اپریل سنہ ۴۱ء سے مارچ سنہ ۴۲ء تک مندرجہ ذیل کام کئے گئے ہیں۔

۱۔ اس وقت سرکل میں ۶ زندگی سدھار سوسائٹیاں اور ۴ گاؤں سدھار کی پنچائتیں ہیں۔ ۴ زندگی سدھار سوسائٹیاں سرکل سے علیحدہ کر دی گئی ہیں۔ موضع سیتا پور کمل گاؤں میں ایک دیہاتی بینک کی بھی اس سال رجسٹری ہوئی جس میں ۵۴ ممبر ہیں۔

۲۔ ۱۴۰ سوختہ گڈھے ۵۰ روشندان ۱۴ کنوئیں صفائی کے اصولوں کے مطابق بنائے گئے ان میں سے ۲ کنوئیں سرکل کے باہر بنوائے گئے اور ۶ کنوئیں نئے تعمیر کئے گئے اور ۶ کنوؤں کی مرمت کرائی گئی۔ دو راستوں میں جن کی لمبائی ۱۶۳ فیٹ ہے اینٹوں کا کھرنجہ کرایا گیا اور ایک راستہ جسکی لمبائی ۹۴ فیٹ ہے کنکر پٹوایا گیا۔ دوا کے بکسوں سے ۲۵۰۰ مریضوں کو دوائیں دی گئیں ۳۲ اشخاص کو چیچک کا ٹیکہ لگایا گیا اور ۴۲ اشخاص کو فرسٹ ایڈ (ابتدائی امداد) کی ٹریننگ دی گئی۔ ایک غسلخانہ اسرینہ میں بنایا گیا۔

کھیتی باری

۴۲ نمونے کے گڈھے بنائے گئے۔ ۸ آبپاشی کے لئے کنوئیں بنوائے گئے اور ۴ کی مرمت کی گئی۔ ۲ مسٹن ہل دیہاتوں میں خریدے گئے۔ ۲۵ بچھڑے بدھیا کئے گئے۔ ۱۰۰ من ترقی دادہ بیج ربیع کے اور ۲۱۰ من خریف کے بیج سوائی پر گاؤں سدھار گاؤں میں تقسیم کئے گئے۔

اشاعت و تعلیم

سب پنچائتیں اپنی مقررہ تاریخ میں مہینے میں دو بار اپنے جلسے کرتی رہیں۔ سرکل میں ۲ اسکاوٹ ریلیاں بھی کی گئیں جس میں انعام دیئے گئے۔ ۱۴ اکھاڑے برسات کے زمانہ میں کھولے گئے اور دو انعامی دنگل ہوئے جس میں پچاس روپیہ چندہ کرکے بہرامپور اور کمالی پور کی پنچائتوں نے انعام تقسیم کئے۔ دو بالغوں کے مدرسے کمالی پور اور سستن گاؤں میں کھولے گئے۔ اور دو بچوں کے اسکول دہولی و نین پور میں چلائے جا رہے ہیں۔ اور دہولی میں بچوں کا اسکول اب بھی چل رہا ہے۔

سرکل کے ہر گاؤں میں سیوا دل قائم کئے گئے اور موضع اسرینہ زندگی سدھار سوسائٹی نے رات کو پہرے کا انتظام کیا جو اب تک جاری ہے اس میں پولیس کا تعاون حاصل ہونے کے باعث زیادہ خوبی کے ساتھ کام ہو سکا ہے۔ جسکے لئے گاؤں والے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے گاؤں کے غریبوں کو چوری سے بچایا ہے۔

سرکل کے ہر گاؤں میں اسکاوٹ جماعتیں قائم کی گئیں۔ ۲۲۸ اسکاوٹ بنائے گئے۔ ۱۲ اسکاوٹوں کو محکمہ کی امداد سے وردیاں بنوا دی گئیں اور ۲۵ اسکاوٹوں نے اپنے پاس سے وردیاں بنوائیں۔

ہرپاؤ کے میلے میں ۳ دن تک اسکاوٹوں نے میلے کا انتظام کیا اور کھوئے ہوئے بچے اور میلوں کی صفائی، جوا، چوری وغیرہ سے گاؤں کے باشندوں کو بچایا اور سرکاری آدمیوں کی مدد کی۔ میلے میں جناب چیرمین صاحب گاؤں سدھار کی موجودگی میں ورزش اور کھیل کا مظاہرہ بھی اسکاوٹوں کی طرف سے ہوا۔ اس وقت موضع سیتا پور کا پنچایت گھر بن کر تیار ہو گیا اور موضع اسرینہ و بہرام پور کے پنچایت گھر زیر تعمیر ہیں جو کہ بہت جلد اسی سال بنکر تیار ہو جائیں گے۔

موضع دہولی / سیتا پور / کمالی پور / سستن گاؤں زندگی سدھار سوسائٹی نے ہفتہ وار اخبار اور دہولی سوسائٹی نے ماہوار رسالہ ہل منگوایا۔

تعمیری کام

سرکل کے حسب ذیل دیہاتوں میں مرمت کے کام اس سال کے آخر تک پورے کرائے گئے۔ یہ سبھی کام ٹریننگ سے واپس آنے کے بعد (اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء کے بعد) شروع کرائے گئے۔ جبکہ اس سرکل میں خریف اور ربیع دونوں کی فصلیں بارش نہ ہونے کے باعث بہت زیادہ خراب ہو گئیں اور کاشتکاروں کو بڑی مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔

۱۔ موضع دھرم داس پور / بہرام پور دہولی نتھن پور میں نئی کچی سڑکیں گرانڈ ٹرنک روڈ سے گاؤں تک ۱۸۹۹ فیٹ لمبی بنائی گئی اور کمالی پور و سیتا پور کی سڑکوں کی مرمت کرائی گئی۔

۲۔ ان سڑکوں میں بارش کا پانی نکلنے کے لئے ۶ پلیاں اور ۷ نالیاں پختہ بنائی گئیں۔

۳۔ ۷ کنوئیں اور سات پرانے کنوؤں کی مرمت کرائی گئی اور ایک غسلخانہ بنایا گیا۔

۴۔ دو راستوں میں جن کی لمبائی ۱۶۳ فیٹ ہے اینٹوں کا کھرنجہ اور ایک راستے میں ۹۴ فیٹ لمبائی میں کنکر پٹوایا گیا۔

بہرام پور سرکل کے دیہاتوں میں سنہ ۱۹۴۱-۴۲ء میں ۱۹۲۸ روپئے ۱۵ آنے کل امداد گاؤں سدھار سے دی گئی اور کل خرچ ۴۲۹۹ روپئے ۱۳ آنے نہ پائی مرمت کے کاموں میں صرف ہوئے۔ مندرجہ ذیل کاموں کے لئے گاؤں سدھار سے امداد حاصل ہوئی۔

۱۔ کنوئیں ستے درمست ۱۱۹۰۷ روپئے ۱۴ آنے۔

۲۔ چلیا۔ ۱۷۹ روپئے ۴ آنے۔

۳۔ سڑک نئی بنانے میں ۱۵۲ روپے ۵ آنے۔

۴۔ پنچایت گھر۔ ۳۰۰ روپئے۔

۵۔ کھرنجہ اور کنکر راستے میں پڑوائے گئے ۱۰۹۵ روپئے ۷ آنے۔

نوٹ۔ اس امداد کے علاوہ بقیہ خرچ گاؤں والوں نے کیا جسکی تعداد ۳۲۰۷ روپئے ۹ آنے ہے سرکل کی ایک مرکزی گاؤں سدھار پنچایت ہے جس میں ہر ایک پنچایت کی طرف سے ایک منتخب کیا ہوا ممبر ہے اسکا ماہوار اجلاس ہر ماہ کی ۲۵ تاریخ کو ہوا کرتی ہے اس پنچایت کے ذریعہ ۱۴ معاملات طے ہوئے اسکا سرمایہ ممبروں کی غیر حاضری اور فیس داخلہ کے ذریعے اب تک ساڑھے چودہ روپیہ ہے۔

اس سرکل کے گاؤں سدھار کام کا حسب ذیل نے معائنہ فرماکر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

۱۔ حاکم پرگنہ فتح پور۔ ۲۔ سکریٹری صاحب گاؤں سدھار۔ ۳۔ چیرمین صاحب گاؤں سدھار۔ ۴۔ ڈی۔ ایس۔ گاؤں سدھار۔ ۵۔ ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ اصلاح نیشکر۔ ۶۔ ہیلتھ افیسر۔

اس سرکل سے دو اصحاب اس سال ضلع گاؤں سدھار بورڈ کے لئے ممبر منتخب کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک تو بابو ستیہ نرائن پرساد بہرام پور ہیں اور دوسرے سری گج راج پرساد سرپنچ کمالی پور ہیں۔ ان ہر دو اصحاب نے تن من دھن سے گاؤں سدھار کے کام میں ہاتھ بٹنایا۔

گاؤں سدھار کے کام میں ہونے والی کچھ دقتیں

۱۔ کھاد کے گڈھے، پنچایت گھر اور سڑک کے بنوانے کے لئے زمیندار اپنی زمین نہیں دیتے اور رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔

۲۔ جو شخص زندگی سدھار سوسائٹی کا ممبر نہیں ہے اس کے اوپر سوسائٹی کا کوئی حق نہیں چنانچہ وہ لوگ کوئی نہ کوئی دشواری پیدا کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ فیس ممبری، سوائی غلہ کی وصولیابی پنچایت دیئے ہوئے فیصلوں کے نہ ماننے پر کوئی طریقہ سوائے ثالثی کارروائی کے نہیں ہے۔ اس کی جگہ پر پنچایتوں کے معاملات سکریٹری گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے ذریعے طے کئے جانے کا انتظام ہونا چاہیئے۔

۴۔ گاؤں سدھار دیہاتوں میں جو چالان محکمہ صفائی کی طرف سے کئے جائیں ان میں جو جرمانے ہوں اس میں کی نصف رقم پنچایت کو واپس کرنے کا انتظام کیا جائے۔

۵۔ زندگی سدھار سوسائٹی اور گاؤں سدھار پنچایت کے معمولی قانونی اختیارات۔ دیوانی و فوجداری اور صحت کے معاملے میں ملنے چاہئیں۔ تاکہ پنچایت بروقت قانونی کارروائی بھی کرسکے۔

۶۔ پنچائتوں کی امداد کے لئے گاؤں کا چوکیدار معاون بنایا جائے اور محکمہ پولیس کی طرف سے اسکاؤٹ جماعت اور محافظ دیہات جماعت کو پہرے وغیرہ کے کاموں میں پورا پورا تعاون حاصل ہونا چاہیئے۔

۷۔ گاؤں سدھار دیہاتوں میں چوکیدار اور مکھیا کا انتخاب پنچائتوں کی رائے سے کئے جانے کا انتظام ہونا چاہیئے۔

۸۔ گاؤں سدھار کے ماتحت ڈسٹرکٹ بورڈ کے پرائمری اسکولوں میں گاؤں سدھار فرسٹ ایڈ اور اسکاؤٹنگ کی طرف سے پروپیگنڈے کے لئے حلقے کے آرگنائزر کو ڈسٹرکٹ بورڈ سے اجازت ملنی چاہیئے۔

۹۔ جو شخص گاؤں سدھار کے کاموں میں مدد نہ کرے اور ہر قسم کی روکاوٹیں پیدا کیا کرتے ہیں ان کے لئے پنچایتوں یا آرگنائزر کی رپورٹ پر سکریٹری ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے ذریعے قانونی کارروائی کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

۱۰۔ گاؤں سدھار افسر صاحب یوپی جو سرکلر ضلع کے نام جاری کریں اور جو پنچایتوں سے متعلق ہوں وہ ہر ایک محکمہ بلیٹین شائع ہوا کرے۔ اور پنچایتوں کے ممبروں کے فرائض، کارروائی اور گاؤں سدھار اسکیم کو زیادہ ہر دلعزیز بنائے جانے کے لئے تبلائے جایا کریں۔

۱۱۔ ہر سرکل میں ایک سرکل پنچایت قائم کی جائے جس کو سرکاری دیہاتی پنچایت کی طرح قانونی اختیارات دیئے جائیں۔

امید ہے کہ گاؤں سدھار افسر صاحب یوپی مندرجہ بالا مشکلات پر ضرور توجہ فرمائیں گے۔ تاکہ ان کاموں میں پیش آنے والی دشواریوں کا انسداد ہوسکے۔

ستیہ نارائن پرشاد
ضلع گاؤں سدھار بورڈ (فتح پور)

یوپی کوآپریٹو انڈسٹریل فیڈریشن

سوت کا جال بنانا

یوپی کوآپریٹو انڈسٹریل فیڈریشن کیطرف سے کئی ہزار سوتی جال بنانے کا آرڈر ملا تھا امید کی جاتی ہے کہ فیڈریشن اس کام کو دو ماہ میں پورا کر دے گا۔

کانپور کی الگن اور اتاور ملوں سے فیڈریشن نے سوت خریدا اور اسے جال بنانے والے سنٹروں پر بھیجدیا۔ جال بنانے والے سنٹروں میں سندیلا، ٹانڈا، جلالپور، نگھر۔ بنارس اور کڑا وغیرہ کے اسٹور اور سوسائٹیاں شامل ہیں۔ ان مقامات پر سوت کی کتائی بھی ہوتی ہے لیکن لکھنؤ میں خاص طور سے جال کا کام ہوتا ہے۔

وار سپلائی ، سامان جنگ کی تیاری اور

انڈسٹریل سکے اسسٹنٹ رجسٹرار نے ہدایت کی ہے کہ خانگی صنعت وحرفت کے اصول پر کام ہونا چاہیے اور کام میں حتیٰ الامکان پورے کنبے کو محنت کرنی چاہیئے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ تقریباً ۳۰۰۰ بننے والے کام کر رہے ہیں اور ہر شخص کو ۸ آنے سے ۱۰ آنے روزانہ تک مزدوری مل جاتی ہے جب پورا کنبہ اس کام میں ہاتھ بٹاتا ہے تو ان کی آمدنی میں ۵۰ فیصدی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

حکومت نے ۱۲ لاکھ روپئے بغیر سود کے رجسٹرار کو دے رکھے ہیں جس سے سامان جنگ تیار کرانے کا حکم ہے۔ جال کا کام بھی اسی روپئے سے کیا جا رہا ہے۔

ٹرانس گومتی کوآپریٹو کالونائزیشن

سوسائٹی لکھنؤ

ٹرانس گومتی کوآپریٹو کالونائزیشن سوسائٹی کی سالانہ میٹنگ میں تقریباً ۲۰ ممبر موجود تھے۔ جس میں مسٹر ارشاد حسین صاحب اسسٹنٹ رجسٹرار لکھنؤ بھی شامل تھے۔ آئندہ سال کے لئے مندرجہ ممبران کا انتخاب عمل میں آیا۔ مسٹر کے۔ این۔ ککڑ صدر۔ مسٹر اشوک دیو سکریٹری مسٹر جے این بھٹناگر، مسٹر درگا پرشاد تیواری، مسٹر باسدیو، مسٹر مہادیو پرشاد اور مسٹر رامیشور دیال مینیجنگ کمیٹی کے ممبر اور مسٹر مہادیو پرشاد کھرے خزانچی منتخب ہوئے۔

سنہ ۱۹۳۶ء میں یہ سوسائٹی اس لئے قائم کی گئی تھی کہ اس کے ذریعے اوسط درجے کے لوگوں کو مکان بنانے کے لئے زمین دلائی جائے ڈالی گنج میں تقریباً دس بیگہ زمین سوسائٹی نے دس ہزار پانچ سو روپئے میں خریدی اور اس کے ۴۲ پلاٹ بنائے گئے جو ۴۰ ممبروں کو دیئے گئے زمین کا نرخ فی مربع فٹ ۶ پیسے تک پڑا۔

لینڈ ایکولیزیشن ایکٹ کے مطابق سوسائٹی دس بیگہ زمین اور لینے والی ہے

ہردوئی راجہ گروپ کانفرنس

ضلع جالون کے موضع ہردوئی راجہ میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی جس میں جالون سرکل کی چھ سوسائٹیوں کے ۵۰۰ ممبر اور غیر ممبر اصحاب موجود تھے۔

سرپنچوں، ممبروں اور غیر ممبروں نے اپنی تقریروں میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کاموں پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ قرض دینے والی سوسائٹیاں کسانوں کو سستی شرح سود پر اور ٹھیک وقت پر قرض دیتی ہیں اور اسٹور کے ذریعے عمدہ اور سستا بیج آلات زراعت، اشیاء خوردنی، کپڑے گھی، تیل، کتابیں، کاغذ اور دیگر روزمرہ ضروریات کی چیزیں ملنے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ کفایت شعاری سکھانے والی سوسائٹیاں کسانوں کو بتلاتی ہیں کہ وہ اپنی آمدنی کس طرح خرچ کریں اور بچائیں۔ زندگی سدھار سوسائٹیاں زندگی کی اصلاح سکھاتی ہیں۔

صنعت وحرفت کے فوائد بھی لوگوں کو سمجھائے گئے اور یہ طے پایا کہ ان کا دیہاتوں میں کافی پروپیگنڈہ کیا جائے صنعت وحرفت کے کاموں میں نیواڑ بنانے کا بھی ایک خاص درجہ ہے۔ یہ کام بڑی آسانی سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد کانفرنس کی کارروائی ختم ہوئی۔

کوآپریٹو ہیلتھ اینڈ کیمیکل لیبریٹری

لکھنؤ میں کوآپریٹو ہیلتھ اینڈ کیمیکل لیبریٹری کے عام اجلاس میں آئندہ بننے والی سکیموں پر غور کیا گیا۔ ممبر سوسائٹیوں کے ڈیلیگیٹ اجلاس میں موجود تھے جناب ایس۔ ایس۔ حسن۔ آئی۔ سی۔ ایس رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز، رائے صاحب گوپال لال سکریٹری ملک یونین، خانصاحب محمد حامد چشتی، خانصاحب مرتضیٰ علی، جناب ارشاد حسین اور ڈاکٹر کے۔ ایل گنگولی کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

اجلاس میں ممبران بورڈ کا انتخاب ہوا اور اس نئے بورڈ نے سنہ ۱۹۴۲-۴۳ء کے پروگرام کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کیا۔

صوبہ میں کیسن، کیلشیم، لیکٹیٹ اور لیکٹوز بنانا سب سے پہلے سوسائٹیوں نے شروع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ کمسٹوں سائنس دانوں اور ڈاکٹروں کو اور سنٹرل گورنمنٹ کے سپلائی ڈپارٹمنٹ میں خاص طور سے ان چیزوں کی مانگ بہت ہے اس سوسائٹی میں ۶۰ پونڈ روزانہ کے قریب مکھن بھی تیار ہوتا ہے۔ محکمہ امداد باہمی کا خیال ہے کہ تجارتی اصول پر اور بھی زیادہ مکھن کیسن اور کیلشیم لیکٹیٹ وغیرہ بنایا جائے۔

جادو کی چھڑی

چھوٹے چھوٹے المونیم کے جہاز ایک چھڑی ہلاتے ہی ہوا میں تیرنے لگتے ہیں اور بغیر کسی سہارے کے کئی منٹ تک ہوا میں ٹھہرے رہتے ہیں۔ یہ کرشمہ ایک برقی سٹ کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے۔ سٹ ایک ربڑ کی چھڑی اونی پارچہ اور المونیم کے چند چھوٹے چھوٹے جہازوں پر مشتمل ہے۔ ربڑ کی چھڑی کو پارچہ سے رگڑا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے ایک منفی برقی طاقت ربڑ میں آن جمع ہوتی ہے اس کے بعد المونیم کے ہوائی جہاز کو اس چھڑی سے چھو دیا جاتا ہے اور ان میں بھی وہی منفی برقی طاقت سرایت کر جاتی ہے یہ عجیب وغریب اختراع بچوں کے لئے یقیناً بڑا دلچسپ کھلونا ہے۔

روس کا تیل کا علاقہ۔ کاکیشیا

(ایک کاکیشین کے قلم سے)

[کاکیشس اور اُسکے پُراسرار باشندوں کے متعلق ہندوستانی ایک زمانے سے بہت سی باتیں سنتے ہیں۔ آج یہ جگہ دُنیا بھر کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ کاکیشس کے قدرتی وسائل، خصوصاً اسکے تیل کے کنوئیں روس کے لئے کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس پر فاضل مضمون نگار نے یہاں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ مضمون کا پہلا حصّہ ہدیۂ قارئین ہے۔]

بحرِ اسود اور بحرِ کیسپین کے درمیان ایک لمبا علاقہ ہے جو ۲۰۰ سے ۵۰۰ میل تک چوڑا ہے۔ یہ ایشیا مائنر یعنی ٹرکی اور ایران کو یورپی مشرقی روس سے ملاتا ہے۔ اسی علاقہ کو کاکیشس کہتے ہیں۔

اگرچہ کچھ عرصہ سے کاکیشس کی طرف سب کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں پھر بھی عام ہندوستانیوں کو اسکے متعلق زیادہ علم نہیں ہے۔ غالباً وہ صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ دُنیا کا دوسرا تیل کا سب سے بڑا ذخیرہ اسی میں ہے۔ باکو کے قریب ہے۔ برف سے ڈھنکا ہوا سلسلۂ کوہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا حملہ آور کا راستہ روکتا ہے اور اسی کاکیشس کے علاقہ میں اسٹالین کی پیدائش ہوئی تھی۔ اب وہ یہ بھی جان گئے ہیں کہ اسی کاکیشس پر جرمن شمال کی طرف سے حملہ کر رہے ہیں۔

کریمیا کے علاوہ کاکیشس روس کا دلکش ترین حصّہ ہے۔ خصوصاً بحرِ اسود کے ساحل کی آب وہوا صحت کے لئے بیحد مفید ہے۔ اسی ساحل پر شمال میں نوووروسیسک سے جنوب میں ۳۰۰ میل باطوم تک کتنے ہی خوبصورت مقامات ہیں جہاں لوگ اپنی صحت درست کرنے کے لئے جایا کرتے ہیں۔ کاکیشس میں جہاں ایک طرف معتدل آب وہوا ہے اور انگور، کھجور، چائے اور ریشم کے باغات کا دلفریب منظر نظر آتا ہے وہاں دوسری طرف اس میں سلسلۂ کوہ کی ترائی کے گھنے جنگل بھی ہیں جن سے بیش قیمت عمارتی لکڑی حاصل ہوتی ہے۔ اتنا ہی نہیں۔ یہاں کوہ ایلپس جیسے علاقہ بھی ہیں جہاں برفیلی چوٹیاں فلک بوس نظر آتی ہیں۔

سلسلۂ کوہ

کاکیشس کا سلسلۂ کوہ شمال مغرب (کراسنودار) سے جنوب مشرق (باکو) تک چلا گیا ہے۔ اسکے وسط میں صرف ایک موٹر کی سڑک ہے۔ سلسلۂ کوہ کی سب سے اونچی چوٹیاں ماؤنٹ البرز (۱۸٫۵۰۰ فیٹ) اور ماؤنٹ تاج بیک (۱۶٫۷۰۰ فیٹ) بلند ہیں جو یورپ میں سب سے اونچی ہیں۔

سلسلۂ کوہ نے کاکیشس کو دو بڑے حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ شمالی کاکیشس کا زرخیز زرعی حصّہ اور جنوبی پہاڑی حصّہ۔ انتظامِ حکومت کی سہولت کے لئے شمالی حصّہ کو تین ضمنی حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جن کی آبادی ۰۰۰٫۰۰۰٫۱۱ ہے۔ یہ پنجاب کی آبادی سے کچھ کم ہے اگرچہ علاقہ کا رقبہ ۲ لاکھ مربعہ میل یعنی پنجاب کے رقبہ سے کچھ زیادہ ہے۔

اوپر کے تین حصّوں میں سے ایک ازدو ہے۔ جس کا دارالحکومت روسٹوف آن ڈون ہے اور اس کا خاص بندرگاہ نوووروسیسک ہے۔ اسی صوبہ کے دریائے ڈون کی گھاٹی میں کوئلے کی مشہور کانیں ہیں۔ روسٹوف مشینوں کی تجارت کا خاص مرکز ہے۔ یہاں کی زراعتی مشینوں کی موجودہ تیاری گذشتہ دو پنجسالہ اسکیموں سے قبل تمام روس کی کل تیاری سے بھی زیادہ ہے۔ ڈون اور کیوبن دریاؤں کے وسیع میدانوں میں غلّہ بڑی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔

یہاں کھیتی کا کام اوّل سے آخر تک مشینوں سے ہوتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ صبح تڑکے جو فصل کھیتوں میں لہلہاتی نظر آتی ہے وہی دن بھر میں کٹ کر غلّہ بالوں سے الگ ہو کر لاریوں میں بھر کر اسٹیشن پہنچ جاتا ہے اور مال گاڑیوں میں بھر کر روانہ بھی ہو جاتا ہے۔ اسٹیمروں میں لادنے کا کام بھی مشین ہی کرتی ہیں۔ برآمد کا خاص بندرگاہ نوووروسیسک ہے۔ یہاں غلّہ جمع کرنے کے بڑے بڑے گودام ہیں جن میں سے مشینوں کے ذریعے مال جہازوں میں بھر دیا جاتا ہے۔

ایک درجن جمہوریتیں

شمالی کاکیشین اور ٹرانس کاکیشین علاقوں میں تقریباً ایک درجن پہاڑی باشندوں کی جمہوریتیں ہیں۔ تاریخ میں یہاں کے باشندوں کی بہادری بڑی مشہور رہی ہے۔ جارجین، آذربائیجان اور آرمینیا کی جمہوریتوں میں باہمی اغراض کے باعث جھگڑا ہوتا رہتا تھا لیکن ۲ پنجسالہ اسکیموں کے باعث تجارت وصنعت میں غیر معمولی ترقی ہوئی ہے اور اسکے نتیجے میں جمہوریتوں میں اتحاد کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ پہاڑی نہروں کے پانی کو کام میں لاکر برقی قوت حاصل کی گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتنی ہی جگہوں میں صنعتی پیداوار ۱۹۱۳ء کے مقابلہ میں ۲۵ فی صدی بڑھ گیا ہے۔

(باقی آئندہ)

دلچسپ معلومات

پانی کے اندر کی تصویر کھینچنے والا کیمرہ

حال ہی میں ایک اس قسم کا کیمرہ ایجاد کیا گیا ہے جو کہ پانی کے اندر کی تصاویر بخوبی کھینچ سکتا ہے۔ اس کی ایجاد سے بے شمار ایسے آبی جانداروں کا پتہ لگا ہے جن سے پہلے دنیا ناواقف تھی۔

دنیا کا بہترین مندر

دنیا کا بہترین مندر جین کا ہے۔ اس کا نام "سورگ" ہے۔

بے سایہ درخت

آسٹریلیا کے درخت عموماً بے سایہ ہوتے ہیں۔ ان کے پتے عام درختوں کی طرح نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک خاص قسم کے ہوتے ہیں۔

درختوں کو بخار

ایک ڈاکٹر نے دریافت کیا ہے کہ درختوں کو بھی بخار ہو جاتا ہے۔

دودھ کا پودا

چین میں اس قسم کا ایک پودا پایا جاتا ہے۔ جس سے مصنوعی دہی، دودھ اور گھی تیار کیا جاتا ہے۔

بہترین کھاد

حال ہی میں اس قسم کی کھاد تیار کی گئی ہے جس سے دس گنا فصل حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے استعمال سے سیر سیر بھر کے آلو نہایت آسانی سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

جاپانی گالی

جاپان کے لوگوں کی سب سے بڑی گالی یہ ہے "کہ تم جاپانی نہیں ہو"

جراثیم کی دشمن

چوہے کی راکھ جراثیم کی سخت دشمن ثابت ہوئی ہے۔

مچھلیوں کے لئے مچھلی نما کانٹے

اب سائنس گھریلو ضرورتوں اور اشغال میں آسانیاں پیدا کرنے کی طرف بھی متوجہ ہو رہی ہے۔ مچھلی کے شکاریوں کے لئے ایک صناع نے حال ہی میں ایک عجیب و غریب چیز تیار کی ہے۔ اس نے لوہے اور المونیم کے مرکب سے ایسی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بنائی ہیں جو کانٹے کی جگہ ڈور میں باندھ کر پانی میں ڈال دی جاتی ہیں۔ ان مصنوعی مچھلیوں کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ بڑی مچھلیاں انہیں اپنی ہی جنس سمجھ کر کھانا چاہتی ہیں۔ جونہی وہ ان پر منہ ڈالتی ہیں کانٹا ان کے حلق میں چبھ جاتا ہے اور ڈور میں پھنسی ہوئی چلی آتی ہیں۔ ویسے تو یہ نقلی مچھلیاں مچھلی کی ان شکاریوں ہی کے لئے بنائی گئی ہیں جو بطور شغل مچھلی کا شکار کھیلتے ہیں مگر خیال کیا جاتا ہے کہ اس عجیب و غریب اختراع کا ماہی گیری کی صنعت پر بڑا گہرا اثر پڑے گا۔

کسانوں کے فائدے کی بات

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

ہندوستان میں سنئی کی کاشت سب سے زیادہ ہمارے صوبہ میں ہوتی ہے۔ یہاں سے لاکھوں من سن ہر سال دیگر ممالک کو بھیجا جاتا ہے۔ پرتاب گڑھ، الہ آباد، بنارس، جونپور، اعظم گڑھ، گورکھپور، اور بلیا بھیت کے اضلاع اسکے لئے خاص طور سے مشہور ہیں۔ اس وقت لڑائی کا سامان مثلاً جال، ٹاٹ پٹی، جھولے وغیرہ کے بنانے میں سن کی مانگ بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے دام اچھے مل رہے ہیں۔ جو سن چار پانچ روپئے من فروخت ہوتا تھا اسکی قیمت اس سال ۱۲ چودہ روپئے من تک پہنچ گئی ہے۔

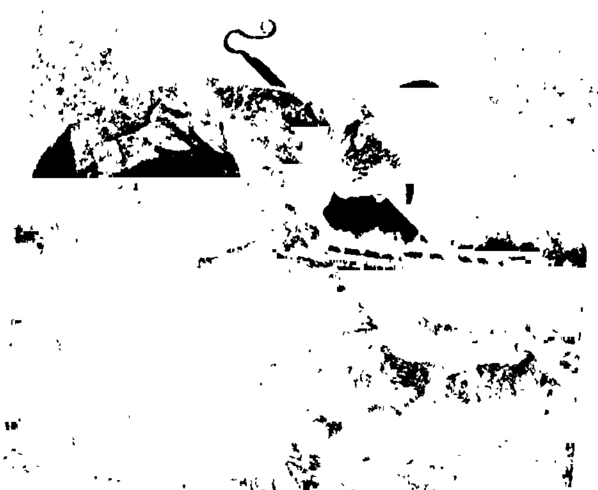
اپنی پیداوار بڑھانے کے لئے بہت سے کسان اپنے کھیتوں میں ہری کھاد کے لئے سنئی بوتے ہیں اور فصل تیار ہو جانے پر ہینگا یا پاٹا چلا کر کھڑی فصل کو کھیت میں گرا دیتے ہیں اور ہل چلا کر مٹی سے دبا دیتے ہیں۔ اس کام کے لئے ایسے ہل جو مٹی پلٹتے ہیں زیادہ موزوں ہوتے ہیں سنئی کے پودے کچھ دنوں میں سڑ کر کھاد بن جاتے ہیں۔ ڈائریکٹر صاحب محکمہ زراعت کا بیان ہے کہ اگر سنئی کو جڑ اور قریب ایک بالشت بھر اوپر کی کونپل کاٹ کر کھیت میں سڑا دیا جائے اور پودے کا باقی حصہ سڑا کر سن نکالا جائے تو اس سے کھیت کو کھاد بھی قریب قریب اتنی ہی مل جائیگی جتنی کہ پوری فصل کو سڑانے سے ملتی ہے اور کسان کو فروخت کرنے کے لئے کافی سن بھی مل جائیگا۔ یا یوں کہئے کہ اسکو آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام مل جائینگے۔

اسلئے کسانوں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کھاد اور سنئی تیار کر کے اپنی پیداوار بڑھائیں اور اچھی قیمت حاصل کریں۔ امید ہے کہ وہ اس سنہرے موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینگے۔

انگلینڈ میں اُون کی صنعت







برطانیہ کے گھاس سے بھرے ہوئے قطعے بھیڑ پالنے کے لئے بہت مفید ہیں انھیں قطعوں کی بدولت برطانیہ میں اونی بالوں کے کارخانے چلتے ہیں۔ صدیوں قبل جب اہل روم برطانیہ میں آئے تھے تو انھوں نے یہاں کا اُون اپنے شہنشاہ کے پاس بھیجا تھا۔ کیونکہ وہ مکڑی کے جالے کی طرح ملائم تھا۔ آج بھی برطانیہ اُون کی صنعت میں دنیا بھر میں مشہور ہے اور ساری دنیا میں اس کا اُون قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس تصویر میں گڈریئے نے اپنی سفید اون والی بھیڑوں کو جمع کر کیا ہے۔

(دوسری تصویر)

برطانیہ میں بھیڑ کے چرانے میں کتے سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس تصویر میں ایک کتا اپنے آقا کے پاس بیٹھا ہوا بھیڑوں کے جھنڈ کی حفاظت کر رہا ہے۔

(تیسری تصویر)

اس تصویر میں ایک ستر سالہ بوڑھا گڈریا اپنے بھیڑ کے بچے کو جس کی ماں مر گئی ہے، بوتل سے دودھ پلا رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز گڈریئے اپنی بھیڑوں کو کتنا پیار کرتے ہیں۔

لطیفہ

ایک دوست۔ کہئے جو ناول میں نے آپ کو دیا تھا اُس میں کچھ لطف آیا؟

دوسرا دوست۔ جی ہاں وہ بڑا سبق آموز ہے۔

پہلا دوست۔ اچھا آپ نے اُس سے کیا سبق حاصل کیا؟

دوسرا دوست۔ یہی کہ اس ناول کے مصنف کی کوئی اور کتاب نہ پڑھی جائے۔



اپنے خبرات

مشرقی اضلاع میں کنوؤں کی بورنگ

یو۔پی کے مشرقی اضلاع میں جہاں نہریں اور ٹیوب ویل نہیں ہیں آبپاشی کی سہولت کے لئے حکومت یو۔پی نے پختہ کنوؤں کی بورنگ کرانے کی ایک اسکیم بنائی ہے۔ اس مد میں ۱۹۴۳-۴۴ء کے لئے ۳۹،۲۹۰ روپئے کی رقم الگ کر دی گئی ہے کس ضلع میں کتنا خرچ کرنا چاہئے یہ فہرست ذیل میں بتلایا گیا ہے۔

ضلع	روپیہ
۱۔ جونپور	۲،۵۰۰
۲۔ فیض آباد	۳،۶۰۰
۳۔ بنارس	۳،۵۰۰
۴۔ فتح پور	۲،۰۰۰
۵۔ سلطانپور	۳،۵۰۰
۶۔ گورکھپور	۳،۰۰۰
۷۔ مرزاپور	۱،۰۰۰
۸۔ کانپور	۱،۰۰۰
۹۔ غازیپور	۲،۵۰۰
۱۰۔ بلیا	۲،۰۰۰
۱۱۔ پرتاب گڈھ	۴،۰۰۰
۱۲۔ بستی	۱،۰۰۰
۱۳۔ الہ آباد	۴،۰۰۰
۱۴۔ گونڈہ	۲،۰۰۰
۱۵۔ اعظم گڈھ	۲،۰۰۰
کنوؤں کی مرمت کرائی اور ڈاٹرڈ کی گلوائی۔	۵۰۰
گودام کا کرایہ	۱۰۸
متفرق خرچ	
میزان	۳۹،۲۹۰

یہ رقمیں ایگریکلچرل انجینیر ٹو گورنمنٹ یو۔پی کی تجویز کے مطابق مقرر کی گئی ہیں۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے ان اضلاع کے گاؤں سدھار سکریٹریوں کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں موصوف نے بتلایا ہے کہ وہ براہ راست ایگریکلچرل انجینیر گورنمنٹ یو۔پی سے خط وکتابت کریں اور جن کنوؤں کی بورنگ کرانی ہو ان کی فہرست اُن کے پاس بھیجیں۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سلسلے میں انھیں اصولوں پر خرچ ہونا چاہئے جن اصولوں پر گزشتہ سال ہو چکا ہے۔

زیادہ غلہ پیدا کرو

یہ حکومت ہند کی طرف سے تمام ہندوستان میں زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تحریک جاری ہے۔ یو۔پی میں بھی یہ تحریک جاری ہے۔ یقیناً جنگ کا خاتمہ ہو جانے پر اتنا زیادہ غلہ پیدا کرنے کی ضرورت نہ رہجائے گی۔ کیونکہ اُس وقت غلے کی مانگ گھٹ جائے گی۔ اس لئے کسانوں کے دلوں میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنگ یکایک ختم ہو گئی تو اس کے غلے کا نرخ بہت گر جائے گا اور تب وہ اپنے زیادہ غلہ کی مناسب قیمت نہ پا سکیں گے۔ حکومت ہند نے تمام ہندوستان کے کسانوں کو یہ اطمینان دلایا ہے کہ ایسی حالت میں حکومت برطانی ہند اور ریاستوں کے بازاروں سے اتنا زیادہ مال خریدے گی کہ غلہ کی قیمت زیادہ نہ گرنے پائے گی۔ کیونکہ حکومت کو یہ فکر ہے کہ اس کی اپیل پر جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں انھیں کوئی نقصان نہ ہو۔ رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ صاحب افیسر محکمہ گاؤں سدھار یو۔پی نے اپنے گشتی مراسلہ میں یو۔پی کے تمام گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں سے یہ اپیل کی ہے کہ وہ گاؤں سدھار کے آرگنائزروں اور بالغوں کے مدرسوں کے ذریعے اس بات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں۔ امید ہے کہ ہمارے قارئین بھی اس سلسلے میں بیش از بیش دلچسپی لیں گے۔

ساگ سبزیوں کی کاشت

ساگ ترکاری انسان کی غذا کا ایک ضروری جزو ہے اور پھل بھی اُتنا ہی ضروری ہے گزشتہ کئی سال سے محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے اس بات پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ لوگ اچھے پھل اور ترکاریاں کافی مقدار میں پیدا کریں اس سلسلے میں محکمہ کی طرف سے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں میں خرچ کرنے کے لئے کچھ رقم بھی مقرر کر دی گئی ہے۔

اس سلسلے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے گشتی مراسلوں میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اس سال کی رقم پھل کے بجائے ساگ ترکاریوں کے اُگانے میں خرچ کی جائے۔ کیونکہ موجودہ حالت میں لوگوں کے لئے اشیاء خوردنی کی بہت ضرورت ہے اور پھلوں کے لگانے میں وقت بھی کافی صرف ہوتا ہے۔ اس لئے ترکاری ہی بونا زیادہ مناسب ہوگا۔ کن کن ترکاریوں کے بیج خریدے جائیں یہ بھی موصوف نے اپنے گشتی مراسلے میں بتلا دیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ بھنڈی، سیم، گوار، گاجر، گوبھی، ککڑی، تروئی، ٹینڈا، پرول، کریلا، بیٹھا، لوکی، پیاز، چچنڈا اور مولی۔

بالغ سکاؤٹوں کی تعلیم ٹریننگ

بالغ اسکاؤٹوں کی ٹریننگ کی جانب پنڈت کاشی ناتھ صاحب افسر محکمہ گاؤں سدھار نے بہت زیادہ توجہ فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں موصوف وقتاً فوقتاً سرکلر جاری کرتے رہتے ہیں۔ جن میں موصوف نے یہ بتلایا ہے کہ کس طرح کم سے کم وقت اور خرچ میں زیادہ سے زیادہ بالغ اسکاؤٹوں کو

ٹریننگ دی جا سکتی ہے ۔ فیض آباد کے بالغ اسکاوٹوں کو جس قسم کی ٹریننگ دی جا رہی ہے وہ بہتر ثابت ہوئی ہے ۔ چنانچہ گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے ۱۳ جولائی کے سرکلر میں اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ قارئین کی معلومات کے لئے ہم اسکا خلاصہ درج ذیل کرتے ہیں ۔

اسکیم یہ ہے کہ گاؤں سدھار کے ماتحت ہر ایک گاؤں میں ایک یا دو نوجوان جنھیں اسکاوٹنگ کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہو منتخب کئے جائیں وہ اپنے گاؤں کے اسکاوٹنگ کے لیڈر ہوں گے ۔ ان لیڈروں کے لئے ایک اسکاوٹنگ کیمپ قائم کیا جائے جو یا تو آرگنائزر کے ہیڈکوارٹر پر ہو یا کسی دوسرے درمیانی مقام پر ہو ۔ اسکاوٹنگ کی تعلیم دو سے تین ہفتہ تک حسب ضرورت دی جائے لیکن یہ ٹریننگ مکمل ہونی چاہئے ۔ ان لیڈروں کی خوراک کا خرچ جن مواضعات سے وہ منتخب کئے جائیں گے وہاں کی زندگی سدھار یا گاؤں سدھار سوسائٹیاں برداشت کرینگی کیمپ کا خرچ ایسوسی ایشن اپنے صحت و ورزش والے فنڈ سے دیگا ۔ آرگنائزر یا اگر اس سرکل میں کوئی بالغوں کا مدرس ہے تو وہ اس کیمپ کا انچارج ہوگا ۔ ان کیمپوں کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ لیڈر اپنے اپنے گاؤں کو لوٹ جائیں گے اور وہاں کے اسکاوٹوں کو ٹریننگ دیں گے ۔

ٹریننگ میں سادی قواعد سکھائی جائیگی جسے آرگنائزروں یا بالغوں کے مدرسوں سے سیکھا جا سکتا ہے ۔ اسکے ساتھ ہی لاٹھی چلانا ، فرسٹ ایڈ اور آگ بجھانے وغیرہ کی تعلیم بھی دی جائے گی ۔ فرسٹ ایڈ اور آگ بجھانے کی ٹریننگ میں صرف آرگنائزر اور بالغوں کے مدرس اتنے ماہر نہیں ہونگے لیکن وہ کچھ ٹریننگ تو لے ہی چکے ہوں گے اس لئے اس سلسلے میں وہ جو کر سکتے ہیں وہ کریں گے ہی اگر انھوں نے اس اسکیم پر عمل کیا تو ضلع کے تمام اسکاوٹوں کو ٹریننگ دینا ممکن ہو جائیگا ۔

آگے چلکر سردیوں میں ان اسکاوٹوں کی بڑی بڑی ریلیاں کی جا سکتی ہیں ۔ ان کیلئے روپیہ بچاکر رکھا جا سکتا ہے

ٹریننگ حاصل کر چکنے کے بعد ان لیڈروں کو سارٹیفکٹ دینا چاہئے جن میں ان کی قابلیت درج ہو ۔ اسی قسم کے سرٹیفکٹ سب اسکاوٹوں کو دئے جانے چاہئیں ۔ سارٹیفکٹ کا کارڈ ضلع کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری اپنی مرضی سے بنا سکتے ہیں ۔ یہ سادے اور کم سے کم خرچ میں تیار ہونے چاہئیں ۔

ضلع گورکھپور میں بھی اسی طریقہ سے کام ہو رہا ہے ۔

تعلیم بالغان کے لئے امداد

تعلیم بالغان کی امداد کے لئے ۴۳-۱۹۴۲ء میں حکومت نے ۱۱۵۳۰۰ روپئے کی رقم منظور کی ہے ۔ کس ضلع میں کتنا خرچ ہوگا یہ فہرست ذیل سے معلوم ہو جائے گا ۔

کمشنری	ضلع	روپیہ
میرٹھ	دہرہ دون	۱۸۰۰
	سہارنپور	۲۲۰۰
	مظفر نگر	۱۵۰۰
	میرٹھ	۳۰۰۰
	بلند شہر	۲۰۰۰
آگرہ	علیگڈھ	۲۰۰۰
	متھرا	۲۰۰۰
	آگرہ	۳۰۰۰
	مین پوری	۳۵۰۰
	ایٹہ	۲۵۰۰
روہیلکھنڈ	بریلی	۳۰۰۰
	بجنور	۲۰۰۰
	بدایوں	۳۵۰۰
	مراد آباد	۲۰۰۰
	شاہجہانپور	...
	پیلی بھیت	۱۵۰۰
الہ آباد	فرخ آباد	....
	اٹاوہ	۲۵۰۰
	کانپور	۳۰۰
کمشنری	ضلع	روپیہ
	فتح پور	۲۵۰۰
	الہ آباد	۳۵۰۰
جھانسی	جھانسی	۱۲۰۰
	جالون	۱۵۰۰
	حمیرپور	۲۰۰۰
	باندہ	۲۰۰۰
بنارس	بنارس	۳۵۰۰
	مرزاپور	۱۵۰۰
	جونپور	۳۰۰۰
	غازی پور	۲۵۰۰
	بلیا	۳۰۰۰
گورکھپور	گورکھپور	۲۰۰۰
	بستی	۲۰۰۰
	اعظم گڈھ	۴۰۰۰
کمایوں	نینی تال	۱۸۰۰
	المورڑہ	۳۰۰۰
	گڑھوال	۱۵۰۰
لکھنؤ	لکھنؤ	....
	اناؤ	....
	رائے بریلی	۲۵۰۰
	سیتا پور	۲۵۰۰
	ہردوئی	۳۰۰۰
	کھیری	۳۰۰۰
فیض آباد	فیض آباد	۱۲۰۰
	گونڈہ	....
	بہرائچ	۳۲۰۰
	سلطانپور	۳۵۰۰
	پرتاب گڈھ	۴۰۰۰
	بارہ بنکی	....
	میزان	۱۱۵۳۰۰

گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے اس سلسلے کے ایک گشتی مراسلے میں فرمایا کہ یہ رقم خرچ کرنے کے لئے ہے ۔ رکھنے کے لئے نہیں اگر آخیر دسمبر میں دیکھا جائیگا کہ یہ رقم خرچ نہیں کی گئی تو حکومت بچی ہوئی رقم واپس لے لیگی اور گاؤں سدھار انسپکٹروں کو اپنے اور اپنے عملہ کے کام نہ کرنے کا سبب بتلانا پڑے گا ۔

شاہجہانپور، فرخ آباد، اناؤ اور گونڈہ کو اس سلسلے میں نئی امداد نہیں دی گئی کیونکہ ان اضلاع نے ابھی پچھلی رقم خرچ نہیں کی۔ علم ہی زندگی کی روشنی ہے۔ جاہل آدمی جانور کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ اہل دیہات کو تعلیم دینا سب سے بڑا کام گاؤں سدھار ہے امید ہے کہ کارکنان گاؤں سدھار اس طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دیکر ثواب حاصل کریں گے۔

بالغ اسکاؤٹوں کی ترقی

یوپی کے تمام اضلاع میں بالغ اسکاؤٹوں کی بھرتی اور ان کی ٹریننگ کا کام جاری ہے، مئی تک کتنے کام ہوئے تھے یہ ہم اگست کے پرچے میں بتلا چکے ہیں۔ گاؤں سدھار افسر صاحب کے اس سلسلے کے ایک سرکلر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف ہر جگہ امید افزا کامیابی ہوئی ہے لیکن اضلاع میں ابھی ۲۰۰۰ کی تعداد پوری نہیں ہوئی ہے۔ انھیں جلد ہی کوشش کرکے یہ تعداد پوری کرلینی چاہئے۔ گاؤں سدھار افسر صاحب نے اپنے سرکلر میں اس بات پر زور دیا ہے کہ جب تک اچھی ٹریننگ نہ دی جائے گی صرف بھرتی کرنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ ماہ جولائی میں کیا ترقی ہوئی ہے یہ فہرست ذیل سے معلوم ہو جائیگا۔

بالغ اسکاؤٹوں کی ترقی

موجودہ حالت	گذشتہ ماہ کی حالت	ضلع	جون ۳۸ء تک کی بھرتی	جولائی ۳۸ء تک کی بھرتی	کل تعداد
		درجہ الف ۳۰۰۰ سے زیادہ			
۱	۳	پرتاب گڈھ	۴۷۸۱	۱۹۴۱	۹۴۲۲
۲	۱۶	سلطان پور	۱۵۶۶	۴۷۳۳	۶۲۹۹
۳	۲	غازی پور	۵۰۵۲	۱۰۵۲	۱۰۴۷
۴	۱	جون پور	۶۰۶۸	..	۶۰۶۸
۵	۱۷	مظفر نگر	۱۵۱۲	۳۹۷۳	۵۴۸۵
۶	۸	فیض آباد	۳۰۲۲	۲۱۱۲	۵۱۳۴
۷	۳۷	اناؤ	۵۸۰	۴۲۵۱	۴۸۳۱
۸	۵	مرزاپور	۳۸۱۴	۱۰۰	۳۹۱۴
۹	۴	بلیا	۳۸۳۴	..	۳۸۳۴
۱۰	۶	گورکھپور	۳۵۹۵	۲۲۲	۳۸۱۷
۱۱	۴۸	آگرہ	۱۵۱۹	۲۲۸۱	۳۸۰۰
۱۲	۱۴	بستی	۱۷۷۷	۲۰۲۹	۳۷۰۶
۱۳	۷	بنارس	۳۰۶۷	۵۴۰	۳۶۰۷
۱۴	۴۵	بلند شہر	۶۹۶	۲۶۰۹	۳۳۰۵
۱۵	۱۸	باندہ	۱۳۲۸	۱۸۵۸	۳۱۸۶
۱۶	۳۲	سہارنپور	۷۰۳	۲۴۷۲	۳۱۷۵
۱۷	۲۲	میرٹھ	۱۱۲۸	۲۰۲۵	۳۱۵۳
۱۸	۱	اعظم گڈھ	۲۵۶۸	۵۰۶	۳۰۷۴
۱۹	۱۱	بریلی	۲۲۰۸	۸۱۵	۳۰۲۳
۲۰	۱۵	فتح پور	۱۹۰۰	۱۴۰۷	۳۰۰۷
		درجہ ب ۲۰۰۰ سے زیادہ اور ۳۰۰۰ سے کم			
۲۱	۱۰	بارہ بنکی	۲۳۶۳	۳۰۰	۴۶۱
۲۲	۱۳	بردوئی	۱۸۱۴	۴۶۱	۲۵۵۰
۲۳	۳۳	رائے بریلی	۶۹۳	۱۸۳۹	۲۵۳۲
۲۴	۱۲	جالون	۱۹۳۸	۲۵۲۲	۲۵۰۰
۲۵	۴۰	میرپور	۵۳۹	۱۷۰۶	۲۲۴۵
۲۶	۲۳	کھیری	۱۱۲۷	۱۱۰۸	۲۲۳۵
۲۷	۳۹	مین پوری	۱۳۰۰	۸۶۵	۲۱۶۵
۲۸	۲۴	الہ آباد	۱۱۲۵	۸۸۰	۲۰۰۵
۲۹	۱۹	گونڈہ	۱۲۱۵	۷۸۹	۲۰۰۴
		درجہ ج ۱۰۰۰ سے زیادہ اور ۲۰۰۰ سے کم			
۳۰	۲۸	مراد آباد	۹۱۶	۹۸۶	۱۹۰۲
۳۱	۳۱	شاہجہانپور	۹۵۴	۸۰۷	۱۷۲۱
۳۲	۲۱	سیتاپور	۱۱۶۶	۴۶۱	۱۶۲۷
۳۳	۲۰	فرخ آباد	۱۲۰۴	۴۱۹	۱۶۲۳
۳۴	۲۵	دہرہ دون	۱۰۹۶	۵۰۴	۱۶۰۰
۳۵	۳۰	جھانسی	۸۷۴	۷۲۱	۱۵۹۵
۳۶	۴۶	بجنور	۱۰۰۳	۵۲۱	۱۵۱۵
۳۷	۴۷	لکھنؤ	۳۱۷	۱۰۵۵	۱۳۷۲
۳۸	۲۹	بدایوں	۸۹۶	۴۱۷	۱۳۱۳
۳۹	۲۷	ایٹہ	۹۴۵	۳۳۵	۱۲۸۰
۴۰	۲۶	بہرائچ	۹۸۱	۲۰۶	۱۱۸۷
۴۱	۳۴	علیگڈھ	۶۳۹	۴۸۴	۱۱۲۳
۴۲	۳۶	پیلی بھیت	۵۹۷	۴۶۷	۱۰۶۴
۴۳	۴۱	کانپور	۵۳۰	۵۰۲	۱۰۳۲
۴۴	۳۸	متھرا	۵۷۴	۴۳۸	۱۰۱۲
۴۵	۴۴	اٹاوہ	۳۹۱	۶۲۰	۱۰۱۱
۴۶	۴۲	الموڑہ	۶۲۳	۱۱۲	۷۳۵
۴۷	۴۳	نینی تال	۴۳۰	۲۵۶	۶۸۶
		میزان	۷۶۴۶۸	۵۲۷۶۸	۱۲۹۲۳۶

عورتوں کی ترقی

گاؤں سدھار کے ساتھ ہی ساتھ دیہاتوں میں عورتوں کی ترقی کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ عورتوں کی ترقی کے بغیر حقیقی گاؤں سدھار ہو ہی نہیں سکتا۔ اسکے لئے محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے دیہاتی عورتوں کے درمیان کام کرنے کے لئے لیڈی کارکن کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ انکی ٹریننگ کے لئے فیض آباد میں ایک مرکز قائم کیا گیا ہے جس سے ٹریننگ پاکر بہت سی عورتیں باہر نکلی ہیں۔ اور اپنے اپنے ضلع کی عورتوں کے درمیان کام کرنے کے لئے پہنچ گئی ہیں۔ انکا خاص کام ہے خود اپنے گاؤں میں مرکز قائم کرنا۔ اور اسکے ساتھ ہی ساتھ چھوٹی لڑکیوں کو بھی تعلیم دینا۔ اس طرح وہ گاؤں کی عورتوں میں ایک نئی زندگی پیدا کرینگی اور انھیں خواندہ بھی بنائیں گی۔ ان کا خاص کام تیسرے پہر شروع ہوگا جبکہ عورتیں اپنے اپنے کام سے فرصت پاکر اپنے پاس پڑوس کے کسی گھر میں جمع ہوتی ہیں۔ وہیں وہ ان کو وہ سب باتیں سکھلائینگی جو انھوں نے سیکھی ہیں۔ کس کا کیا پروگرام ہوگا یہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ ہر ایک سنٹر ایک خاتون کارکن کے چارج میں ہوگا جس نے کہ خواتین کے ٹریننگ کیمپ (فیض آباد) میں تعلیم حاصل کی ہو۔

۲۔ یہ سنٹر حتی الامکان اسی گاؤں میں ہوگا جس میں کہ خاتون کارکن رہتی ہو۔ لیکن اگر وہ گاؤں چھوٹا ہو یا اس گاؤں کے لوگ لاپرواہ ہوں، یا مناسب انتظام نہ ہو تو یہ سنٹر کسی دوسرے گاؤں میں کھولا جائیگا۔

۳۔ جیسا ممکن ہے، کارکن خود اپنے گھر میں اسکول قائم کریگی لیکن ناگزیر وجوہ سے یہ ممکن نہ ہوسکا تو اپنے گاؤں میں بلا کرائے کا مکان لیکر اس کام کو شروع کرنا چاہیئے۔

۴۔ یہ خاتون بالغ عورتوں کا کلاس تیسرے یعنی ایک بجے سے ۳ بجے کے اندر تک لیگی۔ اسوقت گاؤں کی عورتیں انکے پاس آئینگی اور صفائی، خانہ داری، تربیت اطفال، دستکاری، سینا پرونا اور کھانا پکانے وغیرہ کی تعلیم حاصل کرینگی۔ اس کلاس میں بھرتی ہونے سے کسی کو انکار نہ ہونا چاہیئے۔ خواندگی بھی انکے پروگرام کا ایک حصہ ہوسکتا ہے۔ ایک حاضری کا رجسٹر اور تعلیم وغیرہ کی ڈائری رکھنی چاہیئے۔

۵۔ صبح ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک یہ خواتین کارکن ۶ سال سے لیکر ۱۴ سال تک کی لڑکیوں کا علیحدہ کلاس لینگی۔ خواندگی کے علاوہ ان کو دستکاری اور گرلس گائیڈنگ کی تعلیم بھی دیجائیگی گرلس گائیڈنگ پر زیادہ زور دینا چاہیئے۔

۶۔ شام کو ہفتے میں کل چار یوم ان خواتین کو دیہاتوں کے گھر گھر میں جاکر باتیں کرنی چاہئیں اور انکو رہن سہن میں اصلاح کے طریقے بتلانے چاہئیں۔ اس کام میں کتنا وقت صرف کیا گیا۔ اور کتنا کام ہوا اسکی تفصیل بھی رجسٹر میں درج کرنی ہے۔

۷۔ ان خواتین کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے کیا جائیگا کہ وہاں انکے ذریعے دیہاتوں کی عورتوں کی کتنی حوصلہ افزائی ہوئی۔

۸۔ اپنے گھر پر یا جس مکان میں کلاس لگے، کارکن خواتین کے پاس ضروری کتاب، چارٹ، دستکاری سکھانے کے اوزار اور کھانا پکانے کے برتن وغیرہ رہنے چاہئیں۔ ان چیزوں کو حاصل کرنے میں مالی امداد دیجائیگی۔ اگر یہ کلاس وہ اپنے گھر میں لگائیں تو انھیں اس بات کا فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ مکان کا وہ حصہ جس میں کہ کلاس لگے ہر ایک عورت کے لئے ہر وقت کھلا رہنا چاہیئے اور وہاں جو چیزیں ہوں ان سب کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۹۔ ان خواتین میں کم از کم یہ قابلیت بھی ہونی چاہیئے کہ ہفتے میں دو روز بھجن وغیرہ کے ذریعے گاؤں کی دلچسپی کا سامان مہیا کرسکیں۔

۱۰۔ ہر ایک خاتون کارکن کے مرکز کا زیادہ سے زیادہ خرچ جو قابل تسلیم ہوگا وہ درج ذیل ہے۔

(الف) استانی کی تنخواہ ۱۲ روپئے ماہوار کے حساب سے ۱۴۴ روپئے۔

(ب) آلات، سامان اور متفرق اخراجات ۵۶ روپئے

میزان ۲۰۰ روپئے

ورزش اور صحت

ورزش اور اصلاح صحت کے سلسلے میں حکومت نے ۱۹۴۴ء سال کے لئے ۸۰،۲۰۰ روپئے منظور کئے ہیں۔ اضلاع کے حساب سے انکا خرچ اس طرح ہوتا ہے۔

کمشنری	ضلع	روپیہ
میرٹھ	دہرہ دون	۳۰۰
	سہارنپور	۲۵۰
	مظفر نگر	۷۰۰
	میرٹھ	۱۰۰۰۰
	بلند شہر	۲۰۰
آگرہ	علیگڈھ	۰۰
	متھرا	۰۰
	آگرہ	۸۰۰
	مین پوری	۶۰۰
	ایٹہ	۰۰
روہیلکھنڈ	بریلی	۵۰۰
	بجنور	۱۰۰۰
	بدایوں	۰۰
	مرادآباد	۰۰
	شاہجہانپور	۰۰
	پیلی بھیت	۰۰
الہ آباد	فرخ آباد	۰۰
	اٹاوہ	۰۰
	کانپور	۱۰۰۰
	فتحپور	۸۸۰
	الہ آباد	۹۰۰
جھانسی	جھانسی	۴۰۰
	جالون	۱۰۰۰
	حمیرپور	۵۰۰
	باندہ	۰۰
بنارس	بنارس	۶۰۰
	مرزاپور	۰۰
	جونپور	۱۰۰۰

بنا	غازیپور	۲۰۰
	بلیا	۲۰۰
گورکھپور	گورکھپور	۱۰۰۰
	بستی	۲۰۰
	اعظم گڈھ	..
کمایوں	نینی تال	..
	الموڑہ	..
	گڑھوال	۲۵۰
لکھنؤ	لکھنؤ	۲۰۰
	اناؤ	۶۰۰
	رائے بریلی	۹۰۰
	سیتاپور	..
	ہردوئی	۸۰۰
	کھیری	۴۰۰
فیض آباد	فیض آباد	۶۰۰
	گونڈہ	۵۰۰
	بہرائچ	..
	سلطانپور	..
	پرتابگڈھ	۱۰۰۰
	بارہ بنکی	..

میزان ۱۸٫۲۰۰

اس سلسلہ میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے ایک سرکلر میں ہدایت فرمائی ہے کہ یہ رقم اسی سال خرچ کر دینے کے لئے ہے۔ رکھنے کے لئے نہیں ہے۔ اگر دسمبر ۴۲ء کے اندر تک جو رقم خرچ نہ کی جائیگی وہ واپس لے لیجائیگی۔ اس سلسلے میں پروگرام بناتے وقت ضلع گاؤں سدھار کے چیرمینوں سے یہ درخواست ہے کہ وہ بالغ اسکاؤٹوں کا خاص خیال رکھیں۔

برما کے نوٹوں کی بھنائی

حکومت ہند کے محکمہ مال کا ایک بیان شائع ہوا ہے۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۴۲ء تک برما کے نوٹ ہندوستان کے امپیریل بینک کی تمام شاخوں سے بھنائے جا سکتے تھے۔ لیکن دشمن کے ایجنٹوں کے ذریعے چوری سے ان نوٹوں کا ہندوستان میں لایا جانا روکنے کے لئے یہ طے کیا گیا تھا کہ ۱۵ر جولائی ۱۹۴۲ء سے ریزرو بینک کلکتہ، کانپور اور مدراس کی شاخوں کے علاوہ یہ نوٹ آسام کے کچھ مقامات پر برما سے آئے ہوئے حقیقی پناہ گزین بھنا سکیں گے اسلئے محکمہ مال نے اپنے ۱۷ر جون ۱۹۴۲ء کے بیان کے ذریعے یہ اعلان کیا تھا کہ جن لوگوں کے پاس برما کے نوٹ ہوں وہ انھیں ۱۴ر جولائی تک بھنا لیں۔ ۲۹ر جون ۱۹۴۲ء کے بیان میں یہ اعلان پھر یاد دلایا گیا تھا۔ چونکہ برمی نوٹوں کو باقاعدہ رکھنے والے لوگوں کو اپنے نوٹ بھنانے کی اطلاع کافی وقت سے پہلے دی جا چکی ہے اور چونکہ ناجائز طور پر ہندوستان میں ان نوٹوں کا آنا روکنا ضروری ہے۔ اسلئے عوام کے فائدے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ۱۳ر اگست ۱۹۴۲ء کے بعد ہندوستان میں کہیں بھی برما کے نوٹ اس وقت تک نہ بھنائے جا سکیں گے جب تک کہ ضلع سپرنٹنڈنٹ پولیس یا ضلع مجسٹریٹ کے درجہ کا کوئی حاکم نوٹ پیش کرنے والے کی شناخت نہ کرے۔ تاریخ مندرجہ بالا کے بعد برما سے جو لوگ درحقیقت پناہ گزیں کی شکل میں آئینگے ان کے نوٹوں کا انتظام کر دیا گیا ہے۔

دُنیا کی بہترین گائے

ذیل میں معزز معصر "کسان" کے ایک نوٹ کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

"مہاراجہ میسور کی گؤشالہ کی ایک گائے "آرمس بی بٹرکنگ" کے بارے میں انگلینڈ کے ایک اخبار میں شائع شدہ مضمون کی بنا پر اُسے دُنیا کی بہترین گائے کہنا چاہئے۔ یہ گائے روزانہ ایک من ۱۲ سیر سے زیادہ دودھ دیتی ہے۔ دنیا میں اتنا زیادہ دودھ روزانہ دینے والی دوسری کوئی گائے نہیں ہے۔ اتنا زیادہ دودھ دینے والی گائے ہونے کے باوجود اسکا جسم بہت بھاری نہیں ہے۔ صرف ۲۰ من ساڑھے ۳۱ سیر وزن ہے۔ اسکے تھنوں کا گھیرا چار فیٹ ہے

قد غیر معمولی نہ ہونے پر بھی یہ گائے چارہ کافی کھاتی ہے۔ چار روز میں وہ اپنے وزن جتنا چارہ کھا جاتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک گھنٹہ روزانہ چراگاہ میں جو چرتی ہے اس کا حساب نہیں ہے۔ دن رات میں ٹھیک وقت پر چار بار دوہی جاتی ہے۔

سال بھر میں اس گائے سے اوسطاً ۴۷ من ۳۳ سیر دودھ پیدا ہوتا ہے۔ جس کا مکھن تیار کیا جائے تو ۱۸ من ۱۵ سیر ہوگا۔ دودھ، مکھن اور دیگر چیزوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ ایک ہی گائے اوسط درجے کی ۸۰ گایوں کے برابر ہے۔

x x x x

۴ر۳ من گوبر کو جو زراعتی فارم کی دو ٹن کھاد کے برابر ہوتی ہے۔ اگر پنجاب میں فروخت کر دیا جائے تو ۱۰ روپئے ملیں گے۔ اگر پٹائی ہوئی زمین میں اتنا گوبر کھاد کی شکل میں لگا دیا جائے تو ۵ر۲ روپئے کا غلہ حاصل ہو سکے گا۔

گوبر کے اُپلے ہم لوگ ایندھن کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ایک من گوبر جلانے سے ۶ر۰ کا نقصان ہوتا ہے۔

پنجاب میں ۵ افراد کے کنبے میں ۲۰۰ من سالانہ گوبر ایندھن کی شکل میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر پٹائی ہوئی زمین میں یہ صرف کیا جائے تو ۶۷ روپئے سالانہ پیداوار کے اضافہ سے حاصل ہو سکیں گے۔

اکتوبر ۱۹۴۲ء — جلد ۴ نمبر ۱۰

حکومت یو، پی کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف اڈیٹر

گاؤں سدھار افسر، یو، پی۔ لکھنؤ

اڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

۱۹۴۲ء

سالانہ قیمت عہ

ایک پرچہ ۸ر

باہتمام کالی۔ کے متراپرنٹر دپبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد



باتصویر ماہوار رسالہ

اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء جلد ۴ نمبر ۱۰

افکار اختر

(از جناب اختر ہاشمی میرٹھی شفقی)

ہر سانس مری منزلِ عرفان ویقیں ہے — وہ دُور رہو کتنا ہی مگر دل کے قریں ہے
بیخود ہوں مئے عشق کی مستی سے کچھ ایسا — اب میری نگاہوں میں نہ دُنیا ہے نہ دیں ہے
وحشت کے لئے تنگ ہوا دامنِ صحرا — دیوانے کی مٹھی میں بیاباں کی زمیں ہے
کیوں یادِ چمن مجھکو ستاتی ہے قفس میں — جینا بھی یہیں ہے مجھے مرنا بھی یہیں ہے
او شاہدِ مستور بتا اپنا ٹھکانا — ہر ذرّہ میں جلوہ ہے مگر تو بھی کہیں ہے
تُربت میں ہوں دُنیا کی ہر اک فکر سے آزاد — سب کچھ ہے جو دو گز مرے حصّہ کی زمیں ہے
موقوف تماشا ہے فقط حُسنِ نظر پر — یوں کہنے کو دُنیا کی ہر اک چیز حسیں ہے
بیکار ہے پھر زیست کا ہر ایک تخیّل — کچھ بھی نہیں دل میں اگر اُمید نہیں ہے

ملتا نہیں اب وعظ کے جلسوں میں بھی اختر
مدّت سے خرابات میں وہ گوشہ نشیں ہے

چک بندی

(جناب رائے صاحب دلیپ مان سنگھ ۔ ایم۔ اے ۔ ایل ایل ۔ بی ۔ چیرمین رورل ڈولپمنٹ ایسوسی ایشن فتح پور)

ہندوستان کی آبادی کے قریب قریب ۷۰ فیصدی آدمیوں کی گذر بسر کھیتی باری سے ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں تمام ملکوں میں کسان لوگ سب سے زیادہ غریب ہیں اور ہندوستان میں تو کسانوں کی اور بھی حالت خراب ہے۔ ہماری سرکار نے کسانوں کی بھلائی کے لئے کھیتی باری کا محکمہ قائم کیا ہے۔ اس محکمہ کے ذریعہ سے کسانوں کو اچھا اچھے قسم کے بیج اور ہل وغیرہ اور اچھے قسم کے سانڈ وغیرہ ملنے میں بہت کچھ لوگوں کی حالت بہت کچھ سنبھل رہے ہیں لیکن واضح ہے کوئی کسان کتنا ہی محنتی کیوں نہ ہو اور چاہے وہ اپنی کھیتی باری بہت ہی اچھے طریقے سے کیوں نہ کرتا ہو پھر بھی کاشتکاری کا کام بہت سی ایسی باتوں پر منحصر ہے جن پر انسان کا کوئی قابو نہیں اور اچھی سے اچھی فصل اولا ، ٹڈی ، پالا اور دوسری آفتوں سے بہت زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے اور سال بھر کی محنت کی کمائی گھنٹوں کے اندر تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

اسلئے ہم کو چاہئے کہ اس بات کی کوشش کریں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ہماری محنت کا پورا پورا پھل ہم کو ملے اور ہماری پیداوار خوب بڑھے اسلئے ایک نہایت ضروری بات یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ کسانوں کے چھوٹے چھوٹے کھیت گاؤں کے چاروں طرف پھیلے اور بکھرے ہوئے ہوں ہر ایک کاشتکار کی یکجائی چکیں بنا دی جائیں۔

سنہ ۱۹۲۸ء میں ہندوستان کی کھیتی باری کو ترقی دینے کے لئے بادشاہ سلامت نے ایک کمیشن مقرر کیا تھا جس کے پریسیڈنٹ ہمارے موجودہ وائسرائے لارڈ لنلتھگو صاحب بہادر تھے۔ اس کمیشن نے ایک نہایت عمدہ اور کارآمد رپورٹ لکھی ہے اور اسکے ممبران کی رائے ہے کہ "بلا ٹھیک طریقہ پر چک بندی کئے ہوئے کاشتکاری کو سدھارنے یا زیادہ دن رہنے والی ترقی دینے کا خیال بالکل فضول ہے" اور سچ مچ گاؤں کے چاروں طرف بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں ہرگز ٹھیک طریقہ سے کھیتی نہیں کی جا سکتی اور کوآپریٹو سوسائٹیوں یعنی سہکاری سبھاؤں اور گرام سدھار کے کاموں سے کسان لوگ پورا پورا فائدہ ہرگز نہیں اٹھا سکتے جب تک انکے کھیتوں کی ٹھیک طریقہ سے چکبندی نہ ہو جائے۔ اب میں آپ لوگوں کو چکبندی نہ ہونے کی خاص خاص خرابیاں بتلاتا ہوں۔

۱۔ گاؤں کے چاروں طرف بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں ہل بیل لیجانے اور کھاد اور بیج پہنچانے میں بہت وقت خراب ہوتا ہے اور فصل کاٹ کر کھلیان تک لانے میں بھی بہت دقت ہوتی ہے۔

۲۔ جب تک کہ کسی کسان کے کھیت یکجائی نہ ہوں تب تک اسکو کنواں یا نہر سے سینچائی کرنے میں طرح طرح کی مشکلیں ہوتی ہیں اور کسان لوگ نئے تالاب اور کنواں بنانے کا پورا پورا فائدہ ہرگز نہیں اٹھا سکتے۔

۳۔ کسان کو بکھرے ہوئے کھیتوں کی دیکھ بھال میں بہت زیادہ دقت ہوتی ہے اور کھیتوں کو گھریلو اور جنگلی جانور ۔ بندر اور چڑیاں چور بدمعاش لوگ کافی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ دور دور کے کھیتوں کی پیداوار کا آدھا حصہ بھی کسانوں کے ہاتھ نہیں لگتا اور آدھے سے زیادہ حصہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

۴۔ چھوٹے چھوٹے اور ٹیڑھے ٹیڑھے کھیتوں کو جوتنا بھی بہت مشکل ہوتا ہے اور انکے اندر بیل ہل لیکر اچھی طرح نہیں گھوم سکتے اور بعض وقت ایک ٹیڑھے میڑھے کھیت کے جوتنے میں دن کا دن بیت جاتا ہے اور پھر بھی کسی کام کی جوتائی نہیں ہوتی اور نہ کھیت پورا جتا ہے۔

۵۔ کھیتوں کا بہت کچھ حصہ مینڈوں میں دب جاتا ہے اور مینڈوں کے آس پاس ہاتھ ہاتھ دو دو ہاتھ زمین ٹھیک طریقہ سے نہیں جوتی جا سکتی اور بعض وقت مینڈوں پر جو گھونسہ اور پتا در لگا رہتا ہے اُن سے دو دو چار چار قدم تک جھار ہوتی ہے اور چاہے کتنا ہی اچھا بایا ہوا کھیت کیوں نہ ہو کنارے کنارے کوئی پیداوار نہیں ہو سکتی اور اس طرح پر کسانوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔

۶۔ اکثر کسان لوگ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مینڈیں کاٹ کر اپنے کھیتوں کا تھوڑا تھوڑا رقبہ بڑھا لیں اور اس بات میں اکثر مار پیٹ اور مقدمہ بازی کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور کسانوں کا بیکار روپیہ اور وقت خراب ہوتا ہے۔

۷۔ مینڈوں کے کم چوڑے اور کم اونچے ہونے کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کھیتوں میں برساتی پانی اچھی طرح اکٹھا نہیں ہو سکتا اور جو تھوڑی بہت کھاد کسان لوگ مشکل سے کھیتوں میں ڈال پاتے ہیں وہ بھی زور کے پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہہ کر کھیت کے باہر چلی جاتی ہے اور کھیتوں کی عمدہ کمائی ہوئی مٹی بھی بہہ جاتی ہے اور اس طرح پر مٹی کٹ کر بہہ جانے سے کھیت کا رقبہ گھٹ جاتا ہے اور کھیتوں کی زمین بھی اونچی نیچی ہو جاتی ہے۔ اور بعض جگہوں میں تو برساتی پانی کے بہاؤ سے مٹی بہہ جانے سے لوگ سخت پریشان ہیں۔

۸۔ بعض بعض کھیت اس قدر چھوٹے ہیں کہ انکا پتہ صرف پٹواری کے کاغذات سے چلتا ہے اور موقعہ پر کسان کو انکا پتہ تک نہیں رہتا اور بعض وقت تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے گنوار کسان بلا کھیتوں پر

پر قبضہ پائے ہوئے لگان دیا کرتے ہیں۔

۹۔ چھوٹے چھوٹے کھیتوں کی سطح بھی ٹھیک طرح سے برابر نہیں ہوسکتی ان میں سراون یا پٹیلہ یا پاٹا چلایا نہیں جاسکتا اور اسی لئے جوتنے کے بعد کھیت کی مٹی ٹھیک طریقہ پر نہیں دبائی جاسکتی جس سے کھیت میں نمی نہ باقی رہنے کی وجہ سے بیج ٹھیک طرح پر نہیں جمتے جس سے پیداوار میں بہت کمی ہوجاتی ہے۔

آپ لوگ سوچتے ہونگے کہ اگر چک بندی نہ ہونے سے اتنے نقصان ہوتے ہیں تو پھر چھوٹے چھوٹے بکھرے ہوئے کھیتوں کی تعداد کیوں روز بروز بڑھتی جاتی ہے اس کی صرف دو وجہ ہیں پہلی یہ ہے کہ جب کبھی زمیندار کے مرنے پر یا زمینداری کے بکنے پر کسی گاؤں کے زمینداروں کی تعداد بڑھتی ہے اور اُن میں بٹوارہ ہوتا ہے تو ہر قسم کی زمین کے کھیت۔ تالاب۔ کنوئیں۔ باغ۔ پرتی۔ بنجر۔ اوسر وغیرہ حصہ کے مطابق ہر حصہ دار کو بانٹے جاتے ہیں اور کھیتوں کے ٹکڑے بنانے سے انکی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کوئی کسان مرتا ہے تو اسکی کھیتی اسکے سب لڑکوں میں برابر برابر بانٹ دیجاتی ہے اور مسلمانوں میں تو عورتوں کو بھی حصّہ دیا جاتا ہے۔ اور ان سب باتوں سے بعض وقت بہت چھوٹے چھوٹے کھیتوں کے بھی کئی کئی ٹکڑے کرنا پڑتا ہے۔

مگر یہ بات ہم لوگوں کے قابو کے باہر ہے کہ قانونوں کو بدل دیا جن کے ذریعے سے وارثوں کو کھیتی میں حصّہ ملتا ہے اور کھیتوں کا بٹوارہ ہوتا ہے اسلئے سوائے اسکے کہ آپس میں مل جل کر کسان لوگ چکبندی کرا دیں۔ اس خرابی کے دور کرنیکا اور کوئی علاج نہیں ہے۔

ہندوستان میں تو چکبندی کا خیال عام طور سے سنہ ۱۹۱۰ء کے بعد پیدا ہوا ہے اور کئی صوبوں میں اور ریاستوں میں بھی طریقہ پر ہمدرد افسروں نے اس کام کو شروع کر دیا تھا لیکن یورپ کے بعض بعض ملکوں میں ڈیڑھ دو سال پہلے سے ہوشیار آدمیوں کا اس طرف رجحان ہوا تھا۔ چنانچہ ڈنمارک میں جہاں یہ کام سنہ ۱۸۰۵ء میں شروع ہوا تھا اب قریب قریب سارے ملک میں چکبندی ہوچکی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بجائے گنجان شہروں اور دیہاتوں میں رہنے کے تمام کسانوں نے اپنے اپنے فارم میں یعنی چک کے اندر اپنے رہنے کے لئے اچھے اچھے مکان بنائے ہیں اور انکے بہت سے فضول خرچ رک گئے ہیں۔

سوئیڈن میں یہ کام سنہ ۱۷۴۹ء میں شروع ہوا تھا اور وہاں قریب قریب آدھے کسانوں کے مکان انکے فارموں کے اندر بن گئے ہیں۔ اسی طرح ناروے۔ جرمنی۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ آسٹریا اور سوئٹزرلینڈ میں بھی چکبندی کے کام میں کافی ترقی ہوچکی ہے۔

ہندوستان میں چکبندی کئے جانے کے لئے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ سارے گاؤں کے کاشتکار مل کر چکبندی کے لئے ایک کوآپریٹو سوسائٹی قائم کر لیتے ہیں جس کے ذریعہ سے گاؤں والوں کی چنی ہوئی پنچائت کے صلاح سے زمین کی قسم۔ رقبہ اور لگان کا حساب لگا کر تمام کاشتکاروں کی علیحدہ علیحدہ چکیں بنائی جاتی ہیں اور اس بات کا کافی خیال رکھا جاتا ہے کہ جس کسان سے اسکے اچھے قسم کے کھیت لئے جائیں۔ جہاں تک ممکن ہوسکے بالکل اُسی طرح کے کھیت اس کو دیئے جائیں اور رقبہ اور لگان بھی گھٹایا یا بڑھایا نہ جائے اور چک بندی ہوجانے پر کسانوں کو نئے چک پر وہی سیر۔ ساقط الملکیت۔ خودکاشت و دخیلکاری اور موروثی کے حق رہتے ہیں جو ان کو بکھرے ہوئے کھیتوں میں حاصل تھے۔ تاکہ ان کا کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔ اگر ایک مرتبہ چکوں کے بنانے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کسی آدمی یا چند آدمیوں کا زیادہ نقصان ہوتا ہے اور وہ رضامند نہیں ہیں تو دوبارہ چکیں بنائی جاتی ہیں تاکہ سب لوگ رضامند ہوجائیں اور اسکے بعد کاغذات پر تیار کر کے کسانوں کو ان کے چکوں پر قبضہ دلادیا جاتا ہے اور سب کاشتکاروں کے منظوری کے بعد چک بندی کی کارروائی ختم ہوجاتی ہے۔ ممالک متحدہ اور پنجاب میں زیادہ تر کام اسی طریقہ پر ہوا ہے۔ پنجاب میں تو یہ کام سنہ ۱۹۲۰ء میں شروع ہوا تھا اور ۱۹۳۹ء تک وہاں ۱۴۰۷ سوسائٹیاں قائم ہوچکی تھیں جن میں کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار سات سو بیاسی ممبر تھے اور دس لاکھ چھاچھٹ ہزار دو سو اکیس ایکڑ رقبہ کی چکبندی ہوگئی تھی۔ پنجاب میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے چکبندی کے لئے ایک علیحدہ اسسٹنٹ رجسٹرار ہے جس کے ماتحت ۳۳ انسپکٹر اور ۳۲۹ سب انسپکٹر ہیں۔ ہمارے صوبہ میں چکبندی کا کام سہارنپور میں سنہ ۱۹۲۵ء میں شروع ہوا تھا اور بجنور میں سنہ ۱۹۲۸ء میں شروع ہوا تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۲۹ء سے باقاعدہ کام شروع ہوا۔ ۳۰ جون ۱۹۴۱ء تک ۲۱۸ چکبندی کی سوسائٹیاں بن چکی تھیں و ۹۵۶۳ پختہ بیگہ کی چکبندی ہوچکی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ بجائے ایک لاکھ تیرہ ہزار چار سو تین بکھرے ہوئے کھیتوں کے صرف گیارہ ہزار پانچسو تیس چکیں بن گئی تھیں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے صوبہ میں پنجاب کے مقابلہ میں سرکار کی طرف سے بہت ہی کم روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ ہمارے صوبہ میں کوآپریٹو یونین کو اس کام کے لئے صرف تیرہ ہزار ایک سو روپیہ سالانہ دیا جاتا ہے اور یہاں ایک انسپکٹر اور پندرہ سپروائزر اس کام کے لئے ہیں اب جن ضلعوں میں چکبندی کا کام شروع ہوگیا ہے وہاں لوگ اس کے فائدوں کو سمجھنے لگے ہیں اور بہت سی درخواستیں چکبندی کے لئے دی گئی ہیں

لیکن سپروائزروں کی کمی کی وجہ سے یہ کام تیزی کے ساتھ بڑھایا نہیں جا سکتا۔

چکبندی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سرکار نے چکبندی کا قانون بنا دیا ہے جس کے ذریعہ سے کسی سالم گاؤں یا محال کا مالک یا کسی گاؤں کے ایک تہائی کاشتکار یا نمبردار اس بات کی درخواست کلکٹر صاحب ضلع کے پاس دیتے ہیں کہ وہاں چکبندی کا کام شروع کیا جائے تو اس گاؤں میں چکبندی ہو سکتی ہے۔ یہ قانون ہمارے صوبہ میں ایکٹ نمبر ۱۹۳۶ء کے ذریعہ سے بنایا گیا تھا۔ لیکن اس وقت تک اس میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی چونکہ ایک تو اس کی وجہ سے سرکاری نوکروں کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ چکبندی کی طرف خاص صورت سے دھیان دے سکیں۔ ممالک متوسط میں ۱۹۲۸ء میں چکبندی کا ایکٹ پاس ہوا تھا اور وہاں ایکٹ کے مطابق کافی کام ہوا ہے اور پچیس (؟) کی حد تک چکبندی میں ۱۹۳۲ء تک گیارہ لاکھ ۱۱۰۰ موضعوں میں چکبندی ہوئی تھی اور ایک کھیت کا اوسط رقبہ آدھ ایکڑ سے بڑھ کر ۳ ½ ایکڑ ہو گیا تھا اور پچیس لاکھ آٹھ ہزار کھیتوں سے تین لاکھ چون ہزار کھیتیاں بن گئی تھیں۔ پنجاب میں بھی چکبندی کا ایکٹ ۱۹۳۶ء میں پاس ہوا تھا اور وہاں ضلعوں میں تو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ سے کام ہو رہا ہے اور دو تین سات ضلعوں میں چکبندی کے ایکٹ کے مطابق کام ہو رہا ہے۔

چکبندی کے کام میں صرف دو تین قسم کے لوگ رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اور ان کی کوشش یہی ہے کہ یہ کام نہ ہونے پائے۔ پہلی قسم کے تو وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی زمینوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں جن سے کاشتکار ناواقف نہیں ہیں اسلئے چکبندی کے ہو جانے سے ان لوگوں کو بے ایمانی کا موقع نہیں رہتا کیونکہ جب کاشتکاروں کی انکے حصہ کے مطابق چکیں بنا دی جاتی ہیں اور جتنی زمین انکے نام لکھی ہوتی ہے اُتنے رقبہ پر انکو قبضہ دلا دیا جاتا ہے اور دوسری بات جو کاشتکاروں کو چکبندی سے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ چاہے اپنا کھیت کتنا ہی خراب قسم کا کیوں نہ ہو سب کو اس سے محبت ہوتی ہے اور کوئی اسکو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ جیسے کہ کسی کا لڑکا اندھا۔ کوڑھی۔ لولا یا لنگڑا کیوں نہ ہو ماں باپ یہی چاہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ بنا رہے اور اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اسی طرح کسانوں کو اپنے باپ دادا کے کھیتوں کے چھوڑنے میں کچھ تکلیف ضرور ہوتی ہے۔

چکبندی کا ایک نہایت اچھا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسان لوگ اپنے چکوں کے اندر نئے کنوئیں بنا سکتے ہیں یا ٹوٹے ہوئے پکا کنوؤں کی مرمت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ چکبندی کا کام زوروں پر شروع ہونے کے بعد صرف پنجاب کے صوبہ میں ۱۹۲۱-۹۲۲ اور ۱۹۲۲ میں چکبندی کئے ہوئے رقبہ میں ۲۸۰۴ نئے کنوئیں بنائے گئے اور ۱۴۹۱ پرانے کنوؤں کی مرمت کی گئی تھی۔ نئے کنوؤں کے ذریعہ سے کسان لوگ تمباکو، ادرک، پیاز، لہسن، مرچا اور طرح طرح کے قیمتی پھل اور ترکاریاں بو سکتے ہیں اور معمولی فصلوں کی دس گنی آمدنی آسانی سے پیدا کر سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ چکبندی ہو جانے پر نہایت خراب قسم کی بیکار زمینیں بھی کارآمد بنائی جا سکتی ہیں جس سے کاشتکار کی آمدنی، زمیندار کی لگان اور سرکار کی مالگذاری آسانی سے بڑھ سکتی ہے۔ چکبندی ہو جانے پر سرکار کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پٹواری، قانونگو اور بندوبست کے نوکروں کی تعداد گھٹائی جا سکتی ہے اور کافی بچت ہو سکتی ہے۔ ہمارے زیادہ تر گاؤں اور دیہات سخت گندے ہیں اور نہایت گنجان طریقہ پر آباد ہیں جس کی وجہ سے ہیضہ، طاعون وغیرہ کی بیماری پھیلنے سے لاکھوں آدمی چند دنوں میں مر جاتے ہیں اور آگ لگنے سے سیکڑوں کسانوں کے مکان اور کھلیان ایک دم سے جل جاتے ہیں جس سے گاؤں کے گاؤں بالکل تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ لیکن چکبندی ہو جانے پر کسان لوگ اپنے چکوں کے بیچ میں اپنے اور اپنے جانوروں کے رہنے کے لئے مکان بنا سکتے ہیں جہاں بیماری پھیلنے کا یا ایک گھر اور کھلیان سے دوسرے گھر اور کھلیان میں آگ لگنے کا کوئی ڈر نہیں رہتا۔ اگر صرف دو چار کسان گاؤں کے باہر اپنے چکوں میں مکان بنا دیں تو انکے یہاں چوری اور ڈاکہ کا ڈر ہو سکتا ہے لیکن جب پورے گاؤں کے لوگ ایک ایک دو دو سو قدم کے فاصلہ پر اپنے گھر بنا کر باہر رہیں گے تو انکو کسی بات کا ڈر نہیں رہ سکتا۔ یہ دُنیا بھر کے تمام ملکوں میں دیکھا گیا ہے کہ چکبندی ہو جانے سے کسانوں کے خرچ میں بہت بچت ہوتی ہے اور انکی آمدنی بہت کافی بڑھ جاتی ہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چکبندی کرنے میں بہت خرچ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہمارے صوبہ میں چکبندی کا اوسط خرچ آجکل صرف چھ آنہ فی بیگہ ہے جو کہ چکبندی کے بعد پہلے ہی فصل سے آسانی کے ساتھ دیا جا سکتا ہے۔ اسلئے اگر ہمارے کسان بھائی چاہتے ہوں کہ وہ کھیتی باڑی سے اپنی محنت کا پورا پورا فائدہ اُٹھا دیں اور وہ صاف کھلی ہوئی جگہ میں رہ کر تندرستی اور سکھ کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اپنی آمدنی ایمانداری سے بڑھا دیں تو ان کو فوراً اپنی کھیتوں کی چک بندی کرانا چاہئے۔

میری زندگی کا عجیب و غریب واقعہ

انوکھی زندگی

(از محترمہ کرشن کماری سیٹھ)

میری زندگی کے اٹھارہ سال ختم ہو گئے لیکن اب تک کوئی واقعہ نہ پیش آیا جس کو یاد کر کے میں بیقرار ہو جاتی، جس کی یاد مجھے وقتاً فوقتاً رُلا دیتی۔ میرا بچپن ہنسی خوشی کے ساتھ گزر گیا۔ ہنسنا کھیلنا، کھانا پینا، اچھے سے اچھے کپڑے پہننا اور اپنی مرضی کے مطابق ہر چیز حاصل کرنا۔ بس یہی اس زندگی کا مقصد تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ مجھ پر کبھی مار پڑی ہو۔ لڑکپن کا زمانہ بچپن سے بھی زیادہ مسرت کے ساتھ گزرا۔ اسکول میں میری عزت دیگر ہم سبقوں کے لئے قابل رشک ہوتی تھی۔ درجہ میں قابلیت، خوبصورتی، تندرستی اور کردار کے لحاظ سے میرا شمار بہترین لڑکیوں میں ہوتا تھا۔ اس پُر مسرت زندگی میں تھوڑی کمی میری شادی سے ہوئی۔

سنتے تھے کہ شادی زندگی کا دلچسپ ترین اور پُر مسرت واقعہ ہوتا ہے۔ میری شادی ایک اچھے خاندان کے قابل نوجوان سے ہو گئی لیکن ایسا کوئی واقعہ نہ پیش آیا جو میرے دل کو بے چین کر دیتا۔ غالباً میری زندگی کے طویل سفر کو بھگوان نے واقعات سے خالی رکھنے ہی کا انتظام کیا تھا۔ لیکن یہ خالی خولی زندگی کیف و مسرت اور حسن سے خالی نہیں تھی۔

مجھے کچھ یقین سا ہو چلا تھا کہ اب میری زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہ پیش آئیگا جو دلدوز ہو۔ جسے میں اپنی پیاری سہیلیوں کو سنا سکوں۔ جس کی یاد دماغی پریشانیوں کو دور کر سکے اور جو مسرت بخش و سرور انگیز ہو۔ اسکے برعکس شوہر محترم کی زندگی نت نئی باتوں سے بھرا رہتا تھا۔ وہ نئی نئی اسکیمیں بنایا کرتے اور کبھی کبھی ان میں سے کسی کو عملی جامہ بھی پہنا دیا کرتے۔ وہ نئی نئی کتابیں پڑھتے اور ہمیشہ کسی خیال میں گم رہتے۔ میری زندگی میں یہی ایک افسوسناک بات تھی کہ میں اپنے شوہر کے خیالات کے مطابق اپنے کو بیکار پاتی۔ ان کے خیال کا میں ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ ایک روز شام کے وقت وہ آتے ہی بولے "میری پیاری آج میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا ہے۔ اگر تم اس کی تائید کرو تو ہماری زندگی ایک نئی شکل اختیار کر لیگی۔ وہ شکل جس کے تصور کے لئے خود دنیائے تخیل بیقرار رہی ہے۔"

شوہر کی اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے کسی قدر طنز کے ساتھ پوچھا۔ "پھر تو آپ کو زندگی ہی میں جنت مل جائے گی۔"

کچھ سنجیدہ ہو کر بولے "جنت دوزخ کا تو پتہ نہیں۔ ہاں زندگی انوکھی ضرور ہو جائیگی۔"

کسی نے دروازہ پر دستک دیتے ہوئے کہا "تمہی کانت جی!"

انھوں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "آؤ چندر شیکھر آؤ! کہاں تھے اتنے دنوں؟"

"تم سناؤ دوست، تم کہاں رہے اتنے دنوں؟"

"ارے بھائی رہا کہاں۔ یہیں تک تیل لکڑی کی فکر میں تھا، تو یہ کہئے کہ شادی کرا کے میری دنیا نے تخیل کی وسیع سلطنت کو ٹھکرا دیا۔"

"ایسا نہ کہو دوست۔ میں نے ابھی ابھی ایک نئی اسکیم بنائی ہے۔ اُسے عملی جامہ پہنانے کی دیر ہے بس دُنیا ہمارے قدم چومنے لگے گی۔"

اب مجھ سے نہ رہا گیا میں نے کہا "آپ لوگ کرتے دھرتے کچھ نہیں ہیں۔ صرف کوری باتیں بنایا کرتے ہیں۔"

چندر شیکھر بولا "ایسا نہ کہئے دیوی جی۔ ہم کوئی بات بغیر سوچے سمجھے کے خیال سے نہیں کہتے۔ جس معاملے کے متعلق ہمیں کچھ کہنا ہوتا ہے اسکا بخوبی مطالعہ کر کے کہتے ہیں۔"

میں نے پوچھا "آپ کے مطالعہ کا نتیجہ آپ کی باتیں ہوتی ہیں اور آپ کی باتوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

وہ بولے "نتیجہ وتیجہ کچھ نہیں۔ جب تک ہم سب ایک بات پر متفق نہیں ہو جاتے اس وقت تک اسے دنیا کے سامنے پیش کرنا عقلمندی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ پھر تبادلہ خیال کے بعد ہی تو کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔"

اس فقرہ پر ان کی جھنجھلاہٹ اور اپنے عمل کو صحیح ثابت کرنے کی کوششوں پر مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے طنز کے ساتھ کہا "آخر یہ سب روحانیات ہے۔"

چندر شیکھر نے سنجیدگی کے ساتھ کہا "دیوی جی۔ آپ ابھی ہمارے خیالات سے ناواقف ہیں۔ ایک بار — صرف ایک بار ہمارے کسی جلسے میں تشریف لے چلئے تو آپ یقیناً خوش ہونگی۔ پھر آپ ہمارے خیالات کی تعریف کرنے سے کبھی نہ تھکیں گی۔"

دوست ذرا انہیں اپنے خیالات سے آگاہ کرو۔ ہم ابھی انکی رائے بدلے دیتے ہیں۔"

میں نے کہا "آپ اپنی اسکیم بتلائیں ہم بھی دیکھیں کہ اس میں کون سے نئے اصل نکلے ہیں۔

وہ بولے "یہ بات غور سے سننے کی ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہماری زندگی میں رنج کا حصہ خوشی سے بہت زیادہ ہے۔ ہمارے رنج کے متعدد اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم اپنی خوشی کے آگے دوسروں کے رنج کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ ہم اتنے خود غرض ہو گئے ہیں کہ دوسروں کا خون چوستے ہیں اور ہمیں ذرا بھی اخلاقی شکایت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا کسان طبقہ اتنا مفلس ہو چکا ہے کہ اب اس کے زیادہ دن تک زندہ رہنے میں تعجب ہوتا ہے۔ در حقیقت سماج کے ہر ایک طبقہ [illegible] یہ ظلم و ستم کی انتہا ہے [illegible] سماج کو [illegible] میں گرنے سے بچا [illegible] انقلاب سے بچانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ دیہاتی زندگی کی از سر نو تنظیم کی جائے۔"

میں نے کہا "یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دیہاتوں کی از سر نو تنظیم کی بات تو سب کرتے ہیں مگر کچھ ہوتا نظر نہیں آتا۔"

وہ میری بات کو ان سنی کر کے کہنے لگے۔ "میرا خیال ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ کو دیہاتوں میں جا کر آباد ہو جانا چاہئے اور زراعت کو پیشہ بنا لینا چاہئے۔ اس سے ہم گاؤں والوں کے بہت قریب آ جائیں گے اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح ہم ان کی اصلاح بھی کر سکیں گے۔"

میں نے پوچھا "تو اس کام کو کون [illegible]؟"

"ہم کریں گے" وہ بولے۔

چندر شیکھر کہنے لگا "بھائی جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے پہل تو اتنا ہی کافی ہے کہ دیہاتوں میں گھومنے کے لئے جانا شروع کیا جائے۔ جب دیہاتی حالات سے بخوبی واقف ہو جائیں گے تو وہاں رہنے کا انتظام بھی کر لیں گے۔ جلد بازی کا کام اچھا نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا "آئندہ اتوار کو چلو۔ چلو گے؟"

چندر شیکھر بولا "ہاں ہمیں منظور ہے۔ کہاں چلو گے؟"

انہوں نے کہا "سلطانپور چلیں گے۔"

(۲)

اتوار کے دن علی الصباح دیہات کا سفر کرتے ہوئے میں نے پوچھا "چندر بھیا سلطانپور یہاں سے کتنی دور ہوگا؟"

وہ بولے "[illegible] تھک گئیں؟"

میں نے فوراً جواب دیا "ہاں تھک گئی۔ مجھ سے اب بھی دس کوس زیادہ چلنے کی ہمت نہیں ہوتی۔"

چندر شیکھر نے کہا "تو [illegible] کتنی دور ہوگا۔"

میں نے کہا "[illegible] مدد کو۔"

"تمہاری مدد کو بھی کوئی چاہئے" انہوں نے کہا۔

چندر شیکھر نے کہا "ارے یار چپ بھی رہو بات اتنی ہی سی تھی کہ سلطانپور کتنی دور ہے۔ صرف ۵ میل۔ ابھی ۶ بجے ہیں سات بجے تک پہنچ جائیں گے۔ کچھ اور پوچھنا ہے دیوی جی؟"

میں نے کہا "یوں پوچھنا تو بہت کچھ ہے مگر کوئی جواب دینے والا ہو۔"

چندر شیکھر بولا "آپ پوچھو۔"

"کتنا بڑا گاؤں ہے سلطانپور؟"

"تقریباً ۲۰۰ گھر ہوں گے۔ آبادی ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔"

"سب لوگوں کا ذریعہ معاش کھیتی ہی ہے کیا؟"

"یہ بات تو نہیں ہے۔ کچھ جولاہے ہیں، چمار، موچی، بڑھئی، لوہار بھی ہیں۔ کچھ لوگ شہر میں دودھ بیچ کر گزر کرتے ہیں لیکن بیشتر تو کسان ہی ہیں۔ راجن کاشت نے اس گاؤں کے پورے اعداد و شمار جمع کئے ہیں وہی ٹھیک ٹھیک بتلا سکیں گے۔"

"بتلائیے گا؟" میں نے ان سے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ اس گاؤں کے دو سو گھروں میں سے ۴ گھر چماروں کے، دس جولاہوں کے، چار بڑھئیوں کے، دو لوہاروں کے، دو بنیوں کے، ایک ساہوکار کا اور ۳۵ گھر گوالوں کے ہیں۔ علاوہ [illegible] پچاس گھر مزدوروں کے اور باقی کسانوں کے ہیں۔ مزدوروں کے علاوہ باقی سب کے سب ساہوکار کے مقروض ہیں۔ سارے گاؤں میں صرف ۳۰ گھر ہی ایسے ہیں جو خاص پیشہ کے علاوہ کسی صنعت و حرفت کے ذریعے آمدنی بڑھاتے ہیں۔"

"ان لوگوں کی اقتصادی حالت کیسی ہے؟"

"یہاں کے بیشتر باشندے غریب ہیں۔ کل نو گھر ہی اچھے ہیں۔ باقی کسی کو بھی دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا۔"

"لو بھئی سلطانپور بھی قریب آ گیا" چندر شیکھر بولا۔

اتنے میں ایک بڈھے نے آکر جھک کر سلام کیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا۔ "بابو جی آپ ہی مجھ دکھیا پر ترس کھائیے۔ گھر میں مردہ پڑا ہے اور میرے پاس کفن کو دو پیسے بھی نہیں ہیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی غریب پرور۔"

"کس گاؤں کے رہنے والے ہو تم؟" میں نے پوچھا۔

"سلطانپور کا۔"

"گاؤں والوں نے تمہاری مدد نہیں کی؟" چندر شیکھر نے پوچھا۔

"نہیں حضور۔ وہ سب مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں تاڑی پی لوں گا۔"

"تو تم شراب پیتے ہو؟" میں نے کہا۔

"پیتا ہوں دیوی جی۔ مگر اسوقت تو مجھے کفن کے لئے پیسے چاہئیں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"دینو"

"کیا کام کرتے ہو؟"

"ہل جوتتا ہوں۔ اس سال فصل نہیں ہوئی۔"

ہم سب نے اپنی اپنی جیبیں ٹٹولیں اور اظہار ہمدردی کرتے ہوئے چندر شیکھر نے جواب دیا۔ بابا اسوقت پیسے نہیں ہیں ہوتے تو ضرور دیتے۔"

بوڑھا سلام کرکے چلا گیا۔ اور ہم میں سے کسی نے گاؤں میں جانے کی ہمت نہیں کی ادھر ادھر گھوم کر لوٹ آئے۔ لوٹتے وقت میں نے پوچھا "کیوں چندر بھیا۔ آپ کے پاس اس بوڑھے کو دینے کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں تھا؟"

چندر شیکھر نے کہا "جیب میں صرف آٹھ آنے پیسے ہیں اور آج شام کو سینما دیکھنا ہے۔"

میں نے اپنے شوہر سے پوچھا "اور آپ کے پاس؟"

"صرف ڈھائی روپئے ہیں اور مجھے ایک کتاب خریدنی ہے۔"

"اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ دوسروں کی مدد کے لئے اپنی معمولی ضروریات بھی نہیں ترک کر سکتے۔"

"کر تو سکتے ہیں مگر کوئی تکلیف اٹھا کر نہیں کرنا چاہتے۔"

بات آئی گئی ہو گئی مگر اسوقت بوڑھے کی درد انگیز التجا اور اسکی قابل رحم حالت میں نہ بھول سکی۔

دو ہفتہ بعد پھر سلطانپور جانے کا قصد کیا گیا اس بار آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے سرد ہوا چل رہی تھی دل میں ایک پرکیف ولولہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس پر لطف ماحول میں بھی ہم باتیں کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ غالباً ہم سب کی نظروں کے سامنے اس بوڑھے کی خیالی تصویر آ جایا کرتی تھی جو دو ہفتہ قبل ہمیں ملا تھا۔ گاؤں پہنچتے پہنچتے زوروں کی بارش ہونے لگی۔ پناہ لینے کے لئے ہم قریب ہی کی جھونپڑی میں چلے گئے۔ جھونپڑی کیا تھی صرف جھونپڑی کا نام تھا۔ ٹپ ٹپ پانی ہر طرف ٹپک رہا تھا۔ ٹوٹی ہوئی چارپائی پر پڑا ہوا ایک بوڑھا بخار میں کراہ رہا تھا۔ ہمیں دیکھکر وہ اٹھ بیٹھا اور بولا آؤ مہاراج ہمارے بھاگ جاگ گئے کہ آپ ہمارے گھر آئے۔

"تم دینو ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں آپ کا خادم ہی ہوں ماتا جی۔"

اتنے میں ایک دس سالہ لڑکی نے آتے ہی کہا "دینو بابا" پتا جی کہتے ہیں کہ گھر چلو۔ یہاں تم بھیگ جاؤ گے میں سے چلوں گی

یہ کہکر اس لڑکی نے یکایک ہم پر نظر ڈالی اور مبہوت سی ہو گئی۔

نہیں بیٹی میں نہ جاؤں گا۔ میرا یہی گھر ہے۔ تو دیکھتی نہیں کہ تیرے گھر مہمان آئے ہیں۔ ان کی خاطر نہ کرے گی کیا۔

لڑکی بھاگی ہوئی گئی اور ذرا سی دیر میں دودھ سے بھرا ہوا ایک لوٹا اور تین گلاس لے آئی اگرچہ ہم دودھ پینے کے عادی نہیں تھے پھر بھی ہم لڑکی اور اس کے چچا کے اصرار سے مجبور ہو گئے اور خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ تھوڑی ہی دیر میں بارش بھی ختم ہو گئی چلتے وقت چندر شیکھر نے اسے ایک روپیہ دینا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا مہاراج کون ہم لوگوں کے گھر روز آتا ہے۔ اس لڑکی کا باپ کبھی یہ پسند نہ کریگا کہ مہمان سے تواضع کی قیمت لے پھر میں پیسے لیکر کیوں پاپ کروں۔

ہم سب نے روپیہ دینے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور آخر کار اس بوڑھے کے لئے اپنے دل میں بے پناہ جذبہ عقیدت لئے ہوئے واپس آئے۔

واپسی میں وہ بولے "میرا تو اب بھی یہ عقیدہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو کچھ مہذب اور تعلیم یافتہ بنایا جائے تو ان کی زندگی بیمثال ہو جائے گی۔"

چندر شیکھر نے کہا۔ خیال تو بہت اچھا ہے اسکے لئے ہمیں گاؤں میں آکر رہنا ہوگا شہری زندگی کی قربانی کے لئے ہمیں تیاری کرنی چاہئے۔

مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔ ہاں گاؤں جانے سے ایک فائدہ ہو گا۔ شہر کے مہذب اور تعلیم یافتہ طبقہ میں بھی رواداری آ جائے گی۔ اسوقت ہماری زندگی کتنی انوکھی ہوگی اسکا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اسوقت کے یہ نظارے میری آنکھوں میں آج بھی پھرا کرتے ہیں پیچھے رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ شہروں میں گاؤں والوں کی خوبیوں کی کمی کیوں ہے؟ اگر دونوں طبقوں کی خوبیاں ایک ہو جائیں اور خامیاں دور ہو جائیں تو ہماری زندگی کتنی انوکھی ہوگی اگرچہ میرے ان تصورات نے کوئی خاص شکل نہیں اختیار کی تاہم مجھے ان سے نجات نہیں ملی یہ میری زندگی کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔

تمباکو میں ڈھمنا، بلی یا سیتابلیا

(مسٹر ہری سنگھ، اسسٹنٹ ٹو پلانٹ پیتھالوجسٹ، کانپور)

آپ نے تمباکو، ٹماٹر، بینگن، مولی، شلجم، گوبھی اور سرسوں وغیرہ کے کھیتوں میں اکثر دیکھا ہوگا کہ پودوں کے تنوں کے پاس ہی کہیں کہیں ہلکے نیلے یا پیلے رنگ کے چھوٹے چھوٹے بہت سے پھولوں کے گچھے نکل آتے ہیں یہ گچھے ۳ سے ۱۲ انچ تک اونچے ہوتے ہیں اور ان پر چھوٹی چھوٹی سفید پتیاں بھی ہوتی ہیں۔ اُن پودوں کا نچلا حصہ موٹا اور گودے دار ہوتا ہے۔ یہ ایک عجیب قسم کے پودے ہیں۔ جن میں کہ جڑ اور ہری پتیاں نہیں ہوتیں بلکہ یہ دوسرے پودوں کی جڑوں میں چپکے رہتے ہیں اور ان سے خوراک چھین کر اپنے کام میں لاتے ہیں۔ جن پودوں میں یہ لگ جاتے ہیں ان کو بالکل کمزور بنا دیتے ہیں اس وجہ سے یہ ایک قسم کی بیماری کہی جا سکتی ہے۔ ہمارے صوبے میں لوگ اس کو ڈھمنا، بلی، سیتا بلیا وغیرہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کا نام "روبینکی" یا "بروم ریپ" ہے۔ بہار میں اسی کو لوٹرا کہتے ہیں۔

ڈھمنا سے تمباکو اور خاصکر ورجینیا سگریٹ کی تمباکو کو بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے جس کھیت میں یہ ہوتا ہے اُس میں پودوں کا بڑھنا بند ہو جاتا ہے اور پتیاں سکڑ کر چھوٹی رہ جاتی ہیں۔ ایسی فصل سے سگریٹ بنانے کے لائق پتیاں کم نکلتی ہیں۔ جس سے پیداوار بہت ہی کم ہو جاتی ہے۔ کہیں کہیں تو اس سے اس قدر زیادہ نقصان ہوتا ہے کہ تمباکو کا کھیت بغیر فصل لئے ہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

تمباکو کی پود (بیاوڑ) لگانے کے بعد ہی ڈھمنا اُگنے لگتے ہیں اور پودوں کی جڑوں میں چپک جاتے ہیں۔ تھوڑے ہی دن بعد تمباکو کے پودوں کے پاس اس کے پھولوں کے گچھے زمین سے نکلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ فروری مارچ میں اس کے بیج پکنے لگتے ہیں اور گر کر چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔ ایک ایک گچھے میں لاتعداد بیج ہوتے ہیں اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر تمباکو کے ایک پودے میں بھی ڈھمنا لگ جائے تو اسکے ہزاروں بیج دور دور تک چھٹک جانے کے باعث آئندہ سال کھیت کے کافی حصے میں پھیل جائے گا۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ ڈھمنا کا بیج دس بارہ سال تک زندہ رہتا ہے اور اُگنے کے قابل ہوتا ہے۔ اس کا بیج دیکھنے میں تقریباً تمباکو کے بیج کی طرح ہوتا ہے اسلئے اسکو تمباکو کے بیج سے علیحدہ کرنا مشکل ہوتا ہے اسکو روکنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ تمباکو کا بیج بالکل صاف ہو۔ بیج ایسے کھیت کا ہونا چاہئے جس میں ڈھمنا بالکل نہ رہا ہو کیونکہ ڈھمنا لگے ہوئے کھیتوں میں اسکے بیج تمباکو کے بیج کے ساتھ مل جاتے ہیں اور بعد میں فصل کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ اسلئے اگر کہیں باہر سے بیج لینا ہو تو ہمیشہ معتبر جگہ سے لینا چاہئے تاکہ آپ کے کھیت اس وبائی مرض سے محفوظ رہیں۔

اگر کسی سبب سے آپکے کھیت میں ڈھمنا پہنچ گیا ہو تو جیسے ہی اسکے گچھے کھیت میں دکھائی پڑیں اُن کو اُکھاڑ کر جلا دیا جائے یا گہرے گڑھے میں مٹی سے دبا دیا جائے۔ کسی بھی حالت میں ان میں بیج نہیں آنے دینا چاہئے۔ گچھوں کا اُکھاڑنا جاری رکھنا چاہئے تاکہ کھیت میں پھیلنے پائے کیونکہ اسکے گچھے جاڑے بھر نکلتے رہتے ہیں پورا فائدہ اسی وقت ہوگا جبکہ آس پاس کے کھیتوں سے بھی اسکو اسی طرح اکھاڑا جائے۔ ان اکھاڑے ہوئے پودوں کو بکریاں کھا لیتی ہیں لیکن بیج اتنے سخت ہوتے ہیں کہ انکی مینگنی کے ذریعے پھر کھاد کے ساتھ ملکر کھیت میں پہنچ جاتے ہیں اور موقعہ پاکر جمنے لگتے ہیں۔ اسلئے اکھاڑنے کے بعد جلا دینا یا گڑھے میں دبا دینا ہی اچھا ہے۔ اس طرح تین سال متواتر کرنے سے اس مرض سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ جس کھیت میں یہ بیماری بہت زیادہ ہو اور اسکے بیج پک کر پھیل گئے ہوں اسمیں اور پاس پڑوس کے کھیتوں میں بھی دوسری فصل میں تمباکو، ٹماٹر، بینگن، گوبھی، سرسوں وغیرہ نہ لینا چاہئے۔ ان فصلوں کے بجائے چنا، گیہوں، مٹر وغیرہ لینا چاہئے کیونکہ ان فصلوں میں ڈھمنا نہیں لگتا۔

ماہ اکتوبر میں کھیتی اور باغبانی کے کام

(مسٹر رام صورت سنگھ صاحب ٹکنکل اسسٹنٹ ٹو ڈائرکٹر محکمہ زراعت یوپی لکھنؤ)

اس مہینے میں بہ نسبت اور مہینوں کے کسانوں کو اپنی دونوں فصلوں کے مخصوص کام کرنے پڑتے ہیں۔ یعنی فصل خریف کی کٹائی پٹائی اور فصل ربیع کی بوائی وغیرہ جن پر کہ ان کی سال بھر کی محنت کا نتیجہ منحصر ہوتا ہے۔

ماہ اکتوبر میں کھیتی کے حسب ذیل کام کئے جاتے ہیں

(۱) فصل خریف کی کٹائی کیجئے۔

(۲) ربیع کے کھیتوں کو برابر اچھی طرح سے کماتے رہئے۔ چاندنی رات میں جتائی ۴ بجے صبح سے شروع کیجئے اور قریب دس بجے صبح تک پاٹا دیکر کام ختم کر دیجئے تاکہ تیز دھوپ سے کھیت کی نمی کم نہ ہونے پائے اور شام کو کھیت جوت کر کھلا چھوڑ دیجئے اور دوسرے دن سویرے پاٹا لگائیے تاکہ رات کی اوس کی نمی سب زمین میں مل جائے

(۳) خالص عمدہ اور ترقی شدہ بیج سرکاری غلہ گوداموں سے لیجئے اہلکاران محکمہ زراعت متعینہ بیج گودام سے گیہوں، جو، چنا، مٹر، السی اور دوسرے بیج جنکی ضرورت ہو اور جو مل سکیں لیجئے۔

(۴) آلو کی فصل فوراً بو دیجئے۔

(۵) چنا، مٹر، السی، سرسوں کسم وغیرہ بونا شروع کر دیجئے اور سبز چارے کیلئے لوسرن اور برسیم کی بوائی بھی اس ماہ کے پہلے ہی ہفتے میں کر دیجئے اور جئی بھی بوئیے۔

(۶) ربیع کی فصل بونے کے لئے کھیت کو بار بار دیسی ہل سے جوت کر پاٹا دیکر خوب ملائم بنا لینا چاہئے۔

(۷) ماہ اکتوبر میں اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ گیہوں ۲۰ اکتوبر سے پہلے نہ بویا جائے کیونکہ دھوپ سخت پڑتی ہے اور نازک پودے نکلکر سوکھ جاتے ہیں۔

(۸) کپاس کی چنائی شروع کر دیجئے اور مونگ پھلی کی فصل کھود لیجئے تاکہ کھیت گیہوں کے لئے تیار ہو سکے۔

(۹) اس ماہ کے دوسرے پکھواڑے میں ربیع کی بوائی شروع کر دیجئے دیر مت کیجئے۔

(۱۰) اگر خریف کی فصل کے بعد برسیم بونا ہے تو فوراً بو دیجئے کیونکہ دیر سے بوئی ہوئی برسیم اچھی طرح بڑھتی نہیں۔

(۱۱) ربیع کی فصل بوتے وقت کھیت میں نمی دیکھ لینا چاہیئے ورنہ جماؤ اچھا نہیں ہوگا۔ اگر نمی کم ہو تو مناسب وقت پر پلیوہ کرکے بوئیے تاکہ بوائی پچھڑ نہ جاوے۔

(۱۲) بوائی کے تیسرے دن کھیتوں میں پانی دینے کیلئے بڑے کیاریاں ضرور بنا دیجئے۔

(۱۳) گنا پیرنے کے لئے سلطان کھولھو کا انتظام کر لیجئے کیونکہ اس کولھو سے زیادہ سے زیادہ رس نکلتا ہے۔

(۱۴) کنواری دھان کے مڑائی اور فصل ربیع کی سینچائی کا انتظام کیجئے۔

(۱۵) جن ترکاریوں کی بوائی ماہ ستمبر میں ہوتی ہے اگر کسی وجہ سے ان کی بوائی نہ ہو سکی ہو تو ماہ اکتوبر کے دوسرے ہفتہ تک بو دیجئے۔

(۱۶) پچھلے ماہ میں بوئی ہوئی اگیتی ترکاری کے پودوں کو ذخیرہ سے نکالکر کھیت میں مناسب فاصلے پر لگاکر ان کی آبپاشی کر دیجئے مثلاً بند گوبھی، پھول گوبھی، بینگن، ٹماٹر وغیرہ۔

(۱۷) ماہ ستمبر میں بوئی ہوئی ترکاریوں کے پودہ کو نکائی گڑائی اور حسب ضرورت سینچائی کیجئے۔

(۱۸) اس مہینے میں بوئی جانے والی ترکاریوں کے بیج بوئیے مثلاً آلو۔ ولائتی شلجم۔ ولائتی ٹماٹر ولائتی سیلم۔ چقندر۔ مولی بینگن وغیرہ ولائتی مٹر پھلیوں کے لئے۔

(۱۹) موسم برسات کی چند ترکاریاں قریب قریب ختم ہو جاوینگی اس لئے ان کو نکالکر کھیت صاف کر لینا چاہئے اور ان کی جگہ پر جاڑے کی ترکاریوں کے پودہ کو لگا دیجئے۔ جن ترکاریوں کے بیجوں کا بونا منظور ہو گملوں یا ذخیرے کی کیاریوں میں بو دینا چاہئے۔ ان کی مٹی خوب کمائی ہوئی ہو اور پتیوں کی کھاد و سڑا ہوا گوبر ڈال دیجئے۔

(۲۰) اگر اس مہینے کے ہتھیا نکشتر میں پانی نہیں برسا ہے تو چارے کے لئے بھی شلجم گاجر اور مولی بو دیجئے۔

باغبانی کا کام

(۲۱) پرانے باغات کے چمنوں کو پھاوڑوں سے پلٹوا دینا چاہئے۔ گھاس کو گہرائی سے گڑوا دینا چاہئے۔ اگر باغ کے چمن گڑوانے کا موقع نہ ملے تو گھاس ضرور گڑوا دئے جائیں۔

(۲۲) اگر باغ کی کل زمین گڑوائی نہ جا سکے تو مسٹن گرجر ہل سے ایک یا دو مرتبہ جتوا دینا چاہئے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو چمنوں کی گھاس چھلوا دینا چاہئے۔ دوسرے بیکار پودوں کو کھلوا

کل دینا چاہئے جہاں تک ممکن ہو باغ کے چمنوں کو کھد چتوا دے اور درست رکھنا چاہئے۔

(۲۳) اس مہینہ میں دیمک زیادہ تر پیدا ہوجاتی ہے۔ لہذا دیمک کی دفعیہ کے واسطے اس ماہ میں صرف اس قدر توجہ دینی چاہئے کہ نوزائدہ پودوں کی جڑوں اور شاخوں پر ایک نظر ڈال دی جایا کرے۔

(۲۴) اس مہینہ میں شروع بارش کے بعد قلم کئے ہوئے قلم قریب قریب جڑ جاتے ہیں اگر ان کو اس ماہ کے بعد پیوندوں سے الگ کرنا مقصود ہو تو جہاں پر شاخ جدا کرنا ہو شاخ کا ایک تہائی حصہ کاٹ دینا چاہئے۔

(۲۵) اس مہینے میں دھوپ بہت تیز ہوتی ہے اور رات میں اوس گرنے کا امکان نہیں ہوتا۔ اس لئے اس ماہ میں جدید قلموں کو نہ نصب کیا جائے اور جو درخت حال میں نصب کئے گئے ہوں ان کے قریب کی زمین کو پھاوڑوں سے گڑوا دینا چاہئے۔

(۲۶) اگر برائے بندش چشمہ نارنگی وغیرہ بیاوڑ تیار کرنا ہو تو اس کے واسطے کیاریاں خوب گوڈ کر مٹی کو باریک کرکے پانس ملا کر کھٹے کا تخم بو دیجئے۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں ٹڈیوں سے خطرہ

عوام اس خطرے کو روکنے میں کیسے مدد دے سکتے ہیں

ایک بار پھر ٹڈیوں نے دھاوا کیا ہے اور انکے اڑتے ہوئے جتھے صوبے کے مغربی اور نواحی اضلاع میں اکثر دیکھے گئے ہیں اس بار ٹڈیوں کے دل زیادہ تر نوجوان ٹڈیاں زیادہ تعداد میں ہیں جو کہ انڈے دے سکتی ہیں۔ یہ انڈے ہی چھوٹے تا بڑے بچے دیئے جاتے ہیں تو ٹڈیوں کے جتھے کے جتھے پیدا ہو جائیں گے کچھ مقامات پر انڈے دے جاچکے ہیں اور ان کو برباد کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے ٹڈیاں بھی جہاں کہیں دکھائی دیتے ہیں مار ڈالے جاتے ہیں۔

کسانوں اور عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ ٹڈیوں کا یہ خطرہ کیونکر دور ہو سکتا ہے اسوقت ٹڈیوں کی تعداد گھٹانے اور اس طرح کھیتوں اور باغوں کو نقصان سے بچانے کے لئے کافی کام کیا جا سکتا ہے گاؤں والوں کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں حلقہ بنائے ہوئی ٹڈیوں کو پیٹ کر گھیر کر یا جلتے ہوئے بانس کے ٹکڑوں سے جلا کر کامیابی سے انکا خاتمہ کر دیں یہ کام ایسے وقت آسانی سے کیا جا سکتا ہے جبکہ ٹڈیاں اختلاط میں مصروف ہوں یا انڈے دے رہی ہوں یا رات کو جھاڑیوں، درختوں یا کسی ایک مقام پر اکٹھا ہوئی ہوں۔ ٹڈیوں کے جھنڈوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھگا دینے سے وہاں کی صرف کچھ فصلیں ہی بچ سکتی ہیں لیکن اس سے ٹڈیوں کو برباد کرنے کا مسئلہ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے محکمہ زراعت اور محکمہ مال کے ملازمان ٹڈیوں کو روکنے کے لئے انتظام رکھتے ہیں لیکن جب تک زمیندار کاشتکار یا ایسے دوسرے لوگ جنکی دلچسپی فصلوں کو بچانے میں ہوسکتی ہے اس کام میں تیزی اور مستعدی سے ان افسران کی مدد نہ کرینگے ان کو کامیابی نہ ہوگی۔ مدد کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب ٹڈیاں اختلاط کرنے لگیں یا انڈے دینے لگیں، فوراً اپنے گاؤں سے سب سے قریب کے محکمہ مال یا محکمہ زراعت کے افسر یا انکے ماتحت کو گورنمنٹ یوپی کانپور کو ان کی خبر دیدی جائے۔ ایسے وقت پر جبکہ ہم کو اپنے کھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ مقدار میں غلہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے فصلوں کا ٹڈیوں کے ذریعے کچھ بھی برباد ہونا ہماری بدقسمتی ہوگی۔ مقام مسرت ہے کہ فصلوں کو ابھی تک نقصان کم ہوا ہے جسکا سبب یہی ہے کہ ٹڈیوں کے روکنے میں کافی احتیاط سے کام لیا گیا ہے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت پر جبکہ ٹڈیوں کی شکل میں مصیبت بہت تیزی سے آسکتی ہے اس سے بچنے کی بہترین تدبیر عوام اور حکومت کے باہمی تعاون ہی سے عمل میں آسکتی ہے۔

(مرسلہ محکمہ زراعت)

گاؤں سدھار کا مطلب

(از جناب گرجاپتی مکرجی)

یہ تقریر گاؤں سدھار ہفتہ (فروری ۴۲ء) کے سلسلے میں ۸ فروری کو آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوئی تھی اور یہاں ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کی اجازت سے شائع کی جا رہی ہے۔

پچھلے کچھ دنوں میں آپکو اپنی زندگی سے تعلق رکھنے والے مختلف موضوعات پر سبق آموز باتیں سننے کا موقعہ حاصل ہوا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ نے ان سب باتوں کو جو آپکے سامنے کہی گئی ہیں اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی ہوگی اور آپ ان پر عمل کرنے کی کوشش کرینگے۔

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گاؤں والوں کو موجودہ آسائش کے ذرائع بہم پہنچانا ہی گاؤں سدھار ہے یہ ایک غلط خیال ہے سڑکوں کی مرمت کچھ صاف ستھرے کنوؤں کا بنوانا یا کچھ اسکول اور کتب خانوں کا کھولنا یہ سب گاؤں سدھار کے محض چند اجزا ہیں درحقیقت یہی گاؤں سدھار نہیں ہیں۔ گاؤں سدھار سے مراد یہ ہے کہ آپ کو اس قابل بنا دیا جائے کہ آپ اپنی فطرت بدل سکیں اور اپنا کام بذات خود انجام دے سکیں۔ کسی گاؤں کی بیرونی حالت ایک بالکل ہی بیرونی طاقت کے ذریعے آسانی سے بدلی جا سکتی ہے لیکن ممکن ہے کہ پھر بھی وہاں کوئی حقیقی اصلاح نہ ہو جب تک کہ خود آپ میں تبدیلی نہیں ہوتی اسوقت تک دیہاتوں میں بھی جو کام کیئے جائیں اُنھیں فضول سمجھنا چاہیئے۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ میں کن کن باتوں کی تبدیلی ہو سکتی ہے آپ کو اول تو یہ یقین کرنا ہوگا کہ گاؤں آپ ہی کا ہے زندگی ایک قابل قدر چیز ہے اور ایک شخص کا مفاد تمام گاؤں کے مفاد سے وابستہ ہے یہ جذبہ آپ میں اسوقت زیادہ جوش پیدا کریگا جب آپ اپنی اور دوسروں کی حالت سدھارنے کے لیئے یہ جانتے ہوئے زیادہ محنت کریں کہ پر مسرت زندگی گذارنے کے لئے سدھار نہ ہونے والی چیز ہے ورنہ یہ سب جو کچھ کیا جا رہا ہے موقعہ پا کر مٹ جائیگا۔ سدھار کا کام صرف اتنے دنوں تک زندہ رہے گا جتنے دنوں تک وہ سڑکیں اور کنوئیں رہیں گے جو آپ کیلئے بنوائے گئے ہیں وہ بھی وقت گزرنے پر انھیں کی طرح برباد ہو جائیگا اسلیئے آپ کو اپنے جذبات کو بیدار کرنا ہے اور یہی گاؤں سدھار کی مستقل خصوصیت ہوگی۔

میں یہاں پر آپ کی ضروریات کی صرف ایک بات پر زور دونگا جو سب سے زیادہ اہم ہے آجکل آپ لوگوں میں جذبہ امداد باہمی کا قطعی فقدان ہے۔ آپ سب لوگ چھوٹی چھوٹی پارٹیوں میں بکھر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک پارٹی کے لوگ نہ صرف یہ کہ دوسروں کی بھلائی کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اکثر انکے خلاف لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں یہ ایک بہت بڑی خرابی ہے کیونکہ اس سے آپ گاؤں کے لوگوں کی باہمی ہمدردی اور اس سے فوائد سے محروم کر دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے باہر کے لوگوں کی ہمدردیاں بھی آپ کو نہیں ملتی ہیں باہمی اعتماد کا نہ ہونا کسی بھی سماج کے لئے ایک بہت بڑا نقصان ہے کیونکہ یہ زندگی کو پرسکون بنا دیتا ہے اور ترقی کی طرف بڑھنا بند ہو جاتا ہے باہمی تعاون نہ ہونے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک خوفناک لاپرواہی آپ کو گھیر لیتی ہے اور اس کے باعث آپکی وہ طاقتیں اور خوبیاں جن سے زندگی میں جوش اور ولولہ آتا ہے کمزور ہو جاتی ہیں آپ اپنی زندگی کا ایک ایک دن مردہ دلی سے گذارتے ہیں اپنی تہذیب اور تعلیم کی ترقی اور اپنی اقتصادی حالت سدھارنے کیلئے آپ خود کوئی کوشش نہیں کرتے اور جب کوئی بیرونی شخص آپ کی امداد کرنیکی نیک خواہش سے آپکے پاس جاتا ہے تو اسکے کاموں میں بھی آپ معاون کی حیثیت سے شریک نہیں ہوتے۔ آپکو اپنی یہ عادت بدلنی چاہیئے۔ آپ کو یہ محسوس کرنا ہوگا کہ زندگی میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے لیے ہمیں زندہ رہنا چاہیئے اور اپنی ترقی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایک فرد کی زندگی ملک کی زندگی پر اپنا اثر ڈالتی ہے اسلئے آپ کنبے کے اپنے گاؤں کے اور اپنے ملک کیلئے آپکا فرض ہے کہ آپ اپنی اصلاح کریں کچھ لوگ اکثر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ مفلسی ہی انکی اصلیت کا ثبوت ہے واقعی غریبی ایک لعنت ہے لیکن اسے دور کرنا بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے انکے لیئے زیادہ کوشش کی ضرورت ہے اور آپکو اس سے بچنا چاہیئے۔ لیکن غریبی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ فسادی ضدی جھوٹے اور دغاباز ہوں۔ نیک اوصاف دولت پر منحصر نہیں ہوتے واقعہ یہ ہے کہ یہ اوصاف غریب آدمیوں ہی میں زیادہ پائے گئے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ عیوب جو ابھی میں نے آپکو بتائے ہیں صرف باہمی اعتماد اور باہمی اتفاق کی کمی کے باعث آپ میں آگئے ہیں اس شبہ کو اس تنگ نظری کو اور اس خود غرضی کو ہٹا دیجئے پھر آپ دیکھئیے کہ آپ مسرت اور سکون کی ایک نئی دنیا میں آگئے ہیں جو کہ آپکو بے غرضی کے ساتھ دوسروں کی بھلائی کے لیئے آمادہ کرے گی اور اس کے عوض کو بہت بڑا فائدہ پہونچائیگی۔

فن زراعت اور دیوتاؤں کی پوجا

(از جناب اے۔ جی۔ سنگھ، گاؤں سدھار انسپکٹر بلیا)

ہندوستان ایک زراعت پیشہ اور مذہب پرست ملک ہے۔ یہاں قریب قریب ہر ایک کام کا تعلق مذہب سے ہے۔ کسی بھی کام کو دیکھئے آپ کو اس کے ساتھ مذہب کا تعلق نظر آئیگا۔ جب کاموں کو مذہب سے متعلق کر دیا گیا ہے تو انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک کام کے ساتھ قادر مطلق کو نہ بھولے۔

گیتا میں ایک جگہ کرشن جی نے نصیحت فرمائی ہے کہ دنیاوی کاموں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ ہر ایک مقصد کے حصول کے لئے اس سے تعلق رکھنے والے دیوتا کو یاد کریں۔ اور بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ ”لوگوں کو چاہئے کہ وہ دیوتاؤں کو خوش کریں اور دیوتاؤں کو چاہئے کہ وہ انسانوں کو خوش کریں۔“

دنیا کی زندگی کا انحصار کھیتی ہی پر ہے۔ ایک چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے لیکر راجہ تک کا تعلق کھیتی سے ہے۔ دنیا میں جتنے بھی کاروبار ہیں ان سب کی جڑ کھیتی ہے۔ صرف انسان ہی کیا دنیا میں جتنی بھی مخلوقات ہیں سب اپنی زندگی کھیتی ہی کے سہارے گذارتی ہے۔ خدا کی دی ہوئی قدرتی چیزوں کے علاوہ انسان کو کھانے کپڑے کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ چیزیں کھیتی ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔

دنیا کو چلانے کے لئے چار خاص قوتیں ہیں۔ (۱) ہل (زراعت) (۲) قلم (سرسوتی) (۳) روپیہ (لکشمی) اور (۴) لاٹھی (طاقت) ان میں زراعت کا درجہ اول ہے

مہاراج نرسی رامچندر جی نے فن زراعت کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور اس پر باقاعدہ عمل ہوتا تھا۔

(۱) پانچ بیرونی ذرائع۔ یعنی (الف) اچھی جوتائی، (ب) اچھی کھاد (ج) اچھا بیج (د) اچھی نکائی اور (ہ) اچھی سینچائی۔

(۲) پانچ اندرونی ذرائع یعنی (الف) اندر (بارش) (ب) سورج، (ج) زمین (د) ہوا اور (ہ) گنیش کی پوجا۔

بیرونی ذرائع تو بالکل انسان کے ہاتھ میں ہیں لیکن اندرونی ذرائع میں پانچوں دیوتاؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔

اندر بھگوان ٹھیک وقت پر پانی برساتے ہیں۔

سورج اپنی کرنوں کے ذریعے کھیتی کو وہ طاقت بخشتا ہے جس سے پیداوار بڑھتی ہے۔

زمین تمام طاقتوں اور غلہ کو اپنے سینے پر جگہ دیتی ہے۔

ہوا وقت پر بادلوں کو لاتی ہے جس سے بارش ہوتی ہے۔ وہی پودوں کو زندگی دیتے ہیں۔

گنیش جی کھیتی کو سب آفات سے بچاتے ہیں۔ خصوصاً دیمک، چوہے اور دیگر نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑے وغیرہ سے۔

چنانچہ آجکل جو ملک اس فن میں ترقی کے معراج پر پہنچ چکے ہیں وہاں بھی بیرونی ذرائع پوری ہوشیاری سے استعمال کرنے میں بھی اکثر قحط، خشک سالی، پالا وغیرہ سے فصل چوپٹ ہو جاتی ہے جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ بیرونی ذرائع کے ساتھ اندرونی ذرائع کی بھی خاص ضرورت ہے اور تبھی یہ فن مکمل شکل اختیار کر کے اہل دیہات کی تمام مصیبتیں دور کر سکتا ہے اور تبھی دیہات جنت بن سکتے ہیں۔

لیکن ایسی خاص قوت کی ہندوستان جیسے زراعت پیشہ ملک میں یہ خرابی ایک تعجب انگیز بات ہے۔ اسکی وجہ ظاہر ہے کہ فن زراعت آج جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ جاہل ہیں۔ جس فن کو تعلیمیافتہ اور قابل آدمیوں کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے وہ ادنیٰ درجے کے اور جاہل لوگوں کے ہاتھ میں ہے اور ایسی صورت میں اس فن کا زوال تعجب انگیز نہیں ہے۔

قدیم تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ میں جتنے بھی بادشاہ ہوئے ہیں وہ سب اس فن میں طاق تھے اور اسکا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھتے تھے۔ وہ وقتاً فوقتاً دیوتاؤں کو یگیہ، ہون وغیرہ کے ذریعے خوش رکھتے تھے جس سے کبھی بھی قحط خشک سالی، پالا اور بیماری سے کسانوں کو نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ اسکی وجہ ظاہر ہے جب راجہ اتنا مذہبی عالم ہوتا تھا تو رعایا بھی ویسی ہی مذہب پرست ہوتی تھی۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں پانچوں پانڈوں میں ایک بھائی اس فن میں ماہر تھا۔ راجہ جنک نے خود اپنے ہاتھوں ہل چلایا تھا رام راج میں بھی ایسا ہی تھا۔ ان کے راج میں تو کبھی قحط، خشک سالی وغیرہ کی آفت آئی ہی نہیں۔ سب لوگ آرام و اطمینان سے رہتے تھے۔ یہانتک پتہ چلتا ہے کہ اتنا زیادہ غلہ پیدا ہوتا تھا کہ بہت سا حصہ کھیتوں ہی میں رہ جاتا تھا جو کہ کھاد کا کام دیتا تھا اور دوسرے سال بیج کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ لیکن آجکل تو ہر چیز کا قحط ہے اور اتنا زبردست قحط ہے کہ اب لوگ صرف زندہ رہنے کے خیال سے آدھا پیٹ کھانا کھاتے ہیں۔ دیہاتوں میں محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے اچھے اور اصلاح شدہ بیج اور مالی حالت سدھارنے کے لئے بیج گوداموں اور دھرم گولہ وغیرہ کا اچھی طرح انتظام کر دیا ہے اور جہاں نہیں ہوا وہاں زوروں کے ساتھ ہو رہا ہے جس کا مستقبل بہت روشن ہے۔

باندہ میں گاؤں سُدھار

ازجناب وشمبر ناتھ ویش چیرمین گاؤں سُدھار ایسوسی ایشن، باندہ

ضلع باندہ کے گاؤں سدھار کے کاموں کی مختصر رپورٹ ذیل میں پیش کیجاتی ہے یہاں پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کی واقفیت کے لئے محکمہ گاؤں سدھار یوپی کی مختصر تاریخ بھی بیان کردیجائے ہمارے صوبہ میں محکمہ گاؤں سدھار ۱۹۲۵ء میں قائم ہوا۔ یہ محکمہ ۳۱ مارچ ۳۸ء تک ضلع کے کارکنوں کے ہاتھ میں رہا۔ اس کے بعد مسٹر پالیوال کی اسکیم کے مطابق اس محکمہ کی باگ ڈور ملازمان ضلع کے ہاتھ سے لے لی گئی۔ کانگریس وزارت کے استعفیٰ دینے پر یکم اپریل ۱۹۴۱ء کو پھر اس محکمہ کا چارج حاکم ضلع کو دیدیا گیا۔ اس رپورٹ میں اپریل ۱۹۴۱ء کے بعد کے حالات درج کئے جاتے ہیں

محکمہ گاؤں سدھار کا لوگوں کی سماجی، اقتصادی اور اسی قسم کے دوسرے حالات کی اصلاح کرنا اور ترقی دینا ہے اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ یہ سب باتیں اہل دیہات کے دل سے پیدا ہوں نہ کہ ان پر زبردستی ٹھونس دی جائیں اس مقصد کے حصول کے لئے پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ ان کو اس بات کی تعلیم دی جائے کہ وہ اپنی قسمت بدلنے کے لئے اپنے دماغ میں ترقی کی اسکیم بنائیں اور اپنی اصلاح خود کریں اس بات کیلئے یہ ضروری ہے کہ اصلاح اور ترقی کی ہر ایک اسکیم انھیں دیہاتوں کی بنائی ہوئی پنچایتوں کی طرف سے آسکے۔ چنانچہ ہر ضلع میں ایک ایک ایسوسی ایشن قائم کی گئی جسکے سب اصلاح پسند لوگ ممبر بنائے گئے۔ دیہاتوں میں پنچایتیں قائم کی گئیں اور با اثر و عوام کی خدمت میں دلچسپی لینے والے ان کے ممبر بنائے گئے۔ ان پنچایتوں کو معقول مشورہ دینے اور ان کو راستہ دکھانے کیلئے ضلع میں مجلس انتظامیہ بنائی گئی جس میں غیر سرکاری چیرمین اور سرکاری سکریٹری رکھا گیا۔ آرگنائزر اور بالغوں کے مدرس اس اسکیم کی تشہیر و اشاعت کے لئے مقرر کئے گئے تاکہ وہ اہل دیہات کو سمجھائیں کہ وہ کس طرح ایک ساتھ ملکر کام کرنے سے ترقی کر سکتے ہیں۔

ضلع باندہ میں بھی دیگر مقامات کی طرح گاؤں سدھار کے کام کے سلسلے میں گاؤں کی صفائی، کھاد کو محفوظ رکھنے، پینے کے لئے صاف پانی کا انتظام کرنے تندرست جانوروں کی پیدائش بڑھانے اور ان کا علاج کرنے، کھیتی باری، ترکاری پیدا کرنے، باغ لگانے پھل پیدا کرنے، زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کرنے، پنچایت گھر بنانے، آنے جانے کے راستے ٹھیک کرنے تندرستی بڑھانے اور سامان تفریح اور اشاعت تعلیم وغیرہ کے کام ہاتھ میں لے گئے۔ اس سلسلے میں اسوقت کے سکریٹری ٹھاکر رام گنگر سنگھ صاحب ڈپٹی کلکٹر صاحب ٹھاکر ہری پرشاد سنگھ چیرمین کے تعاون سے بہت سے مشکل کام انجام دیئے۔ ان اصحاب کے بعد سکریٹری کا عہدہ جناب کمال الدین صاحب نے لیا اور چیرمین راقم الحروف منتخب ہوا۔ ہم لوگوں میں سے ایک نے اپنے پیشرو کارکنوں کی بنیادوں پر کام شروع کیا گاؤں سدھار کے ہر ایک شعبہ میں کام کیا گیا اور حسب توقع کامیابی ہوئی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ نااہل اور غیر ضروری آرگنائزر برخاست کر دیئے گئے اسکے بعد ہی کچھ ٹھوس کام ہو سکا۔ کمال الدین صاحب نے گاؤں سدھار کے کام میں بڑی مستعدی دکھلائی اور بہت کام کیا گیا۔ نومبر ۴۱ء میں ایک تبدیلی اور بھی ہوئی اور جناب عبدالجمیل خاں کو سکریٹری کا عہدہ دیا گیا۔ دسمبر ۴۱ء میں گاؤں سدھار افسر صاحب ضلع کے دورے پر تشریف لائے اور گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کو ہدایت فرمائی کہ وہ ترکاری پیدا کرنے دیہاتی دستکاریوں اور اسکاؤٹوں کی بھرتی پر زیادہ زور دے۔ موجودہ سکریٹری صاحب نے اس کام میں بڑی دلچسپی لی اور گشتی اسکاؤٹوں کی ٹولی بنانے میں پوری مستعدی سے کام لیا۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ انھوں نے ایسوسی ایشن کا کام کرنے میں میرا اور مجلس عاملہ کا ہاتھ بٹایا۔

ایسوسی ایشن کے کام

صفائی وغیرہ کا کام۔ صفائی کے کام کو پہلا درجہ دیا گیا ہے۔ اپریل ۴۲ء سے لیکر اسوقت تک دیہاتوں میں ۱۲۰ نالیاں صاف کی گئیں۔ کھاد کے ۱۴۰ گڈھے آبادی کے باہر بنائے گئے اور آبادی کے اندر کا پھیلا ہوا کوڑا کرکٹ ان میں گاڑ دیا گیا۔ اگر اس تعداد میں پہلے کے بنائے ہوئے گڈھوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو ان کی تعداد ۳۰۰ ہو جاتی ہے۔ ۱۹۳ سوختہ گڈھوں کو بنانے کے لئے جگہ منتخب کر لی گئی ان میں ۵۴ بن چکے ہیں باقی سال کے اندر ہی بن جائینگے۔ ۱۴۱ روشندان مکانوں میں لگانے کے لئے دیئے گئے۔ جنمیں ۷۴ روشندان مکانوں میں لگائے جا چکے ہیں اس سے اندھیرے گھروں میں ہوا اور روشنی پہنچے گی۔ ۳۸۳ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ہٹائے گئے اور ۱۲ کھنڈ ہروں کو جو کہ خوبصورتی بدرست بنوائے گئے ۲۸ گڈھوں کو جن میں سے کچھ بہت ہی خطرناک تھے اور جن سے بیماریاں

پھیلتی تھیں پا گیا ۔

راستے ۔ دوسری بات جس میں ایسوسی ایشن کو دلچسپی پیدا ہوئی وہ راستوں کی اصلاح تھی گاؤں کی گلیوں اور راستوں کی مرمت اور درستی کے علاوہ ان چھوٹی سڑکوں کی طرف خاص توجہ کی گئی جو دیہاتوں کو ضلع کی بڑی پختہ سڑکوں سے ملاتی ہیں ۔ یہ طے کیا گیا ہے کہ اس قسم کی دس سڑکیں پختہ کر دی جائیں ۔ اس وقت اس قسم کی ۵ سڑکیں تیار ہو رہی ہیں ۔

پانی کا انتظام ۔ ۱۹۴۱ سے مارچ ۱۹۴۲ تک ۱۰ کنوئیں پانی پینے کے کام کیلئے بنائے گئے ۔ ۲۳ کنوؤں کی صفائی کرائی گئی اور انکی مرمت کی گئی ۔ اسوقت اپریل ۴۲ء سے جون ۱۹۴۲ء تک ۱۰ کنوئیں بنوائے گئے اور ۱۰ کنوؤں کی مرمت اور انکے بنانے کا کام ہو رہا ہے ۔ اسکے علاوہ بورنگ کیلئے درخواستیں آچکی ہیں جو محکمہ زراعت کے انجینیر بندیلکھنڈ سرکل جھانسی کے ضروری کارروائی کیلئے بھیج دی گئی ہیں ۔ تالابوں اور باندھوں میں پانی روکنے کیلئے ۴۳ عرضیاں آئیں اور منظوری کیلئے باندھوں کی درخواستیں ایگزیکٹیو انجینیر کین کینال باندہ کے پاس بھیجدی گئیں ۔ تالابوں کی کھدائی کا کام ہو رہا ہے ۔

جانوروں کی دیکھ بھال ۔ اس ضلع میں مویشیوں کے ۵ اسٹاک میں تھیا ۱۴۲ سانڈوں کو سال رواں میں آختہ کیا جا چکا ہے اور ۱۴۵۲ مویشیوں کا کامیابی کے ساتھ علاج کیا گیا ۔

زندگی سدھار سوسائٹیاں ۔ پہلے ۵۰ زندگی سدھار سوسائٹیاں تھیں مگر نئی اسکیم کے مطابق زیادہ کام ہونے کے باعث گاؤں سدھار کے سنٹروں کی تعداد کم کر دی گئی ہے ۔ اس لئے اسوقت ضلع کے ۲ گاؤں سدھار سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں بقیہ سوسائٹیوں کے کاروبار کو بند کر دینے کا کام ہو رہا ہے ۔

پنچایت گھر ۔ پنچایت گھروں کے سلسلے میں بہت کم کام ہوا ۔ ۶ پنچایت گھروں کیلئے درخواستیں منظور کی گئی ہیں جنمیں سے ایک صرف تیار ہوا ہے اور دوسرا تیار ہو رہا ہے ۔ دیگر پنچایت گھر ادھورے ہیں ۔ ایسوسی ایشن نے طے کیا ہے کہ بقیہ پنچایت گھر ادھورے ہیں ۔ ایسوسی ایشن نے طے کیا ہے کہ باقی پنچایت گھر جلد تیار ہو جائیں اسکے لئے سب چیزیں جمع کر لی گئی ہیں اور بعد برسات کام شروع ہو جائیگا ۔

صحت عامہ ۔ گاؤں سدھار کے دیہاتوں کو دئے جانے والے دوا کے بکسوں سے ۱۲۷۵ مریضوں کو دوا دی گئی ۔ ۲۱۴ اشخاص کے ٹیکہ لگایا گیا ۔ اسکے علاوہ گاؤں سدھار ایلوپیتھک اور امراض متعدی کے دواخانوں سے صدہا مریضوں کو دوائیں دی گئیں جنکی صحیح تعداد اختتام سال پر معلوم ہوگی کیونکہ دواخانے اپنی رپورٹ سال کے آخر میں دیا کرتے ہیں ۔ گذشتہ سال ایلوپیتھک علاج کرانے والوں کی تعداد ۴۴۹۰ اور امراض متعدی کے مریضوں کی ۱۱۰۴۲ تھی ۔ ۵۰۹ چھوٹے

پریشن بھی کئے گئے ۔

شروع سال رواں میں ۴۴ اکھاڑے بنائے گئے جنھیں گاؤں والوں نے خود بنایا ۔ اس سال ایسوسی ایشن نے اکھاڑوں کو نئے طرز پر بنانے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور منظور شدہ اور معیاری اکھاڑے بہت جلد تیار ہو جائیں گے ۔

دیگر کھیلوں مثلاً والی بال ، باسکٹ بال ، رسہ کشی ، لکھیم چیسٹ ایکسپینڈر وغیرہ کیلئے ۳۳۴ کے سامانوں کا آرڈر دیا جا چکا ہے ۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ چیزیں گاؤں والوں کو جلد دی جائینگی ۔

سامان تفریح ۔ ہر سرکل میں ایک ایسی بھجن منڈلی ہے جو دیہات کے لوگوں کی تفریح کیساتھ ساتھ پرچار بھی کرتی ہے ۔

تعلیم ۔ ایسوسی ایشن کے ماتحت ۱۱ مدرس بالغان ہیں ۔ جون ۱۹۴۱ء تک ۴۹۲ بالغوں اور ۱۵۰ بچوں کو تعلیم دی گئی اور وہ لکھ پڑھ سکتے ہیں ۔ اس سال کام جولائی سے شروع ہوا ہے لوگ بھرتی ہو رہے ہیں اور تعداد بڑھ رہی ہے ۔

مندرجہ بالا باتوں کے علاوہ حسب ذیل باتوں کیطرف بھی خاص توجہ کی گئی ۔

زیادہ غلہ پیدا کرنیکے سلسلے میں ۴۳ گاؤں منتخب کئے گئے اور ایک اسکیم بنائی گئی ہے ۔ بیج کے اندنت کسانوں سے لیکر محکمہ زراعت کے پاس جمع کر دئے گئے ہیں گاؤں سدھار والے دیہاتوں میں قابل کاشت زمین میں ۱۰ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے ربیع ۱۳۵۰ فصلی میں ابھی اور بڑھنے کا امکان ہے ۔

اسکاوٹنگ ۔ نومبر ۱۹۴۱ء میں کل ۵۳۰ اسکاوٹ تھے لیکن ۳۰ جون ۱۹۴۲ء تک یہ تعداد بڑھکر ۱۸۶ ۳ تک پہنچ گئی ہے اسکاوٹوں کو لاٹھی اور فوجی ڈرل کی ٹریننگ دینے کا انتظام کیا گیا ہے ۔ کل آرگنائزر اور بالغوں کے مدرسوں کو تواعد کی ٹریننگ دیجا چکی ہے اس کام کیلئے باندہ میں ایک کیمپ اپریل ۴۲ء میں کھولا گیا تھا ۔ اب یہ لوگ گاؤں سدھار والے دیہاتوں کے اسکاوٹوں کو ٹریننگ دے رہے ہیں ۔ اب تک ۳۶۰ اسکاوٹ ٹریننگ پا چکے ہیں ۔

پہلے صرف ۱۰ اسکاوٹوں کو وردیاں دی گئیں تھیں اب ۲۸۴ اسکاوٹوں کے پاس وردیاں ہیں امید کیجاتی ہے کہ دو یا تین ماہ میں ۵۰۰ اسکاوٹوں کے پاس وردیاں ہو جائینگی ۔ اب ان اسکاوٹوں کی شناخت کیلئے ٹوپیاں اور بیج بھی دیئے جائینگے ۔

محکمہ دفاع کے حکم کیمطابق ان اسکاوٹوں کو محافظ جماعتوں میں بدل دیا گیا ہے اور گاؤں کی حفاظت کرنیوالی جماعتیں بنائی گئی ہیں ۔ رات میں یہ محافظ باری باری گشت لگاتے ہیں اور اگر کوئی نئی بات ہوتی ہے تو پولیس کو اطلاع کیا کرتے ہیں ۔ اگر ضرورت ہوئی تو اسکاوٹ ٹروپ کمانڈر کے پاس آتے

بل
بھیج دیتا ہے۔ ضلع کے ایسے دیہاتوں کے لئے بھی جو گاؤں سدھار مرکز دں میں نہیں ہیں۔ اسکاؤٹوں کو ٹریننگ دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔

ہمارے ضلع کے مجسٹریٹ مسٹر اے۔ آر۔ گل۔ نے ایسوسی ایشن کے فائدے کے لئے بہت سے کام کئے ہیں اور وہ اپنے قیمتی مشوروں سے ہماری ہمیشہ امداد فرمایا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے ضلع کے سبھی سب ڈویژنل افسران، تحصیلداران، نائب تحصیلداران اس محکمہ کے ملازمان اور دیگر اصحاب جنھوں نے ہماری مدد کی شکریہ کے مستحق ہیں۔

یوپی میں گھی کی کوآپریٹو سوسائٹیاں

(از جناب این۔ کے۔ بھارگو، بی۔ ایس۔ سی؛ آنرز۔ ڈی۔ ڈی۔ اینڈ سنٹریل انسپکٹر، محکمہ امداد باہمی۔ یو۔ پی)

آجکل سبھی لوگ یہ شکایت کیا کرتے ہیں کہ ان کو اچھا گھی کھانے کو نہیں ملتا۔ پڑھے لکھے آدمی اور اخبار تو اس کی اور زیادہ شکایت کرتے ہیں۔

گھی بنانا ہمارے دیہاتوں کی ایک پرانی صنعت ہے۔ یہاں اس وقت سے گھی بنتا ہے جب کہ دنیا کے کسی ممالک میں اس صنعت کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ گھی ہم لوگوں کے کھانے کی ایک خاص چیز ہے۔ شاستروں میں گھی کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور اسکے بارے میں بڑے بڑے اشلوک لکھے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ پوجا میں گھی کا استعمال بہت ضروری سمجھا جاتا ہے۔ بغیر گھی کے پوجا ہو ہی نہیں سکتی۔ لوگ پوجا کے لئے اچھے سے اچھا گھی لیتے ہیں۔

ہمارے ملک میں کل دو کروڑ تیس لاکھ من گھی تیار ہوتا ہے جس کی قیمت ۹۰ کروڑ روپئے ہوتی ہے۔ اس میں سے ہمارے صوبہ میں ۲۰ لاکھ من گھی بنتا ہے جس کی قیمت تقریباً ۸ کروڑ روپئے ہوتی ہے۔ ۱۸ لاکھ من گھی اسی صوبہ میں استعمال ہوتا ہے اور باقی دو لاکھ من باہر بھیجا جاتا ہے۔ ہمارا صوبہ ہندوستان میں سب سے زیادہ گھی بناتا ہے اور باہر بھیجتا ہے۔

گذشتہ ۲ سال میں گھی کی تجارت میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ پہلے اس تجارت کا کوئی خاص درجہ نہیں تھا لیکن اب ہندوستان کی تجارتوں میں اس کا درجہ بہت بلند ہو گیا ہے۔ ہمارے صوبہ میں اس صنعت کی ترقی کا خاص سبب کوآپریٹو گھی سوسائٹیاں ہیں جو ہندوستان کے دوسرے کسی بھی صوبہ میں نہیں پائی جاتیں ۱۹۲۳ء میں یوپی میں صرف ایک گھی سوسائٹی تھی لیکن اب ۱۹۴۲ء میں انکی تعداد ۷۰۰ ہو گئی ہے۔

گھی بنانا کسانوں کا ایک خاص پیشہ ہے۔ یہ روزگار خاص طور سے گاؤں کی عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہی اسکو بناتی ہیں اور بیچکر جو پیسہ ملتا ہے اُسے اپنے پاس رکھتی ہیں اور جو مٹھا ہوتا ہے اُسے گھر کے کام میں لاتی ہیں۔

گھی تین طریقوں سے بنایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ دودھ کو گرم کرکے دہی بناتے ہیں اور پھر دہی کو متھ کر گھی نکال لیتے ہیں۔ کچھ لوگ کچے دودھ کو رکھ دیتے ہیں اور متھکر یا اوپر سے ملائی اُتار کر گھی بنا لیتے ہیں۔ تیسرا طریقہ مشین سے گھی بنانے کا ہے۔ اس مشین میں جس کا نام کریم سیپریٹر ہے دودھ ڈال کر متھا جاتا ہے۔ متھنے سے کریم ایک طرف اور دودھ ایک طرف ہو جاتا ہے۔ کریم کو گرم کرنے سے گھی بن جاتا ہے۔

زیادہ تر لوگ اس گھی کو پسند کرتے ہیں جو دودھ کو گرم کرکے دہی بنا کر بنایا جاتا ہے کیونکہ اس گھی میں ایک قسم کی خوشبو آتی ہے اور جو دوسرے طریقوں سے گھی بنتے ہیں اُن میں کسی طرح کی خوشبو نہیں آتی لیکن جو گھی مشین سے بنایا جاتا ہے اس میں گھی صاف بنتا ہے اور مکھنیا دودھ میں گھی نہیں جانے پاتا۔ دیسی طریقے سے بنانے میں گھی کافی مقدار میں مٹھے میں چلا جاتا ہے جس سے کسان کو نقصان پہنچتا ہے مگر ہر آدمی مشین نہیں لگا سکتا۔ اسلئے اگر لوگ مل کر ایک کوآپریٹو سوسائٹی بنالیں تو وہ سوسائٹی اس مشین کو خریدے گی اور سب کا گھی جس میں کئی گھنٹے لگتے تھے تھوڑی ہی دیر میں نکل آئے گا۔

اکثر دودھ گرم ہوتے وقت لکڑی یا کنڈے کی بدبو جذب کر لیتا ہے اور وہ بدبو گھی کے اندر آجاتی ہے۔ یہ بدبو مشین کے گھی میں نہیں آتی۔ اسلئے جب دودھ گرم کیا جائے تو ڈھکا رہنا چاہئے اور ایندھن ایسا استعمال کیا جائے جس کے جلنے میں کوئی بدبو نہ آتی ہو۔ دہی صبح ٹھنڈے وقت میں متھنا چاہئے اور ٹھنڈے پانی کا استعمال کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے گھی میں دانہ بڑا پڑتا ہے اور مٹھے میں گھی بھی برباد نہیں ہوتا۔

دیہاتوں میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نینو ۱۵ دن میں گرم کیا جاتا ہے۔ اس سے نینو میں بد بو آجاتی ہے اور گھی کھٹا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے دام کم ملتے ہیں۔ گرمی اور برسات میں خاص طور سے نینو کو جلد گرم کرنا چاہیئے تاکہ اس میں ترشی نہ آنے پائے اور ہانڈی کو خوب گرم پانی سے صاف کر کے گھی رکھنا چاہیئے۔

گھی کی تجارت میں اسی وقت فائدہ ہو سکتا ہے جب کہ جانور اچھا دودھ دینے والا ہو۔ عام طور سے بھینس کے دودھ میں گھی کافی نکلتا ہے اور لوگ عام طور سے بھینس ہی کو دودھ کے لئے پالتے ہیں۔ بھینس کی خوراک بہت کافی ہوتی ہے اسلئے اس کو جب تک پیٹ بھر کر کھلایا نہیں جاتا اس وقت تک وہ پورا دودھ نہیں دیتی اور سوکھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اسلئے بھینس کو اچھا اور کافی چارہ کھلانا ضروری ہے۔

آجکل دیہاتوں میں گھی فروخت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو گاؤں شہر یا منڈی کے قریب ہیں وہاں کے کسان اپنی اپنی ہانڈیاں لیکر شہر میں آتے ہیں۔ یا وہ منڈی میں تھوک فروشوں کے ہاتھ اپنا گھی فروخت کر جاتے ہیں یا محلے محلے پھر کر لوگوں کے ہاتھ خوردہ فروخت کرتے ہیں۔ ان کا کوئی ٹھیک نرخ بھی نہیں ہوتا۔ جیسا گاہک مل جاتا ہے اسی حساب سے فروخت کر دیتے ہیں۔ جو گاؤں شہر سے دور ہیں اور جہاں کے لئے آمد و رفت کا راستہ خراب ہے وہاں پر گاؤں ہی میں مہاجن رہتا ہے جو گھی کی تجارت کرتا ہے۔ یا تو وہ ذاتی تجارت کرتا ہے یا کسی منڈی کے بڑے مہاجن کی طرف سے کام کرتا ہے۔ وہ کاشتکاروں کو روپیہ ادھار دیتا ہے یا بھینس خرید دیتا ہے اور ان سے گھی لیکر اپنی رقم وصول کرتا ہے۔ مہاجن زیادہ تر ساون بھادوں میں جب بھینس بچے دیتی ہیں، نرخ طے کرتا ہے یہ نرخ تقریباً ۱۵-۲۰ روپئے فی من منڈی کے نرخ سے کم رہتا ہے۔ مثلاً منڈی میں ۴۰ روپئے من ہے تو یہ مہاجن کسان سے ۲۰ روپئے یا ۲۵ روپئے فی من گھی کا نرخ طے کر لیتا ہے۔ اگر کسان سال میں پورا گھی نہ دے سکا تو بقیہ گھی کا سوا گنا دوسرے سال وصول کیا جاتا ہے۔

گاؤں والوں کو منڈی کے نرخ کا علم نہیں رہتا اسلئے جو یہ مہاجن کہدیتے ہیں وہی نرخ گاؤں کا ہو جاتا ہے پھر یہ مہاجن تولنے میں بھی کمی بیشی کرتے ہیں کیونکہ ہر گاؤں میں الگ الگ تول ہے۔ کہیں ۴۵ سیر کا من ہے تو کہیں ۴۸ سیر کا ہے اس میں بھی کسانوں ہی کا نقصان ہوتا ہے۔ کسانوں کا چاروں طرف سے نقصان ہی نقصان ہے۔ اسلئے دیکھا جا رہا ہے کہ کچھ عرصے سے گھی کی تجارت میں لگے ہوئے کسانوں کی آمدنی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ کسانوں کو ان کے گھی کے پورے پورے پیسے نہیں ملتے اسلئے وہ نہ خود پیٹ بھر کھا سکتے ہیں اور نہ مویشیوں کو کھلا سکتے ہیں۔

کوآپریٹو گھی سوسائٹیاں اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ لوگوں کو اچھا اور خالص گھی ملے اور کسان کو زیادہ سے زیادہ اس کے گھی کی قیمت ملے اور وہ مہاجنوں کے پنجے سے چھٹکارا پا جائے۔ یہ مہاجن گھی میں آمیزش کر کے زیادہ سے زیادہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور کسان کو کئی طریقوں سے نقصان پہنچاتے ہیں۔

گھی کی سوسائٹیوں کو ان سب خرابیوں کو دور کرنے میں کافی کامیابی ہوئی ہے اور ان کی وجہ سے جو فائدے ہوتے ہیں وہ گاہکوں اور کسانوں کو اچھی طرح معلوم ہو گئے ہیں صوبہ کی سب کوآپریٹو گھی سوسائٹیاں ۱۰،۰۰۰ من سے بھی زیادہ گھی بناتی اور فروخت کرتی ہیں۔

جو کسان مہاجنوں کے ہاتھ بازار نرخ سے ۱۵ بیس روپیہ کی کمی سے گھی فروخت کرتے تھے وہ آج سوسائٹیوں کو صرف پانچ چھ روپئے کی کمی پر ہی گھی دیتے ہیں اور اوپر سے انکو سوسائٹی کے کاروبار میں فائدہ ہونے پر منافعہ کے روپیہ کا کچھ حصہ ممبروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

کئی گھی سوسائٹیاں ملکر ایک یونین بنا لیتی ہیں۔ یہ یونین سوسائٹیوں کا گھی اکٹھا کر کے اور صاف کروا کر فروخت کراتی ہے۔ ایسی ۷ یونین اس صوبہ میں اٹاوہ، شکوہ آباد، جسرانا، چوبے کا پورہ، دادری، موانہ اور نرہنی میں کام کر رہی ہیں۔ ان یونینوں میں گھی کی آزمائش کرنے کے آلے لگے ہوئے ہیں۔ اگر کسی سوسائٹی سے آئے ہوئے گھی میں کسی قسم کی بھی آمیزش کی جاتی ہے تو یونین سوسائٹی کو اس طرف متوجہ کرتی ہے اور سوسائٹی خراب گھی لانے والوں پر جرمانہ کرتی ہے اور کبھی کبھی انکو ممبری سے علیحدہ بھی کر دیتی ہے۔*

* باجازت ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ

ہمارے جانور



مویشیوں کو اُڑکر لگنے والی بیماریاں اور ان سے بچنے کی تدبیر

یہ وہ بیماریاں ہیں جو اُڑ کر لگتی ہیں یا چھوت سے پھیلتی ہیں۔ سب سے زیادہ خطرناک اڑ کر لگنے والی بیماریاں جو ہمارے ملک ہندوستان میں مویشیوں کو ہوتی ہیں۔ وہ یہ ہیں:

۱ - مہاماری یا شیتلا -
۲ - گل گھوٹو
۳ - اپھرا۔
۴ - سوجن
۵ - کھرپکا -

یہ بیماریاں مویشیوں کے علاوہ اور جانوروں کو بھی ہو جاتی ہیں اور کچھ ان میں سے آدمیوں کو بھی ہوتی ہیں۔ ان بیماریوں کی روک زیادہ تر آج کل ٹیکہ لگا کر کیجاتی ہے۔ ان بیماریوں میں سے ایک بیماری کا مریض جانور۔ اگر دوسرے جانور سے چھو جائے تو اس کو بھی بیماری لگ سکتی ہے۔ اور بیماری کا اثر ایک جانور سے دوسرے جانور تک خدمت کرنیوالوں کے ذریعہ سے گھاس چارہ اور پانی کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے۔ بیماری کا اثر اصطبلوں مویشی کے رہنے کے چھپروں۔ تالابوں اصطبل کے کوڑے اور میلے میں اور جانوروں کے کھانے کی چیزوں میں ہو سکتا ہے اگر ان سب باتوں کو خیال رکھا جائے تو مندرجہ ذیل قاعدوں کی ضرورت اچھی طرح سمجھ میں آجائیگی۔ جانوروں کے مالکوں کو چاہیئے کہ ان قاعدوں پر عمل کریں۔

(۱) نئے خریدے ہوئے جانوروں کی نسبت یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان میں اُڑکر لگنی والی بیماری کا اثر موجود ہے اور ان کو کم از کم دس دن تک اور جانوروں سے بالکل علحدہ رکھنا چاہیئے۔ علحدہ رکھنے کے وقت میں ان کے خدمت کرنیوالے بھی الگ ہونے چاہیئے اور جانوروں کے جسم ہر طرح کے کیڑوں اور گندگیوں سے صاف کر دینا چاہیئے کیونکہ انکے ذریعہ دوسرے جانوروں کو بھی بیماری لگ جاتی ہے۔ انکی روزانہ بہت احتیاط سے دیکھ بھال کرنا چاہیئے اور اگر کسی جانور میں بخار کی کوئی علامت یا کسی دوسری بیماری کی کوئی علامت پائی جائے تو علحدہ رکھنے کا زمانہ اور بڑھا دینا چاہیئے۔ اور اس بیماری کے انتظام کے لئے ضروری تدبیریں اختیار کرنی چاہیئے۔

(۲) جب جانور ایک مقام سے دوسرے مقام کو لیجایا جائے تب اُس کو دوسرے جانوروں سے ملنے نہیں دینا چاہیئے اور جن سرائے یا پڑاؤ میں دوسرے جانور ٹھہر چکے ہوں جانوروں کو نہیں ٹھہرانا چاہیئے۔ جن جانوروں میں بیماری کا اثر پہنچ جانیکا اندیشہ اس وجہ سے ہو کہ وہ سفر میں رہے ہوں یا کسی میلے یا نمائش میں گئے ہوں۔ ان کے بارے میں یہ سمجھنا چاہیئے کہ گویا وہ نئے خریدے ہوئے جانور ہیں اور نئے خریدے ہوئے جانوروں کی طرح ان کو بھی اور جانوروں سے الگ رکھنا چاہیئے۔

(۳) جب کوئی بیماری کسی جانور میں پائی جائے تو اس کی نسبت یہ مان لینا چاہیئے کہ وہ اڑکر لگنے والی بیماری ہے۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ بیماری اس قسم کی نہیں ہے۔ جب ایک جانور بیمار ہو تو اس کی بیماری کا پتہ بہت کوشش کرکے لگانا چاہیئے کہ کسی اور جانور میں جو اسکے ساتھ رہ چکا ہے یا رہتا ہے۔ کوئی علامت اس بیماری کی تو نہیں پائی جاتی ہے جتنی جلدی یہ معلوم کر لیا جائیگا کہ بیماری اڑکر لگنے والی قسم کی ہے۔ اتنا ہی زیادہ موقعہ اس بیماری کو پھر پھیلنے سے روکنے کیلئے مل جائیگا۔

(۴) اگر بیماری اڑکر لگنے والی ہو تو سب سے پہلا ضروری

کام یہ ہے کہ بیمار جانور سے تندرست جانوروں کو الگ رکھا جائے۔ سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس جگہ کو جہاں بیماری کا اثر ہے بالکل چھوڑ دیا جائے۔ اور جانوروں کو مختلف گروہوں یا الگ جگہوں میں رکھا جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو تندرست جانوروں کو اس جگہ سے ہٹا دینا چاہئے اور بیمار جانور کو اسی جگہ رہنے دینا چاہئے جہاں بیماری کا اثر موجود ہے۔ غالباً ان جانوروں میں سے جو ظاہر میں تندرست معلوم ہوتے ہیں بعض میں اس بیماری کا اثر پیدا ہو گیا ہوگا۔ اگرچہ بیماری کی علامتیں پیدا نہیں ہوئی ہیں۔ اسلئے ان جانوروں کو شبہ کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ اس لئے یہ مناسب ہے کہ ایسے بیمار جانوروں کو اگر ہو سکے تو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بانٹ کر الگ کر دیا جائے تاکہ بیماری کا اثر پہنچنے کے بعد جانوروں میں بیماری ظاہر ہونے کا زمانہ ختم ہونے پر تندرست جانوروں کو بیماروں سے الگ رکھنا زیادہ آسان ہو۔ بیماری کا اثر پہنچنے کے بعد جانوروں میں بیماری ظاہر ہونیکا زمانہ ہر ایک بیماری میں مختلف ہوتا ہے اور اس زمانہ کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ جانوروں کے کسی گروہ کی نسبت یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ تندرست ہیں جب تک کہ اس گروہ کے سب سے اخیر بیمار جانور کے اچھے ہو جانے یا مر جانے کے بعد اتنا زمانہ جتنا کہ بیماری کا اثر پہنچنے کے بعد جانور میں بیماری ظاہر ہونے کے لئے ضروری ہے گذر نہ جائے۔ جانوروں کے احتیاط کے ساتھ ... اور ان سے الگ رکھنا چاہئے اور ... کے ساتھ برابر ان کی دیکھ بھال رکھنی چاہئے۔ جن جانوروں میں کوئی علامت بیماری کی پائی جائے مثلاً یہ کہ اس کو بخار ہو یا وہ چارا کم کھائے یا کھانے ... اس کو فوراً اور جانوروں سے الگ کرنا چاہئے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بیمار ہے تو اس کو بیمار جانوروں کے گروہ میں رکھنا چاہئے اور اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ بیماری کا اثر پھیلنے نہ پائے۔ اس بارے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جوتے میں سے بھی بیماری کا اثر دور کرنا ضروری ہے۔

(۵) اس جگہ کو جہاں بیمار جانور رکھے گئے ہوں بہت ہوشیاری کے ساتھ صاف ستھرا رکھنا چاہئے اور وہاں کا آنا جانا بالکل بند کر دینا چاہئے اور اس حالت میں جانا چاہئے جبکہ پوری پوری احتیاط کر لی گئی ہو۔ اگر ہو سکے تو اس جگہ کے چاروں طرف باڑا بنا دینا چاہئے۔ کسی حالت میں بھی وہاں سے جانوروں کو نہ ہٹانا چاہئے اور نہ انکے خدمت کرنیوالوں کو وہاں سے جانے دینا چاہئے اگر خدمت کرنے والوں کو کسی سخت ضرورت کی وجہ سے جانا پڑے تو انکے بدن اور کپڑوں سے بیماری کا اثر دور کر دینا چاہئے جانوروں اور انکی خدمت کرنے والوں کے لئے کھانا اور پانی لے جایا جا سکتا ہے لیکن وہاں کی کوئی چیز باہر نہیں لانی چاہئے۔ وہاں کتوں یا مرغیوں یا دیگر جانوروں کے جانے کی کہ جنکے ذریعہ بیماری کا اثر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچ سکتا ہے اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

(۶) بیمار جانوروں کے رکھنے کی جگہ کی بچھالی وغیرہ میں آگ جلا ڈالنی چاہئے اور لید گوبر وغیرہ اور دیگر چیزیں جو جانوروں کے بدن سے نکلتی ہیں جلد جلد اٹھوا کر ایسے گڑھوں میں گڑوا دینی چاہئیں جو اسی جگہ کھودے جائیں جہاں بیمار جانور رکھے گئے تھے۔ جن موسموں میں مکھیاں زیادہ ہوتی ہیں ان میں یہ مناسب ہے کہ بچھالی وغیرہ کو برابر جلایا جاوے۔ کیونکہ مکھیوں کے ذریعہ سے بیماری پھیل جاتی ہے اور ان کو دور رکھنا ضروری ہے۔

(۷) اس جگہ کو خوب صاف رکھنا چاہئے اور بیماری کا اثر دور کرنے والی دوائیں خوب زیادہ استعمال کرنی چاہئے یہ جگہ ایسی ہونی چاہئے کہ اس میں ہوا کی آمد رفت اچھی طرح سے ہو۔

(۸) بیمار مویشی اور ایسے مویشی کو جو بیمار مویشی کے ساتھ رہے ہوں صاف رکھنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے اسکو اس طریقے پر رکھنا چاہئے جو تندرستی اور صفائی کے لحاظ سے مناسب ہو۔ ان کو نرم اور ملائم غذا دینی چاہئے یہ بہت نامناسب بات ہے کہ جو بیمار ہوں یا جنکے بیمار ہو جانیکا اندیشہ ہو دیر میں ہضم ہونے والی چیز یا مناسب مقدار سے زیادہ چیز کھلائی پلائی جائے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جائیگا تو جانور بہت زیادہ مریں گے۔

(۹) ایسے رقبے سے جسمیں بیماری کا اثر ہو جانوروں کو اسوقت تک نہیں ہٹانا چاہئے جب تک کہ سب سے اخیر بیمار جانور کے اچھے ہو جانیکے بعد کم از کم ایک ماہ نہ گذر گیا ہو اور اسوقت سے لیجانے سے پہلے کوئی بیماری کا اثر دور کرنیوالی دوا جیسے کاربولک ایسڈ یا فنائل سے جو سو حصہ پانی میں ایک حصہ ڈالی گئی ہو دھونا چاہئے۔

(۱۰) جو جانور چھوت کی بیماریوں سے مر جاویں ان کی لاش کو جہاں تک ممکن ہو اس جگہ پر جہاں پر وہ مرے ہوں جلا دینی چاہئے اگر ایندھن کافی نہ ہو تو لاش اس طرح سے گاڑی جا سکتی ہے کہ اس کو بے بجھے چونے سے ڈھک دیا جائے اور پھر اوپر سے کم از کم ۴ فٹ موٹی تہہ مٹی کی ڈالی جائے جانور کا چمڑا نہیں نکالنا چاہئے۔ اگر اس بات کا ذرا بھی اندیشہ ہو کہ کوئی شخص

چمڑے کی لالچ سے کھود کر نکال لے گا تو جانور کی لاش کی گاڑنے سے پہلے چمڑے کو سب کے سامنے اس طرح بیکار کر دینا چاہیئے کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ چمڑے کا کام نہیں رہا لیکن ایسا کرتے سے یہ احتیاط رکھنا چاہیئے کہ خون گرنے نہ پائے۔

(۱۱) جن جگہوں میں بیماری کا اثر پہنچ گیا ہو یا وہ اصطبل ہوں یا جانوروں کے رہنے کی کھلی جگہ ہوں۔ ان میں پھر جانوروں کو رکھنے سے پہلے ان میں سے بیماری کا اثر خوب اچھی طرح سے دور کر دینا چاہیئے۔ دیواروں اور زمین کو اور دانے چارے کے برتنوں کو کھرچنا دھونا اور ان میں سے بیماری کا اثر دور کر دینا چاہیئے۔ جہاں تک ہو سکے وہاں تک دھوپ کو خوب اچھی طرح سے آنے دینا چاہیئے۔ اگر آگ لگ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو دیواروں اور دانے چارے کے برتنوں کو جلتی ہوئی مشعل سے جھلسا دینا چاہیئے۔ کم مالیت کے مکانوں کو بالکل تلف کر دینا اور جلا دینا چاہیئے۔ بہ نسبت ان کو کھڑا رہنے دینے کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر ایسی جگہوں میں سے بیماری کا اثر پورے طور پر دور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے لکڑی کے دانے چارے کے برتنوں اور دیگر چیزوں کے ساتھ بھی ایسی ہی کارروائی کیجائے تو بہتر ہے۔ معمولی استعمال کے لئے بیماری کا اثر دور کر دینے والی اچھی دوا یہ ہے کہ معمولی تجارتی کاربولک ایسڈ کو اچھی مقدار میں کھولتے ہوئے پانی میں ملا کر مرکب کر لیا جائے۔ بالآخر پوتے کی سفیدی کو خوب اچھی طرح سے کر دینی چاہیئے۔

(۱۲) نمدے۔ کمبل۔ زین اور ہر قسم کے ساز وغیرہ کو جو بیمار جانور کے استعمال میں رہے ہوں تلف کر دینا چاہیئے نمدوں اور دیگر ایسی چیزوں کو جن میں سے بیماری کا اثر دور کرنا مشکل ہے جلا دینا مناسب ہے۔

(ماخوذ از کتاب علاج المواشی)

ایک نادر موقعہ

(از جناب سی۔ مایاداس صاحب بہادر ایم۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی (ایڈنبرا) آئی۔ اے۔ ایس ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو۔پی۔ لکھنؤ)

اس مرتبہ بارش درمیان اگست تک بہت کافی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ جوار کے چارے کی فصل بہت ہی اچھی ہوگی۔

چارے کی اس عمدہ فصل سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی جگہوں پر چارے کی زیادتی ہو جائے گی۔ دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ کھانے کے غلّہ کی کمی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ مہنگا بھی ہے۔

لہذا بہتر ہوگا کہ جس قدر چارے کی ضرورت ہو اُتنا چارا لے لیا جائے اور باقی اُسی فصل سے دانہ بھی لیا جائے یہ بہت آسانی سے ممکن ہے۔ کیونکہ جس جگہ پر جوار کے چارے کی زیادتی ہے۔ وہاں گھنی فصل سے چارا لینے کے بعد کچھ پودے نکال دیئے جائیں اور باقی پودے دو دو ڈھائی فیٹ کی دوری پر دانہ پکنے کے لئے چھوڑ دیئے جائیں۔ پودے وقت پر تیار ہو جائیں گے اور دانہ مل سکے گا۔

ایسا اُنھیں جگہوں پر ہونا چاہیئے جہاں پر فصل بہت ہی اچھی ہو اور ایسا اس سال زیادہ تر جگہوں پر ہے بھی۔ یہ زیادہ اچھا ہو کہ گاؤں کے قریب کے کھیتوں میں ایسا کیا جائے تاکہ چڑیوں اور کیڑوں سے فصل کا بچاؤ ہو سکے۔

جہاں ربیع کے غلّہ کی کمی ہے اور جہاں دو فصلی نہیں بوئی جاتی ہے۔ وہاں پر یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اُن بغیر آبپاشی والی زمینوں میں جہاں بارش سے کافی نمی موجود ہے اور ان گاؤں میں جہاں چنا بیج کے لئے کافی موجود ہے۔ وہاں جوار کے کھیتوں سے فصل لے کر دو فصلی میں چنا بو دیا جائے۔

قرض سے رہائی

(از جناب چودھری عشرت علی منیجنگ ڈائرکٹر گرامی بلادل سنٹرل کوآپریٹو بینک)

میرے دیہاتی بھائیو اور عزیز سننے والو آج کے دن میری اس مختصر تقریر کا مقصد محض دیہاتی بھائیوں سے اس بات کا بیان کرنا ہے کہ وہ لوگ دیہاتوں میں رہ کر اپنے قرض کی ادائیگی کس طرح پر کر سکتے ہیں۔ اور قرض کی بری بلا سے کیونکر چھٹکارا پا سکتے ہیں۔

یہ آپ سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارا دیس کا اور خاص کر ہمارے صوبہ اودھ کے رہنے والوں کا دارومدار کسانی پر ہے قریب نوّے فیصدی لوگ کسانی پر بسر کرتے ہیں۔ کسانی پیشہ لوگ عام طور سے غریب ہیں اور کاشتکاری سے انکی آمدنی اس قدر کافی نہیں ہے کہ وہ لوگ اس آمدنی سے اپنے کل اخراجات سال بھر کے لئے پورے کر سکیں اسکی وجہ یہ ہے کہ رقبہ کاشت کم ہے اور کسانی کرنے والے زائد ہیں۔ جن کے پاس کافی رقبہ ہے وہ تو کسی نہ کسی طرح سال بھر اپنا خرچ چلا لیتے ہیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ سو میں شاید پانچ فیصدی مشکل سے ملیں گے دوسرے لوگ کچھ کاشتکاری اور مزدوری پیشہ کر کے کسی نہ کسی طرح بسر کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام طور سے یہ لوگ لگان کی ادائیگی اور دیگر ضروری کاموں کے لئے روپیہ قرض مہاجنوں سے زیادہ سود پر لینے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں اسلئے یہ کسان بیچارے قرض سے لدے ہیں اور مہاجنوں کے پنجے میں ایسے جکڑے ہیں کہ انکی رہائی مشکل ہے۔ مہاجن بہت سے تو دیہاتوں ہی میں رہتے ہیں۔ اور بہت سے ساہوکار اور رستوگی شہروں میں رہتے ہیں۔ اور دیہاتوں میں ہر مہینے چکر لگاتے رہتے ہیں پرانا قرضہ وصول کرتے ہیں۔ اور نئی اگاہیاں باندھتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح سے انکے قرض کا جال ہر جگہ اور ہر گاؤں میں پھیلا ہوا ہے قرض دینے کے بہت سے طریقے ان لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں۔ میں اس وقت چند موٹے موٹے قرض دینے کے طریقے بتلاتا ہوں ایک طریقہ یہ ہے کہ روپیہ قرض دیتے ہیں اور سود ڈیوڑھا دونا لگاتے ہیں جس کی شرح سود چھتیس روپیہ فیصدی سے بہتر روپیہ فیصدی تک ہوتی ہے دوسرا طریقہ غلہ بسارہ وغیرہ کے لئے دینا اور اسکے ڈیوڑھے دونے وصول کرنا۔ تیسرا اگاہی کا جس کے سود کا حساب اگر لگایا جائے تو پچاس فیصدی سے زاید جا کر سالانہ سود پڑتا ہے۔ ان ظالم رستوگی ساہوکاروں نے دیہاتوں میں اگاہیوں کا جال بچھا رکھا ہے یہ لوگ معمولی طور سے دس روپیہ کی اگاہی دیتے ہیں اور سال بھر میں بجائے دس روپیہ کے بارہ روپیہ ہر ماہ میں ایک روپیہ سود کے حساب سے وصول کرتے ہیں۔ غریب کسان پورے دس روپیہ بھی نہیں پاتا ہے بلکہ اس کو نقد صرف لعہ ہی ملتے ہیں چھ آنہ لکھائی گنو سالہ دھرمادہ اور بہت سے مدوں کے نام سے کاٹ لیتے ہیں۔ گویا یہ سمجھئے کہ لعہ کے بیس روپیہ وصول کرتے ہیں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اگر قسط ماہ بماہ نہ پہنچے تو دستک علیحدہ اور سود علیحدہ باندھتے ہیں غرضکہ ادھار لینے والے کا ناک میں دم آ جاتا ہے شاید ہی کوئی کسان ان کے پنجے سے بچا ہو۔ جو ایک مرتبہ ان کے پھندے میں پھنسا اس کا اس قرض سے ادا ہونا دشوار ہو جاتا ہے اب میں آپ لوگوں سے وہ طریقہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جس سے آپ کسان بھائی اس قرض کے جال سے نجات پا سکتے ہیں۔ یہ طریقہ امداد باہمی یا کوآپریشن کا ہے اور دیہاتوں میں اسکو دیہاتی بینک کے نام سے لوگ جانتے ہیں۔ قرض کی ادائیگی اور مہاجنوں کے پنجے سے چھٹکارہ پانے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ جس کے قاعدہ اور اصول پر اگر صحیح اور ٹھیک طور پر کام کیا جائے تو کسان تھوڑے عرصہ میں نہ صرف قرض سے رہائی پا سکتا ہے بلکہ تھوڑی پونجی بھی جمع کر سکتا ہے جو اسکے بہت کام آ سکتی ہے یہ طریقہ امداد باہمی کا جرمنی کے ایک شخص ریفزن نے رائج کیا ہے۔ اسکی بنیاد جرمنی میں آج سے نوّے سال پیشتر ڈالی گئی تھی اس زمانے میں جرمنی کے کسانوں کی حالت ہمارے ہی دیس کے ایسے کسانوں کی طرح بدتر تھی مگر کوآپریشن یا امداد باہمی کے انجمنوں کے قیام نے اس ملک کے کسانوں کی حالت بدل دی اور جو ترقی جرمنی کے کاشتکاروں کی ہے اس سے کون نہیں واقف ہے جس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

کاشکہ ہمارے دیس کے کانگریسی اور مسلم لیگی نیتا بجائے آپس میں لڑنے کے اور علیحدہ علیحدہ اکھاڑوں کے قائم کرنے کی امداد باہمی کے طرف تھوڑی توجہ کرتے تو آج دیس کی حالت بہت زیادہ سدھر گئی ہوتی اور ہمارے غریب بھائی بڑی مصیبت سے نجات پا گئے ہوتے۔ اب آپ لوگ یہ جاننا چاہتے ہونگے کہ یہ امداد باہمی یا کوآپریشن کا کیا طریقہ ہے جس سے کسان بھائی قرض سے رہائی پا سکتے ہیں میرے پاس آج وقت بہت کم ہے اگر موقع ہوا تو آئندہ آپ لوگوں کو مفصل طریقے سے اسکے قاعدے اور اصول بتلاؤں گا اس لئے میں اس وقت صرف اس کے چند موٹے موٹے قاعدے بتلائے دیتا ہوں۔ تاکہ آپ لوگ اس سے واقف ہو جائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس طرح اپنے قرض کے بارے رہائی حاصل کر سکیں۔

آپ لوگ اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ تو آپ کو

چاہئے کہ ہر گاؤں کے باشندے علیحدہ علیحدہ اپنی پنچایت قائم کرلیں اور آپس میں میل جول پیدا کریں۔ اسکے بعد اپنے اپنے گاؤں کی پنچایت کی رجسٹری امداد باہمی کے قاعدے کے بموجب رجسٹرار صاحب کوآپریٹو سوسائٹیز یو پی سے کرالیں۔ پنچایت میں وہی لوگ شریک ہونگے جو اس گاؤں کے رہنے والے ہوں اور جن کو سب لوگ جانتے ہوں اور انکے چال چلن سے واقف ہوں۔ قرض جو کہ دیا جائیگا صرف اسی آدمی کو دیا جائیگا جو اس گاؤں کی پنچایت یا سوسائٹی کا ممبر ہو۔ اور پنچایت اسکی ذمہ دار ہوگی کہ قرض جو ممبر کو دیا جائے بقدر اس کے ضرورت کے ہو۔ اور ساتھ ہی اس کی حیثیت۔ خوش دہندی۔ اور اسکی ایمانداری کی ساکھ وغیرہ کا خیال کرکے پنچایت اسکو قرض دلائیگی۔ روپیہ قرض جو پنچایت اپنے ممبروں کو دیتی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل طریقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ تھوڑی تھوڑی پونجی ممبروں اور دیگر اشخاص کی جو کہ کوآپریٹو بینک میں روپیہ جمع کرتی ہیں۔ حصہ کے روپیہ سے چھوٹی کوآپریٹو سوسائٹیاں بڑے کوآپریٹو بنکوں سے قرض لیتے ہیں۔ اور بڑے کوآپریٹو بینک پراونشل بنک سے۔ شروع میں ممبروں کو ۹ سیکڑہ پر روپیہ قرض دیا جائیگا۔ بعد اس کے شرح سود کم ہوجائیگی اگر اگاہی لینا چاہیں تو گیارہ روپیہ اسکو دے جائیں گے اور سال بھر میں ہر مہینہ میں ایک روپیہ کے حساب سے اس کے بارہ روپئے لئے جائینگے لکھائی وغیرہ کچھ نہیں پڑیگی بدقسمتی سے ہمارے صوبہ میں ابھی تک پراونشل بنک قائم نہیں ہوا ہے مگر مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ صوبہ کے ہر دلعزیز ایڈوائزر مسٹر مارش پراونشل بنک قائم کرنیکی اسکیم پر غور کررہے ہیں اور مجھ کو اُمید ہے کہ بہت جلد اس صوبہ میں پراونشل بنک قائم کرادینگے۔ اس وقت پھر چھوٹے کوآپریٹو بنکوں کو روپیہ ملنے میں جو دشواریاں ہیں دور ہوجائینگی اور تحریک امداد باہمی بہت ترقی پکڑ جائیگی۔

خوش قسمتی سے جناب صدیق حسن صاحب آج کل ہمارے صوبہ کے رجسٹرار ہیں۔ بڑے محنتی۔ نیک دل۔ اور ہمدرد آدمی ہیں اور ہر وقت آپ کی سیوا کرنے کے لئے بہت خوشی سے تیار رہتے ہیں۔ جن باتوں میں آپ کو دقت ہو آپ ان کے دفتر سے جو لکھنؤ میں شاہ نجف روڈ پر ہے دریافت کرسکتے ہیں۔

(باجازت ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ)

دنیا ایک عجائب خانہ ہے

ایک پودے سے ایک وقت میں دو پھل۔ اگر آپ کو بتایا جائے کہ ایک پودے پر بیک وقت دو چیزیں اُگ سکتی ہیں تو آپ حیران رہ جائیں گے اور اگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا جائے کہ آلو کے پودے کی جڑوں میں آلو اور شاخوں پر ٹماٹر لگتے ہیں تو آپ اسے مذاق سمجھیں گے اور ہنس دینگے۔ لیکن ایسا ہوتا ہے امریکہ میں پچھلے دنوں اس کا تجربہ بھی کیا گیا۔ آلو کی جڑ کا پیوند لگادیا گیا۔ ٹماٹر کی شاخ آلو کی جڑ میں پیوست ہوگئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی جڑوں میں آلو پیدا ہونے لگے۔ اور شاخوں پر ٹماٹر۔ ایک ہی پودا بیک وقت دو پھل دینے لگا۔ اس پودے کو "ٹپالو" کا پودا کہتے ہیں۔ تجربہ دلچسپ ہے۔ کرکے دیکھئے۔

آلوؤں کی فصل وقت معینہ سے چار مہینے پہلے تیار ہوسکتی ہے۔ عام طور سے فصل پانچ یا چھ مہینے میں پوری طرح سے پھلتی ہے لیکن ترقی یافتہ ممالک میں ایسے سائنسداں پیدا ہوگئے ہیں جو شب و روز زراعت میں ترقی کرنے کے لئے نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے ہیں۔ اب تک گیسیں ایسی ایجاد ہوچکی ہیں جن کی مدد سے فصلیں وقت معینہ سے بہت پہلے پھلتی ہیں۔ اور خوب بھر کے پھلتی ہیں۔ ان میں سے ایک گیس ایتھیلین کلوریڈین نامی گیس ہے۔ جسے آلوؤں کی جڑوں پر پھونکا جاتا ہے۔ اس کی مدد سے آلو اپنے وقت سے چار مہینے پہلے پک کر تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ گیس پھولوں کو بھی وقت سے پہلے کھلادیتی ہے۔

دھوپ سے کھانا پکا لیجئے۔ بجلی کا چولھا تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ اب دھوپ کا چولھا ایجاد ہوگیا ہے۔ جس کی مدد سے لکڑی، کوئلہ یا بجلی کے بغیر ہی بڑی آسانی کے ساتھ کھانا پک سکتا ہے۔ یہ چولھا بڑا دیرپا سستا اور کم خرچ ثابت ہو رہا ہے بلکہ یہ کہئے کہ اس پر خرچ کچھ ہے ہی نہیں۔ بس چولھا خرید لیا۔ چھٹی ہوگئی اس کے علاوہ اس پر پکانا ایسا آسان ہے کہ انجان سے انجان آدمی بھی بخوبی اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

دنیا ایک عجائب خانہ ہے۔ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس میں کیا کچھ ہونے والا ہے:۔

تھی ہر قسم کے مردوں کی تعداد دو کروڑ ۹۰ لاکھ تھی اور ہر عمر کی عورتوں کی تعداد ۲ کروڑ ساٹھ لاکھ تھی ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے اعداد بھی مفصل طور پر شائع نہیں ہوئے لیکن اگر ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی بنیاد پر موجودہ آبادی کا بھی اندازہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہونچیں گے۔

ایک سال سے ۵ سال تک کے بچے	۸۳۰۰۰۰۰
۵ سال سے ۱۰ سال تک کے بچے	۶۸۵۰
۱۰ سال سے ۱۵ سال تک کے بچے	۶۲۵۰۰۰۰

اس طرح بالغوں کی تعداد ۳۶۰۰۰۰۰ رہجاتی ہے حساب لگایا گیا ہے کہ ۱۵ افراد کے ایک کنبے کے لئے ہر سال ۲۲ من غلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس صوبہ کے لئے کم از کم ۹۰۰۰۰ ٹن غلہ کی ضرورت پڑے گی

اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ صوبہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں اشیاء خوردنی اپنے باشندوں کو بہم پہنچاتا ہے ادھر چند ماہ میں غلہ کے ملنے میں جو دشواری ہوئی ہے وہ پیداوار کی کمی کے باعث نہیں بلکہ ٹھیک سے غلہ تقسیم ہونے کے باعث ہوئی ہے اس صوبہ کی شہری آبادی کل صوبہ کی آبادی کا ساتواں حصہ ہے اور یہ تعداد تقریباً مستقل سی ہے۔ لیکن زمانہ جنگ میں شہری آبادی کی حالت بھی کچھ توجہ کرنی پڑتی ہے۔ بدقسمتی سے سامان ڈھونے کی مشکلات کم ہونے کے بجائے بڑھ رہی ہیں اسلئے گاؤں کے رہنے والوں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ غلہ پیدا کرکے اپنے قریب کے بازار میں برائے فروخت ارسال کریں۔

زمینداروں کو ایسی زمین جس میں کچھ بویا جا سکتا ہو لگان پر اٹھانے میں ذرا بھی نہ ہچکانا چاہئے یہ اسکا فرض ہے اور اس سے عوام کو فائدہ ہوگا اور ساتھ ہی اسکو خود فائدہ ہوگا ایسے کاشتکار بھی جو اس قسم کی زمین لیکر اور توڑ کر کھیت بناتے اور غلہ پیدا کرتے ہیں اپنی محنت سے پورا پورا فائدہ اٹھائینگے۔ سرکاری محکمے اس سلسلے میں ہر قسم کی امداد دینے کو تیار ہیں۔ اور یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ۱۹۲۰ء میں جب اشیاء خوردنی کا نرخ آج ہی کی طرح تھا اس صوبہ کی مالگذاری موجودہ یا آئندہ کے اندازے کے مطابق ایک کروڑ روپئے سے زیادہ تھی۔

بہت سے اضلاع میں کسانوں کو اس بات کی سہولت دی گئی ہے کہ وہ ایسی زمینوں کے لئے مقررہ لگان دیں اسلئے لگان کی اس بچت کو زمین کی اصلاح میں لگانا چاہئے اس طرح فارموں میں ترقی ہوگی اس سے زیادہ غلہ پیدا ہوگا اور سب لوگوں کو پورا فائدہ پہنچے گا۔ ۱۹۳۹ء سے اب تک تقریباً ۵۵۰۰۰ پختہ کنوئیں کاشتکاروں کے فائدے کے لئے بنوائے جا چکے ہیں۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ کسانوں کو اپنی کھیتی کی زمین کی اصلاح کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر ہم ایک پختہ کنوئیں کی لاگت کا اندازہ ۲۰۰ روپیہ کریں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۱۰۰۰۰۰ روپئے کی فاضل رقم ان کنوؤں کے بنوانے میں صرف کی گئی۔

یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ صرف تھوڑے سے بہت بڑے بڑے گنے کے فارموں کو چھوڑ کر ہمارے ملک میں کھیتی کے ٹریکٹر نہیں ہیں۔ اس لئے ہم جزائر برطانیہ کے کسانوں کی طرح ایک لاکھ ٹریکٹروں سے اپنے کھیتی کے کاموں میں امداد کرنے میں معذور ہیں۔ اٹلی میں لڑائی سے پہلے ۳۰۰۰۰ ٹریکٹر کھیتی کے کام میں لائے جاتے تھے۔ لیکن اس کے عوض ہمارے ملک میں ۵۰ لاکھ ہل اچھی مانسون اور کافی چارہ موجود ہے ہمارے بیلوں کو کافی مضبوط ہونا چاہئے تاکہ وہ آنے والے تین مہینوں میں کھیتی کا کام اچھی طرح کر سکیں۔

ایک بات ہمیں ہرگز نہ بھولنی چاہئے کہ اگر لڑائی کے اس نازک وقت میں ہمارے پاس کچھ اشیاء خوردنی بچ رہے گی تو اس سے ہم اپنے پاس پڑوس کے صوبہ کے لوگوں کی امداد کر سکیں گے جزائر برطانیہ کے لوگوں کو ہمارے گیہوں یا دوسرے غلوں کی ضرورت نہیں ہے جتنے سامان خورد و نوش کی برطانیہ کو ضرورت ہو سکتی ہے اسکا دونا کناڈا کے پاس موجود ہے۔ امریکہ کے پاس ۱۹۴۱ء کی فصل کا ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ٹن غلہ بچا ہوا ہے اور پوری امید ہے کہ ۱۹۴۲ء میں بھی بڑی شاندار فصل تیار ہوگی۔

ہمارے صوبہ میں گاؤں سُدھار

جولائی ۱۹۴۲ء کے کام کی تفصیل

طریت کی برائی کے باعث یہ مہینہ صوبہ بھر کے کسانوں کے لئے بڑی مصروفیت کا تھا۔ کارکنان گاؤں سدھار ترقی دادہ بیجوں کو علیحدہ اور محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ پچھلی تعداد کے علاوہ اس مہینہ میں ۶،۴۲۵ کھاد کے گڑھے کھودے گئے۔ ۵۴۴۶۴ جانوروں کی حفاظت سے رکھنے کے لئے مویشی خانے بنائے گئے۔ ۵۴۴ دانٹے اوزاروں کا دیہاتوں میں مظاہرہ کیا گیا۔ ۶۴۸ ناقابل سانڈوں کو آختہ کیا گیا اور ۵۳،۸۰۷ بیمار مویشیوں کا علاج کیا گیا۔ ۲۶،۶۸۲ پھل دینے والے پودے لگائے گئے۔ غلہ کی پیداوار بڑھاؤ کی اسکیم پر اور زیادہ زور دیا گیا اور کسانوں کو اس بات کا یقین دلایا گیا کہ اگر غلہ کی قیمت میں کوئی کمی ہوئی جیسا کہ امکان ہے تو خود حکومت اس قسم کے غلہ کو خرید لے گی۔

آبپاشی کے کام میں سہولت پہنچانے کے کام برابر ہوتے رہے آبپاشی کے ۶۵ کنوؤں میں بورنگ کی گئی اور ۲۵ کنوئیں بنائے گئے مشرقی سرکل کے ۱۵ اضلاع کو جہاں پر نہر یا ٹیوب ویل سے آبپاشی نہیں ہوتی، بورنگ اور پختہ کنوؤں کے کام کو وسیع کرنے کے لئے ۳،۶۴۰ روپیہ دیا گیا۔ دیہاتوں میں آنے جانے کے راستوں (رشتہ محراب دار نالے بنانے، بڑی سڑکوں سے گاؤں کو ملانے والی سڑکوں کو بنانے اور گاؤں کی گلیوں پر کھرنجہ لگانے) کے کام پر خرچ کرنے کے لئے ۹۲،۵۰۰ روپیہ منظور کیا گیا۔

گاؤں میں چھوت چھات سے ہونیوالی بیماریاں نہیں ہیں اور عام طور پر عوام کی صحت اطمینان بخش ہے دیہاتوں کی صفائی میں ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ ۹،۵۲۱ گندے گڑھے پاٹے گئے اور ۵،۰۷۰ کھنڈر ہموار کئے گئے۔ گھروں کے پانی کو نکالنے کے لئے ۵۸۹ سوختہ گڑھے بنائے گئے۔ ۱،۲۴۵ گڑھے پاٹے گئے اور ۷،۰۱۸ گز نالی گندہ پانی نکالنے کے لئے بنائی گئی۔ ان چیزوں کے بن جانے سے گاؤں میں خاص خوبصورتی آ گئی۔

دواؤں کے بکسوں سے، جو گاؤں والوں کو دیئے گئے ہیں ۶۷،۸۲۵ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۲۰۸۱ اشخاص نے فرسٹ ایڈ (ابتدائی مدد) کی ٹریننگ حاصل کی۔ ۲۸۸ دائیوں کو دائی گیری کی ٹریننگ دی گئی۔

تمام صوبہ میں ۲۴،۵۳۹ گشتی اسکاؤٹ بھرتی کئے گئے۔ گاؤں کے رہنے والوں نے اس تحریک کے فائدوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور اسکا نتیجہ اچھا ہو رہا ہے۔ ان اسکاؤٹوں کی تعلیم پر پوری توجہ کی جا رہی ہے۔ ہر ایک ضلع کو اسکاؤٹوں کی وردی بنوانے کے لئے ۵۰۰ روپئے کی امداد دی گئی ہے۔ گاؤں سدھار اسکیم کے سلسلے میں خاص طور پر ۱۸،۲۰۰ روپئے کی امداد صوبہ کے بالغ اسکاؤٹوں کے کھیل کا سامان وغیرہ خریدنے، اصلاح صحت اور تفریح کے مرکز قائم کرنے کے لئے دی گئی ہے۔

صوبہ بھر کے گاؤں سدھار دیہاتوں میں بالغوں کے اسکول قائم کرنے اور پُرانے اسکولوں کو جاری رکھنے کے لئے ۱۲،۴۲۰۰ روپئے کی امداد دی گئی۔

اس مہینے میں ۱۳ پنچایت گھر اور ۹ نمونے کے گھر بنائے گئے۔

دیہاتوں میں تبلیغ و اشاعت کے لئے ۱۶۷۰ جلسے کئے گئے جو بہت کامیاب رہے۔ ۱۰۹ ناٹک کئے گئے ۳۴ نمائشیں ہوئیں۔

مجبور مُفلس

(از جناب احمد ندیم قاسمی)

لگان دُونگا۔ مگر میرے پاس خاک نہیں
کوئی بیل مَیں دو روز میں نکالوں گا
غریب ہوں مگر اب گالیاں نہ دیجئے مجھے
میں اپنی بیٹی کے دو بندے بیچ ڈالوں گا

گاؤں کے لئے مہنگی مقدمہ بازی

(از جناب رنبیر ورما، ٹیکنیکل افسر، گاؤں سدھار، یو۔ پی)

انسان کے لئے شراب سے زیادہ افیون خطرناک کہی جاتی ہے اور شرارت کے مقابلہ میں ضدی پن بُرا مانا جاتا ہے گھوڑا دوڑانے کے بجائے ڈولا پالکی کی سواری کا شوق بُرا ہے اسی طرح انصاف پانے کے لئے گاؤں کی پنچایت کے بجائے عدالت کے چکر لگانا ہمارے ملک کے غریب گاؤں والوں کے لئے زیادہ نقصان دہ ہے یہ کہنا بہت مشکل ہے عدالت کا انصاف خواہ کتنا ہی مکمل ہو لیکن اسے حاصل کرنے میں بے حد روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے یہاں چھوٹے سے چھوٹے معاملے کے لئے بڑی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پیشیوں کا سلسلہ دراز تر ہوتا جاتا ہے مقدمہ باز کو عدالت کے نت نئے اخراجات سے نجات ملنی مشکل ہو جاتی ہے۔ اُسے اپنے روزمرہ کے کاموں سے ایک دم ہٹ کر وقت برباد ہونا پڑتا ہے گھر کا روپیہ پیسہ عدالت میں داخل ہوتا ہے بہتے پانی کی طرح اشاسپ۔ لہٰذا مقدمہ بازی کی بھی اصل اور مقدمات کے خلاف دیوی دیوتا گاؤں کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے عدالت مقدمہ بازوں کے گلے میں اکثر دیوالیہ پن کا تعویز ڈالا کرتی ہے۔ مقدمہ باز کسان کے گائے بیل گھاس بھوسا نہ ملنے کے باعث زندگی سے عاجز آجاتے ہیں اور اکثر مر جاتے ہیں۔ لہلہاتی فصل سوکھ جاتی ہے یا جانوروں کی خوراک بن جاتی ہے۔ گھر والی بیچاری خرچ کے لئے اپنے زیور تک اُتار اُتار کر دیا کرتی ہے اور وکیلوں کی جان مال کو دعائیں دیا کرتی ہے۔ کسان کے ہونہار بچے باپ کی غیر حاضری سے پورا فائدہ اُٹھا کر چوری اور بدمعاشی کا شوق یاد کر لیتے ہیں۔ اس طرح مقدمہ باز کا دین اور دنیا دونوں کی مٹی پلید ہوتی ہے تنگدستی کی انتہا ہو جانے پر وہ مقدمہ میں جیتنے پر بھی ہار جاتا ہے اور ہارنے والا تو مر ہی جاتا ہے۔ ایک کہاوت بھی مشہور ہے کہ "جو جیتا سو ہارا، جو ہارا سو مرا۔"

سبھی لوگ انگریزی انصاف کی تعریف کرتے ہیں۔ عدالتوں میں قانون کی رو سے جو معاملہ کی چھان بین ہوتی ہے وہ واقعی قابل تعریف ہے۔ ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب سب کے لئے قانون ایک ہی سا ہے اور ایک سا برتا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حاکم انصاف سے جتنا فائدہ کسی کو پہنچا سکتا ہے، انصاف کی ترازو سے اُس کو اُتنا دیتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے گاؤں کی تہذیب کے مطابق یہ انصاف نہ ہو یا گاؤں کے بھولے کسان اس انصاف کا پورا پورا فائدہ اپنی جہالت کے باعث نہ اُٹھا سکتے ہیں معاملہ کی شنوائی اور بحث میں اور چھان بین میں زیادہ روپیہ اور وقت برباد ہو جاتا ہے اسکے لئے عدالت قصوروار نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ انصاف کے داؤں پیچ جاننے والے قانوندان کسان کی جیب ایک دم خالی کر لیتے ہوں کچھ وکیل لوگ لالچ میں پڑ کر مدعی و مدعا علیہ کو غلط راستے پر لیجاتے ہوں، وہ لوگ معمولی سی بات کو اپنے فائدے کی غرض سے طول طویل بنا کر عدالت کے سامنے پیش کرتے ہوں۔ کیونکہ جس طرح بیماری پھیلنے سے حکیم اور ڈاکٹروں کی بن آتی ہے اسی طرح لڑائی جھگڑا ہونے پر وکیل و مختار کی جھونس کی جھونپڑی پختہ کوٹھی کی شکل اختیار کر لیتی ہے ہم نے سُنا اور پڑھا ہے کہ وکیلوں کے چکر میں آکر بہت سے رئیس و راجہ انصاف کے لئے عدالت میں گئے اور دیوالیہ ہو گئے۔ کتنے گھر اس مقدمہ بازی کے باعث تباہ و برباد ہو گئے۔ بھائی بھائی آپس میں جان کے دشمن ہو گئے۔

اوّل تو آپس میں لڑنا ہی جنگلی پن ہے لیکن آپس میں جھگڑا طے کر لینے کے بجائے دور شہر میں تیسرے آدمی کے پاس دوڑنا تو اس سے بھی بڑا جنگلی پن ہے۔ یہ بات پورے وثوق سے نہیں کہی جا سکتی کہ تیسرے آدمی کا فیصلہ ہمیشہ ٹھیک ہی ہوتا ہے۔ غلطی انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ سچی بات تو دونوں فریق بخوبی جانتے ہی ہیں یہ تو گاؤں والوں کے بھولے پن اور جہالت کی نشانی ہے کہ وہ مان لیتے ہیں کہ ہمارے پیسے لیکر تیسرا آدمی ٹھیک انصاف کر دے گا۔

میں نے اکثر دیکھا ہے کہ زمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے یا پہلے کھیت میں پانی میں دوں، یا تو نہ دے، کہ جھگڑے میں پڑ کر لڑ بیٹھتے ہیں اور عدالت میں پہنچکر صرف نیچا دکھانے کی غرض سے ہزاروں روپئے برباد کر دیتے ہیں اور فائدہ کچھ نہیں ہوتا ہے۔ بہت سے مقدمے صرف اپنی آن قائم رکھنے کے لئے ہی لڑے جاتے ہیں۔

اس تباہی سے بچنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ دیہاتوں میں پنچایت قائم ہوں۔ انھیں پنچایتوں میں دیہاتی اپنے باہمی تنازعات کا تصفیہ کرائیں اور بلا کسی خرچ کے سچا انصاف کرائیں اور دشمنی کو دوستی میں بدل ڈالیں۔

پنچایتیں قائم کرنے سے گاؤں والوں میں رواداری آئیگی پنچایت قائم رہنے سے کوئی کسی کو ستانے کی ہمت نہ کر سکے گا۔

یہ پنچایتی فیصلے کا رواج گاؤں کی ترقی کے لئے بیحد مفید ہے۔ اور اسکے رائج ہونے سے عدالتوں میں وقت اور روپئے کا فضول خرچ بالکل بند ہو جائیگا۔

مکمل گاؤں گڑھیا گوبند پور ضلع مین پوری

(از جناب ہری پال سنگھ، سکریٹری [illegible] سوسائٹی گڑھیا گوبند پور)

سب دن ایک سے نہیں ہوتے۔ اسی تبدیلی اصول کے مطابق گڑھیا گوبند پور ضلع مین پوری سرکل کا ایک مکمل اور درجہ اول کا گاؤں بن گیا ہے۔ پہلے اس کی حالت کیا تھی اور اب کیا ہو گئی ہے۔ یہ بات اس مضمون کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جائے گی۔

گڑھیا گوبند پور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو کالی ندی کی ترائی میں آباد ہے۔ اس کے ایک طرف پیلی ریت اس طرح ہے کہ ایک تندرست آدمی دو ہی فرلانگ چلنے پر اس طرح تیزی سے سانس لینے لگتا ہے جیسے جیٹھ کی دوپہر میں بھینسا ہانپتا ہے۔ اس گاؤں کی پیداوار باجرہ، ارہر، گیہوں، جو وغیرہ ہے۔ اس گاؤں میں لودھ، کمہار، دھوبی، برہمن، چمار، تیلی وغیرہ ذات کے لوگ آباد ہیں۔

تنظیم۔ یوں تو یہ سوسائٹی تقریباً ۳ سال سے گاؤں سدھار کا کام کر رہی ہے۔ لیکن اکتوبر ۱۹۴۱ء تک پنچایت کا دیہاتیوں پر کوئی اثر نہ تھا وجہ یہ تھی کہ اکتوبر ۱۹۴۱ء تک اس کے جلسوں کا نہ تو کوئی مقررہ دن تھا نہ تاریخ اور نہ باقاعدہ عام جلسے ہی ہوتے تھے۔ ستمبر ۱۹۴۱ء میں جب گاؤں سدھار کا پورا عملہ ٹریننگ پا کر واپس آیا۔ اس وقت سے اس اسکیم پر ہمارے دیہات میں باقاعدہ عمل ہونے لگا ہے۔ اب ہر ماہ کی ۸ تاریخ کو عام جلسہ ہوتا ہے۔ جس میں گاؤں سدھار کے متعلق تمام تجاویز منظور کر کے ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ پنچایت گاؤں کے چھوٹے موٹے مقدمات بھی طے کر دیتی ہے۔ پہلے اس موضع کا نام کوئی نہیں جانتا تھا لیکن اب گاؤں سدھار کا باقاعدہ کام ہونے کے باعث گڑھیا گوبند پور بہت مشہور ہو گیا ہے۔ ہمارے گاؤں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو گاؤں سدھار کے کام میں رخنے ڈالتے تھے۔ لیکن جناب چتر سنگھ، سرپنچ اور حلقہ کے آرگنائزر ماسٹر شری نواس پاٹھک اور بالغوں کے مدرس پنڈت رام شنکر لال جی کی انتھک کوششوں سے سب کام بخوبی ہونے لگے۔

اشاعت تعلیم اور حفظان صحت۔ ہمارے گاؤں میں ہر مہینے کی ۸ تاریخ کو یوم گاؤں سدھار منایا جاتا ہے۔ اس دن صبح پربھات پھیری، پھر دیہات کی صفائی اور مویشیوں کی صفائی اور دوپہر کو ہوا معطر کرنے کے لئے ہون کیا جاتا ہے۔ دوپہر کے بعد کھیل کود، دنگل، شام کو بھجن منڈلی کا جلسہ اور رات کو ۹ بجے جلسہ عام ہوتا ہے۔ اس میں بچے، جوان، بوڑھے سبھی خوشی سے شامل ہو کر باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی تقریریں سنتے ہیں اور عورتوں کی نشست کا بھی شرعی [illegible] پرستنگر کی مہربانی سے معقول انتظام کیا گیا ہے۔ اس دن کبھی کام بند رہتے ہیں اور جانوروں سے بھی کوئی کام نہیں لیا جاتا اور بلدیہ دار کے لوگ اس دن کا مہینے بھر پہلے سے انتظار کرتے رہتے ہیں۔

بالغوں کی تعلیم کے لئے [illegible] بالغوں کے مدرس پنڈت رام شنکر [illegible] سے کوشش کر رہے ہیں۔ رات کی [illegible] بالغوں کے اسکول میں ناخواندہ لوگوں کے علاوہ پڑھے لکھے لوگ بھی [illegible] آتے ہیں۔ اس [illegible] [illegible] شام [illegible] [illegible] اور بچے [illegible] [illegible] والی بال، کبڈی [illegible] وغیرہ [illegible] کھیل ہوتے رہتے ہیں۔

زراعت۔ ہماری پنچایت نے اس سال ۱۳ [illegible] ۸ چیف کٹر منگا کر ممبروں میں تقسیم کئے اور ۱۳ [illegible] کے اور ۳ [illegible] کے کھاد کے اور ایک کمپوسٹ کی کھاد کا مظاہرہ بھی کیا۔ ۱۹۴۲ء میں فصل ربیع میں سارے گاؤں نے ترقی [illegible] پنچایت کے پاس ۳۰ من کا دھرم گولہ کا اسٹاک ہے۔

دیہات کی صفائی۔ گاؤں سدھار اسکیم کے جاری ہونے کے پہلے ہمارے گاؤں کی گلیاں بہت میلی تھیں۔ جگہ جگہ پیشاب کی بدبو آتی تھی۔ لیکن گاؤں کی صفائی اس اسکیم کا خاص مقصد ہونے کے باعث آرگنائزر صاحب نے پنچایت کو صفائی پر زیادہ توجہ کرنے کے لئے زور دیا اور ان کی رائے کے مطابق پنچایت نے ۱۲ سوختہ گڈھے، ۸ پیشاب خانے، ۲۰ نمونے کے کھاد گڈھے بنوائے اور تمام گھوروں کو آبادی کے باہر ڈلوایا۔ ۴۶ روشندان [illegible] اندھیرے اور تنگ مکانوں میں لگوائے۔ جانوروں کے نیچے کھرنجوار [illegible] بچھالی ڈلوا کر کھاد کے کام میں ترقی کر کے جانوروں کے باڑے خشک اور صاف رکھے گئے۔

سیوادل اور اسکاؤٹنگ۔ اس گاؤں میں ۳۰ جوانوں کی ایک اسکاؤٹ جماعت بھی ہے جس میں ۲۰ اسکاوٹوں کے پاس وردیاں بھی ہیں۔ یہ اسکاؤٹ معمولی فوجی ڈرل، لاٹھی، لیزم کے ساتھ اور اچھی طرح جنگ کرنا بھی جانتے ہیں۔ رفاہ عامہ کے کاموں کی ذمہ داری اسکاؤٹ پر ثابت ہے۔ جیسے گاؤں میں گشت لگانا، کھیت اور کھلیانوں میں چوری کرنے والوں کا پتہ لگانا، سالانہ چندہ وصول کرنا، تنگ گلیوں کو کشادہ کروانا، کھیتوں کو جانے والے راستے چوڑے کروانا اس کا خاص کام ہے۔ یہی سیوادل کی مدد سے دھرم گولہ کا اسٹاک بھی بڑھ کر اچھی حالت میں پہنچ گیا ہے۔ جس میں تقریباً ۲۰۰ روپے کا غلہ موجود ہے۔

مویشیوں کی صحت ماہوار جلسے کے دن آرگنائزر حلقہ کے ساتھ سرکل اسسٹنٹ بھی ہمارے گاؤں میں آتے ہیں۔ اور وہ لوگوں کو جانوروں کی صحت کے بارے میں بہت سی مفید باتیں بتلاتے ہیں۔ ان کی رائے پر عمل کرنے کے لئے ہم لوگوں نے ایک فٹ باتھ بھی بنوا لیا ہے جس میں ہم اپنے مویشیوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ برساتی بیماریوں کی روک تھام کے لئے ہم اپنے جانوروں کو ڈاکٹر صاحب کی رائے کے مطابق پہلے ہی سے ٹیکہ لگوا لیتے ہیں۔

متفرق کام ہماری پنچایت نے اس سال ۵ کنویں گاؤں والوں کو پانی دینے کے لئے بنوائے۔ ایک پنچایت گھر بنوایا جس میں صرف ۲۵ روپے محکمہ گاؤں سدھار نے دئے اور باقی تقریباً ۱۰۰ روپے گاؤں والوں نے چندے سے جمع کئے۔ اس طرح تقریباً ۴۰۰ کی لاگت کا پنچایت گھر بنایا گیا۔ ایک فٹ باتھ بھی پنچایت نے جس میں ۱۰ روپے محکمہ گاؤں سدھار نے دئے۔ ہماری پنچایت نے ایک راستے بھی ٹھیک کروائے۔

اب قرب و جوار کے لوگ ہمارے گاؤں کو مکمل گاؤں سمجھ کر نقل کر کے گاؤں سدھار اسکیم پر عمل کرنے لگے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے قرب و جوار کے گاؤں کے لوگ بھی گاؤں سدھار انسپکٹر ضلع وسکول ماسٹر اور حلقہ آرگنائزر کی نصیحتوں پر عمل کر کے ان کی مدد سے اس سال اپنے گاؤں کو مکمل گاؤں بنا لیں گے۔

د ل چ س پ

لطائف و ظرائف

دو بھائی روزانہ ایک قصبے سے ریل میں بیٹھ کر شہر آیا کرتے تھے جہاں وہ کاروبار کرتے تھے اور شام کو کام سے فارغ ہو کر پھر قصبے کو واپس لوٹ جایا کرتے تھے۔

چند دن بعد ان میں سے ایک چل بسا اور دوسرے نے یہ فیصلہ کیا کہ بھائی کی لاش کو شہر لیجا کر وہاں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ وہ قصبے کے اسٹیشن ماسٹر سے ملا اور اُسے اپنے فیصلہ کی اطلاع دی۔ اسٹیشن ماسٹر نے اسے بتایا کہ اس کام کے لئے ایک خاص ٹکٹ حاصل کرنا پڑے گا۔

وہ غصے میں بھر گیا اور بولا "خاص ٹکٹ کیسا؟ ابھی تو میرے بھائی کا پاس ہی ختم نہیں ہوا ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ تمہارا لڑکا دندان ساز بنے گا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے تمہارا ارادہ یہ ہے کہ اُسے کان کے امراض کا ماہر بنایا جائے۔"

"ہاں تھا تو سہی، مگر میں نے ارادہ بدل دیا۔ کیونکہ آدمی کے کان تو دو ہی ہوتے ہیں مگر دانت بتیس ہوتے ہیں۔"

ایک شام پروفیسر صاحب گھر آئے تو ان کی نصف بہتر نے پوچھا "آپ کی موٹر کہاں ہے؟"

"موٹر!" پروفیسر صاحب نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا میں موٹر بھی شہر لے گیا تھا؟"

کہا گیا کہ آپ اپنی موٹر ہی میں تو گئے تھے۔ پروفیسر صاحب سوچ میں پڑ گئے، پھر بولے "اوہو! اب مجھے یاد آیا۔ موٹر سے اترنے کے بعد میں نے اس شخص کا شکریہ ادا کرنا چاہا جس نے مجھے گھر تک پہنچایا تھا، تو وہ جا چکا تھا۔"

حامد بہت جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اور اُس کی ماں اس کی اس بُری عادت سے بے حد نالاں تھی۔

ایک دن اس نے حامد سے پوچھا "تمہیں معلوم ہے کہ جب جھوٹے آدمی مریں گے تو ان کا کیا حشر ہوگا؟"

حامد نے فوراً جواب دیا "ہاں اماں جان معلوم ہے۔ وہ چکنے ہو کر سیٹ جائیں گے۔"

تحریک امداد باہمی کے اصول

از جناب کے۔ این۔ باجپئی

سماج میں رہ کر ہم لوگ بغیر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کئے بغیر ایک دن بھی اپنا کام نہیں چلا سکتے۔ تہذیب کے ابتدائی زمانے میں بھی لوگ امداد باہمی کے اصولوں کو سمجھتے تھے اور عملی زندگی میں اُن پر عمل بھی کرتے تھے۔ اگر انھوں نے امداد باہمی کو نہ اپنایا ہوتا تو آج ہم سب اتنے ترقی یافتہ اور مہذب ہرگز نہ ہوتے۔ آج سے ہزار سال پہلے تجربے سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ انسانی زندگی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کئے بغیر ناممکن ہو جائے گی۔

غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا خاص اصول امداد باہمی ہی ہے۔ انسان اپنی ضروریات کے لئے ایک دوسرے کا اتنا زیادہ محتاج ہے کہ اگر ایک دن کے لئے بھی اُسے دوسروں کا تعاون نہ ملے تو اس کی زندگی دشوار ہو جائے گی۔ انسان کی طاقت امداد باہمی میں چھپی ہوئی ہے۔ اور امداد باہمی کے ذریعے ہی وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ تہذیب جتنی زیادہ ترقی کرتی جائے گی۔ اتنا ہی ہم کو امداد باہمی کا سہارا لینا پڑے گا۔

امداد باہمی کے ذریعے کمزور نہیں رہتے بلکہ منظم ہو کر طاقت ور بن جاتے ہیں۔ تحریک امداد باہمی ان لوگوں کی ترقی میں رکاوٹ نہیں ڈالتی جو کہ طاقت ور ہیں اور اپنے پیروں پر خود کھڑے ہو سکتے ہیں۔ وہ تو صرف غریب اور کمزور لوگوں کی تحریک ہے۔ باہمی امداد اور مدد ہی اس کے خاص اصول ہیں۔

آجکل تقسیم دولت کا طریقہ اتنا ناقص ہے کہ جو لوگ چیزیں بناتے یا پیدا کرتے ہیں۔ انھیں کافی حصہ نہیں ملتا۔ یعنی کچھ لوگ تو مناسب سے زیادہ پا جاتے ہیں اور بیشتر لوگوں کو جو کہ کمزور ہیں، اپنا حصہ بھی نہیں ملتا۔ مل میں کام کرنے والا مزدور جو مل کو چلانے کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ مل کا مالک اور منیجر۔ لیکن وہ بہت کم مزدوری پاتا ہے۔ کسان بڑی محنت سے گیہوں پیدا کرتا ہے۔ مگر گیہوں کا جو دام خریدار دیتا ہے اس کا بہت کم حصہ غریب کسان کو ملتا ہے اور دلال تھوک فروش اور دوکاندار اس کا زیادہ تر حصہ خود ہضم کر جاتے ہیں۔ کسان کو اس کی پیداوار کی اتنی کم قیمت ملتی ہے کہ کھیتی کا خرچ نکالنے پر اس کے پاس بہت کم رہتا ہے۔ تحریک امداد باہمی تقسیم دولت کے اس غیر منصفانہ اصول کو نامنظور کرتی ہے وہ تو ہر ایک انسان کو جس نے دولت پیدا کرنے میں حصہ لیا ہے۔ اسکی محنت کے مطابق دولت دینے کی تائید کرتی ہے۔

تحریک امداد باہمی ایک اقتصادی تحریک ہے سماج کے غریب اور کمزور لوگ اس تحریک میں شامل ہو کر مشترکہ کوششوں سے ہونے والے فائدہ کو آپس میں منصفانہ طور پر حصہ میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

اگر ہم کوآپریٹیو سوسائٹیوں کا مقابلہ مشترکہ سرمایہ والی کمپنیوں سے کریں تو ہمیں تحریک امداد باہمی کے اصول اچھی طرح سمجھ میں آ جائیں گے ان دونوں میں ایک فرق تو یہ ہے کہ کوآپریٹیو سوسائٹیاں انسانوں کی یونین ہیں اور مشترکہ سرمایہ والی کمپنیاں سرمایہ کی یونین ہیں۔ سامان بنانے والی کوآپریٹیو سوسائٹیاں سرمایہ کے لئے مناسب سود دیتی ہیں اور منافع آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں۔ لیکن مشترکہ سرمایہ والی کمپنیوں میں مقررہ مزدوری دے کر مزدور رکھے جاتے ہیں اور فائدہ حصہ داروں میں سرمایہ کے مطابق تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کوآپریٹیو سوسائٹیوں میں سرمایہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس کو دولت پیدا کرنے کے لئے صرف ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوسائٹی کے ہر ممبر کو صرف ایک ہی ووٹ ملتا ہے اس کو سوسائٹی کے کام چلانے میں اتنا ہی دخل ہوتا ہے جتنا کہ کسی دوسرے ممبر کو لیکن مشترکہ سرمایہ والی کمپنیوں میں سرمایہ ہی کا خاص درجہ ہوتا ہے۔ منافع اور کمپنی کا کام چلانے میں حصہ داروں کا ہاتھ ان کے سرمایہ کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ ان دونوں میں ایک فرق اور ہے۔ ہر ایک کمپنی کی اپنی ایک حیثیت ہوتی ہے اور وہ دوسری کمپنیوں کو پیچھے کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتی ہے۔ تحریک امداد باہمی اس اصول کو نہیں تسلیم کرتی کوآپریٹیو سوسائٹیاں ایک دوسرے کے مقابلہ میں نہیں کھڑی ہوتیں۔

تحریک امداد باہمی صرف کسانوں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ اس سے دیگر طبقوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ آجکل سامان بنانے والوں اور صارفوں کے درمیان ہزاروں دلال کام کرتے ہیں جو صارفوں اور بنانے والوں کو لوٹتے ہیں۔ صارف اشیا کی جو قیمت دیتا ہے اس کا بہت تھوڑا حصہ کارخانوں اور مزدوروں کو ملتا ہے۔ زیادہ تر حصہ دلالوں کی جیب میں جاتا ہے۔ تحریک امداد باہمی جہاں اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ مزدوروں اور کسانوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو وہاں وہ یہ بھی کوشش کرتی ہے کہ خریداروں کو سستے داموں میں اشیاء ملیں۔ تاکہ ان کا بوجھ ہلکا ہو۔ تحریک امداد باہمی کے مطابق سماج میں صرف دو طبقے ہونے چاہئیں۔ ایک پیدا کرنے والوں کا اور دوسرا صرف کرنے والوں کا۔ اور وہ دونوں طبقوں کو منظم کر کے انھیں اتنا قریب کر دینا چاہتی ہے کہ ان دونوں کے درمیان دلال کے لئے کوئی گنجائش ہی

نہ رہ جانے والوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دینا ہی تحریک امداد باہمی کا خاص مقصد ہے۔

تحریک امداد باہمی دراصل ایک اقتصادی تحریک ہے۔ لیکن اس کا مقصد بہت بلند ہے۔ یہ تحریک سماج میں ایک نیا جذبہ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ خود اعتمادی اور برادرانہ محبت پر ہی اس تحریک کی بنیاد کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا مقصد تو سماج کے لوگوں میں خود اعتمادی اور برادرانہ محبت پیدا کرنا ہے۔ سب لوگ ایک مقصد کے لئے کوشش کریں یہی امداد باہمی کا مطلب ہے۔ [illegible] کو پیچھے چھوڑ کر تحریک امداد باہمی اجتماعی مفاد کو مقدم سمجھتی ہے۔ اس تحریک میں جماعت کی جگہ فرد کے اوپر ہے۔

امداد باہمی کے ذریعے ہم ایک دوسرے کی مدد کر کے اپنی مشکلات کو دور کر سکتے ہیں۔ اس میں اپنے فائدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرے کی مدد کی جاتی ہے۔ اگر اپنا اور اپنے ساتھیوں [illegible] ہو۔ ہر مشکل مشترکہ کوششوں سے دور ہو سکتی ہے۔ [illegible] لوگوں کی [illegible] سے دور [illegible] ہے۔ [illegible] کوئی کام بھی بغیر امداد باہمی کے نہیں ہو سکتا [illegible] لوگوں کی جماعت [illegible] دور ہو جاتی ہے۔ ہمارے دیہاتوں کی [illegible] کے ذریعے دور ہو سکتی ہے۔

ہندوستان کے لئے امداد باہمی کا اصول نیا نہیں ہے۔ ہمارا ہندوستانی سماج زمانہ قدیم سے اسی اصول سے واقف ہے۔ اصولی طور پر تو امداد باہمی ہندو سماج کا ایک خاص جزو ہے۔ مشترکہ کنبہ جو کہ ہندوؤں کی ایک قدیم سماجی جماعت ہے ایک امداد باہمی جماعت ہے۔ آج بھی دیہاتوں میں بہت سے کام کسان اجتماعی طور پر کرتے ہیں۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب امداد باہمی کو لوگوں کی زندگی میں اتنا زیادہ دخل ہے اور ہر جگہ اس پر عمل ہو رہا ہے، دیہات میں بھی لوگ بہت سی باتوں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں تو پھر اس کی اشاعت کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ جہاں پہلے کے مقابلے میں بہت سی باتوں میں ترقی ہوئی ہے وہاں تحریک امداد باہمی کا دائرہ بھی کافی بڑھ گیا ہے۔ اس کے ذریعے بہت سی مشکلیں آسان کر لی گئی ہیں جو پہلے کبھی نہیں ہوتی تھیں۔ جس طرح کہ زمانہ قدیم کی کشتی یا بیل گاڑی سفر کی ضروریات موجودہ ریلوں اور جہازوں کے مقابلے میں اتنی آسانی سے پوری نہیں کرتی تھیں۔ اسی طرح قدیم امداد باہمی کے اصول بھی زمانہ موجودہ کے لئے کافی نہیں ہیں۔ ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ دیہاتوں کی قدیم تنظیم بڑی حد تک ختم ہو چکی ہے اور اس کو زمانہ کے مطابق از سر نو زندہ کرنا ہے۔

ہندوستان میں جہاں کہ زیادہ تر لوگ اپنا پیٹ پالنے کے لئے کھیتی کا سہارا لیتے ہیں، تحریک امداد باہمی بہت ہی ضروری ہے۔ اگر پرانی پنچایتوں کو از سر نو زندہ کیا جائے اور انہیں موجودہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کا جامہ پہنا دیا جائے تو ہمارے ملک میں دیہات کی اصلاح بڑی تیزی اور کامیابی سے ہو سکتی ہے۔

اختراع و ایجادات

بجلی کی بائیسکل

جرمنی کے ایک صناع نے ایک ایسی بائیسکل ایجاد کی ہے جو بجلی سے چلتی ہے۔ اس میں ایک چھوٹا سا بجلی کا موٹر لگا ہوا ہے۔ یہ موٹر ایک چھوٹی بیٹری سے چلتا ہے اور سائیکل قریب قریب ۱۲ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتی ہے۔ اس سائیکل کا وزن ۶۶ پونڈ ہے۔

فائر پروف سگریٹ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ [illegible] سگریٹ [illegible] آگ لگ جاتی ہے۔ اس [illegible] کرنے کے لئے [illegible] موجد نے ایک فائر پروف سگریٹ ایجاد کیا ہے۔ اس کی بناوٹ اس طرح کی ہے کہ فائر پروف مادے کی ایک سوراخ دار چیز جس کے سرے پر کاگ لگا ہوتا ہے، سگریٹ کو پوری طرح ڈھانپ لیتی ہے اور جب سگریٹ پھینکا جاتا ہے تو اس کی آگ کا اثر کسی بیرونی سطح پر نہیں ہونے پاتا۔

خطرے کی گھنٹی دینے والا قفل

چوروں سے بچنے کے لئے فرانس کے ایک صناع نے ایک ایسا قفل اختراع کیا ہے جس میں ایک برقی خطرے کی گھنٹی لگی ہوئی ہے۔ یہ قفل دروازے پر معمولی قفل کی طرح لگایا جاتا ہے۔ جونہی کوئی شخص دروازے یا قفل کو کھولنے کی کوشش کرتا ہے قفل کے اندر سے گھنٹی بجنے لگتی ہے۔

پیال۔ چارے کی شکل میں اس کا استعمال اور اصلاح

نوشتہ جناب اندو بھوشن چٹرجی۔ ایم۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) ایل بے جی
مترجمہ ٹھاکر چندر بھوشن سنگھ

ہندوستان کی اشیاء خوردنی میں دھان سب سے زیادہ رقبہ میں بویا جاتا ہے (تقریباً ۷ کروڑ ۲۰ لاکھ ایکڑ زمین پر) اس کی کاشت کا رقبہ اس ملک میں پیدا ہونے والی دوسری فصلوں کے رقبہ کا چوتھائی ہے۔ اس فصل کی وسعت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ گیہوں سے ۳ گنا، دال کی فصلوں سے ۵ گنا اور جوار، باجرہ اور مکا کی مشترکہ فصلوں سے تقریباً دوگنا ہے۔ یہ فصل کل کھیتی کی فصل کا صوبہ آسام میں ۸۴ فیصدی، بنگال میں ۹۳ فیصدی، بہار میں ۶۴ فیصدی، اڑلیسہ میں ۷۹ فیصدی، مدراس میں ۳۲ فیصدی، صوبہ متوسط اور برار میں ۲۴ فیصدی، یوپی، بمبئی، سندھ اور پنجاب بالترتیب ۱۹، ۷، ۲۳ اور ۳ ½ فیصدی ہے۔ اس طرح ملک کے بہت سے صوبوں میں یہ خاص فصل سمجھی جاتی ہے اور ان جگہوں میں یہ تجارت اور خوراک کا خاص جزو تسلیم کی جاتی ہے۔ اس فصل سے دھان کو علیحدہ کرلینے پر جو پیال بچتا ہے وہ ان صوبوں کے مویشیوں کا خاص چارہ ہے۔

جن مقامات پر دھان کی کھیتی خوب ہوتی ہے وہاں ایک بات خصوصیت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے کہ وہاں کے جانور قد میں چھوٹے اور تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسے دور کے اضلاع میں مثلاً پنجاب میں کانگڑہ، یوپی میں گورکھپور، سی پی میں رائے پور، مدراس میں تنجور اور آسام، بنگال، بہار، اڑلیسہ کے زیادہ چاول پیدا ہونے والے حصوں میں جانور بہت کمزور اور ناقابل ہوتے ہیں اور دوسرے صوبوں کی بہ نسبت یہاں فیصد ایکڑ کی کاشت پر ۳ یا ۴ گنے زیادہ بیل ہیں۔ محکمہ زراعت کے شاہی کمیشن نے حساب لگایا ہے کہ صوبہ بمبئی میں بیلوں کی ایک جوڑی ۲۰ ایکڑ کھیت جوتتی ہے۔ لیکن صوبہ بنگال میں جہاں چاول خاص طور پر پیدا ہوتا ہے اس کا اوسط ۵ ½ ایکڑ ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ دھان کی کھیتی میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے اس لئے اس میں زیادہ جانوروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن یہ بات کسی حد تک درست ہے۔ کیونکہ یہ بات جانوروں کی تباہ حالی کا جواب نہیں ہوسکتی۔ اس کا تعلق جانوروں کو دئے جانے والے چارے سے ہے۔ اگر ہم ان جانوروں کی پچھلی نسلوں کو دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان علاقوں کے پہلے جانور دوسری جگہوں کے جانوروں کی طرح تھے۔ یہ جانور آہستہ آہستہ قد، طاقت وغیرہ میں کم ہوتے گئے ہیں اور آج نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ ہمارے پاس لٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے بیکار جانور رہ گئے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ خراب چارہ ہی اس زوال کا خاص سبب ہے۔ لیکن اگر دھان کا پیال مناسب مقدار میں خوراک کی شکل میں ان جانوروں کو دیا جائے تو یہ ان کے لئے اتنا ہی مفید ہوگا جتنا کہ اس کا زیادہ مقدار میں دینا نقصان دہ ہے۔

دھان کے پیال میں یہ نقص ہے کہ اس میں زندگی بخش اجزا (پروٹین، فاسفورس وغیرہ) بہت ہی کم مقدار میں ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ مقدار میں ایسے ریشے ہوتے ہیں جو کہ کچے اور خراب ہوتے ہیں اور ایک ایسا مادہ ہوتا ہے جو خوراک کے پونے کو اچھی طرح ہضم کرنے میں خلل انداز ہوتا ہے۔ جتنا پروٹین اس سے پیدا ہوتا ہے اس کے کھانے سے اس سے زیادہ خارج ہو جاتا ہے۔ صرف جاڑے کے زمانے میں پیدا ہونے والا پیال بھی دو جانوروں کو جن کا وزن ۳۷۵ اور ۴۰۲ پونڈ تھا ۱۱۱ سے لیکر ۱۵۰ دن تک کھلایا گیا۔ اس کا وزن ۳۸ سے ۸۵ پونڈ تک کم ہوگیا اور دو ہی مہینے میں ان کی قوت ہاضمہ ۲۵ فیصدی گھٹ گئی۔ اس کے بعد تو یہ اور بھی خراب ہوگئی۔ نمونے کے طور پر جو جانور چارے سے ۳۱۵ پونڈ عمدہ مقوی غذا ہضم کرلیتا تھا، پہلی آزمائش میں دو مہینے کے بعد ۱۹۳ پونڈ بھی نہ ہضم کرسکا جب اس کی خوراک اور گوبر کی آزمائش کی گئی تو دیکھا گیا کہ پروٹین، چونا اور میگنیشیم جس سے زیادہ مقدار میں باہر نکل گیا ہے جتنا کہ اس چارے کے کھانے سے جسم میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جانور دبلے، پتلے کمزور اور بدصورت ہوگئے۔ جیسے ہی جانوروں کو السی کی کھلی دی گئی، انھیں پروٹین اور فاسفورس کافی مقدار میں ملنے سے نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف ان کی بھوک اور قوت ہاضمہ بڑھ گئی بلکہ ان کو دیا ہوا چارہ ان کے جسم کو لگا اور ان کا وزن بڑھ گیا۔ اس بات کا ذکر کردینا ضروری ہے کہ جن جانوروں پر یہ تجربہ کیا گیا وہ بیل تھے جن کو آرام دیا جارہا تھا۔ کیونکہ پہلے ان جانوروں پر تجربہ کرنا اچھا اور اطمینان بخش ہوتا ہے جو آرام کررہے ہوں۔ اس کے بعد دودھ کے لئے، پیٹ کے بچے کی نشوونما کے لئے اور کام کرنے کی طاقت بڑھانے کے لئے اس کا تجربہ کرنا چاہئے۔ ایک بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ اگر السی کی کھلی کمزور طاقتوں کو جمع کرنے میں اکسیر ہے لیکن اس کا استعمال عام طور سے ہندوستان کے کسی بھی حصہ میں نہیں کیا جاتا ہے۔ بنگال میں خاص طور سے سرسوں کی کھلی اور دھان کی بھوسی دی جاتی ہے۔ دوسرے چاول کے علاقوں، مثلاً آسام، اڑلیسہ اور لور اور اپر برما کے کچھ حصوں میں بھی دھان کی بھوسی کو

جانوروں کے لئے خاص زندگی بخش جزو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس بات کی بڑی ضرورت تھی کہ ایسے چاروں کا جس میں پیٹ بھرنے کے لئے پیال اور مقوی غذا کی شکل میں دھان کی بھوسی (جسے مقامی لوگ چاول کا کورا کہتے ہیں) دی جاتی ہے۔ تجربہ کیا گیا ہے۔ تجربہ کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:۔

۱۔ دھان کے پیال میں نائٹروجن کی کمی ہوتی ہے۔ جبتک یہ کمی کھلی، ہری گھاس یا دوسری مقوی غذا دے کر پوری نہ کی جائے جانوروں میں طاقت اور اس کے اعضا مضبوط ہونے پر بھی اس کا برا اثر اس کی طاقت پر پڑتا ہے۔

۲۔ پیال میں فاسفورس بہت ہی کم ہوتا ہے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ٹھیک سے ہضم ہوتا بھی ہے یا نہیں۔

۳۔ پیال میں پوٹاش بہت زیادہ مقدار میں ہوتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ پوٹاش کی زیادتی چونے کے ہضم ہونے میں حارج ہو۔

۴۔ اگرچہ پیال میں چونے کی کافی مقدار ہوتی ہے لیکن اس میں اگزالک ایسڈ بھی ہوتا ہے جس کے ہونے سے چونا جسم میں نہیں لگنے پاتا اور نتیجہ برعکس ہوتا ہے۔

پیال اور سرسوں کی کھلی

دھان کے پیال کے ساتھ سرسوں کی کھلی بھی جانوروں کو دی گئی تو جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے (مثلاً وزن وغیرہ) نتیجہ اچھا برآمد ہوا۔ لیکن جب اندر کی بات دیکھی گئی تو یہ جان کر تعجب ہوا کہ جانوروں کے جسم میں پوٹاش کی زیادہ مقدار پہنچنے پر بھی جتنی انھیں ملی اس سے زیادہ پوٹاش خارج ہو گئی۔ اس بات کا بہت سے جانوروں پر تجربہ کیا گیا اور نتیجہ ایک ہی نکلا۔ لیکن اس کا تجربہ ہنوز جاری ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ پوٹاش سے جسم کی نسیں اور دیگر اندرونی نرم اعضا بنتے ہیں۔ مگر جب اشیاء خوردنی سے پیدا ہونے والی پوٹاش سے کہیں زیادہ مقدار میں وہ جسم سے خارج ہو جائے گی تو اس کا مطلب جسمانی کمزوری ہوگا۔ سرسوں کی کھلی میں پروٹین کی جو مقدار پائی جاتی ہے اس میں امینو ایسڈ نہیں ہوتی اس لئے دوسری چیزوں سے پروٹین نکلتی ہے اور جسم کے اعضا کمزور ہو جاتے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ اس نقص کو اسی وقت دور کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کے بارے میں پوری باتیں معلوم ہو جائیں۔ اوپر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر جسم میں امینو ایسڈ کی کمی پڑتی ہے تو نسیں اور دیگر اعضا کمزور ہونے لگتے ہیں۔ اس نقصان کو کچھ ایسی عمدہ چیزیں دے کر پورا کیا جا سکتا ہے جن میں پروٹین ہو۔ جب یہ کمی پوری ہو جائے گی تو جسم کے دوسرے ایسے زندگی بخش اجزا کی بھی کمی پوری ہونے لگے گی جن میں سے ایک پوٹاش ہے۔ اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ جب سرسوں کی کھلی دی جائے تو ایسے اجزا بھی جانور کی خوراک کے ساتھ دئے جائیں جن کے پروٹین میں امینو ایسڈ کی اچھی مقدار موجود ہو۔

یہاں پر یہ بھی بتا دینا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اجزا ہی جانوروں کو دئے جائیں جو سستے اور آسانی سے مل سکتے ہوں۔ بنگال میں عموماً دالوں کی بھوسی، دھان کی بھوسی اور کبھی کبھی تل کی کھلی مقوی غذا کی جگہ دیتے ہیں آجکل مونگ پھلی بہت بوئی جانے لگی ہے اس کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس بات کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ اچھی سے اچھی جو چیز مل سکے وہ کھلائی جائے اور اسے اچھی طرح چھانٹ لیا جائے (یعنی سڑا گلا نکال دیا جائے) ان چیزوں کے علاوہ ہرا چارہ وغیرہ دینے کی بھی خاص ضرورت ہے۔

چاول کی چیزیں اور پیال

مارکیٹنگ افسر بنگال کے اندازہ کے مطابق دھان کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴-۲۵ء میں ایک کروڑ دس ٹن ہوئی۔ راقم الحروف نے جو تحقیقات کی اس سے معلوم ہوا کہ دھان کی اس پیداوار کا ۲۰ فیصدی سے لیکر ۲۲ فیصدی تک جانوروں کے چارے سے نکلنے والی اشیاء مثلاً بھوسی وغیرہ کام میں آتی ہے۔ لیکن اس چارے کا ایک اچھا خاصہ حصہ بہت گھٹیا ہوتا ہے لیکن اس کا ۶۰ فیصدی جانوروں کی اچھی خوراک ہے۔ اس طرح دھان سے جانوروں کو ملنے والی خوراک کا اندازہ ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ من کیا جاتا ہے۔ بنگال میں ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ مویشی ہیں۔ اس طرح دھان سے ملنے والی جانوروں کے لائق خوراک کا اوسط تقریباً ایک من ۱۶ سیر فی جانور ہوتا ہے۔ دھان سے نکلنے والی اشیاء میں جو جانوروں کو دئے جاتے ہیں کیمیاوی اہمیت رکھنے والی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ بھوسی میں تیل اور فاسفورس کا حصہ زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن جب صرف بھوسی کو پیال کے ساتھ مقوی خوراک کی شکل میں دیا گیا تو جانوروں کی قوت ہاضمہ اور بھوک کم ہو گئی۔ اگرچہ پروٹین کا اوسط ویسا ہی رہا۔ اس کا خاص سبب ایک طرف تو چونا پیدا کرنے والی کیلشیم کا کم ہونا اور دوسری طرف فاسفورس کے اجزا کا ٹھیک سے ہضم نہ ہونا ہے۔ اگرچہ فاسفورس ان میں زیادہ تھا کیلشیم کی کمی کو تو چونے کا میل دے کر پورا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن فاسفورس کے بارے میں یہ تدبیر تلاش کرنی ہے کہ کسی طرح اس چارے سے بننے والا فاسفورس ہضم ہونے لگے۔ اس کے لئے ہندوستان کی شاہی زراعتی کونسل نے خاص طور سے امداد دی ہے اور محکمۂ زراعت بنگال کا ایک شعبہ اس پر تجربہ کر رہا ہے۔ امید ہے کہ نتیجہ اچھا برآمد ہوگا۔ تجربہ سے یہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ دھان کی بھوسی کے ساتھ ہرا چارہ، ٹکیاں (کھلی وغیرہ) اور کھریا مٹی دینی چاہئے۔ جس سے کہ چونے کی کمی پوری ہو سکے۔

پیال اور ہرے چارے

جانوروں کو پیال اور نیپر گھاس، پیال اور نیپر گھاس کا سلیز، پیال اور کوٹنیا گھاس اور پیال تیز پانی کے ٹمبل (گھنٹی کے سے پھول والا ایک خاص پودا) کے ساتھ دیا گیا۔ کوٹنیا گھاس کے ساتھ دینے سے سب سے اچھا نتیجہ نکلا۔ نیپر نام کی گھاس میں فاسفورس تو کافی مقدار میں تھا۔ لیکن چونا کم تھا۔ نیپر کے سلیز میں تو چونا اور بھی کم تھا۔ سب خراب نتیجہ پانی کے ٹمبل کے ساتھ دئے جانے پر نکلا۔

چارہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جانور کے جسم کی نشوونما اور طاقت میں اضافہ ہو۔ چارے میں اس قسم کا وٹامن بھی ہونا چاہئے جس سے جانوروں کے تمام جسم کی ترقی ہو۔ صوبہ بنگال میں پیال خاص چارہ اور سرسوں کی کھلی اور چاول کا کورا (جو ملوں سے ملتا ہے) مقوی خوراک کی شکل میں جانوروں کو دیا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک عمدہ چارہ نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں کو ملا کر دینا چاہئے اور ان دونوں کے ساتھ دلل کی کرائی، بھوسی اور دیگر ہرے چارے بھی دینے چاہئیں۔

اس کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ صرف پیال کا چارہ زندگی بخش نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات بھی ہے کہ دھان پیدا ہونے والے ممالک میں دوسرا چارہ ملتا بھی نہیں۔ اس لئے اس چارے ہی کا بہتر سے بہتر استعمال ہونا چاہئے۔ یورپ اور امریکہ کے ممالک میں دودھ دینے والے مولیشیوں کو، ایسے مویشیوں کو جتنا موٹا ہونا ضروری ہے، یا کام کرنے والے جانور مثلاً بیل وغیرہ کو پیال عموماً نہیں دیا جاتا۔ لیکن مسٹر مارسن کا بیان ہے کہ چارے کی کمی ہونے پر یہ جانوروں کو دیا جا سکتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ مقوی خوراک کھلی، بھوسی، کرائی اچھی ہری گھاس بھی دی جاتی رہے اور جب ضرورت ہو تو کیلشیم اور فاسفورس پیدا کرنے والے چارے دئیے جائیں تو یہ چارہ بہت ہی قابل اطمینان ثابت ہوگا۔

دودھ دینے والی گایوں کو پیال کھلا کر ابھی تک ہندوستان میں کوئی تجربہ نہیں کیا گیا۔ تجربہ کرنے والی ایک انجمن کا بیان ہے کہ بچھڑے گیہوں کے بھوسے کی بہ نسبت پیال زیادہ آسانی سے کھاتے ہیں اور یہ ان کی جسمانی نشوونما کے لئے بہت اچھا ثابت ہوا ہے۔

(انڈین فارمنگ)

جذباتِ ذوقی

(از جناب حکیم حافظ عبدالغفار الٰہ آباد)

رحمت بڑھی ہے وسعتِ داماں لئے ہوئے
میں آرہا ہوں وہ غمِ پنہاں لئے ہوئے

جاتا ہوں جلوہ گاہ سے تیری بحالِ یاس
آنکھوں میں تیری دید کا ارماں لئے ہوئے

مجھ سے سیاہکار نہ ہوں گے جو حشر میں
ڈھونڈیں گے کس کو زلفِ پریشاں لئے ہوئے

شرمندہ میرے داغِ جبیں نے کیا مجھے
ورنہ اٹھا تھا میں غمِ جاناں لئے ہوئے

گیسو بکھیرتے ہیں سرِ حشر آج وہ
خورشید آئے کاسۂ تاباں لئے ہوئے

ہر ذرہ برقِ طور نظر آرہا ہے آج
میں چپ کھڑا ہوں دیدۂ حیراں لئے ہوئے

جلوؤں میں گم ہے حافظِ ذوقی بتوں کے آج
سینے میں اپنے آیتِ قرآں لئے ہوئے

نتھوا خان سرکل میں گاؤں سدھار

اس سرکل میں بڑیت، لو، نتھوا خاں، لوس گیانی، گرڈگاؤں میڈرا اور سوپی سات دیہات شامل ہیں۔ ان ساتوں دیہاتوں میں رجسٹرڈ زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم ہیں جن میں کل ۴۰۰ ممبر ہیں۔
ہر ایک زندگی سدھار سوسائٹی کا مہینے میں ایک خاص اور ایک عام جلسہ ہوا کرتا ہے۔ اس طرح کل سوسائٹیوں کے اب تک ۴۰ خاص اور ۴۹ عام جلسے ہوئے ہیں۔

آمدنی۔ فیس ممبری سے ۱۲۰ روپئے شادی جنیو وغیرہ تقریبوں سے عطیہ میں ۲۰ روپئے سوا چار آنے، جرمانے سے ۸ روپئے ۲ آنے اور دھرم گولہ سے ۱۱۰ روپئے کی آمدنی ہوئی۔ جس میں سے نولے و ڈگیوں کی مرمت میں ۲۵ روپئے، گلاس ۱۰ روپئے، ۲۰ ردری ۲۰ روپئے، راستوں کی مرمت میں ۱۵ روپئے یعنی کل ۸۰ روپئے ۱۵ آنے خرچ ہو چکے ہیں۔
ان دیہاتوں میں ۳۰۹، ۲ پھلوں کے درخت لگائے گئے۔ کھاد کے گڑھے، ۴ پیشاب جمع کرنے کے گڑھے بنائے گئے ہیں۔ ۴۰ ممبروں نے اپنے جانوروں کے نیچے پتیوں کی بچھالی بچھا کر کھاد تیار کی۔ ۲ نمونے کے چک بنا کر ان میں ترقی دادہ آلو اور گیہوں لویا گیا۔

ترقی دادہ بیج۔ تمام سرکل کے دیہاتوں میں ترقی دادہ بیج اس طرح لویا گیا ہے۔ فصل ربیع میں گیہوں ۴۰ من ۱۴ سیر ۶ چھٹانک اور جو ۱۵ سیر ۸ چھٹانک، فصل خریف میں ۶۱۴ من ۳۵ سیر آلو اور ۱½ سیر ۶ چھٹانک سویابین لویا گیا۔ اس بیج کو کم نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ پہاڑ میں چھوٹے چھوٹے کھیت ہوتے ہیں۔ فصل زائد میں ۱۱ سبزی کے بیجوں کی پڑیاں سوسائٹیوں میں تقسیم کی گئیں جن سے ممبروں نے کافی فائدہ اٹھایا۔ خصوصاً جو کدو پیدا کئے گئے وہ بہت عمدہ تھے۔

جانوروں کی ترقی۔ گاؤں کے آس پاس چار بلاٹوں میں گھاس اور پتی کی نگہبانی چوکیداروں سے کرائی گئی اور زندگی سدھار سوسائٹی نے بڑیت میں ایک فاریسٹ پنچایت قائم کرکے مویشیوں کے لئے گھاس جلانے کی لکڑی اور عمارت کی لکڑی حاصل کی۔ اس سال ۲۰۲ مویشیوں کو رینڈ ریسٹ کا ٹیکہ لگایا گیا اور محکمہ زراعت سے ایک بھینسا (نسل کشی کے لئے) منگایا گیا۔

صفائی و صحت۔ ۳۰۹ کھاد اور کوڑے کے ڈھیر مکانوں اور آنگنوں سے ہٹائے گئے۔ ۱۶ کھنڈر ہموار کئے گئے۔ ۲۰ روشندان بنوائے گئے۔ دو پاخانے بنائے گئے اور ۳۰۵ مکانوں کی صفائی کی گئی۔

دواؤں کے بکس۔ حلقہ کے ۵ مواضعات میں دواؤں کے ۵ بکس دیئے گئے جن کے ذریعے ۲۲۰ مریضوں کا علاج کیا گیا۔

صنعت و حرفت۔ زندگی سدھار سوسائٹی بڑیت نے ۱۱ اشخاص کو اون کاتنے اور بننے کی تعلیم دی ہے جنہوں نے ۱۹ سیر اون کاتا اور ۴ سوئٹر، ۱۲ پنکھیاں اور ۳ پٹو تیار کئے۔

اشاعت تعلیم۔ موضع سوپی میں گاؤں سدھار مطالعہ گھر کھولے گئے جس میں لوگوں نے ۲۶ کتابیں اور ۲۰۰ اخبار پڑھے۔

زندگی سدھار سوسائٹی لوسگیانی میں ایک گاؤں سدھار اسکول کھولا گیا ہے جس میں ۲۰ بالغ رات میں اور ۲۲ لڑکے لڑکیاں دن میں تعلیم پا رہی ہیں۔ ایک دوسرا اسکول نتھوا خان میں ہے جس میں ۴۲ لڑکے پڑھتے ہیں۔

راستے۔ زندگی سدھار سوسائٹی لوسگیانی میں ۲ سڑکیں ۴ میل لمبی، ۶ فیٹ چوڑی بنائی ہے جس میں سرکاری امداد ۱۲½ روپئے ملی۔ ۱۰۰ گاؤں والوں نے مزدوری کی شکل میں خرچ کیا۔
۱۲ راستے صاف کئے گئے ہیں جس میں گاؤں والوں کے ۵۰ روپئے مزدوری کی شکل میں خرچ ہوئے۔ ایک نئی سڑک زندگی سدھار سوسائٹی بڑیت نے بغیر سرکاری امداد کے بنائی جو ۱½ میل لمبی اور ۴ فیٹ چوڑی ہے۔ اس پر ۳۲½ روپئے خرچ آئے۔

پانی کا بندوبست۔ ایک پانی کی ڈگی ۷۵ روپئے کی لاگت کی زندگی سدھار سوسائٹی سوپی نے ۳۶½ روپیہ میں بنوائی جس میں ۲۷½ روپئے گاؤں والوں نے مزدوری کی شکل میں اور نقد امداد کی شکل میں، ۳۲½ روپئے گاؤں سدھار افسر سے ملے۔ ایک دھارے کی مرمت میں ۲۵ روپئے خرچ ہوئے اور ۲۰ روپئے میں مویشیوں کے پانی پینے کی ڈگی بغیر سرکاری امداد کے بنائی۔
ایک مویشیوں کے پانی پینے کی ڈگی اور نولے کی مرمت زندگی سدھار سوسائٹی نتھوا خان نے ۲۵ روپئے کی لاگت سے کی۔ جس میں ۱۳½ روپئے گاؤں سدھار افسر صاحب نے دیئے اور ۱۲½ روپئے گاؤں والوں نے نقد اور چندے کی شکل میں خرچ کئے۔
۵۰ روپئے کی لاگت کا نولا زندگی سدھار سوسائٹی میڈرا کے لئے ٹھاکر گلاب سنگھ خزانچی نے اپنے خرچ سے بنوایا۔
دو نولے ۸۰ روپئے کی لاگت سے بڑگاؤں میں بنائے گئے جس میں ۳۰ روپئے محکمہ گاؤں سدھار سے اور ۵۰ روپئے گاؤں والوں نے نقد اور چندے کی شکل میں خرچ کئے۔

کھیل کود اور منورنجن۔ سرکل میں ۶۰ اسکاؤٹ ہیں۔ جو گاؤں کی صفائی کے کام کے علاوہ فٹ بال، کبڈی وغیرہ کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ ۵ ٹورنامنٹ بھی ہوئے جس میں ۲۵ روپئے اسکاؤٹوں نے خود خرچ کئے۔ ۳ میدانوں کو صاف اور ٹھیک کیا گیا جس میں اسکاؤٹوں کے ۵۰ روپئے مزدوری کی شکل میں خرچ ہوئے۔ اسکاؤٹ ہر ماہ جلسہ کرکے جھوڑے اور بھجن گا کر جلسے کی رونق میں اضافہ کرتے ہیں۔ سدو بھجن منڈلیاں بھی ہیں جو جلسوں اور ناٹک وغیرہ میں گانے بجانے کا کام کرتی ہیں۔ سال میں سوسائٹی کی طرف سے ایک رام لیلا ڈراما کھیلا گیا جس میں ۲۰۰ روپئے چندہ سے جمع کرکے خرچ کئے گئے۔ ۴۰ اسکاؤٹوں نے بغیر سرکاری امداد کے ۵۰ روپئے خرچ کرکے اپنی وردی بھی بنوائی ہے۔

پنچایت گھر۔ زندگی سدھار سوسائٹی لوسگیانی میں ۱۵۰۰ روپئے کی لاگت کا ایک پنچایت گھر بنا ہے جس میں ضلع کے محکمہ گاؤں سدھار سے ۲۵۰ روپئے ملے ہیں اور دوسرا پنچایت گھر زندگی سدھار سوسائٹی بڑیت نے ۲۵۰ روپئے میں بنوایا ہے جس میں ۱۳۶ روپئے آٹھ آنے ضلع کے محکمہ گاؤں سدھار سے ملے ہیں۔ باقی ۱۱۳ روپئے آٹھ آنے گاؤں والوں نے مزدوری کی شکل میں خرچ کئے۔
ان کاموں کے علاوہ سرکل میں اور کام بھی ہو رہے ہیں۔

(ہیوسٹر آریہ گاؤں سدھار آرگنائزر سرکل نتھوا خان (نینی تال))

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت پونے سات بجے سے ساڑھے سات بجے شام

یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ غزل، ٹھمری اور دادرا۔ ریکھا بائی۔ گیت۔ گوہر سلطان۔ گنّے کی بیماریاں (مکالمہ) چودھری اور پلٹو۔ ڈولاری۔ (کہانی) جے۔ کے۔ جوشی۔ خبریں۔

۲ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ نعت (دادرا) اختری بائی۔ بھجن۔ شیام سندر بھٹ۔ کامیاب زندگی کی کلید (تقریر) جے۔ پی۔ مشر۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) پلٹو اور بھوشن۔ خبریں۔

۳ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ فلمی گانے۔ بھجن اور دادرا۔ ریکھا بائی کوئیں۔ پرم کھوسلے اور پارٹی۔ ونشی دت۔ (منظوم تمثیل) بہنوں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۴ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ۔ نانی (کہانی) سرلیش۔ ٹھمری۔ اختری بائی۔ بھجن۔ جنگ بہادر۔ شہنائی پر دُھن۔ بسم اللہ اور پارٹی۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) بھوشن اور چھیبٹے۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۵ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ غزل اور ٹھمری۔ ستارا بائی۔ بھجن۔ شیام سندر بھٹ۔ ڈکیتی۔ (تمثیلی مکالمہ) بدھی بھد۔ دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں۔

۶ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ آرتی (میرا کے بھجن) سروجنی ماتھر۔ کیرتن۔ اکھنڈ کیرتن منڈلی۔ کافی (ستار پر) ایس۔ این۔ بالی۔ گونگوں اور بہروں کی تعلیم۔ این۔ سی۔ چترویدی۔ ربیع کی تیاری۔ مکالمہ۔ چودھری اور پلٹو۔ خبریں۔

۷ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ۔ جغرافیہ۔ ندی اور پہاڑ۔ تقریر۔ بابورام دویدی۔ پوربی اور غزل۔ کرشنا بائی۔ بھجن۔ وی۔ جے۔ جوشی۔ شہنائی پر پیلو۔ بسم اللہ اور پارٹی۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) سریش اور پلٹو۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ خبریں۔

۸ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ دادرا۔ ستارا بائی۔ گیت۔ واجد حسین۔ کلاری ونیٹ اور وائلن (ایک ساتھ بجانا) ٹی۔ ایم خاں اور شیلے۔ پنچ پرمیشور (پریم چند کی کہانی پر ڈرامہ) شردھا۔ (نظم) بھوشن۔ خبریں۔

۹ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ نعت۔ (قوالی) مبارک علی اور پارٹی۔ گیت۔ کرشنا بائی۔ خانگی صنعتیں اور جنگی امداد (تقریر) شیخ فضل الرحمن۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) چندر بھوشن اور چھیبٹے۔ خبریں۔

۱۰ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ سنگھٹ۔ فلمی گانے۔ دادرا اور غزل۔ تسیم بائی فتحپوری۔ بھجن اور گیت۔ کملا جوشی۔ ساس اور بہو۔ تقریر۔ تورن دیوی شکل۔ بہنوں تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ کورس، چُن چُن چڑیا۔ نظم۔ سوہن لال دویدی۔ پوربی اور ٹھمری۔ رسولن بائی۔ گیت۔ واجد حسین۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) بھوشن اور پلٹو۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ قوالی۔ مبارک حسین اور پارٹی۔ غزل۔ شمیم بائی۔ گیت۔ ڈی۔ سی۔ دت۔ عیدالفطر۔ صبغت اللہ انصاری۔ دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ عید مبارک (نظم) عبدالباری۔ خبریں۔

۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ کیرتن، غزل اور دادرا۔ رسولن بائی۔ گیت۔ طلعت محمد۔ قانونی معلومات۔ ضمانت اور ضامنی (تقریر) جگت نرائن ٹنڈن۔ ہلواہوں کی عمر کی جانچ (مکالمہ) ڈاکٹر مویشیاں۔ خبریں۔

۱۴ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ بچوں کا جلسہ۔ کھیل کود (مکالمہ) پی۔ ڈی۔ مشر۔ بھجن اور ٹھمری۔ ریوا گھوش۔ بھجن۔ تمسی داس اور گیت۔ کالکا پرساد۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) چندر بھوشن اور چھیبٹے۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ خبریں۔

۱۵ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ غزل اور گیت۔ منا بائی۔ لال جھنڈی۔ (ڈرامہ) آلہا۔ رام ہزاری نیواری۔ خبریں۔

۱۶ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ نعت (غزل) حمیدن بائی۔ دُنیا کی عجیب غریب چیزیں۔ تقریر۔ سید قائم رضا نسیم۔ بھجن۔ ریوا گھوش۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) چودھری اور چھیبٹے۔ گیت۔ جنگ بہادر۔ خبریں۔

۱۷ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ گیت (رام وواہ۔ منظوم مکالمہ) ٹھمری اور بھجن۔ سدھیشوری بائی۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ رامائن۔ جنگ بہادر اور پارٹی۔ رام اوتار۔ تقریر۔ وی اگروال۔ دادرا۔ منی بائی۔ رام ویوگ۔ تمثیلی مکالمہ۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۲ء۔ رامائن۔ پنچ منڈلی۔ وبے۔ گیت۔ وی۔ بے

جوشی۔ رام وجے۔ (تمثیلی مکالمہ) دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ بھجن سدھیشوری بائی۔ دسہرا (نظم) کیدارناتھ تودین۔ خبریں۔

۲۰ اکتوبر ۴۲ء۔ آرتی۔ (بھجن) بھولاناتھ بھٹ۔ سنتی کا روشٹا۔ (مکالمہ) تینا تھ سنگھ اور چھیپٹے۔ سیتا پرتیاگ (کتھا) رام کرشن باجپئی۔ ہلدی۔ (نظم) بھوشن اور خبریں۔

۲۱ اکتوبر ۴۲ء۔ بچوں کی سبھا (سیارا اور رادنٹ کی کہانی) کاشی فنربا۔ دادرا۔ لیلاوتی بائی۔ دیش بدیش کی باتیں۔ (مکالمہ) سریش اور پلٹو۔ غزل۔ محمد دنیا زو۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ ستار پر۔ ڈی۔ بی۔ جوشی۔ خبریں۔

۲۲ اکتوبر ۴۲ء۔ پو۔ بی۔ رامن داس۔ شیبا کا بیاہ۔ (مزاحیہ مکالمہ) قاضی اصغر علی۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔ لو کش کی کتھا رام کرشن باجپئی۔ دوستی (کہانی) اے۔ آر۔ علوی۔ خبریں۔

۲۳ اکتوبر ۴۲ء۔ قوالی، ٹھمری اور دادرا۔ چھوٹی موٹی بائی۔ کوآپریٹو فارمنگ (۔۔۔ کھیتی) ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ بھجن۔ بھولاناتھ بھٹ۔ دیش بدیش کی باتیں۔ مکالمہ۔ بھوشن اور پلٹو۔ خبریں۔

۲۴ اکتوبر ۴۲ء۔ ٹھمری اور دادرا۔ لیلاوتی بائی۔ بچوں کو گھر پر پڑھانا (مکالمہ) کملاوتی۔ سنہا۔ گیت۔ شیاما گوڑ۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۲۵ اکتوبر ۴۲ء۔ بچوں کی سبھا (سب مل کے چٹکلے) جے۔ کے۔ جوشی۔ پوربی اور دادرا۔ چھوٹی موٹی بائی۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) سریش اور بھوشن۔ گیت۔ گوپال بنرجی۔ تمہارا خط ملا۔ کورس۔ پنج۔ خبریں۔

۲۶ اکتوبر ۴۲ء۔ قوالی۔ وارث رضا معہ پارٹی۔ پنپک (طنزیہ مقالہ) غزل۔ مرتضیٰ حسین۔ دوسرے ہفتہ کا پروگرام۔ ستار پر پیلو۔ الیاس خاں۔ خبریں۔

۲۷ اکتوبر ۴۲ء۔ بھجن۔ ٹھمری۔ للتیا بائی۔ تاریخ سے فائدے۔ (تقریر) سی۔ ایس۔ مشر۔ رامائن۔ پنج۔ آلو کیسے رکھیں (مکالمہ) اونکار پرساد سائزادہ اور چھیپٹے۔ خبریں۔

۲۸ اکتوبر ۴۲ء۔ بچوں کی سبھا۔ اسکول کی گھنٹی (ڈرامیہ کہانی) سریش چندر رادستھی۔ غزل اور گیت۔ قمر حسین۔ دیش بدیش کی باتیں۔ (تقریر) چودھری اور چھیپٹے۔ جنگی آلہا۔ انعام الحق۔ سننے والوں کی درخواستیں۔ خبریں۔

۲۹۔ اکتوبر ۴۲ء۔ ٹھمری اور غزل۔ للتیا بائی۔ امراض جز (مکالمہ) رام کمار شریواستو۔ مدھر گیت۔ جنگ بہادر۔ جھنا (کہانی) برجیندر ناتھ گوڑ۔ خبریں۔

۳۰ اکتوبر ۴۲ء۔ نعت۔ (ٹھمری) خورشید بائی۔ ہینڈ ریسٹ (تقریر) ایک ڈاکٹر حیوانات۔ قوالی مرتضیٰ حسین۔ دیش بدیش کی باتیں (مکالمہ) بھوشن اور پلٹو۔ تھردن (نظم) بھوشن۔ خبریں۔

۳۱ اکتوبر ۴۲ء۔ پنگھٹ (بھجن اور گیت) بینادت۔ رکمنی منگل۔ تمثیلچہ۔ غزل۔ گوہر سلطان۔ سونا دھوبن کی کہانی راجہ رام مشر۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

کیا آپ کو معلوم ہے؟

دُنیا میں اوّل نمبر کا شہر لندن دارالخلافہ برطانیہ۔ دوم نمبر نیویارک واقع شمالی امریکہ۔ سوم نمبر پیرس دارالخلافہ فرانس ہے۔

دنیا بھر میں سب سے زیادہ چلنے والا بحری راستہ انگلش چینل ہے یہاں پر دُنیا کے جہاز نظر آتے ہیں۔

دُنیا بھر میں برطانوی عجائب خانہ اور ملک معظم کا محل سب سے بڑے ہیں۔

دُنیا بھر میں اوّل نمبر کا پل ٹائن ندی اسکاٹ لینڈ اور دوم نمبر کا پل سون ندی کا سہسرام کے قریب ہے۔

دنیا بھر میں فرانس کی نہریں عمدہ ترین ہیں، لیکن نہر گنگ دُنیا کی نہروں میں سب سے بڑی ہے،

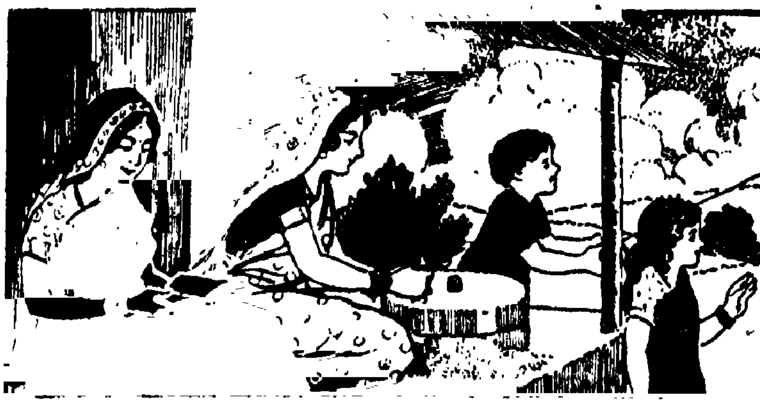
سوئٹزرلینڈ، افغانستان، بولیویا ایسے ملک کی مثالیں ہیں جن کا سمندر سے کوئی تعلق نہیں، روئے زمین پر ایسے ملک کی مثالیں نہیں۔

دُنیا کے گرد پہلا سفر کرنے والا شخص میگیلن تھا۔

صحرائے اعظم واقع برّاعظم افریقہ دُنیا میں سب سے بڑا ریگستان ہے۔

دنیا بھر میں سب سے زیادہ معدنیات برّاعظم یورپ میں ملتی ہیں۔

اہرام مصر شہرۂ آفاق ہیں زمین کے عجائبات میں انکا شمار کیا جاتا ہے



عورتوں اور بچوں کی دنیا

آپ کی بیوی

(از جناب دوارکا پرشاد ایم۔ اے)

(اس مضمون کے فاضل مصنف کلکتہ یونیورسٹی میں علم نفسیات کے لکچرار ہیں۔ اس مضمون میں آپ نے دکھلایا ہے کہ بیوی اور شوہر کے فرائض کی نفسیاتی بنیاد کیا ہے اور سماج میں اُن کا رواج کس ضرورت کی بنا پر ہوا۔)

کیا آپ نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ آپ کی بیوی تو آپ کی بیوی ہے لیکن آپ بھی اپنی بیوی ہی کے شوہر ہیں۔ تمام دنیا کے سماج نے ایک آواز ہو کر ہمیشہ یہی کہا ہے کہ عورت کے لئے اس کے شوہر کے علاوہ دوسرا کوئی مرد اس کا رفیق نہیں۔ لیکن اسی سماج کے بہت تھوڑے حصہ نے یہ بھی کہنے کی کوشش کی ہے کہ مرد کے لئے اس کی بیوی کے علاوہ دوسری کوئی عورت رفیقۂ حیات نہیں۔ آخر یہ فرق کیوں؟

یہ بات ناقابل تردید ہے کہ جسمانی اور دماغی ساخت میں عورت اور مرد میں قدرت ہی نے تفریق کی ہے۔ لیکن کیا یہ فرق ایسا ہے کہ دنیا ایک فریق کو تو زبردست طاقت کا مالک بنا دے اور دوسرے کو اسی فریق کے لئے ایک دم کچل ڈالے۔

جس طرح مرد کی اپنی ہستی ہے اسی طرح عورت کی بھی اپنی علیحدہ ہستی ہے۔ قدرتی ضروریات کے باعث ایک کو دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے اور انھیں ایک دوسرے سے ملنا پڑتا ہے۔ دونوں کی اپنی علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں ہیں جو دونوں کو نبھانی پڑتی ہیں۔ لیکن ان ضروریات نے کبھی ایک کو دوسرے کے اوپر حاوی نہیں بنایا۔

ابتداء آفرینش سے مردوں نے عورتوں کو ملکیت کی شکل میں استعمال کیا۔ جس کے پاس زیادہ طاقت تھی اس نے زیادہ سے زیادہ ملکیت اپنائی اور جب تک ہو سکا اُسے اپنے لئے رکھا اور جیسے ہی کوئی اس سے بھی زبردست طاقت سامنے آئی اس نے اس سے یہ چیز چھین لی۔

مگر ان عورتوں کے ساتھ ایک بڑا مسئلہ بھی تھا۔ یہ بچے پیدا کرتی تھیں۔ ان کو کیا ہوگا؟ خود غرض انسان مشکل سے جنگل جنگل پھر کر اپنا پیٹ پالتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عورت بھی بغیر کھائے زندہ نہیں رہ سکتی اور وہ چونکہ اُسے اپنے ساتھ رکھتا ہے اس لئے اس نے اس کے کھانے کا انتظام بھی اپنے سر لے لیا۔ مگر یہ ایک تیسری چیز کہاں سے آگئی؟ ان بچوں کا کیا کیا جائے! جب تک یہ بہت چھوٹے رہتے ہیں اس وقت تک تو خیر عورت ان کی پرورش کر لیتی ہے۔ لیکن بہت چھوٹے ہونے کے بعد بھی کچھ بڑے بھی ہوتے ہیں اور بہت کافی عرصہ تک یہ چھوٹے ہی رہتے ہیں۔ انھیں غذا چاہئے۔ مگر یہ غذا جمع نہیں کر سکتے۔ انھیں گوشت چاہئے مگر یہ شکار نہیں کر سکتے۔ اور پھر یہ ایک آدھ ہوتے بھی نہیں۔ ان درجنوں کا کون انتظام کرے گا؟

یہاں پر کچھ نفسیاتی حوالے دینا بھی مناسب ہوگا۔ لیکن ہر قسم کی دلیلوں کی موجودگی میں یہ خیال رکھنا ہوگا کہ انسان دیگر مخلوقات سے اس سلسلے میں مختلف تھا۔ اس لئے تہذیب نام کی کسی چیز کا وجود میں آنا ممکن ہو سکا۔ طبیعتوں کا زور بہت زیادہ تھا۔ لیکن ابھی طبیعتوں کے موضوع کو لیکر ماہران نفسیات میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ سب سے زیادہ گیسٹالٹ اسکول کے مطابق فطرت ہمارے استعمال ضرورت وغیرہ کے باعث اپنے میں تبدیلی کر سکتی ہے۔

اگر ہم یہ مان ہی لیں کہ اتنی دشواری کے وقت انسان کے اندر کے اولاد کی محبت کے جذبے نے مسئلہ کو آسان کر دیا تو یہ کسی حد تک تو ضرور صحیح ہوگا۔ مگر پھر بھی مسئلہ حل نہیں ہو گیا۔ ہماری مقابل طبیعتوں کے سامنے اس طبیعت کا زور کم ہوا اور بیشتر مواقع پر اس طبیعت کا خاتمہ تک ہو گیا۔ ایک مثال لیجئے۔

علم الارواح دو خاص طرح کی نشانات۔ اپنی حفاظت۔ قوم کی حفاظت۔ قوم کی حفاظت فطرت کے ضمن میں اولاد کی حفاظت فطرتاً آتی ہے۔ لیکن یہ ایک

نفسیاتی حقیقت ہے کہ اولاد بالخصوص مذکر اولاد ہمیشہ سے اپنی ترقی کے لئے اپنے پیدا کرنے والے کی سب سے بڑی دشمن ہوئی ہے۔ ایک سیدھی سی بات سمجھئے۔ مرد زیادہ سے زیادہ عورتیں خود اپنا لیتا ہے۔ اس نے زیادہ سے زیادہ ملکیت بھی اپنے لئے رکھ چھوڑی ہے۔ جس کی حفاظت وہ جی جان سے کرتا ہے۔ بچہ جب تک کمزور ہے اس وقت تک تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ بڑا ہوتا ہے اپنے چاروں طرف نظر ڈالتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ان بڑوں نے ساری چیزیں یوں رکھ لی ہیں کہ اس کے لئے کوئی چارہ ہی نہیں۔ وہ اپنے بازوؤں کی طرف دیکھتا ہے پھر اس بوڑھے سے الجھ پڑتا ہے۔ اُسے مار ڈالتا ہے یا نکال دیتا ہے اور اس کی ملکیت چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے ورنہ وہ کبھی ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ہمیشہ ایسا دوبارہ ہا ہوئے گا کہ پھر نئی نسلیں تباہ ہو جائیں گی۔

ہمارے قارئین کو یہ باتیں بہت زیادہ مبالغہ آمیز اور مغربی رنگ میں رنگی ہوئی معلوم ہوں گی۔ مگر مہربانی فرما کر کچھ ہی غور کریں دور نہیں اپنی ہی بات لے لیں۔ کیا وہ بھول گئے کہ باپ نے انھیں جس پیشے کے لئے کہا وہ انھیں برا لگا۔ اس کی اپنی خواہشات قطعی مختلف تھیں۔ اس نے بہت سے کام کرنا چاہے مگر اس کے سرپرستوں نے اس کے لئے منع کیا اور میں نہیں سمجھتا کہ ان کے دلوں میں اپنے ایسے سرپرستوں کے لئے غصہ کا جذبہ کیوں نہ پیدا ہوا ہوگا؟ راجاؤں کے گھروں میں باپ کو زہر دینا۔ لڑائی میں شکست دیکر جلاوطن کر دینا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن سے تاریخ کا ہر ایک طالب علم واقف ہے۔

تو بچوں کی ایسی حالت ہوتے ہوئے بھی بیچارہ باپ کتنے دنوں تک ان کی حفاظت کر سکتا تھا۔ ان کو پالنا، انھیں مضبوط



یہ تصویر اس انڈین میڈیکل سروس کی ایک رکن کی ہے جس نے ساری کے اوپر اپنی وردی پہن رکھی ہے۔ آج کل کلکتے کی سڑکوں پر اس پوشاک میں اکثر عورتیں ملبوس نظر آتی ہیں۔

بنانا اپنے ہی پیروں میں کلھاڑی مارنا تھا۔ اپنی محافظ فطرت ہمیشہ مستقل ہوتی ہے۔ تو ان کا کیا ہو؟

وہ اُنہی دھاروں کے بیچ میں مرد ہمیشہ پھنسا رہا۔ اگر ممکن ہوتا تو اس نے سلسلۂ تولید ہی بند کر دیا ہوتا۔ مگر ایسا کرنے میں وہ مجبور تھا۔

چنانچہ اس نے عورت پر پابندیاں عائد کرنی شروع کیں اس نے مجبوری دیکھی اور کہا کہ اچھا اپنے بچوں کو پال لوں گا لیکن اس بات کا اس نے خیال رکھا کہ یہ بڑھ کر باغی نہ ہو جائیں۔ اس نے اپنی تنظیم کی اور تعلیم کے ذریعے اس نے بچپن ہی سے اُن کے دل و دماغ میں والدین کی عزت کرنے کا جذبہ پیدا کرنا شروع کیا۔ اسلحات اپنے قبضہ میں رکھے اور طرح طرح کی نصیحتوں سے ان کی ترقی کے جذبہ کو کچل ڈالنے کے انتظام کئے۔

لیکن پھر بھی ان بچوں کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ مرد ہمیشہ اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر تو چل نہیں سکتا۔ اس کی عدم موجودگی میں اگر کسی اور مرد نے اس کی عورت کو اپنا لیا تو؟

مرد کہہ سکتا تھا — میں پروا نہیں کرتا۔

مگر پروا تو کرنی ہی ہوگی۔ اس سے جو بچہ ہوگا وہ؟ اس کا بار کون برداشت کرے گا؟

یہ تو ایک بڑی بات تھی۔

مرد نے صاف انکار کیا۔ میں دوسروں کے بچوں کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لے سکتا۔

اس لئے بیوی کو صرف اپنی رکھنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

خواہ آپ اسے مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھیں یا نفسیاتی نقطۂ نظر سے دیکھیں۔ لیکن ایک عورت کا ایک ہی مرد سے تعلق ایک سماجی۔ یا اور بھی سیدھے الفاظ میں اقتصادی ضرورت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

یہاں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ مذہب اور اس کے قواعد بھی ہزاروں سال کے تجربوں اور ضرورتوں نے بنائے ہیں۔ اور یہ ذہن انسانی سے بالاتر چیز نہیں۔ اس لئے گرشتۂ ازدواج کو ایک مذہبی قانون بھی مان لیں تو بھی یہی سمجھنا پڑے گا کہ یہ سماجی اصول ہے۔

نفسیاتی پہلو سے غور کرنے پر یہ بات دیکھ سکتے ہیں کہ انسان محبت کرنا بھی جانتا ہے اور رشک کرنا بھی۔ محبوبہ کو پانا اور اُسے دوسرے کے ہاتھوں میں جاتے دیکھ کر رشک ہونا قدرتی امر ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ مرد نے رشک کی وجہ سے عورت کو اپنی ہونے کے علاوہ کبھی اور کی زوجہ نہ ہونے دیا۔ لیکن اس کے برعکس دو باتیں ہیں ایک تو یہ جذبۂ رشک مردوں میں کم و زیادہ ہوتا ہے۔ فیصد دو ہی چار

مرد ایسے ہوں گے جو اپنی بیوی کا اغوا کرنے والے کو قتل کر سکیں۔ زیادہ تر خاندانی رشک تعلیم کے باعث ہوتا ہے۔ بچپن ہی سے تعلیم دی جاتی ہے کہ عورت مرد کی عزت ہے۔ عورت کا دوسرے مرد سے محبت کرنا اتنا ناقابلِ برداشت نہیں ہوتا جتنا کہ عزت کا چلا جانا ہوتا ہے۔ اور یہ عزت کا خیال قدرتی نہیں بلکہ رسم و رواج کا نتیجہ ہے۔

دوسرے یہ کہ رشک کا جذبہ نسبتاً کہیں زیادہ عورتوں میں ہوتا ہے۔ عورتیں خود غرض ہوتی ہیں اور اپنی چیز دوسرے کو چھونے بھی نہیں دیتیں۔ اس کا بھی ایک بڑا نفسیاتی سبب ہے۔ ایسی حالت میں مردوں کے غیر عورتوں سے ملنے پر بھی اتنی ہی پابندی ہونی چاہئے جتنی کہ عورتوں کے غیر مرد سے ملنے پر۔ لیکن بات اس کے بالکل برعکس ہے۔

دنیا کے کسی بھی سماج کو دیکھئے آپ ایک بات مشترک پائیں گے۔ ہندوستان میں بیوی پر جتنی پابندیاں ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ 'خواب میں بھی غیر مرد کو نہ دیکھو' کی قسم کی نصیحت مردوں کو بھول کر بھی کبھی نہیں کی گئی۔ اگرچہ ایک بیوی والے شوہر کی بھی کہیں کہیں تعریف کی گئی ہے۔ مسلمانوں کے یہاں مردوں کو کئی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے لیکن کسی عورت کو غیر مرد کو چھونے کی بھی اجازت نہیں۔ عیسائیوں میں، خواہ وہ یورپ کے ہوں یا ایشیا کے یا امریکہ کے، مرد دوسری عورتوں کے ساتھ جا سکتا ہے۔ لیکن عورت کو وہاں بھی اپنے شوہر ہی کی ملکیت میں رہنا چاہئے۔ جاپان میں اپنی بیوی کو غلام سمجھا جاتا ہے اور مرد اپنے ہی گھر میں اپنی ہی بیوی کے سامنے دوسری عورتوں کو لا سکتا ہے۔ دنیا کی عورتوں کی ایک خاص تعداد کھلم کھلا عصمت فروشی کرتی ہے۔ سماج ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ان کی پرورش کرتا ہے۔ حکومت انھیں لیسنس دیتی ہے اور ان کے یہاں جانے والے مردوں کو سماج سے باہر کرنے کا کوئی رواج نہیں ہے۔ مگر غور کیجئے کہ کوئی شادی شدہ عورت غلطی سے بھی، ہو سکتا ہے کہ بمجبوری کسی غیر مرد کے ہاتھ پڑ جاتی ہے تو سماج اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اس پر تھوکتا ہے۔ سخت سے سخت سزا دیتا ہے، اخبار صفحۂ کا صفحہ سیاہ کرتے ہیں اور آخری سزا اُسے یہ دی جاتی ہے کہ اُسے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے اور اُس غریب عورت کے لئے بازار میں تن فروشی کے علاوہ دوسرا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ آخر ایسا کیوں؟

ایک ہی سماج، جس سماج کی نصف طاقت عورتیں ہیں یہ دو قسم کے انصاف کیوں کرتا ہے؟ میں نے صدہا اشخاص سے باتیں کی ہیں اور اس کے متعلق بہت سا لٹریچر دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہی پایا کہ لوگوں نے اس بات کو قدرتی تسلیم کر لیا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ انڈے سے بچہ ہونا قدرتی بات ہے۔

میں تمھیں بتلاتا ہوں کہ آرام کرنا اور سونا کیوں ضروری ہے۔
فرض کرو کہ تمھارے ماں باپ نے تم کو ایک چمکدار موٹر انعام میں دی۔ تم اگر اس کو خوب چابی دے کر بار بار چلاؤ گے تو تمھاری موٹر کے کل پرزے جلدی خراب ہو جائیں گے۔ لیکن اگر اس موٹر کو کبھی کبھی چلایا کرو گے تو بہت دنوں چلے گی۔ بس یہی حال ہمارے اور تمھارے جسم اور دماغ کا ہے۔ اگر ہم لوگ اپنے جسم اور دماغ سے ہمیشہ کام لیتے رہیں گے اور آرام نہ دیں گے تو ہم لوگ کمزور ہو جائیں گے۔ آرام اور نیند سب کے لئے ضروری ہے۔ جسم میں دن بھر کی تکان سے جو کمی ہو جاتی ہے اُسے آرام اور نیند پورا کر دیتی ہے اور دوسرے دن صبح پھر تر و تازگی آجاتی ہے۔ آؤ تمھیں ایک کہانی سنائیں۔

ایک بار دشمبھر اور گنیش دو لڑکے چلتے چلتے ایک سیٹھ کے یہاں پہنچے اور نوکری کے لئے درخواست کی۔ نوکری تو مل گئی لیکن اس شرط پر کہ جو جتنی زیادہ دیر کام کرے گا اُسے اتنی ہی زیادہ تنخواہ ملے گی۔ وشمبھر دن بھر کام کرتا لیکن رات کو پوری نیند سوتا تھا۔ گر گنیش روپے کے لالچ میں خوب کام کرتا، تھک جاتا مگر بہت کم سوتا تھا۔ ماہ کے آخر میں بیچارے وشمبھر کو نو روپے ملے اور گنیش کو پندرہ۔ یونہی کچھ دنوں کام چلتا رہا۔ اس کے بعد گنیش بیمار پڑ گیا اور سیٹھ جی نے اُسے ملازمت سے برطرف کر دیا۔ وشمبھر بدستور سابق کام کرتا رہا اور وہ تندرست بھی خوب ہو گیا۔ اب تم نے دیکھا کہ آرام اور نیند کتنی ضروری ہے۔

ایک بات اور یاد رکھو کہ زیادہ سونا بھی بُرا ہے اور نہ سونا بھی۔ سب کو اپنے کام اور عمر کے مطابق آرام کرنا اور سونا چاہئے۔ تم رات میں سب سے پہلے سو جاتے ہو اور صبح سب کے بعد اٹھتے ہو۔ کیونکہ تم لوگ کھیل کود کے باعث بہت تھک جاتے ہو۔ بچوں کو بڑوں سے زیادہ آرام کرنا اور سونا چاہئے۔ تندرستی کا انحصار نیند پر ہے۔ بچو تم دن بھر پڑھا کرو، کھیل کے وقت کھیلا کرو اور رات میں تھوڑی سی دیر پڑھنے کے بعد خوب جی بھر کے سویا کرو تو کچھ ہی دنوں میں موٹے ہو جاؤ گے اور اپنے درجے میں سب سے آگے رہو گے۔

ہر بچے کو ضرورت کے مطابق آرام کرنا اور سونا چاہئے ورنہ وہ کمزور ہو جائے گا۔ نیند بھی خوب گہری آنی چاہئے۔ خراب نیند سے جسم میں تکان بڑھ جاتی ہے اور طرح طرح کے ڈراؤنے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ جب ضرورت سے زیادہ اور دیر میں سویا جاتا ہے تو بڑی خراب نیند آتی ہے۔ اچھی اور صحت بخش نیند کے لئے ہمیشہ ٹھیک وقت پر اور ضرورت پر سویا کرو تب تم دیکھو گے کہ ڈراؤنے خواب نہ دکھائی دیں گے۔ عمر کے مطابق حسب ذیل وقت تک سونا چاہئے۔

ایک سال کے بچے تک	۱۶	گھنٹے
تین سال کے بچوں کو	۱۴	〃
چار سے چھ سال کے بچوں کو	۱۲	〃
چھ سے نو سال کے بچوں کو	۱۰	〃
نو سے چودہ سال تک	۸	〃
چودہ سے بیس سال تک	۷	〃
بیس سے چالیس سال تک	۶	〃
چالیس سے پچاس سال تک	۸	〃
پچاس سال سے زیادہ	۱۰	〃

اوپر جو وقت دیا گیا ہے وہ معمولی کام کرنے والوں کے لئے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر بچے کے کام اور تندرستی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ تمھارے فائدے کے لئے ذیل میں کچھ قاعدے لکھے جا رہے ہیں۔

۱۔ کمرہ خوب ہوادار ہو اور بہت صاف ہو۔ گرد اور میل روزانہ صاف کر دیا کرو۔

۲۔ سونے کے کمرے کے اندر جاڑوں میں کچھ لوگ انگیٹھی یا کچھ دوسری چیزیں جلاتے ہیں۔ یہ بہت بری بات ہے اس سے کمرے کی ہوا خراب ہو جاتی ہے۔

۳۔ جب پڑھ چکو تو لالٹین یا لیمپ کی بتی بہت کم کر دو یا بجھا دو اور بستر سے دور ایک کونے میں رکھ دو۔

۴۔ سونے سے پہلے اپنی کتابوں کو ٹھیک سے ان کی جگہ پر رکھ دو۔

۵۔ کھاٹ کو کبھی کبھی اور بستر کو روزانہ دھوپ میں ڈال دو ورنہ کھٹمل پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

۶۔ سر کو کبھی ڈھک کر نہ سویا کرو۔ کان کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لئے مفلر باندھ لو مگر سر مت ڈھکو۔ اس سے کمزوری آجاتی ہے۔

۷۔ سونے کے پہلے خدا کو یاد کرو اور دعا کرو کہ وہ تمھیں علم اور عقل دے۔

۸۔ رات میں اچھی نیند آیا کرے اس لئے دن میں مت سویا کرو۔

۹۔ سونے کے ایک گھنٹہ پہلے کھانا کھا لیا کرو۔

۱۰۔ جلدی سو جایا کرو اور سورج نکلنے سے پہلے جاگ جاؤ۔

پیارے بچو! اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اب جاؤ خوب جی لگا کر پڑھو۔ خوب کھیلو اور رات میں خوب سویا کرو۔

صبح نہانا دن میں پڑھنا
خوب کھیلنا جب ہو شام
رات کو گاڑھی نیند میں سونا
یہ ہی ہے بچوں کا کام

پنچایت راج

(محمد شریف چشتی)

جینے کی تمنّا سینوں میں جب دہقانوں کے مچلتی ہے
جاگ اُٹھتی ہے قسمت سوتے سے تقدیر انداز بدلتی ہے
تدبیر فلک سے لڑنے کی سانچے میں عمل کے ڈھلتی ہے
غیرت کی دہکتی آتش سے زنجیر ستم کی پگھلتی ہے
کھلتی ہے ہر پژمُردہ کلی! ہر حسرت دل کی نکلتی ہے
گلشن میں صبائے آزادی اٹھکیلیاں کرتی چلتی ہے
ہل جوتنے والی آبادی! عشرت کی فضا میں پلتی ہے

پنچایتوں کا یہ صدقہ ہے پھر گرتی قوم سنبھلتی ہے
پھر ہوتی ہے کشت امن ہری اور روحِ زمانہ بہلتی ہے

پنچایت راج کی برکت سے
یہ کھیتی پھولتی پھلتی ہے

سیدھی بات یہ ہے کہ عورت کے غیر مرد کے تعلق سے گھر میں ایک نئی جان کے پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ خطرہ مرد کے غیر عورت کے تعلق سے نہیں ہے۔ مرد خواہ کتنی ہی زناکاری کرے۔ اس کے جسم سے تو بچہ پیدا ہوگا نہیں۔ مگر عورت کے متعلق بالکل برعکس بات ہے۔ قدرت کی طرف سے عورت کے ساتھ یہ بے انصافی ہی اس کی محکومی کا باعث ہے۔

مرد کہے گا " دوسرے سے پیدا ہونے والے بچہ کی پرورش میں کیوں کروں؟ اس کی تعلیم و تربیت کے لئے مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ مگر ان بچوں کا پھینکا تو نہیں جا سکتا۔

اس کی ایک ہی تدبیر تھی۔ عورتوں کو راہ سے بھٹکنے نہ دینا۔ ایک اقتصادی مسئلہ نے سماجی پابندی کو جنم دیا جس نے بہت جلد مذہبی صورت اختیار کر لی۔

ورنہ مردوں کے لئے بھی وہی قواعد ہوتے جو عورتوں کے لئے رہتے ہیں۔ اس حالت میں آپ بھی اسی طرح اپنی بیوی کے مرد ہوتے جس طرح ہمیشہ سے آپ کی بیوی رہتی آئی ہے۔

آپ نے ایک عورت سے شادی کی۔ اس سے محبت کی۔ آپ کی محبت پر آپ کا اختیار ہے آپ خواہ کسی سے کریں۔ اس عورت سے محبت کی، خوب کیا۔ آپ کا شکریہ۔ آپ اس کے عوض اس سے محبت کی خواہش کر سکتے ہیں لیکن اُسے مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر وہ آپ سے محبت کرتی ہے تو آپ کو اس کا ممنون ہونا چاہیئے۔ مگر اس کے دل پہ آپ کا اختیار نہیں اگر وہ آپ کو چھوڑ کر کسی غیر مرد سے محبت کرتی ہے تو آپ کو غصہ کیوں آتا ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ دوسرا مرد آپ سے زیادہ خوش قسمت ہے؟ اس پر آپ کو اپنے اوپر غصہ آنا چاہیئے۔ مگر اس مرد اور عورت پر خواہ وہ آپ کی بیوی ہی کیوں نہ ہو غصہ کرنے کا آپ کو کیا حق ہے؟

اور اگر آپ کہیں کہ میں اُسے اپنا حق سمجھتا ہوں اور اس کا استعمال کر کے ہی میں دم لوں گا تو کیا یہی بات اپنی بیوی کے بارے میں کہتے ہوئے آپ کو شرم آتی ہے؟ وہ آپ سے بھی اسی کی توقع رکھ سکتی ہے اور آپ سے بھی ایسے ہی سلوک کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

میری باتیں آپ کو تلخ معلوم ہونگی مگر میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ وہ ہے تلاش حق اور اس کی پرکھ۔ میں جھوٹا مذہب نہیں چاہتا۔ دقیانوسی قاعدے نہیں چاہتا۔ میں دھوکا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں حق اور حق کے علاوہ اور کچھ نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی میری ہی طرح ہر چیز کی حقیقی قیمت کا اندازہ لگانا سیکھیں اور حقیقت حاصل ہو جانے پر اُسے برداشت کرنے کی طاقت حاصل کریں۔ آپ کے اخلاق کے پیچھے کورانہ عقیدت نہیں۔ بلکہ قوت حق ہونی چاہیئے۔ جس دن آپ ڈھونگ کو چھوڑ کر ہر ایک چیز کی صحیح قیمت سمجھ کر صرف اپنے خیال اور کردار کے بل پر رہنا جان جائیں گے اُس دن آپ کو یہ نجات مل جائے گی۔

بچو! آرام کرو اور تندرست بنو

از ڈاکٹر ہرش چندر رائے۔ بی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس

بچو! آؤ آج تمھیں ایک بہت مزیدار بات بتائیں۔ تم دن بھر کھیلنے اور پڑھنے کے بعد جب تھک جاتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ اپنی ماں کے پاس جا کر کہتے ہو " ماں مجھے نیند آ رہی ہے "۔ تمھاری ماں ساتھ جا کر تمھیں بڑے پیار کے ساتھ سلاتی ہے اور پھر تم سو جاتے ہو۔ تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ نیند کیوں آتی ہے؟ نہ معلوم ہو تو آؤ آج تمھیں بتلا دوں کہ نیند کیوں آتی ہے اور تمھیں کیسے سونا چاہیئے۔ روزانہ صبح جب تم سو کر اٹھتے ہو تو تمھارے جسم میں بڑی چستی رہتی اور ہر کام خوب دوڑ دوڑ کر کرتے ہو۔ اسکول میں پڑھنے کے بعد شام کو خوب کھیلتے ہو۔ رات میں تمھیں پھر نیند آ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دن بھر کے کھیل کود اور پڑھائی کے بعد تم تھک جاتے ہو۔ تمھارا جسم اور دماغ جب تھک جاتا ہے تو خوب آرام چاہتا ہے اور تمھیں نیند آ جاتی ہے۔

پیارے بچو! صرف تمھیں کو نیند نہیں آتی۔ بلکہ دنیا کے ہر ذی روح کو نیند آتی ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ تمھارے گھر میں پلا ہوا کتا بھی سوتا ہے۔ دن بھر آسمان میں پرندے اڑتے نظر آتے ہیں۔ لیکن رات کے وقت ان کا بھی کہیں پتہ نہیں رہتا۔ جانتے ہو کیوں؟ اچھا سنو یہ چڑیاں وغیرہ بھی سورج ڈوبتے ہی اپنے گھونسلوں میں بسیرا لینے چلی جاتی ہیں اور پھر صبح ان کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ تم کہو گے کہ رات کے وقت چمگادڑ اور الو تو اڑا کرتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے مگر خدا نے ان کی آنکھیں ایسی بنائی ہیں کہ وہ صرف رات ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس لئے الو اور چمگادڑ دن بھر تو آرام کرتے اور سوتے ہیں۔ لیکن رات کو اڑا کرتے ہیں۔ تمھاری مائیں رات میں پھول پتے توڑنے کو منع کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ پھول سو رہا ہے اور یہ سچ ہے کہ پیڑ پودے بھی رات کو آرام کرتے ہیں۔



جزیرہ ہوائی کی عورتیں اپنے گھاگھروں پر سرخ، گلابی اور سفید رنگ کے پھول بناتی ہیں۔ یہ ایک بہترین لباس سمجھا جاتا ہے۔ یہ تصویر
ایک امریکن کسان عورت کی ہے جس نے گھاگھرا بڑے شوق سے پہن رکھا ہے۔

مرغی کی غذا

از جناب جگدیشور ناتھ، گیا شوگر ملس لمیٹڈ۔ گرارو

یہ مشہور پرندہ آجکل ہندوؤں کے گھروں کے علاوہ سبھی گھروں میں پایا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی ہریجن لوگ اسے پالتے ہیں۔ اگرچہ اقتصادی اعتبار سے ان کا پالنا فائدہ بخش ہے پھر بھی لوگ گھر کی مرغی کو دال کے برابر سمجھ کر اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھاتے۔ یہی ایک خاص سبب ہے کہ اس کی تعداد زیادہ نہیں بڑھنے پاتی۔ جب سے انسان کا خیال ایسی خوراک کی طرف گیا ہے جو جلد ہضم ہو اور طاقت بخش ہو۔ اس وقت سے لوگوں نے مرغیوں کی طرف توجہ کی ہے۔ دیگر ممالک میں مرغی کی تجارت ایک خاص تجارت سمجھی جاتی ہے اور یہ محکمہ زراعت کا ایک خاص شعبہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مرغی پالنے والوں کے لئے مرغیوں کا بڑی اور عمدہ نسل کی ہونا ضروری ہے۔ مرغیاں جلد بڑھنے والی اور زیادہ انڈے دینے والی ہوں۔ اس قسم کی مرغیاں ابھی ہندوستان میں بہت کم ہیں۔ لیکن دیسی مرغیاں جو کہ سال میں ۵۰ سائٹھ انڈے دیتی ہیں اور بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ زیادہ پائی جاتی ہیں۔ یہ تجارت میں زیادہ نفع بخش نہیں سمجھی جاتیں۔ کیونکہ ممالک غیر کی مرغیاں سال میں ۲۰۰ سے ۲۵۰ تک انڈے دیتی ہیں اور خاصی بڑی بھی ہوتی ہیں۔ اس اختلاف کے اسباب میں غذا ایک خاص سبب دیکھا گیا ہے۔ مرغیاں معقول غذا نہ پانے پر بہت کم بڑھنے پاتی ہیں اور انڈے بھی کم دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ غذا کی کمی سے جلد کمزور ہو کر بیمار ہو جاتی ہیں اپنے ساتھ دوسری مرغیوں کو بھی بیمار بنا دیتی ہیں۔ اگر اس پر توجہ کی جائے تو مرغیوں سے پورا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ایسی مرغیاں بھی ممالک غیر کی طرح مکمل تو نہیں لیکن کچھ بڑی اور زیادہ انڈے دینے والی ضرور ہونگی اچھی اور بڑی نسل کی مرغیاں پالنے والے بھی غذا پر پوری توجہ دیتے ہیں۔

روز مرہ کی غذا۔ مرغیوں کا معدہ دیگر دودھ دینے والے جانوروں کے مقابلہ میں بہت نرم اور چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی قوت ہاضمہ بھی مدد ہوتی ہے۔ مرغیاں بڑی اور زیادہ ریشہ دار چیزیں نہیں کھاتیں۔ تاہم بہت کم ریشہ والی چیز ان کی قوت ہاضمہ بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔ غلہ پودا اور غلہ جو کہ لذیذ، ہضم ہونے والا، طاقت بخش اور کم قیمت پر مل سکتا ہے اس کی خاص غذا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ زیادہ ریشہ دار غذا مرغیوں کو کھانے کے لئے دے دی جاتی ہے مگر یہ بہت ہی مضر ہوتی ہے۔ اس میں خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے اور اس سے مرغیوں میں بیماری پھیلنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ سڑا گلا ہوا غلہ ہر حالت میں مضر ہے۔ روزمرہ کی خوراک کے لئے مندرجہ ذیل باتوں پر توجہ دینا ضروری ہے:۔

جتنی قسم کی اشیا خوردنی ہیں ان میں ۶ مختلف قسم کی ضروری چیزیں رہتی ہیں۔

(الف) پروٹین۔ یہ جسم کو بڑھاتا، دماغ کو تقویت دیتا، خون، گوشت، چمڑے اور پروں کو بڑھاتا اور درست رکھتا ہے۔ جسم کے اندرونی حصہ کے سب اعضا کو طاقت پہنچاتا ہے اور انڈوں کی سفیدی پوری پروٹین ہی سے بنتی ہے۔

(ب) کاربو ہائیڈریٹ۔ جسم میں حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔

(ج) فیٹ۔ یہ مادہ کاربو ہائیڈریٹ سے سوا دوگنی زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ انڈے کی زردی میں تیسرا حصہ فیٹ کا ہے۔

(د) پانی یہ حفاظت جسم کے لئے بہت ہی ضروری چیز ہے اس کی کمی سے جسم میں مختلف بیماریاں داخل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً بدہضمی، بخار یا پیچش اور یہ چھوٹے بچوں کے بڑھنے میں بھی رکاوٹ ڈالتا ہے۔ انڈے میں ۶۵ فیصدی پانی بھی ہوتا ہے۔

(ہ) وٹامن۔ یہ ہر ایک غذا کو مدد دیتا ہے۔ اس کے نہ ہونے سے پروٹین۔ کاربوہائیڈریٹ یا فیٹ کوئی بھی پورا کام نہیں کر سکتا اور ہر قسم کی بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

(و) ایش۔ یہ ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے اور دوسری غذاؤں کو مدد پہنچاتا ہے۔

اگر مرغیوں کو ٹھیک طور سے کھانا دیا جائے تو وہ کافی انڈے دے سکتی ہیں۔ ورنہ جو کچھ وہ کھائیں گی وہ انڈوں کے بجائے چربی بن کر ان کے جسم کو بھاری اور بھدا بنا دے گا۔ مندرجہ ذیل کھانا دینے سے مرغیاں زیادہ انڈے دیں گی اور ان سب کی تندرستی بھی ٹھیک رہے گی۔

صبح کے وقت انھیں مکئی، گیہوں اور جئی برابر برابر حصوں میں دینا چاہئے۔ اس کے بعد کئی ایک غذاؤں کو ملا کر ایک طرح کا آٹا بنا کر دوپہر کے وقت دینا چاہئے۔

آٹا بنانے کی ترکیب

گیہوں کا چوکر	۱۰	حصے
گیہوں کا آٹا	۱۰	"
مکئی کا آٹا	۱۰	"
ارد کا آٹا	۱۰	"

خشک مچھلی یا گوشت ۵ حصے
منرل فیڈنگ فلاور ۱ ½ "

صبح کی خوراک مرغیوں کو اس حساب سے دینی چاہئے تاکہ وہ محنت کر کے کھائیں۔ یعنی کچھ گھاس بھوسی یا ریت میں دانہ ملا دینا چاہئے۔ تاکہ ان کو تلاش کرنے میں پیروں سے کھودنا پڑے۔ اس سے ان سب کی تندرستی اچھی رہے گی اور بھوک تیز ہوگی۔

شام کے وقت غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل پھر وہی دانہ جو صبح دیا گیا ہے پورے طور سے دینا چاہئے تاکہ وہ رات بھر ان دانوں کو ہضم کرتی رہیں۔

گوشت، مچھلی، ہڈی کا سفوف، گھونگھا، چونا، کنکریٹ اور نمک میں کافی مقدار میں معدنی اشیاء پائی جاتی ہیں۔

ہاضم چیز کے لئے تین چیزیں بہت مفید ہیں۔ (۱) کوئلے کے بہت چھوٹے چھوٹے ذرے (۲) چونے کی دیوار کے گرے پڑے ہوئے ٹکڑے (۳) گھونگھا یا سیپ کے ذرے۔ انھیں الگ الگ طشتری میں رکھ دینا اچھا ہوتا ہے۔ یہ مرغیوں کی بدہضمی میں ہضم کرنے کا کام کرتے ہیں۔ جب مرغیاں کچھ زیادہ یا دیگر خراب غذا کھا لیتی ہیں اور اُن کی طبیعت سست معلوم ہوتی ہے اس وقت وہ انھیں میں سے کوئی ایک چیز بھی کھا لیتی ہیں تو ان کی طبیعت پھر ٹھیک ہو جاتی ہے۔ دوسرے ان کی بھوک بڑھتی ہے۔

روزمرہ کا کھانا۔ آب و ہوا اور مقامی حالات کے مطابق ہر ایک جگہ کی مرغیوں کے کھانے مختلف ہوتے ہیں۔ تفصیل بیان کرنے میں بہت وقت صرف ہوگا۔ اس لئے خاص خاص غذاؤں کا ذکر کرتا ہوں۔ مرغیوں کو غلہ میں گیہوں، جو، مکئی، باجرہ، جوار اور جاتے میں پیسے ہوئے آٹے، چوکر دئے جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں حسب ذیل مقدار میں پروٹین پائے جاتے ہیں:۔

	پروٹین فیصد	کاربوہائیڈریٹ فیصد	چربی فیصد	معدنیات فیصد
گیہوں	۹٫۹۱	۷۳٫۰۵	۱٫۴۲	۱٫۶۲
مکئی	۹٫۳۱	۷۴٫۴۰	۳٫۵۱	۱٫۹۵
جوار	۸٫۲۱	۷۲٫۲۸	۳٫۵۴	۳٫۶۴
باجرہ	۸٫۷۷	۶۶٫۷۷	۵٫۱۴	۲٫۵۱
السی	۲۰٫۵۰	۱۹٫۶۰	۳۷٫۰۰	۳٫۴۰
گیہوں کا آٹا	۱۱٫۲۲	۶۹٫۹۱	۲٫۳۷	۲٫۴۲
مکئی کا آٹا	۹٫۱۴	۷۲٫۳۴	۳٫۱۷	۱٫۵۶
گیہوں کا چوکر	۱۲٫۷۵	۵۹٫۳۸	۳٫۵۴	۴٫۳۷

ملے ہوئے غلہ کا برتن چگنے کے پاس ہمیشہ رکھا رہتا ہے۔ چگنے دن میں چار پانچ بار کھاتے ہیں ان کے کھانے میں دس منٹ لگتے ہیں۔ ساگ سبزی دوپہر کے بعد دی جاتی ہے۔ اگر ہو سکے تو مرغیوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو تھوڑا تھوڑا گائے کا دودھ صبح دس بجے تک اندازاً دینا چاہئے۔ آدھ چھٹانک۔

مرغیاں دن میں تین بار کھاتی ہیں۔ انھیں برابر حصوں میں گیہوں، جو، مکئی وغیرہ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کھانے میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا۔ اگر مرغیوں کو سبز چارہ بلا کسی دقت کے ملتا ہے تو ساگ سبزی بند کی جا سکتی ہے۔

گرمی میں تازہ ٹھنڈا پانی اور جاڑے میں تازہ گرم پانی دینا چاہئے۔

تیسرے پہر ساگ سبزی اتنی کافی دی جاتی ہے کہ سب مرغیاں اکتا جاتی ہیں۔ اس سے مرغیوں کی پھر کچھ ورزش ہو جاتی ہے۔ دوپہر کے بعد سوکھا اناج ان کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔

کھانے پینے کا انتظام۔ (۱) کھانے کے ساتھ ساتھ پینے کے لئے پانی دینا بھی ایک خاص بات ہے۔ یہ پانی صاف اور تازہ ہوتا ہے۔ سورج کی سیدھی کرنوں سے محفوظ برتن میں رکھا جاتا ہے۔ یہ پانی کا برتن بالکل صاف ستھرا اور اس طرح بنا ہوتا ہے کہ مرغیاں خود بھی اپنے پیر یا کسی عضو سے اُسے گندہ نہیں کر سکتیں۔

(۲) کھانے کا برتن بھی ایسا ہی بنا ہوتا ہے کہ اس میں مرغیاں گرد نہیں ملا سکتیں۔ نیا خشک ملا ہوا غلہ دوبارہ دینے کے پہلے طشتری میں دیا ہوا پہلا غلہ پورے طور سے کھا لینے پر دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی مرغیوں کو ایک دو گھنٹے بھوکا رکھنا بھی اچھا ہوتا ہے۔ ایسا کرنے سے پھر کھانے کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ اور جو کچھ وہ پہلے کھا چکی ہیں وہ اچھی طرح ہضم ہو جاتا ہے۔ اس سے ہیضہ وغیرہ بیماریوں کا خطرہ نہیں رہتا۔

(۳) مرغیوں کے کھانے پینے رہنے اور چلنے پھرنے کی جگہ، چیل، باز، بیماری پھیلانے والے پرندے اور دیگر خطروں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

(۴) کھانا یکایک نہیں بدلا جاتا جو تبدیلی کی جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ کی جاتی ہے جیسے یہ قبول کرتی ہیں۔

(۵) بیمار مرغی کو علیحدہ صاف جگہ پر رکھا جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے دوسری مرغیوں میں بیماری نہیں پھیلتی اور بیمار مرغی بھی جلد اچھی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی بندر کی سی خصلت ہوتی ہے۔ کسی کے بیمار پڑنے پر یہ صدہا بار اس کی پرسش کرتی ہیں۔ اس لئے مریض کو آرام نہیں ملتا۔

۶۔ وقتاً فوقتاً مرغیوں کو خوب اچھی طرح دیکھ بھال لیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے جسم میں جوئیں یا کیڑے وغیرہ نہ پڑنے پائیں یا متعدی بیماری نہ ہو جائے۔ ذرا بھی شبہ ہونے پر ان کا فوراً علاج ہونا چاہئے۔

(کسان)

لطیفہ

ایک صاحب حجام کے یہاں حجامت بنوانے گئے۔ حجام نے پوچھا۔ کس قسم کے بال کٹیں گے؟

جواب ملا "تینوں کم"

حجام نے حیرت سے پوچھا اس سے کیا مطلب؟

جواب ملا "بال مونچھیں اور باتیں"

چھینٹے

(از پنڈت جوالا دت شرما)

۱۔ تو مرے دل میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا۔

تاریخ کے بعد ہی خود نوشت سوانح عمریوں کا نمبر آتا ہے۔ نئی چیز، تذکرے بھی اچھی چیز ہیں بشرطیکہ ایمانداری سے لکھے جائیں۔ خیال اور حقیقت کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ ورنہ پھر فکشن ہی اچھا ہے۔ کسی بڑے آدمی کا روزنامچہ تو عجیب چیز ہوتا ہے۔ اس میں فکشن اور فیکٹ دونوں کا لطف آجاتا ہے۔

ایک بار مرحوم ایڈورڈ ہفتم بھیس بدل کر گھومنے نکلے۔ وہ اکثر ایسا کرتے تھے۔ آندھی اور بارش کے باعث انھیں ایک غریب کسان کی جھونپڑی میں پناہ لینی پڑی۔ اس کسان نے اپنی سادہ لوحی کے ساتھ اس مہمان کی تواضع کی۔ محبت کے ساتھ بٹھایا باتیں کیں اور گرم چائے کا پیالہ اس کو پیش کیا۔ شہنشاہ اس سے بہت دیر تک باتیں کرتے رہے لیکن اس نے نہ تو انھیں پہچانا اور نہ یہ پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ کوئی شریف آدمی ہوا کھانے کے لئے نکلا ہے اور طوفان میں پھنس گیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ سوچنے کی بھی اس نے ضرورت نہیں سمجھی۔ جب بارش بند ہوگئی تو شہنشاہ اس کا شکریہ ادا کرکے چلے آئے۔ وقت آنے پر شہنشاہ کی عنایات کی اس پر بارش ہوئی۔

کچھ دنوں کے بعد اس کسان کو بڑی حیرت ہوئی جب اس کا بڑا لڑکا فوج میں کمیشن پا گیا۔ وہ بڑا خدا پرست تھا۔ اس نے اس واقعہ کو خدا کی مہربانی خیال کیا اور دو زانو ہوکر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بڑے لڑکے نے پتہ لگا کر بتلایا کہ اس کا انتخاب شاہی سفارش پر عمل میں آیا ہے۔ پھر بھی اُسے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس شاہی سفارش کی وجہ کیا ہے۔ کچھ دنوں بعد ایک دن اس کے جھونپڑے کے سامنے ایک موٹر آکر کھڑی ہوئی۔ اس پر بھی شاہی نشان تھا۔ اس نے سمجھا کہ بڑے لڑکے کے بارے میں کوئی کچھ پوچھنے آیا ہوگا لیکن اس میں سے جو شخص باہر نکلا وہ شہنشاہ کا اے۔ ڈی۔ سی تھا اور اس نے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ اُس غریب لیکن شریف اور صابر کسان کے ہاتھ میں بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط دیا۔ خط میں شہنشاہ نے اُسے چائے پر مدعو کیا تھا۔ اے۔ ڈی۔ سی نے ۵۰ پونڈ کا ایک چیک بھی اسے دیا تاکہ وہ اس روپئے سے شہنشاہ کے یہاں جانے کے قابل کپڑے بنوا سکے۔ اے۔ ڈی۔ سی کو رخصت کرکے بوڑھا کسان پھر رو رو کر خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔ اس پر جب کسی خوشی یا غم کا حملہ ہوتا تو وہ یہی کیا کرتا تھا۔ اس کی ماں نے اُسے یہی تعلیم دی تھی کہ خوشی یا غم میں خدا کو ہرگز نہ بھولنا۔ جو کچھ کہنا ہو اُسی سے کہنا اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا۔ اس کی مصلحتوں کو کبھی عقل کی ترازو سے نہ تولنا۔

چائے پیتے ہوئے شہنشاہ نے اپنے پیارے مہمان کو سب باتیں بتلائیں کہ کس طرح وہ اس کی شرافت سے خوش ہوئے تھے اور اس کی سادگی اور بے تصنع پاک خاطرداری سے متاثر ہوکر شہنشاہ گھر لوٹے۔ غریب کسان نے کہا۔ عالیجاہ میں نے آپ کو پہچانا ہوتا تو کبھی ایسا معمولی برتاؤ نہ کرتا۔ آپ میری غلطیوں کے لئے مجھے معاف فرمائیں۔ شہنشاہ نے کہا "بھائی اگر تم مجھے پہچان جاتے تو میری اس ملاقات کی کوئی اہمیت ہی نہ ہوتی۔ میں اُسے گھر پہنچتے پہنچتے بھول جاتا۔ اس کی خصوصیت تو یہی تھی کہ تم نے ایک معمولی آدمی سمجھ کر غیر معمولی تواضع کی اور اسی کی وجہ سے مجھے تمھاری پاک طبیعت کا اندازہ ہوا۔ کسان سے نہ رہا گیا۔ وہ وہیں دو زانو ہوکر خدا کا شکر ادا کرنے لگا کہ یا خدا تو بڑا کریم ہے۔ غلطیوں پر بھی کرم کرتا ہے۔ بادشاہ اس کی اس خوش اعتقادی سے اور بھی خوش ہوئے اور اکثر اُسے اپنے یہاں بلاتے رہے۔ اپنے لڑکوں کی ترقی کے باعث وہ کچھ ہی دنوں میں جس طرح اندر سے خوش تھا اسی طرح باہر سے بھی خوش نظر آنے لگا۔

۲۔ بڑوں میں اوچھے اور چھوٹوں میں بڑے

سب ججوں، پولیس انسپکٹروں، وکیلوں، ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈوں کے چیرمینوں میں بہت ناقص قسم کے اوچھے آدمی ملیں گے۔ اُن میں سے کسی کسی پر خوش قسمتی سے سرکاری مہر لگ جاتی ہے۔ باقی ان کے بھائی زندگی بھر مزے کرتے رہتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں کہ اس کی مہربانی سے ان کا بال بیکا نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن میں سے بعض بعض تو رائے بہادر یا خان بہادر جیسا معزز خطاب حاصل کر لیتے ہیں۔ بعض ناشکرے ایسے ہوتے ہیں جن پر خدا کا عتاب نازل ہوتا ہے۔ یعنی کسی کو غبن کے الزام میں ۳ چار سال کی سزا کا انعام مل جاتا ہے۔ یا انصاف فروخت کرنے کے فن کی کامیابی پر خوش ہوکر گورنمنٹ انھیں کچھ دنوں کے لئے گوشۂ تنہائی کا لطف اٹھانے کا موقع دیتی ہے۔ یہ تو تصویر کا روشن پہلو ہوا۔ اب اس کا تاریک پہلو بھی دیکھنا چاہئے۔ دیکھئے جن کے پاس ایک وقت بھی کھانے کو نہیں ہے۔ ایسے غریب انسانوں کے جسم پر گاڑھے گزی کا چیتھڑا بھی

کا کام بھی نہیں کرتا۔ یہ ننگے بھوکے آدمی اپنی زندگی سے بیزار ہو کر بڑے آدمیوں کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا کر کے انھیں بلاوجہ تکلیف دے رہے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے ان میں بیشتر گاندھی چیلے ہوئے ہیں اور ایسے بھی متعدد ہوں گے جن کی پرستش گاندھی کے لئے بھی باعث فخر ہو۔ لیکن کسر یہ ہے کہ ان پر نئی تعلیم کے جادو کی لکڑی نہیں گھومی ہے۔ وہ کسان کے اندر کا خالص مال ہیں۔ اُن پر کارخانہ کی بھٹی اور نیشنل بینک کی مہر نہیں لگی ہے۔ ورنہ وہ رات کو دو بجے سردی میں ٹھٹھرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر گاندھی جی کا درشن کرنے نہ جاتے۔ خود گاندھی جی ان کی تلاش میں بھٹکتے پھرتے۔

ایک بڑے عالم، جس کی بڑی تنخواہ کے روپیوں کے پیسے بھنا کر اُسے تولا جائے تو دکھ شیطان انسان ہلکا اترے گا۔ بہت بری عادت رکھتا تھا۔ اگر کسی سے اس کی ذرا بھی غرض ہوتی تو وہ اس سے اس طرح ملتا گویا کوئی اپنے باپ یا داماد سے ملتا ہو۔ لیکن اندر سے وہ بڑا کینہ پرور تھا۔ یہ بھی کوئی بڑا عیب نہ تھا۔ ظاہری شان کو قائم رکھنے کے لئے اکثر شریف آدمیوں کو ایسا گندہ کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن چھوٹے گھر میں پیدا ہو کر بڑے بن جانے والے اس بے وقوف عالم میں یہ خراب عادت اور بھی غضب ڈھاتی تھی کہ دوسروں کے سامنے وہ اپنی اس خراب عادت کی تعریف کرنے ہی سے مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اُس کو مثال بنا کر اس کی تقلید کرنے کے لئے بھی لوگوں کو نصیحت کرتا تھا اور سننے والوں سے داد طلب بھی ہوتا تھا۔ اُس وقت وہ یہ بھول جاتا تھا۔ کہ جن سے وہ اپنے مرض کی دوا چاہتا ہے وہ بھی تو اس کی اس خراب عادت کے شکار ہیں۔ پھر کیا ان میں سے کسی میں بھی دم نہیں، سب مر گئے یا اندھے ہو گئے کہ اس کی آنکھ کے اس شہتیر کو نہ دیکھ سکیں اور اس پر تھوک کر اپنی غلطی کا کفارہ ادا کر سکیں۔

کاش کوئی ایسا کر سکتا۔

اس بڑے عالم نے اپنی بیوی کو بھی یہ تعلیم دی تھی کہ ضرورت پڑنے پر چھوٹے سے چھوٹے آدمی کی خوشامد کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ دل کے اندر داماد کا بھی درد نہ ہو۔ ایسا کٹ اور دغا باز آدمی مشعل کیا سرچ لائٹ لیکر تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا۔

اس کے اس پر فریب سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کی بیوی کو بھی اس سے نفرت ہو گئی۔ درحقیقت وہ بڑی وفادار عورت تھی۔ اس کے شوہر نے اُسے جو سبق دیا تھا اُسے اس نے خود اپنے شوہر ہی پر آزمانا شروع کیا۔ اس سے عمدہ نشانہ ملنا اس کے لئے کیا کسی کے لئے بھی ناممکن تھا۔ اس لئے وہ قابل معافی تھی۔ اس بے وقوف عالم نے یا اچھے بھیس میں چھپے ہوئے شیطان نے دوسروں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کا عوض اُسے اپنے ہی گھر ملگیا اور اس نتیجہ نے اس کی زندگی دو کوڑی کی کر دی۔

خمریات

(از جناب خمار بارہ بنکوی)

بہاریں یوں سمٹ آئی ہیں کل زمانے کی
کہ برق آئی زیارت کو آشیانے کی

بھٹکتی پھر رہی ہیں آندھیاں زمانے کی
بتا دو راہ ذرا میرے آشیانے کی

بچے کھچے ہوئے تنکے بھی پھونک دے صیاد!
ہنسی اڑاتے ہیں سب کیر آشیانے کی

شروع دورِ اسیری ارے معاذاللہ!
دُلھن بنی ہوئی تھی شاخ آشیانے کی

درِ قفس کو تو رہنے دے بند ہی صیاد
یہ تیر ہیں کہ ہوائیں ہیں آشیانے کی

کسی طرح اب اسے بھی مٹا دے اے صیاد!
یہ ایک یاد جو باقی ہے آشیانے کی

کہاں ہے برق مرے گلشن تصور میں
بعینہ وہی سج دھج ہے آشیانے کی

کھنچا ہوا ہے زمانہ خمار مجھ سے عبث
مری بلا کو ضرورت نہیں زمانے کی



معمولی بیماریوں کی دوا

(از ڈاکٹر اے۔ سوجا۔ وی۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ ایس۔ سی۔ (اڈنبرا) ڈی۔ پی۔ ایچ۔ (آئرلینڈ)

[پبلک ہیلتھ ایجوکیشن بیورو، یو پی نے ۱۹۳۰ء میں گاؤں سدھار اسکیم نام کا ایک رسالہ شائع کیا تھا۔ اسکی بہت سی باتیں آج بھی کام کی ہیں وہ یہاں درج کی جاتی ہیں۔]

۱۔ ملیریا

(جاڑا بخار) سکھے کی گولی۔ ۵ گرین۔
خوراک۔ ایک یا دو گولیاں دن میں تین بار۔

۲۔ دست

پھٹکری ... ... ۵ گرین
کتھ ... ... ۱۰ "
دال چینی ... ... ۱۰ "

سفوف بنالیں
خوراک۔ ڈیڑھ ماشہ دن میں دو بار۔

۳۔ ہیضہ

(۱) اسینشیل آئل کمپھر۔ خوراک ایک ڈرام (۶۰ قطرے) جس طرح بتایا جائے۔
(۲) پوٹاش پرمیگنیٹ کا پانی پینے کے لئے۔

۴۔ پیچش

آؤں خون کے دست

اسپغول ... ... ۱۰ گرین
سونف ... ... ۱۰ "
بیل ... ... ۱۰ "
چینی ... ... ۱۰ "

سفوف بنالیں
خوراک۔ تین ماشہ دن میں دو یا تین بار

۵۔ بدہضمی

سونٹھ ... ... ۵ گرین
سونف ... ... ۵ "
کچری ... ... ۵ "
چھوٹی ہڑ ... ... ۵ "
سیاہ نمک ... ... ۵ "
لاہوری نمک ... ... ۵ "

سفوف بنایا جائے
خوراک۔ دو ماشہ۔ دن میں تین بار۔

۶۔ دانت کا درد

سیاہ مرچ دانت کے نیچے دبائی جائے۔
گرم پانی سے کلی کرو۔

۷۔ گلے یا زبان پر خراش یا منہ کے اندر زخم اور دانے

پانی کی گرم گرم بھاپ کو منہ کے ذریعے سانس کے ساتھ کھینچو۔ نمک کے پانی سے کلی کی جائے۔ چائے کا ایک چمچہ بھر نمک آدھ سیر پانی میں ملایا جائے پھر پھریری سے حلق میں مندرجہ ذیل دوا لگائی جائے۔

بورک ایسڈ ... ... چار ماشہ
شہد ... ... آدھ چھٹانک

۸۔ پرانا زخم

ناسور۔ پہلے نیم کے گرم پانی سے صاف کرلو اور پھر مندرجہ ذیل دوا لگاؤ۔

بورک ایسڈ ... ... ۴ ماشہ
گھی ... ... ½ چھٹانک
ملا کر استعمال کرو

۹- پھوڑا

آٹے یا السی کی پلٹس لگاؤ یا نیم کی پتی کو پانی میں ابالو اور جب وہ ذرد ہو جائے تو خوب گرم گرم باندھ دو۔

۱۰- کان کا درد

گیندے کی پتیوں کا عرق یا سدرشن کی پتیوں کا عرق گرم کر کے دو چار قطرے کان میں ٹپکا دو۔ مگر کھجلاؤ مت۔

۱۱- کھانسی کی گولیاں

کاکڑا سنگھی ... ... ۱ گرین
پیپلا مول ... ... ۱ "
نمک سیندھا ... ... ۱ "
ببول کا گوند ... ... ۱ "
ان کو پیس کر مٹر کے برابر گولی بناؤ۔
خوراک۔ ایک گولی دن میں تین دفعہ۔

۱۲- انفلوئنزا

(ا) دن میں دو تین بار نمک کے پانی سے (چائے کا ایک چمچہ نمک آدھ سیر پانی میں ملا کر) کلی کرو اور یہی پانی ناک میں چڑھاؤ۔
(ب) پیپل ... ... ۵ گرین
سونٹھ ... ... ۵ "
دال چینی ... ... ۵ "
زیرہ ... ... ۵ "
کالی مرچ ... ... ۵ "
سفوف بنایا جائے۔
خوراک۔ ڈیڑھ ماشہ۔ دن میں تین بار۔

۱۳- دمہ

دھتورے کی سوکھی ہوئی پتیوں کا سگریٹ بنا کر پیو۔

۱۴- قبض

(ا) آٹھ دس چھوٹی ہڑ پیس کر رات کو گرم پانی کے ساتھ پھانک لو۔
(ب) سنائے کی پتی ... ... ۱ چھٹانک
ملیٹھی ... ... ۱ "
سونف ... ... ۱ "
چینی ... ... ۱½ "
خوراک۔ رات کو ½ سے ایک تولہ۔

۱۵- پیٹ میں کیڑے

ہینگ ... ... ۴ گرین
چرائتا ... ... ۲۰ "
سفوف بنایا جائے۔

۱۶- داد

(ا) کیلہ ... ... ۴ ماشہ
السی کا تیل ... ... آدھ چھٹانک
گرم کر کے ملا لو
ٹھنڈا کر کے داد پر لگاؤ
(ب) بسر کا لگاؤ۔

۱۷- بواسیر

پھٹکری ... ... ۴ ماشہ
پانی ... ... ½ سیر
ملا لو۔
کپڑے کو اس سے تر کر کے دن میں دو تین بار اور آبدست کے بعد ۱۵ منٹ تک لگائے رکھو۔

۱۸- کھجلی

گندھک ... ... ۴ ماشہ
تل کا تیل ... ... ½ چھٹانک
ملا لو۔ اور بدن میں خوب ملو۔

۱۹- جوں

مٹی کا تیل ... ... ½ چھٹانک
سرسوں کا تیل ... ... ۱ "
ملا کر اچھی طرح ملو۔ بال کٹواؤ اور کنگھی کرو۔

۲۰- آگ سے جلنا

(ا) تلی کا تیل ... ... ½ چھٹانک
چونے کا پانی ... ... ۱ چھٹانک ملا لو۔
یا
(ب) کتھا ... ... ½ چھٹانک
تل کا تیل ... ... ۱ "
کھال پر لگاؤ۔

۲۱- خون بہنا

دو تین رتی پھٹکری آدھ چھٹانک پانی میں ملا کر لگاؤ۔

۲۲- زخم

تمباکو کے پتوں کو پیس کر ذرا سا پانی ملا کر ٹکیہ بنا لو اور گرم کر کے لگاؤ۔ نیم کے پانی سے زخم صاف کرو۔

۲۳۔ بچھو کے کاٹنے پر

جس جگہ بچھو کاٹے وہاں پھٹکری، نمک یا تمباکو کی پتی کا عرق لگادو۔

۲۴۔ آنکھ کا دکھنا

آنکھوں کو نمک پانی سے دھوئیے اور پھر پھٹکری کا پانی دو بوند آنکھوں میں ٹپکا ئیے۔

پھٹکری ... ... دو تین رتی

پانی ... ... چھٹانک

اچھی طرح ملاؤ۔

دو تین قطرے دن میں دو دفعہ ٹپکاؤ۔

۲۵۔ زکام (سردی)

(ا) السی کی چائے پیو۔

(ب) سیاہ مرچ اور ... ماشے پانی میں ابال کر پیو۔

نوٹ۔ ایک گرین برابر ... رتی تقریباً

۱۵ ... ماشہ ...

۱ ڈرام ... ماشہ یا ... قطرہ ...

۱ آونس ... ½ چھٹانک ...

دواخانے میں کیا کیا دوا رکھی جائے

دوا	وزن
۱۔ سنکونہ کی گولیاں (۵ گرین)	۴۰۰
۲۔ دست کا چورن	۲½ چھٹانک
۳۔ ہیضہ کی دوا	۲ "
۴۔ پوٹاش پرمنگنیٹ (لال دوا)	۴ "
۵۔ پیچش کا چورن	۴ "
۶۔ بدہضمی کا چورن	۳ "
۷۔ حلق میں لگانے کی دوا	۱ "
۸۔ کھانسی کی دوا	۲ "
۹۔ انفلوئنزا کا چورن	۲½ "
۱۰۔ قبض کی دوا	۴ "
۱۱۔ داد کا مرہم	۲ "
۱۲۔ کھجلی کی دوا	۲ "
۱۳۔ بورک ایسڈ	۲ "
۱۴۔ پھٹکری	۲ "

مندرجہ بالا دواؤں کے دام معہ ٹین کے بکسوں کے صرف سنکونہ کی گولیاں پوٹاش پرمیگنیٹ اور ہیضے کی دوا کے علاوہ جو ضلع کے ہیلتھ افیسر کے اسٹاک سے مفت ملنی چاہئیں صرف ۳ روپئے کے قریب ہوتے ہیں۔ یہ سب ضلع کے افسر کے یہاں بننی چاہئیں اور ٹین کے بکسوں میں انکے دام اور مقدار لکھی رہنی چاہیئے۔ اگر کسی غیر معتبر آدمی سے یہ کام کرایا جائیگا تو دواؤں میں آمیزش کا خطرہ رہے گا۔

گاؤں سدھار اسکیم کے ماتحت سینٹری اسکاؤٹ ماسٹر اور سینٹری اسکاؤٹ کے فرائض

اسکولوں کے ماسٹر جن کو صفائی اور معمولی صدموں میں فوری امداد پہنچانے کی (فرسٹ ایڈ) تعلیم دیگئی ہے وہ سینٹری اسکاؤٹ ماسٹر کہلاتے ہیں۔ وہ اس اسکول کے قریب کے منتخب طلبا کو تعلیم دینگے جو سینٹری اسکاؤٹ کہلاتے ہیں۔

سینٹری اسکاؤٹ ماسٹر کے کام حسب ذیل ہیں۔

(ا) وہ سینٹری اسکاؤٹوں کو صفائی اور معمولی صدموں میں فوری امداد دینے کی تعلیم دینگے۔

(ب) اس منتخب حلقے کی فوتی و پیدائش کی تفصیل لکھیں گے۔ فوتی و پیدائش کی اطلاع انھیں سینٹری اسکاؤٹوں سے ملے گی۔

(ج) وہ اس بات کا خیال رکھیں گے کہ کسی کو متعدی بیماری ہونے پر یا اسکا صرف شبہ ہونے پر چوکیدار تھانے (یا پہاڑی علاقہ میں صدر پٹواری کو) فوراً اطلاع دیتا ہے یا نہیں۔

(د) اپنے اسکاؤٹوں کے ذریعے اس حلقہ کی صفائی کا معائنہ کرتے رہیں گے۔

(ہ) اگر اس پر گاؤں سدھار دواخانہ کا بار ہے تو وہ دواؤں کو اپنے حلقے کے یا اس کے باہر کے دیہاتوں میں تقسیم کرے گا یا فروخت کریگا اور جن مریضوں کا علاج کیا ہے اس کی تفصیل لکھے گا۔

(و) اس نے یا اس کے اسکاؤٹوں نے جو فوری امداد پہنچائی ہے اس کی تفصیل لکھے گا۔

(ز) وہ صحت کے متعلق پوسٹر، کھادتیں، مقوبے، بوائینگ اور اچھے کنوؤں اور سوختہ گڑھوں کے ماڈل اپنے اسکول کی زمین میں رکھیں گے جو طلبا اور دیہاتیوں کے لئے نمونے کا کام دینگے۔

(ح) تیوہاروں وغیرہ کے موقعہ پر صحت و صفائی کے متعلق ڈرامے کرینگے اور گیت وغیرہ گائیں گے۔

(ط) متعدی امراض، قحط، آتشزدگی وغیرہ میں امداد دینگے۔

(ی) وہ اپنے طلبا کی جسمانی اصلاح میں روزانہ آدھ گھنٹہ صرف کرینگے۔

سینٹری اسکاؤٹ

(ا) وہ اپنے سینٹری اسکاؤٹ ماسٹر کو فوتی پیدائش اور متعدی

امراض میں مبتلا لوگوں کی اطلاع دینگے۔

(ب) وہ اہل دیہات کو ضرورت پڑنے پر صفائی اور معمولی صدموں میں فوری امداد دینگے اور ضروری تفصیل لکھنے کے لئے اپنے اسکاؤٹ ماسٹر کو اسکی اطلاع دینگے۔

(ج) وہ دیہات کی صفائی پر بالخصوص حسب ذیل باتوں پر توجہ دینگے۔

۱۔ کنوؤں کے چاروں طرف صفائی رکھی جاتی ہے اور کوئی اس کی جگت پر نہاتا دھوتا تو نہیں۔

۲۔ کھاد برابر بستی کے باہر ہٹا دیجاتی ہے یا نہیں۔

۳۔ اہل دیہات پاخانہ پھرنے بستی سے ۱۰۰ گز دور جاتے ہیں یا نہیں۔

اہل دیہات کی غذا

گرمیوں میں

	مقدار		قیمت	
گیہوں	...	۵ چھٹانک	...	۷½ پائی
چنا	...	۴ 〃	...	۴ 〃
چاول	...	۲ 〃	...	۴ 〃
دال	...	۱¾ 〃	...	۳½ 〃
ساگ	...	۲ 〃	...	۱ 〃
تیل	...	¾ 〃	...	۵ 〃
نمک	..		...	۱ 〃
میزان	...	۱۵½ چھٹانک		۲۶ پائی یا [illegible] ماہوار

سردیوں میں

	مقدار		قیمت	
گیہوں	...	۲ چھٹانک	...	۳ پائی
چنا	..	۴ 〃	...	۴ 〃
باجرہ	...	۳ 〃	...	۳ 〃
جوار یا مکا	...	۲ 〃	...	۲ 〃
دال	...	۲ 〃	...	۴ 〃
ساگ	...	۲ 〃	...	۱½ 〃
گڑ	...	¼ 〃	...	½ 〃
تیل	...	¾ 〃	...	۵ 〃
نمک	...		...	½ 〃
میزان		۱۶ چھٹانک		۲۲½ پائی یا [illegible] ماہوار

طلبا کے لئے

		مقدار		قیمت
گیہوں	...	۷ چھٹانک	...	۱۰½ پائی
چنا	...	½ 〃	...	½ 〃
چاول	...	۱½ 〃	...	۴½ 〃
دال	...	۲ 〃	...	۲ 〃
دودھ	...	۸ 〃	...	۱۸ 〃
گھی	...	۱ 〃	...	۱۸ 〃
آلو یا دوسری	...	۲ 〃	...	
ساگ	...	۲ 〃	...	۳½ 〃
انڈے اور پھل	...	۳ 〃	...	۷ 〃
چینی یا مٹھائی	...	۱ 〃	...	۴ 〃
مصالحہ	...		...	۲ 〃
میزان	...	۲۹ چھٹانک	...	۷۰ پائی یا [illegible] ماہوار

ٹھیک وقت پر کھانا کھانا چاہئے۔ دھیرے دھیرے خوب چبا کر کھانا چاہئے۔ جلدی جلدی کھانے سے بدہضمی ہوجاتی ہے۔ کھانے کے پہلے ہاتھ ضرور دھولو۔ صبح شام دانت صاف کرو۔

جو لوگ دودھ کے لئے پیسہ خرچ کرسکتے ہیں وہ اگر ۲ سے ۸ چھٹانک تک دودھ پیا کریں تو اچھا ہے اور اسی حساب سے چاول، آٹا، آلو یا چنے میں کمی کردیں۔ اگر گوشت اور مچھلی کھائی ہے تو دال میں اسی لحاظ سے کمی کردیں۔

اگر تیل کی جگہ گھی استعمال کیا گیا تو وہ زیادہ مقوی ہوگا۔

فوری امداد کیسے کرنی چاہئے

جوڑی بخار

۱۔ اطلاع بھیجو۔

۲۔ کپڑے، چارپائی، بستر، غلہ وغیرہ کو دھوپ میں ڈالو۔

۳۔ مکان کے اندر نیم کی پتی جلاؤ۔
۴۔ کنین تقسیم کرو۔
۵۔ تالاب کے اندر موشیوں کو ادھر سے اُدھر دوڑا دو یا اسمیں مٹی کا تیل ڈالو۔
۶۔ چھوٹے چھوٹے گڈھوں کا پانی نکال ڈالو
۷۔ مچھر دانی لگاکر سونا چاہئے۔ یا بدن پر سونے سے پہلے تیل کی مالش کر لینی چاہئے۔

ہیضہ

۱۔ اطلاع بھیجو۔
۲۔ کپڑے، چارپائی، بستر، برتن، اناج وغیرہ کو دھوپ میں ڈالو۔
۳۔ مکان کے اندر نیم کی پتی جلاؤ
۴۔ کنوئیں میں لال دوا ڈالو۔
۵۔ ٹیکہ لگوانے کی ترغیب دو۔
۶۔ تازہ پکا ہوا کھانا کھاؤ اور اُبلا ہوا پانی پیو۔
۷۔ کھانے کو مکھیوں سے بچاؤ۔
۸۔ کھانے سے پہلے ہاتھ اچھی طرح دھولو۔

طاعون (پلیگ)

۱۔ اطلاع بھیجو۔
۲۔ کپڑے چارپائی، بستر، برتن غلہ وغیرہ کو دھوپ میں ڈالو۔
۳۔ مکان کے اندر نیم کی پتی جلاؤ
۴۔ ٹیکہ لگوانے کی ترغیب دو۔
۵۔ چوہے مرنے لگیں تو مکان خالی کرکے جھونپڑوں میں جانے کی ترغیب دو۔
۶۔ چوہوں کو مارنے میں مدد دو۔
۷۔ چارپائی پر سونا چاہئے۔

چیچک

۱۔ اطلاع بھیجو۔
۲۔ کپڑے، چارپائی، بستر، برتن اناج وغیرہ کو دھوپ میں ڈالو۔
۳۔ مکان کے اندر نیم کی پتی جلاؤ۔
۴۔ ٹیکہ لگوانے کی ترغیب دو۔

بچوں کی پیدائش کے وقت حفاظتی تدابیر

۱۔ کام میں لانے سے پہلے چاقو اور دھاگا کھولتے ہوئے پانی میں ڈبواؤ۔
۲۔ لال دوا پڑے ہوئے گرم پانی سے ہاتھ صاف کراؤ۔
۳۔ نار کے زخم پر صاف راکھ چھڑکواؤ۔
(ایک شیشی میں لال دوا، دوسری میں راکھ جس میں بورک ایسڈ ملی ہو، دھاگے کا گولہ اور چاقو ہر ایک دائی کو اگر اُنکے پاس نہیں ہے تو ملنا چاہئے۔)

اسکول میں صحت کا خیال

۱۔ جھک کر نہ بیٹھو۔
۲۔ چھ یا سات گھنٹے روزانہ پڑھو۔ یہ اچھا ہوگا کہ پڑھنے لکھنے کا کام اُجالے میں یا اچھے لیمپ کی روشنی میں کیا جائے۔
۳۔ روزانہ ورزش کرو۔
۴۔ اپنے دانت، آنکھ، کان، ناک اور بدن کو صاف کرکے اسکول آیا کرو۔

گاؤں کی صفائی

۱۔ کوڑا کرکٹ اور گوبر کو گڈھے میں جمع کرو۔
۲۔ پاخانے کے لئے آبادی سے تین بیگھے کے فاصلے پر جایا کرو
۳۔ کنوؤں کی جگت پر مت نہاؤ۔
۴۔ تالاب کا پانی مت پیو۔
۵۔ دوا کے لئے شفا خانہ جاؤ۔
۶۔ متعدی بیماری کی فوراً اطلاع دو۔
۷۔ گندے پانی کے سوختہ گڈھے بناؤ۔

بیماری میں فوری علاج

یاد رکھو کہ سب بیماریوں کی اطلاع ڈاکٹر کو فوراً ملنی چاہئے

سانپ کے کاٹنے کا علاج

۱۔ زخم کے دو انچ اوپر کی طرف کس کر ایک ڈور باندھو، اگر پیر میں کاٹا ہو تو دوسری ڈور گھٹنے کے اوپر ران میں چڑھاکر باندھو اور اگر ہاتھ میں کاٹا ہو تو دوسری کہنی کے اوپر بانہہ میں چڑھاکر باندھو۔
(ب) زخم کو خوب دباؤ تاکہ خون نکل جائے۔ اس پر لال دوا مل دو۔
(ج) اگر لال دوا نہ ہو تو پھٹکری لو۔

۲۔ کتے کے کاٹنے کا علاج

۱۔ دو ڈوریاں باندھو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے کے علاج

میں کیا جاتا ہے۔
(ب) زخم کو انگارے سے جلادو۔

۳۔ خون بند کرنا

زخم پر کپڑے کی گدی رکھکر کسکر پٹی باندھ دو۔ اگر اس سے خون نہ رکے تو ایک بند بازو پر یا ران پر جہاں ضرورت ہو باندھو۔

۴۔ زخم

(ا) نمک کے پانی سے صاف کرو اور
(ب) پھٹکری لگادو۔

۵۔ آگ سے جلنا

اس پر چونے کا پانی اور میٹھا تیل ملا کر لگاؤ۔

۶۔ بیہوشی

(ا) بیمار کو زمین پر لٹاؤ۔
(ب) سینے کا کپڑا ڈھیلا کرو اور گلا کھول دو۔
(ج) چہرے پر ٹھنڈا پانی چھڑکو۔

۷۔ ہڈی کا ٹوٹ جانا

(ا) پہلے ٹوٹے ہوئے حصے کو کسی سخت چیز مثلاً لاٹھی یا لکڑی سے باندھ دو پھر زخمی کو ہٹاؤ۔
(ب) اگر زخمی سڑک پر پڑا ہو تو اسکو بہت احتیاط کے ساتھ ہٹاؤ ورنہ جب تک ڈاکٹر نہ آجائے کبھی نہ اٹھاؤ۔

۸۔ آنکھ میں کیڑا وغیرہ پڑ جانا

(ا) رومال کے کونے کو بھگو لو اور نیچے کی پلک الٹ کر اس کونے سے نکال لو۔
(ب) اگر اوپر کی پلک میں ہو تو اس پلک کو اوپر کی پلک کے اندر ڈالکر آہستہ سے مل دو۔ نیچے کی پلک کے بال سے اوپر کی پلک صاف ہو جائیگی۔
(ج) اگر اس طرح کامیابی نہ ہو تو اوپر کی پلک الٹ لو۔ اور بھیگے ہوئے کپڑے سے صاف کرلو۔
(د) اگر کوئی چیز آنکھوں میں چبھ کر اٹک گئی ہو تو آنکھوں میں ریڑی کا تیل ٹپکا دو اور اس کے نکالنے کی کوشش نہ کرو۔

۹۔ گلے میں کسی چیز کا اٹک جانا

گلا ڈھیلا کر دو۔ مریض کی ناک ایک ہاتھ سے پکڑو اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے جو چیز گلے میں ہو نکال لو۔ زبان کی جڑ کو نیچے کی طرف دبانے سے مریض کو متلی آجاتی ہے جس سے اٹکی ہوئی چیز نکل پڑتی ہے۔ کبھی کبھی گردن کے پیچھے گھونسہ مارنے سے بھی اثر ہوتا ہے۔

۱۰۔ بچھو کا ڈنک مارنا

(ا) پھٹکری یا تمباکو کا عرق لگاؤ۔
(ب) زخم کو چوسنے سے بھی آرام ہوتا ہے۔

۱۱۔ موچ آنا

(ا) ٹھنڈا پانی لگاؤ۔
(ب) اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو گرم پانی سے سینکو۔

۱۲۔ پانی میں ڈوبنا

(ا) مریض کے سر کو ایک طرف گھما کر پیٹ کے بل لٹاؤ
(ب) مریض کے سر کی طرف منہ کرکے اس کی بغل میں گھٹنے ٹیک کر بیٹھو۔
(ج) اپنی ہتھیلیوں کو اس کی چھاتی کی دونوں بغلوں میں رکھو۔
(د) اپنے جسم کو آگے کی طرف جھکاتے ہوئے اس کی بغلوں پر بوجھ دو جس کے دباؤ سے پیٹ اور چھاتی دبے
(ہ) اپنے جسم کو کچھ تیزی سے ہٹاؤ اور بوجھ کم کرو مگر اپنے ہاتھ مت ہٹاؤ
(و) اپنے جسم کو بار بار آگے پیچھے جھکا کر یہی حرکت باربار ایک منٹ میں ۱۵ سے ۲۰ بار تک کرو۔ ڈاکٹر کے آنے تک ایسا کرتے رہو۔

اس اسکیم کے مطابق کام کرنیکے طریقے

(ا) سینٹری انسپکٹر کو تعلیم دو۔
(ب) ٹیکے والے (ویکسی نیٹر) کو تعلیم دو۔
(ج) اسکولوں کے مدرسوں کو تعلیم دو اور وہ اپنے طلبا کو تعلیم دیں۔
(د) اسکاوٹ ماسٹروں کو تعلیم دو اور وہ اپنے سینئر اسکاوٹوں کو تعلیم دیں۔
(ہ) کوآپریٹو سوسائٹیوں کے انسپکٹر اور سپروائزروں کو تعلیم دو۔
(و) زندگی سدھار سوسائٹی کے ممبروں کو تعلیم دو۔

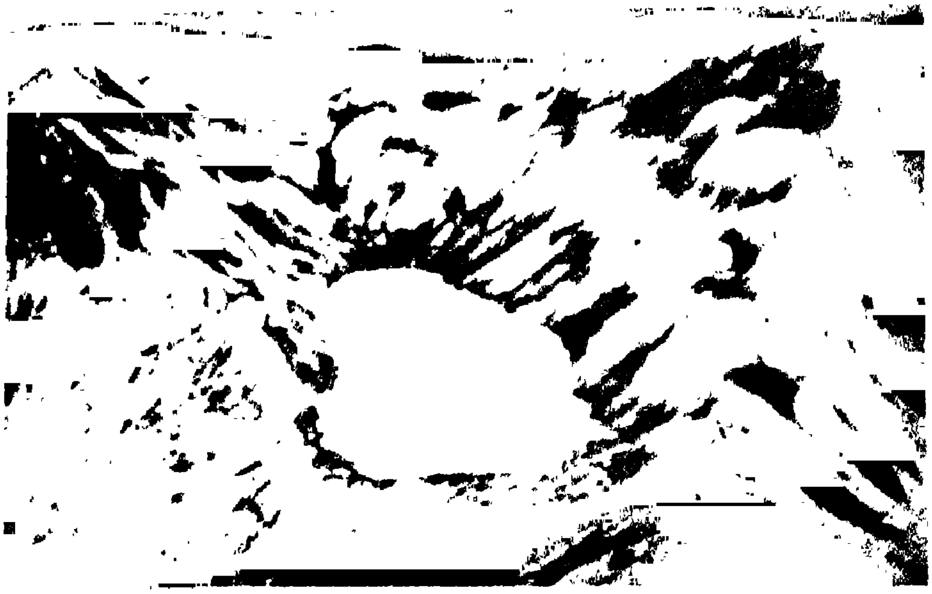
دُنیا کا بلند ترین پہاڑ

(۱۱ ... شنت لمبی ... چودھری یاسین)

ماؤنٹ ایورسٹ ہمالیہ کی ایک چوٹی ہے جو دُنیا کا سب سے اونچا پہاڑ ہے اس کی بلندی پہلے ۲۹۰۰۲ فیٹ مانی گئی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ پہلا ناپ کرنے والوں سے یہ غلطی کی تھی۔ اس صدی میں اس کی پھر سے پیمائش ہوئی ہے اور اس نئی پیمائش کے مطابق اس کی بلندی ۲۹۰۲۸ فیٹ ہے۔ ایک میل ۱۷۶۰ گز یا ۵۲۸۰ فیٹ ہوتے ہیں۔ اس طرح ماؤنٹ ایورسٹ سطح سمندر سے ۵ میل اور ۲۶۲۸ فیٹ یعنی ساڑھے پانچ میل سے بھی بلند ہے۔ لیکن تصویر میں یہ اتنا بلند نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس کی چوٹی جس پہاڑ پر ہے وہ خود بہت بلند ہے۔ ہمالیہ میں ۴۰ چوٹیاں ایسی ہیں جو ۲۴۰۰۰ فیٹ سے زیادہ اونچی ہیں۔ یہ چوٹی نیپال اور تبت کی سرحد کے قریب ہے۔ اس پر چڑھنے کے لئے لوگوں نے کئی بار کوشش کی لیکن ابھی تک انسان کو اس مقدس چوٹی پر پیر رکھنے کا فخر نہیں ہوا۔ وہ اس کے قریب تک پہنچ گئے تھے لیکن تیز ہوا اور برف کے باعث اوپر تک نہیں پہنچ پائے۔ ہاں کئی سال ہوئے ہوائی جہاز سے اس کا معائنہ کیا گیا تھا۔ لیڈی ہوسٹن نامی خاتون نے جو کلکتے کے اینڈریو یول کمپنی کے مرحوم مالک کی بیوہ ہیں، کئی لاکھ روپئے دے کے اس چڑھائی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بہار کے پورنیا نامی مقام سے ان ہوائی جہازوں نے اُڑنا شروع کر کے ماؤنٹ ایورسٹ کے اوپر چکر لگائے اور بہت سی تصویریں لیں۔ ان تصاویر سے بھی معلوم ہوا کہ چوٹی کے پاس ایک چھوٹی سی جھیل بھی ہے لیکن اس جھیل کا پانی سردی کے باعث جما ہوا نہیں تھا جیسا کہ اتنی بلندی پر ہونا [illegible] اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جھیل میں جو پانی ہے وہ گرم پانی کے چشمو[illegible]



دائیں طرف سے تیسری چوٹی ایورسٹ ہے
یہ تصویر دارجلنگ کی طرف سے لی گئی ہے۔



برف کے درمیان گرم پانی کی جھیل



ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی کا ایک منظر

سے نکلتا ہے اور گرم رہنے کے باعث جم نہیں سکتا۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ اتنی بلندی پر بھی زندہ چرند پرند ملتے ہیں۔ ہمالیہ کی چڑھائی کرنیوالی پارٹی کو ۲۰۰۰۰ فیٹ کی بلندی پر بھیڑیوں کے نشان ملے تھے۔ ۲۲۰۰۰ فیٹ کی بلندی پر شہد کی مکھی، مکوڑی وغیرہ ملی تھیں۔ ۱۷۰۰۰ فیٹ کی بلندی تک خرگوش اور جنگلی بکرے نظر آئے تھے۔ ۲۷۰۰۰ فیٹ کی بلندی پر چفت نامی پرندہ ملا تھا۔ یہ زندگی کی خصوصیت ہے کہ



ماؤنٹ ایورسٹ کی ایک ہوائی تصویر ... گلیشیر بھی ... ہوئی ہے

... اتنی بلندی پر جہاں ہوا اتنی ہلکی ہوتی ہے ... سردی کے باعث زندہ رہنے میں بڑی دشواری ہے۔ وہاں بھی ... رہ سکتی ہے۔ ماؤنٹ ایورسٹ ... کے لئے ابھی تک ... کوششیں ہوئی ہیں ... اور ان میں ... کے باعث ... طاقتوں سے ... طوفانوں ... کے باعث اور ... سے ... کا ذریعہ ... کے باعث چڑھنے والوں کو قدم قدم پر دشواری ہوتی ہے پھر بھی ... اس مہم کے لئے تیار ہیں۔ مقام افسوس ہے کہ حالانکہ دنیا کے سب سے بڑے پہاڑ ہمارے ہی ملک میں ہیں پھر بھی ہمیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں ... ہم ... کوئی اشتیاق نہیں ... پہاڑ پر چڑھنے کی مشق کرنے سے نوجوانوں میں جرأت، بہادری اور طاقت آتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو اپنے ملک کے پہاڑوں سے محبت کرنی چاہئے۔

روپیہ تول اور تولہ تول

(سردار ... سنگھ ایم اے)

جن لوگوں نے کبھی کسی سنار سے سونے کی خرید و فروخت کی ہے انہیں ... ہوگا کہ جب وہ اپنا زیور یا سونا بیچنے کے لئے صراف کی دوکان پر گئے تو صراف نے انکے سونے کو پیتل کے باٹوں سے ... تول لیا۔ یہ باٹ سرکاری طور پر منظور شدہ وزن ہوتے ہیں ... ان کے وزن کے مطابق تولوں کے ... ہوئے ہوتے ہیں یہ اصلی تول ہے۔ جس کو صرافی زبان میں ... تول بولا جاتا ہے۔ برعکس اسکے اگر کوئی شخص صراف کے پاس سونا خریدنے چلا جائے تو دوکان میں اصلی تول کے باٹوں کی بجائے روپے رکھکر سونا تول کر دیا جاتا ہے اور گاہک کو بتایا جاتا ہے کہ چونکہ روپے کا وزن ایک تولہ ہے اس لئے جتنے روپے ترازو میں رکھے گئے ہیں اتنے ہی تولے سونے کا وزن سمجھا جاتا ہے۔ اور اسے ہی تول کہتے ہیں۔ بازاری بھاؤ سونے کا گنا جاتا ہے یہ روپیہ تول ہے۔ گاہک ڈنڈی اور دیگر تول کی ہیرا پھیری اور بھاؤ کے متعلق گاہک کسی طرح بھی نہیں سمجھ سکتا۔ کیا کبھی کسی نے اس تولہ تول اور روپیہ تول کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ روپیہ کا وزن ٹھیک ایک تولہ کے برابر نہیں ہے بلکہ تین رتی کم ہے۔ اگر کوئی گاہک کسی صراف سے ۱۶ تولہ سونا خریدنا چاہے تو وہ روپیہ تول سے ۴۸ رتی یعنی نصف تولہ وزن کم سونا لیگا۔ جس کی قیمت آجکل کے بھاؤ کے مطابق تقریباً ۲۵ روپیہ ہوتی ہے گویا صراف نے ۱۶ تولہ سونا روپیہ تول بیچ کر ۲۵ روپیے ... گاہک سے کمائی اور اگر وہی سونا کچھ عرصہ کے بعد زیور بنوانے کے لئے سنار کو دیا جائے تو پھر وہ تولہ تول لیکر ... تولہ ... کم ... کریگا

(پرتاب ...)



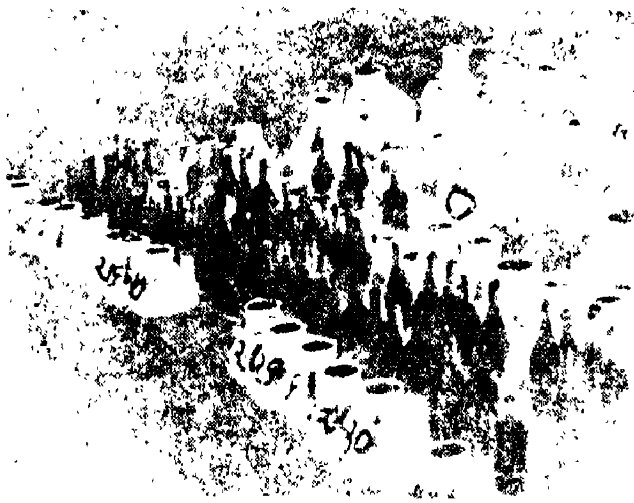
امرت سے زہر

تاڑی والا درختوں میں گہرا زخم لگا کر برتن لگا دیتا ہے۔ اس وقت اس سے جو عرق نکلتا ہے وہ مثل امرت کے ہوتا ہے۔



کچھ گھنٹوں کے بعد اس میں کھچین آجاتا ہے اور نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔
تب وہ مثل زہر ہو جاتا ہے۔

افسوس کے ہاتھوں انسان تاڑی کو امرت کی شکل میں پینے کے بجائے یہ اس وقت پیتے ہیں جب وہ زہر بن جاتی ہے۔



کسان کی زندگی



اگر کسان اپنے کھیتوں میں محنت کرتا ہے تو اس کی بیوی بھی اپنے شوہر کے کھیت سے گھر تک چارا ڈھو کر لاتی ہے۔



پھاوڑے سے کھیت میں کھدائی کا کام ہو رہا ہے۔ یہ کام بھی مردوں سے ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے کھیت پھاوڑوں سے کھودے جاتے ہیں۔



دن بھر کی سخت محنت کے بعد کسان اور اسکی بیوی اپنے بیلوں کے ساتھ گھر واپس ہو رہے ہیں
بیلوں کا منہ جالی سے باندھ دیا گیا ہے تاکہ وہ فصل کو نہ چر سکیں۔

کھیتی باڑی

باغ میں بوئی جانے والی ترکاریاں
شہروں میں کیا اور کیسے بویا جائے

[ڈائریکٹر صاحب محکمہ زراعت یو۔پی کی وہ ریڈیائی تقریر جو موصوف نے ۲۶؍اگست ۱۹۴۲ء کو نشر کی۔

مجھ سے لوگ اکثر طرح طرح کی ترکاریوں کے بارے میں پوچھتے رہے ہیں لیکن ترکاریوں کی کاشت میں جتنی دلچسپی لوگ اس وقت لے رہے ہیں اُتنی اس سے قبل کبھی نہیں لی گئی تھی۔ آجکل معمولی سے معمولی ترکاریوں کے بھی زیادہ سے زیادہ دام دینے پڑ رہے ہیں اس لئے جو لوگ ترکاری بونے کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ ایک نفع بخش اور تفریح کا کام ہے۔ اسکے ساتھ ہی ہر ایک شخص کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اشیاء خوردنی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں میونسپل بورڈ سے ملنے والے پانی کے بھروسے پر ترکاریوں کی کاشت نہ کرنی چاہیئے۔ ہاں اگر آپ کی ترکاریوں کی سینچائی کا کام غسلخانے اور باورچی خانے کے نکلے ہوئے پانی سے چل جائے تو یہ اور بات ہے۔ میری یہ تقریر اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس ایسے کنوئیں ہیں جن سے بجلی سے چلنے والی مشین یا دیگر طریقوں سے پانی نکال کر سینچائی کی جاتی ہے۔

ہم لوگوں میں سے بہت کم لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ترکاریاں ہماری خوراک کا ایک اہم جزو ہیں۔ پتّی والی ترکاریاں بدن میں حیاتین (وٹامن) پیدا کرتی ہیں۔ خصوصاً وٹامن اے۔بی۔سی۔ جو کھیرا سبز مرچ، گوبھی اور سلاد میں زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ پیاز اور ٹماٹر میں وٹامن سی خوب ہوتا ہے۔ بچوں کے جسم کی بالیدگی کے لئے کیلشیم اور آئرن (چونا اور لوہا) بیحد ضروری ہے جو ترکاریوں میں کافی مقدار میں موجود ہے۔ بدن کے بیکار فضلہ کو نکالنے اور قبض کشا ہونے میں ترکاریاں بہت سی دواؤں سے زیادہ اچھی ہیں کیونکہ باسی ترکاریوں کا وٹامن ضائع ہو جاتا ہے۔ بازار کی ترکاریاں اکثر باسی رہتی ہیں۔ ماہ جون کے آخر میں ہمارے ملک میں اتنی زیادہ بارش ہوئی ہے کہ جاڑے میں بوئی جانیوالی ترکاریوں کے لئے اب زمین کھود کر تیاری کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ جو لوگ پھولوں کے پودے لگانے کا شوق رکھتے ہیں وہ پھولوں کے ساتھ ساتھ ترکاریاں بو کر اپنے باغ کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں خوبصورت بھی ہونگی اور ان سے فائدہ بھی ہوگا۔

ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ ہم کاشت کی جانے والی ہر ترکاری کے بارے میں الگ الگ کچھ بتائیں لیکن سپرنٹنڈنٹ باغات سہارنپور، لکھنؤ، الہ آباد، آگرہ، چوبٹیا (رانی کھیت) یا فیض آباد کو لکھنے پر ہر بات کا مناسب جواب مل سکتا ہے۔ یہاں پر میں چند ایسی باتیں بتانا چاہتا ہوں جو ممکن ہے آپ کے لئے بہت مفید ہوں۔

ہم اپنی ترکاریوں کو دو درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) ایسی ترکاریاں جن کو بونے کے لئے پہلے بیہن ڈالنا پڑتا ہے اور پودا اُگنے پر انھیں کھیت میں لگانا پڑتا ہے۔

(۲) ایسی ترکاریاں جو مستقل طور پر کھیت میں بوئی جاتی ہیں، وہیں پر اُگتی، بڑھتی اور پھیلتی ہیں۔

ترکاریوں کی پہلی قسم میں پھول گوبھی بند گوبھی، ٹماٹر، سلاد اور بینگن۔ بیہن کی کیاریوں میں کھیت کی بہ نسبت زیادہ کھاد اور سبز مٹی کی ضرورت ہے۔ یہ بات بہت ضروری ہے کہ ہر اُگنے والے پودے کی اچھی طرح نگرانی کی جائے اور اُسے مناسب خوراک حاصل ہوتی رہے تاکہ کھیت میں روپنے (لگانے) پر وہ خوب جڑ پکڑے۔ بیہن کی کیاری عام زمین سے کچھ اونچی ہو اور تین فیٹ لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہو۔ اس میں ایک حصہ باغ کی معمولی مٹی، ایک حصہ کی ریتیلی مٹی، ایک حصہ پتیوں کی سڑی ہوئی کھاد یا اصطبل کی کھاد (گھوڑے کی لید وغیرہ) ہونی چاہیئے۔ بیہن کی ترکاریوں کے بونے کا وقت آ گیا ہے۔ پھول گوبھی، بند گوبھی، ٹماٹر، سُرخ مرچ، چقندر، پیاز اور سلاد وغیرہ کی بیہن ڈالنے کا یہی مناسب وقت ہے۔ جب بیہن کے پودے چھ انچ لمبے ہو جائیں اور ان میں تین یا چار چھوٹی پتیاں نکل آئیں تو انھیں اُکھاڑ کر کیاریوں میں روپ دینا چاہیئے۔ کھیت خوب کمایا ہوا ہو۔ ان میں پہلے چار ترکاریوں کے پودے ایک دوسرے سے دو فیٹ کے فاصلہ پر قطار در قطار ہوں اور باقی دوسری دوسری ترکاریوں کے پودے ایک ایک فیٹ کے فاصلہ پر قطار در قطار ہوں۔

دوسری قسم کی ترکاریاں جن کے لئے بیہن کی ضرورت نہیں ہے، پالک، مولی، شلجم، گاجر، آلو، سیم اور مٹر ہیں۔ ایسی ترکاریاں مثلاً مولی، شلجم، گانٹھ گوبھی اور پالک ستمبر کے وسط تک بونا چاہیئے کھیت کی مٹی لسدار نہ ہو یعنی بھُر بھُری ہو اور اگر وہ لسدار ہو تو خوب کھاد

[illegible] بیج بو دینا چاہیئے مثلاً ایک فٹ تک [illegible] کھود کر [illegible] ہونا چاہئے۔ کھیت میں جس کی کیاریاں [illegible] فیٹ [illegible] چوڑی ہوں [illegible] پانی [illegible] ہوا مٹی یا گوبر کی [illegible] ملا دینا چاہیئے [illegible] کھاد [illegible] پڑی ہوں تو [illegible] ڈالی جائے۔ کھاد کو مٹی [illegible] اچھی طرح ملا دینا چاہیئے [illegible] جاتی ہیں [illegible] کی طرف [illegible] کی [illegible] کو اکھاڑ دیا جائے۔

[illegible] اگر [illegible] چھپ [illegible] جاتی ہیں [illegible] سکتی ہیں [illegible] جب [illegible] مٹی [illegible] پھیلتی [illegible] جائے [illegible] چھوٹی [illegible] جاتی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ [illegible] سبزیاں [illegible] کھائی جانے کے لئے [illegible] اچھی فصل تیار کی جا سکتی ہے [illegible] کا ٹھیک وقت [illegible] بونے کا وقت [illegible] آیا [illegible] کو تیار کرنا چاہئے آلو [illegible] حاصل [illegible] اگر [illegible] مٹی کے [illegible] جلد خشک ہو جانے کی امید [illegible] باقی ہو تو [illegible] چاہئے۔ جب آلو کے بیج [illegible] انچ کے [illegible] مناسب طریقہ [illegible] بڑھا دینا چاہئے [illegible] بیج بو [illegible] بڑھانے [illegible] سینچائی کرنے کی [illegible] نہیں [illegible] بڑھ جانے کے بعد سینچائی ضرور ہونی چاہئے [illegible] خود بخود معلوم ہو جاتی ہے۔ سینچائی کی [illegible] کو پانی سے بھر دینا چاہئے۔ پانی انھیں [illegible] جو میند [illegible] بڑھانے سے [illegible] جب پتیاں [illegible] تو سینچائی روک دی جائے۔ کیونکہ یہ فصل پکنے کا وقت نزدیک آنے کی علامت ہے۔

چند باتیں شوقیہ بوئی جانے والی کیاریوں کے بارے میں بھی سن لیجئے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ ترکاریوں کے بیج دیکھنے [illegible] پھولوں کے بیج کی طرح نہیں ہوتے۔ اگر آپ کی ترکاریوں کی کیاریاں [illegible] فیٹ لمبی اور ۵ فیٹ چوڑی ہوں تو اُن میں مختلف زاویوں [illegible] وسط میں [illegible] کونوں پر [illegible] اس طرح دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہو [illegible] لگا دیجئے [illegible] ترکاریوں سے بھری ہوئی یہ کیاریاں [illegible] میں بہت ہی خوبصورت معلوم ہونگی۔ اپنے باغ کی لمبائی اور [illegible] لگے ہوئے طرح طرح کی ڈیزائنوں سے آپ اسکی خوبصورتی بڑھا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر پتی دار ترکاریاں خلا [illegible] ملا دوا لے ساگ اور پالک ایک کیاری [illegible] بوئی جائیں [illegible] والی [illegible] دار ترکاریاں، مثلاً چقندر، گاجر [illegible] والی ترکاریاں [illegible] کیاری میں [illegible] تیسری کیاری میں۔ ذرا سے غور و خوض [illegible] معلوم ہو جائیگا کہ ترکاریوں کو کس ترتیب کے تحت بویا جائے [illegible] اور دیکھنے میں خوشنما معلوم ہوں۔ علاوہ [illegible] مثلاً [illegible] دھنیا اور پودینہ تو ہر باغ [illegible] جانا چاہئے۔

[illegible] یہ ہے کہ ترکاریوں کو ہمیشہ تین چار [illegible] بویا جائے کیونکہ پہلی بار کی تخم ریزی میں کسی [illegible] کامیابی ہوئی تو دوسری اور تیسری بار کے بوئے ہوئے بیج کو ٹھیک سے نکلتے ہوئے دیکھ کر آپ یقیناً خوش ہونگے۔ [illegible] کھود کر کام میں لاسکے [illegible] چار [illegible] بونا چاہیئے تاکہ ایک کیاری [illegible] دوسری کیاری آپ کے لئے موجود رہے۔

[illegible] لوگوں کو [illegible] کہتے ہوئے سنتا ہوں کہ اگر ہم اچھی ترکاریاں [illegible] تو بندروں کی وجہ سے ہمارے لئے [illegible] بیچ گیا

بندروں کو [illegible] کی کئی ترکیبیں ہیں سب سے آسان ترکیب تو یہ ہے کہ نگرانی کے لئے ایک اچھا کتا رکھا جائے [illegible] یہ ہے کہ ایک ہوائی بندوق رکھی جائے اور بندروں کو [illegible] بنایا جائے۔ تیسری ترکیب یہ ہے کہ ایک بندر [illegible] چیتے کی جیسی [illegible] کھال کا لباس پہنا کر چھوڑ دیجئے [illegible] میری دانست میں پوری کامیابی ہوئی۔ کوئی ۵ [illegible] سال کا عرصہ ہوا صوبہ متوسط کے ایک گاؤں میں یہ ترکیب عمل میں لائی گئی تھی۔ کھال پہننے والے بندر نے [illegible] ساتھیوں سے ملنے کی بہت کوشش کی لیکن اُس کے ساتھی بندر اُس سے [illegible] خوف کھا کر بھاگے کہ اس جگہ پھر کبھی نہ آئے۔

میرے خیال میں آپ لوگوں میں سے جو لوگ اپنے باغوں میں ترکاریاں بو سکتے ہیں وہ ضرور ایسا کرینگے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے انھیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے

آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ایک اچھا تفریحی کام ہے محکمہ زراعت کے کارکنان ہر وقت آپ کو مناسب مشورے اور امداد دیں گے۔

آداب عرض

ترکاریوں کا بیہن

ترکاریوں کے بیہن کے سلسلے میں ایک مفید مضمون جناب سی۔ ایچ ریڈر نے اخبار اسٹیٹسمین نے حال ہی میں شائع کرایا ہے۔ ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

گوبھی، گانٹھ گوبھی، کرم کلہ، ٹماٹر، سلاد کام آنے والے ساگوں کا بیہن کیاریوں میں ڈالئے۔ ان ترکاریوں اور کھیتوں کے بارے میں سب سے زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ ان میں پانی کی نکاسی کا معقول انتظام ہونا چاہئے اور کھلے ہوئے موسم میں انھیں دھوپ سے بچانا چاہئے۔ اس کام کے لئے بازار میں بکنے والی سرکیاں استعمال میں لائی جاسکتی ہیں۔ کسی لکڑی کے بکس یا چھوٹی جگہ میں بیہن ڈالنے کے مقابلہ میں کیاریوں میں بیہن ڈالنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس طرح پودوں کے لئے زیادہ جگہ ملتی ہے اور بیہن کے گھنے ہونے کا امکان نہیں رہتا۔ اس طرح پودوں کی جڑوں کو مناسب ہوا اور خوراک بھی ملتی رہتی ہے اگرچہ مندرجہ بالا ترکاریوں کا بیہن ڈالنے اور اگانے میں دقت ہوتی ہے لیکن ان دقتوں کا نتیجہ یقیناً اچھا ہوگا۔

مٹی کو کھود کر اچھی طرح ہموار کرکے ترکاریوں کے بیج معقول مقدار میں ڈالے جائیں۔ اس کے بعد بیجوں کو ڈھکنے کے برابر اچھی طرح تیار کی ہوئی مٹی سے انھیں آہستہ دبا دیا جائے۔

جب بیج نکل آئیں اور ان میں پہلے کلے پھوٹ پڑیں تو انھیں اس جگہ سے ہٹا کر پہلے ہی سے تیار کی ہوئی کیاریوں میں تقریباً تین تین چار چار انچ کے فاصلہ پر پھر سے لگا دینا چاہئے۔

کرم کلا۔ ابھی جاڑے میں بونے والے کرم کلے کا وقت نہیں آیا ہے اسلئے پٹنہ اور بنارس والی قسمیں بوئی جائیں۔

فرینچ بین۔ (فرانس کی سیم کے پودے) نیم کے درختوں کے نیچے کم بڑھنے والی سیم اب بودی جانی چاہئے یہ نومبر کے پہلے ہفتہ تک اچھی طرح پھلنے لگے گی۔

اس کے لئے ایک معمولی زمین منتخب کرلینی چاہئے اور اس میں خوب اچھی طرح کھاد ڈال کر اسے تیار کرلینا چاہئے۔ کھاد کے اوپر ... کی ایک پتلی تہہ بچھا دینی چاہئے۔ بیج بونے کے لئے ایک ایسی ہی معمولی سی اونچی مینڈ بنائی جائے اسی پر ۱۸ انچ کے فاصلہ پر بیج بوئے جائیں۔ کچھ لوگ اس خیال سے کہ کہیں ایک بیج نہ جمے، ایک ساتھ پاس پاس دو بیج رکھتے ہیں اور جمنے پر کمزور پودے کو اکھاڑ ڈالتے ہیں۔ بیج کے کلے پھوٹنے کے وقت پانی وقت پر اور احتیاط کے ساتھ دیتے رہنا چاہئے۔ پانی بیجوں سے تین انچ کے فاصلے پر ہی رہے۔ کونپل پھوٹنے کے وقت بیج پر زیادہ پانی پہنچنے سے نقصان پہنچتا ہے اور بیج ٹھیک نہیں اگتا۔ بیج اگنے کے وقت زیادہ پانی برسنے سے بیج کی یہی حالت ہوجاتی ہے اس لئے احتیاط کے خیال سے دو جگہ اور کچھ وقت کے فرق کے ساتھ بونا چاہئے۔

دیر سے اور کھلی جگہ میں بونے سے یہ سیم شاید ہی کبھی اگتی اور سیم پیدا کرتی ہو۔ تیز دھوپ اور رات کی نمی، پالا وغیرہ ان نازک پودوں کی قوت برداشت سے باہر ہے۔ فرینچ بین (فرانسیسی سیم) سے پھلیوں کا کام اچھی طرح لیا جاسکتا ہے۔ پھلیاں توڑتے وقت بڑی احتیاط کے ساتھ انھیں توڑنا چاہئے ورنہ نقصان زیادہ ہوگا اور ان میں پھلوں کا آنا بند ہوجائے گا۔ اس کی کچھ اچھی ذاتیں یہ ہیں۔ ماسٹر پیس (بہترین) نیلیس الٹرا، کناڈین، ونڈر اور رانی بین۔

پھلے کی بوائی۔ پھلے کی بوائی میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ موسم کو ان کے موافق بنانے کی پوری کوشش کی جائے اور اگر ہم ان سے اپنی محنت کا پھل پانے کی خواہش رکھتے ہیں تو ہمیں اس پودے کی دل سے خدمت کرنی چاہئے۔ اگرچہ کوشش کرنے پر بھی پہلے بوئے جانیوالے پودے وقت پر بوئی جانے والی ترکاریوں کے برابر پھل نہ دیں گے لیکن موسم کے پہلے ہونے سے ان کی قیمت دونی رہے گی اور اس طرح یہ ہمارے لئے فائدہ بخش ثابت ہوں گے۔

(ترکاریوں پر مسٹر ریڈر کا لکھا ہوا مختصر رسالہ سپرنٹنڈنٹ نمبر ۲۲ ورننگ گارڈن، شملہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

ترکاری کے باڑے یا کھیت

[illegible] عمدہ [illegible] کے لئے تمام حصہ میں ترکاری کی کاشت [illegible] زمین عموماً نہایت مناسب ہے [illegible] کوئی کوئی جگہ زرخیزی [illegible] اچھی [illegible] [illegible] زیادہ [illegible] [illegible] زمین [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ترکاری [illegible] مناسب [illegible] [illegible] [illegible] اچھی کھاد دی جاوے [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] ہوتا ہے لیکن [illegible] کی کھیتی کے لئے کوئی [illegible] [illegible] [illegible] تیار [illegible] [illegible] زمین [illegible] [illegible] کھاد [illegible] [illegible] [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible] اور راستوں [illegible] کی کھاد اچھی [illegible]

کھاد [illegible] [illegible] اس ملک [illegible] ترکاری کے [illegible] کا [illegible] تو برگد [illegible] [illegible] اور [illegible] لیکن مرغی کبوتر [illegible] پتی کی کھاد [illegible] ہوئے [illegible] ہڈی کا چورا [illegible] کی کھاد [illegible] اور [illegible] کی راکھ بہت ہی فائدہ مند ہیں۔

ترکاری کے لئے [illegible] [illegible] ملا کر کام میں لائی جاویں تو اور بھی زیادہ فائدہ مند ہیں عموماً سڑکوں بازاروں کے [illegible] [illegible] جو ملا ہوا ہوتا ہے اگر [illegible] زمین میں ملا دیا جاوے تو اس کی پیداوار کو بڑھا دیتا ہے۔

یہ بات اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہئے کہ اگر کھاد دینے کے بعد فوراً ہی بیج بونا [illegible] ہو تو مناسب ہے کہ سڑی ہوئی کھاد دیں کیونکہ تازی تازی کھاد دینے سے مہینوں تک ویسے ہی پڑی رہتی ہیں اور سڑے گی نہیں تازی کھاد دینے سے نقصان دہ کیڑوں کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس سے یہ ضروری ہے کہ ترکاری وغیرہ میں ایسی کھاد دی جاوے جو پودوں کے لئے فوراً ہی خوراک کا کام دے سکے۔

زمین کی تیاری۔ اگر ترکاری کی باڑی یعنی وہ زمین جس پر ترکاری کی کھیتی کی جاوے اس رقبہ میں ہو تو یہ اچھی بات ہوگی کہ زمین کے بیچ کے حصے سے ایک راستہ نکالیں۔ اور اس راستہ سے [illegible] اور [illegible] نالیاں عموماً بناتے ہوئے راستے نکالیں اس طرح پر مناسب رقبہ کے ٹکڑے بن جائیں گے پانی کی نالیاں اس طرح تیار کریں کہ پانی باڑی کے آخری حصے تک پہنچ جاوے یعنی جس طرف پانی لیجانا منظور ہو اس طرف تھوڑا سا ڈھال اگر بیچ کے راستوں کے برابر برابر [illegible] [illegible] [illegible] آڑو۔ اور قلمی آم کے پیڑ لگائے جاویں تو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ لیکن ٹکڑے کے اندر [illegible] میں درخت نہیں لگانا چاہئے۔ کیونکہ بہت سی ترکاریاں ایسی ہوتی ہیں جو چھاؤں میں نہیں [illegible] میں ترکاری کا تخم بونے سے پہلے زمین کی کیفیت دیکھنی ضروری ہے اگر موسم گرما اور خشک ہے اور زمین میں نمی نہیں ہے۔ تو سینچائی کر دینا چاہئے اور مٹی برک [illegible] جانے پر خوب گہری جتائی کر دینا چاہئے جتائی جتنی گہری اور باریک ہوگی اتنی ہی ترکاری کے لئے فائدہ مند ہوگی۔

بیج۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ترکاری کے بیج اچھے ہونے چاہئیں۔ بعض لوگ جیسا بھی بیج ان کو وقت پر مل جاتا ہے اس کو ہی بو دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر بیج بہت ہی پرانا ہے اور خراب ہو گیا اول تو جمتا ہی نہیں اور اگر جمتا بھی ہے تو فصل بہت خراب ہوتی ہے اس لئے بیج بہت ہی یقینی طور سے لینا چاہئے یہ ضروری ہے کہ بیج جتنا عمدہ ہوگا اتنا ہی زیادہ قیمت سے ملے گا لیکن عمدہ قسم کے بیج بونے سے بعد کو اچھی فصل پیدا ہونے سے زیادہ قیمت دینے کا قطعی ملال نہیں ہوتا ہے بلکہ جب ترکاری عمدہ پیدا ہوتی ہے تو بونے والے کی طبیعت بہت خوش ہو جاتی ہے۔

زیادہ مفید یا لایق زمین۔ ترکاری کی باڑی کے لئے سب سے لایق زمین آبادی کے قریب کی ہوتی ہے کیونکہ اس میں اکثر لوگ رفع حاجت وغیرہ کے لئے جاتے رہتے ہیں دوسرے مناسب کھاد ڈالنے میں زیادہ سہولیت رہتی ہے اس لئے آبادی کے قریب کی زمین بہت ہی زرخیز ہو جاتی ہے اس رقبہ پر

ترکاری کا باڑہ بنانے کے لئے اس بات کو دیکھنے کی بھی بہت ضرورت ہے کہ قریب میں کوئی ایسی منڈی یا بازار ہے کہ جہاں ترکاریاں آسانی سے بک سکیں۔ اگر بازار یا منڈی نزدیک نہیں ہے تو ایسی چیزیں بوئی جائیں جو دوسرے بازاروں میں لے جانے سے خراب نہ ہوں اور جلد نہ سڑ جائیں۔

ترکاری بونے کا وقت ۔ کدو۔ لوکی۔ بھنڈی۔ کریلا۔ پیٹھا توری۔ بینگن۔ کھیرا۔ ککڑی اگر سینچائی کی پوری سہولیت ہو تو مارچ سے جولائی تک بو سکتے ہیں اور مٹر۔ ٹماٹر۔ پھول گوبھی۔ بند گوبھی۔ گانٹھ گوبھی۔ گاجر۔ مولی۔ شلجم۔ پالک۔ دھنیا۔ سونف۔ سیم۔ باکلہ۔ سلاد۔ لہسن۔ پیاز۔ میتھی ساگ۔ چقندر۔ ٹنڈس۔ آلو۔ ستمبر سے نومبر تک بونا چاہئے۔ بہت سی ترکاریاں الگ الگ جگہوں پر الگ الگ بونے سے اچھی ہوتی ہیں اسلئے اچھی جگہ کے یقینی تجربے سے جو چیز جس وقت بونے سے اچھی ہوئی ہو اس کو وقت پر بونا چاہئے۔

(جرنل آف دی۔ یو۔ پی۔ فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ)

پھلوں کی کاشت کے بارے میں کچھ اطلاعات

ازجناب ایس۔ لال سنگھ فروٹ اسسٹنٹ پنجاب گورنمنٹ لائل پور

۱۔ آج کل پودوں کو متعدد قسم کی بیماریاں ہونے لگی ہیں اور پودے اور پودے بیچنے والوں پر پودے نہ بیچنے کے لئے کسی قسم کی قانونی پابندی نہیں ہے اس لئے اپنے باغ کو بیماریوں کا شکار نہ بننے دینے کے لئے پودوں پر روپائی سے پہلے چونے اور گندھک کا مرکب چھڑک دینا چاہئے اس مرکب کے بنانے کی ترکیب آسان ہے وہ یہ ہے کہ ۴ پونڈ (تقریباً ۲ سیر) اچھی پسی ہوئی گندھک کو چار گیلن (ایک ٹین کا کنستر) اُبلتے ہوئے پانی میں ڈالتے ہیں اور اسمیں ۱½ سیر کچا چونا ملا دیتے ہیں۔ اسکے بعد اسے پون گھنٹے تک خوب اُبالتے ہیں اور بار بار ہلاتے رہتے ہیں۔ اسکے بعد مرکب کو کھردرے کپڑے سے چھان لیتے ہیں اور اس میں کچھ پانی اور ملا کر کل ۱۵ گیلن مرکب تیار کر لیتے ہیں۔

۲۔ پھلنے کو روپنے سے پہلے اس کی سب ٹوٹی ہوئی جڑیں یا بہت لمبی جڑیں چھانٹ لینی چاہئیں۔

۳۔ پودے سیون میں جتنی گہرائی پر لگے تھے اتنی ہی گہرائی پر یا اس سے ایک یا دو انچ زیادہ گہرائی پر روپے جانا چاہئیں۔ گرم علاقوں میں لُو سے بچانے کیلئے پودوں کو جنوب مغرب کی طرف کچھ جھکتے ہوئے رکھنا اچھا ہوتا ہے مگر جن مقامات پر زوروں کی آندھیاں چلا کرتی ہیں وہاں جس طرف کا بہاؤ ہوا اس طرف درخت لگانا چاہئے۔

۴۔ آندھی چلنے کے موسم میں پودے کی ان جڑوں کو جو ڈھیلی پڑ گئی ہوں سیدھی کر دینا چاہئے اور اسکے آس پاس کی مٹی کو اچھی طرح دبانا چاہئے تاکہ جڑوں کے بیچ میں ہوا نہ رہ سکے اسوقت ایسی احتیاط برتنے سے کئی پودے برباد ہونے سے بچ جاتے ہیں

۵۔ پانی کو جھاڑ کی پینڈ سے نہ چھونے دینا چاہئے پودے کے آس پاس کی زمین کو کچھ اونچی بنا رکھنا چاہئے۔

۶۔ روپائی کے بعد فوراً روپائی کر دینی چاہئے۔

۷۔ روپنے کا وقت۔ آڑو آلو بخارا اور انگور کی قسم کے درختوں کو لگانے کا وقت جنوری اور مارچ کے وسط کا بہتر ہے آم۔ مالٹا وغیرہ کے درخت جو کہ ہمیشہ ہرے بھرے رہتے ہیں ان مہینوں میں اور برسات کے دنوں میں یعنی جولائی سے ستمبر تک لگائے جا سکتے ہیں۔

۸۔ صرف بہت ہلکی زمینوں کو چھوڑ کر باقی زمینوں کو درخت کی روپائی کے وقت خاص کھاد دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کھاد کو کبھی بھی گڈھوں میں ایک دم نہیں بھرنا چاہئے۔ صرف اچھی سڑی ہوئی کھاد کام میں لانی چاہئے اور اسے سطح کی مٹی میں اچھی طرح ملا دینا چاہئے اگر کسی جگہ پرندی کی مٹی مل سکتی ہو تو اسے بھی سطح کی مٹی کے ساتھ ملا دینا مفید ہوتا ہے۔

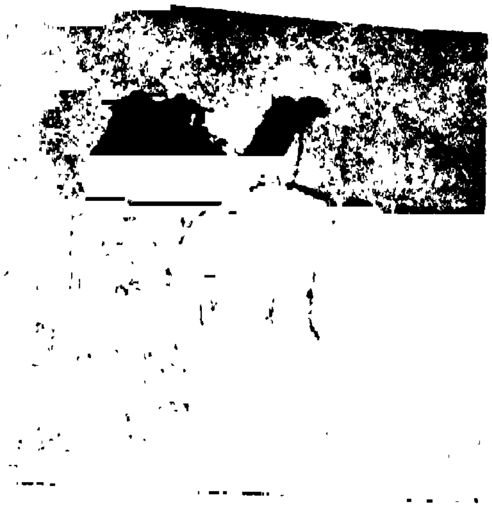
۹۔ اگر پودے بیچنے والے نے پودوں کی چھنٹائی نہ کی ہو تو روپائی کے بعد انکی چھنٹائی کرنا ضروری ہے اسطرح کی تخفیف سے پودے کو اکھاڑتے وقت جڑیں ٹوٹ جانیکے باعث جو نقصان ہو جاتا ہے اسکی تلافی ہو جاتی ہے۔ یہی نہیں اس سے پودے کو اپنی مرضی کے مطابق بڑھا سکتے ہیں۔ تخفیف کے بعد درختوں کی باڑھ بڑی تیزی سے شروع ہوتی ہے اور پینڈ کے نچلے حصے سے کئی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ ان کونپلوں کو چھینٹوں سے توڑ کر صرف وہی چار پانچ خاص شاخیں رہنے دینا چاہئے۔ جن سے کہ درخت میں سڈول پن آ سکے۔ اسطرح درخت پست قد اور پھیلا ہوا ہوگا۔

۱۰۔ درخت کے چھوٹے چھوٹے پودوں کو سورج کی دھوپ سے جلنے نہ دینا چاہئے۔ اس سے بچانیکی یہ ترکیب ہے کہ درخت کی پیڑوں کو سفید چونے سے پوت دیا جائے پوتائی کیلئے چونا بنانیکا طریقہ آسان ہے اچھا بجھا ہوا کچا چونا ۲۰ سیر لیکر ۴ کنستر گرم پانی میں ملانا چاہئے اور بعد میں اس میں ٹھنڈا پانی ڈالکر پتلا بنانا چاہئے تاکہ وہ آسانی سے پوتا جا سکے۔

(جرنل آف دی یوپی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ سے)

ساحلِ نیل پر

ہمارے ملک میں جس طرح لوگ گنگا کو مقدس سمجھتے ہیں اسی طرح اہلِ مصر دریائے نیل کو مانتے ہیں۔ یہاں ہم وہاں کے رہنے والوں کی کچھ تصاویر پیش کر رہے ہیں جس سے قارئین کو ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔



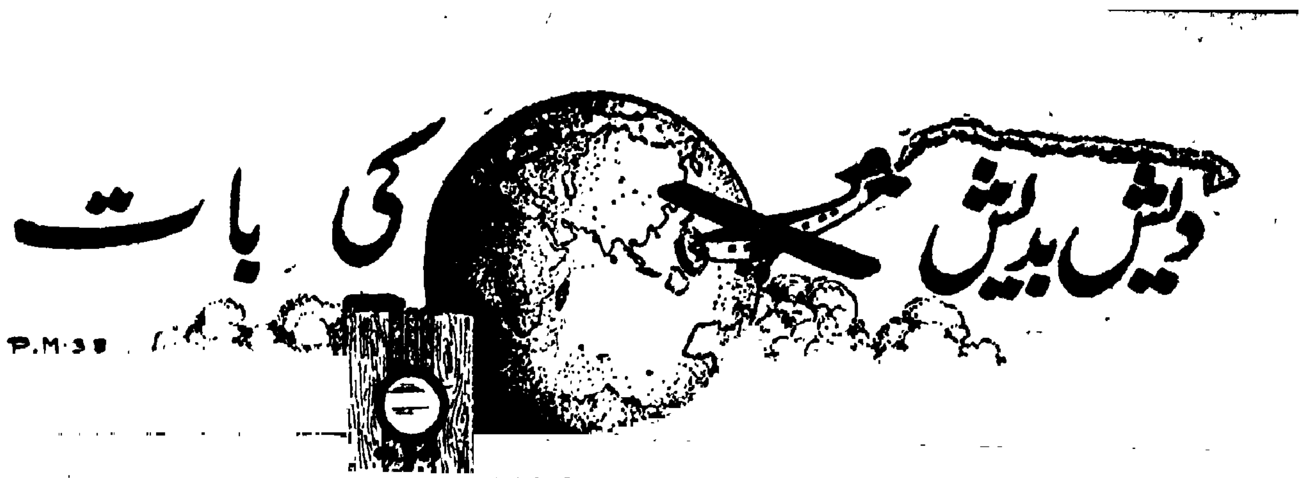
مصری کسان ہل میں اونٹ بھی جوتتے ہیں۔



ملکۂ مصر اپنے فرزند کے ساتھ



مصر میں بوڑھے آدمی گدھے پر چڑھ کر چلتے ہیں



دنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر)

ہندوستانی سیاسی مسئلہ بہت سے لوگ طے کرنا چاہتے تھے. لیکن وہ جلدی حل ہوتا ہوا انہیں نظر آتا۔ ہندو مہا سبھا کی ورکنگ کمیٹی نے بھی ادھر دہلی میں جمع ہو کر ایک تجویز منظور کی جس کا مطلب یہ تھا کہ حکومت کو چاہئے کہ ہندوستان کی آزادی کا اعلان کر کے فی الحال ایک عارضی گورنمنٹ بنا دی جائے جو یہاں حکومت کرے۔ صرف جنگی محکمہ کمانڈر انچیف کے ہاتھ میں رہے اور بقیہ اختیارات اسی ہندوستانی حکومت کو ہوں۔ ہندوستان جنگ میں پورے جوش سے حصہ لے اور بغیر اتحادیوں کی مرضی کے کسی سے سمجھوتہ نہ کرے۔ جنگ کے خاتمہ پر وہی حکومت رائے عامہ کے ذریعے ایک نمائندہ اسمبلی بنائے جو ہندوستانی آئین مرتب کرے۔ اگر کوئی سیاسی جماعت اس سے اتفاق نہ کرے تو اس کی پروا نہ کی جائے۔ مہا سبھا کے لیڈران اور صدر نے دیگر پارٹیوں کے لیڈروں سے اس کی تائید کرانے کی کوشش کی صوبہ سرحدی کانگریس نے کہہ دیا کہ ہندو مہا سبھا اور مسلم لیگ مل کر ہندو مسلم معاملہ میں جو سمجھوتہ کریں گی وہ کانگریس بھی منظور کر لے گی۔ مسٹر جناح صدر مسلم لیگ سے بھی ڈاکٹر شیاما پرساد مکرجی (ہندو سبھا) نے اس معاملے کے متعلق ۲ گھنٹے تک بات چیت کی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اتنے ہی میں مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ نے برطانوی گورنمنٹ کی طرف سے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا کہ سر اسٹیفورڈ کرپس نے ہندوستان کے لئے جو پیشکش کی تھی وہی حکومت کا مستقل فیصلہ ہے۔ انھوں نے مسلمانوں، اچھوتوں اور ریاستی باشندوں کی تعداد بتلا کر یہ بھی ظاہر کیا کہ ہندوستان میں کانگریس کا اثر ان کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ یہ تقریر کانگریس ہندوستان اور ہندوؤں کے خلاف تھا اور مسلمانوں کے موافق۔ یہ بھی کہا گیا کہ ہندوستان یورپ کی طرح ایک بر اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ جس طرح مختلف ممالک کو ملا کر یورپ میں ایک قوم نہیں بن سکتی وہی حال ہندوستان کا بھی ہے اس لئے حکومت متحدہ ہندوستان کے خلاف ہے۔ وزیر اعظم نے یہاں تک کہا کہ مسلمانوں کو علیحدہ حکومت قائم کرنے کا حق ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ ہندو ہندوستان کے ٹکڑے ہونا کبھی نہ پسند کریں گے ایسی حالت میں مسٹر چرچل کے اعلان کا نتیجہ یہ ہے کہ حکومت مسلمانوں کے موافق اور ہندوؤں کی کئی پارٹیوں کے خلاف ہے جو تعداد مسٹر چرچل نے بتائی ہے وہ بھی یک طرفہ بات ہے جنھیں وہ کانگریس کے خلاف بتاتے ہیں اُن میں سے نصف سے زیادہ کو کانگریس اپنے موافق سمجھتی ہے۔ وزیر اعظم نے یہ بھی کہا ہے کہ اندر ہی اندر کانگریس کے بہت سے لوگ جاپان سے سازباز



روسی سفر مینا کا ایک سپاہی جو بارود کی سرنگوں کو گھاس پھوس سے چھپا رہا ہے۔



[illegible] میں [illegible] ہوا باز

[illegible] ہندوستان [illegible] اُن کے [illegible] صورت [illegible] زور ڈالا [illegible] کی تقریر سے شائع [illegible] کی طرف سے [illegible] کا امکان بھی ہے۔ ایسے نازک وقت میں [illegible] ہندوؤں کو حکومت کا ساتھ دینا [illegible] نقصان سے اُن کے نقصان کا بھی

امکان ہے۔ آج کل برطانیہ اور امریکہ کی بہت سی فوج حفاظت کے لئے ہندوستان میں موجود ہے۔ حفاظت کے لئے حکومت کو وقت بھی مل چکا ہے۔ برما سے آسام کی طرف حملہ بلند پہاڑوں کے باعث بہت آسان نہیں ہے۔ پھر بھی مسٹر چرچل کی تقریر نے یہاں مایوسی بڑھا دی ہے۔

افریقہ میں العالمین جرمنی کا حملہ ہوا لیکن وہ ناکامیاب رہا۔ اب آگے چل کر ان دونوں میں سے کوئی نہ کوئی پھر سے ضرور حملہ کرے گا یہ طے ہے۔ مڈغاسکر میں انگریزوں اور فرانسیسیوں سے جنگ ہو رہی ہے۔ برطانیہ کا کچھ نقصان تو ضرور ہوا ہے لیکن انجام میں وہاں سرکاری قبضہ ہو جانے کا پورا امکان ہے۔ فرانس میں ڈیپ نامی مقام پر برطانیہ نے کچھ گھسنوں کے لئے حملہ کیا تھا جس میں دونوں طرف نقصان ہوا۔ زیادہ تر دشمن کا۔

جزیرہ سالومن پر امریکہ کا بہت کچھ قبضہ ہو چکا ہے۔ نیوگنی میں جاپانی امریکنوں اور آسٹریلینوں سے لڑ رہے ہیں ابھی مارسبی بندرگاہ پر قبضہ کرنے میں جاپانی کامیاب نہیں ہوئے۔ چین میں لانچی اور کنھوا چھیننے کے لئے چینی حملے کر رہے ہیں۔ جاپانیوں نے بھی اپنی مقامی فوج کو مدد دی ہے اور جنگ جاری ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ جاپانی سائبیریا میں روس پر بھی حملہ کریں گے۔ لیکن امکان ہونے پر بھی ابھی اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ آسٹریلیا، چین اور ہندوستان



[illegible] جنگی محاذ پر روس کی [illegible] کے ہوا باز



روسی سرچ لائٹ بردار موٹروں کا ایک دستہ

کو فتح کرنے کے خواب دیکھتا ہوا اور اتنی بڑی کوشش کرتا ہوا جاپان اسی وقت روس سے بھی لڑنے لگے یہ بات قرین از عقل نہیں ہے۔

اُدھر روس میں چار جگہوں پر خوفناک جنگ ہو رہی ہے شمال میں لینن گریڈ کی طرف حملہ کرتا ہوا روس مشرق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وسط میں رزیف پر پہلے اُسے اچھی کامیابی ہوئی تھی اور اب بھی اُدھر روس کا حملہ زوروں پر ہے لیکن کچھ دنوں سے یہ جنگ بند سی ہے۔ اس کے جنوب میں تین جگہوں پر لڑائی ہو رہی تھی۔ یعنی اسٹالن گریڈ، نوووارسسک اور دریائے ٹیرک پر نوووراسسک بحر اسود کا زبردست بندرگاہ ہے۔ روس کو اُسے خالی کر دینا پڑا ہے اور وہ جرمنوں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ گرازنی پر جانے کو دریائے ٹیرک عبور کرکے جرمنی نے مزداک کے قریب حملہ کیا ہے۔ لیکن وہاں روسیوں نے زبردست مقابلہ کرکے اسے روک دیا ہے۔ نوووراسسک کے جانے سے روس کے مقامی بحری بیڑے کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ بحر اسود میں روسی بیڑے کے لئے صرف دو چھوٹے بندرگاہ رہ گئے ہیں جن سے کام چلانے کی کوشش کی جائے گی۔

اسٹالن گریڈ میں جرمن پھاٹک تک پہنچ گئے۔ نہایت خوفناک جنگ ہو رہی ہے۔ جرمنی کا نقصان بہت ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ لیکن وہ اسے لینا ہر حال میں چاہتے ہیں۔ روسیوں کو اب بھی امید ہے کہ وہ اسے بچا لیں گے لیکن بظاہر اس کے بچنے کی اُمید کم نظر آتی ہے۔ اگر یہ جاڑے تک بچ جائے تو جتنی جرمن فوجیں جنوب کی طرف سے کاکیشیا کو گئی ہیں وہ سب قید ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے خاصا نقصان اُٹھا کر بھی جرمن اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اس کے جانے سے روس کا بھی کافی نقصان ہے۔ اگرچہ اس کی شکست اتنے سے بھی نہ ہو جائیگی۔ روس میں آج کل سب جگہ بڑی زبردست لڑائی ہو رہی ہے۔ برطانیہ اور امریکہ اُسے امداد دینا چاہتے ہیں اور فرانس میں کہیں نہ کہیں حملہ کرنے والے ہیں لیکن یہ بات ابھی نہیں ہو سکتی مگر امکان قوی ہے۔

سوال جواب

سوال ۔ ہندوستان میں کون سی نسل کی گائیں سب سے زیادہ دودھ دیتی ہیں اور یہ کہاں سے مل سکتی ہیں؟

جواب ۔ [illegible] دودھ دینے والی [illegible] ساہیوال [illegible] لال سندھی [illegible] تھارپارکر [illegible] سوال گائے کی [illegible] دودھ دینے والی گائے ہے [illegible] کاٹھیاواڑ میں [illegible] ساہیوال [illegible] ضلع منٹگمری سے [illegible] اور لال سندھی تھارپارکر [illegible] کے اضلاع سے منگائی جاتی ہیں [illegible] جہاں یہ گائیں مل سکتی ہوں۔

سوال ۔ دودھ دینے والی گایوں کو کس طرح اور کتنا چارہ دیا جائے کہ وہ خوب زیادہ اور اچھا دودھ دیں؟

جواب ۔ دودھ دینے والی گائے سے زیادہ دودھ پانے کے لئے اسے ایک مقررہ مقدار میں چارہ دیا جانا چاہئے۔ جتنا میں کر وہ ہضم کر سکے۔ اس میں کچھ تو بھاری چارہ ہو اور کچھ مقوی چارہ مثلاً کھلی، چوکر وغیرہ۔ بھاری چارے کی مقدار دیئے جانے والے چارے کی قسم پر منحصر ہے۔ لیکن عام طور سے ہرا چارہ ۲۰ سے ۲۵ سیر فی جانور کے حساب سے دیا جا سکتا ہے۔ اب مقوی چارے کے بارے میں سنئے۔ گائے کی دودھ کی مقدار کے لحاظ سے یہ چارہ [illegible] دیا جانا چاہئے۔ یہ مقوی چارے تلہن کی کھلی، گیہوں کی بھوسی، چنے اور چنے کی بھوسی اور گوار وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی مقدار علیحدہ علیحدہ کیا ہے یہ بات آپ کے علاقہ میں حاصل ہونے والے جانوروں کے چاروں کو دیکھ کر بتائی جا سکتی ہے۔ عام طور پر یہ ملاون ڈھائی سیر دودھ دینے والی گائے کو ڈیڑھ سیر دینی چاہئے اس کے بعد ہر ڈیڑھ سیر دودھ پر آدھ سیر ملاون دی جائے۔

سوال ۔ سوال نمبر ۲ کو مد نظر رکھتے ہوئے دودھ دینے والی گائے کے لئے سب سے سستا اور اچھا چارہ کون سا ہے؟

جواب ۔ بغیر یہ جانے ہوئے کہ کس طرح کا چارہ کہاں پر عام طور سے دستیاب ہوتا ہے اس سوال کا معقول جواب دینا مشکل ہے۔ ہر ایک ہرا چارہ، جو ہمیشہ ہری رہنے والی گھاس یا مثلاً لوسنیا وغیرہ یا کھیتوں میں بوئے جانے والے چارے مثلاً جوار یا مکا وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے، یکساں ہے۔ اس لئے سب سے سستا چارہ وہی ہے جو صوبہ میں آسانی سے اور سستے داموں میں مل سکے۔

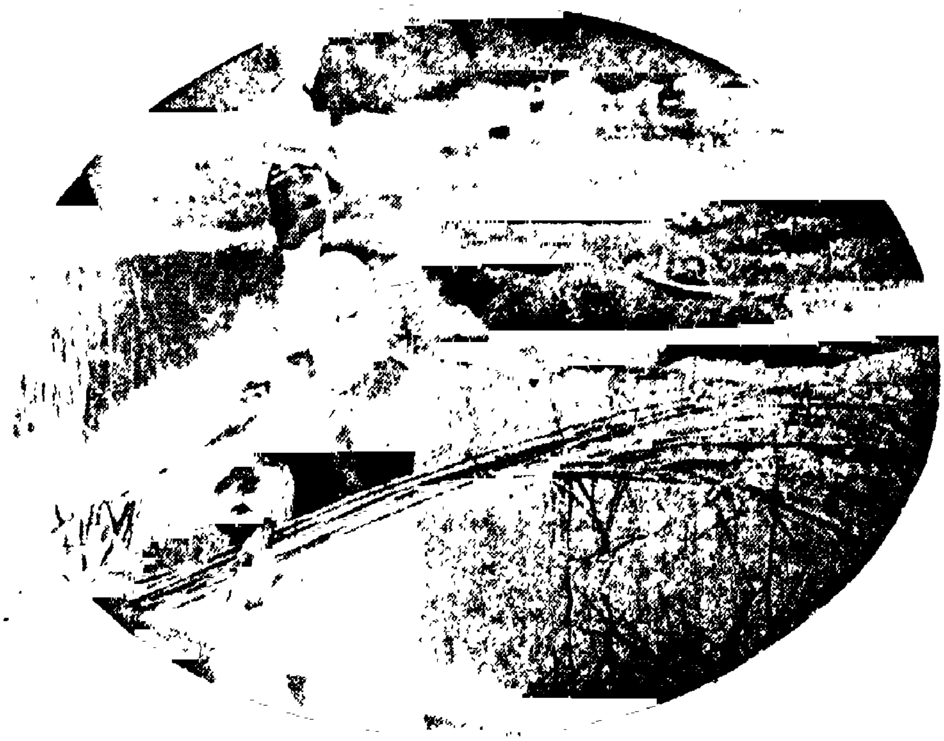
سوال ۔ دور کی جگہوں تک دودھ بھیجنے کی کیا ترکیب ہے ایسی تدبیر کیا ہیں جن پر عمل کرنے سے دودھ دور تک جانے پر بھی تازہ اور مفید رہے۔

جواب ۔ اگر دور پر رہنے والوں کو دودھ بھیجنا ہی ہو تو اُسے کیمیاوی آلات کے ذریعہ یا پیسچرائز (پانی کے ذریعے مرض دور کرنے کا طریقہ) کر کے اُسے تندرست کر دینا چاہئے یا پھر اس کا مکھن، پنیر، اور کھویا وغیرہ بنا لیا جائے۔ ایسا کرنے ہی سے دودھ ان مقامات پر بھیجا جا سکتا ہے جو ڈیری سے دور ہوں۔

سوال ۔ ڈیری کے جانوروں کا دودھ بڑھانا اور اُسے اچھا بنانے کی دیگر ترکیبیں کیا ہیں؟

جواب ۔ کسی ایک جانور یا ڈیری کے کل جانوروں کے دودھ کو بڑھانے اور اُسے اور اچھا بنانے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ اچھے سانڈوں سے گایوں کا میل کرایا جائے اور انہیں اچھا اور مقوی چارہ کافی مقدار میں دیا جائے۔

(انڈین فارمنگ)



سو بہ بنگال کو جوٹ سے بڑی آمدنی ہے۔
اوپر کی تصویر میں ریشوں کو علیحدہ کرنے
کا طریقہ دکھایا گیا ہے۔ سن کی طرح اس
کو بھی باندھ کر کچھ دنوں کے لئے پانی میں
چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے بعد نکال کر ڈنٹھل
سے ریشے کو علیحدہ کر دیتے ہیں۔



ایک دیہاتی عورت چرخہ چلا رہی ہے۔ اس
کا کاتا ہوا سوت گھر بھر کے کپڑوں کے لئے
کافی ہوتا ہے اور جو آمدنی بچ رہتی ہے وہ
گھر کے دوسرے کاموں پر خرچ ہوتی ہے۔



صوبہ پنجاب کے
دیہاتی اسکولوں
میں بچے ٹوکریاں وغیرہ
بنانے کا کام بڑے
شوق سے سیکھتے ہیں
[illegible] لڑکے
کا کام [illegible] دیتا ہے
اور انھیں مدد دیتا ہے
وہ یہ بھی دیکھتا ہے
کہ کس صنعت سے اسے
زیادہ دلچسپی ہے۔



صوبہ پنجاب کا ایک
دیہاتی مدرسہ۔ ماہ نومبر
میں صبح جب دھوپ
بڑی بھلی لگتی ہے
درجہ کے باہر بچوں
سے ایسے کام لیے
جاتے ہیں جن میں
تعلیم کے ساتھ ساتھ
انھیں کھیل کا بھی
لطف آتا ہے۔

ہماری کوآپریٹیو سوسائیٹیاں

یوپی میں تحریک امداد باہمی

۱۹۴۰ء میں پیداوار اور خرید و فروخت پر بہت زیادہ زور دیا گیا

۱۹۴۰ء کی کوآپریٹیو سوسائیٹیوں کی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی غیر معمولی حالت کے باعث عوام میں خوف اور بدامنی پھیلنے پر بھی یہ تحریک ترقی کرتی رہی ہے۔ کسانوں کی مالی حالت کی اصلاح کے لئے پیداوار اور خرید و فروخت پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔ کیونکہ یہ باتیں ترقی کے لئے زیادہ ضروری سمجھی گئیں۔

عام ترقی

پچھلے سال ہر قسم کی کل سوسائیٹیوں کی تعداد ۱۶۰۷۸ تھی اور اس سال یہ بڑھ کر ۱۷۰۹۷ ہو گئی ہے۔ ان کے ممبروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ سال ممبروں کی تعداد ۱۱۶۶۹۷۰ تھی اور اس سال ۱۲۹۱۵۴۳ ہو گئی ہے۔ جاری شدہ سرمایہ ۳,۵۵,۵۸,۴۹۲ روپے سے بڑھ کر ۳,۵۲,۱۲,۷۸۳ روپیہ ہو گئی ہے۔ سنٹرل بنکوں کی تعداد ۷۰ ہی رہی۔ ان سوسائیٹیوں میں ۱۵,۹۷۹ ابتدائی زرعی سوسائیٹیاں بھی شامل ہیں۔ جن میں محکمہ گاؤں سدھار کے رہن سہن کو اچھا بنانے والی سوسائیٹیاں بھی شامل ہیں۔ پچھلے سال اس تحریک کے کام میں کل ۲۵۰۲ کروڑ کا سرمایہ لگایا گیا تھا لیکن اس سال اسی کام میں ۲۶۰ کروڑ کا سرمایہ لگا۔ یہ بات کسی قدر اطمینان بخش ہے ہر قسم کی سوسائیٹیوں کے ذاتی سرمایہ میں متوازی ہو رہی ہے۔ اس طرح یہ سوسائیٹیاں اس شرح سود کو متواتر کم کر سکیں گی جو ممبروں سے لی جاتی ہے۔ مگر اس سے سنٹرل بنکوں کا منافعہ بھی گھٹتا جائے گا۔ اگر وہ اپنے سرمایہ کو فائدہ بخش کاموں میں نہ لگائیں گے۔

دیہاتی بینک

دیہات کے بنکوں کی تعداد ۹۶۱ سے بڑھ کر ۱۴۲۱ ہو گئی ۴۶۵ نئی سوسائیٹیاں بنائی گئیں اور غیر محدود ذمہ داری والی موجودہ سوسائیٹیوں میں سے ۸۸۷ کو دیہاتی بنکوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ کچھ غیر محدود ذمہ داری کی زرعی کاموں کے لئے قرض دینے والی سوسائیٹیوں کو دیہاتی بنکوں میں تبدیل کر دینے کے باعث یا کچھ سوسائیٹیوں کا رجسٹریشن ختم کر دینے کے باعث ان کی تعداد ۶۷۴۱ سے گھٹ کر ۵,۹۹۹ ہو گئی۔ جاری شدہ سرمایہ اور ذاتی سرمایہ بالترتیب ۴۹.۳۶ اور ۵۸.۱۱ لاکھ ہے۔ اس طرح دوسرا پہلے سرمایہ کا ۶۱.۶ فیصدی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ علامت حوصلہ افزا ہے اور اس کا سوسائیٹی کے کام پر بہت اچھا اثر پڑا۔ ۱,۷۴۸ سوسائیٹیوں نے منافعہ تقسیم کیا۔ ۶۴۸ نے سود کی شرح میں کمی کی اور ۱۲۲۶ سوسائیٹیوں نے اپنے ممبروں سے وصول کئے جانے والے سود کی شرح کم کی۔

غلہ کی خرید و فروخت

زرعی پیداوار کی خرید و فروخت کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کا یہ تیسرا سال تھا۔ اور سرکاری گرانٹ سے کام کرنے کے لئے ۱۵۲ سپروائزر مقرر کئے گئے۔ پچھلے سال کی بہ نسبت جبکہ ۸,۴۴,۲۹۳ روپے کی قیمت کا ۳ لاکھ من غلہ اور تلہن کی تجارت کی تھی۔ اس سال تقریباً ۱۶.۶۶ لاکھ روپے کی لاگت کا ۵ لاکھ من تلہن اور غلہ ۸۴ مارکٹنگ یونینوں کی معرفت خریدا اور فروخت کیا گیا۔ خرید و فروخت کے تینوں طریقے یعنی :-

(۱) نقد روپیہ دے کر خریدنا۔

(۲) کمیشن پر فروخت کرنا۔

(۳) مارکٹنگ یونین کی طرف سے آڑھت کی دوکانیں کھولنا، کام میں لائے گئے اور ان کا نتیجہ بھی الگ الگ ہوا۔ جن چیزوں کو خریدا اور فروخت کیا گیا وہ گیہوں، چنا، جو، دال، تلہن اور تمباکو تھیں۔

ایکھ کی سوسائیٹیاں

اصلاح نیشکر (ایکھ سدھار) اسکیم کے ماتحت کام کرنے والی، مرکزی سوسائیٹیوں کی تعداد، جس سال کی یہ رپورٹ دی جا رہی ہے اس کے آخر میں ۸۱ تھیں۔ ان سوسائیٹیوں نے ۱۴,۰۰۰ دیہاتوں میں کام کیا اور اپنے ممبروں کو کھیتی کے لئے بیج، کھاد،

[illegible] ان کی گنے کی فصل کی ضمانت پر [illegible] کا قرض دیا [illegible] روپے کی قابل [illegible] میں سے ۴۵۳ [illegible] روپے [illegible] وصول ہوئی [illegible] ۸۰ فیصدی ہے۔ [illegible] کمیشن تھا جو [illegible] کے منافع کا [illegible] ان کو انیکشن [illegible] کرنے سے ملتا ہے۔ ان [illegible] فروخت کئے جانے والے [illegible] کی تعداد [illegible] ۵ فیصدی ہوتا [illegible] پچھلے سال [illegible] ۹۵ فیصدی [illegible] تینوں حلقوں میں [illegible] ۵۳۰۰ [illegible] روپے سے زیادہ [illegible] سوسائٹیاں [illegible] سوسائٹیوں کے علاوہ [illegible] سوسائٹیاں [illegible] ۱۸۲۵۱ [illegible] روپے [illegible] ۳۰۹۰ [illegible] سوسائٹیاں اپنے ممبروں کی [illegible] خرید و فروخت کے کام کے علاوہ [illegible] کا کام [illegible] ہے۔

ان سوسائٹیوں نے [illegible] کا بھی اچھا کام کیا ہے۔ انہوں نے ۱۴۱۵ [illegible] ۸۰۲ [illegible] ۸۲٫۶۰ روپے [illegible] ۳۴٫۵۱٫۳ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ مویشیوں کی [illegible] ۱۵ [illegible] دیہاتوں میں مفت [illegible] ۸۲۶ نئے کنوئیں بنوائے [illegible] ۵۷۶ [illegible] کی مرمت کی۔

پھلوں کی پیداوار

پھلوں کی خرید و فروخت کرنے والی سوسائٹی نے [illegible] فیض آباد میں کام کیا۔ کمیشن سے اس کو ۱۰۳ روپے کی آمدنی ہوئی۔ سوسائٹی کی خرید و فروخت کا کام اطمینان بخش رہا۔ اس سال فیض آباد کی ایک سنٹرل ایگریکلچرل ڈیولپمنٹ اور مارکٹنگ سوسائٹی کی اس سال رجسٹری کی گئی۔ ممبروں کی پیداوار میں سے تقریباً ۱۲۰۰ من غلہ مقامی بازار میں فروخت کیا گیا۔ اس نے باہر سے ۱۳ مختلف فرموں سے پھل منگائے اور ان کو اپنے ممبروں کی طرف سے بازار میں فروخت کیا۔

دودھ پہنچانے والی سوسائٹیاں

اس قسم کی کل سوسائٹیوں کی تعداد ۲۵ ہے۔ جن میں سے ۱۷ لکھنؤ میں، ۷ الہ آباد میں اور ایک ایک اناؤ اور بنارس میں ہیں۔

لکھنؤ کی سوسائٹیاں لکھنؤ کوآپریٹیو ملک یونین کے ساتھ ملحق ہیں۔ جس سال کی یہ رپورٹ دی جا رہی ہے اس سال ۹٫۲۸۱ من دودھ، ۱۹ من مکھن، ۸۲ من گھی، ۱۴۱ من کریم اور ۵۲۷۵ من مکھن نکالا ہوا دودھ فروخت کیا گیا۔ دودھ کا اوسط جو روزانہ خریدا جاتا تھا ۳۸ من تھا اور جتنا دودھ روزانہ فروخت کیا جاتا تھا اس کا اوسط ۲۷ من تھا۔ ۵۸۳۶ روپے کی آمدنی ہوئی جس سے خسارہ کم ہو کر [illegible] روپے ہی رہ گیا۔ یونین نے ۲۳۴۰ روپیہ ممبروں کو اچھی نسل کی ۴۷ گائیں اور ۱۷ بھینسیں خریدنے کے لئے دیا۔ یونین نے ان دیہاتوں میں ۳ کنوئیں بھی کھدوائے اور مویشیوں کے رہنے کے لئے ایک سائبان بھی بنوایا۔

الہ آباد کی کٹرہ ڈیری نے ۱٫۹۹۵ من دودھ فروخت کیا اور ۲۱۱ روپے کا منافع حاصل کیا۔ جب کہ گزشتہ سال اس کو ۵۵ روپے کا خسارہ ہوا تھا۔ بنارس کی ڈیری نے ۵۷۷ من دودھ فروخت کیا۔

نور بافوں کی سوسائٹیاں

اس قسم کی سوسائٹیوں کی تعداد [illegible] ہے [illegible] کے اضلاع میں [illegible] تنظیم کرنے کا زیادہ مطالبہ کیا گیا۔ چنانچہ [illegible] سوسائٹیوں کی تعداد [illegible] سے بڑھ کر [illegible] ہو گئی۔

گھی سوسائٹیاں

ایسی سوسائٹیوں کی تعداد ۶۰۷ سے بڑھ کر ۶۹۳ ہوگئی ہے۔ یہ سوسائٹیاں ۱۵ اضلاع میں پھیلی ہیں۔ گھی یونینوں کی تعداد ۶ سے ۸ ہوگئی ہے۔ کل ۴۸,۰۰۰ من گھی فروخت کیا گیا جس کی قیمت ۱,۶۰,۰۰۰ روپے تھی اور ۹,۰۰۰ روپے کا منافع ہوا۔

گڑ سوسائٹیاں

یہ اچھی طرح مان لیا گیا ہے کہ جس طرح خانگی صنعتوں میں امداد باہمی کے اصول پر عمل کیا جاتا ہے اسی طرح صنعت گڑ سازی میں بھی اس اصول پر عمل ہو۔ یہ بات اس سے ظاہر ہے کہ سوسائٹیوں نے تقریباً ایک ہزار عمدہ قسم کے کولھو خریدے ہیں۔ اس وقت بنارس، غازیپور، بلیا، کانپور، فرخ آباد، بریلی، مراد آباد، لکھنؤ، نینی تال اور میرٹھ میں ایک درجن ترقی گڑ اور گڑ کی مارکٹنگ سوسائٹیاں ہیں۔ مندرجہ بالا بیشتر مقامات پر وہاں کی منڈیوں میں کوآپریٹیو آڑھت کی دوکانیں، جن کو کوآپریٹیو بیوپار منڈل کہا جاتا ہے ان سوسائٹیوں کی امداد کے لئے کھولی گئی ہیں۔

خواتین کی سوسائٹیاں

جس سال کی یہ رپورٹ دی جارہی ہے اس سال اس قسم کی سوسائٹیوں کی تعداد ۷۰ سے بڑھ کر ۷۷ ہوگئی ہے۔ ان کے علاوہ ۶۵ ایسی اور سوسائٹیاں بھی ہیں جن کی رجسٹری نہیں ہوئی ہے۔ ان سوسائٹیوں کے ممبروں نے ۱۳,۰۵۹ روپے کا سرمایہ کفایت کرکے جمع کیا ہے۔ پچھلے سال صرف ۱۰,۶۸۷ روپے جمع کئے گئے تھے۔ ان کے ممبروں کی تعداد بھی ۲,۴۸۷ سے بڑھ کر ۲,۸۷۶ ہوگئی۔ انھوں نے ۴۱۹ من سامان جمع کیا۔ جبکہ گزشتہ سال صرف ۳۱۴ من سامان جمع ہوا تھا۔ کچھ ممبروں کو دیگر قسم کے کاروبار مثلاً کھلونا بنانا، کتائی، پٹے پروسنے وغیرہ کی تعلیم دی گئی اور نیواڑ بننے کا کام بھی سکھایا گیا۔ سال کے آخر میں لکھنؤ کی بانس منڈی سوسائٹی کے ماتحت بیل بوٹے کاڑھنے کی تعلیم دینے کے لئے ایک کلاس بھی کھولا گیا۔

گھروں کی تعمیر کا انتظام کرنے والی سوسائٹیاں

ان سوسائٹیوں کی تعداد ۲۱ سے بڑھ کر ۳۲ ہوگئی ہے۔ ایسی سوسائٹیوں کی تعداد مختلف مقامات پر اس طرح ہے۔ میرٹھ میں ۳۔ الہ آباد میں ۳، لکھنؤ میں ۳، بلند شہر میں ۲، آگرہ میں ۲ اور بستی، علیگڈھ، متھرا، ایٹہ، بریلی، فرخ آباد، جھانسی، سیتاپور، فیض آباد اور مین پوری میں ایک ایک ہیں۔

آبپاشی کا انتظام کرنے والی سوسائٹیاں

اس سال ان سوسائٹیوں کی تعداد ۱۴۳ سے بڑھ کر ۱۵۵ ہوگئی ہے یہ ۲۳ اضلاع میں ہیں اور تنہا مراد آباد میں ان کی تعداد ۶۶ ہے۔ بریلی میں ان کی تعداد ۱۱ ہے اور ضلع الہ آباد میں ۱۴ ہے۔ ضلع بریلی میں ایک سنٹرل سوسائٹی ہے جو اس سے ملحق ابتدائی سوسائٹی کی مدد سے ہر سال اڑال ندی پر ایک باندھ باندھتی ہے اور اس طرح ان کے تقریباً ۴۰ دیہاتوں کے کھیتوں کو سینچنے کا انتظام کرتی ہے۔ آبپاشی کا انتظام کرنے والی سوسائٹیاں روز بروز مقبول ہوتی جارہی ہیں۔

زندگی سدھار سوسائٹیاں

اس سال کے آخر میں ان سوسائٹیوں کی تعداد ۴,۷۴۵ سے بڑھ کر ۵,۷۲۸ ہوگئی ہے۔ صوبہ کی زندگی سدھار سوسائٹیوں اور دیگر کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے کام کے نتیجے میں اس سال وہ رقبہ جس میں عمدہ قسم کے گیہوں اور گنے بوئے گئے تھے بالترتیب ۱,۲۶ اور ۱,۴۸ لاکھ ایکڑ تھا۔ جبکہ پچھلے سال صرف ۱,۲۲ اور ۱,۲۹ لاکھ ایکڑ زمین پر گنا اور گیہوں بویا گیا تھا۔ اس سال ۹,۰۴۳ مسٹن ہل استعمال کئے گئے تھے۔ جبکہ پچھلے سال ان کی تعداد ۸,۵۱۱ تھی۔ ۴,۲۱۸ چارہ کاٹنے کی مشینیں کام میں لائی گئیں۔ ۱,۴۴۹ نئے کنوئیں جنوائے گئے اور ۱,۴۴۳ پرانے کنوؤں کی مرمت کی گئی۔ کوآپریٹیو سوسائٹیوں کے ۲,۰۶۹ ممبروں کو فرسٹ ایڈ (ابتدائی امداد) کی ٹریننگ دی گئی اور ہوشیار دائیوں کی تعداد ۱,۷۵۳ ہوگئی۔ ۲,۷۷۳ دواؤں کے بکسوں سے اتنے ہی دیہاتوں میں ۲,۲۷ لاکھ اشخاص کا علاج کیا گیا۔ ۳۲۷ بالغوں کے مدرسوں میں کام ہوا اور سال کے اندر ۲,۲۲۸ طلبار کا نام درج رجسٹر تھا۔

کھیتوں کی چکبندی

سوسائٹیوں کی تعداد ۱۸۲ سے بڑھکر ۲۱۸ ہوگئی ہے۔ ایسی سوسائٹیوں کی تعداد سہارن پور میں ۵۲، بجنور میں ۹۸ اور بقیہ سوسائٹیاں ۱۰ دوسرے اضلاع میں پھیلی ہیں۔ کام کی دیکھ بھال کے لئے ۱۵ سپروائزر ہیں۔ اس سال تقریباً ۲۲,۰۰۰ بگیھ

زمین کی پیداوار [illegible] جو گزشتہ سال سے دوگنی ہے۔ کھیتوں کی [illegible] [illegible] ہوگئی ہے۔ اس وقت [illegible] [illegible] ہو گیا ہے وہ تقریباً ایک لاکھ [illegible] ہے۔ [illegible] روز بروز [illegible] زیادہ ہے۔ زیادہ لوگوں کو [illegible] ہو رہا ہے۔ جو [illegible] کے لیا فائدہ [illegible]۔

اچھوتوں کے لئے [illegible]

اچھوتوں کی [illegible] [illegible] پچھلے سال کی [illegible] کی سرکاری [illegible] حکومت [illegible] [illegible] کی حالت [illegible] [illegible] [illegible] آباد میں [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible]

مویشیوں کی نسل کی اصلاح کی سوسائٹیاں

اس سال [illegible] سوسائٹیوں [illegible] تعداد [illegible] سوسائٹیوں کی [illegible] مختلف [illegible] طرح [illegible]۔ اٹاوہ میں [illegible] آگرہ [illegible] اور [illegible] مظفر نگر [illegible] علیحدہ علیحدہ اور [illegible] پوری [illegible] ان کی تعداد [illegible]
آگرہ کی [illegible] سب سے زیادہ [illegible] میں سے [illegible] سوسائٹیاں [illegible] پوری کی سوسائٹی [illegible] [illegible] کے لئے رجسٹرڈ کی ہے۔ [illegible] سوسائٹی [illegible] کے مویشیوں کو [illegible] کے [illegible] انعام ملے ہیں۔

ہز اکسیلنسی گورنر کے پاس تحریک امداد باہمی کا وفد

ایک وفد جس میں خان صاحب [illegible] چشتی، رائے صاحب دلیپ مان سنگھ، ڈاکٹر ڈی۔ ایل۔ [illegible] دوبے، مسٹر ایس۔ این کپور اور مسٹر رگھو راج سروپ ممبر ورکنگ کمیٹی یو۔ پی کوآپریٹو یونین اور اس کے سکریٹری مسٹر این۔ بی۔ تھگن شامل تھے گورنر

یو۔ پی کے پاس ۱۶ ستمبر کو گیا۔
وفد نے یو۔ پی میں ایک صوبہ کوآپریٹیو بینک کے جلد از جلد قیام پر زور دیا اور رجسٹرڈ سپروائزروں کے لئے سرکاری گرانٹ میں ۲۰،۰۰۰ روپیہ کا اضافہ کرنے کی درخواست کی۔

یو۔ پی کی کوآپریٹیو آفیشل سوسائٹی کا اجلاس

یو۔ پی کی کوآپریٹیو آفیشل سوسائٹی کا ایک خاص اجلاس سینٹ جوزف اسکول میں مسٹر ایس۔ ایس جیسن۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو۔ پی کی صدارت میں ہوا۔

سوسائٹی کے کام میں گزشتہ سال جو دشواریاں پیش آئیں۔ ان کے پیش نظر سوسائٹی کے آئین میں کئی تبدیلیاں کی گئیں۔

اجلاس میں مسٹر گور سہائے انسپکٹر محکمہ امداد باہمی سندیلہ اس سال کے لئے آنریری سکریٹری منتخب کئے گئے۔

مداری پور گروپ کانفرنس

گزشتہ ماہ جون میں مداری پور میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی جس کی صدارت پنڈت متھرا پرشاد نے فرمائی۔ کانفرنس میں سب سے پہلے بچوں نے پرارتھنا کی۔ اس کے بعد پنڈت لال بہاری نے تقریر کرتے ہوئے بتلایا کہ ہر ایک گاؤں میں ایک چھوٹا سا بنک ہونا ضروری ہے۔ گاؤں میں صفائی، تعلیم اور بیماروں کو ترقی دینا ہر ایک دیہاتی کا فرض ہے۔

حلقے کے سپروائزر نے بتلایا کہ اس کانفرنس کا مقصد سوسائٹی کو ترقی دینے کی تدابیر سوچنا ہے۔ اس کانفرنس کی وجہ سے اُن دیہاتوں میں بھی امداد باہمی کی اشاعت ہوتی ہے جہاں پر سوسائٹیاں نہیں ہیں۔

صاحب صدر نے اپنی تقریر میں بتلایا کہ ان کو مداری پور کی سوسائٹی کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور وہ امید کرتے ہیں کہ مستقبل میں سوسائٹی کی اور زیادہ ترقی ہوگی۔ بچوں کے کھیل کود کے بعد کانفرنس ختم ہوئی۔

کام کی کتابیں



سیر کائنات۔ ترجمہ جناب حفیظ احمد خاں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ عثمان آباد دکن شائع کردہ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی۔ قیمت دو روپیہ چار آنہ۔

سالہا سال سے لندن کا رائل انسٹی ٹیوشن ہر سال بڑے دن کے موقع پر کسی نہ کسی مشہور سائنسداں کو لکچر دینے کی دعوت دیتا رہا ہے۔ سننے والوں میں آٹھ نو برس کے بچوں سے لیکر اسی برس تک کے بوڑھے بھی شامل رہتے ہیں۔ اس لکچر کی زبان عام فہم ہوتی ہے اور مقرر کو پُر اشتیاق اور نکتہ چین گروہ کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ طرح طرح کے سوالات کئے جاتے ہیں اور انکا جواب دینا پڑتا ہے ۱۹۳۳ء میں یہ خدمت انگلستان کے مایۂ ناز اُستاد سائنس سر جیمس جینس کے سپرد ہوئی تھی زیر نظر کتاب اسی سائنسداں کی تقریر کا ترجمہ ہے۔ جسے فاضل مترجم نے نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیکر اردو دُنیا پر احسان کیا ہے۔

پونے تین سو صفحات کی یہ ضخیم کتاب ہر عمر کے لوگوں کے لئے مفید اور سبق آموز ہے۔ پوری کتاب آٹھ باب میں منقسم ہے جن میں زمین۔ آسمان۔ ہوا۔ ماہتاب۔ سیارے۔ سورج۔ ستارے اور سدیم کی تفصیلات سے بحث کی گئی ہے انگریزی اصطلاحات بھی جن کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے سامنے درج کر دیگئی ہیں جس سے اصل لفظ اور اس کے ترجمہ کو ذہن نشین کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ کتاب با تصویر ہے۔

تعلیم اور دیہات سدھار۔ مصنفہ مسٹر آئی۔ ای موما ایم۔ ایس۔ سی۔ ناشر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس (کلکتہ بمبئی مدراس) ضخامت ۲۰۰ صفحات۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ قیمت درج نہیں۔

اس مفید اور جامع کتاب کو اگر دیہات سدھار کی ڈائرکٹری کہہ دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ کیونکہ دیہات سدھار سے تعلق رکھنے والی ہر بات پر اس میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہندوستان کے دیہاتوں کی تباہ حالی دیکھکر اکثر لوگ تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے لیکن اس کتاب کے مصنف ان لوگوں میں سے نہیں۔ آپ ایک باعمل انسان ہیں اور آپ نے ہندوستان کے دیہاتوں اور ان کے باشندوں کی ذہنیت کا غائر مطالعہ کیا ہے اپنے سالہا سال کے تجربے سے موصوف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دیہاتی زندگی کی اصلاح اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ دیہاتی ذہن اور ارادے میں نہ تبدیلی پیدا کی جائے۔ یہ واقعہ ہے کہ بیرونی کارکن لاکھ مخلص اور جوشیلے سہی لیکن انکا تعلق دیہاتیوں سے اتنا مستقل نہیں ہو سکتا جس سے عوام کے ذہن اور ارادوں پر ایک دیرپا اثر پڑے یا جس سے ان میں اصلاح و ترقی کا جذبہ موجزن ہو اس کام کے لئے ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جو ہر وقت دیہاتوں میں رہیں اور نہ صرف ذاتی اثر بلکہ تربیت کے لحاظ سے بھی ان پر اثر ڈالنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

مسٹر موما سمجھتے ہیں کہ اس کام کے لئے مدرس سے زیادہ موزوں کوئی کارکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دیہاتیوں کی ضروریات انکی ذہنیت اور کمزوریوں سے خوب واقف ہوتا ہے اور چونکہ لوگ اپنے بچوں کا استاد ہونے کے باعث اس کا احترام بھی کرتے ہیں اسلئے اس کا اثر عام دیہاتیوں پر بہت کافی ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے مقابلے میں یہ خدمت زیادہ خوش اسلوبی سے انجام دے سکتا ہے۔ اسی لئے یہ کتاب خاص مدرسین ہی کے لئے لکھی گئی ہے اگرچہ اس سے ہر گاؤں سدھار سے دلچسپی لینے والا شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اس میں دیہات سدھار کے ہر ایک پہلو پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور اتنے عام فہم انداز میں سب باتیں سمجھائی گئی ہیں کہ معمولی سے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی انھیں سمجھ سکتا ہے۔

ہمیں جناب عبدالعزیز فاروقی کا بھی ممنون ہونا چاہئے جنھوں نے اس بیش بہا تصنیف کو انگریزی میں منتقل کیا۔ فاضل مترجم نے اپنے ذاتی تجربوں اور دوسروں کے مشوروں کی مدد سے اُسے اصل کتاب سے بھی زیادہ مفید بنا دیا ہے۔ کتاب میں جا بجا تصاویر نے اس کی افادیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

گاؤں سدھار سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص سے ہم سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔

داغ دھبے

(از جناب رضا حسن صاحب)

گھاس کے داغ

اکثر بچوں [illegible] گھاس [illegible] کھیلتے ہیں [illegible] گھاس کے دھبے ان کے [illegible] لگ جاتے ہیں [illegible] کپڑوں [illegible] داغ کو دور کرنے کے [illegible] بعد میں الکوحل [illegible] لگا کر دھو ڈالئے [illegible] ہو جائے گا

قہوہ اور چائے کا داغ

اکثر [illegible] کے کپڑوں پر قہوہ یا چائے [illegible] دھبے دور [illegible] تر کرکے پھر اس پر [illegible] بعد میں سادہ پانی سے [illegible] ہو جائے گا۔

شوربے کے داغ

اکثر [illegible] کھانا کھاتے وقت [illegible] کے کپڑوں پر شوربے کے داغ لگ جاتے ہیں اور کپڑوں کو [illegible] بنا دیتے ہیں شوربے کے داغ دور کرنے کے لئے کئی چیزیں استعمال کی جا سکتی ہیں - [illegible] امونیا گرم پانی میں حل کرکے [illegible] تو کپڑا صاف ہو جائے گا۔

ہلدی کا داغ

باوجود بہت زیادہ احتیاط کے بھی بہنوں کے کپڑوں پر ہلدی کے داغ ہو جاتے ہیں [illegible] کھانا پکانے کا کام خود انجام دیتی ہیں - ہلدی کے داغ بہت برے معلوم ہوتے ہیں - ان کو دور کرنے کے لئے پہلے امونیا لگا کر دھو لیجئے اور اس کے بعد پوٹاشیم پرمگنیٹ میں پھر بغیر پانی سے دھوئے داغ والی جگہ کو سوڈیم بائی سلفائیڈ ٹھنڈے پانی میں حل کرکے اس میں ڈبو دیجئے اور اس کے بعد سادہ پانی سے دھو کر خشک کر لیجئے داغ دور ہو جائے گا۔

مرہ سیز بلوں کے داغ

اس داغ کو سہاگہ سے دھو ڈالئے تو دور ہو جائے گا اور اگر داغ پرانا ہو تو پوٹاشیم پرمگنیٹ - ایک ٹکسا ایسڈ کو گرم پانی میں حل کرکے داغ پر لگائیے اور پھر دھو ڈالئے کپڑا بالکل صاف ہو جائے گا۔

سائکل کے تیل کے داغ

اکثر سائکل چلانے والے بھائیوں اور بہنوں کے کپڑوں پر سائکل کے تیل کے داغ لگ جاتے ہیں اور ان کالے رنگ کے دھبوں کی وجہ سے کپڑا خراب ہو جاتا ہے اور پھر پہننے کے قابل نہیں رہتا - مشکل تو یہ ہے کہ یہ داغ اکثر دھوبی کے یہاں جا کر بھی نہیں صاف ہوتے - سائکل کے تیل کے داغ دور کرنے کے لئے مٹی کا تیل یا پٹرول لگا کر دھو ڈالئے تو دور ہو جائیں گے۔

خون کے داغ

اکثر چوٹ وغیرہ لگنے سے خون کے داغ کپڑوں پر لگ جاتے ہیں اور خشک ہونے کے بعد ان کا دور کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے - خون کے داغ دور کرنے کے لئے پہلے داغ پر لیمو لگائیے اور پھر پھٹکری کا پانی لگا کر داغ کو اسپرٹ اور صابن حل کرکے اس میں تر کر لیجئے اور گرم پانی سے دھو ڈالئے داغ دور ہو جائے گا - اور اگر کپڑا رنگین ہو تو اس پر سے داغ دور کرنے کے لئے ہائیڈروسلفائٹ گرم پانی میں حل کرکے اس میں کپڑے کو دھو ڈالنے سے دور ہو جائے گا یا پوٹاشیم پرمگنیٹ کو ٹھنڈے پانی میں حل کرکے اس میں داغ کو تر کرکے بعد میں دھو ڈالئے تو دور ہو جائے گا۔

پسینہ کے داغ

گرمی کے زمانہ میں کپڑوں پر پسینہ کے داغ دور کرنے کے لئے امونیا کو پانی میں حل کرکے اس میں تر کیجئے بعد میں سادہ پانی سے دھو ڈالئے پسینہ کے داغ دور ہو جاتے ہیں۔

ترکوں کا شیخ چلّی

(الیاس ہارون)

آق شہر ترکی کا مشہور شہر ہے۔ ملّا نصیر الدین جنھیں ترکوں کا شیخ چلّی کہنا چاہیئے۔ اس شہر کے پاس ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتے تھے اگرچہ انھیں انتقال کئے ہوئے ساڑھے پانچ سو سال ہو چکے ہیں۔ پھر بھی ملّا نصیر الدین کے لطیفے اور چٹکلے ترک کسانوں کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں۔

ملّا نصیر الدین خود کسان تھے۔ اور اگرچہ انھیں دیر تک شہروں میں رہنے کا موقع ملا۔ لیکن ان کے بارے میں جو کہانیاں ہم تک پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیہات کی محبت ان کی طبیعت میں رچی اور بسی ہوئی تھی۔ ان کی گفتگو کا انداز خالص دیہاتی تھا۔ اور ان کی ظرافت بھی زیادہ تر دیہاتیوں کے ڈھب کی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شہر کے لوگ انھیں بہت جلد بھول گئے۔ لیکن کسان انھیں نہ بھول سکے۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ایک شخص نے ان کے لطیفے جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اسے اس کام کے لئے دیہات کا سفر کرنا پڑا۔ چنانچہ ترکی۔ جرمن اور انگریزی میں ان کے جو لطیفے چھپے ہیں وہ ترک کسانوں سے پوچھ پوچھ کر ہی جمع کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ لطیفے سنئے۔

ایک مرتبہ ملّا نصیر الدین حجام سے سر منڈا رہے تھے۔ حجام اناڑی تھا۔ سر کو جگہ جگہ سے زخمی کر دیا۔ لیکن جہاں زخم لگتا تھا وہ کسوت سے روئی نکال کے وہاں چپکا دیتا تھا۔ جب وہ آدھا سر مونڈھ چکا تو ملّا نصیر الدین کہنے لگے۔ اب بس کرو۔ حجام نے حیران ہو کے پوچھا۔ کیوں؟ ملا صاحب نے کہا تم نے آدھے سر میں کپاس بوئی۔ اب میں آدھے سر میں گیہوں بوؤں گا۔

ایک دفعہ ملّا دوستوں کے ساتھ سیر کو جا رہے تھے۔ راستے میں ایک اونچا مینار نظر آیا۔ ملّا کے دوستوں میں سے ایک کہنے لگا۔ خدا جانے یہ مینار کس نے بنایا؟ اور کس طرح بنایا؟ اتنی اونچائی پر پہنچنا انسا کا کام تو معلوم نہیں ہوتا۔ دوسرا بولا۔ مینار بنانا کیا مشکل ہے پہلے مینار بنا لیا۔ پھر اسے کھڑا کر دیا۔ ملّا اب تک چپ چاپ باتیں سن رہے تھے۔ لیکن اب ان سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور وہ کہنے لگے یہ غلط ہے۔ کہ بہت گہرا کنواں کھودا۔ اسے الٹا تو مینار بن گیا۔

آق شہر کی ایک دوکان پر سلے سلائے کپڑے بکتے تھے ایک دفعہ ملّا نصیر الدین بھی وہاں پہنچے۔ اور دوکاندار سے کہنے لگے میں ایک پاجامہ خریدنا چاہتا ہوں۔ دوکاندار نے ایک اچھا سا پاجامہ دکھایا۔ ملّا نصیر الدین نے اسے پسند کر لیا۔ اور کہنے لگے اسے لپیٹ دو۔ جب دکاندار پاجامہ لپیٹ چکا۔ تو ملّا کہنے لگے۔ مجھے پاجامہ کی ایسی ضرورت نہیں اسکے بدلے مجھے ایک صدری دے دو۔ دوکاندار نے بہت سی صدریاں ملّا صاحب کے سامنے رکھ دیں۔ انھوں نے ان میں سے ایک چھانٹ لی۔ اور چلنے لگے۔ دوکاندار بولا۔ ملّا صاحب صدری کے دام تو دیتے جایئے۔ ملّا صاحب کہنے لگے بھائی صدری تو میں نے پاجامے کے عوض لی ہے دوکاندار نے جواب دیا اچھا پاجامے کے دام ہی دلوایئے ملّا نے کہا۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ میں نے پاجامہ لیا ہی نہیں تو اس کے دام کیسے دوں۔

ملّا نصیر الدین کے ذمہ ایک دوکاندار کے ۵۳ پیاستر (ترکی کا ایک سکہ) قرض تھے۔ ایک دفعہ ملا صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ بازار میں سے گزر رہے تھے۔ کہ اس دوکاندار نے اشارے کرنے شروع کر دے۔ جن کے معنی یہ تھے۔ کہ روپے جلد دلوائے۔ ملا صاحب نے پہلے تو اسے ٹال دینا چاہا۔ جب دیکھا کہ دوکاندار باز نہیں آئے گا۔ تو اسے بلا کے کہنے لگے "میرے ذمے کتنی رقم ہے"۔ دکاندار بولا "۵۳ پیاستر" ملا صاحب نے کہا "اچھا ۲۸ پیاستر کل لے جانا۔ اور ۲۰ پیاستر پرسوں۔ یہ سب گنتے ہوئے دکاندار نے جواب دیا۔ "۴۸" ملا نے پوچھا باقی کیا رہا۔ دکاندار کہنے لگا۔ صرف پانچ پیاستر۔ یہ سن کے ملّا نصیر الدین کو غصہ آگیا اور جھلا کے کہنے لگے تمھیں شرم نہیں آتی۔ کہ تم صرف پانچ پیاستر کے لئے مجھے دوستوں کے سامنے ذلیل کر رہے ہو۔

(پنچایت)

ہندوستان میں کھیتی کا سرکاری انتظام

([illegible] ایم۔ ایل۔ سی ۔ [illegible] برٹش کاٹن گروئنگ ایسوسی ایشن (پنجاب))

[illegible] صوبہ پنجاب [illegible] مضمون لکھا تھا [illegible] صرف تین سال کے [illegible] بنائے گئے [illegible] سال ہو چکے ہیں [illegible] ان کا مذکرہ خالی از [illegible] ہوگا

جب [illegible] زمین لی گئی تو اس کے [illegible] کیا گیا تھا [illegible] سمجھائی ہوئی بھی [illegible] تھا۔

[illegible] ٹیلے تھے [illegible] ایکڑ کا تھا جس [illegible] درختوں کو صاف کرنے اور [illegible] ایک طبقے کا یا [illegible] کسانوں کو وہ زمین [illegible] برابر کرنے کے لئے دیدی [illegible] کو آباد کرنے والے کسانوں [illegible] دو فصلوں [illegible] کے لئے زمین کا [illegible] معاف کر دی گئی۔

کسانوں کی فلاح کے کام اور انھیں امداد دینے کے لئے محکمہ [illegible] کا ایک علیحدہ فنڈ بنا دیا تھا۔ اس فنڈ میں حکومت کی طرف [illegible] ہزار روپیہ سالانہ [illegible] وصول کرنے کے لئے دیتی ہے شامل ہوجاتا ہے

فصلوں کا [illegible] کی اسکیم۔ خانیوال میں ہر سال ہونیوالی بارش اوسطاً ۵ انچ ہے اسلئے ہماری فصلوں کو نہر کے پانی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ پورا رقبہ ۲۵ ایکڑ کے کئی درجوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر ایک درجہ کے پانچ ٹکڑے (یا پانچ پانچ ایکڑ کے) بنا کر انکو آدھا کر دیا گیا ہے۔ اس طرح ہر ایک بڑا ٹکڑا ڈھائی ڈھائی ایکڑ کے درجوں میں تقسیم ہوگیا ہے۔ ان میں دس قطاریں ہیں۔ ہر پانچ ایکڑ کی قطار کے بعد پانی جانے کے لئے نالیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان دس قطاروں میں اس طرح فصلیں بوئی جاتی ہیں۔ چار قطاروں میں گیہوں اس کے بعد تین قطاروں میں جانوروں کے لئے چارہ بویا جائیگا۔ اور روئی اور چارے کے چھ ٹکڑوں میں سے چار میں گیہوں اور باقی تین کو یونہی چھوڑ دیا جائیگا یا ان میں چارہ بو دیا جائیگا۔ اس بات کی حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ پانی بیکار نہ جانے پائے اور انھیں ٹکڑوں کو پانی ملے جن میں فصلیں ہوں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ تقریباً ۱۵ فیصدی پانی نالیوں میں برباد ہوتا ہے۔ پرتی زمین میں بیکار پانی نہیں دیا جاتا۔ ایسا کرنے سے بہت سا پانی بیکار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ پانی برباد ہونے سے بچانے کی ایک اور تدبیر بھی ہے جو سیمنٹ اور بالو کی کیچڑ بنا کر نالیوں میں پوت دیجاتی ہے جس سے پانی بیکار نہیں جاتا۔ یہ ترکیب محکمہ آبپاشی کے ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر میکنزی کی ہے۔ اس طرح محکمہ آبپاشی سے ملنے والے پانی کا ایک ایک قطرہ بیکار جانے سے بچایا جاتا ہے۔

سب فصلیں مثلاً روئی اور گیہوں قطار در قطار بوئی جاتی ہیں اور انھیں آٹھ روپئے والے گھراتی ہو (بیلچہ) یا گیہوں کے کھیت کو لوہے کے بینگے سے جو دس روپئے میں آتا ہے انگلیچر گوڑتے یا جگا دیتے ہیں) کرتے ہیں ایسا کرنے سے گھر تو ڑ دی گھاس پھوس نیچے چلا جاتا ہے اور پانی بھاپ بن کر اڑنے نہیں پاتا۔ اگر کھیت میں گھاس پھوس رہ جائیگا تو اس سے فصل کو بہت نقصان پہنچے گا۔ اسے فصل کا بہت بڑا دشمن سمجھنا چاہئے۔

کھاد کے گڈھے ۔ ۲۵ ایکڑ چار درجوں کے درمیان میں ½ ایکڑ زمین پر شیشم اور کیکر کے پودے لگائے جاتے ہیں مقصد یہ ہے کہ کسانوں کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ دیہاتوں میں اپنے جانوروں کو باندھنے کے بجائے کھیتوں میں باندھیں کھاد اور گوبر کو گڈھوں میں اکٹھا کیا جاتا ہے اور جتنی سڑی گلی چیزیں مل سکتی ہیں سب اس میں پڑی رہتی ہیں۔ اس طرح کے درختوں کے جھنڈ اس وقت لہلہا رہے ہیں جن کی لکڑیاں کھیتی کے اوزار بنانے اور گھروں کی مرمت بنانے میں کام آتی ہیں۔ خود دیہاتوں میں اندور کی طرح کھاد کے گڈھوں کی فیکٹری بنائی جارہی ہے ۱۲ درجوں کو چھوڑ کر بقیہ درجوں میں کاشتکاروں کی طرف سے طریقہ تقسیم (ادھیا پر) کھیتی کی جارہی ہے۔ غلہ کاٹنے کے وقت کل غلہ کے ڈھیر سے جس میں کاشتکار اور مالک دونوں کا حصہ رہتا ہے آدھ سیر اناج فی من کے حساب سے اکٹھا کر لیا جاتا ہے جو دوا علاج

تعلیم، دائیوں وغیرہ پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس بات سے لوگ بہت خوش ہیں آدھا خرچ کسان اور آدھا زمین کا مالک دیتا ہے۔

ہل، ہینگا اور لوہے کے دیگر آلات گاؤں کے مرکزی دفتر میں رکھے جاتے ہیں اور کسانوں کو بر وقت ضرورت اُدھار دیئے جاتے ہیں۔ جوتے بوئے جانے والے کھیتوں میں سال میں کم ازکم ایک بار لوہیا ہل ضرور چلایا جاتا ہے۔

این۔ ٹی۔ کاٹن (روئی) کی پیداوار — نئے قسم کے گیہوں اور روئی کا تجربہ فارم میں بہت وسیع پیمانے پر ہوتا رہا ہے۔ ۲۸۹ ایف نمبر کی روئی خوب بوئی گئی اور اس کی اشاعت کی گئی۔ راقم الحروف سنہ ۱۹۲۱ء میں لائل پور کے مسٹر ملنے سے صرف تھوڑے سے بیج لایا تھا۔ این۔ ٹی قسم کے یا دوسری ذات کی لمبے ریشے والی روئی جو پنجاب اور سندھ میں ہوتی ہے، اسی سے پیدا ہوئی ہے ان میں سب سے اچھی اور چنی ہوئی روئی وہ سمجھی جاتی ہے جس کے بیج آٹھ سال ہوئے خانیوال فارم میں مسٹر روجر تھامس نے منتخب کئے تھے۔ یہ روئی آجکل صوبہ پنجاب میں دو لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین پر اور بہاولپور و سندھ میں ایک لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین پر بوئی جاتی ہے۔ ۲۸۹ ایف نمبر کی روئی کی ساڑھے چار لاکھ گانٹھیں ہر سال ہوتی ہیں اور پنجاب، بہاولپور اور سندھ کے جن کھیتوں میں یہ روئی بوئی جاتی ہے ان کا رقبہ تقریباً ایک لاکھ ایکڑ ہوگا۔

اس کام کے لئے ہم لوگوں نے پنجاب، بہاولپور، سندھ اور بلوچستان میں پٹے پر دو لاکھ ایکڑ زمین ایسی لی ہے جس کی سینچائی ہو سکتی ہے۔ جس کا مرکز خانیوال ہے۔ اسکے علاوہ ہمارے فارم کے پاس اوٹنے اور گانٹھ دبانے والی ۱۳ فیکٹریاں اور ۲ بڑی تیل کی ملیں ہیں۔

محکمہ زراعت پنجاب اور بہاولپور کے کسانوں کو ڈھائی لاکھ ایکڑ کے لئے روئی اور ایک لاکھ ایکڑ زمین کے لئے گیہوں کا بیج ہر سال دیا جاتا ہے۔

گذشتہ دو سالوں میں روئی کی پیداوار کا اوسط ۱۲½ من فی ایکڑ اور گیہوں کا ۲۰ من فی ایکڑ رہا ہے۔ لیکن یہ اوسط بالترتیب ساڑھے ۱۵ اور ۲۲ من فی ایکڑ تک رہ چکا ہے۔

اگرچہ فارم کے چار مواضعات میں ٹھیک طور پر کسان آباد کئے گئے تھے اور سڑکوں کے کنارے درخت لگے تھے مگر مکان معمولی اور چلتے ہوئے تھے۔ اب ایک خاص اسکیم کے مطابق کسانوں کے لئے گھر بنائے جا رہے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ تین چار برسوں میں یہ کام ختم ہو جائیگا۔

کسانوں کے علاج کے لئے ایک ڈاکٹر بھی رکھا گیا ہے اور مرکز والے گاؤں میں ایک دواخانہ بھی ہے جس میں روزانہ تقریباً ۴۰ بیماروں کو دوائیں دی جاتی ہیں۔

گاؤں میں بچوں کی اور نو مولود بچوں کے مرنے کی تعداد زیادہ دیکھکر ۶ سال قبل دائیوں کی ٹریننگ کا کام شروع کیا گیا تھا۔ اب تک ۱۲ دائیاں ٹریننگ پا چکی ہیں۔

اب فنڈ اصلاح اور دیگر اچھے کاموں کے لئے روپیہ جمع کیا جا رہا ہے جس میں فارم اور کسانوں کا حصہ برابر ہے اسکا سہرا سر چھوٹو رام کے سر ہے کیونکہ یہ خیال اُنھیں کے دماغ میں پیدا ہوا تھا۔ اس وقت جب کہ وزیر زراعت تھے۔

اس فنڈ میں کسانوں کا حق ہوگا کہ وہ اُسے خرچ کریں لیکن اس حق کو رد کرنے کا اختیار فارم کے منیجر کو ہے۔ اس فنڈ کی رجسٹری کی جا رہی ہے تاکہ کسانوں کو یہ یقین ہو جائے کہ فنڈ کا روپیہ صرف انھیں کے فائدے کے کاموں میں خرچ کیا جائے گا۔

(انڈین فارمنگ)

ہمارے دیہاتوں کے مسائل

(از جناب ایس۔ کے۔ مہتہ۔ آئی۔ سی۔ ایس)

ہمارے دیہاتوں اور شہروں میں [illegible] فاصلہ ہو گیا چونکہ دیہاتوں کے حالات اور [illegible] نظر نہیں آ سکتی۔ گاندھی جی نے دیہاتوں کی [illegible] سب [illegible] ہیں مگر [illegible] خود [illegible] ہے جب تک ہم دیہات کی زندگی میں [illegible] جا [illegible] کی اصلاح نہیں کر سکتے [illegible] اقتصادی [illegible] کا مطالعہ [illegible] گھوڑا [illegible] معلوم [illegible] مجھے کسانوں کی مشکلات کا [illegible] احساس نہ ہوا ہماری دیہاتی زندگی کو [illegible] پارٹی بندی [illegible] ہے۔ دیہاتوں میں [illegible] سب کو ملا کر کوئی [illegible] بات نہیں ہے۔ دیہاتی [illegible] زندگی [illegible] جو پہلے [illegible] آزاد [illegible] سے [illegible] اب [illegible] ایک [illegible] سوال ہے [illegible] طاقت [illegible] صرف کی جائے [illegible] کا مطالبہ [illegible] دیہاتوں کی اصلاح [illegible] نہیں ہے کیونکہ یہ اصلاح تو [illegible] بات کی ہے [illegible] میں ان کو سمجھ کر ہمیں آگے کام بڑھانا ہے۔ مثلاً صفائی کے سوال کے سلسلے میں دیہاتوں میں [illegible] سے حفاظت کی کیا اسکیم ہونی چاہئے یہ سوال ابھی حل نہیں ہوا ہے۔ گورنمنٹ تھوڑی دور پر گڈھے کھودے جائیں یہ بھی [illegible] ہے۔ گاؤں کے آس پاس جوار یا دوسری اونچی فصلیں ہوتی ہیں مگر ان سے گندگی بڑھتی ہے یہ تو ہم جانتے ہیں مگر اس کے علاوہ اپنی عادتوں کا خیال رکھ کر کونسی تدبیر نکالیں یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ گاندھی جی کے آشرم میں جو طریقہ رائج ہے وہ ایک اچھا نمونہ ہے مگر ہمارے دیہاتوں کے لوگ اس کی تقلید کرنے کو ابھی تیار نہیں اور شاید آئندہ بھی تیار نہ ہونگے۔

دوسرا سوال گھر میں کافی روشنی کا ہے۔ ہمارے دیہاتوں کا رواج ہی ایسا ہے اور وہاں غریبی بھی اتنی ہے کہ [illegible] رکھنے کا مشورہ دینا ایک مضحکہ خیز بات سمجھی جائیگی۔

کھیتی میں عمدہ قسم کے بیج بونا ایک بہت آسان راستہ ہے اور اس سے فائدہ بھی جلدی ہوتا ہے اسکے لئے روپئے کی اور محنت کی ضرورت ہے۔ عمدہ بیج تقسیم کئے جانے کے ساتھ کسانوں کو اس بات کا بھی پورا علم ہونا چاہئے کہ بیج کس طرح بوئے جائیں۔

تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ہمارے دیہاتوں میں جتنے زمانے میں کھاد کا اگر پورا پورا استعمال کیا جائے تو ہماری اقتصادی حالت بہت کچھ سدھر سکتی ہے اور جہاں مالی حالت نہیں سدھری وہاں سماجی یا سیاسی تبدیلی بہت جلد نہیں ہو سکتی۔ اس وقت ہماری دیہاتی زندگی میں تہذیب یا عزم و استقلال کا فقدان بتلایا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے زندگی کی جد و جہد اتنی سخت ہو گئی ہے کہ باقاعدہ زندگی کی لہریں اٹھنے ہی نہیں پاتیں۔ ہماری خواتین کی حالت ابھی اتنی قابل رحم ہے کہ جتنی طاقت قومی زندگی میں ان کی طرف سے ملنی چاہئے اس کا سوواں حصہ بھی نہیں ملتا۔

ابتدی تو آپ تن کے سوال کو لیجئے۔ ساگ سبزی میں دال بدن جو تبدیلیاں ہوتی جا رہی ہیں وہ مفید نہیں نظر آتیں بلکہ جس قوت کا ارتقا ہونا چاہئے اسکو ہم اپنی ہی تبدیلیوں سے زوال پذیر کرتے جا رہے ہیں۔ ہمارے شہری باشندوں کا قد دیکھکر کوئی بھی اجنبی ہمارا مستقبل روشن نہیں کہہ سکتا۔

دیہاتوں میں صفائی کا سوال لیجئے۔ میرے تجربہ کے مطابق گندے پانی کے پھیلنے کو آسانی سے روکا جا سکتا ہے اور یہ طریقہ ہمارے یہاں موریوں اور چہ بچوں کا ایک ترمیم شدہ طریقہ ہے۔ معمولی چہ بچہ کے لئے چار پانچ فیٹ گہرا اور تین چار فیٹ چوڑا گڈھا کھود کر اس میں اینٹ، کنکر اور مٹی ملا کر بھر دینا چاہئے اس میں گھر کا تمام پانی جانے دیا جائے تو ہمارے گھروں کی بہت سی گندگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اسے سوختہ گڈھا کہتے ہیں۔ اس میں کوئی خرچ نہیں۔ سوختہ گڈھے پر برسات کے بعد کچھ مٹی ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اول تو سوختہ گڈھا ایک فلٹر کا کام کرتا ہے دوسرے اس سے مچھر قطعی نہیں پیدا ہوتے۔

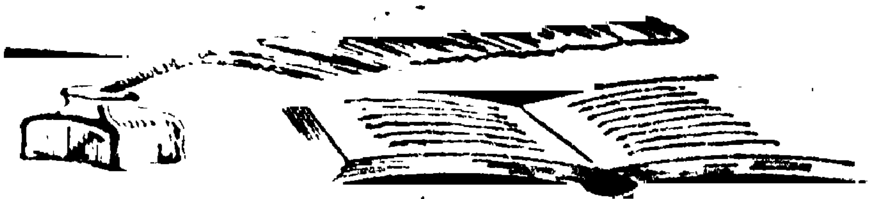
اسی قسم کا ایک دوسرا سوال لیجئے۔ گاؤں میں ہم ڈاکٹری امداد کس طرح پہنچائیں۔ یہ بھی ایک بہت پیچیدہ سوال ہے۔ اس کے لئے گاندھی جی نے چمپارن میں ایک چھوٹی سی ابتدا کی تھی۔ اس کے مقابلہ میں ہم نے ایک بہترین اسکیم بنائی ہے

جس سے شاید لوگوں کو زیادہ فائدہ ہو۔ دیہاتوں کی عام بیماریوں کے لئے دس پندرہ دوائیں ہم تیار کرتے ہیں اور انھیں دیودار کی ایک صندوقچی میں بند کر کے ہر ایک پنچایت والے گاؤں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ جو علاج ہم نے بتائے ہیں وہ سب خانگی ہیں اور کتنے ہی ایسے ہیں جنھیں ہر ایک اسکول کے طالب علم اور مدرس کو جاننا چاہئے۔ مثلاً اگر کسی کے دانت میں درد ہو رہا ہے ایک دو سیاہ مرچ دبا کر دانتوں میں دبالیں تو درد ایک دم ہلکا پڑ جاتا ہے۔ اس طرح کے دوسرے علاج بھی ہیں۔ دوا کی ایک صندوقچی تقریباً ٢ روپئے خرچ آتے ہیں۔ اس طرح معمولی بیماریوں کا علاج آسانی سے ہو سکتا ہے اور لوگ کس طرح تندرست رہ سکتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

ہماری زندگی میں خاص غلطی یہ ہے کہ ہم اپنی ہمیشہ کی عادتوں کی صحت اور غلطی کے بارے میں بہت کم غور کرتے ہیں۔ مثلاً ہمارے یہاں برتن کو مٹی سے ۔ بجنے کا رواج ہے۔ لیکن شائد ہی کسی کے گھر میں مانجھنے کے لئے صاف مٹی کا ڈھیر ملے گا۔

انسانی زندگی ابھی ہمارے یہاں بہت ارزاں ہے اور ہمیں اسے گراں بنانا ہے۔ ہمارے شہری باشندے اسی زمانہ میں دیہاتوں کو بہت کچھ سکھا سکتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ شہروں میں خیالات اور معاشرت میں جتنی تبدیلی ہے اس کا دسواں حصہ بھی دیہاتوں میں نہیں ملے گا۔ سب سے زیادہ اہم بات خیالات و معاشرت میں ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔ شہروں کی زندگی سیاسی تحریکوں کے لئے شائد زیادہ مفید ہوگی۔ ملک کی مستقل نجات کے لئے تو ہمیں اپنے دیہاتوں کی از سرِ نو تعمیر کرنی ہوگی اور اس کے لئے بنیاد ڈالنی ضروری ہے کھیتی کے ساتھ کے جو جزدی کام ہیں۔ مثلاً گاؤں کی صفائی، گاؤں کا پانی، حفظانِ صحت، کھیل سماجی رسم و رواج ان سب باتوں میں ہم باریکی سے تحقیقات کر کے منظم طور پر کام کرنا ہے۔ اس کے لئے مفکروں اور رضاکاروں کی ضرورت ہے۔





اپنے خیالات

کسانوں کا بھلا

[illegible] الہ آباد اگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے یہ سال کسانوں کا بھلا ہونا چاہئے [illegible] سال [illegible] گزشتہ [illegible] کو ہوا تھا۔ اس ہفتے کا افتتاح ڈائریکٹر صاحب نے کیا [illegible] فرمایا تھا۔ ایک وقت یہ [illegible] موصوف [illegible] فرمائی تھی [illegible] کام کی باتیں بتلائی تھیں [illegible] اصلاح [illegible] آلات [illegible] زراعت کا [illegible] گیا تھا۔ ڈائریکٹر صاحب موصوف نے [illegible] دیا تھا کہ غلہ کی موجودہ گرانی [illegible] کسانوں کو پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر [illegible] زیادہ [illegible] تو انھیں کافی فائدہ ہو سکتا ہے [illegible] انتظام [illegible] صاحب [illegible] وہاں کے لوگوں کو انھوں نے [illegible] پانی کے لئے کنوئیں کھدوا [illegible] ایک اسکول قائم کر سکتا [illegible] اسلئے ڈائریکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ زمیندار لوگ [illegible] طرف کوشش [illegible] تو یہ کام کچھ مشکل نہیں ہوگا اور [illegible] وہ اپنا [illegible] بھی نکال سکتے ہیں۔

[illegible] دوسری بات جو ڈائریکٹر صاحب نے کہی تھی وہ [illegible] کے متعلق تھی۔ انسٹی ٹیوٹ کی اچھی گایوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ جو لوگ یہاں رہتے ہیں وہ سب جانتے ہیں کہ دودھ، گھی اور مکھن کی کیا اہمیت ہے اگر ہمارے صوبے کے کسانوں کو کافی مقدار میں دودھ گھی کھانے کو ملے تو انکی صحت اچھی ہو سکتی ہے اور وہ محنت بھی اور زیادہ کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں موصوف نے مثال دیکر یہ بتایا کہ پنجاب اور صوبہ سرحد کے کسان یو پی اور دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں دودھ گھی زیادہ استعمال کرتے ہیں اور اسی لئے وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ تندرست رہتے ہیں۔ پنجاب اور صوبہ سرحد میں دودھ کو لوگ سب سے اچھی غذا مانتے ہیں۔ اس کی مثال بھی آپنے یوں پیش کی۔

صوبہ سرحد کے ایک زمیندار صاحب کو یہ دھن تھی کہ انھیں ہمیشہ سے اچھا دودھ ملنا چاہئے۔ اس لئے انھوں نے ایک بہت اچھی نسل کی گائے منگا کر پالی تھی۔ اسی گائے کا دودھ برابر پیا کرتے تھے۔ چند سال کے بعد انھوں نے شادی کی اور اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اسی گائے کا دودھ پلانے لگے۔ ایکبار جب انکا لڑکا قریب سال بھر کا تھا۔ انھیں اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ ریل کا سفر کرنا پڑا۔ زمیندار صاحب نے یہ ضد کی کہ سفر میں بھی ان کے لڑکے کو اسی گائے کا دودھ ملنا چاہئے۔ اس لئے جب وہ ٹکٹ خریدنے گئے تو اسٹیشن کے افسران سے کہا کہ ایک ڈبہ ان کے لئے اور ایک ڈبہ ان کی گائے کے لئے ریزرو کر دیا جائے۔ لیکن ریلوے کے افسران ان کی خواہش پوری نہ کر سکے۔ اس سے ان کو بہت زیادہ مایوسی ہوئی۔ اس مثال سے آپ یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ بعض بعض آدمی اپنے گھر کے خالص دودھ کو کتنی اہمیت دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈائریکٹر صاحب نے ایک اچھی اسکیم بھی پیش کی جس کے مطابق ضلع الہ آباد کی گایوں کی نسل سدھاری جا سکتی ہے اور یہاں کے باشندوں کو بھی اچھا دودھ مل سکتا ہے۔ آپ کی اسکیم یہ ہے کہ ضلع الہ آباد میں اگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کی مدد سے سندھی نسل کے سانڈ جگہ جگہ رکھے جائیں تاکہ یہاں کی گائے اور بیلوں کی نسل بھی سدھرے اور کسانوں کو خالص دودھ اور دہی مل سکے۔ ڈائریکٹر صاحب کا اعتقاد ہے کہ اگر ایسا کیا جائے تو چند ہی سال میں ضلع الہ آباد میں دودھ گھی کی کمی دور ہو جائیگی۔

ڈائریکٹر صاحب محکمہ زراعت کی ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر ایک کسان کو اپنے لئے اور اپنے بچوں کے

کے دودھ گھی کا پورا انتظام کرنا چاہیئے۔ اس سے انکی تندرستی میں اضافہ ہوگا اور وہ زیادہ کام کر سکیں گے اور اس طرح ان کی آمدنی بھی بڑھیگی۔ بہت سی بیکار گائیں پالنے سے یہ بہت اچھا ہے کہ ایک یا دو دودھ دینے کی گائیں پالی جائیں گائیں اچھی نسل کی ہوں اور اچھے سانڈوں سے گابھن کرائی جائیں۔ اس میں اُنھیں زیادہ خرچ نہیں کرنا پڑے گا اور فائدہ بھی زیادہ ہونے کا امکان ہے۔

آرام کا وقت

سخت مشقت کے بعد آرام کا وقت خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو لیکن بڑا مسرت بخش ہوتا ہے اور کسانوں کو تو اس وقت کا سب سے زیادہ انتظار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ رات دن سخت محنت میں مصروف رہتے ہیں۔ یوں تو ہر کسان کو کھانے پینے اور سونے کے لیئے وقت نکالنا پڑتا ہے لیکن آرام کی گھڑی ان اوقات کو نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ کھانا پینا بھی ایک کام ہے اور سونا بھی جسم کی تکان کو دور کرنے اور دوسرے دن کے کام کے لئے جسم کو تر و تازہ کرنا بھی کام ہے۔ آرام کا وقت دراصل وہ وقت ہونا چاہیئے جب کسان کے پاس کوئی کام نہ ہو، کوئی فکر نہ ہو اور کوئی پریشانی نہ ہو۔ وہ اپنے اس وقت کا مالک ہو اور اپنے پڑوسیوں اور اپنے گھر کے لوگوں کے درمیان ہو اور خوش ہو۔ عموماً دیہاتوں میں یہ آرام کا وقت جاڑے کے دنوں میں لمبی شاموں میں آتا ہے جب کہ کسان آگ کے گرد بیٹھتے ہیں۔ اور آپس میں غپ شپ کرتے ہیں۔ گرمیوں میں یہ وقت جیٹھ کی دوپہر دن میں آتا ہے جب کہ وہ آم کے درخت کے نیچے بیٹھ کر غپ شپ کرتے ہیں یا برسات میں اُن دنوں میں آتا ہے جب موسلا دھار پانی برستا ہے، ہل چلانا بند ہو جاتا ہے اور گھر میں کوئی کام نہیں رہ جاتا۔ اس وقت کسان اپنے چوپالوں میں بیٹھتے ہیں اور غپ شپ کرتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو دیکھیں گے کہ یہ آرام کی گھڑیاں بھی گویا اُن کی خوشی سے نہیں بلکہ زبردستی آتی ہیں۔ اگر کوئی کام کا ذریعہ نکال سکیں تو وہ کسان اس قدرتی آرام کی گھڑیوں سے بھی نہ لطف اندوز ہوں۔

گاؤں میں جو نحوست چھائی رہتی ہے اس کو دور کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے کسان بھائی اپنی مرضی سے آپس میں طے کر کے آرام کا وقت مقرر کر لیں۔ اس کے لئے سب سے اچھا وقت دوپہر کا یا شام کو کھانے کے بعد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ گھنٹے دو گھنٹے خالی رہتے ہیں کسی چوپال میں یا کسی درخت کے نیچے یا پنچایت گھر میں جمع ہو کر کسی موضوع پر آپس میں باتیں کر سکتے ہیں، اپنا دل بہلا سکتے ہیں۔ چھوٹے موٹے کھیل مثلاً شطرنج، چوسر، تاش وغیرہ کھیل سکتے ہیں یا بھجن وغیرہ گا کر اپنی تکان دور کر سکتے ہیں۔ اگر وہ آرام کی ان گھڑیوں کا وقت مقرر کر لیں تو اس کے ساتھ ہی اُن کا تمام کام وقت پر ہونے لگے اور انھیں آرام کا وقت بہت جلد آتا معلوم ہو۔ ان اوقات میں وہ اپنی زندگی کی مختلف ضروریات اور مسائل پر باہم تبادلہ خیال کر سکتے ہیں۔ اور اپنے گاؤں کی اصلاح کی باتیں سوچ سکتے ہیں اور اس طرح ان میں برابر محبت اور رواداری بھی بڑھ سکتی ہے جس کی گاؤں میں بڑی ضرورت ہے۔

دودھ کی دُنیا

دودھ انسان کی اولین غذا ہے۔ انسان کی یہ بہترین غذا تسلیم کیا گیا ہے۔ زمانۂ قدیم سے انسان کی خوراک میں دودھ کو سب سے بڑا درجہ ملتا آرہا ہے۔ اسی لئے گائے کو دوسری ماں کہا گیا ہے۔ لیکن اب سائنٹفک تحقیقات کے بعد یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دودھ اس دُنیا کا سب کچھ بن جائے گا۔ امریکہ سے 'گوٹ ورلڈ یا بکریوں کی دُنیا' نامی ایک رسالہ شائع ہوا ہے۔ اس کی فروری کی اشاعت میں ایک مصنف نے اس دُنیا کا تصوّر کیا ہے جو دودھ کی دُنیا ہوگی۔ مضمون کے ایک حصّہ میں لکھا ہے۔

"جلد ہی آپ جب صبح کو سو کر اُٹھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ رات کو دودھ کا کمبل اوڑھے سوئے تھے۔ آپ کا بستر بھی دودھ ہی سے بنا ہوا ہوگا۔ آپ کا کمرہ دودھ کے رنگ سے رنگا ہوگا۔ آپ کے کمرے کے فرش پر دودھ کا قالین بچھا ہوگا۔ جب صبح غسل کرنے کے لئے آپ اپنا پائپ کھولیں گے تو دیکھیں گے کہ اس کا دستہ بھی دودھ ہی کا بنا ہوا ہے۔ آپ دودھ کے برش سے دانت صاف کریں گے، دودھ کے بنے ہوئے کنگھے سے

بل

[illegible] شاید اپنا منہ بھی دودھ کی چوکھٹ میں [illegible] دیکھیں گے۔ آپ دودھ کے اون کی بڑی [illegible] [illegible] نکلیں گے [illegible] میں [illegible] بھی دودھ [illegible] آپ دودھ کی طشتری میں [illegible] رکھے ہوئے مختلف [illegible] [illegible] گے [illegible] کھول کر سگریٹ [illegible] لگا کر پئیں گے [illegible] پہلے آپ [illegible] [illegible] پیشانی [illegible] گے [illegible] آپ کی بیوی کی [illegible] دودھ کے [illegible] سے [illegible] زیادہ چکنی اور [illegible] [illegible] ایک [illegible] دودھ [illegible] آپ [illegible] دیں گے [illegible] دودھ [illegible] دودھ [illegible] باتیں

[illegible] مضمون [illegible] کی [illegible] باتیں [illegible] سے [illegible] دودھ کے [illegible] تیار [illegible] ہیں جن سے [illegible] ایک خاص قسم کی لکڑی [illegible] کاغذ بھی دودھ [illegible] زیادہ [illegible] ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے [illegible] ایک بار [illegible] سے ایک [illegible] ایک [illegible] تیار [illegible] دودھ کے کپڑے [illegible] آنے والی دنیا [illegible] دودھ کی [illegible] ہوگی اور اس [illegible] سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں دودھ کی تجارت کرنے والے کسان اور [illegible] خوبصورت گایوں کو کتنا اہم درجہ حاصل ہوگا

ایک سینگ کا سانڈ

انگلینڈ میں ابھی حال ہی میں ایک سینگ کا ایک سانڈ تین ہزار سو گنیوں میں فروخت ہوا ہے۔ اس سال اس سانڈ نے پچھلے ۵۰ سالوں کا رکارڈ توڑا ہے [illegible] سانڈ برنسٹن پرائیٹ [illegible] ڈیل [illegible] کی وارٹیپ نمائش میں بہترین قرار پایا [illegible] ایک سینگ کھو چکے تھے وہ سانڈ بہترین مانا گیا۔ اس سانڈ کے علاوہ اس نمائش میں کوئی ۰۰ مویشی اور فروخت ہوئے جن میں کسی کا دام ۲۹۴ پونڈ سے کم نہیں تھا۔ اور دو سانڈ ایک ہزار یا اس سے کچھ زیادہ گنیوں میں فروخت ہوئے تھے۔

یہ خبر انڈین فارمنگ کے جولائی کے پرچے میں شائع ہوئی ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ غیر ملک میں مویشیوں کی کتنی قدر ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی اب اس طرف توجہ دی جانے لگی ہے جگہ جگہ مویشیوں کے میلے اور نمائشیں ہوتی ہیں اور ان میں اچھے سانڈ وغیرہ بھی نمائش کے لئے لائے جاتے ہیں لیکن ان کی قیمت اتنی زیادہ نہیں جس کی اُمید ہوتی ہے۔

ٹڈیوں سے حفاظت

سندھ میں ٹڈیوں کے پائے جانے کی اطلاع ملی ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ پنجاب اور یوپی میں بھی ٹڈیوں کا حملہ شروع ہوگا۔ ٹڈیوں سے فصلوں کی حفاظت کیونکر ہو سکتی ہے اس موضوع پر ہم ہل کی گذشتہ اشاعتوں میں مفید مضامین شائع کر چکے ہیں ٹڈیوں کے حملے کے بارے میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے حال ہی میں تمام ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹری کے نام ایک سرکلر جاری کیا ہے جس میں آپ نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ گاؤں سدھار کے آرگنائزر اپنے اپنے مرکزوں میں ٹڈیوں کو مارنے میں عوام کی ہر قسم کی مدد کریں۔ جہاں بھی ٹڈیوں کے انڈے بچے دکھائی دیں فوراً تباہ کر دئے جائیں۔ اٹاوہ، اودھ، آگرہ اور متھرا میں ٹڈیوں کے حملے کا خاص خطرہ ہے اسلئے ان اضلاع کے آرگنائزروں کو خاص طور پر ہوشیار رہنا چاہئے

بالغ اسکاوٹوں کی بھرتی

گاؤں سدھار کے حلقوں میں بالغ اسکاوٹوں کی بھرتی پر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ افسر محکمہ گاؤں سدھار نے برابر زور دیا ہے اب تک کس ضلع میں کتنے اسکاوٹ بھرتی کئے جا چکے ہیں انھیں کس طرح ٹریننگ دی جا رہی ہے وغیرہ وغیرہ باتیں ہم ہل کی گذشتہ اشاعت میں شائع کر چکے ہیں اگست کے آخری ہفتہ میں اس سلسلہ میں گاؤں سدھار افسر صاحب نے جو سرکلر جاری کیا ہے اس سے

جولائی کے مہینے تک کی رفتار معلوم ہوتی ہے۔ سرکار میں اس طرف جو ترقی ہوئی ہے اُسے انھوں نے تسلیم کیا ہے۔ ساتھ ہی اس بات پر زور دیا ہے کہ بی اور سی درجے کے اضلاع کے کارکنوں کو خاص احتیاط کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے پڑوسی اضلاع سے کسی بات میں پیچھے رہیں۔

گاؤں سدھار افسر صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اسکاؤٹوں کی ٹریننگ پر خاص زور دینا چاہیے۔ کچھ اضلاع کی کامیابی کی انھوں نے بڑی تعریف کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ماہوار کیفیت میں صرف اتنا ہی لکھ دینا کہ اتنے اسکاؤٹ ٹرینڈ کیے گئے کافی نہیں ہے بلکہ انسپکٹر پر اس بات کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ باقاعدہ ٹرینڈ کیے گئے ہیں اور ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ اس کا امتحان لیں گے۔ بغیر کوئی ٹھوس کام کیے ہوئے شہرت حاصل کرنے کی عادت روکی جانی چاہیے۔ جولائی تک اسکاؤٹوں کی بھرتی کی رفتار حسب ذیل ہے۔

موجودہ نمبر	گذشتہ ماہ ضلع کی حالت	پچھلے مہینوں تک کی بھرتی	گذشتہ ماہ کی بھرتی	کل تعداد	ٹریننگ یافتہ جوانوں کی تعداد
۱	۱-پرتاب گڈھ	۶۴۲۲	..	۶۴۲۲	۷۰۱
۲	۲ سلطانپور	۶۲۹۹	..	۶۲۹۹	۱۷۷۸
۳	۳-غازی پور	۶۰۸۹	۱۰۳	۶۱۹۲	۲۷۴۳
۴	۴-جون پور	۶۰۶۸	..	۶۰۶۸	۱۴۰۱
۵	۵-مظفر نگر	۵۴۸۵	۹۰	۵۵۷۵	۸۵۵
۶	۶-فیض آباد	۵۱۳۴	..	۵۱۳۴	۳۳۲۲
۷	۷ اناؤ	۴۸۳۱	..	۴۸۳۱	..
۸	۴-بہرائچ	۱۱۸۷	۳۲۰۶	۴۳۹۷	۹۵
۹	۸-مرزا پور	۳۹۱۴	۲۰۰	۴۱۱۴	۱۸۴۷
۱۰	۱۰-گورکھپور	۳۸۱۷	۲۱۳	۴۰۳۰	۲۱۳۸
۱۱	۱۲-بستی	۳۷۰۶	۲۲۴	۳۹۳۰	۱۶۹۶
۱۲	۱۴-بلند شہر	۳۳۰۵	۵۴۰	۳۸۴۵	۷۲۵
۱۳	۱۹-بلیا	۳۸۳۴	..	۳۸۳۴	۱۰۶۰
۱۴	۱۴-آگرہ	۳۸۰۰	..	۳۸۰۰	۱۰۶۳
۱۵	۲۴-جالون	۲۵۰۰	۱۲۸۷	۳۷۸۷	۵۸۲
۱۶	۱۳-بنارس	۳۶۰۷	۱۵۲	۳۷۵۹	۱۹۹۶
۱۷	۱۹-سہارنپور	۳۱۷۵	۴۴۹	۳۶۲۴	۴۸۰
۱۸	۱۷-میرٹھ	۳۱۵۳	۴۰۵	۳۵۵۸	۱۰۰۷
۱۹	۲۱-بارہ بنکی	۲۶۶۳	۸۷۳	۳۵۳۶	۶۶۰
۲۰	۲۵-ہمیرپور	۲۲۴۵	۱۱۸۳	۳۴۲۸	۵۹۱
۲۱	۳۵ جھانسی	۱۵۹۵	۱۷۷۷	۳۳۷۲	۶۱۴
۲۲	۱۸-اعظم گڈھ	۳۰۷۴	۲۸۹	۳۳۶۳	۷۸۲
۲۳	۳۴-فرخ آباد	۱۹۲۳	۱۷۳۹	۲۳۶۲	۷۶۶
۲۴	۲۹-گونڈہ	۲۰۰۴	۱۱۹۱	۳۱۹۵	۱۰۷۹
۲۵	۱۵-باندہ	۳۱۸۶	--	۳۱۸۶	۳۶۰
۲۶	۲۲-ہردوئی	۲۵۵۰	۶۰۹	۳۱۵۹	۱۰۱۸
۲۷	۲۳-رائے بریلی	۲۵۳۲	۶۱۰	۳۱۴۲	۵۶۶
۲۸	۲۰-فتح پور	۳۰۰۷	۳۰	۳۰۳۷	۱۳۹۹
۲۹	۱۹-بریلی	۳۰۲۳	۴۳	۳۰۳۶	۳۱۰
۳۰	۲۸-الہ آباد	۲۰۰۵	۱۰۲۷	۳۰۳۲	۲۹۱۲
۳۱	۲۶-کھیری	۲۲۳۵	۷۸۰	۳۰۱۵	۹۱۵
۳۲	۴۱-علیگڈھ	۱۱۲۳	۱۸۸۶	۳۰۰۹	۹۳۵
	درجۂ بی ۲۰۰۰ سے زیادہ				
۳۳	۳۰ مرادآباد	۱۹۰۲	۹۱۸	۲۸۲۰	۵۱۶
۳۴	۲۷-مین پوری	۲۱۶۵	۴۳۵	۲۶۰۰	۶۷۵
۳۵	۳۱-شاہجہانپور	۱۷۳۱	۴۸۱	۲۲۱۲	۳۹۹
۳۶	۳۴-دہرہ دون	۱۶۰۰	۵۳۰	۲۱۳۰	۵۶۶
۳۷	۳۶-بجنور	۱۵۱۵	۵۳۱	۲۰۴۶	۱۵۱۵
	درجۂ سی ۱۰۰۰ سے زیادہ اور ۲۰۰۰ سے کم				
۳۸	۴۴-پیلی بھیت	۱۰۶۴	۷۸۳	۱۸۴۷	۱۵۴۰
۳۹	۴۵-اٹاوہ	۱۰۱۱	۸۱۵	۱۸۲۶	۱۰۷۲
۴۰	۳۷-لکھنؤ	۱۳۷۲	۴۴۳	۱۸۱۵	۴۱۵
۴۱	۳۲-ستیاپور	۱۶۲۷	۱۵۴	۱۴۰۶	۵۷۶
۴۲	۳۹-ایٹہ	۱۲۸۰	۱۲۶	۱۲۱۳	۷۸۷
۴۳	۳۸-بدایوں	۱۳۱۳	..	۱۲۲۸	۲۴۳
۴۴	۴۲-میرٹھ	۱۰۱۲	۲۱۶	۱۰۸۵	..
۴۵	۴۳-کانپور	۱۰۳۲	۵۳	۲۹۴	۲۳۵
۴۶	۴۷-نینی تال	۶۸۶	۶۸۶	۱۰۸	۷۷۸
۴۷	۴۶-المورڑہ	۷۳۵	۴۳۵	..	..
	میزان	۱۲۹۲۳۶	۲۴۵۲۱	۱۵۳۷۷۵	۴۲۲۴۵

ساگ سبزی کی کاشت

ساگ سبزی ہماری خوراک کا خاص جزو ہیں۔ آجکل غلہ کا نرخ بڑھ جانے کے باعث اس کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اس بات پر خاص زور دیا جا رہا ہے کہ باغیچوں اور خالی قطعوں میں طرح طرح کی ترکاریاں بوئی جائیں۔ اس موضوع پر محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے کئی بیان شائع ہو چکے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں سدھار انجمنوں کو کچھ اضلاع کے لوگوں نے ٹھیک نہیں سمجھا ہے۔ چنانچہ گاؤں سدھار افسر صاحب نے اس سلسلے میں ایک اور سرکلر جاری کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اس اسکیم کا مطلب یہ ہے کہ جن دیہاتوں کے کسانوں کو من میں آرگنائزر یا تعلیم بالغاں کے مدرس رہتے ہوں زیادہ سے زیادہ تعداد میں بیج تقسیم کئے جائیں۔ جہاں کی زمینیں ترکاری بونے کے لئے موزوں ہوں ... اعلیٰ قسم کے بیج کسانوں کے ہاتھ میں ہوں اور ان کی آبپاشی کا پورا انتظام بھی ہو۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ ترکاری بونے والے سب کھیت ایک ہی چک میں ہوں۔ وہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بھی ہو سکتے ہیں۔ ... ضروری ہے کہ ان کی سینچائی کا پورا انتظام ہو ... ترکاری بونے کے باب میں مدرس بالغان اور آرگنائزر کی باتوں اور ان کی ہدایات کو بغور سنیں ... انسپکٹر زراعت ... ہدایتیں ... اور ... دیکھتے رہیں گے کہ ان کے مطابق کام ہو رہا ہے یا نہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ترکاری کے بیج ... بیج گودام کے قریب ہوں تاکہ ... بیج دیئے جا سکیں۔ یہ رقبہ گاؤں کی کل کھیتی کے رقبہ سے بہت ہی کم ہوگا اور ... بڑی ... نہیں ... بتایا جانا چاہئے۔ خاص مقصد یہ ہے کہ حکومت ... دکھایا جائے کہ زیادہ سے زیادہ اشیاء خوردنی پیدا کرنے کے سلسلے میں محکمہ گاؤں سدھار نے کیا کیا ہے۔ جب فصل تیار ہو جائے تو پیداوار کا اندازہ کر کے محکمہ زراعت کے انسپکٹر سے اسکی تصدیق کرائی جائے اور پچھلے دو سالوں کی پیداوار سے اس کا مقابلہ بھی کیا جائے۔ انسپکٹر زراعت کی زیر نگرانی رہنے اور بیج گوداموں سے قریب والے ان دیہاتوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے گاؤں بھی ہوں گے جن میں آرگنائزر اور مدرس بالغان رہتے ہیں لیکن جو بیج گوداموں سے دور ہیں۔ اور ان سے بیج نہیں حاصل کر سکتے۔ ایسے دیہاتوں میں مندرجہ بالا طریقوں کے مطابق کام ہونا چاہئے۔ مگر ان کی پیداوار الگ رکھی جائے کیونکہ اس کی تصدیق انسپکٹر زراعت نہ کریں گے۔

جن کھیتوں میں غلہ بویا جاتا ہے ان میں غلہ کے بدلے ترکاری نہ بوئی جائے۔ یہ ایک ہی بات ہے خواہ ان کھیتوں میں گیہوں پیدا ہو یا اس میں آلو، مٹر، گوبھی پیدا کی جائے۔ معمولی کھیتوں کے علاوہ گاؤں میں ایسے ٹکڑے ہوتے ہیں جن میں ترکاریاں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ یہ ٹکڑے کنوئیں کے پاس کی ایسی زمینیں ہیں جو ہمیشہ تر ہوتی رہتی ہیں۔ ایسے چھوٹے قطعوں میں بھی جہاں گاؤں کی عورتیں اپنے برتن مانجتی ہیں اور نہاتی ہیں ترکاری بونی چاہئے۔ ان کے علاوہ گھر کی چھتوں پر چڑھنے کے لئے بیل والی ترکاریاں بوئی جا سکتی ہیں انھیں برسات کے دنوں میں بڑی آسانی سے بویا جا سکتا تھا مگر اب جاڑے کے دنوں میں کدو، لوکی، سیم اور کریلا وغیرہ بویا جا سکتا ہے۔ کمی کے وقت پر بوئی جانے والی چیز سے بڑی مدد ملے گی لہذا اس کام میں حتی الامکان کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے۔

Regd. No. A—234

"ہل" کے سالانہ چندے میں رعایت

ہمارے صوبے کی حکومت کی مہربانی سے مندرجہ ذیل اشخاص اور جماعتوں کے لئے "ہل" کی سالانہ قیمت چار روپیہ ۱۵ آنہ سے کم کرکے تین روپیہ آٹھ آنے ہوگئی ہے - لیکن یہ رعایت صرف ۲۵۰۰ خریداروں تک محدود ہے - امید ہے کہ مندرجہ ذیل اشخاص اور جماعتیں اس خاص رعایت سے فائدہ اٹھائینگی –

۱ - سرکاری امداد پانے والے مدارس –
۲ - "دیہاتی ارکان" "معین المزارعین" اور "ہل" کے دیہاتوں میں رہنے والے موجودہ خریدار –
۳ - وہ لوگ جو دیہات میں تعلیم کرتے ہوں –
۴ - زمیندار جو سرکار کو ایک ہزار روپیہ یا اس سے کم سالانہ مالگذاری دیتے ہوں –
۵ - وہ لوگ جو دیہات میں رہتے ہوں اور جنکی آمدنی ۱۰۰ روپیہ ماہوار سے کم ہو –
۶ - امداد باہمی اور زراعتی سنگھٹن کی شاخیں یا یونین یا کمیٹیاں سوسائٹیاں یا یونینیں –
۷ - وہ لوگ جو دیہات میں رہتے ہوں اور گاؤں میں مفت تقسیم کرنے کے لئے ایک سالانہ سے زیادہ پرچے منگائیں –
۸ - ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈ اور امدادی ہسپتال –

خریدنے کی خط و کتابت کا پتہ—
مینیجر "ہل"
انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press, Ltd., Allahabad.